اشھد ان لا الٰہ الا اللہ و اشھد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

وعلیٰ من تابعہ من تابعہ ...... باحسان الیٰ ھذا الیوم ...... والیٰ یوم القیامۃ کلھم اجمعین

حامل اسرار کتاب و میزان و شمشیر اور شرح استخلاف فی الارض

اور

تمام عالم پر ملتِ اسلامیہ کی دلیل افضلیت

کتابِ مخصوص

سیرۃ نبوی صلعم پر ایک محققانہ نظر

(دستورِ حیات)

جلد دوم

از تصنیف
(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف و النشر

جامعۂ عاصدہ لیسہ لقیہ
آلو مہار شریف
ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان)

(ہدیہ دس ۱۰ روپیہ صرف)

(جملہ حقوق بحق دار التصنیف والنشر محفوظ ہیں)

(خلیفہ محمد سعید نے طور پرنٹنگ پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر دار التصنیف والنشر آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ سے شائع کی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۹۷۶۹۹۲۱

دیباچہ

پائندہ و بالندہ باد اے دولتِ وسطیہ!

فعّالٌ لِمَا یُرِیدُ مستخلف اللہ عزّوجل کا شکر ہے۔ کہ اس نے عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعّالیہ کے ذریعہ جو اس صلعم کے صدرِ مبارک سے تواتر و تسلسل کے ساتھ اصحاب تواتر تا صدّیق زماں حضرت خواجہ محمد صدّیق و غوث دوراں و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہم کے نفوس مبارک میں جلوہ گر ہوئی[1] اور اس سے ملحقہ اس خاکسار کے نفس میں متصرف یا العدل ہے۔ اور تزکیۂ نفوس اور تعلیم کتاب و حکمت کی دلیل سے اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت اور اختتامِ نبوت یعنی فردیت نبوت مصطفوی یا کافۃ الناس کیلئے اس صلعم کی ابوت اعلیٰ پر دلیل ناطق ہے۔

اس خاکسار کی قلم کو سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم۔ کو مرتب کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جو عادل فعّال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت نبوت یا ابوت انس کی حقیقت علیہ یعنی ایفائے تقاضا ہائے ابوتِ فاضلہ (اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت) پر تواتر قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کی علامت روشن تذکرہ مصنفۂ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن کی معیت میں سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل کی شہادتِ منورۂ فاضلہ کے بعد اپنی شہادتِ قاہرۂ غالبہ سے مفہوم شہادت کو مکمل قرار دیتی ہے۔ اس میں فطرت نفس کا تجزیہ و تشخیص فیصل یا الحق ہے۔ کہ تمام نوعِ انسانی کو فردیتِ نبوتِ مصطفوی (جو حسب وضاحت کتاب ہذا فیصلۂ فطرت کے ساتھ ابوت انس کے منصب فاضلہ پر جلوہ ریز ہے) کے حضور میں اس وحدت دولت وسطیہ کے تحت (جو اپنی حیثیتِ وسطیہ کی دلیل سے منزل اوّل کی جائز واحد صورت وسیعہ ہے۔ اور بنی فرد صلعم اور اسکی پیروی میں فردیت امارت کو اسکے مدبر اعلیٰ یا ابوالانس کی حیثیت فاضلہ حاصل ہے) مجتمع ہو جانا چاہئے۔ پس اس میں ابوالانس محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر جو دستور عدل یعنی واحد مرجع فطری عزّوجل کے ترشحات عدلیہ کی شرح متشکل ہے۔ محققانہ نظر سے ابوت انس کے متعلقات فاضلہ اور نجائز ہر واجد بنظام ملی کے متعلقات دستوریہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ جو جامع اہتمام تہذیب نفس اور تدبیر منزل اور سیاست مدن ہے۔ (دراں حالیکہ دولتِ وسطیہ کی سیاست بین الدّول اس کی محیطۂ عالم جائز واحد سیاست مدن کا تدریجی مرحلہ ہے۔ اور فرامین و سوانح مصطفویہ کے لئے جو عدلِ ناطق و متشکل ہیں۔ مشکواۃ المصابیح اور سیرۃ النبی

---

[1] علامۂ فاضل اور ولی کامل حضرت مولانا محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ کے صدر مبارک میں وہ قوت فعالیہ جلوہ گر ہوئی اور غوث دوراں و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہ کی تصدیق فاضلہ کی روشنی میں صاحب موصوف کی صحبت با برکات سے بھی اس خاکسار کو شرف حاصل ہوا۔

علامہ شبلی کو ماخذ ہائے احادیث و سوانح کی حیثیت دی گئی ہے۔ کیونکہ ان ہر دو کتب کو صحاح ستہ اور دیگر کتب صحاح سے احادیث و روایات استنباط کرتے ہوئے جامعیت کے ساتھ مرتب کیا گیا ہے۔ گویا یہ ہر دو کتب بحیثیت ماخذ کثیر کتب احادیث کی جامع ہیں۔ اسلئے دیگر کتب صحاح سے مبادیات اصولی کے مطالعہ کیلئے کچھ زیادہ استفادہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی گو معمولی طور پر دیگر کتب صحاح سے بھی فائدہ حاصل کیا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ قرآن حکیم دستور کامل ہے۔ اور سیرت نبوی صلعم اس کی شرح متشکل ہے۔ جو تمام عہود و دہور کے تقاضاؤں کی مبادیات کی وضاحت کے ساتھ اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ہر گونہ دستوری مقتضیات دہر کی حیثیتہائے اصولی کے ایفائے کامل کی ضامن مطلق ہے۔ اور ازاں بعد کتاب اور اس کی معنویت اور اسوۂ حسنہ اور اس کی حقیقت کے اجرائے متواتر کی دلیل سے جملہ عہود و دہور میں ملتِ اسلامیہ کو مبادیات اصولی کی توسیعِ فروعی یا اجتہاد کا حق عطا کر دیا گیا ہے۔ جو نفس دہر کے کوائف تدریجیہ کی اور اسی دلیل سے تقاضائے تکمیل دستور کی ایفا ہے۔ دراں حالیکہ ہر دور میں اجتہاد کا مقصد یہ ہے۔ کہ مبادیات اصولی کی وضاحتوں کو نفس دہر کے تدریجی تقاضاؤں کے ساتھ تطبیق دیتے ہوئے ایفائے تقاضا ہائے دہر کیلئے توسیعِ فرعی کے ساتھ ترتیبِ دستور کی جائے۔

پس اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ دہور گذشتہ کا اجتہاد اب دورِ جدید کے آئین ہائے نظم و ضبط اور قوانین صلح و جنگ کے لئے سند نہیں ہو سکتا کیونکہ نفسِ دہر کی علویات و ارضیات غیر منکشف یا النور اور غیر متحمل نور میں ارتقائے تدریجیہ اور فردیتِ استخلافِ عہد اولین کے بعد تداول ایام کے نتیجہ میں کشف و تحمل نور (جو نفسِ انسانی میں مستخلف عزّوجل کی طرف سے مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے) کے ملّتِ اسلامیہ میں تخصیص وحدتِ محوریت کے ساتھ سیران متحدۂ عامہ کے بارہ میں انحطاطِ تدریجیہ واقع ہو چکا ہے۔

اس لئے اس خاکسار نے قرآن و سنت کے مبادیاتِ اصولی کے لزوم مطالعہ و عمل کی میت اساق میں دور حاضر کے مقتضیات مستدرجۂ ارتقائیہ کو متعلقہ مبادیات اصولی کی وضاحتِ عدلیۂ اجتہادیہ کے ساتھ

(جو اس دلیل سے کہ دور حاضر کے تقاضے میزان العدل آئین کی جانب اولیٰ میں تحقق بار ہے۔ اور وہ اُن تقاضا ہائے ارتقائیہ و جدیدہ کی ایفائے عدلیہ کی حامل ہے۔ اس لئے وہ میزان العدل آئین کی جانب اُخریٰ میں تمکین بار نصف اخریٰ ہے۔ اور فریضۂ عادلہ ہے)

تطبیق دیتے ہوئے کہ وہ بمطابق فرمان مصطفوی "العلم ثلٰثۃ" آیۃ محکمۃ او سنۃ[1] قائمۃ او فریضۃ عادلۃ اس فلسفۂ جدیدہ و فنون نادر کا

(جو فلسفۂ قدیم اور فنون عہد عتیق کی ارتقائی حیثیتوں کے صدق و عدل کے ساتھ حامل ہوں۔ اس دلیل سے کہ وہ ماحول نفس یا مسخراتِ نفس میں تمکینِ عدل کے اسباب معاون ہیں نیز اس دلیل سے کہ وہ اس روح الٰہی کے ترشحات ہیں جو کتاب مجید کی وضاحت[2] کی روشنی میں فطرت شعوریہ کی شہادت کے ساتھ رضائے الٰہی کے تحت نفس انسانی میں ودیعت ہے)

---

[1] مشکوٰۃ کتاب العلم [2] فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ ۔۔۔۔۔۔ الخ (حجر ۔ ع)

Marfat.com

کتاب مجید اور اس کی شرح متشکل سنت مصطفوی اور دورِ حاضر کی ارتقائی صورتوں کے تقاضاؤں کی اجتہادِ عدلیہ کے ساتھ ایفا کی ضامن و کفیل یعنی اس فریضۂ عادلہ کا تابع قرار دیتی ہے۔ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل و دوم کو مرتب کیا ہے۔

اور یہ خاکسار عادل فعال اوّل المسلمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس ہدیۂ مخصوص کی عزتِ قبول کی دلیل سے جو تمام ملت اسلامیہ کے حضور میں شرفِ بار کو مستلزم ہے۔ یقین کامل رکھتا ہے۔ کہ انشاء اللہ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل جو تجزیۂ فطرتِ نفس کے ساتھ نفس فعال مصطفوی پر تبصرہ کی دلیل سے شرح فضل عدل ہے۔ اور جامع انتہائے صلح و جنگ اور قوانین نظم وضبط ہے۔

اور یہ جامع تہذیب و تدبیر و سیاست سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم دورِ حاضر کے دستوری تقاضاؤں کو جو فیصلۂ فطرتِ نفس کے ساتھ ناتمام انسانی جدوجہد کی تنسیخ اور تصغیرِ فرط کو مستلزم ہیں۔ دولتِ وسط کی منکشف بالنور اور متحمل نور شوکت فعال کے ذریعہ مبادیاتِ اصولی کے لزوم مطالعہ و عمل کی معیت اساسی میں انشاء اللہ ضرور بالعدل پورا کریں گی۔ یعنی وہ تہذیبِ نفوس اور تدبیرِ منزل اور سیاست مدن میں جادۂ تصرفات عدلیہ اور اس سے اندفاع موانع فرطیہ کی پُر شوکت وضمانت کے ساتھ آج دورِ حاضر میں فردیت نبوت مصطفوی یا اس صلعم کی ابوت فاضلہ پر تکمیل دستور اور تواتر قوت فعالیۂ مصطفویہ کی وضاحتِ روشن کے ساتھ شہادت ہائے ناطقہ کی حیثیت سے تمام کائناتِ انسانی کے لئے فردیتِ نبوتِ مصطفوی صلعم اور فردیتِ امارتِ فعال اور وحدتِ دولتِ وسطیہ پر اجتماع متحدہ کے لئے فیصل بالعدل ہیں۔ اس لئے تمام کائناتِ انسانی پر عائد ہوتا ہے۔ کہ فیصلۂ فطرتِ نفس کو تسلیم کر لے جو اس کی حقیقی فلاح و بہبود یعنی نفس انسانی اور اس کے ماحول میں تمکین عدل کیلئے اہتمامِ حفظ فطرت ہے۔ اور دفع موانع کے ساتھ منادیٔ امن ہے ؂

ابو الانس عادل فعال نبیٔ فرد و خاتم محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں جملہ اصحاب تواتر تا صدیق زماں حضرت خواجہ محمد صدیق اور غوثِ دوراں و شہید حضرت خواجہ محمد رفیق رضی اللہ عنہم کے توسط سے یہ خاکسار اس ہدیۂ مخصوص کی عزتِ قبول کے ساتھ حاضر ہوتا ہے۔ جو فردیتِ نبوت مصطفوی اور اکمال دین اور اتمام نعمت بہ تواتر تزکیہ و تعلم اور تکمیل دستور کی شہادت کے ساتھ ناطق بالحق ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ؁

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

(خلیفہ) محمد سعید

جامعۂ عالیہ صدیقیہ - دار التصنیف و النشر

[redacted]

۲۴ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ

(خلیفہ) محمد سعید

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

سیاست مدن (جزء ل)

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	سیاست مدن اور ابوالانس (امیر فرد)	۹
۲	فضل امارت	۱۵
۳	نائبین امارت اور منصب تحکیم العدل اور رکنیت شوریٰ اور آئین انتخاب	۲۷
۴	شوریٰ اور آئین انتخاب	۳۵
۵	امارت اور رکنیت شوریٰ میں ربط عدلیہ	۴۳
۶	اہتمام تصرف عدلیہ	۴۶
۷	کیف اہتمام تصرف عدلیہ	۵۷
۸	نسخ و نسی	۶۲

ضابطۂ تصغیر فرط کا مقالۂ افتتاحیہ

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۹	تصغیر فرط	۶۷
۱۰	حرص	۷۶
۱۱	سیاست بین الدول	۷۸
۱۲	جہاد	۸۲

ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۱ (تصغیر فرط بالجہاد)

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۳	تصغیر فرط بالجہاد	۸۸
۱۴	جہل	۸۹
۱۵	سفہ	۹۲
۱۶	استنفار	۹۴
۱۷	استنکاف و استکبار	۹۵
۱۸	ضلال	۹۷
۱۹	تغافل	۹۸
۲۰	ظلم	۱۰۰
۲۱	کفر	۱۰۲
۲۲	شرک	۱۰۴
۲۳	نفاق	۱۰۶
۲۴	فسق	۱۰۸
۲۵	فجور	۱۱۰
۲۶	خیانت	۱۱۲
۲۷	سوء ظن	۱۱۴
۲۸	تشجیع نفس	۱۱۶

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۲۹	ناسیوری	۱۱۹
۳۰	تسخیر فرط بالجہاد سے متعلقہ مبادیات اصولی	۱۲۲
۳۱	اسیران جنگ اور نفس دولت سے اخراج غلامی	۱۶۱
	ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۲ (ترتیب قصاص وحدود)	
۳۲	ترتیب قصاص وحدود	۱۷۰
۳۳	فساد	۱۷۳
۳۴	قتل وقصاص	۱۸۴
۳۵	خون بہا (دیت)	۱۸۶
۳۶	اقسام قتل ودیت	۱۸۷
۳۷	فاحشہ	۱۹۵
۳۸	سرقہ	۲۰۹
۳۹	کذب	۲۱۵
۴۰	خوف	۲۳۸
۴۱	تعاون واستشہاد	۲۴۱
	ضابطۂ اقتصاد	
۴۲	ضابطۂ اقتصاد	۲۴۸
۴۳	تحفظات عدلیہ	۲۶۶
۴۴	تجارت بین الدول	۲۷۷
۴۵	کسب ونفق	۲۸۰
۴۶	متشکل عدل معاشرہ	۲۹۴
۴۷	تکملۂ اقتصاد	۳۰۴
۴۸	اقتصادِ معاہد	۳۰۷
	ضابطۂ میراث	
۴۹	ضابطۂ میراث	۳۱۲
۵۰	تحفظات عدلیہ (الف-ب)	۳۲۰
۵۱	میراث معاہد	۳۲۷
	تدبیر منزل (جزء ب)	
۵۲	تدبیر منزل	۳۳۱
۵۳	قواعد تزویج	۳۴۵
۵۴	حقوق تزویج	۳۵۰
۵۵	شکست تزویج	۳۵۸
۵۶	شکست تزویج کیلئے امیر فرد کے اجرائے حکم سے متعلقہ شرائط انتظاریہ	۳۷۳
۵۷	تعطل حفظ	۳۷۴
۵۸	تحفظات عدلیہ	۳۷۶
۵۹	فرائض وآداب منزلیہ	۳۸۱
۶۰	تکملۂ دستور	۳۹۳
	اہتمام تہذیب نفس (جزء ج)	
۶۱	اہتمام تہذیب نفس	۴۰۳
۶۲	معجزات (مؤیدات اہتمام تہذیب نفس) الف	۴۱۵
۶۳	بشارات (مؤیدات اہتمام تہذیب نفس) ب	۴۲۰
۶۴	متشکل عدل فعال	۴۲۴
۶۵	استغراق مصطفوی	۴۲۵
۶۶	فعال فصل الخطاب مصطفوی	۴۳۰
۶۷	اخلاق فاضلہ مصطفوی یا متشکل شوکت عدلیہ	۴۳۳

تمت بالخیر

أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (النساء)

جزء

الف

سیاستِ مدن

(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف والنشر

جامعہ عالیہ صدیقیہ
آلومہار شریف

Marfat.com

اِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ اَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (انبیاء ع)

من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی فقد عصی اللّٰہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی ومن یعص الامیر فقد عصانی

(عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم)
متفق علیہ

★

ایوالانس (امیر فرد) جائزِ واحدِ سیاستِ مدن کا
محور اور اس کی قوتِ فعّالیہ ہے۔ اس لئے تمام
دولتِ وسطیہ کو اس کے گرد انفعالاً متدار رہنا
—— چاہیئے ——

محمد سعید

Marfat.com

سیاستِ مدن اور ابو الانس (امیر فرد)

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ (نور)

سیرتِ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول میں فردیتِ استخلاف فی الارض کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ نفسِ ملت میں تمکینِ عدل اور کائناتِ انسانی پر فضلِ عدل کو (جو تصغیرِ فرط کی وضاحت کو مستلزم ہے) محقق کرتے ہوئے۔ اس کی جزء جزء کے عطفِ لوازم تشدید (بنیادِ مستحکم) میں یہ نمایاں کر دیا گیا ہے۔ کہ نفوسِ ملت میں حقیقت سجود یا اخوتِ ملی کے سیرانِ مشترک اور وحدتِ ملی کے تحقق منشاء کے ساتھ محورِ فردیتِ امارت کے گرد ملتِ اسلامیہ کے جمعاً تداعد صحیحہ سے یعنی فردیتِ امارت کی شجاعتِ متصرفہ کے ساتھ (جو بدفع موانع وجہ سیرانِ مشترک ہے۔ اور جمعیت مستلزم شمشیر ہے) اتحادِ شمشیر کے ذریعہ عدلِ تہذیب و تدبیر و سیاست سے دفعِ موانع قرطبیہ داخلہ و خارجیہ (تصغیرِ فرط) قصرِ استخلاف فی الارض کی بنیادِ مستحکم ہے۔ جو حفظِ فطرت یا دینِ قیم کی تمکین قاہرہ ہے۔ اور اس کے بعد اب جلد دوم میں امیر فرد کے تصرفِ فعال اور ہیبتِ شمشیر کے ذریعہ نفسِ دولت یا معاشرہ میں تمکینِ عدل کی وضاحت کی معیت میں تصغیرِ فرط کی شرح کی جاتی ہے۔ گویا جیسے بنیادِ مستحکم کی ایک شرح امیر فرد کے تصرفاتِ عدلیہ کے ساتھ تمکینِ عدل کا وضاحت ہے۔ اسی طرح اس کے تصرفِ عدلیہ اور اجرائے ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ وضاحت اندفاعِ فرط بنیادِ مستحکم کی شرحِ آخری ہے۔

اور امیر فرد سیاستِ مدن میں اس دلیل کے ساتھ محورِ فرد یا ابا الملت ہے۔ کہ اصول تدریج[1] جو نفسِ انسانی اور تمام نظامِ کائنات میں جاری و ساری ہے۔ تمام نوعِ انسانی کا نسلی مرجع انسانِ اول کو قرار دیتا ہے۔ جو گویا موسس وحدتِ اجتماع ہے۔ (جیسے کہ جلد اول میں ثابت ہو چکا ہے) فرمانِ ربانی خَلَقَكُم[2] مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً اسی فطری حقیقت تدریجیہ کی وضاحت ہے۔ اور وہ واحد مرجعِ نسل کے مقامِ ابوّت سے منظم وحدتِ اجتماع ہے۔ اور اس کی واحد حیثیتِ مدبرہ وحدتِ محود اور فردیتِ امارت ہے۔ اس لئے اس کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ ابتداء میں کشف و تحمل نفس سے تحقق پائی ہے)۔ افرادِ ملت کی تہذیب و تدبیر و سیاست اور شمشیر کی ہیبتِ عدلیہ کے ذریعہ (جو نفسِ فرد و جماعت کے لئے لازم اسباب کی دلیل سے وحدتِ اجتماع کی قوتِ متاعیہ ہے) دفعِ موانع قرطبیہ و وحدتِ فعالیہ کے ساتھ تقاضائے فطرت کی بنا ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ مرجعِ فطری عزوجل نے انسانِ اول کو خلق فرمایا۔ (تخلیقِ انسانی پہ بحث جلد اول میں عنوان

---

[1] اصول تدریج پہ بحث جلد اول میں عنوان تدریج، انعقاد، تدریجِ انحطاط اور عنوان ترتیبِ فکری وغیرہ میں مطالعہ فرمائیں۔

[2] اس نے تمہیں نفسِ واحدہ سے خلق فرمایا۔ اور اسی سے اس کی زوج خلق فرمائی۔ (وحدتِ مرجعِ نسلی اس اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ جو نفسِ انسانی اور تمام کائناتِ انسانی میں جاری و ساری ہے۔ تقاضائے فطرت کی الیقاء ہے۔ اس لئے اس کی زوج کو خلق اس نفسِ واحدہ سے ہی خالقِ فطرت نے از روئے فطرت قرار فرمایا)۔ اور پھیلا دئے۔ ان دونوں کے ذریعہ کثیر مرد اور عورتیں۔

Marfat.com

کثافتِ ارضی و حقیقتِ علوی (تعزیل دستور وغیرہ کے تحت گزر چکی ہے) اور پھر اسی سے اس کی زوج پیدا فرمائی۔ تاکہ وہ جنسیت نوعی جسمی کے تقاضاؤں سے اس کے لئے وجہِ سکون[1] ہو۔ اور اس کی حیثیتِ فصل میں اپنے وجود کو گم قرار دے۔ پس اس فطرت کی پیروی میں انسانِ اوّل نے بحیثیت فردِ واحد منزلِ اوّل کی تشکیل فرمائی۔ اور پھر اس کی اولاد قدریجی وسعت سے تزویج ذکور واناث کے ذریعہ حصص ہائے منزلیہ کے ساتھ سطحِ ارض پر پھیل گئی۔ اور پھیلتی جا رہی ہے۔ (دراں حالیکہ نظامہائے شعوب وقبائل ان کی صور ارتقائی ہیں) اس لئے بہ بداہت کے ساتھ متحقق ہے۔ کہ وحدتِ مدن منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ اور اسی دلیل سے فطرت صرف ایک جماعت جائزہ (منزل واحد جو منزل اول کی قائمقام ہے یا وہ وحدتِ مدن ہے) کے لئے فیصلہ صادر کرتی ہے۔ جو نفسِ انسانی کے فطری تقاضا ہائے تخلیقیہ کو پورا کر سکتی ہو۔ اور وہ صرف دولت وسطیہ ہے۔ جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کی تکمیل ہے (اور جماعتہائے متعددہ یا افرادِ جماعتہائے متعلقہ یا اُن پر مشتمل متعدد جماعتوں کے ایک نقطۂ متحدہ (قبول عدل) پر اجتماع سے تحقق پاتی ہے۔ گویا مختلف شعوب وقبائل کو اگرچہ بالاستقلال الگ الگ جماعتوں کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ مگر وہ دلائل وحدتِ مرجع فطری ونسلی اور وحدت منزل اوّل اور اساس عدلیۂ تخلیق نفس کے تحت نقطۂ عدل پر متحد جائزہ واحد جماعت میں عدل کے میزانِ مشترک کے ساتھ مدغم قرار پاتی ہیں)۔ فرمان ربانی اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ (طٰہٰ) کی شہادت کے تحت بفرمان ربانی یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (حجرات) اسی حقیقت علیہ کی وضاحت ہے یعنی شعوب وقبائل سے جماعت مکرّم صرف جماعت متقی ہے دراں حالیکہ تقویٰ مستلزم تحققِ عدل ہے۔ اور فردیت مکرمت[2] تحقق حصر جواز وحدت ہے۔ علیٰ هٰذا انہی دلائل متذکرہ کے تحت فطرت اس جائزہ واحد جماعت کے لئے اس کی امارت میں فردیّت کو حق کے ساتھ ناطق کرتی ہے (جو واحد مرجع نسلی انسان اوّل کے منصب پر تمکین کی دلیل سے ابوت فاضلہ ہے) اور نفس امارت میں اس قوت فعالیہ کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے جو تکمیلِ فطرتِ انسانی سے نفس انسانی میں متحقق پاتی ہے۔ اور افراد ملّت میں تصرف عدلیہ کے ساتھ ان کی فطرتِ نفوس کو مکمل کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ تمام نوع انسانی پر فضل ابوّت ہے۔ کیونکہ وہ اس کے جائزہ واحد اجتماع کی قوتِ فعالیہ ہے اور واحد مرجع نسلی (انسان اوّل) کے مقام سے آمر بالعدل ہے۔

اور وہ صرف خالقِ فطرت مرجع فطری عزّوجل (جو فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ہے۔ کے اس روح کے کشف سے نفسِ انسانی میں جلوہ ریز ہوتی ہے۔ جو متحمل کشف روحِ بخاری پر اس عزّوجل کی جانب سے استعداد خلافت کی شوکتِ جلالیہ کے ساتھ جلوہ ریز ہے۔ اور اس کی حقیقتِ تکمیلیہ (جو کشفِ روحِ الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے مستخلف عزوجل کی طرف سے نفس انسانی میں مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے) شرط استخلاف فی الارض ہے۔ کہ جب مستخلف عزّوجل اسے سطحِ ارض پر فردیت کے ساتھ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو وہ ابوالانس کی حیثیت سے تمام کائنات انسانی میں عدل کو متمکن کرتا ہوا فرطِ ذلیل کو دبا دیتا ہے۔ جو اس کی ابوت فاضلہ اور عادل فطرتِ فعال کے تقاضا ہائے رحم کی بالعدل ایفائے جلالیہ ہے۔ یعنی وہ ایفائے جلالی اس دلیل سے کہ نظامِ مدن منزل اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے ابوتِ انس کی قوت فعالیہ اور ہیبت قاہرہ کے تحت تربیت وتہذیب اراکین منزل کی دافع فرط اور متمکن عدل صورتِ ارتقائیہ ہے۔

پس انسان اوّل نے اور اس کے بعد ہر فردیت استخلاف نے اپنے اپنے عہد جلالیہ میں ابوالانس کی حیثیت سے اپنے فطری فرض فعال

---

[1] وَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا (اعراف) ۔ جلد اوّل عنوان تقویٰ ملاحظہ فرمائیے

[2] نہ اساس عدل پر استوار نوعِ انسانی کے مرجع نسلی کی وحدت اور وحدت منزلِ اوّل کی دلیل سے جماعت عدل کی تشکیل کو جیسے لزوم حاصل ہے۔ ویسے ہی اس کے نفس فردیتِ مکرمت کو خصوصیت واحدہ حاصل ہے۔

بدلیل نیابت وحدتِ الوہیت، وحدت قاہرہ کے ساتھ انجام دیا۔ یعنی منشورِ اِلٰہی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[1] میں فردیتِ اسمیۂ خلافت کے ساتھ مرجع فطری مستخلف عزّوجل نے انسانِ اوّل کو نوعِ انسانی کے واحد مرجع نسلی کی حیثیت سے خلافتِ عامہ کے ساتھ خلافتِ خاصہ کا شرف بخشا۔

اور اس کے بعد منجملہ دیگر خلافت ہائے الٰہیہ خلافتِ داؤدی سے متعلق فرمانِ ربانی یَا دَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰکَ خَلِیْفَۃً فِی الْاَرْضِ[2] اسی شوکتِ فردیت اور وحدت فی الخلافت یا الوہیت انسانیت کا مظہرِ جلال ہے۔ جس سے انسانِ اوّل نے شرف پایا تھا۔ تا آنکہ عادل فعال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے دستورِ کامل (جو انفرادی اور تشکیل جماعت کے درجاتِ تدریجیہ (تاسیس ملّی اور توسیع ملّی اور تشدید ملّی) کے جملہ کوائف کا جامع کل ہے) اور اس کی شرحِ متشکل یعنی اپنے اسوۂ فعال کے ساتھ جو اس صلعم کو تکمیل دستور کی دلیل سے جو اس کے عہدِ مبارک میں جملہ مقتضیاتِ دہر اور ان کی مبادیات کی وضاحت کے تقاضا کی ایفاء کے عدلیہ ہے۔ اور الی یوم القیامۃ شعبہ ہائے مدن کی تاسیس و استقلال و توسیع مستدرجہ کی اساس ہے۔ مرجع فطری عزّوجل کی جانب سے رسالتِ اعلیٰ کے ساتھ اس خلافتِ عظمیٰ کا شرف پایا تھا۔ آں صلعم کی کافۃ الناس پر الوہیتِ اعلیٰ کے لئے ناطق ہے۔ مرجع فطری مستخلف عزّوجل کی طرف سے وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ[3] کے ساتھ اسی حقیقتِ علیہ کی وضاحت کی گئی ہے اور وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ[4] ...... الخ اسی شوکتِ واسعہ پر مرجع فطری عزّوجل کی شہادت ناطق ہے۔

پس اس صلعم نے نفسِ دہر کی تہذیب کیلئے اپنی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ کشف و تحمل کو بنی نوع کے ساتھ جنسیتِ ازلی کی دلیل سے قیامت تک کے لئے جاری فرمایا۔ اور تدبیرِ حصص ہائے منزلیہ اور سیاستِ مدن میں (جو جامع افراد و منازل ہے) تمکینِ عدل اور دفعِ فرط کی تکمیل دستوریہ کو اپنے اسوۂ حسنہ کی شرحِ متشکلہ کے ساتھ الوالانسانیت کی حیثیت سے تحقق بخشا۔ فرمانِ ربانی وَاَزْوَاجُہٗٓ اُمَّہٰتُہُمْ[5] اسی حقیقتِ مقدسہ کی وضاحت ہے اور فرمانِ مصطفوی اِنَّمَآ اَنَا لَکُمْ مِثْلُ الْوَالِدِ[6] اور حقیقت وضح النار بالادلۃ القویۃ[7]

---

1. تحقیق میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں (بقرہ)　　2. اے داؤد تحقیق ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا ہے۔
3. ہم نے نہیں بھیجا مگر تمہیں تمام انسانوں کی طرف (سباء)　　4. اور جب اللہ نے انبیاء سے عہد لیا۔ کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں۔ تو جب کوئی رسول آئے جو مصدق ہو اس چیز کا جو تمہارے پاس ہے (کتاب و حکمت) تو تم اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کروگے۔ (آل عمران) انبیائے عظام کی جانب سے تصدیقِ نبوتِ مصطفوی جو ایک حقیقتِ پائندہ ہے۔ ان کی جانب سے بشارات فی نفسہ سے اور کی بنیادوں پر ان کی امتوں کی جانب سے نبوتِ مصطفوی کی تصدیق سے تحقق پاتی ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ انبیاء کرام کی امتوں کا وجود انبیاء کے وجود میں مدغم قرار پاتا ہے جیسے نظامِ مدن میں نمائندگی۔ اعلیٰ کی حیثیت اپنی حقیقتِ جامعہ کے ساتھ اس کلیہ پر شاہد ہے۔ اس لئے یہ کلیۂ مسلمہ بشاراتِ فاضلہ کی شہادت کے تحت تمام امتوں کو نبوتِ مصطفوی کی تصدیق پر مکلّف بالاوّل قرار دیتا ہے۔
5. آپ کی ازواجِ مطہرات ان کی مائیں ہیں۔ (سورۂ احزاب)　　6. میں تمہارے لئے والد کی مانند ہوں (فتح العزیز)
7. ہمارے سامنے دلائلِ قویہ کے ساتھ واضح ہوگیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اجنبی عورتوں کی علیحدگی اور ان کی طرف اس صلعم کی نظر کا جواز اس صلعم کے خصائص سے تھا۔ (مقدس الوالناس کی حیثیت سے) خصائصِ کبریٰ سیوطی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالاباحۃ النظر الی الاجنبیات۔

Marfat.com

اِنَّ مِن خصائص النبیّ صلی اللہ علیہ وسلّم جواز الخلوۃ بالاجنبیہ والنظر الیہا امی تقدس ابوّت کی شرح ہے۔ اور لا نُورِثُ ما ترکنا صَدَقَۃ [2] اور ما ترک النبی صلی اللہ علیہ وسلم الا بغلتہ البیضاء وسلاحہ وارضا ترکہا صدقۃ [3] امی ابوّت رحیم کی عملی وضاحت ہے۔ پس تمام کائنات انسانی کی جائز واحد دولتِ وسطیہ پہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ ابوالانس عادل فعال محمدؐ الرسول اللہ صلعم کی ابوّت فاضلہ کی حجت بالغہ (دستور کامل) کے گرد ند اور بالعدل کے ساتھ فیصلۂ فطرت کی مصدق ہو چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔ فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ۔ (النساء۔ ع ۹)

ترجمہ۔ (قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ ہرگز مومن نہیں ہو سکتے۔ جب تک وہ تجھے فیصلہ تسلیم کر لیں۔ ہر اس اختلاف میں جو ان کے مابین واقع ہو۔ الخ)

اور اس صلعم کے بعد اس کی امت نے اس کے تصرف فعالیہ سے متصلاً منکشف بالنور اور متحمل نور ہو کر خلافت الٰہیہ سے شرف پایا۔ اور زمان بعد تواتر کشف و تحمل کی دلیل سے جو اصحاب تواتر میں تسلسل قوّت فعّالیہ مصطفوی ہے۔ یعنی روح مستخلف عزّوجل کا نفس انسانی میں اس کی روح بخاری پر (جو مجل استخلاف کے حقائق ارضیہ کا آئینہ دار ہے) کشفِ نور ہے۔ فردیت استخلاف یا ابوّت انسانیت یا فردیّت امارت سے مستخلف عزّوجل کی اجتبائے خاصہ کے ساتھ امت مصطفویہ اس وقت شرف پاتی ہے۔ جب نفس دہر کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے وہ مستخلف فرد عزّوجل سطح ارض پر اپنی وراثت قاہرہ کو عدل کے ساتھ متمکن کر دیتا ہے۔ جو آیۂ استخلاف میں وَلَیُمَکِّنَنَّ ...... الخ کا مدعا و مقصود ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَہُمْ دِیْنَہُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَہُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِہِمْ اَمْنًا۔ یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْفٰسِقُوْنَ (سورۂ نور)

اللہ نے وعدہ کیا ہے۔ تم میں سے (مصداق استخلاف فی الارض کرامان انسانیت سے) کہ وہ مومن اور صالح ہیں۔ ان کو زمین میں ضرور ایسے ہی خلیفہ کریگا۔ جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا اور وہ دین جو اس نے ان کے لئے پسند کر لیا ہے۔ ان کے ذریعہ زمین میں ضرور مضبوط کر دیگا۔ اور ان کے خوف کو ضرور امن سے بدل دیگا۔ وہ عبادت کریں گے میری اور میرے ساتھ کسی کو شرک نہیں کرینگے۔ جو اس کے بعد ان کی خلافت سے کفر کریگا۔ وہ فاسقین ہیں۔

---

[1] وَمَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ط (احزاب)

اس حقیقت کی وضاحت مقصود ہے۔ کہ اس صلعم سے نوع انسانی ابی ابنیّت صلبی کے ساتھ متعلق نہیں ہے۔ کہ اس کی تزویج کیلئے باعث حرمت ہو۔ درانحالیکہ تزویج تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور امت کیلئے وضاحت مسلک منزلیہ ہے۔ پس اس تقاضائے فطرت کی ایفا کے ساتھ اس کی ازواج امہات امت ہیں۔ اور وہ رحیم فعال کے ساتھ ابوالملّت ہے۔ جو آیۂ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ وَاَزْوَاجُہٗ اُمَّہٰتُہُمْ (احزاب ع ۱) سے مقصود ہے۔

[2] ہم سے میراث خصوصی نہیں پائی جاتی بلکہ جو کچھ ہم چھوڑتے ہیں۔ وہ تمام ملّت یا کائنات انسانی کیلئے صدقہ ہے۔ (متفق علیہ مشکوٰۃ وفات النبی سے متعلقہ باب)

[3] آنحضرت صلعم نے کچھ نہیں چھوڑا بجز اپنے سفید خچر اور ہتھیار اور ایک زمین کے جو وقف عام کی گئی (سیرۃ النبی بحوالہ صحیح البخاری، باب الجہاد) اور حدیث نبوی عن جابر مشکوٰۃ باب مناقب عمر فصل اوّل بحوالہ بخاری و مسلم میں فاروق اعظم نے حضور نبوی میں ان الفاظ کے ساتھ بِاَبِیْ وَاُمِّیْ اَعَلَیْکَ اَغَارُ امی ابوّت

اور چونکہ فردیت امارت تقاضائے فطری کی ایفا ہے۔ اس لئے اس کے بعد دورِ انحطاط میں بھی امارت اسلامیہ میں تمکین وحدت گویا تمکین فطرت کی جدوجہد ہے۔ اس لئے جب تک خلافت الہیہ اوّل المسلین صلعم کی پیروی میں تہذیب و تدبیر و سیاست میں تمکین عدل کا فرض فطری انجام دینے کے لئے کوشاں ہو اس پر اجتماع ملّی کی جدوجہد تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ مگر نفس دہر کے کثافتی رجحانات کی وجہ سے چونکہ اس میں قوّت فعالیہ اور وحدت کی تمکین متعذر ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے واحد مرجع فطری مستخلف عزّوجل اپنے رحم فعال کے ساتھ انجام کار اپنی نیابت کے حقائقِ قاہرہ کو ضرور فردیت کے ساتھ سطحِ ارض پر متمکن کر دیتا ہے۔ پس امیر فرد یا خلیفۃ اللّٰہ فی الارض نفوسِ افراد اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن میں عدل فعال سے اور حیاتِ انفرادی و اجتماعی کے ساتھ لزومِ اسباب کی دلیل سے ہیبتِ شمشیر کے ساتھ رحیم ابوالانس کی حیثیت سے متصرف ہو جاتا ہے۔

اس لئے سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم میں فردیت امارت کے بیان کو فاتحۃ الابواب علم سیاستِ مدن کی حیثیت سے درج کیا گیا ہے علیٰ ھٰذا اس کے صاحب کشف و تحمل نائبین فعال چونکہ نفس دہر میں اس کی قوّت فعالیہ اور ہیبتِ شمشیر کے تصرف عادلہ کے لئے ذریعہ و واسطہ ہیں۔ اور رکنیت شوریٰ کو امر بالعدل کیلئے وضاحتِ حالاتِ مدن میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ اور نائبین سلطنت اور اراکین شوریٰ امیر فرد یا ابوالانس کی ابوّت کے منصب فاضلہ کی نیابت کا فرض انجام دیتے ہیں۔

اس لئے فردیت امارت کے بیانِ قاہرہ کے ساتھ مجموعی حیثیت سے فردیت امارت اور منصب نفاذ امر و تحکیم العدل اور رکنیت شوریٰ سے متعلقہ لوازم عدلیہ کی افتتاحاً بالعدل وضاحت کی گئی ہے۔ علیٰ ھٰذا فردیت امارت اور اس کے نائبین فعال کا امر بالعدل چونکہ احاطہ مدن میں ایسے اہتمام وسیعہ کا تقاضا کرتا ہے۔ جو تہذیب اخلاق اور تعدیل نظام منازل اور تعدیل سیاست مدن کا تصرفِ عدلیہ کے ساتھ وکیل کامل ہو اس لئے اہتمامِ تصرف عدلیہ کی آئینی وضاحت کی گئی ہے۔ تہذیب شخصی یا عدل نفوس یعنی فضائل اخلاق (کہ نفس ملت میں انکا تحقق ملّت وسط کی قوتِ فعالیہ کے تصرف کو مستلزم ہے) کا مفصل بیان سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل میں گزر چکا ہے جو اساس عدل پر استوار کائناتِ انسانی پر تکمیل عدل کی دلیل سے حجت فضل ہے۔ علیٰ ھٰذا اس میں عادل فعال اسوۂ حسنۂ مصطفوی صلعم پر جو دستورِ عدل یا عدل نفس کی شرح متشکل ہے۔ تبصرہ سے آئین ہائے صلح و جنگ اور (مستلزم اہتمام تصرفِ عدلیہ) شعبہ ہائے ملکی کی تشکیل و تحدید ہو چکی ہے۔ اور اب اُن کی مکرر وضاحت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے حقائقِ متذکرہ کی وضاحت کے بعد .... سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم سیاستِ مدن جزو ل میں تکمیل فطرتِ ملّتِ وسط کی قوّت فعالیہ کے روبرو تشخیص اور تجزیۂ نفس یا فیصلہ فطرت کے ساتھ سیاستِ بین الدول کے مراحل تدریجیہ کو شُھے کرنے کے ساتھ ...... - - - - - مشروط کرتے ہوئے جو بار جوانب میں متصنیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے۔ تمام مفرط قوموں کی دافع موانع تصغیر کو متحقق کیا گیا ہے۔ جو ابوّتِ انس کی رحیم قوّتِ فعالیہ کے تحت اس دلیل سے تہذیب افرادِ انس ہے کہ جائزہ واند نظامِ مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے اور امیر افعال ابوّتِ اعلیٰ کے ساتھ اس کا محور فرد ہے۔

علیٰ ھٰذا النفس ملّت میں تکمیل عدل تک کے درجاتِ تدریجیۂ نفوس جو فرط جزئی کو مستلزم ہیں اور اقوام صغیر کے کوائفِ فرطیہ کی دلیل سے دستور اجرائے حدود و قصاص کو ترتیب دیا گیا ہے۔ جو فرط داخلہ کی تصغیر ہے۔ اور ضابطۂ عدل اقتصاد اور ضابطۂ عدل میراث کی تمکین عدلِ حقوقِ یتیمی کے ساتھ تشکیل و تحدید کی گئی ہے۔ جو مظہر عدل معاشرہ ہے اور ان کا فرطیات اقتصادی اور اکل ظلمیہ سے تحفظِ عدلیہ ہے۔ اور ضابطۂ تدبیر منزل جو تعقید تزویج اور حقوق تزویج اور شکست ترویج اور آدابِ منزلیہ وغیرہ پر مشتمل ہے اور حقوق یتیمی سے متعلقہ فرطیات جزئیہ کو متشکل بالعدل احاطۂ منزل سے خارج قرار دیتا ہے۔ جزو ب کی حیثیت سے مرتب کیا گیا ہے۔ جو اُس کی (س) اہمیت کی وجہ

ؔ۱ یعنی موانعِ راہ عدل واقعات و شواہد کی حیثیت دلائل　وضاحت سے مشروط کرتے ہوئے۔

سے ہے۔ کہ سیاستِ مدن منزل اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ اور جملہ منازل شعبۂ ہائے مدن ہیں۔ اور اسی دلیل سے الوالناس یا امیر فرد کے تصرفِ تدبیریہ کو مستلزم ہیں۔

اور جزو ج اہتمام تہذیبِ نفس میں فردیت نبوّت مصطفوی صلعم پر اس کے متعلقات فاضلہ کی وضاحت کے ساتھ تبصرہ کیا گیا ہے۔ کیونکہ وحدتِ مرجع فطری ونسلی کی شہادت تحت تقاضائے فطرت نوعِ انسانی کی ایقا ہے۔ اور فردیّتِ الوہیت کے نوعِ انسانی میں تصرفِ عدلیہ کے ساتھ لزوم فردیت کی دلیل سے جو اُس فردیّت کو مستلزم ہے جو فردیت نبوت مصطفوی) اور اس کے تتبع میں اس کی حیاتِ فاضلہ کی دلیل سے فردیت امارت کی تمکین قاہرہ سے تحقق پاتی ہے۔ گویا جزو ج وحدت اجتماعیہ یا سیاست مدن کے محور کی حیثیت فردیۂ متصرفہ کی وضاحت ہے۔ جسے منفرد اور مستقل حیثیت حاصل ہے۔

الحاصل جلد اوّل و دوم شاہدانِ ناطق ہیں۔ کہ امیر فرد اپنی قوت فعالیہ کے ذریعہ نفسِ ملّت میں تمکین عدل کے ساتھ ہیبت شمشیر سے قصاص و حدود کو ترتیب دیتا ہوا کہ وہ ضابطہ کی ہر نوع میں جاری ہوتی ہیں۔ نفسِ ملّت میں فرطیات جزئی کو دبا دیتا ہے۔ تاکہ ملّت کا نظام اساسی خطرات فرطیہ سے تقدس و ظہور پاتا ہوا عادل فعال اوّل المسلمین صلعم پر تمکینِ اجتماعِ ملی سے تمام کائنات انسانی پر جو اساسِ عدل پر استوار ہے۔ غالب و قاہر ہو۔

پس سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل شرحِ فضلِ عدل کی دلیل سے میزان لعدل آئین کی جانب اولیٰ ہے۔ اور جانب اُخریٰ سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم ہے۔ یعنی جیسے وہ تجزیۂ فطرت کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ کہ سطح ارض پر صرف حکیم ملّت اسلامیہ کو ہی فضل اور برتری کا جائز استحقاق ہے۔ اور تمام عالم کو قائم بالقسط ملّتِ اسلامیہ کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے۔ اس کا امر بالعدل دلیل افضلیت ہے۔ اور صرف شجاع ملّتِ اسلامیہ ہی غلبۂ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے۔ اور تمام عالم کو اپنی قوّت و عزّت کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اور صرف عفیفِ ملّت اسلامیہ کا دامن پناہ امن ہے۔ اس لئے سطح ارض پر مسندِ سیادت کا صرف اسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔ اسی طرح اس (جلد دوم) میں فیصلۂ فطرت کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ عزّت عدل کے حضور میں فرطِ ذلیل کو پست اور صغیر ہو جانا چاہیئے۔ اور دولتِ وسطیہ کے حضور میں تمام مفرط اقوام کو گردن تصغیر و اطاعت جھکا دینی چاہیئے۔ اور دولت وسطیہ کی عادل ہیبت قاہرہ فرطیات جزئی کو دبا دینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اور دولتِ وسطیہ کا عدل اقتصاد عدل القوس کے ساتھ اتحادِ حقیقت کی دلیل سے اس کے معاشرۂ عدلیہ کے ساتھ الحاق نوعِ انسانی کے لئے فیصل بالعدل ہے۔

الحاصل سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل و دوم سطح ارض پر میزان العدل کا نصب مستقیم ہے۔ کیونکہ بمطابق فرمان ربانی وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ...... الخ فعال اسوۂ حسنہ مصطفوی حامل میزان العدل ہے۔ اور دستور عدل کی شرح متشکل ہے۔ اور یہ اس پر محققانہ نظر ہیں۔ اور اس کے حقائق کی شرح درخشندہ ہیں۔

فصلِ امارت

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء)

فیصلۂ فطرت کے ساتھ یہ متحقق ہو چکا ہے کہ وحدتِ مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے تمام عالم کو ملّتِ وسط ہو جانا چاہئیے جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط یا وسط ہے اور یہی حقیقت علیہ فردیتِ توحید کو فردیتِ تصرف کے ساتھ سطح ارض پر متمکن کر دینے کے لئے فیصل ناطق ہے۔ اور ابوتِ انس پر فائز داعی الی التوحید فردیت رسالت پر اجماع ملی کی وحدت کو متحقق کرنے کے لئے حق کے ساتھ فیصلہ صادر کرتی ہوئی عہد متعلقہ میں واحد مرجع نسلی انسان اول کے منصب ابوت فاضلہ پر فائز فردیت امارت کی تمکین قاہرہ پر شاہد ہے۔ جو دولتِ وسطیہ میں تمام مفرط گروہوں کو امیر فرد کی ابوّت فاضلہ کے حضور میں اس کے لئے حق تادیب کے تحقق کی دلیل سے پست اور صاغر قرار دینے کی شوکت متشکل ہے۔ اور محیطٔ عالم توسیع ملی کا تدریجی مرحلہ ہے۔ اور فردیت فعالیہ یا تصرف ابوّت فاضلہ کے ساتھ تمام ملّتِ وسط کو فردیت رسالت مصطفوی پر (جسے تمام کائنات انسانی پر حق ابوّت اعلیٰ حاصل ہے) جمع کر دیتی ہے۔ اور یہ حقیقت علیہ اس کی تمکین قاہرہ کے استقلال یعنی محور فردیت امارت کے گرد جائز داوار دولت وسطیہ کے تداورِ صحیح کو مستلزم ہے۔ (اور اسی دلیل سے سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم میں فردیت امارت کا بیان فاتحۃ الابواب علم عدلِ سیاست ہے) پس فطرت اس سے سرکشی کو مستوجب عذاب شدید قرار دیتی ہے۔ کیونکہ اس سے عصیان مرجع فطری متخلف واحد عزّوجل اور داعی الی المتخلف عادل فعال محمد الرسول اللّٰہ خلیفہ اللّٰہ فی الارض صلعم سے (یعنی واحد مرجع فطری عزّوجل اور ابوت اعلیٰ سے) سرکشی کے مترادف ہے۔ چنانچہ متخلف قائم بالقسط عزوجل کا منشور قاہرہ صیغہ ہائے واحد کی شہادت کے ساتھ فردیت امارت اور اس کی اطاعت کاملہ کیلئے نافذ الامر ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء) اطاعت کرو اللّٰہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔ اور - - - - - - جو تم میں سے اولی الامر ہو۔ اور رسول فرد خلیفۃ اللّٰہ فی الارض محمد مصطفےٰ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے اسی حقیقت علیہ کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

من اطاعنی فقد اطاع اللّٰہ ومن عصانی	جس نے میری اطاعت کی اس نے اللّٰہ کی اطاعت کی جس نے میری نافرمانی کی اس
فقد عصا اللّٰہ ومن یطع الامیر فقد اطاعنی	نے اللّٰہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔
ومن یعصِ الْاَمیر فقد عصانی (متفق علیہ)	اور جس نے امیر سے سرکشی کی اس نے مجھ سے سرکشی کی۔

گویا فردیت امارت سیاستِ مدن کا محور اور اس کی قوت فعالیہ ہے۔ اس لئے تمام ملت وسط کو اس کے گرد انفعالاً[1] متد اور رہنا چاہیئے۔

---

[1] چنانچہ متخلف اللّٰہ عزّوجل نے آداب انفعالی کی بطابق آیۂ۔ یا ایھا الذین آمنوا اذا ناجیتم الرسول...... (تا آخر رکوع۔ مجادلہ۔ ع ۲) طہارت متشکلہ سے اور اس متعلقہ وضاحت علویہ استغراقیہ کے ساتھ گویا اطاعت الٰہی و نبوی (جو مستلزم اطاعت اولی الامر ہے) کی حقیقت مطہرہ کو (جو جہدِ استغراقیہ سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتی ہے) نفس ملت میں متمکن فرمانے کا اہتمام فرمایا ہے۔

Marfat.com

اور سقوط تدادر فیصلہ فطرت محور وتدادر کی رو سے حدود آیتہ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ ..... الخ کے اجرا کے لئے فیصل بالحق ہے۔ چنانچہ بروائت مسلم اِذَا بُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخِرَ (جب دو خلیفوں کے لئے بیعت کی جائے تو دوسرے کے ساتھ جنگ کرو) اسی سطوت فردیّت محور کے استقلال و تمکین قاہرہ پر شہادت مصطفوی ہے۔

واحد فرد اللہ عزوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور تمام ملکوت پر اپنی قدرت واسعہ کے ساتھ قاہر و غالب ہے۔ اس عزّوجل نے محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے نفس مبارک میں بلاواسطہ وحدتِ تصرف کے ساتھ کشفِ روحِ الہٰی اور تحمل کشف کی دلیل سے فردیّت رسالت اور فردیّت امارت کا تحقق فرمایا۔ اور سطح ارض پر تمکین فردیّت توحید کے لئے اس کی منکشف بالنور اور متحمل نور قوت فعالیہ کو ذریعہ قاہرہ کی حیثیت سے تمکین دی اور اس صلعم کے تصرف فعال سے ملّت اسلامیہ میں اس کشف و تحمل کو عہود و دہور میں مسلسل و متواتر اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ جاری فرمایا جو اس دلیل سے کہ وہ مستخلف عزّوجل کی طرف سے نفس انسانی میں مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ فردیّت امارت یا فردیّت استخلاف فی الارض کی استعداد قاہرہ ہے۔ اور اسی دلیل سے اور اس لئے کہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ تمام ملت اسلامیہ کو صاحب کشف و تحمل افراد کے ساتھ ہر عہد میں ملحق ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ ان کے نفوس میں کشف روح الہٰی اور تحمل کشف متحقق ہو جو حقیقت اسلام یا روئیت مابہ الایمان کی دلیل سے فکر صحیحہ یا ایمان کی حقیقت ہے۔ اور امانت الہٰی[1] کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا ہے:

---

[1] قرآن حکیم ترشح ذاتیہ الہٰی ہے۔ اس لئے بمطابق وَکَذٰلِکَ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا روح الہٰی ہے۔ اور اسی لئے بمطابق وَلٰکِنْ جَعَلْنٰہُ نُوْرًا اس کی حقیقت نور ہے۔ اور اس میں استغراق نفس انسانی میں روح الہٰی کو جو بمطابق قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ اس عزّوجل کا ترشح ذاتیہ ہے اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ بمطابق نَّھْدِیْ بِہٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا (شوریٰ) منکشف کر دیتا ہے۔ جو آدم مسجود کا سرّ کرامت ہے۔ گویا نفس انسانی میں معرفت الہٰی کا تحقق اور کتاب مجید کی معنویت متحد الحقیقت ہے۔ پس نفخ روح کی کیفیّت کے ساتھ تخلیق انسانی اور نفخ روح کو وجہ سجدہ قرار فرماتے ہوئے علم کو اس پر دلیل قائم فرمانا اور کتاب مجید میں مصطفوی قوتِ فعالیہ کے تعلّم کے تحت استغراق بالعبادت کو اس کشفِ روح الہٰی یا معرفت الہٰی کا ذریعہ قرار فرمانا جو تخلیق انسانی کا مدعا و مقصود ہے روحِ الہٰی کو بمطابق اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ ..... الخ امانت الہٰی قرار دینے پر ناطق بالحق ہے اور کشف و تحمل نور کو امانت الہٰی کے تقاضوں کی ایفا قرار دیتا ہے۔ اور چونکہ اللہ عزّوجل فعّال لِّمَا یُرِیْدُ ہے اس لئے نفس انسانی میں اس کے روح کا کشف قوتِ فعالیہ کو متحقق کرتا ہے۔ جو نور کی قوّت کے ساتھ نوعِ انسانی کے نفوسِ منفعلہ میں اثر کرتی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ اور یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ میں اللہ عزّوجل کی طرف رجوعِ ضمیر کی وحدت تصرفِ الہٰی کے تحت نفس انسانی کے زجاجہ یعنی روح بخاری پر روح الہٰی کے کشف یا مصباح کی درخشانی یا نور الہٰی کے کشف کی وضاحت ہے۔ جو امانت الہٰی کی ایفا ہے۔ درانحالیکہ روح بخاری کے ساتھ (جو ترکیب عناصر کا نتیجہ ہے) روحِ الہٰی کو متعلق فرمانے پر اس دلیل سے انسان کا ملکۂ تدبیر و شعور شاہد ناطق ہے کہ اللہ عزّوجل زمینوں اور آسمانوں کا مدبّر ہے۔ پس اس شعور مدبّرہ کے ذریعہ نوعِ انسانی عناصر پر غالب و قاہر قرار پاتی ہے۔ گویا نفس انسانی جو عناصر پر تو دیعۂ روح الہٰی اسی غلبہ و قہر مدبّرہ کے مقصد کی نفس انسانی میں وضاحت ہے۔ اور شعور انسانی کو عناصر نفس کی تدبیر پر مفوّض مکلّف قرار دیتی ہے۔

تحقیق ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسُول کے ساتھ لڑتے ہیں۔ اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں۔ یہ ہے۔ کہ اُن کو قتل کر دیا جائے یا اُن کے ہاتھ اور پاؤں باہم جوانب مخالفہ سے کاٹ دیے جائیں یا انہیں زمین سے کھو دیا جائے۔ (قید کر دیا جائے) یہ اُن کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لئے عذاب عظیم ہے مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل اس کے کہ تم اُن پر قدرت پاؤ پس جان لو اللہ غفور الرحیم ہے (المائدہ ع۵)

ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیہ اور جو مرتا ہے ۔ اس صورت میں کہ اس کی گردن میں بیعت[1]
(مشکوٰۃ کتاب الامارت والقضا بحوالہ مسلم) نہیں ہوتی (جو نفس فعّال اوّل المسلمین صلعم کے ساتھ قوتِ فعالیۂ
مصطفویۂ متواترہ کے ذریعہ الحاقِ انفعالی کی دلیل سے ملحق قرار دیتی
ہے) وہ جاہلیت کی موت مرتا ہے ۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ مرجعِ فطری عزّوجل جو تمام کائنات انسانی کا مبداء ارواح ہے کی بحیثیت تو دلیۂ ارواح اور تخلیق انسانی وحدتِ مرجعی اور اصول تدریج کے تحت (جو تمام کائنات انسانی کو وسعتِ وحدتِ منزلِ اول (دولت وسطیہ) میں مدغم کرتا ہوا تمام کائناتِ انسانی کا مرجعِ نسلی انسانِ اوّل کو قرار دیتا ہے) وحدتِ مرجعِ نسلی .... تمام کائناتِ انسانی کے لئے (اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاسے قائم بالقسط) جائز واحد دولت وسطیہ کی وحدت میں مجتمع ہونے کے لئے اور اس کی عادل فعّال امارت میں فردیّت فاضلہ کے لئے فیصل بالحق ہے ۔ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور امیر فرد منکشف بالنور اور متحمل نورِ قوت فعالیہ کے ساتھ مکمّل فطرت نفس ہے ۔

---

[1] اللہ عزّوجل فرماتا ہے ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ (جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی ۔ فتح ۔) اور وہ عزّوجل فرماتا ہے اذاجاءک المؤمنٰت یبایعنک .... الخ (جب مومن عورتیں تیرے پاس آئیں کہ تجھ سے بیعت کریں ...... الخ

اور بخاری کتاب الایمان میں مروی ہے کہ رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم صحابہؓ کی ایک جماعت میں تھے ۔ تو آپ نے حکم دیا کہ بَایِعُوْنِیْ (تم میری بیعت کرو) اور اس سے معروف بالعمل صالح پر استقلال مقصود تھا یعنی قبولِ اسلام کے بعد صحابہؓ کرام سے حضور صلعم نے مخصوص بیعت لی ۔ جو نفسِ انسانی میں نورانی کشف کا اہتمام تھا ۔ اور حضور صلعم کے عہد مبارک میں ذکوالہ السیرۃ النبیؐ اور رحمۃ للعٰلمین) نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت جعفر طیارؓ کے ذریعہ حضور صلعم کے دستِ مبارک پر بیعت کی جو عہد نبوی میں دستِ مصطفوی پر بالتوسّل جمعیت کلی کا اُسوہ متشکل ہے ۔ اور حضور صلعم کے بعد تابعین نے صحابہؓ کرام کے ذریعہ رفاقت نبوی سے شرف پایا ۔ جیسے بروایت بخاری حضرت علقمہ تابعی نے اسی مقصد کیلئے شام کا سفر اختیار کیا اور جلیس صالح کے حاصل ہونے کیلئے دعا کی ۔ اور حضرت ابو درداؓ کو پالیا اور حضرت خثیمہ ابن ابی سبرہ نے مدینہ کا سفر اسی مقصد کیلئے کیا تاکہ وہ رفیق صالح کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کریں اور خیر حاصل کریں ۔ اور حضرت ابو ہریرہؓ کو پایا ۔ گویا یہ رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس فرمان ذیل کی عملی وضاحت ہے ۔ طوبیٰ (عمدگی) ہے اس شخص کو جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور عمدگی ہے اس شخص کو جس نے میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور جس نے اس کو دیکھا جس نے میرے دیکھنے والے کے دیکھنے والے کو دیکھا ہے .... الخ اور یہی اِہْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ اور سورۂ نساء کی اس آیت مقدّس سے مقصود ہے ۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق ذکر فرماتے ہوئے جن پر اللہ عزّوجل نے انعام کیا ہے ۔ ان کو اچھا رفیق قرار دیا ہے ۔ اور اسی طرح صحابہؓ کرام کے ایمان امادی کے ساتھ مماثلت ہو سکتی ہے ۔ یعنی شمع اوّل سے اگر صد ▌چراغ روشن کئے جائیں تو آخری چراغ کی روشنی سے فیضگیر ہونا شمع اوّل سے نور پانے کے قائمقام ہے ۔ یہی قوتِ فعالیۂ مصطفویہ کے تواتر کے ساتھ الحاق ہے جو بلفظ صحبتِ مصطفویہ کے مقصود کو ہر عہد میں پورا کرتا ہے ۔ اور اختتامِ نبوّت پر عملی شہادت ہے ۔ صحبت نبوی اپنے نورانی حقائق کے ساتھ اس صلعم کے دستِ مبارک پر بیعت کرسلام ہے جیسے کہ اس پر کتاب وسنت شاہد ہے اس لئے صحبت اصحاب نبوی اور اس میں تواتر اس سنتِ بیعت کے نفاذ جزیہ کے ساتھ ہی اپنے نورانی حقائق کے ساتھ تحقق پا سکتی ہے ۔ پس حدیث نبوی عن ابی سعید الخدری مشکوٰۃ المصابیح باب مناقب الصحابہ فصل اوّل میں تواتر صحبت متذکرہ کا بیان تواتر سنت بیعت کو ضروری قرار دیتا ہے ۔ فرمانِ مصطفوی (میرے اصحاب سے کوئی صحابی جس زمین پر فوت ہوتا ہے ۔ وہ اُن کے لئے قائد اور نور ہو کر اٹھایا جاتا ہے ۔ (مشکوٰۃ ۔ مناقب الصحابہ) اور روایت ہذا مرقومہ متن اسی حقیقت کی وضاحت کے ناطقہ ہیں ۔ پس تمام اصحاب مصطفوی نے مصطفوی فعال قوت کے تصرف تزکیۂ وتعلم کے ساتھ کتاب مجید میں استغراق سے یعنی بمطابق فضل اللّٰہ کل فرائض عبادات کی ادائیگی اور نوافل عبادات کے ساتھ معروف بالعمل صالح کی تکمیل کا حق ادا کیا ۔ (باقی صفحہ ۱۸ دیکھیں)

Marfat.com

اور تمام دولت وسطیہ انفعالاً اس کی محوریت محکمہ کے گرد متداد یا العدل ہے گویا فردیت امارت اساس عدل پر استوار نفس انسانی میں اس کے الحاق انفعالی یا مستلزم الیفا تعقید عہد بیعت کی دلیل سے متصرف بالعدل ہوتی ہوئی کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کا موجب ہو کر (وسعت منزل اوّل میں تمکین عدل کی دلیل سے) دولت وسطیہ میں وحدت کو اور امارت اعلیٰ میں فردیت کو اس کے منصب ابوت الناس پر فائز ہونے کی وضاحت کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ اور بمطابق فرمان ربانی واخفض جناحک لمن تبعک من المؤمنین[1] ابوّت فاضلہ کے تقاضا ہائے رحمیہ کو نفس ملّت منفعلہ میں نافذ بالفعل قرار دیتی ہے۔ پس اس تمام وضاحت متذکرہ کے تحت ملّت اسلامیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ عادل فعال اول المسلمین صلعم کے بعد اس صلعم کی پیروی میں جماعت واحد کی صورت میں متحد رہتے ہوئے قوت فعالیہ مصطفویہ متواترہ کے نفس امامت میں وجود کو امارت اعلیٰ کیلئے شرط انتخاب قرار دے تاکہ اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی اور نفس امارت کی تکمیل عدلیہ کی دلیل سے اس کا نفوذ فعّال دولت وسطیہ میں وحدت اور امارت میں فردیت کے لئے دلیل فیصل ہو جو وحدت مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے حبل الٰہی کے ساتھ مستلزم وحدت اعتصام جمیعی[2] ہے

پس اگر ملّت اسلامیہ میں امارت اعلیٰ قوت فعّالیہ سے محروم ہو جاتی ہے۔ تو وحدت و فردیت ہائے متذکرہ کا استحقاق جائز ضعیف قرار پاتا ہے۔ کیونکہ نفس دولت و امارت میں عدل کا وجود بالمجاز محض یعنی عدل کی حقیقت منورہ سے اس کا محروم ہو جانا ضعف استحقاق کی وضاحت ہے۔

یہ دورِ انحطاط ہے۔ جو سطح ارض پر کائنات انسانی میں اس وقت شروع ہو جاتا ہے۔ جب امارت کشف و تحمل کے میران منورہ کے نفاذ فعّال کی قوت سے محروم ہو جاتی ہے[3] اور متجسس عدل افراد ملّت ان صاحب کشف و تحمل افراد فعّال کی طرف تکمیل نفس کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ جن کے نفوس میں صدر مصطفوی سے قوت فعالیہ متواترہ الی یوم القیمہ زور تموج کے ساتھ جاری و ساری ہے اور رہیگی۔

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا — از فروغ ما بود شمس الضحیٰ

دراں حالیکہ منکشف بالنور اور متحمل نور امیر فعال کے عہد میں وہ جملہ افراد فعّال اس کی محوریت محکمہ کے گرد تداد یا العدل کے ساتھ (جو اس کی قوت فعالیہ کے ساتھ ان کا الحاق انفعالی ہے) اس کی جانب سے اہتمام تصرف[4] عدلیہ کے ذریعہ یا اس کے

[1] تو مومنین کے لئے جنہوں نے تیری پیروی کی ہے۔ اپنے بازو رحمت کے ساتھ بچھا دے (شعرا - ع ۱۱)
[2] واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً .... (آل عمران - ع ۱۱) [3] نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اس وقت فتح و شکست رونما ہو جاتی ہے۔ جب قوت فعالیہ سے الحاق انفعالی کے لوازم اتباعیہ میں ضعف رونما ہوتا ہے۔ [4] صفحات آئندہ میں عنوان متعلقہ کے تحت اہتمام تصرف عدلیہ کی تعریف مطالعہ فرمائیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ :- اور تہجد اور ذکر اسم ذات الٰہی سے جو شب کے علاوہ ہر حالت میں بمطابق یذکرون اللہ قیاماً وقعوداً وعلیٰ جنوبہم۔ استقلال و دوام کو مستلزم ہے۔ اور وہ بمطابق وضاحت سورۂ اعراف واذکر ربک فی نفسک تضرعاً وخیفۃ ودون الجہر من القول نفس میں اور زبان کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ بمطابق فاذکرونی اذکرکم انوار الٰہی سے نور گیر ہو اور اس کے نفوس میں حقائق یا روح الٰہی نورفشاں ہوگی۔ کیونکہ جب نورٌ علیٰ نور عزوجل اپنے بندہ کا ذکر کرتا ہے۔ تو ضروری ہے کہ انوار تجلیات الٰہی بندہ کو منور کردیں۔ جو وصال حق ہے اور اپنے اصل ارواح عزوجل کی طرف نفس انسانی کی بازگشت ہے اور صراط مستقیم کے رہرو کے لئے منزل گہ مقصود ہے۔ جو اپنے اصل اللہ عزوجل کی طرف جذب محبت کے ساتھ بڑھتا ہے۔ تا آنکہ اس کے حضور میں نورانی وصال سے بار یاب ہو جاتا ہے۔ یہی کشف و تحمل نور ہے۔ یا ھدی للمتقین کی نورانی معنویت کا تحقق ہے اور بیعت کا مقصود ہے

Marfat.com

نائبین فعال کی حیثیت سے مرکز نبوت مصطفوی پر اجتماعِ ملی کا فرض انجام دیتے ہیں۔
اور عہودِ انحطاطیہ میں محرومیت فعال سے محرومی عہد متعلقہ میں مرکزیت متشکلہ اور وحدتِ دولت سے ملتِ اسلامیہ کو محروم قرار دیتی ہے۔ دراں حالیکہ ان صاحب قوتِ فعالیہ افراد کے ذریعہ ملّت اسلامیہ ہر عہد میں وحدتِ مرکزیت مصطفوی پر اجتماع پاتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل فرمان ربانی اپنی ہر گونہ حقائق اجتماعیہ کی وضاحت کرتا ہے۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔ ۔ ۔	تم اللہ کی رسی کو اکٹھے محکم پکڑ دو اور متفرق مت ہو جاؤ۔۔۔۔۔۔
وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ	اور چاہیئے کہ ہو تم میں سے ایک جماعت کہ بلائے معروف
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ	کی طرف اور روک دے برائیوں سے اور ان لوگوں
ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَ	کی طرح مت ہو جاؤ جو متفرق ہو گئے۔ اور اختلاف
اخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَ	کیا اس کے بعد کہ ان کے پاس آیات ظاہرہ آئیں
اُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (آل عمران ع [11])	اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

مستخلف فعال لما یرید عزوجل نے عادل فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات انسانی کی طرف مبعوث فرمایا اور دستور کامل کی دلیل سے جو تمام کائنات انسانی کی تہذیب نفوس اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں تکمیل عدلیہ کا ذریعہ ہے البتہ اس کے منصب پر جلوہ گر کرنے ہوئے عہود متصلہ میں امارت ائے فعال یعنی خلافت راشدہ کے ذریعہ مضمون نبوت (کتاب و حکمت) کو اور اس کے انتقال مسلسلہ کے وسیلۂ فعال (یعنی قوت فعالیہ مصطفویہ متواترہ جو ترشح عدلیہ الٰہیہ یعنی کتاب میں استغراق سے تحقق پاتی ہے) کو اجرائے فعال اور وحدت نفاذہ کے ساتھ تمکین دی۔ جو الیٰ یوم القیمہ ملتِ اسلامیہ کے لئے تمکین وحدت دولت وسطیہ اور اس میں استقلال وحدتِ امارت کا اسوہ متشکل تھا۔ گویا کتاب مجید (قوت فعالیہ [1] مصطفویہ متواترہ منورہ جو کتاب مجید میں استغراق سے تحقق پاتی ہے اور کتاب) تحقق وحدت ملی اور تمکین اجتماع متحدہ کے لئے وضاحت متذکرہ کی روشنی میں فطرت اللہ یا حبل الٰہی [2] ہے۔ جس کے ساتھ ہر عہد میں تمام ملّت اسلامیہ کو متحداً ملحق ہو جانا چاہیئے۔ گویا اس عادل فعال صلعم کے ساتھ تمام ملّت کا اعتصام جمعی فرمان مصطفوی اتبعوا السواد الاعظم کی شرح متشکل ہے۔ اور صحابہ کرام کا اس عادل فعال صلعم کے ساتھ متشکل الحاق انفعالی جو فرمان مصطفوی بایعونی کے الفاظ و مفہوم سے تحقق پاتا ہے۔ تمام ملّت کے لئے متشکل اسوۂ فعال ہے۔ اور ما انا علیہ [5] و اصحابی کے مفہوم منورہ کی وضاحت ہے) مگر خلافت راشدہ کے بعد دور انحطاط کا آغاز ہوا اور من بعد وحدتِ دولت اور

---

[1] ۔۔۔۔ بکتاب اللہ فیہ ھدی و نور۔۔۔۔۔۔۔ وفی روایۃ کتاب اللہ ھو حبل اللہ۔۔۔۔ (مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت النبی فصل اوّل) [3] سواد اعظم کی پیروی کرو۔۔۔۔۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) [4] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا (میری بیعت کرو) تفصیل کے لئے سیرۃ نبی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل عنوان تزکیہ مطالعہ فرمائیں جو عادل فعال صلعم کے ساتھ صحابہ کرام کی مانند تمام ملّت کے الحاق انفعالی کے طریق متواترہ یا فرمان مصطفوی وما انا علیہ واصحابی کی وضاحت روشن ہے۔ اور کسی قدر یہاں صفحہ [1] و [2] کے حواشی میں بھی وضاحت کی گئی ہے۔ [5] وما انا علیہ واصحابی سے متعلقہ فرمان مصطفوی مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

وحدتِ امارت اور شوکتِ نفاذۂ فعالیہ متحد نہ ہو سکیں اس لئے ہر عہد مابعد میں صلحائے امت نفوسِ فعال نے (مشہود اذن من المرجع کو مستلزم) قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کے ذریعہ افرادِ امت میں منور حقیقتِ اسلامیہ (یعنی کشف روحِ مرجعی اور تحمل کشف) کے فروغ و اجرا کے لئے اپنی فطرتِ فعال کے ترشحات کے ساتھ اپنا فرض انجام دیا تا آنکہ مستخلف عزوجل کی جانب سے نفسِ زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے اب دورِ آخریں میں جو دورِ انحطاط کا خاتمہ ہے اور بمطابق فرامین مصطفوی خیر امتی اولھا و آخرھا و فی وسطھا الکدر (جامع الصغیر) وغیرہ وحدتِ اجتبائیہ کے ساتھ فردیت استخلاف کا فیصلہ مقدر باالحق ہے۔ دراں حالیکہ خلیفۃ اللہ فی الارض قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کے ساتھ مستلزم ایفا تعقید عہد بیعت کے الحاق النعالی کے ذریعہ نفس فعالِ اول محمد الرسول خلیفۃ اللہ فی الارض کے نفسِ مبارک کے ساتھ الحاقِ متحدہ سے متحقق پاتا ہوا اس کشف فعال اور تحمل کشف سے اس قوتِ فعالیہ کے ساتھ جلال انگیز ہو جاتا ہے جو اس کے نفسِ مبارک میں فعال لما یرید عزوجل کی شوکت فعال کا پر تو جلال ہے۔ اور نفسِ انسانی میں مستخلف فعال لما یرید عزوجل کی طرف سے مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے۔ جو واحد مرجع نسلی انسان اول کے منصب الوہیت انس پر فردیت نیابت واحد مرجع فطری عزوجل کی جلوہ گری کا استحقاق ہے۔

پس اس تمام وضاحتِ متذکرہ کی روشنی میں اس کی اطاعت یا اس سے سرکشی مستخلف آمر حقیقی کی الوہیت اور فردیت رسالت سے سرکشی کے مترادف ہے۔ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ[2] فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ اسی شوکت عظمیٰ پر شہادت ہے۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے وضاحتِ ذیل کے ساتھ بیعت لی۔ جو اسی شوکتِ قاہرہ کی مظہر و مصدق ہے۔

عبادہ ابن صامت نے فرمایا کہ ہم نے رسول اللہ صلعم سے تنگی و آسانی اور خوشی و ناخوشی ہر حال میں سمع و طاعت پر بیعت کی اور اس پر کہ ہم دوسرے شخص کی ترجیح کو گوارا کریں گے۔ اور کسی ایسے شخص سے خدمت چھیننے کی کوشش نہیں کریں گے۔ جو اس کا اہل ہو اور ایک روایت کے مطابق اس میں یہ اضافہ ہے۔ حتیٰ کہ ہم کفر صریح دیکھیں اور ہم حق کے ساتھ گفتگو کریں گے۔ جہاں بھی ہوں۔ اور اللہ عزوجل کے بارہ میں کسی ملامت گر کی ملامت سے نہیں ڈریں گے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الامارت والقضا بروایت بخاری و مسلم)

بیعت متذکرہ الی یوم القیمۃ عہود متعلقہ میں فردیت خلافت الٰہی کے حضور میں سمع و اطاعت کاملہ کے لئے اسوۂ متشکل کی دلیل سے اہتمام ناطق ہے۔ منجملہ ان تمام خطرات سے نفس دولت کی تطہیر و تزکیہ کے تحقق کی موجب ہے۔ جو افرادِ ملت کی پسندیدگیوں اور ناپسندیدگیوں اور ترجیحی احساسات کثیفہ کی بنا پر رونما ہو سکتے ہیں۔ اور ارکان دولت کے نفوس میں استقلال عدل کو جو ان کے ترشحاتِ عدلیہ کی شہادت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر (یعنی نفس دولت میں امر بالعدل) کے لئے استحقاق کو استقلال عطا فرماتا ہے۔ علیٰ ہذا اس صلعم نے فرمایا کہ تمہارے بہترین امام وہ ہیں کہ تم ان سے محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہوں اور تم ان پر درود بھیجتے ہو اور وہ تم پر درود بھیجتے ہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب الامارہ والقضا بروایت مسلم)

یہ ترشح عدلیۂ مصطفویہ فردیت استخلاف کی اس قوت فعالیہ کے نفوذ اور اس کے نتائج کی طرف مشیر ہے۔ جو حقیقتِ اخوتِ اسلامیہ کے میزان مشترک کے ساتھ تمام ملتِ وسط کو نفس فعال اول صلعم پر جمع کر دیتی ہے۔ اور اس کا کشف و تحمل افرادِ ملت کے

---

[1] سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول سے عنوان تزکیہ اور عنوان استخلاف فی الارض وغیرہ اور مقدمۃ العدل (کتاب عدل) وغیرہ اس بیان فاضلہ کے ساتھ متحد اً مطالعہ فرمایا جائے۔ [2] اور جو اس کے بعد (انکی خلافت سے) کفر کریگا۔ پس وہ فاسق ہیں۔ (نور)

Marfat.com

کشف و تحمل کے ساتھ جو اسی قوت فعالیہ کے ذریعہ متحقق ہوتا ہے۔ تحقق جنسیت سے باہم محبت للبیت کو استوار اور مستحکم کر دیتا ہے گویا فردیت استخلاف کے عہد مبارک میں مرجع فطری عزوجل اور داعی الی المرجع اور فردیت استخلاف اور ملت میں نورانی جنسیت کا اتحاد تحقق پاتا ہے۔

علیٰ ہٰذا اس صلعم نے فردیت استخلاف کے تصرف فعال کے ذریعہ تمام ملت میں متواتر سیران مشترک کے نتائج وحدت کی شرح فرماتے ہوئے اس کے تتبع میں آنے والی ہر آمریت مسلمہ کے حق میں امت مسلمہ کو ان انحطاطی تقاضا ہائے نفس دہر کے نتائج کی مطابقت کے ساتھ حکم دیا کہ ہر زمانہ میں امارت ملی کے ساتھ جب تک وہ اہتمام دستورِ عدل پر کاربند رہنے کی کوشش کرے اطاعت کے ساتھ ملحق رہنا چاہیئے چنانچہ اس صلعم نے فرمایا تمہارے بدترین امام وہ ہیں۔ کہ تم ان سے بغض رکھتے ہو۔ اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں۔ تم ان پر لعنت بھیجتے ہو۔ اور وہ تم پر لعنت بھیجتے ہوں تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم ان کا عہد کیوں نہ پھینک دیں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں (پھر فرمایا) نہیں جب تک کہ وہ تم میں نماز قائم کریں مطلع ہو جاؤ کہ اگر کوئی شخص کسی پر حاکم کیا جاتا ہے۔ پس اس حاکم سے کوئی امر معصیت الٰہی کا وہ دیکھتا ہے تو چاہیئے کہ اس کو مکروہ جانے مگر اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔[1]

علیٰ ھٰذا حضور صلعم نے فرمایا (بروائت بخاری ومسلم) تم میرے بعد ترجیحی حالات دیکھو گے اور ایسے واقعات جن کو تم ناپسند کرتے ہو تو صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ پھر آپ اس بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو حضور صلعم نے فرمایا تم ان کا حق ادا کرو (اطاعت کرو) اور اللہ سے اپنا حق طلب کرو۔ کیونکہ سقوطِ اطاعت حبل دولت کے ساتھ ملت کے اعتصام جمعی کو متفرق کر دیتا ہے۔ اور ملت کی اجتماعی حیات خطرہ میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ اور حیات اجتماعی کو جو خطرات لاحق ہوں وہ ملت کی جمعی و انفرادی مال و جان و آبرو کو ورطۂ خطر میں دھکیل دیتے ہیں۔ اور کلمۃ الحق کا تحفظ متعذر ہو جاتا ہے گویا تمام کائنات انسانی میں تمکین عدل کا نظام متاثر ہو جاتا ہے۔ اسی لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے صلوٰۃ اور جہاد کے بارہ میں (دور انحطاط کے) امیر کی اطاعت کا بھی حکم دیا ہے (کتاب الصلوٰۃ باب الامامت فصل ثانی حدیث عن ابی ہریرہ مطالعہ فرمائیں)۔

نیز جزئی معصیت پر صبر کے لئے اس دلیل سے حکم دیا گیا ہے۔ کہ کثافت ماحولیہ کے ساتھ کثافت معتدلہ نفس کا اتحاد جنسی اس کی طرف رجحانِ نفس کا موجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ماحول کو مستقل اثر حاصل ہوتا ہے (دراں حالیکہ ضبط شوری کا استقلال تقاضائے فطرت کی ابقا ہے۔ جو دلیل احتساب ہے اور استقلال جہد استغراق دستور عدل کتاب مجید کی نورانی معنویت کے ساتھ نفس مستغرق کی حقیقت کو اتحاد مستقلہ عطا کرتی ہے) نیز اس دلیل سے انحطاطی دور میں خصوصیت کے ساتھ چونکہ نفس ملت میں درجات تدریجیہ نفوس کے اجتماع کثیرہ کی دلیل سے افراد ملت کے ادراک و تحریک میں کیفیت ظلمیہ کا وجود دورِ ارتقائی کی نسبت زیادہ پایا جاتا ہے دراں حالیکہ درجات تدریجیہ نفوس کا وجود لازمہ ہر عہد میں نفس ملت میں خطرات کثیف کو ممکن الوقوع قرار دیتا ہے) اس لئے نفس ملت کی کیفیت اجتماعیہ کی تشخیص و احتساب امیر کی جزئی لغزش پر سقوط اطاعت کو تطابق ہر دو جوانب میں سقوط از عدل کی دلیل سے ناجائز قرار دیتا ہے۔ البتہ مذکرہ لغزش جزئی یا اس کے امکان سے متعلقہ ہنگامی رجحانات کثیف سے محفوظ افراد متحقق فی العدل پر عاید ہوتا ہے کہ استقلال اطاعت کے ساتھ جو احادیث بالا سے مبرہن ہے۔ الامر ناپسندیدہ کو مکروہ جانیں جو تطابق بالحقیقت کی دلیل سے عدل ہے۔ اور بمطابق حدیث ذیل اولوالامر یا نظام اجتماعی کے سامنے حق کو مصلحانہ حیثیت کے ساتھ واضح کر دیں۔ جو ان کے عدل نفس

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارت والقضا ؎

اور ملّت عدل میں فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے اس پر عائد ہوتا ہے:

افضل الجهاد من قال کلمة الحق عند سلطان جائر (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی ابوداؤد ابن ماجہ) افضل جہاد اس کا ہے جو سلطان ظالم کے سامنے حق بات کہہ دے۔

مگر جب اس امارت کی سیاست داخلہ اور خارجہ کی جد و جہد اسلام یا للّٰہیت کے علاوہ عصبیتِ ظالمہ[1] کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ تو افراد ملّت یا ارکین شوریٰ کی قوت انتخاب[2] یکساں اس کے قیام و استحکام کے لئے جد و جہد اس دلیل سے خلاف عدل ہے کہ وہ عدل (اسلام) اور اس کی تاسیس اور توسیع اور اس کی تشدید کے اس اصول عدلیہ کو چھوڑ دیتی ہے۔ جو اس کی اساسِ تشکیل ہے چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا کہ جو شخص جماعت[3] (ملتِ للّٰہیہ) سے نکل جاتا ہے۔ اور جماعت کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کی موت جاہلیت پر واقع ہوتی ہے (کیونکہ ملّت کے نظام اجتماعی یا اس کے اصول اساسی کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو نفس انسانی کے شعور اور فطری لگاؤ یا اساس عدل نفس کا وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے فطری تقاضا ہے۔ اور جو شخص ایسے علم کے نیچے جنگ کرتا ہے۔ جس میں تاریکی ہو اور وہ عصبیت کے لئے غضب ناک ہو جاتا ہے۔ یا عصبیت کی طرف بلاتا ہے یا عصبیت کی مدد کرتا ہے۔ یعنی (کلمة الحق یا اخوت ملّیہ کو چھوڑ کر کثیف جماعت بندیوں کے لئے جنگ کرتا ہے) اور اس کا قتل واقع ہو جاتا ہے تو وہ جاہلیت کی موت ہے (کیونکہ یہ وحدتِ اجتماع کے مقصد یعنی دولتِ وسطیہ کی قوت کے ساتھ اعلائے عدل اور تحفظ عدل (جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضا کی ایفائے منورہ ہے) سے مخالف ہے (دراں حالیکہ دولتِ وسطیہ پر فیصلۂ فطرت کے ساتھ اعلائے کلمة العدل سے دفع موانع میں تخصیص بالعدل عائد ہوتی ہے اور کلمة العدل اور ملت عدل اس دلیل سے حقیقت متحدہ ہے کہ ملّت وسط حامل کلمة العدل ہے۔ اور عدل کی حقیقت نورانیہ ان میں اتحاد جنسی کو متحقق کرتی ہے) پس اگر مدن اسلامیہ اور اس کی امارت جادۂ نا ایک اختیار کرتی ہے تو اس کی اطاعت و حمایت متذکرہ اور اس دلیل کے تحت ساقط قرار پاتی ہے۔ کہ وہ ایسے ظلم قرطبیہ کا ارتکاب ہے۔ جس سے دولتِ وسط اجتماعی معصیت یا جمیعاً ارتکاب ظلم میں مبتلا ہو جاتی ہے علیٰ ھٰذا الخطاطی دور میں سیاستِ مدن یا امارتِ اسلامیہ کا ہر ایسا غیر عادلانہ رویہ جو تمام قوم کے لئے ابتلائے معصیت جمعی کا موجب ہو اس کی اطاعت کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ بخاری مسلم میں مروی ہے۔

لا طاعة فی معصیة انما الطاعة فی المعروف — معصیت میں اطاعت نہیں ہے بلکہ معروف میں اطاعت ہے

علیٰ ہٰذا ترمذی و نسائی میں مروی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا میرے بعد ایسے امرا ہوں گے کہ جو ان پر داخل ہوگا۔ اور ان کے کذب کی تصدیق کرے گا۔ اور ان کے ظلم میں ان کا مددگار ہوگا۔ پس وہ مجھ سے نہیں ہیں۔ اور نہ میں ان سے ہوں۔ . . . . الخ

پس اگر کوئی شخص نظام اجتماعی کو چھوڑ دیتا ہے۔ تو وہ دلیل یعنی سے مستوجب اجرائے حدود آیۂ متعلقہ کی بالغا ہے اور اگر نفس امارت میں عصبیت اور تاریکی رونما ہوتی ہے۔ تو عادلی افراد ملّت افراد ارکین شوریٰ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ اُسے قوت آرٰی اور منصب تحکیم العدل کے ذریعہ مسند سیادت سے الگ کر دیں (مفصل بحث عنوانات متعلقہ میں ملاحظہ فرمائیں) نیز تاریکی اور عصبیت اور معصیت اور ظلم کی انتہا چونکہ کفر و فرط ہے۔

---

[1] ایسی قومیت یا ایسی حب الوطن جس میں تمکین للّٰہیت یا عدل کو مقصود نہیں قرار دیا جاتا جو اسلام کی حقیقت ہے جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی شخص نے پوچھا کہ کیا یہ عصبیت سے ہے۔ کہ کوئی شخص اپنی قوم کے ساتھ محبت کرے۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ عصبیت یہ ہے کہ کوئی شخص ظلم پر اپنی قوم کی مدد کرے (مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر والصلہ فصل ثالث بحوالہ ابن ماجہ)

[2] عنوان متعلقہ میں تفاصیل آئین انتخاب مطالعہ فرمائیں۔ [3] مشکوٰۃ کتاب الامارہ والقضا

Marfat.com

اس لئے غیر اسلامی مفرط اقتدار جبکہ [۱] مسلط ہونا چاہیے یا مسلط ہو چکا ہو) سے آزادی کی جہد تدریجیہ کے ساتھ جو تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ ملّت عدل کو بلند ہو جانا چاہیئے۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جب انحطاطی دور میں نفس جماعت میں کشف وتحمل نور کے لئے جماعتی حیثیت کے ساتھ جد وجہد میں تقصیر اس حد تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ مستخلف عزّوجل اپنے رحم فعال کے ساتھ دستور عدل کے حقائق کو تجدید قاہرہ کے ساتھ مہبط انحطاط سطح ارض پر متمکن فرماتے ہوئے کائناتِ انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا یعنی کشف وتحمل کو وحدتِ مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے وحدتِ اجتماع اور فردیّت امارت اور اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے مقصد فطری یعنی فرد وملّت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے وحدتِ اجتماع کے قیام بالقسط اور فردیت استخلاف کی عادل قوت فعالیہ کی تمکین پر جلال سے کبریائی الوہیت کی نیابت کے حقائق سے انحطاط کہنہ کو برہم کرتا ہوا سطح ارض کو منور کر دیتا ہے۔ جو کائنات انسانی کی اصلاح کی دلیل سے اس کے محل حیات کی اصلاح ہے تو پھر اس کے بعد جو شخص اس فردیّت خلافت سے سرکشی اختیار کرتا ہے یا ملّی وحدت کو توڑنے اور افتراق پیدا کرنے کیلئے کسی نئی قوت کو وجود میں لانا چاہتا ہے۔ جو حقیقت اجتماعی کی شہادت کے ساتھ فردیّتِ استخلاف کے ساتھ شرکت کے مترادف ہے جو تدبیر وسیاست میں نشر فساد کا موجب ہے۔ کیونکہ اللہ عزّوجل الوہیت میں فردیت کو فطرت تدبیر ونظم قرار دیتا ہے۔ اور فردیت استخلاف فردیت الوہیت کی نیابت ہے۔ اس لئے ضرور مستلزم فردیّت ہے۔ پس بلا شبہ وہ فساد فی الارض ہے۔ اور اللہ عزّوجل اور اس کے رسول کے ساتھ نیابت الوہیت ورسالت کی دلیل سے جنگ ہے اور حسب درجات جرمیہ ان تمام سزا ہائے شدیدہ کا استحقاق ہے۔ جو عنوان فساد کے تحت ذکر کی جائیں گی۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا[٭] (اعراف۔ ع ۷)

پس نفس دولت میں ملّی (جماعتی) وحدتِ عدلیہ کی تمکین کے لئے افرادِ ملّت کی تحریر وتقریر وعمل کے ذریعہ جد وجہد کے علاوہ ایسی تمام قوتیں جو فساد فی الارض کی اساس ہوں۔ اور تحریر وتقریر اور عمل کے ذریعہ ملّی وحدت کو توڑ دینے کا موجب ہوں۔ اور فردیت امارت کے روبرو احاطۂ دولت وسطیہ میں مفسدانہ کیفیّت کے ساتھ قائم کی جاتی ہوں۔ اس دلیل سے کہ وحدتِ اجتماع کا ملّی حیثیت کے ساتھ محور منصب ابوّت النس پر فائز فردیّت امارت یا فردیت استخلاف فی الارض ہے اور کسی مفسد گروہ کا بحیثیتِ قوت وجود وحدت اجتماع اور فردیّت امارت کے ساتھ تشابہ کی دلیل سے اس کے مقصد اجتماعی کو فردیّت اجتماع اور فردیّت امارت کے ساتھ شریک قرار دیتا ہوا افرادِ ملّت کے لئے حیطۂ دولت وسطیہ میں ایک دوسرے محور کا تعین ہے۔ اس لئے فطرتِ انسانی وحدتِ مرجع کی شہادت کے ساتھ جو وحدت ابوّت اور فردیّت محور کے لئے فیصل ناطق ہے[٭] اُن کے وجود کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور ان کی جملہ مفسد جد وجہد کو قید۔ قطع دست وپا علیٰ خلاف اور صلیب اور قتل کے ذریعہ دبا دینے کیلئے فیصل بالحق ہے (عنوان فساد متعددہ مطالعہ فرما دیں) چنانچہ بروایت[۱] مسلم محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ جو شخص تمہارے پاس آئے بحالیکہ تمہارا امر (حکومت) ایک شخص پر جمع ہو اور وہ چاہے کہ تمہارے عصا کو توڑ دے اور تمہاری جماعت کو منتشر کر دے۔ تو اس کو قتل کر دو۔ اس فرمان مصطفوی میں رَجُلٍ وَاحِدٍ کے ساتھ امارت کے متعلق فردیت کا فیصلہ ناطق کر دیا گیا ہے۔ جو تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ البتہ نفس امامت میں ظلم کے رونما ہونے پر جمہور ملّت کو چاہیئے کہ جماعتی قوت آرائی کے ساتھ منصب تحکیم العدل کے ذریعہ مسندِ سیادت[۲] کو ظلم کے وجود سے پاک کر دے۔ اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ مشورہ جس کی وضاحت ہر دو جلدوں میں کی گئی ہے۔ بے شک وہ مناہج امور کو واضح کر دیتا ہے۔

---

[۱] بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الامارت والقضا۔

[۲] علم تفصیل کے لئے عنوان امارت اور مرکزیت شوریٰ میں ربط عدلیہ کے عنوانات متعلقہ مطالعہ فرمائیں۔

[٭] زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد مت کرو۔

٭ اور اس کے علاوہ اور نظامِ دولت کو عدل کی حکمرانی سے بنانا کہ سرکش —

Marfat.com

اور اسی دلیل سے تدبیر و سیاست کی تکمیل یا صحت نظام کو مستلزم ہے لیکن افتراق انگیزی کے نظریات کے ساتھ آرائے مخالف کا وجود اور ان پر اجتماع وضاحت مناہج کی بجائے اِن دلائل بالا کے ساتھ جو فردیت استخلاف کے حضور میں مقسد گروہ بندیوں کو ناجائز قرار دیتی ہیں۔ مظہر فساد ہے۔ اس لئے فردیّت امارت کی فطرتِ فاضلہ ایسے مشورہ ہائے مفسدہ کو شعبۂ شوریٰ اور احاطۂ ملک و ملّت سے خارج قرار دیتی ہے۔ دراں حالیکہ جملہ عادل افرادِ ملّت اور ارکین شوریٰ پر اس دلیل سے وہ محورِ امارت کے گرد تداور صحیحہ کے ساتھ آزادی رائے کا حق عطا کرتی ہے کہ آزادی رائے ارکین شوریٰ[1] کے واقعاتِ دہر میں تداولِ شعوری کی دلیل سے نفاذِ امر میں مناہج تدبیر و سیاست کی وضاحت بالحق کے ساتھ نظامِ مدن کے استحکام بالعدل کی موجب ہے چنانچہ فرمانِ ربانی شَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰه۔ میں شَاوِرْهُمْ اسی وضاحت عدلیہ پر ناطق بالحق ہے۔ اور اس میں صیغۂ واحد سے فردیّت امارت کے ساتھ خطاب اور صیغۂ جمع سے جمیع ملّت کی طرف اشارۂ ربانی ارکانِ شوریٰ کے مشورہ کو مہبطِ فردیت امارت کے ساتھ مخصوص قرار دیتا ہے۔ جو وحدت منزل اوّل[2] کی وسعت میں وحدت الوہیت کی وضاحت ہے۔ اس لئے افتراق انگیزی کے نظریات کیلئے مشورہ مخالف کو معہ ہنگامہ آرائی کی صورت دیتے ہوئے احاطۂ دولت میں مشتہر کرنا گویا تحریک فساد فی الارض ہے اور جرم متذکرہ کے مرتکبین پر حدود متعلقہ آیۂ سعی بالفساد کے اجرا کیلئے فیصل بالحق ہے جو الوہیت فاضلہ کی جانب سے اجرائے تادیب بالعدل ہے۔ فرمانِ بالا میں فردیت عزم مصطفوی ارکین مشورہ کے لئے گویا تعین محور ہے۔ (یا ابنائے دولت کے لئے تخصیص الوہیت ہے) جو صحت تداور مشورہ کی دلیل سے تحقق صحت نتائج کا موجب ہے پس محوریت کے گرد تداور مشورہ کی صحت کا ساقط ہو جانا تضیع مقصود تشاور کی دلیل سے جرم شوریٰ ہے۔ نیز ملّت کے نظام اجتماعی کے ساتھ بغی ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَإِذَا كَانُوا مَعَهُ عَلَىٰ أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوا حَتَّىٰ يَسْتَأْذِنُوهُ (نور)

جب وہ اس کی خدمت میں امر جامع کے لئے حاضر ہوں تو ہرگز نہ جائیں جب تک کہ اس سے اجازت حاصل نہ کرلیں۔

اس فرمانِ ربانی میں ارکین شوریٰ کے لئے اتحادِ محلیہ اور اتحاد مقصود کی وضاحت کے ساتھ اجتماع شوریٰ کے انجام ذہاب کو اذن کے ساتھ مخصوص قرار دیتے ہوئے حیطۂ دولت میں مشورہ اور اس کے مقاصد کی ایفا کے لئے عمل کو محور کے گرد تداور کے بغیر ناجائز قرار دے دیا گیا ہے۔ جو وضاحتہائے متذکرہ کی روشنی میں تقاضائے فطرت کی ایفا ہے پس فساد انگیز ہنگامہ آرائی کے ساتھ مشورہ اور اس کا نشر فیصلۂ فطرت کی رو سے ناروا ہے۔ فرمانِ ربانی وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ ... الخ (سورۃ النساء۔ ع) (اور جب اُن کے پاس کوئی بات امن یا خوف کی آتی ہے۔ تو وہ اس کو پھیلاتے ہیں۔ اور اگر پھیرتے اس کو رسول یا اپنے میں سے اولی الامر کی طرف البتہ جان لیتے اس کو وہ لوگ کہ تحقیق کرتے ہیں۔ اس کو ان میں سے) اسی تعین محور اور صحتِ تداول پر شہادت ترشحات عدلیۂ الٰہیہ ہے۔ اور افرادِ ملّت کے مشورۂ عام کے متعلق جو محور فردیّت امارت کے ساتھ تدادِ خصوصی رکھتا ہو

٭ [illegible]

---

[1] معاملہ میں اُن سے مشورہ کر پھر جب تو عزم کرے تو اللہ پر بھروسہ کر۔ (آل عمران)

[2] وحدت مرجع فطری و نسلی اور وحدت منزل اوّل جو وحدت دولت وسطیہ اور اس میں تخصیص محوریت یا تمکین الوہیت فردیت امارت کے لئے فیصل بالحق ہیں؛

Marfat.com

اراکین شوریٰ پر محور فردیت امارت کے گرد نداور صحیحہ کے ساتھ اہتمام تحقیق کو عائد کرتی ہے۔ نیز فرمان ربانی۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِنْ جَآءَکُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا اَنْ تُصِیْبُوْا قَوْمًا بِجَھَالَۃٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰی مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِیْنَ اہتمام تحقیق کے استقلال ہر گاہی کی وضاحت کرتا ہے جو نفس دولت میں صداقت اخبار کے تحقیق کا ضامن ہے اور صحت نفاذ امر سے متعلقہ تحفظات سے ہے۔ الحاصل فردیت استخلاف فی الارض کے عہد مقدس میں جو اجتبا کی سطوت قاہرہ کے ساتھ سطح ارض پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور فردیت الوہیت کی نیابت ہے۔ اور تمام کائنات انسانی کو اس کی فردیت واسعہ احاطہ کر لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔[1] فردیت الوہیت منشور وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ کے تحت ہر قسم کی مفسد گروہ بندی اور مفسد ہنگامہ آرائی اور قیل و قال کو اپنی فردیت نیابت کے حق فصل کے حضور میں ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور مخالفین استخلاف پر نزول فتنہ و عذاب کو مستلزم[2] ہے اور آیہ متعلقہ سعیٰ بالفساد کے ساتھ عقوبت الیم کے لئے فیصلہ صادر کرتی ہے جو سطح ارض پر نیابت الٰہی و نبوی سے سرکشی کے عوض میں تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ چنانچہ بروایت[3] مسلم محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص اس امت (دولت وسطیہ) کے امر کو متفرق کرنا چاہئے بحالیکہ وہ مجتمع ہو تو تلوار کے ساتھ اس کو مار دو۔ جو بھی ہو۔

عَلٰی ھٰذَا تمام عہود و مجد میں جب تک امارت اسلامیہ وضاحت متعلقہ کے ساتھ شعائر عدلیہ اسلامیہ کی پابندی کرتی ہے۔ اور ملت کو اجتماعی ظلم میں مبتلا کرنے کی کوشش نہیں کرتی اس وقت تک اس کے حضور میں یعنی سعیٰ بالفساد کے مترادف ہے۔ اور عقوبت مذکورہ کے اجرا کا مستحق قرار پاتی ہے۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم کا فرمان ذیل اس اصول بیّن کی شہادت کے ساتھ کہ جملہ فرامین دستوریہ سے مقصود خطاب تمام عہود مسلسل میں جملہ ملت اسلامیہ ہے، اس حقیقت پر شاہد ناطق ہے۔ آں صلعم نے فرمایا (بروایت احمد و ترمذی[4]) میں تم کو پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت اور سمع اور طاعت اور ہجرت اور جہاد کا۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر بھی نکلتا ہے۔ تحقیق اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔ یہاں تک کہ وہ اس کی طرف لوٹے اور جو جاہلیت کے طریق پر پکارتا ہے۔ وہ دوزخی ہے۔ خواہ وہ روزے رکھتا ہو۔ اور نماز پڑھتا ہو اور سمجھتا ہو کہ وہ مسلم ہے۔

یعنی ہر عہد میں ملت اسلامیہ کو جماعت متحدہ کی صورت میں مستحکم رہنا چاہیئے کیونکہ استحکام جماعت ہی وحدت منزل اول اور وحدت مرجع نسلی کی شہادت کے ساتھ تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور نفس کائنات میں تمکین عدل کا اور اسی دلیل سے تقاضائے نو و نوعی کی ایفا کا ذریعہ ہے اور وہی موانع ظلمیہ کو جادۂ اجتماع عدل سے ہٹا سکتا ہے۔

اور چونکہ فرد اساس ملت ہے اس لئے نفوس افراد میں تمکین سمع و طاعت اساس تعمیر ملی ہے کیونکہ استقلال جماعت محور امارت اسلامیہ کے گرد افراد کے فکر و عمل کے نداد صحیحہ کو مستلزم ہے جو سمع و طاعت کی حقیقت ہے۔

اور چونکہ جائز واحد جماعت ملت اسلامیہ ہے جو مکمل فطرت نفس ہے اور اسی دلیل نے تمام کائنات انسانی کو اس

---

[1] جو اس کے بعد (ان کی خلافت سے) انکار کرے گا وہ فاسق ہیں۔ (نور)

[2] قَدْ یَعْلَمُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْکُمْ لِوَاذًا فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖٓ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (نور۔ ع ۹)

[3] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء۔

[4] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء۔

کا حق وسعت محیط ہے۔ اس لئے اس فرض فطری کی ایفا کے لئے یعنی تاسیس ملّی اور توسیع ملّی اور تشدید ملّی کے لئے ہجرت، جو موانع سے اس کی دوری کو متحقق کرتی ہے اور اسکی ارتقائی صورت جہاد کے ساتھ جو موانع کو اس کے راستہ سے ہٹا دیتا ہے گامزن ہو جانا چاہیئے۔

نیز چونکہ استحکام دولتِ وسطیہ ہی اسکی محیطِ عالم توسیع پر قادر ہو سکتا ہے جو نفس کائنات نوعی میں تمکین عدل کی دلیل سے اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے اس لئے جماعت سے خروج جو تدار کو خلل و افتراق کے ساتھ متاثر کرنے کی دلیل سے فساد فی الارض ہے فطرتِ نفس اور جائز واحد اجتماع کی عزتِ عدل کے حضور میں ارتکاب جرم ہے۔ پس اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس اس کو عذاب شدید کے ساتھ مٹا دینے کے لئے فیصل بالحق ہے نیز اس لئے کہ وہ وحدتِ مرجع نسلی اور وحدت منزل اوّل کے تقاضائے وحدتِ اجتماعِ وسطیہ کیلئے مزاحم ہوتا ہے۔ اور سلوک تکمیل عدل (جو تقاضائے فطرت فرد و جماعت کی ایفا ہے) کی سمت مخالف ہے۔ اور نفس کائنات میں تکمیل عدل کی قوت اہتمامیہ یعنی امت وسطیہ کے نظام اجتماعی کی (اس قوت فعالیہ عدلیہ (فردیّت امارت) پر بغاوت عاصیانہ کی دلیل سے حملہ ہے۔ جو (عہد فردیت استخلاف فی الارض ہیں) وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے مرجع فطری عزّوجل کی اجتبائے خاصہ کے ساتھ بحیثیت نیابت مرجع فطری اور بحیثیت الوہیّت انس فردیّت عظمیٰ کے ساتھ سطح ارض پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور دیگر عہود و عصور میں اس کی روش جہاں تک عادل فعال اوّل المسلمین خلیفۃ الارض محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی میں متحقق ہو اس کے متعلق احکام مرجعی (عزّوجل) فردیّت استخلاف کی مانند اطلاق پاتے ہیں۔ گویا الوہیّت علی اپنی فطرتِ فاضلہ کی شہادت کے ساتھ تادیب فساد بالتصغیر کیلئے فیصل بالعدل ہے۔ نیز چونکہ وحدتِ اجتماع اور فردیّت امارت جو تقاضائے وحدتِ مرجع نسلی و فطری کی ایفا ہے۔ توسیع ملّی اور تشدید ملّی کی جہد مستقلہ اور جاریہ کیلئے فیصل ناطق ہیں۔ اس لئے دولت وسطیہ میں فساد بلاشبہ تقاضائے حقائق متذکرہ کے جادۂ ایفا میں سنگ راہ ہے۔ کیونکہ وہ خروج از جماعت کی دلیل سے داخلی نظم و ضبط کو جو جادۂ توسیع ملّی سے جہد اندفاع موانع کی بنیاد ہے۔ خلل پذیر کر دیتا ہے۔ تا آنکہ اگر اس کا وجود قائم رہتا ہے تو خلل نظام داخلہ کی دلیل سے افراط و تفریط دفاع کے اس انجام کی شہادت کے ساتھ جو اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانیہ کے مسلّمات سے تخالف کی دلیل سے ضرور واقع ہو جاتا ہے۔ حیاتِ فرد و جماعت کو اپنے ہاتھوں کے ساتھ تہلکہ کی طرف دھکیل دینے کے مترادف ہے۔ الحاصل ان تمام حقائق مذکورہ کی روشنی میں بلاشبہ فطرتِ نفس اور فطرتِ جماعت اور فطرت امارت حدود آیۂ سعی فی الارض بالفساد کے اجراء کے ساتھ جو فطرتِ مفسدہ پر مؤثر قرار پاتی ہوئیں اس کے تشنج کو دبا دیتی ہیں فساد کو مٹا دینے کے لئے فیصل بالحق ہیں۔

دراں حالیکہ جائز واحد دولتِ وسطیہ کی نفس دہر میں تمکین عدل اور اس کے راستہ سے دفع موانع کو جو دلیلِ عدل سے حسن عمل ہے۔ مرجع فطری عزّوجل کیلئے فیصلہٴ فطرت کے ساتھ خصوصیت حسنہ[1] ہونی چاہیئے۔ جو للّٰہیت ہے۔ جیسے کہ عنوان جہاد اور اس سے متعلقہ عنوان مبادیات اصولی کے تحت اس حقیقت کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور اس متذکرہ فرمان مصطفوی میں جہالت کے طریق پر پکارنے کی نہی کے ساتھ اس تحفۂ عدلیہ کیلئے حکم دیا گیا ہے۔

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فعال فردیّت امارت (اپنے نائبین فعال کے توسط سے جو انعقاد اس کے محورِ فضل کے گرد متدادر ہو کر اپنی قوتہائے فعالیہ سے نفس دولت میں تصرف کرتے ہیں۔ جو بالواسطہ فردیّت امارت کا تصرفِ فاضلہ ہے) اَمر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو شوریٰ سے وضاحت مناہج کو مستلزم ہے کی شوکت قاہرہ کے ساتھ سطح ارض پر تمکین عدل اور دفع فرط و فساد کا مقدس فرض انجام دیتی ہے۔ نیز وہ نائبینِ فعال کی معیت میں منصبِ تحکیم العدل سے امور بین الدول والقبائل اور امور داخلۂ دولتِ وسطیہ میں حق کے ساتھ حکم اور فیصلہ صادر کرتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ فردیّت امارت اور رکنیّتِ شوریٰ اور منصب تحکیم العدل سے متعلقہ شرائط عدلیہ کی وضاحت کی جائے۔ جو منجملہ آئینِ انتخاب کی وضاحت کو مستلزم ہے۔ پس عنوان آئندہ کے تحت متعلقہ شرائط عدلیہ پر بحث کی جاتی ہے ؛؛

---

[1] وَلَا تُلْقُوا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ وَاَحْسِنُوا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (البقرہ [illegible])

Marfat.com

نائبین امارت اور منصب تحکیم العدل

اور

رکنیت شوریٰ اور آئین انتخاب

وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ﴿نساء ع﴾

فردیت امارت اسلامیہ اور نائبین امارت فعال اور منصب انصاف پر فائز شخصیتوں کے نورِ نفوس کا دستورِ عدل کی معنویت کے ساتھ تحقق جنسیت ان کی قوت ادراکیہ اور تحریکیہ کے ترشحات کو ان کے تحقق فی العدل کی دلیل سے دستوری حیثیت عطا کرتا ہے۔ اور صرف یہی مقدمات علوی وسفلی ہیں ان کے تداول ہائے شوریہ کے نتائج کی ان کے ادراک و تحریک میں استقلال کی شرط تمکینہ کے ساتھ منصب نفاذ امر و منصب تحکیم العدل کی تفویض کا فیصلۂ فطرت کی روشنی میں استحقاق ہے۔ جو ان تمام خطرات فرطیہ سے بطور فطرت انہیں محفوظ کر دیتا ہے۔ جو طے درجات تعدیلیہ کی اثناء میں نفس انسانی کو لاحق ہو سکتے ہیں۔ گویا نائب امارت یسلطنت یا صاحب منصب تحکیم العدل کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی حقیقتِ نفس فرمان ربانی وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ[1] کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہو۔ اور جب وہ بحیثیت حاکم عادل منصب نفاذ امر یا تحکیم العدل سے نافذ الامر ہو۔ تو اس کے ترشحات اس کی اس حقیقت نفس کے آئینہ دار ہوں۔ جو بطور فطرت وَإِذَا حَكَمْتُم بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ[2] کی معنویت کے ساتھ متحد قرار پا چکی ہو۔ (دراں حالیکہ نفس انسانی میں فضائل اخلاق کے تحقق کیلئے مستحکم ارادہ تحقق فضائل کا قائمقام قرار پاتا ہے[3])

پس افراد ملت اور بین الدول اور بین الشعوب والقبائل حکم یا فیصلہ میں (جس کا حق فیصلۂ فطرت کے ساتھ صرف اس نفسِ عادل کو پہنچتا ہے۔ جس کا نفس ناطقہ جو اساس عدل پہ استوار ہے۔ عدل کے ساتھ مکمل ہو چکا ہو) بمطابق فرمان ربانی وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۞ (کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ لے جائے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔ مائدہ - ع ۲)

---

[1] اور جو عدل کا حکم دیتا ہے۔ اور صراط مستقیم پر ہے۔ (النحل - ع) [3] کیونکہ ارادۂ محکم تحفظات عدلیہ کے اختیار کیلئے مستعد کر دیتا ہے۔

[2] اور جب تم لوگوں کے درمیان حکم کرو۔ تو عدل کے ساتھ حکم کرو۔ (نساء ع) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے۔ کہ وحدہٗ مرجع فطری عزّوجل نے دولت وسطیہ کو بین الدول کائنات انسانی میں تحکیم بالعدل پہ دولتِ وسطیہ کے حالات فضل کی رفتار مستدیدہ کے ساتھ مکلف فرمایا ہے۔ چنانچہ فرمان ربانی فَإِن جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ (المائدہ - ع ۶) اور فرمان ربانی أَنِ احْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ اسی حقیقتِ مستدرجہ کی وضاحتہائے ناطقہ ہیں۔

Marfat.com

منصب نفاذ امر و تحکیم العدل پر فائز اور عدل نفس کے ساتھ متحقق مسلم عادل نفاذ امر با العدل سے دولتِ وسطیہ اور کائناتِ انسانی میں عدل کو متمکن کردیتا ہے۔

عَلٰی ھٰذَا وہ دولتِ وسطیہ میں تمکین عدل کے لئے اور اس میں ہر گونہ فرط داخلہ کو دبا دینے کے لئے عدل کے ساتھ حکم کرتا ہوا اپنے عادل ترشحات فطری کے ساتھ وَ اِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ کی تصدیق کردیتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو جب قاضیٔ یمن مقرر فرمایا۔ تو آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ مجھے بھیج رہے ہیں۔ بحالیکہ مجھے قضا کا کچھ علم یا تجربہ نہیں ہے۔ تو اس صلعم نے فرمایا۔ کہ اللہ تیرے دل کی رہنمائی کرے گا۔ اور تیری زبان کو ثبات بخشے گا۔ جب دو آدمی تیرے سامنے قضیہ لے کر آئیں تو پہلے کے حق میں اس وقت تک فیصلہ نہ کرنا جب تک کہ دوسرے کی بات کو نہ سن لے یہ نہایت سزاوار ہے۔ کیونکہ تیرے لئے حکم کی نہج کو واضح کردے گا۔ (اس طرح اس عادلِ فعال صلعم نے حالات دہر اور ان میں تداول شعوری کے نتائج یا تجربات کی ذہن علوی میں تمکین کی ضرورت کو واضح فرمایا۔ دراں حالیکہ دل کی حق و عدل کی طرف رہنمائی اور ثبات حکم نور عدل کے ساتھ حقیقت نفس کے اتحاد منورہ سے متحقق ہوتا ہے) حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد فیصلہ کرنے میں مجھے کبھی شک لاحق نہیں ہوا۔ کیونکہ اس عادل فعال صلعم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نفسِ عادل کی حقیقت کے متعلق اس کے دستورِ عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ اتحاد پر شہادت دیتے ہوئے آپ کو ہمیشہ کے لئے مطمئن فرمایا۔ جو حقیقتِ نفس علوی کے لئے رویتِ علوی کے متعلق منبع رویتِ حقائقِ نفوس (عادل فعال صلعم) کی تصدیق فاصلہ تھی۔

عَلٰی ھٰذَا مسلم عادل کے نفسِ منور کی حقیقت کے دستورِ عدل کی معنویت منورہ کے ساتھ اتحاد پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور معاذ ابن جبل کا مکالمہ شاہد با الحق ہے۔ اس عادل فعال صلعم نے معاذؓ ابن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کس چیز سے مقدمات میں فیصلہ کروگے۔ تو آپ نے عرض کی۔ کہ کتاب اللہ سے تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اگر اس میں نہ پاؤ تو پھر آپ نے جواب دیا۔ سنت نبوی صلعم سے تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اگر اس میں بھی نہ پاؤ تو آپ نے عرض کی کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تو رسول پاک صلعم نے فرمایا اس خدا کا شکر ہے جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس چیز کی توفیق عطا کی ہے۔ جو اس کے رسول کو محبوب ہے۔ یہ مکالمہ روشن دستورِ عدل (کتاب مجید) کی معنویت منورہ اور سنت مصطفوی کی حقیقت نورانیہ اور قوتِ فعالیہ مصطفویہ سے ملحق نفس منفعل کی حقیقت فعالیہ منورہ کے اتحاد روشن کی شہادت مصدقہ مصطفویہ کے ساتھ وضاحت ہے۔* یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہئے کہ سنت مصطفوی چونکہ عدلِ متشکل ہے۔ اور نزول دستور عدل کے لئے ذریعہ و واسطہ ہونے کے بعد نفوس انسانی میں تمکین عدل کے نتائج مرتبہ کا معیارِ صدق ہے۔ اس لئے اسکی روشنی میں ---

--- یہ خاکسار منصب نفاذ امر و تحکیم العدل سے متعلقہ لوازم عدلیہ کی ذیل میں مزید وضاحت کرتا ہے۔

عادل فعال اوّل المسلمین نے صحابہ سے فرمایا۔ کہ اللہ کے سایہ کی طرف قیامت کے دن کون لوگ سابقین اوّلین ہوں گے تو صحابہ نے جواب دیا۔ اللہ اور اس کا رسول واقف ہے۔ تو اس صلعم نے فرمایا کہ جب حق ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تو وہ قبول کرتے ہیں۔ اور جب حق کے بارہ میں سوال کئے جاتے ہیں۔ تو وہ اس کو خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگوں کے لئے اسی طرح حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ وہ اپنے نفوس کے لئے حکم کرتے ہیں۔

۱؎ اور اگر تو حکم کرے۔ تو ان کے درمیان عدل سے حکم کر۔ (مائدہ۔ ع ۶) ۲؎ مشکوٰۃ کتاب الامارت و القضا باب العمل فی القضا۔ ۳؎ کتاب الامارت و القضا باب العمل فی القضا (مشکوٰۃ) ۴؎ مشکوٰۃ کتاب الامارت و القضا

* (نفوس عادل جو درخشانیٔ کشف تحمل کے عزم کے ساتھ مستحکم ہوں۔ ان نفوس کاملِ فی العدل کی قائمقامی کا حق رکھتے ہیں۔ کیونکہ تمکین عدل کا عزم مستحکم تحفظاتِ عدلیہ کے اختیار کے لئے مستعد کردیتا ہے)

Marfat.com

(یعنی صاحب منصب تحکیم العدل ونفاذ امر آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ جنبیت عدلیہ (جو اس عزّوجل کے ترشحات فعالیہ میں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ اور دلیل استحقاق حکم ہے) اور جنبیت حکمیہ کی دلیل سے تمام خلائق سے قریب تر ہے۔ اور استغراق متذکرہ کی دلیل سے اس کا نفس مبارک دستورِ عدل (ترشحات فعالیہ الٰہیہ) کی شرح متشکل ہے۔ پس [redacted] اپنے نفس میں اور تمام ملت کے نفوس میں امر بالعدل کے میزان مشترک کے ساتھ متصرف ہوتا ہے۔ اور اس کی عدل کے ساتھ متحقق حقیقت نفس (عدل اور اس کی وضاحت) کو قبول کرتی ہے۔ اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفس فرد و ملت میں متصرف بالعدل ہو جاتی ہے)

عَلٰی ھٰذا رحم چونکہ ترشح عدلِ نفس ہے۔ اور شجاعت فاضلہ کی ایک اہم نوع ہے (اس کی شرح جلد اوّل میں گزر چکی ہے) اس لئے وہ اپنی فطرت راغبہ کے ساتھ افراد ملت اور بنی نوع کے درمیان امر بالعدل کو مظاہر رحیمیہ نفس کے ساتھ نافذ کرتا ہے۔ چنانچہ (بروایت[1] بخاری ومسلم) محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب سے کسی شخص کو کسی امر کے لئے بھیجتے۔ تو حکم دیتے کہ لوگوں کو بشارت دو۔ اور ان کو ڈراؤ نہیں۔ اور ان کے لئے آسانی اختیار کرو تنگی و تکلیف اختیار مت کرو۔

یعنی آمر بالعدل عزّوجل چونکہ بمطابق لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا[2] کسی نفس کو اس کی قوت برداشت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو تنصیف وزن کی دلیل سے عدلِ رحیم ہے اس لئے امارت اور اس کے نائبین یا منصب تحکیم العدل کو نفسیات انسانی کی رعایت کے ساتھ (کہ لوگ بشارت سے امر مبشرہ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور تخویف سے ان میں ایک گونہ بُعد پیدا ہو جاتا ہے۔ اور تیسّر برداشت امور کے لئے مستعد کر دیتا ہے۔ دراں حالیکہ یہ ہر دو (بشارت و یسر) خاصیہائے قوائے کے ساتھ تطابق صحیحہ کی دلیل سے بار جوانب میں تنصیف صحیحہ یا عدل ہے۔) فرائضِ نفاذِ امر اور تحکیم العدل کو عدل رحیم کے ساتھ انجام دینا چاہیئے۔ کہ وہ خاصیت نفس کے ساتھ تطابق متذکرہ کی دلیل سے اطاعت بلا اختلاف کو متحقق کرتا ہے جو فرمان نبوی وَتَطَاوَعَا وَلَا تَخْتَلِفَا[3] سے مقصود ہے۔

عَلٰی ھٰذا تجسّس عیوب چونکہ اپنے مقصود کی شہادت کے ساتھ اخوّت ملّی و نوعی کے تقاضاؤں کی ضد ہے۔ اس لئے ظلم ہے۔ اور ظلم اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے اجتماع میں فساد پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے امارت یا تحکیم العدل کو لوگوں کے عیوب مخفیہ کے متعلق تجسّس نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ اصلاح عام یعنی امر بالمعروف یا امر بالعدل کے میزان متصرفہ کے ساتھ نفس ملت میں عدل متمکن کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ عادل فعّال اوّل السبّاقین صلعم نے فرمایا کہ جب امیر لوگوں کے درمیان شکوک و شبہات تلاش کرتا ہے تو ان کو فساد زدہ کر دیتا ہے۔ علیٰ ہذا حضور صلعم نے فرمایا کہ جب تو لوگوں کی مخفیات کے متعلق تجسّس کرے گا۔ تو گویا ان کو فساد زدہ کر دیگا۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضا مطالعہ فرمائیں)

پس آمر بالعدل عزّوجل کے ترشح عدلیہ وَلَا تَجَسَّسُوْا[4] کے ساتھ امیر عادل کی فطرت نفس اتحاد عدلیہ سے نفس ملت میں میزان رحم

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب ما علی الولاۃ من التیسر۔

[2] اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ (البقرہ)

[3] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ القضا باب ما علی الولاۃ من التیسر۔

[4] اور ٹٹول میں نہ رہا کرو (تجسّس عیوب مخفیہ نہیں چاہیئے) (حجرات - ع ۲)

کے ساتھ متعرف ہوتی ہوئی ان کے عیوب کو محو کر دیتی ہے۔ اور عدل کے ساتھ انہیں متحقق کرتی ہوئی سیاست مدن میں استحکام متمکن کر دیتی ہے۔

عَلٰی ھٰذَا منصب نفاذِ امر و تحکیم العدل اپنی فطرت تحکیمیۂ نفاذہ کے تقاضا ہائے فعال کے تحت میزان العدلِ آئین کے ذریعہ افرادِ ملّت کے مابین اس حیثیت سے کہ وہ اساس ملّت میں عدل کو متمکن کرتا ہوا۔ سیاستِ مدن کو مستحکم کر دیتا ہے۔ یعنی وہ افرادِ ملّت کے حوائج کے روبرو باب تحکیم کو بلا مزاحمت استقلال کے ساتھ وا رکھتا ہے۔ چنانچہ اوّل المسلمین عادل فعال صلعم نے بروایت[1] ابوداؤد و ترمذی ان الفاظِ مبارک کے ساتھ (کہ جسے عزّوجل مسلمانوں پر سرداری عطا کرتا ہے۔ اور وہ ان کی حاجات و مقاصد کے درمیان پردہ کھڑا کر دیتا ہے۔ اللہ عزّوجل بھی اس کی حاجت و مقصد کے درمیان پردہ قائم کر دیتا ہے...... الخ) اسی حقیقت عدلیہ کی ضد کو واضح فرماتے ہوئے جو گویا امر بالعدل کے لئے تاکید مشددہ ہے۔ تمکین و استقلال فتح باب کے لئے حکم دیا ہے۔

پس تمام قوانینِ عدل کے مناصب اجراء و نفاذ چونکہ نفس دولت میں تمکین عدل کے ذرائع ہیں اور منصب تحکیم العدل تمام قوانینِ عادلہ اور ان کے نفاذ کے احتساب کیلئے چونکہ معیارِ صدق و اعتماد ہے اسلئے ان مناصبِ علیہ پر فائز نفوسِ فاضل کی حقیقت کو قانونِ عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد ہونا چاہیئے۔ تاکہ شوکتِ جلال کی رو سے ان کی نگاہ اُن کی اپنی ذات اور صدرِ دولت سے لے کر ملّتِ اسلامیہ کے عام رکن یعنی فردِ مسلم تک نفاذِ عدل کے بارہ میں کچھ تمیز نہ کرتی ہو۔ اور اُن کا حکم انصاف ملّت کے عام افراد سے لے کر ان کے اپنے نفوس اور ارکین شوریٰ اور صدرِ دولت کو بلا توقف اور نامناسب تاخیر کے بغیر عدل کے ساتھ محیط ہو جاتا ہو۔ اور ان کے بابِ انصاف میں مظلوم کو ہر گاہ داخل ہونے کا حق پہنچتا ہو۔ اور مظلوم کے راہ میں عدل حاصل کرنے کے لئے وہ کسی وقت بھی بند نہ ہوتا ہو۔ کیونکہ عدل ہی اجتماعِ ملّی اور اس میں تمکین وحدت اور اس کے استقلال اور اس میں میزان اطمینان کا موجب ہے۔

اور اسی دلیل سے نفس دولت میں نورانی قوتِ فعالیہ اور اجتہاد اور نفاذ امر و اجرائے قانون اور منصب انصاف کے ذریعہ تمکین عدل کو استقلال پائندہ حاصل ہو جانا چاہیئے اور ان لوگوں کو حسب درجاتِ جرمیہ ان مناصب علیہ سے بحق ملّت و مملکت ہٹا دینا چاہیئے یا ان کے اختیاراتِ نفاذ امر میں تخفیف کر دینی چاہیئے جو اپنے فرائضِ عدلیہ کی ادائیگی میں سہل انگار یا کوتاہ ثابت ہوں یا ان کا حکم انصاف معیار عدل پر معتمد نہ ہو یا ان کے منصب انصاف تک پہنچنے میں ان کی نفسانی رکاوٹیں حائل ہو جاتی ہوں۔

نفاذِ حکم کے وقت ادراک و تحریک میں اعتدالِ نفس کو موثرات ماحولیہ سے فارغ ہونا چاہیئے تاکہ فکر و ارادہ اور قول و فعل بحیثیت قوائے معتدلہ استقلال عدل کے ساتھ فیصلہ کے عمل کو انجام دیں۔ کہ وہی صحت فیصلہ کا ضامن ہو سکتا ہے۔ چنانچہ (بروایت بخاری[2] و مسلم) عادل فعال صلعم نے فرمایا کہ فیصل دو آدمیوں کے درمیان اس وقت ہرگز حکم نافذ نہ کرے۔ جبکہ وہ غضب ناک ہو۔

عَلٰی ہٰذا بروایت ابوداؤد و[3] ابن ماجہ آں صلعم نے فرمایا کہ وہ شخص جو حق کو جانتے ہوئے ظالمانہ فیصلہ کرتا ہے۔

---

[1] کتاب الامارۃ والقضا باب العمل فی القضا (مشکوٰۃ)

[2] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب العمل فی القضاء

[3] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب العمل فی القضاء

Marfat.com

یا جہل کے ساتھ فیصلہ کر دیتا ہے۔ یعنی فیصلہ سے پہلے حقیقتِ امر تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتا وہ دوزخ میں ہے (کیونکہ یہ ہر دو رجحانات کثیف یا (ضعف جہد کی دلیل ہے) حبِ نفس کے مؤثرات مفسدہ کا نتیجہ ہیں) اس لئے استعدادِ احتساب ولاۃ کا معیارِ احتساب حبِ نفس سے (جس کی ظاہری علامات جاہ اور اقتدار کی خواہشات ہیں) پاکیزگی و تطہیر ہے۔ (اور وہ مستلزم کشف و تحمل ہے) اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِى الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ (قصص - ع ۹)

یہ دار آخرۃ ہم نے ان لوگوں کے لئے کیا ہے جو زمین میں علو اور فساد نہیں چاہتے (کیونکہ علو فی الارض کی تمنا ان تمام لذائذِ عنصری کی طرف رجحان نفس کی آئینہ داری کرتی ہے۔ جو اجتماع اسبابِ عنصری کے تصورات کے ساتھ مظہر فرطِ نفس ہے۔ اور اسی دلیل سے سیاستِ مدن اور ارکانِ سیاست مدن یعنی افرادِ ملت کی مال و جان و آبرو کے لئے وہ خطرہ ہے) پس عادل فعال اول المسلمین صلعم نے فرمایا۔

اِنَّا وَاللّٰہِ لا نولی علٰی ھٰذَا العمل احدًا[1] سَالَہٗ وَلا اَحَدًا حرص علیہ وفی روایۃ لا نستعمل علی عملنا من ارادہ ؕ (متفق علیہ)

بالتحقیق واللہ ہم اس شخص کو اس عمل پر (سیاستِ مدن میں) ہرگز والی نہیں کریں گے۔ جو اس کے لئے سوال کرے اور نہ اس کو جو اس کی حرص رکھتا ہو اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اپنے عمل پر اس کسی کو عامل مقرر نہیں کریں گے۔ جو اس کا ارادہ رکھتا ہو

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ فردیتِ استخلاف فی الارض مستخلف عزّوجل کے منشور احتسابیہ کی تعمیل میں سطحِ ارض پر غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ گویا اس کا جہاد بالعلم اور کائنات انسانی کے حضور میں ابلاغِ عدل اور جہدِ تاسیس و توسیع و تشدید ملّی اس کی للّٰہیتِ نفس کا ترشح فعّال ہے۔ اور وہ قوتِ فعالیۂ مصطفویہ متواترہ کے ذریعہ نفوسِ ملت میں اپنے صاحب کشف و تحمل نائبین کی معیّت میں تلاوتِ آیات کتاب اور تزکیہ سے متصرف ہوتی ہوئی۔ ان میں عدل متمکن کر دیتی ہے۔ جو استعدادِ ولاۃ کا معیار احتساب ہے۔ پس معاذ ابن جبل کے ساتھ مکالمہ مصطفوی صلعم کی روشنی میں (جو قرآن و سنت کے اس علم کو منصب نفاذ امر و تحکیم العدل کے لئے لازم قرار دیتا ہے۔ جو اس دلیل سے کہ ہر امر اپنی حقیقت کیساتھ تحقق پاتا ہے۔ نفس ناطقہ میں آیات کتاب اور ان کی نورانی معنویت اور سنت مصطفوی اور اس کی نورانی حقیقت کے اتحاد و اجتماع کو مستلزم ہے) امیر فرد پر اور ہر عہد میں سیاستِ مدن اسلامیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ افراد ملت کو شعبۂ تعلیم اور اہتمام کتابت و انشاء وغیرہ اور اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت جس کی نفس دولت میں استقلال کے ساتھ ترویج اس عادل فعال صلعم کی پیروی میں اس پر بالعدل عائد ہوتی ہے۔ منصب تحکیم العدل یا ولایت سیاست مدن کے لئے ولاۃ و حکام کو از روئے استعداد مستحق قرار دیتی ہوئی خود اپنے انتخاب کے ساتھ فرائض سیاست سپرد کر دے۔

اور ان کے ضروریاتِ حیاتِ عنصری کے لئے بیت المال ملّی سے بمطابق فرمان ربانی اعتدال نفق کے ساتھ مشاہرہ

---

[1] اسی عنوان کے شروع میں مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

یا تنخواہ مقرر کرے۔

اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَكَانَ بَیْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا۔ (فرقان۔ ع ۶)

جب وہ خرچ کرتے ہیں۔ تو اسراف نہیں کرتے اور نہ کنجوسی سے کام لیتے ہیں۔ بلکہ اس کے درمیان اعتدال ان کا راہ ہے۔

ہر فرمان ربانی اور فرمان مصطفوی سے مقصودِ خطاب ہر مسلم فرد اور ملت اسلامیہ کا نظامِ اجتماعی ہے۔ اس لئے دولتِ وسطیہ کو ارکین مدن کے اخراجات کے متعلق مقتضیات دہر کے مطابق نفق کا ایسا معیار مقرر کرنا چاہیئے۔ جو نہ ان کی ضروریات سے زیادہ ہو کہ وہ کثیف مؤثرات ماحولیہ کے اثر سے حرصیات وکثافیاتِ نفس کی طرف جھک جائیں۔ اور نہ حدِ کفاف سے کم ہو۔ کہ وہ ایفائے حوائج میں دقت اور تنگی محسوس کریں۔ اور اس دلیل سے کہ ضرورت ایفا چاہتی ہے۔ اور کثافت نفس کے ساتھ کثافت ماحول کا اتحاد جنسی ضرورت کے تقاضاؤں کی ایفا کے جاذبہ کو قوی کر دیتا ہے۔ وہ ایسی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہوں۔ جو جادۂ تحکیم العدل کی جانب مخالف ہے۔

گویا عامل یا والی اور اس کے عملۂ تحت یعنی کتّاب ومحرّرین سب کے مشاہرے ان کے حوائجِ ماحولیہ کی مطابقت کے ساتھ استقصائے جزئیات کرتے ہوئے مقرر کرنے چاہئیں اور یہ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ ان کی ذات اور ان کے ازواج کی ہر گونہ حوائج اور استقصائے تعدد کے ساتھ ان کے عیال کے متعلقاتِ تعلیم وتربیت اور استقلالِ صحت اور نکاح اور حیات وممات وغیرہ وغیرہ کے نفقات کا اور تمام افراد مدن کے متعلقات مذکورہ کا تشخیص نفوس کے ساتھ ایک معیار عدلیہ معین ہو۔ کیونکہ۔ وہ سب معاشرہ میں یکساں طور پر شریک ہیں۔ اور افراد مدن میں یا ابنائے دولت میں شرکتِ معاشری سیاستِ مدن کی جانب سے ازروئے عدل نفق کے ایک معیار معین کا تقاضا کرتی ہے۔

علیٰ ھٰذا تمام ہنگامی تکالیف کے تقاضاؤں کی ایفا (منجملہ علاج امراض) ابوت اعلیٰ کی شفقت متوجہ پر عائد ہوتی ہے۔ ورنہ نظام مدن فرائض ابوت کو ادا نہ کرتے ہوئے اساس مدن کو ضعیف کر دے گا۔ کیونکہ فرد اساس ملت اور فرزند دولت ہے۔ اور افراد میں ادراکی وتحریکی ضعف دولت وسطیہ میں ضعف پیدا کر دیتا ہے۔ یعنی محورِ ابوت کے گرد ابنائے سلطنت کے تدادر صحیحہ کو خلل پذیر کر دیتا ہے۔ چنانچہ عادل فعال صلعم نے فرمایا۔

مَنْ كَانَ لَنَا عَامِلًا فَلْیَكْتَسِبْ زَوْجَةً فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَهٗ خَادِمٌ فَلْیَكْتَسِبْ خَادِمًا وَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَهٗ مَسْكَنٌ فَلْیَكْتَسِبْ مَسْكَنًا وَفِی رِوَایَةٍ مَنِ اتَّخَذَ غَیْرَ ذٰلِكَ فَهُوَ غَالٌّ ۝

جو ہمارا عامل ہو وہ ایک زوجہ حاصل کرے اور اگر اس کے پاس خادم نہ ہو تو وہ خادم حاصل کرے اور اگر اس کے پاس مکان نہ ہو۔ تو وہ مکان حاصل کرے اور دیگر روایت میں ہے۔ کہ جو اس کے علاوہ لیتا ہے وہ خائن ہے۔

(مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب رزق الولاۃ بحوالہ ابوداؤد)

یعنی ملت کا نظامِ اجتماعی اس پر مکلّف ہے۔ کہ بہ شرط حاجت ارکین مدن کے لئے بحق خدمت مدن نکاح مکان اور خادم مہیا کرے۔ اور اسی دلیل سے وہ ان کے مصارف کا ذمہ وار ہے اور دلیل کفالت سے سب حوائج کے متعلق معیار نفق کا مقرر کرنا اس پر عائد ہوتا ہے۔

نیز حاجت کے ساتھ اس لئے مشروط فرمایا گیا ہے کہ سیاستِ مدن کے تمام افراد خواہ وہ صاحب اراضی ہیں۔ یا

صاحب تجارت ہیں یا ارکان سیاست ہیں۔ ان کی ہر گونہ خدمتہائے مدینہ حوائج متذکرہ کی ایفا کے ذرائع ہیں اور رکنیت دولت کی حیثیت سے تحقق پاتی ہیں۔ اس لئے شرطِ حاجت تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور ان کی رکنیت مدن کی حیثیت پر اراضی کی حیثیت عشریہ اور مال تجارت پر تعین زکوٰۃ وغیرہ شواہد بیّن ہیں۔ جو نفس انسانی کی استعداد تدریجیہ کی مطابقت کے ساتھ اللہ عزّوجل اور اس کے رسول یا فردیت امارت یا دولتِ وسطیہ کے لئے ایثار کا مرحلۂ اوّل ہے۔ اور چونکہ ادراک و تحریک میں تمکین عدل کے ساتھ مرجع فطری عزّوجل کے لئے ایثار کی فطری حیثیت کا تحقق تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ جو نفس دولت میں عدل معاشری کو نفس دولت کی متحقق فی العدل فطرت قرار دیتی ہے۔ پس اس کے بعد مومن کا مال و جان اس کے فطری جذبات ایثار (جو فردیت امارت کے تصرف فعال کے ذریعہ نفوسِ افرادِ ملت میں تحقق پاتے ہیں) اور دلائل حوائج ملّیہ کے ساتھ اللہ عزّوجل اور اس کے رسول یعنی فردیّت امارت کا حق قرار پاتا ہے۔ کیونکہ وہ بحیثیت ایوتِ انفس نفق اموال و نفوس کی محور ہے۔ گویا مومنین کے اموال بیت المال ملّی کی جزئیات ہیں۔ مرجع فطری اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (توبہ ۴) — اللہ نے مومنین کے جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں۔

اللہ اور رسول اور فردیّت امارت کے لئے ایثار مال و جان بالعدل ایک حقیقت متحدہ ہے۔ جس پر آیۂ۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ[1] شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ اللہ اور اُس کے رسول اور فردیّت امارت کے لئے مال و جان کا ایثار بالعدل ہی جو اطاعت کی حقیقت ہے۔ افرادِ ملت سے ہر گونہ ضعفت کو نفوس افراد اور نفس معاشرہ میں تمکین عدل کے ساتھ خارج کر دیتا ہے۔ اور نفس فرد و جماعت میں عدل کو فطرت قرار دیتا ہوا دولت وسطیہ کے استحکام کا موجب ہو سکتا ہے۔

جو اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس اور وحدت منزلِ اوّل اور وحدت مرجع نسلی کی دلیل سے تقاضائے نفس فرد و جماعت کی ایفا ہے اور اسی کے ذریعہ موانع ظلمیہ کا جادۂ اجتماع و استحکام اجتماع عدل سے اندفاع ممکن ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی کے ساتھ تو دو اخوتِ نوعی کی ایفائے فعال ہے۔ (درآں حالیکہ نفق اموال اقتصاد کے معیار عدلیہ پر لوم و حسر کے ساتھ موثر نہ ہو۔ جو عدلِ نفق ہے)

الحاصل متذکرہ فرمان مصطفوی کی پیروی میں دولتِ وسطیہ پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ جملہ ابنائے دولت کے ایثار فطری کی معیت میں اس مشاہرہ کے علاوہ جو شبانہ روز حوائج کا کفیل ہو۔ متذکرہ بنیادی ضروریات (زوجہ۔ مکان۔ خادم) کی وضاحت شرائط بالا کی رعایت کرتے ہوئے مشاہرہ سے الگ حیثیت کے ساتھ ایفا کرے۔ اور رزق یا مشاہرہ سے ان تمام حوائج کی ایفا متحقق ہونی چاہیئے۔ جو ایک فرزند دولت یا نظام سلطنت کے رکن اور اس کے اہل و عیال کے غذا اور لباس اور اہتمام استقلال صحت۔ اور تعلیم و تربیت وغیرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔

نکاح فطری فرض کی ایفا ہے۔ اور مکان حیات عنصری کا ایک بدیہی لازمہ ہے۔ اور وسعتِ فرائض کی دلیل سے حوائج ذاتی کے لئے مددگار کا ہونا ایفائے تقاضائے سیاست کے لئے وقت کو فارغ کر دیتا ہے۔ (گویا خادم بھی رکن نظام مدن ہے) اسلئے تمام اخراجات کا معیار[2] تمام افراد ملک کے لئے سیاست مدن کی جانب سے انفرادی و مدنی ضروریات کی تدریجی وسعت کی رعایت کے ساتھ ایسا مقرر کر دینا چاہیئے۔ جو ترجیحی رجحانات کا خاتمہ کرتے ہوئے ضروریات کی ایفا کے لئے کفیل ہو۔ کیونکہ تمام افراد ملت و عمّال۔ خدام

---

[1] اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ اور جو تم میں سے اولی الامر ہو۔ (النساء ع ۸) [2] امیر فرد سے لے کر خدام تک

صنّاع۔ تجّار ارکان دولت ہیں) اور تمام ملک کا معاشرہ واحد ہے۔ اور دولتِ وسطیہ کے فردیتِ تصرف کے ذریعہ حقیقت اخوتِ اسلامیہ ونوعیہ کا سیران مشترک فردیت معیار نفق یا عدل نفق کے لئے دلیل ناطق ہے۔ پس معیار نفق کی تحدید معین احساساتِ عدلیہ کے ساتھ نظام مدن میں تمکین اور سکون کا موجب ہوسکتی ہے۔ کیونکہ فرد اساس مدن ہے۔ اور نفسِ انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جملہ ولاۃ اور حکّام وعمال اور ارکان مدن کے لئے ہر مقام پر جہاں وہ مقرر کرکے بھیجے جائیں تاقیام متذکرہ فرمانِ مصطفوی کی روشنی میں مکان کا مہیا کرنا تقاضائے عدل کی ابتغا ہے۔ اور ان کے لئے ایک ایسے مکان کا حق استقلال رکھتا ہے۔ جوان کی ضروریات کے لئے کفایت کرسکتا ہو۔ اگرچہ وہ اپنے قویٰ کو نظام مدن کی خدمت کے لئے خرچ کرنے کے بعد ضعف جسمانی کی وجہ سے خدمتِ مدن میں مصروف نہ رہ سکیں۔ نیز وہ اس کے ساتھ ادقات حاضرہ یا روند کی قلت و وسعتِ کوائف نفقیہ کے مطابق استقلال عوض خدمت کے لئے اس دلیل سے باالاستقلال مستحق قرار پاتے ہیں۔ کہ انہوں نے اپنی قوت ہائے ادراک تحریک کو سیاست مدن کیلئے خرچ کیا ہے۔ اور خدمت مدن نفس رکینیت اور نفعی مدن میں استقلال تاثرات کی دلیل سے جزائے مستقلہ سے ہی بارجانب بہ تنصیف صحیحہ پاسکتی ہے جو عدل ہے۔ علیٰ ہذا اگر انشا نے خدمت میں ان کی موت واقع ہو جاتی ہے تو ایثار کامل اور اس دلیل سے ان کی اولاد اوران کے متعلقین مکفولہ کی جملہ حوائج حیات کی ایفا اور تعلیم وتربیت کے لئے سیاست مدن از روئے عدل ذمہ دار قرار پاتی ہے۔ کہ ان کی خدمت کی جزائے مستقلہ کے ساتھ وہ باالاستقلال تعلق رکھتے ہیں۔ عہد مصطفوی میں بحق خدمتِ مدن تقسیم اراضی[۱] جو استقلال عوض خدمت ہے۔ اسی حقیقت عدلیہ پر شاہد ہے۔

پس جب سیاست مدن ارکان مدن کی جملہ ضروریات کی از روئے عدل کفالت کرتی ہے۔ اور وہ معاہدۂ اجرت استوار کر لیتے ہیں۔ تو اس کے بعد بمطابق فرمان مصطفوی من استعمل علی عمل فرزقناہ رزقاً فما اخذ بعد ذالک فھو غلول[۲] اگر وہ بیت المال ملّی یا افراد ملّت (اراکین سیاستِ مدن یا جوان کے تحت مدن کی خدمت انجام دیتے ہیں یا دیگر اراکین دولت یعنی تجار۔ صناع۔ زراع۔ مزدور جوان کے ساتھ متعلق قرار پاتے ہیں) سے کچھ مزید حاصل کریں۔ وہ کھانا[۳] ہو یا کچھ اور حوائج حیات سے متعلقہ اسباب ہوں تو وہ اس دلیل سے خیانتِ فرطیہ ہے کہ عمل اور اجرت کے معیار مسلمۂ باہمیہ سے تجاوز باالغلول ہے۔ اور وہ اس معیار عدلیہ پر ظلم کے ساتھ موثر ہوتا ہے۔ جو تمام افراد دولت کے لئے باالعدل مقرر کر دیا گیا ہے۔ پس یہ خیانت اور فرط عمل انہیں مستحق عقوبت قرار دیتی ہے۔ تاآنکہ ان کی اصلاح ہو۔ اور وہ توبہ کریں۔ نیز یہ حقیقت ہرگاہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ان تمام اندیشہ ہائے خیانت فرطیہ سے تحفظ نفوس ملّت میں تمکین عدل (کشف تحمّل

---

[۱] ضابطۂ اقتصاد مطالعہ فرمادیں۔

[۲] جس کو ہم نے اپنے عمل پر عامل مقرر کر دیا اور اس کو تنخواہ دی۔ پس اگر اس کے بعد کسی اور ذریعہ سے وہ کچھ حاصل کرتا ہے۔ تو وہ خیانت ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ القضا باب رزق الولاۃ)

[۳] جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سال حجۃ الوداع میں اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے کچھ خرچ نہ کرے مگر اپنے خاوند کی اجازت سے۔ تو آپ سے عرض کی گئی۔ کہ کھانا بھی نہ خرچ کرے تو آں صلعم نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے افضل اموال سے ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی کتاب الزکاۃ)

Marfat.com

سے متحقق ہوتا ہے۔ جو بنیادی طور پر استعداد وُلاۃ کی معیاری حیثیت ہے۔

علیٰ ہذا منصب نفاذ امر یا تحکیم العدل پر جس شخص کو فائز کیا جاتا ہے جیسے اس کے قویٰ ادراک و تحریک میں تمکین اعتدال (کشف و تحمل) اور اس کا استقلال بطور فطرت ضروری ہے جو منصب اور فطرت کا اتحاد عدلیہ ہے۔ اور جوانب میزانیہ میں تنصیف بار کا تحقق ہے۔ ایسے ہی اس کے ادراک و تحریک کا مقدمات علوی و سفلی میں اس کے تداولہائے شوری و عملی سے استقلال کے ساتھ تحقق میزانِ العدل استعداد کے جوانب میں تحقق کشف و تحمل اور تحقق سرعت فکری یعنی تنصیف بار کی دلیل سے عدل ہے اور لازمۂ معیار احتساب استعداد ولاۃ و حکام ہے۔

چنانچہ عادل فعال محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں اور لڑکوں کی امارت اعلیٰ کے متعلق اندیشۂ شدیدہ کا اظہار فرمایا ہے۔ جو اس حقیقت پر دلیل ناطق ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضاء مطالعہ فرمائیں)

الحاصل فردیت امارت یا الوہیت النفس پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ قوتِ فعالیہ کے ذریعہ ملتِ اسلامیہ میں تصرف عدل اور اجرائے ہیبت شمشیر سے رجحانات مفرطہ کو معطل کرتی ہوئی دولتِ وسطیہ میں عدل کو اپنے حقائق کے ساتھ متمکن کر دے۔ اور اسی دلیل سے نفس امارت ہی قوت فعالیہ کا وجود جو کشف و تحمل سے تحقق پاتا ہے۔ لازمۂ فردیت امارت ہے۔ اور حرص نفس سے اس کی پاکیزگی اور قول و فعل میں مظاہر عدلیہ اس کے عدل نفس پر شواہد کی حیثیت رکھتے ہیں۔ پس اپنے تصرف فعال اور ہیبت قاہرہ کے ذرائع متوسلہ نائبین امارت (کہ ان کی حیثیت توسلیہ جزی کشف و تحمل ہوتی ہوئی مستلزم کشف و تحمل ہے) کی استعداد کو احتساب کے معیار عدلیہ پر متذکرہ شواہد عدلیہ کی شہادت کے ساتھ معتمد قرار دیتی ہوئی نظام دواں کو عدل کے ساتھ مستحکم کر دینا چاہیئے۔ جو اس عدل پر استوار فطرت نفس اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفس ملت و مدن کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

شوریٰ اور آئینِ انتخاب

نیز چونکہ مقدمات علوی و سفلی اور ان میں تداول شوری سے اخذ نتائج نفس ناطقہ کی خصوصیتوں میں موجب استقلال ہے اور وضاحت حالات کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے کشف و تحمل کے ساتھ معیار احتساب استعداد ولاۃ میں اسے دخل حاصل ہے۔ پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی فردیت امارت یا نائبین امارت کا بمطابق فرمان واحد مرجع فطری عزّوجل اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ جائز و واحد دولتِ وسطیہ میں نفاذِ امر شوریٰ کو لازم قرار دیتا ہے۔ کیونکہ مشورہ افکار متعددہ کے تداولہائے شوریہ کے اجتماع کو متحقق کرتا ہے۔ اور اسی دلیل سے امور مہمات کے کثیر پہلوؤں کی وضاحت کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی لئے یہ حقیقت واقعہ نفس دولت میں دارالشوریٰ کے وجود کو مستلزم ہے۔ مگر یہ امر ہر گاہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صحت مشورہ یا ترشحات نفس میں صحت مقدمات حالات میں استقلال تداول شوری و تحریکی کے ساتھ عدل نفس کو ضروری قرار دیتی ہے۔ جو استقلال کشف و تحمل سے تحقق پاتا ہے۔ چنانچہ احکم الحاکمین آمر بالعدل عزّوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۔ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا

ل اور جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور جب غصہ میں آتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں۔ اور وہ اپنے پروردگار کے حضور میں قبولیت کے ساتھ حاضر ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں۔ اور ان کا کام ان کے مشورہ باہمی سے طے ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے۔ اس سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جب انہیں بغی یا عدوان پہنچتا ہے تو وہ انصاف یا انتقام حاصل کرتے ہیں۔ (شوریٰ - ع ۴)

Marfat.com

الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ (مدارِ حیات فطرت راغبہ کے ساتھ گناہ اور فواحش سے اجتناب اور کظم غیظ اور پروردگار عزّوجل کے احکام کا قبول (جو اس میں استغراق نفس ہے) اور نفس ملّت میں تمکین شوریٰ اور نفق بالعدل اور عدل دفاع یہ تمام نفس انسانی کے عدل کے ساتھ متحقق ہونے سے اور عدل میں استقلال تداول شوریٰ وتحریکی سے ہی فطرتِ نفس قرار پا سکتا ہے۔ اس لئے دار الشوریٰ کے اراکین کی رکنیت کا معیار احتساب بھی استقلال کشف وتحمل اور استقلالِ شعورِ نفس ہے۔ کیونکہ فردیت امارت کے نفاذ امر میں عدل کے رائتہ حاضر حالات کو اساسی حیثیت حاصل ہے۔ اور اسی لئے اراکین شوریٰ کے لئے کشف وتحمل کے ساتھ سیاستِ مدن کی جملہ جزئیات اور نفوسِ افراد کی کیفیات جزئیہ اور جملہ جزئی معاشری حالات افراد ومنازل و تمدن سے بطور تداول شوریہ وتحریکیہ واقف ہونا ضروری ہے۔ اور اسی دلیل سے صاحب کشف وتحمل نائبین امارت کا مشورہ صحت وصداقت سے قریب تر ہوتا ہے۔ کیونکہ مقدماتِ حالات کی ترتیب سے ان کا شعور نتائج مرتب کرتا ہوا فطرت متحقق فی العدل کے ساتھ نفاذ امر کا مقدس فرض انجام دیتا ہے۔ اور اس کے بعد ان تمام اراکین شوریٰ کا مشورہ صحت وصداقت کو متحقق کرتا ہے۔ جو عدل نفس کے تاثرات راغبہ کے ساتھ نفوس افراد وتمدن اور جملہ حالات روندہ داخلہ وخارجہ میں تداولِ شوریٰ سے وضاحت حالات کا فرض انجام دیتے ہیں۔ اور جمہور ملّت کی رائے عادلہ انہیں منتخب کرتی ہے۔

نیز جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ کشف وتحمّلِ نفس امارت اسلامیہ کی قوت فعالیہ ہے۔ جس کے ذریعہ وہ نفس ملّت میں عدل کے ساتھ متصرف ہو جاتی ہے۔ اور یہی معیار احتساب استعداد ولاۃ وعمّال ہے۔ کہ وہ نفس ملّت میں امارت کی قوت فعالیہ کے تصرفِ قاہرہ کے لئے ذریعہ اور واسطہ ہیں اور یہی صحت مشورہ کا معیار اعتماد ہے۔ تو ہر گاہ یہ حقیقتِ عدلیہ زیر نگاہ رہنی چاہیئے کہ الفاظ معانی کے ساتھ یعنی ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور معانی مستلزم الفاظ ہیں اور حقیقت مستلزم مجاز ہے۔ اور مسمیٰ مستلزم اسم ہے۔ پس کشف فکر اور تحمل کشف مستلزم علم کشف وتحمل ہے۔ جس کی نفس انسانی میں تمکین کامل میزان العدل کی جانب اولیٰ ہے۔ دراں حالیکہ جانب آخری اس میں درخشانی نور کشف وتحمل ہے۔

اس لئے عدل یا اسلام کی جملہ جزئیات کے علم الفاظ سے وقوف کامل اور اس کی نورانی معنویت کا تحقق شرط فردیت امارت اور شرط نیابت امارت ورکنیت شوریٰ ہے۔ پس مجتہدین اور نافذ الامر اراکین سلطنت اور اراکین شوریٰ کے نفوس کو بلا تفریق احدے علم عدل اور اس کی حقیقت منورہ کے ساتھ متحقق ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ (اے مومنین تمہارے نفوس کی تکمیل وحفظ تم پر عائد ہوتی ہے۔ جب تم ہدایت کے ساتھ متحقق ہو جاؤ گے تو کوئی گمراہ تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکتا) اس فرمان ربانی میں مومنین کو نفوس کی تکمیل منورہ اور اس کے استقلال پر مکلف فرمایا گیا ہے۔ جو بمطابق فرمان ربانی لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ استعداد واستحقاق امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ کیونکہ نفس انسانی کشف وتحمل سے جب متحقق ہو جاتا ہے۔ تو قوتِ شہودیہ کے تحقق کی دلیل سے (جو معروف کی حقیقت ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حقیقتِ صدقیہ کو متحقق کرتی ہے) اس کی استقامت متزلزل نہیں ہو سکتی۔ جو قوت نفاذ امر بالعدل ہے۔

کو کسے کہ پیش شہ بندد کمر
تا کسے کہ ہست بیروں سوئے در

ملہ (المائدۃ) ع۱۴

فرق بسیار است ناید در حساب   آں ذاھلِ کثف و آں زاھلِ حجاب

پس ہرگونہ کثیف ارضی رحجاناتِ حرصیہ کو نفسِ انتخاب سے خارج کرتے ہوئے کسی ایسے فرد کو ہرگز فردیتِ امارت یا ابوّت الانس اور رکنیتِ شوریٰ کے لئے منتخب نہیں کرنا چاہیئے جو علم کشف و تحمل اور اس کے حقائق عدلیہ سے شناسائی اور استقلال نفس کے ساتھ متحقق نہ ہو۔ دراں حالیکہ ان کے انتخاب کا حق امتِ وسطیٰ یا جمہورِ ملّت کی رائے عادلہ کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ جیسے کہ اسی عنوان کے تحت آئندہ صفحات میں وضاحت کی گئی ہے۔

نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ہر علاقہ اور ہر شہر میں نائب السلطنت یا نائب امارت اور اس کے عملہ کے اراکین اور اراکین شوریٰ صدرِ اعلیٰ یا ابوالانس یا جمہورِ ملّت کی جانب سے اُن تمام فرائض کو نیابتِ ابوّت کی دلیل سے ادا کرنے کے لئے مکلّف قرار پاتے ہیں۔ جو فطرتِ نوعِ انسانی صدر کے باپ ہونے کی حیثیت عظمیٰ پر عائد کرتی ہے۔ اس لئے نائبانِ سلطنت اور انکے عملہ کے اراکین اور تمام نمائندگانِ جمہور (اراکین شوریٰ) کے دروازے صاحب حاجات فرزندانِ ملّت کے روبرو ہر گاہ کھلے رہنا چاہیں۔ اور انہیں فرزندانِ سلطنت کے درمیان رہنا چاہیئے۔ اور انہیں کسی قسم کی امتیازی حیثیت پیدا کرنے اور قائم رکھنے کا اس ابوّت کی شفقت کی رو سے ہرگز حق نہیں پہنچتا جسے صدر سلطنت یا ابوالانس یا ملّت کی جانب سے تمام فرزندانِ ملّت کے درمیان عمومیت کے ساتھ موجزن ہوجانا چاہیئے ورنہ نفس ملّت کی فطرت انہیں ان مناصب سے یا جمہور عوام کی نمائندگی کے ذمہ داری سے ہٹا دینے کے لئے فیصلہ صادر کرتی ہے۔

سیرتِ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل میں (عنوان انجام حقائق نفس اور نفس جماعت میں درجات تدریجیہ کی دلیل سے کیفیت نیم شعوری کا تحقق اور فردیت رسالت اور فردیت استخلاف کی طرف اس کا احتیاج کے تحت) یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کیفیت نیم شعوری کو حق انتخاب نہیں ہے۔ بلکہ اسے جادۂ انتخاب میں شناسائے کشف و تحمل افراد کا تتبع لازم ہے (دراں حالیکہ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے انحطاط فرطیہ (شرک و کفر) سے قبول عدل (اسلام) کی صلاحیت تک درجات تدریجیہ اور قبول عدل سے تکمیل عدل تک تدریجی مدارج ارتقائیہ اور نفوس انسانی کی شعوری کیفیتوں میں تفاوت نفس مدن میں کیفیت نیم شعوری کو متحقق کرتی ہے۔ یعنی نفس مدن میں اقوام صاعزاور ملّت اسلامیہ کے افراد کے کوائف مستدرجہ فی العدل کا وجود کیفیت نیم شعوری کا تحقق ہے)

پس دولت وسطیہ کی محور فردیت امارت کو اہتمام تصرفِ عدلیہ اور اپنے نائبین فعال کی معیت میں ملّت عدل کے لئے انتخاب امیر اور رکنیت شوریٰ کے لئے اپنی قوت فعالیہ کے ساتھ افراد مدن کے اصولیہ و جزئیہ کوائف عدلیۂ نفوس اور کیفیت ندا و لبہائے شعوریہ کی تشخیص کرتے ہوئے ان کے معیار عدل پر رسوخ مستمرہ کے ساتھ انہیں رائے دہندگی کا حق عطا کرنا چاہیئے۔ تاکہ ان کی صحتِ فکر اور صحت عمل جو ان کو عطائے حق انتخاب کی دلیل سے استقامت تہذیب نفوس اور استقلالِ عدل منزل اور استقلالِ عدل سیاستِ مدن کی بنیاد ہے۔ صحت انتخاب امارت اور صحت انتخاب رکنیت شوریٰ سے نظام اجتماعی میں استقلالِ پائندہ کی موجب ہو۔

گویا ملّت عدل کے لئے انتخاب امیر اور انتخاب رکنیت شوریٰ کے لئے رائے دہندگی کا حق صرف اس فرد مسلم یا مسلمہ کو پہنچتا ہے جس کے مبداء عمل میں اسلام (اطاعت) یا سلوک عدل کا عزم متحقق ہو جو اطاعت الٰہی و نبوی اور اطاعت اولی الامر سے (جو قوت فعالۂ مصطفویہ متوازہ کے ساتھ الحاق انفعالی ہے) تحقق پاتا ہے۔ اور قوت تحریک پر ضبط شعوری کے ساتھ اس کے اعمال کو ابتلائے فرطیات سے محفوظ قرار دیتا ہے جو قبول اسلام یا اختیار عدل کے افتتاح کا مظہر ہے

لہ عنوان متعلقہ میں اس کی وضاحت مطالعہ فرمائیں۔

یہی شناسائی کشف و تحمل ہے۔ جو نفس انسانی میں تحققِ حقیقت عدل (کشف و تحمل) کا درجۂ ابتدائی ہے۔ یا افتتاح تکمیل عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے اس شناسائے کشف و تحمل نفس کو مایہ دار کشف و تحمل کے نام سے معنون کیا جا سکتا ہے جو وضاحت متذکرہ کے تحت اِس کے لئے تمکین حق انتخاب یا حق رائے دہندگی ہے یا صاحب دانش نفوس کامل فی العدل کے بعد ندا و لہائے شعوریہ میں پختہ کار شناسائے کشف و تحمل افراد ملت کے لئے ثانیاً اُن نفوس کامل کے قائمقام کی حیثیت سے حق نمائندگی و تحکیم العدل کا تحقق ہے (دراں حالیکہ تکمیل کشف و تحمل ہی نفس انسانی سے فرط و فساد کو خارج کرتی ہوئی عدل کو فطرت نفس قرار دے سکتی ہے۔ جو کیفیت راغبہ کے ساتھ امر بالعدل کا فرض فعال انجام دیتی ہے۔ اور اس کی اس افتتاح متذکرہ کے مسلک کو ترتیب نتائج عدلیہ میں اس کے ساتھ تحقق اتحاد کی دلیل سے قائمقام کشف و تحمل (تکمیل عدل) سے معنون کرنا چاہیئے۔ دراں حالیکہ فردِ مسلم اس تکمیل متذکرہ پر مکلّف بالعدل ہے۔ کیونکہ ہر امر اپنی حقیقتِ تکمیلیہ کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ جو بار جوانب میں تنصیف صحیح ہے)

نیز اس مرحلہ پر یہ حقیقت زیر نگاہ رہنی چاہیئے کہ ہم عہد اقوام صاغر کو دلیل اخوت عہدیہ و نوعیہ سے جو ان کے اقتصاد و معاشرہ وغیرہ سے متعلقہ حوائج کے احتساب و ایفا بالعدل کو ان کی جہد التسابیہ کے محور دولت وسطیہ کے گرد تداد صحیح کے ساتھ دولت علیہ پر عائد قرار دیتی ہے۔ ملت وسط اور اس کے محور کے اس اجتہاد عادل کے تحت جو ان کے ترشحات فرطیہ سے عدل نظام ملی کو محفوظ قرار دیتا ہے۔ شریک مشورہ کرنا چاہیئے۔ یہود مدینہ کے ساتھ معاہدۂ مصطفوی کی شقیں منجملہ یہ کہ یہود یا مسلمانوں کو کسی سے لڑائی پیش آئے گی۔ تو ایک فریق دوسرے کی مدد کرے گا وغیرہ وغیرہ اسی حقیقت عدلیہ پر جو اخوت عہدیہ نوعیہ کی الیف ہے۔ ناطق بالحق ہے۔ نیز عبداللہ ابن ابی سلول کو غزوۂ احد میں عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کا شریک مشورہ فرمانا اسی حقیقت عدلیہ کی تائید روشن ہے اور شواہد عہد مصطفوی کے ساتھ اس حقیقت کی مظہر بیّن ہے۔ کہ نفس و ہر ادء نفوس اقوام کی تشخیص کے ساتھ اجتہاد عدلیہ ان کی کیفیت شرکت مشورہ کو متعین کر سکتا ہے۔ دراں حالیکہ ملی دار الشوریٰ کی رکنیت کا حق کشف و تحمل نفس کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور اس کے لئے حق رائے دہندگی بھی شناسائے کشف و تحمل افرادِ مدن (مسلمین) کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ اور وضاحت متذکرہ و آئندہ ایسے افراد ملت کو جن کے اعمال فرطیات جزئی کے مظاہر ہوں۔ (جو مبادئ اعمال میں فرط جزئی کو مستلزم ہے) یا اقوام صاغر کو (کہ ان کے افکار یا مبادی اعمال متحقق بالفرط ہیں) ملی دار الشوریٰ کی رکنیت کے انتخاب کے لئے حق رائے دہندگی سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے۔ کیونکہ فرطیات جزئیہ کے مرتکب افراد ملت کو اور اقوام صاغر کو از روئے فطرت صحت انتخاب پر قدرت نہیں ہو سکتی۔ اور صرف شناسائے کشف و تحمل فرد مسلم ہی دلیل علم کشف و تحمل سے اور دلیل عزم عدل سے نفس متحقق فی العدل یا مایہ دار کشف و تحمل کے انتخاب پر از روئے فطرت اور اتحاد جنسیت قدرت پا سکتا ہے۔

مکۂ معظمہ میں عادل فعال اول المسلمین صلعم کے دست مبارک پر سابقین اوّلین اور زاں بعد انصار مدینہ کی بیعت (جو جہد کشف و تحمل یا قبول عدل (اسلام) کا عہد مبارک تھا۔ اور شناسائی کشف و تحمل پر دلیل روشن تھی۔ اور اخلاق فاضلہ سے اتصاف کے لئے ان کی کوشش پر علامت بیّن تھی۔ جو قوت تحریک پر ضبط شعوری کے تحقق کو ظاہر کرتی ہے۔ اور ان کے اعمال کو ابتلائے فرطیات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کے لئے آئینہ دار ہے۔ اور افتتاح جہد کشف و تحمل تو رہے۔

[1] اس صفحہ کا آخری پیرہ اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ کیونکہ ارادۂ محکم تحفظات عدلیہ کے اختیار کے لئے نفسِ انسانی کو مستعد کر دیتا ہے۔

Marfat.com

گویا ان کے شعور صحیح کو صحت رجوع کی دلیل سے کیفیت نیم شعوری سے بلند قرار دیتی ہے۔ اسی حقیقت متذکرہ کی وضاحت ہے۔ (دراں حالیکہ اس جہد عدلیہ کے اس افتتاحی اساس پر ان صحابہ کرام نے جہد متذکرہ پر استقلال مسلسلہ سے اپنے نفوس کو کشف نور اور تحمل نور کے ساتھ اپنی فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا کرتے ہوئے کامل فی العدل قرار دیا)

یعنی ابو الانس محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صحابہؓ کرام کی بیعت اور منجملہ ہجرت سے قبل انصار کی بیعت دولتِ وسطیہ کی تشکیل کا افتتاح بالعدل تھا۔ جس پر اس بیعت کے کوائف ناطق بالحق ہیں۔

سیرۃ النبی علامہ شبلی سے چند سطور جو انصار کے ایک واقعہ بیعت کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ پیش کی جاتی ہیں۔ (خط کشیدہ سطور خصوصی طور پر زیر نظر فرمائیں) اگلے سال بہتر ۷۲ شخص حج کے زمانہ میں آئے اور اپنے ساتھیوں سے (جو بُت پرست تھے) چھپکر بمقام منیٰ (عقبہ) آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر بیعت کی اس موقع پر حضرت عباسؓ بھی جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ آنحضرت صلعم کے ساتھ تھے۔ انہوں نے انصار سے خطاب کر کے کہا۔ گروہِ خزرج! محمد صلعم اپنے خاندان میں معزز اور محترم ہیں۔ دشمنوں کے مقابلہ میں ہم ہمیشہ اُن کے سینہ سپر رہے اب وہ تمہارے پاس جانا چاہتے ہیں۔ اگر مرتے دم تک ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر ورنہ ابھی سے جواب دے دو۔ حضرت براءؓ نے آنحضرت صلعم کی طرف خطاب کر کے کہا "ہم لوگ تلواروں کی گود میں پلے ہیں"۔ وہ اسی قدر کہنے پائے تھے۔ کہ ابوالہیثم نے بات کاٹ کر کہا۔ یا رسول اللہ! ہم سے یہود کے تعلقات ہیں۔ بیعت کے بعد یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو قوت اور اقتدار حاصل ہو جائے۔ تو آپ ہم کو چھوڑ کر اپنے وطن چلے جائیں۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا "نہیں تمہارا خون میرا خون ہے تم میرے ہو۔ اور میں تمہارا ہوں"۔

آپ نے اس گروہ میں سے بارہ ۱۲ شخص نقیب انتخاب کئے جن کے نام خود انصار نے پیش کئے تھے۔ ان میں نو ۹ خزرج کے اور تین ۳ اوس کے تھے۔

آں حضرت صلعم نے جن باتوں پر انصار سے ... لی۔ یہ تھیں۔ شرک، چوری، زنا، قتلِ اولاد اور افتراء کے مرتکب نہ ہوں گے۔ اور رسول اللہ صلعم ان سے جو اچھی بات کہیں گے۔ اس سے سرتابی نہ کریں گے۔ جب انصار بیعت کر رہے تھے۔ تو سعد بن زرارہ نے کھڑے ہو کر کہا۔ بھائیو؟ یہ بھی خبر ہے؟ کس چیز پر بیعت کر رہے ہو؟ یہ عرب و عجم اور جن و انس سے اعلان جنگ ہے۔ سب نے کہا۔ ہاں! ہم اسی پر بیعت کر رہے ہیں۔ بارہ شخص جو نقیب انتخاب کئے گئے۔ رئیس القبائل تھے۔ ان کا اسلام قبول کرنا تمام انصار کا اسلام قبول کرنا تھا۔

گویا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر صحابہؓ کرام منجملہ گروہِ انصار کی بیعت جو اسلام کو اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ قبول کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ وثاقِ عہد تھا۔ منجملہ اچھے اخلاق سے متصف حق رائے دہندگی کے تعین کا اور انتخابِ امارت کا اسوۂ متشکل ہے۔ اور انصار کے گروہِ عامہ کا اپنی طرف سے بارہ ۱۲ افراد کے ناموں کو نقیب کے طور پر مصطفوی بارگاہ میں پیش کرنا رکنیتِ شوریٰ سے متعلقہ قانون انتخاب کی وضاحت ہے۔ جو حرص کثیف سے اراکین شوریٰ کے تقدس و طہر کی آئینہ دار ہے۔ جو فرمان مصطفوی لَا نَسْتَعْمِلُ[1] عَلٰی عَمَلِنَا مَنْ اَرَادَہٗ

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب رزق الولاۃ،

کا مدعا و مقصود ہے۔ دراں حالیکہ کشف و تحمل ہی نفسِ انسانی سے حرصِ کثیف کو خارج قرار دیتا ہے۔ اور اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئیے۔ کہ عادل فعال محمد الرسول اللہ خلیفہ اللہ فی الارض صلعم کی پیروی میں استخلاف فی الارض اپنے عہد مقدس میں اجتبائے خاصہ کے ساتھ نفسِ ملت میں ملّت کے الحاق الفعالی یا انتخاب متذکرہ کے ذریعہ اس قوت فعالیہ معطوفۂ متواترہ کے ساتھ منصرف بالعدل ہو جاتا ہے۔ جو کشفِ روحِ الہٰی اور تحمل کشف سے اس کے نفسِ مبارک میں تحقق پاتی ہے۔ (اور یہی حقیقتِ علیہ حکومت کا منبع مستخلف عزّوجل کو قرار دیتے ہوئے بارۂ انتخاب میں افرادِ دولت کی حیثیت کو متعین کرتی ہے۔ جو روحِ الہٰی کے ترشحات فکریہ کے فیصلہ ہائے ناطق کے ساتھ خلیفہ کو امیر دولت کی حیثیت سے اختیار کرتے ہیں۔ اور وہ تمام کائنات انسانی کے لئے دافع موانع فرطیہ اور رحیم عادل منصب ابوّت الانس پر فائز قرار پاتا ہے۔ چنانچہ اسی جاذبۂ ابوت فاضلہ کے تحت عادل فعّال خلیفۃ اللہ فی الارض محمد الرسول اللہ صلعم ضرورت مند یا فریاد خواہ[1] کی سختیوں کو برداشت فرماتے اور مدینہ کی ایک کنیز اس صلعم کو انگلی سے پکڑ کر جہاں چاہتی لے جاتی۔ تاکہ وہ اپنی حاجات کا حل آپ کی ابوّتِ اعلیٰ سے حاصل کرے[2]۔ (جو نفسِ دولت میں اس کے معاشرہ اور حقوق کو عدل کے معیار پر معتمد قرار دینے کے لئے ابوتِ اعلیٰ کا اسوۂ حسنہ ہے درآنحالیکہ[3] اصول تدریج نفس دولت سے غلامی کو ابوالانس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی شہادت کے ساتھ معاشرہ میں تمکین عدل کو عدل کی بنیادوں پر استوار فطرتِ نوعی کے تقاضاؤں کی الغا قرار دیتے ہوئے۔ خارج کرتا ہے) الحاصل الغرض صدر دولت کو فرزندانِ ملت و ملک میں اپنی ابوتِ فاضلہ کے جذبۂ شفقت کو موجزن کرتے ہوئے اپنے فرزندانِ دولت کے درمیان رہنا چاہئیے۔ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِينَا (پس آں صلعم ہمارے درمیان بیٹھ گئے۔ تاکہ اپنی ذات کو ہمارے ساتھ برابر کر دیں) اسی ابوّت رحیم کا شکل و صورت یافتہ اسوۂ حسنہ ہے۔ اور چونکہ وضاحت بالا ناطق بالحق ہے کہ ابوّتِ اعلیٰ ملّت کے افکار اور ارادہ ہائے منفعلہ اور اُن کے تحت اُن کی حرکتِ اعمال میں اس کے نفاذِ فعّال سے تحقق پاتی ہے۔ اس لئے افرادِ دولت کا خلیفہ یا امیر دولت کے لئے صرف انتخابِ منفعلہ ہی صدارتِ اعلیٰ پر فائز ہونے کی دلیل ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الامامۃ میں امامت نماز کے ضمن میں عادل فعّالِ اوّل المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے فرامینِ عادلہ امامت مطلق کے استحقاق کی اصولی وضاحت پر ناطق ہیں۔ اس صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ اُن لوگوں میں جن کی نماز قبول نہیں ہو سکتی ایک وہ شخص ہے۔ جو کسی قوم کا امام ہو[4]۔ اور وہ اس سے نفرت کرتے ہوں یا حضور صلعم نے فرمایا وہ جو کسی قوم کے آگے ہو جاتا ہے[5]۔ اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں یا اس صلعم نے فرمایا وہ جو کسی قوم[6] کی امامت اختیار کر لیتا ہے اور قوم اُس سے متنفر ہو۔ پس انتخاب منفعلہ کے ساتھ جب امیر فعال منصب ابوت

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم فصل اوّل میں مطالعہ فرمائیں۔

[2] مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اخلاقہ وشمائلہ فصل اوّل میں مطالعہ فرمائیں۔

[3] تاسیس و توسیع و تشدید ملّی اور نماز اور ذکر اور جہاد وغیرہ تمام عبادات اللہ تعالیٰ کی عبودیت کے مظاہر ہیں۔ اور متحد الحقیقت ہیں۔

[4] وَاِمَامُ قَوْمٍ وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْن

[5] مَنْ تَقَدَّمَ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْن

[6] رَجُلٌ اَمَّ قَوْمًا وَهُمْ لَهٗ كَارِهُوْن

Marfat.com

اس پہ فائز قرار پاتا ہے۔ تو اس کے بعد اسے عند الضرورت نمائندگان ملّی یا آراکین شوریٰ (جنہیں اس کی نیابت فعال حاصل ہوتی ہے) کے انتخاب کے بارہ میں اندیشۂ فرط سے محفوظ ضبط منظم کے ساتھ آرائی حاصل کرنی چاہییں۔ جیسے نقبائے اوس و خزرج کو ان ہر دو قبائل کی مجموعی آرائی کے ساتھ آں صلعم نے بحیثیت نمائندگان منظور فرمایا اور ضبط منظم کی توسیع فرعی کا اس صلعم کے حکم کے تحت کتاب و حکمت کی وراثتِ جاریہ کی دلیل سے ملّتِ عدل کو ہر عہد میں حق پہنچتا ہے۔ حضورِ نبوی میں مکالمۂ معاذ ابن جبلؓ اجتہد برائی [1] اسی حقیقت علیہ پر شہادت ساطعہ ہے۔ نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ عہد مصطفوی میں میدانِ جنگ میں مستورات کی شرکت دواں حالیکہ مرہم پٹی اور زخمیوں کو پانی پلانے وغیرہ کے لئے وہ فرائض انجام دیتی تھیں۔ جو ان کے قوائے عمل کے ساتھ خدمتِ عملیہ کا تطابق بالعدل ہے۔ اور معاہدۂ حدیبیہ میں حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کی رائے کے مطابق اس صلعم کا سب سے پہلے قربانی فرمانا جس کی تبعیت پر ملّتِ اسلامیہ کی فطرت منفعلہ نے طبائع کی کوائف افسردہ کے باوجود ان کو قربانی کے لئے مکلّف قرار دیا۔ تشدید ملّی اور دار الشوریٰ میں مسلم مستورات کے حقوقِ تمدنیہ کے مبادیات اصولی کی وضاحت ہے۔ جس کی توسیع اجتہادیہ کا حق متحقق فی العدل ملّت فعال کو ہر گاہ ہر عہد میں پہنچتا ہے۔

پس اہتمام تصرف عدلیہ (جس کی وضاحت اوراق آئندہ میں کی گئی ہے) کے ذریعہ احتساب عدلیۂ جاریہ کے ساتھ افراد ملّت (مسلمین اور مسلمات) کو حق رائے دہندگی کی عطا میں ہر گاہ تجدید کرتے ہوئے (جس پر تسلیم امارت اور انتخاب نقبا کے ساتھ واقعہ بیعت اور اس کا اتصال قریبہ اور وضاحتِ متذکرہ شاہد ہے) عادل اراکین شوریٰ اور فعّال فردیّت امارت کے انتخاب سے نظام مدن میں استقلال پائندہ کے ساتھ عدل کو متمکن کر دینا چاہیئے۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ البوّتِ اعلیٰ یا فردیّت امارت کا انتخاب چونکہ ابنائے ملّت کے افکار اور مبادیٔ اعمال کے ترشحات منفعلہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے امیر فرد کو اپنے بعد منصب البوّتِ اعلیٰ یا فردیّت امارت کے لئے کسی شخصیت کو نامزد نہیں کرنا چاہیئے۔ البتہ اپنی محوریت متصرفہ بالعدل کی فطرتِ فعال کے تقاضاؤں کے تحت کثیف ارضی رحجانات سے مقدس استحقاق نیابت کی وضاحت کرتے ہوئے استحکام مرکزیت کو خلل سے محفوظ کر دینا چاہیئے۔

جیسے عادل فعال اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر کے ایثار اور ان کی مخصوص [2] حیثیت کا اظہار فرماتے ہوئے نماز میں ان کے امام ہونے کا حکم دیا اور دیگر اصحاب کبار کے محامد و فضائل کی بھی وضاحت فرمائی۔ (تفصیل کے لئے مشکوٰۃ ابواب مناقب مطالعہ فرمائیں) اور اس کے بعد صحابہ کرام نے اجماع رائے سے صدیق اکبر کو نیابتِ مصطفوی یا منصب البوّتِ اعلیٰ کے لئے منتخب فرمایا جسے ملّت وسط کے انتخاب جمہوریہ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔

---

[1] حدیث متعلقہ اسی عنوان کے شروع میں لکھی گئی ہے۔

[2] مرض موت کے اس خطبہ میں جو اس صلعم کی زندگی کا سب سے آخری خطبہ تھا۔ فرمایا سب سے زیادہ میں جس کی دولت اور صحبت کا ممنون ہوں۔ وہ ابو بکرؓ ہیں۔ اگر میں کسی کو دوست بناتا۔ تو ابو بکرؓ کو بناتا لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لئے کافی ہے۔
سیرۃ النبی از علامہ شبلی جلد دوم۔ مشکوٰۃ باب مناقب ابی بکر مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

اس مرحلہ پر وضاحت متذکرہ کی روشنی میں یہ حقیقت بیّن ہو جاتی ہے۔ کہ فرامینِ مصطفوی اِمامُ قومٍ وھُم لہٗ کارھون وغیرہ (جن کا ذکر متصل قریب میں گزر چکا ہے) میں امامتِ صلوٰۃ اور امامت قوم کو متحد الحقیقت قرار دیتے ہوئے خلیفہ کے انتخاب کو اجتماع اُمّت کے ساتھ مختص فرما دیا گیا ہے۔ اس لئے تمام وضاحتِ متذکرہ کی روشنی میں انتخاب صحیح اور کوائف انتخاب کے استقلال صحیح کے ساتھ ہی صدر ملّت کو امارتِ اعلیٰ کے منصب پر فائز ہونا چاہیئے اور فائز رہنا چاہیئے اور اس کے بعد جب صدرِ اعلیٰ انتخاب صحیح کیساتھ منصب الوت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس پر محور دولت کی حیثیت سے عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ افرادِ ملّت کے کوائف نفوس کی تشخیص و تجزیہ سے امورِ مدن کی تفویض بالعدل کے ساتھ نظام مدن میں متمکن عدل ہو۔ اور تفویض امورِ مدن اور رکنیّت شوریٰ اور حق رائے دہندگی سے فرطیات کو تصرف محوریہ کے ساتھ خارج کرتا ہوا محوریّت دولت وسطیہ کے گرد تداور صحیحہ کو خلل تداور سے محفوظ قرار دے۔

الحاصل جو لوگ جادۂ انتخاب میں سلوک بالعدل کو چھوڑ دیتے ہیں۔ وہ دولتِ وسطیہ کے استقلال نظام کو فرطِ مفسدہ کے ساتھ خلل پذیر کر دیتے ہیں۔ جو اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کی فطرت پر حملہ ہے۔ کیونکہ جائز واحد دولتِ وسطیہ دلیل عدل سے الوت الناس یا فردیّت امارت کی قوت فعالیہ کے تصرف عدلیہ کے ذریعہ تکمیل فطرت عدلیہٗ افراد کی فیصلہ فطرت کی روسے ذمہ دار قرار پاتی ہے۔ اور فرطِ انتخاب اس منصب علیہ کو قوت فعالیہ سے محروم قرار دیتا ہے۔ اور نفس ملّت میں شوکت عدل کا سیران متحدہ خلل پذیر ہو جاتا ہے۔ اور کائنات انسانی کی مال و جان و آبرو اندیشۂ فساد سے دوچار ہو جاتی ہے۔ اور استحقاق حصر جواز وحدت اجتماع وحصر جواز فردیّت امارت ساقط قرار پاتا ہے۔ اس لئے ایسے اراکین انتخاب کو جو جادۂ انتخاب میں کسی وقت فرط کثیف کا مظاہرہ کریں احاطۂ مدن سے آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت بمطابق اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ[۱] خارج کر دینا چاہیئے۔

پس اگر کیفیت نیم شعوری کو حق انتخاب دے دیا جاتا ہے۔ تو { اس وضاحت مزیدہ کی دلیل سے کہ اس ماحول کثیف کے ساتھ کثافت نفس کا اتحاد جنسی کثافیات کی طرف کثرت کے ساتھ رجحان نفوس کا موجب ہوتا ہے۔ اور اسی کی بڑھتی ہوئی رفتار مفرطہ جماعتہائے مفرطہ کی تشکیل اور ان میں کثرت کا سبب ہے (دراں حالیکہ ضبط شعوری یا تشخیص نفس اپنا فرض کم ادا کرتی ہے یا نہیں ادا کرتی) } اس کا مرجع انتخاب وہی شخصیتیں قرار پائیں گی۔ جو اس کے ساتھ اتحاد کیفی میں متحد ہوں۔ اور مجلس شوریٰ اور امارت کا معیار انتخاب صحت عدلیہ سے ساقط قرار پائے گا۔ اور نظام اجتماعی میں تعین محوریّت بالعدل اور اس کے گرد تداور بالعدل میں صحت ساقط ہو جائے گی۔ کیونکہ کیفیت نیم شعوری کے مظہر محوری یا تداوری افکار و اعمال کی فطرت متحقق بالعدل نہیں ہو سکتی۔

پس بلاشبہ ملّت عدل کی نمائندگی کے لئے افراد ملّت کو حق انتخاب فیصلہ فطرت اور تشخیص فطرت کی روسے (جس کی سطور بالا میں وضاحت کی گئی ہے) معیار عدل پر احتساب کے ساتھ عطا کرنا چاہیئے ورنہ ملّتِ وسط جو قوت فعالیہ مصطفویہ متوازنہ کے ذریعہ عادل فعال اول المسلمین صلعم کے دست مبارک پر اجتماع پاتی ہوئی نفس ملّت میں اجتماعی سیران عدل کی دلیل سے شوکتِ وسطیہ کے ساتھ صاحب فضل قرار پاتی ہے۔ اس کی امارت کا معیار عدل سے سقوط نفس امارت کو قوت فعالیہ

---

[۱] آیہ متذکرہ عنوان فساد کے تحت مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

سے محروم کرتا ہوا اس اہتمام عدل کو جو اساس عدل پر استوار تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفا ہے۔ نفس ملّت میں انحطاط پذیر کردے گا۔ دراں حالیکہ اسی کی تمکین ملّت کے نظامِ اجتماعی کو دولت وسطیہ کے نام سے معنون کرتی ہے جو دلیل عدل سے نوعِ انسانی کا واحد اجتماع جائز ہے۔

اس کے بعد یہ حقیقت علیہ ذہن نشین رہنی چاہیئے۔ کہ جب عدل انحطاط پذیر ہوجاتا ہے۔ تو مستخلف عزّوجل اس اتمام حجّت کے بعد جو دستور مکمل اور اس کی شرح متشکل اسوۂ مصطفوی صلعم کی رو سے ملّت وسط کے لئے متحقق ہوچکی ہے۔ اور اس سے اعراض خالق فطرت کے تصرّف قاہرہ کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اپنے رحم فعال کے ساتھ فردیت استخلاف فی الارض کو سطح ارض پر سطوت قاہرہ کے ساتھ متمکن کردیتا ہے۔ جو نفس ملّت میں اپنی عادل قوت فعالیہ کے ذریعہ تصرّف کرتا ہوا اسے معیارِ عدل پر صادق قرار دیتا ہے۔ جو تمام کائنات انسانی پر ملّت اسلامیہ میں عدلِ مشترک کے میزان متحدہ کی دلیل سے اس کے لئے استحقاق فضل ہے۔

پائندہ و بالندہ باد اے حافظ فطرت بزرگ ملّت وسطیہ

امارت اور رکنیّت شوریٰ میں ربطِ عدلیہ

عادل فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مقدس الیٰ یوم القیٰمہ جملہ مقتضیات عہود و دہور کی مبادیات جامع کی وضاحت کے ساتھ دستورِ کامل فی الاصول کا حامل ہے۔ چنانچہ دولتِ وسطیہ میں (جو منزل اوّل کی جائز واحد صورت وحیدہ ہے۔ اور وہ تعین محور یا تمکین ابوّت فاضلہ کے لئے افرادِ ملّت کے لزوم اعتراف ابوّت کی دلیل سے اداکین مدن کے حق رائے دہندگی اور رکنیّت شوریٰ اور انتخاب امارت کو مستلزم ہے) عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ فردیت امارت یا ابوّت اعلیٰ اور رکنیّت شوریٰ کی اس تمکین عدلیہ کے لئے (جو کثیف مفرط رجحانات سے جائز واحد جماعت عادل کو مقدس و مطہر قرار دیتی ہے) الیٰ یوم القیٰمہ دلیل راہ ہے۔ (جیسے کہ عنوان سابقہ میں وضاحت کی گئی ہے)

اب اس کے بعد اس دلیل سے کہ شوریٰ اور امارت میزان العدل سیاست کے جوانب میزانیہ ہیں۔ ضروری ہے۔ کہ قسطاس مسقط ۳
العدل کی کیفیت عدلیہ کی وضاحت کی جائے جو امارت اور شوریٰ میں رابطۂ فاضلہ کا تحقق ہے۔ اور وہ اگرچہ امیر فرد کی قوتِ فعالیہ ہے۔ جو تنصیف باد میں تحقق صحت کا ذریعہ استقلال ہے۔

مگر چونکہ وہ عدل سے تحقق پاتی ہے۔ اس لئے اسے اور اس کے مبداء یعنی اصول عدل کو قسطاس العدل قرار مسقط ۴
دینا چاہیئے۔ جس کا معیار اعتماد جمہور ملّت اور اس کے نمائندگان اور منصب تحکیم العدل ہے۔

پس جیسے کہ عنوان فصل امارت کے تحت اس حقیقت عدلیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ سیاستِ مدن کا ہر ایسا غیر عادلانہ رویہ جو تمام قوم کے لئے معصیت جمعی کا موجب ہو [illegible] کو ناجائز قرار دیتا ہے۔

اس [illegible] رکنیّت [illegible] عدلیہ [illegible] اسلامیہ [illegible] جب ہو تو عادل افراد ملّت اور خصوصاً اراکین [illegible] جمہوریہ [illegible] موجود [illegible]

Marfat.com

تمکین عدل کیلئے وہ استعمال کرتے ہوئے ان کیلئے رکنیت شوریٰ کی معصومیت کو تجویز کرتے ہیں یہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی جمعیت موثرہ کے ذریعہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں کوائف ابتدائیہ جمعیہ کی وضاحت کریں تاکہ امیر کو بدن کی قوت جمعیۂ عدلیہ کے ذریعہ منصب امارت سے الگ کردیا جائے جو فطرت تحکیم العدل کے تقاضاؤں کی القا ہے۔ اور اس کا اجرا تمام ملت عدل میں میزان متحدۂ اسلامیہ کی دلیل سے امر بالعدل یا حکم بالقسط کے تقاضاؤں کی اس دلیل سے القائے تکمیل ہے۔ کہ فرد منفرد اور سے محرومیت تک وہ بمطابق فرمان ربانی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ..... (النساء ع ۲۰) نافذ بالعدل قرار پاتی ہے۔ (دراں حالیکہ بمطابق فرمان ربانی اَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَیْنَهُمْ اراکین ملت کے اجماع کی کثرت کو تحکیم العدل کے منصب پر فائز قرار دیا جاسکتا ہے)

عَلٰی ھٰذا امیر فرد پر از روئے محرومیت یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ اراکین شوریٰ یا نائبین امارت سے جو لوگ فرطیات کا مظاہرہ کریں۔ ان کے جرم کو منصب تحکیم العدل کے ذریعہ متحقق کرتے ہوئے انہیں رکنیت فاصلۂ دولت سے الگ کردے جو امر بالعدل مرجع فطری عزوجل کے فرمان وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ پا اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی القا ہے۔

عَلٰی ھٰذا اس دلیل سے کہ بوضع عدل یعنی فردیت امارت کی قوت فعالیہ قسطاس العدل ہے۔ اگر امیر فرد نفس دولت یا اس کی جزئیات یعنی نفوس شعوب و قبائل میں متداول شوریٰ سے بعض اراکین شوریٰ کے وجود کو موجب تفریق و انتشار محسوس کرتا ہو۔ تو استحکام وحدت کے لئے ان اراکین شوریٰ کے توسط کو الگ کرتے ہوئے فردیت عزم امارت کے ساتھ نفس دولت یا نفوس شعوب و قبائل میں متصرف ہوجانا چاہئیے تاآنکہ رکنیت شوریٰ تجدید انتخاب کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے۔ قسطاس

جیسے نقبائے انصار سے حضرت اسعد ابن زرارہ نے وفات پائی۔ تو اس قبیلہ نے آں حضرت صلعم سے درخواست کی کہ ان کی بجائے کوئی اور شخص اس منصب پر مقرر کیا جائے۔ توچونکہ یہ احتمال تھا کہ کوئی شخص مقرر ہوگا۔ تو اوروں کو رشک ہوگا۔ اس لئے آں حضرت نے فرمایا میں خود تمہارا نقیب ہوں۔

اسوۂ فعالی مصطفوی سے متعلقہ اس متذکرہ واقعہ کی یہ شق جو نقیب کے تقرر جدید کی تنسیخ سے اور آں صلعم کی ذات شریف کے ساتھ تعلق نقابت سے متعلق ہے۔ فردیت امارت کی متذکرہ شوکت منفرقہ کی وضاحت ہے۔ اس کے بعد از روئے عدل یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ میزان العدل سیاست پر (کہ رکنیت شوریٰ اور افراد امارت اس کے جوانب میزانیہ ہیں) از روئے فطرت میزانیہ عدلیہ یہ عائد ہوتا ہے کہ امیر معطل اور شوریٰ یا سیاست مدن کے رکن معزول کے جرائم مفرط کا منصب تحکیم العدل کے ذریعہ تجزیہ کرتے ہوئے اجرائے عقوبت عدلیہ سے جوانب میزانیہ کی تمکین مستقلہ کو خلل سے محفوظ قرار دے۔ جو موجب استحکام نظام ہے۔ مگر اس دلیل سے کہ اہلیت کے ساتھ تفویض امر جوانب میزانیہ میں تنصیف یا ریا عدل ہے۔ عَلٰی ھٰذا اہلیت کے تحقق پر استقلال تفویض امر بھی جوانب میزانیۂ عدلیہ میں صحت اوزان ہے جیسے کہ دست مصطفوی پر عہد عَلٰیٓ اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ اسی حقیقت عدلیہ پر شاہد ہے۔ امیر یا اراکین شوریٰ یا دیگر اراکین سیاست مدن کو (یہ حقیقت ذہن نشین رکھتے ہوئے کہ میزان العدل پر احتساب تقاضائے عدل کی القائے ضروریہ ہے) جزئی لغزش کی وجہ سے معطل یا معزول

۱۔ منصب انصاف۔ ۲۔ یعنی تقاضائے وقت کیف نطابق بالعدل کے تحت مناصب انصاف یا اراکین شوریٰ کی جمعیت عظمہ کی تحکیم عدلیہ کو یا عادل افراد ملت کے اجماع عظمیٰ کی رائے متحدہ کو شہادت فرامین مصطفوی لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ اور اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) کی روشنی میں فیصل عادل تسلیم کرنا چاہیئے۔ ۳۔ سیرۃ النبی جلد اول بحوالہ طبری ۴۔ نزول قصاص و حدود اسی حقیقت عدلیہ پر شہادت ربانی ہے

۵۔ تفصیل از روئے وضاحت متعلقہ عنوان نفس امارت کے تحت گذر چکی ہے۔

نہیں کرنا چاہیئے ۔ کیونکہ ماحول کثیف اور کثافت نفس کے (اگرچہ اعتدال میں متحقق ہو) اتحاد کی وجہ سے (اس دلیل سے کہ ماحول کو مستقل اثر حاصل ہوتا ہے ۔ جو استقلالِ جہد استغراقیہ میں تقصیر کا موجب ہوجاتا ہے) جزئی لغزش ممکن ہے دراں حالیکہ استقلالِ جہدِ نو بر دستور عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ صاحب کشف وتحمل نفوس کی حقیقت کو استقلال اتحاد عطا کرتی ہے ۔

نیز تشکیل جماعت کی بنیاد چونکہ حقیقت اسلامیہ کا میران مشترک ہے جو تمام ملّت کے نفوس میں جاری و ساری ہے ۔ وہی رحم یا اخوت ملّی ہے ۔ اور جماعت کی تشکیل کے بعد اس کی تدریجی ارتقائی حیثیتیں اسی اخوت ملّی یا رحم مابینی کی بنیادوں پر استوار ہوتی ہیں ۔ اس لئے ایسی لغزشوں کے رونما ہونے پر جو ابتلائے جمعی کی موجب ہوں ۔ فساد و بغی کے ساتھ اجتماع متشکل کو توڑتے ہوئے ایک دوسری جماعت کو شکل وصورت نہیں دینی چاہیئے ۔ جو فی الحقیقت تشکیل بغی ہے ۔ بلکہ متذکرہ وضاحتِ عدلیہ کے ساتھ اصلاح منقلبہ کو نافذ بالعدل کرنا چاہیئے ۔ کہ اسی طرح (شوریٰ اور امارت میں تمکین عدل سے) نفسِ ملّت کی ارتقائی حیثیتوں کا تحفظ اور ان کا اجرائے بالغہ و رفیعہ قائم رہ سکتا ہے ورنہ نشوونما کی قوت خلل پذیر ہوجاتی ہے ۔ اور ارتقائے مسلسل جاری نہیں رہ سکتا ۔

الحاصل ایک محور کے تعین اور اس کے گرد تداور نظام مدن کے بعد دوسرے محور کی نشاندہی وحدت مرجع فطری ونسلی کی شہادت کے ساتھ تقاضائے فطرت نوع انسانی کی ضد ہے ۔ اس لئے بغی و فساد ہے اور اسے دبا دینا چاہیئے اور فردیّت امارت اور رکنیّت شوریٰ میں (جو میزان العدل سیاست میں جوانب میزانیۂ عدل ہیں ۔ اور ہر دو جوانب میں تنصیف بار استقامت قطاس العدل کی دلیل سے جو امارت اور رکنیّت شوریٰ میں ربط عدلیہ ہے ۔ سیاستِ مدن میں موجب تمکین عدل ہے) امیر فرد اور ارکین شوریٰ کو استقلالِ عدل کی پائندہ جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے ۔ اور اگر نظامِ اجتماعی کا میزان العدل اپنی حیثیت میزانیہ سے ساقط ہوجاتا ہے ۔ یعنی امارت اور رکنیّت شوریٰ میں کہ وہ ہر دو جوانب میزان ہیں ۔ خفت بار واقع ہوجاتی ہے ۔ اور نظامِ اجتماعی کا محور قائم نہیں رہتا تو اس دلیل سے کہ محور فطرتِ تداور ہے اور نظامِ اجتماعی محور کے گرد تداور کے بغیر نہ قائم ہوسکتا ہے ۔ اور نہ قائم رہ سکتا ہے ۔ اور عدل فعال ہی استقامتِ قطاس کی دلیل سے نفس جماعت میں اپنے حقائق کے ساتھ متصرف ہوسکتا ہے ۔ اسلئے اس وقت ملّت کے صاحب کشف وتحمل یا افرادِ عادل پر نفسِ ملّت میں تمکین محور و میزان العدل کا فرض فیصلۂ اساسِ عدلیۂ نفس کی رو سے اور وحدت مرجع فطری ونسلی کی شہادت سے عائد ہوتا ہے ۔

یہی فرمان نبوی متذکرہ عنوان فصل امامت سے مقصود اساسی ہے جس میں عادل فعال صلعم نے استقلال جماعت کیلئے حکم دیا ہے ۔

یہ دستوری دلائل و حجج ہیں اور مستخلف عزّوجل اوّل المسلّمین صلعم اور اس صلعم سے متصل خلافت راشدہ کے ذریعہ تمکین عدل سے کائنات انسانی کے جائز واحد اجتماع کے لئے یہ دلائل و حجج آئینیہ قائم کرنے کے بعد نقیض زمانہ کے تقاضائے الخطاطیہ سے (جو عدل کو بالاستقلال قائم نہیں رکھ سکتا) اپنے رحم فعّال کے ساتھ سطح ارض پر فردیّتِ استخلاف فی الارض کی تمکین کا فیصلہ ضرور نافذ فرما دیتا ہے ۔ جو حاملِ روح مستخلف کائنات انسانی میں تصرّف عدلیہ اور ہیبت قاہرہ کے ساتھ تمکین عدل سے جو اس میں حقائقِ استخلاف کا کشف وتحمل ہے سطح ارض کو جو محل تمکین استخلاف ہے ۔ اپنے مقاصد تخلیقیہ کے ساتھ متحقق کر دیتا ہے ۔

اہتمامِ تصرّفِ عدلیہ

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ[1] (حج)

جب مستخلف فعال عزّوجل سطحِ ارض پر فردیّتِ الوہیّت کی نیابت یعنی فردیّتِ استخلاف کو متمکن کر دیتا ہے۔ تو اس دلیل سے کہ خلیفۃ اللہ فی الارض بہ تطابقِ آیات وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ[2] اور لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ[3] منبع صدرِ مصطفوی سے ترشح فردیّتِ الوہیت یعنی کتاب اور اس کی معنویت یعنی نورِ حکمت کی وراثت سے سطحِ ارض پر فردیّتِ الوہیت اور نیابتِ فردیّتِ نبوتِ مصطفوی کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے۔ وہ قوتِ کتاب و حکمت کے ساتھ جو فعّال لِمَا يُرِيْدُ آمر بالعدل عزّوجل کا ترشح عدلیہ اور اس کی نورانی معنویت ہے۔ اور نفسِ انسانی میں صاحبِ تصرّف قوتِ فعّالیہ کو متحقق کرتی ہے۔ اس اہتمامِ نشر و تمکین کتاب یعنی تصرفِ عدلیہ کے ساتھ نفسِ ملّت کو پاک اور منور کرتا ہوا تمام کائناتِ انسانی کی صلاحِ جوہری و عرضی (تکمیلِ فطرتِ نفس اور اس سے متعلق حوائج کی ایفائے عدلیہ) کے لئے جہدِ فعّال سے بنیابتِ مرجعِ فطری عزّوجل کے تقاضائے رحمت و سیادتِ عالم کو اپنی الوہیتِ فاضلہ کے جاذبۂ تودد کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ جو صاحبِ کتاب و حکمت عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کے اہتمامِ تصرفِ عدلیہ کے اسوۂ متشکل کی پیروی میں اس کے وارثِ کتاب و حکمت نفسِ فعال کے فطری تقاضاؤں کی ایفا قرار پاتی ہے۔ اکمالِ دین اور اتمامِ نعمت، (اتمامِ حجت) کی دلیل سے عہود و دہورِ مسلسل میں ملّتِ اسلامیہ کا نظامِ اجتماعی (جو عادل فعال المسلمین صلعم کے تشکیل و تشدید جماعت کے اسوۂ متشکل کی شہادت کے ساتھ تقاضائے فطرتِ نوعِ انسانی کی ایفا ہے) محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض اول المسلمین صلعم کے تصرّفِ فعال کے ذریعہ تمام ملّتِ اسلامیہ حقیقتِ اسلامیہ کے پیرانِ مشترک کی دلیل سے اس کی پیروی پر مکلّف ہے۔ کیونکہ فطرتِ نوعِ انسانی وحدتِ مرجعِ فطری و نسلی کی شہادت کے ساتھ فردیّتِ امارت اور وحدتِ اجتماع کے لئے فضلِ الوہیتِ انس اور وسعت، تدریجیۂ منزلِ اوّل کی دلائلِ واضحہ کی روشنی میں تمام کائناتِ انسانی کی اساسِ عدلیۂ نفوس پر تعمیر فص

---

[1] وہ اگر ہم انہیں زمین میں متمکن کرتے ہیں۔ تو نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور معروف کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روک دیتے ہیں۔ (حج)

[2] اور اللہ نے تجھ پر کتاب و حکمت نازل کی اور تجھ کو وہ کچھ سکھایا۔ جو تو نہیں جانتا تھا۔ (نساء)

[3] یقیناً اللہ نے ایمان والوں پر احسان کیا کہ ان میں انہیں سے رسول بھیجا جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک کرتا ہے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے۔ (آل عمران)

Marfat.com

عدل کا فرض فعال عائد کرتی ہے۔ جو خالق حقیقی عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ میں اس استغراق کو مستلزم ہے کہ وہ اس کے دستِ تخلیق کا تصرفِ عدلیہ ہے۔ جو نفس انسانی میں عدل کو متمکن کر دیتا ہے۔ پس امیر فرد پر عائد ہوتا ہے۔ کہ نماز۔ زکوٰۃ۔ صوم و حج اور ذکر یعنی ہر گونہ استغراقی جد و جہد میں تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ نفس ملّت کو مستغرق کرتا ہوا نوعِ انسانی کی صلاح دوہری کے لئے۔ جو مستلزم صلاح عرضی ہے۔ جہد فعال کے ساتھ کہ یہ تمام تر میزان العدل استغراق کی جانب اولیٰ ہے۔

حیاتِ مدن کے جملہ مناہج اقتصادیہ منزلیہ و مدینہ میں احتساب عدلیہ سے امر بالمعروف او نہی عن المنکر کے ساتھ جہد استغراقیہ کی جانب اخریٰ کی تمکین سے اپنی فردیت قاہرہ کی قوت فعالیہ کے قسطاس مستقیم کے تصرّف فعال کے ذریعہ عدل کے جوانب میزانیہ کو نفس فرد و ملّت و مدن میں متمکن کرتا ہوا جہد تکمیل فطرت یا ایفائے مقصد تخلیق سے الوہیت کے رحیم تقاضا ہائے فعال کو انجام دے جو فردیتِ استخلاف فی الارض کے نیابت رحیم فعال عزّوجل کی دلیل سے فطری تقاضا ہائے فعال کی ایفا ہے۔ چنانچہ خالق حقیقی مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا	وہ اگر ہم ان کو زمین میں متمکن کرتے ہیں تو
الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ	نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں
وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (حج)	اور معروف کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روک دیتے ہیں

یعنی عہد فردیتِ استخلاف میں ملّت وسط کے حکیم اور عادل اور شجاع اور عفیف افراد اپنی حیثیتِ تشدیدیہ یا مستحکم اجتماعی قوت کے ساتھ محور فردیتِ امارت کے گرد تندا و صحیحہ کے ساتھ نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ جو ترشحات الٰہیہ میں استغراق سے ہدایتِ انوار الٰہیہ یا نفس انسانی میں کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی موجب ہے۔ جو مرجع حقیقی عزّوجل کی طرف رجوع فطری کی ایفا ہے۔ اور زکوٰۃ کو ادا کرتے ہیں۔ جو حامل روح الٰہی انسانیت کے لئے ایثار کی دلیل سے مبدأ ارواح عزّوجل کے لئے منجملۂ تحقق ایثار ہے۔ جو مقصود فطری کی ایفا ہے۔ اور معروف کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روک دیتے ہیں۔ کہ یہ امر و نہی نفس انسانی کے کشف و تحمل یا عدل فطرت کے ترشحات کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ یعنی فردیتِ نبوت و استخلاف مصطفوی کی پیروی میں ملّت وسط کا ہر فردِ عادل محورِ فردیتِ استخلاف کے گرد تندا و صحیحہ سے نفس فرد و جماعت کے احتساب عدلیہ کے ساتھ قیام صلوٰت اور ادائے زکوٰۃ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض اپنی فطرت فعال کے تقاضاؤں کے ساتھ انجام دیتا ہے [1]

مَنْ تَلْقَ مِنْهُمْ تَقُلْ لَاقَيْتُ سَيِّدَهُمْ ۔۔۔ مِثْلُ النُّجُوْمِ الَّتِيْ يَسْرِيْ بِهَا السَّارِيْ [1]

پس ملّت کے نفوس افراد میں تمکین عدل (جو نوعِ انسانی کے تقاضائے فطری یعنی استغراقی جد و جہد کی طرف ان کی توجہ شعوری و عنصری کو مصروف کر دینے کے اہتمام فعال کی جہد و جہد کا نتیجہ ہے) فردیتِ امارت کے تصرف عدلیہ کو مستلزم ہے۔ اور وہ تصرف عدلیہ تعلیم کتاب و حکمت سے تحقق پاتا ہے۔ جو الفاظ کا معنویت اور نور کا تجلّی اور مجاز کا حقیقت کے ساتھ اتحاد جامعہ ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ ملّتِ اسلامیہ سے ہر فرد بُعدِ سفر اور کثرت حالات کی وجہ سے براہِ راست اس

---

[1] اگر تو ان میں سے کسی فرد سے ملاقات کرے۔ تو تجھے ایسا محسوس ہوگا۔ کہ شاید تو اس قوم کے سردار سے ملا ہے۔ جیسے ستاروں کی روشنی میں مسافر سفر کرتے ہیں۔

Marfat.com

تصرفِ عدلیہ سے چونکہ فیضیاب نہیں ہو سکتا۔ اس لئے عادل فعال اسوۂ متشکل مصطفویہ کی پیروی میں ہر شہر سے اور ہر شہر کے ہر محلہ سے اور ہر قریہ سے افرادِ ملت پر مشتمل گروہوں کو امیر فرد اور اس کے نائبین فعال یا معلمین کتاب و حکمت کے توسل کے ذریعہ علوم کتاب و حکمت سے مشرف کر دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ اپنے حلقہ ہائے قیام و سکونت میں ایمان باللہ و بالرسول پر استقلال اور اقامِ صلوٰت و ادائے زکوٰۃ و صوم و حج استطاعیہ[1] اور جہاد وغیرہ الحاصل۔ تعلیم کتاب و حکمت اور اس کے توابع کی تعلیم کے لئے جدّوجہد اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ساتھ فرض عدلیہ کو انجام دیں۔ جو مسلم کی فطرتِ فعال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور متذکرہ اہتمام فعال کی جدوجہد کی تشکیل بالعدل ہے۔ جسے اہتمام تصرف عدلیہ سے معنون کرنا چاہیئے۔ چنانچہ خالق فطرت عزّوجل فرماتا ہے:۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْ	اور سب مسلمان تو سفر کر کے نہیں آ سکتے اس لئے
لَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا	ہر قبیلہ سے ایک گروہ کو آنا چاہیئے۔ تاکہ وہ شریعت
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا	اور دین میں تفقہ حاصل کریں اور تاکہ وہ واپس جا کر اپنی
إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿﴾ (توبہ رکوع آخر)	قوم کو ڈرائیں ممکن ہے کہ وہ حذر کرنے لگیں۔

عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ تصرف عدلیہ کے ساتھ اس نہج منضبط پر اس طرح شاہد عادل ہے۔ کہ عرب کے ہر قبیلہ کا ایک گروہ آنحضرت صلعم کی خدمت میں جاتا تھا۔ اور آپ سے مذہبی امور دریافت کرتا تھا۔ اور دین میں تفقہ حاصل کرتا تھا۔ جیسے مالک ابن حویرث جب سفارت لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے تو بیس دن تک قیام کیا اور ضروری مسائل کی تعلیم حاصل کی جب وہ چلنے لگے تو آں صلعم نے فرمایا اپنے خاندان میں واپس جاؤ اور ان میں رہ کر ان کو اوامرِ شریعت کی تعلیم دو اور جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ اس طرح نماز پڑھو[2]۔

اس مرحلہ پر یہ حقیقت زیرِ نگاہ رہنی چاہیئے۔ کہ آیۂ متذکرہ میں وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ سے شعوب و قبائل سے مؤمنین کے تفقہ فی الدین کے بعد ان کے علاوہ تمام وہ افرادِ قبائل مقصود ہیں۔ جو دینِ فطرت سے مشرف نہ ہوں۔ چنانچہ آیۂ موصوفہ میں مضمون انذار اور توقع رجوع اس حقیقت مقصودیہ پر شاہد بالحق ہے۔ کیونکہ عادل فعال نبی فردِ المبعوث الیٰ کافۃ الناس کے مقصد بعثت کی ایفائے جاریہ کے تحت مؤمنین کی فطرتِ فعال کو کائناتِ نوعی کے لئے تو دعدلیہ کے تقاضاؤں کی ایفا رعیت عدلیہ کے ساتھ انجام دینی چاہیئے جو صاحب کشف و تحمل نفوس عادل کا تقاضائے فطری قرار پاتا ہے۔ اور فطرتِ نوعی کی رو سے اس پر وہ مکلف بالعدل ہیں۔ جو اخوّت نوعی کی صلاح و بہبود

ؔ1 نماز اور حج اور صوم سے متعلقہ اصولی اور جزئی وضاحتیں قرآن حکیم کی تفاسیر اور احادیث صحیحہ میں مطالعہ فرمائیں۔ (درآں حالیکہ ہر زمانہ میں دیگر عبادات کی نسبت بہ کثرت تواترِ عمل مطالعۂ جاریۂ مستقلۂ وسیعہ ہے) اور جہاد اور زکوٰۃ کے متعلق اس دلیل سے اس کتاب مخصوص میں وضاحت کی گئی ہے۔ کہ وہ منجملہ قوانین نظم و ضبط اور آئین ہائے صلح و جنگ ہیں۔ اور ان کے اصول یا جزئی کوائف کے متعلقات ہر زمانہ میں تغیّر پذیر ہوتے رہتے ہیں۔

ؔ2 بحوالہ سیرت النبی شبلی جلد دوم

Marfat.com

ہے۔ کہ وہ مستلزم صلاح عرفی ہے۔ چنانچہ اسی مقصد علیہ بالفعل تو دو فعال کے تحت عہدِ مصطفوی میں اطراف و اکناف میں دعوت الی المربع یا ابلاغ عدل کے لئے دعاۃ اور معلمین اہتمامِ[1] حفظ کے ساتھ بھیجے گئے۔ جو گویا اس دلیل سے توسیع ملی کا عالمگیر اہتمام تھا کہ وراثت مصطفوی یعنی تواتر کتاب و حکمت کی قوت کے ساتھ ملت وسط الی یوم القیمۃ اس فعال فرض فطرت کی ایفا پر اپنی صاحب کشف و تحمل فطرت فعال کے تقاضاؤں کے تحت اجتہاد (قانون کی توسیع فرعی) کی معیت میں مکلف بالعدل ہے اور یہ (متذکرہ ترسیل دعاۃ و معلمین) عہدِ مصطفوی میں ذاتِ مصطفوی پر بالتوسل اجتماع آپ کا اسوہ متشکل ہے۔ اور وضاحتِ تمثیل توسل کے ساتھ جملہ عہود و دہور کو عہدِ مصطفوی قرار دیتا ہے۔ کیونکہ ذاتِ مصطفوی سے بالواسطہ یا بلا واسطہ علم کتاب و حکمت کا حصول نورانی حقیقت علیہ میں اتحاد نوعی کی دلیل سے متحد ہے۔ اور یہ کافۃ الناس کی طرف بعثت مصطفوی کا بالفعل جاری ہے۔

درسگاہ صفہ انہی معلمین کتاب کے لئے تعلیم کتاب و حکمت کا اہتمام خصوصی تھا۔ حضرت عبادہ ابن صامت اسی درسگاہ کے معلمین سے تھے۔ جو تعلیم کتاب و حکمت بالتوسل پر شہادت ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی عادل فعال صلعم نے متعلمین سیاستِ مدن کو تعلیم کتاب و حکمت پر اس دلیل سے اخذ اجرت سے روک دیا۔ کہ ربوبیتِ الٰہی کی عظمت ترشحاتِ الہیہ کی تعلیم پر جو نفس انسانی میں کشف نور الٰہی اور جملہ تقاضاہائے فطرت کی ایفا کو متحقق کرتی ہے۔ جو انعام الٰہی ہے۔ نیابت ربوبیتِ الٰہی یا الوہیت فاضلہ کے لئے اخذ اجرت کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ علیٰ ھذا چونکہ روح الٰہی کا کشف اور روح عنصری کا تحمل کشف کتاب مجید کی معنویت نورانیہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس لئے وہ مقدمات علوی و عنصری سے متعلقہ جملہ علوم کے حصول پر (جو اس روح الٰہی کے ترشحات ہیں۔ جو کتاب مجید کی وساطت[2] کی روشنی میں فطرتِ شعوریہ کی شہادت کے ساتھ نفخۃ الٰہی کے تحت نفس انسانی میں ودیعت ہے۔ اور یہ دلیل روشن (انہی متذکرہ) علوم و فنون کو معیار عدل پر متمکن کرتے ہوئے کتاب مجید کا تابع قرار دیتی ہے۔ کہ وہ ترتیب مقدمات سے تحقق نتائج کے ساتھ حقائق کی وضاحت کے ذرائع ہیں) تبعیتِ علم کتاب میں سیاستِ مدن کے لئے اخذ اجرت کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ یعنی اس دلیل سے کہ تکمیل فطرت نفوس اور اس کے لوازم کی ایفا نفس فعال کے تقاضاہائے فطری کی ایفا قرار پاتی ہے۔ علم[3] کتاب اور اس کے تبعی لوازم علمیہ (جملہ علوم فروعی) پر افرادِ مدن سے اخذ اجرت فیصلہ فطرت کے ساتھ ناروا ہے۔ مشکوٰۃ میں بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ منقول ہے۔ جس میں عبادہ ابن صامت سے ان کی حیثیت معلمیت سیاستِ مدن کے تحت اس عادل فعال صلعم نے خطاب فرمایا ہے۔

---

[1] یعنی تبلیغ (دعاۃ اسلام) کے ساتھ حفاظت کی غرض سے فوج ساتھ کردی جاتی تھی۔ مگر ساتھ ہی مقصد کی صراحت کے ساتھ مدافعت کے علاوہ جنگ سے روک دیا جاتا تھا۔ جیسے علی کرم اللہ وجہہ کو تین صد آدمیوں کے ہمراہ آں صلعم نے جب یمن بھیجا تو فرمایا جب تم وہاں پہنچ جاؤ تو جب تک تم پر کوئی حملہ نہ کرے تم نہ لڑنا (سیرۃ النبی جلد اول بحوالہ ابن سعد) دیگر متعلقہ روایات کے مطالعہ کے لئے سیرت النبی جلد اول مطالعہ فرمائیں۔ [2] فَاِذَا سَوَّیْتُہٗ وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ (حجر)

[3] دراں حالیکہ ارتقائے تدریجیہ کی رو سے زمانہ مصطفوی میں علم الٰہی ثم ترکہ فلیس منا او قد عصیٰ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد) قوت سے متعلقہ جملہ علوم حاضر منجملہ سائنس اور جملہ آلات حربیہ دورِ حاضر سے متعلقہ فنون کو تبعیت علم کتاب میں شامل قرار دینے پر فیصل ناطق ہے۔

Marfat.com

عن عبادۃ ابن صامت قال قلت یا رسول اللہ رجلٌ اھدیٰ الیّ قوساً ممن کنت اعلمہ الکتاب والقرآن ولیست بمال فارمی علیھا فی سبیل اللہ قال اِن کنت تحب ان تطوق طوقاً من نارٍ فاقبلھا

عبادہ ابن صامت سے روایت ہے کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ایک اس شخص نے مجھے کمان ہدیتہً بھیجی ہے۔ جسے میں کتاب اور قرآن تعلیم دیتا تھا۔ اور وہ مال نہیں بلکہ میں اللہ کے راستے میں اس سے تیر اندازی کرونگا۔ تو آں صلعم نے فرمایا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ آگ کا طوق گلے میں ڈال دے تو اس کو قبول کر۔

گویا عہد فردیّت استخلاف مصطفوی کے متشکل تصرفِ عدلیہ کی جزئیات کے تطابق سے یہ متحقق ہو جاتا ہے۔ کہ نفسِ ملت و مدن میں تمکین للّٰہیّت یا عدل کے لئے جو اساس عدل پر استوار اور حامل روح الٰہی نفس انسانی کی تکمیل ہے۔ اور ماحول نفس میں تمکین عدل ہے۔ ملّت وسط کو فرد و ملّت کی قوت متحدہ کے ساتھ سرگرم عمل ہو جانا چاہیئے۔ پس ہر قریہ ہر شہر کے ہر محلہ میں الگ الگ چند افراد پر مشتمل ایک مجلس متعلمہ و معلّمہ قائم کرنی چاہیئے۔ جو اخذ اجرت سے بے نیاز اور آزاد ہو۔ اور فردیّت امارتِ تشعیائے مدن کی معیت میں اس کے توسط سے مؤمنین و مومنات اہل محلہ کو تمام نماز اور ادائے زکوٰۃ و صوم و حج استطاعیہ و عزم ثبات جہاد وغیرہ تحصیل علم کتاب و حکمت و توابع علم کتاب پر مستحکم کر دیئے ۔ اور اُن میں اجرائے معروف اور نہی عن المنکر کی تمکین عدلیہ کے ساتھ دیگر تمام اہل محلہ کے متعلق جنہیں اتحاد معاشری اس مجلس متذکرہ کے شعوب و قبائل قرار دیتا ہے۔ اصلاحِ جوہری کے لئے کوشش کرے جو مستلزم جہد اصلاح عرضی ہے۔ اور سطح ارض پر نفاذ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مقاصد غایہ سے ہے۔ اور ان تمام بین القبائل مسلّمات عدلیہ (معروف) کے نفس مدن میں من جملہ اقوام معاہد میں سیران کو مستلزم ہے۔ جو فیصلۂ فطرت انسانی کے ساتھ شناسائے فطرت ہیں۔ اور اسی دلیل سے وہ مؤیّد اختیار و سلوکِ جادۂ فطرت ہیں۔ اور اُن تمام منکرات کے اخراج کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو ناشناسائے فطرت ہیں۔ اور اسی دلیل سے وہ سلوک جادۂ حفظ فطرت میں موانع ہیں۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ یہ تمام اہتمام من جملہ احتساب عدلیہ کو مستلزم ہے۔ جو ملّت وسط کے متعلق انفرادی جہد استغراقیہ اور اس کے لوازم علمیۂ علویہ و عنصریہ اور کوائف اخلاقیہ اور نظامہائے منزلی اور کوائف میراثیہ کے حالات سے وقوف اور صنّاع و تجّار اور زرّاع اور مزدوروں کے اقتصادی حالات اور کوائف صحت و مرض اور کوائف توالد و تناسل وغیرہ جملہ حالات معاشری کے متعلق تجسّس کو ضروری قرار دیتا ہے۔ تاکہ امیر فرد (ابو الانس) استقصائے جزئیاتِ ہرگونہ کوائف واحد ملّتِ جائزہ کے ساتھ تعدیل اہتمام حصول علوم اور تعدیل نفوس افرادِ ملّت اور تعدیل معاشرہ و اقتصاد اور تعدیل استقلال صحتِ افراد اور تعدیل نظامہائے منازل اور تعدیل اہتمام یتمیٰ اور تعدیل میراث کو متحقق کرتا ہوا (جو افرادِ ملّت کا محور فردیّت امارت کے گرد بالعدل تدا ور صحیح ہے) اسی احتساب متذکرہ کی وسعت محیطۂ اقوام معاہد کے ذریعہ اُن کے ہرگونہ کوائف نفسیہ و معاشرۂ ماحولیہ میں تمکین عدل کی جد و جہد کے ساتھ جو اسوۂ متشکل کو مستلزم ہے۔ ان کے نفوس میں کیفیت حذر یا تقویٰ کے امکانات متحقق کر دے جو فرمانِ ربانی لعلھم یحذرون کا مدعا و مقصود ہے ۔

گویا یہ اہتمام تصرّفِ عدلیہ جامع محکمۂ احتساب عام ہے۔ مگر وسعت ملّی کی دلیل سے فردیّتِ امارت کی جانب

Marfat.com

سے محکمہ احتساب عام اور منصب تحکیم العدل اور منصب تحصیل زکوٰۃ و محاصل وغیرہ جملہ شعبہائے ملکی مستقل
طور پر اس اہتمام کے ساتھ الگ قائم کرنا چاہئیں۔

اس حیثیت سے کہ یہ اہتمام عدل محکمۂ احتساب عام اور منصب تحکیم العدل اور دیگر شعبائے مدن کے حسن و بین حالات کے لئے مددگار رہو۔ کیونکہ محور فردیت الوہیت کے گرد دورکسب و لفق کا حق تحقق فردیت امارت نیابت فردیت ادلہ کو ہی پہنچتا ہے۔ جیسے عہد فردیت مصطفوی اس حقیقت پر شاہد بالعمل ہے۔ کہ اس صلعم نے محصلین زکات اور عمال اور ولات وقضاۃ کو وسعت ملی کی دلیل سے الگ ان مستقل حیثیتوں کے ساتھ متعین فرما کر نواحیٔ عرب میں بھیجا جو فردیت امارت کی نیابت فعال اور استقلال وخصوصیت خدمت مدن کی دلائل واضحہ کے ساتھ اس اہتمام عدل کی تمکین اور وسعت کے ذرائع مستقلہ ہیں۔ اور انہیں تصرف عدلیہ سے تمکین عدل اور ہیبت قاہرہ کے اجرا کے ساتھ نفس ملت سے فرط کو خارج کرنے کا حق پہنچتا ہے۔

مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ دولتِ وسطیہ اور اس کے محور الوالانس امیر فرد کے اجتہاد بالعدل (قانون کی توسیع فرعی کی معیت میں) شعبۂ تاسیس وتوسیع وتشدید ملی یا معلمین کتاب و حکمت کے تحت ان گروہوں کو اطراف و اکناف ممالک میں اور ہر قریہ اور ہر شہر اور ہر محلہ میں جو اُن کی جائے سکونت ہیں۔ کتاب وحکمت کی تعلیم کا فرض اس طرح انجام دینا چاہیئے۔ کہ ان کے معاشرہ اور اقتصاد کے ذرائع صنعت وتجارت اور زراعت سے بالعدل متحقق ہوں۔ اور جیسے انفرادی و منزلی طور پر اہتمام قیام صلوات وصوم اور اہتمام ادائے زکوٰۃ اور معروف کے لئے مکلف ہیں۔ اپنے متعلقین قریہ و محلہ کو اس تکلیف روندہ میں شریک کرتے ہوئے۔ جادہ پیمائے عدل ہوں۔ جو بحق الوالانس (امیر فرد) مسلم فعال کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور بحیثیت الوالمنزل تمام اہل محلہ کے متعلق اس پر عائد ہوتی ہے۔ گویا اس اہتمام تصرف عدلیہ کو نظام مدن پر اقتصادی بار کا موجب نہیں ہونا چاہیئے۔

مگر ان گروہوں کو کتاب کی تعلیم دینے کے مقصد خصوصی کے ساتھ یا افراد مدن کو لوازم کتاب یعنی مقدمات علوی وعنصری سے متعلقہ علوم لطیفہ و عنصریہ کی تعلیم دینے کیلئے معلمین جو سیاست مدن یا ملت کے نظام اجتماعی کی طرف سے متعین کئے جائیں یا اطراف و اکناف مدن اور قریات و امصار میں بھیجے جائیں انہیں بحق سیاست مدن خدمت مدن کے عوض ملت کے نظام اجتماعی سے اس معیار عدل کی مطابقت کے ساتھ جو تمام افراد ملت کے لئے متعین کر دیا گیا ہے۔ حوائج حیات کی ایفا کا اسی طرح حق پہنچتا ہے۔ جیسے عمال اور قضاۃ اور ولاۃ جو فردیت امارت کی نیابتِ فعال کا فرض انجام دیتے ہوئے اس اہتمام عدل کی تمکین و وسعت کے تحقق کا موجب ہیں۔ اور اس کی ارتقائی صورت کا مظہر ہیں۔ اور بحق خدمت سیاست ... وہ عوض خدمت کا مستحق قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں بروایت بخاری و مسلم منقول ہے۔

لہ جیسے عمان میں حضرت عمرو بن عاص عامل تھے۔ اور ابو زید انصاری امام (سیرت النبی بحوالہ فتوح البلدان بلاذری) تفصیل کے لئے سیرت النبی جلد دوم مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

عن عمر ابن الخطاب قال کان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یعطینی العطاء فاقول اعطہ افقر الیہ منی فقال خذہ فتمولہ وتصدق بہ فما جاءك من ھذا المال وَانت غیر مشرف وَلَا سائل فخذہ ومالا فلا تتبعہ نفسك

(بحوالہ مشکوٰۃ متفق علیہ)

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دینا چاہتے۔ تو میں یہ کہتا کہ مجھ سے زیادہ محتاج کو دیجئے۔ تو آں صلعم فرماتے کہ اس کو لے اور اپنے مال میں داخل کر اور (اگر تیری ضرورت سے زائد ہو) تو تصدق کر اور جو مال اس حال میں تیرے پاس آئے کہ تو طامع نہ ہو۔ اور نہ سائل ہو۔ تو اس کو لے اور اگر ایسے نہ آئے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے مت لگا۔

[1] مگر ان سابق الذکر گروہوں کو یہ استثنائے معلمین سیاست مدن سے عطا بحق خدمت کا حق اس دلیل سے نہیں پہنچتا کہ دیگر ذرائع مدینہ سے اقتصاد کے اس معیار عدلیہ پر متمکن ہیں۔ جو تمام افراد ملت کے لئے متعین کیا گیا ہے نیز یہ امر مکرر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ دلیل تمکین للّٰہیت تلامذہ سے اخذ اجرت کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ کیونکہ اللہ عزوجل مرجع فطرت نفس ہے۔ اور تکمیل فطرت نفس فرد و جماعت کی جدوجہد متحدہ فرض فطری کی الیفل ہے۔ نیز اس لئے کہ اہل محلہ کے متعلق بعض افراد محلہ کی کوشش عدلیہ صاحب منزل کی اس کوشش کے ساتھ مماثل ہے۔ جو اوقات خدمت مدن کے علاوہ وہ اپنے اہل و عیال کی تربیت و تادیب کے لئے صرف کرتا ہے۔ یعنی ان کی کوشش اپنے نظام ہائے منزلیہ سے متعلق تدبیری کوششوں کے توابع سے ہے۔ کیونکہ اہل محلہ سے مومنین کو باہم سیران وحدت اسلامیہ کی دلیل سے بمطابق فرمان ربانی انما المومنون اخوۃ تعلق اخوت متحدہ ملیہ حاصل ہے۔ (جو بمطابق فرمان ربانی فاصلحو بین اخویکم۔ (حجرات) دلیل اصلاح با العدل ہے۔ اور دیگر اہل محلہ کو اخوت متحدہ نوعیہ کے ساتھ جَارِ ذِا الْقُرْبٰی[1] اور جَارِ الْجُنُبِ کی حیثیت حاصل ہے۔ اور وہ باہم تربیت حسن پر فطرت نفس اور فطرت نظام منزل اور فطرت مدن کے فیصلہ کے ساتھ مکلف ہیں۔ یعنی سیاست مدن چونکہ منزل اول کی صورت وسیعہ ہے۔ اور اسی دلیل سے نظام منزل اس کا ایک شعبہ قرار پاتا ہے۔ اس لئے الیٰ المنزل پر الوَبْ اعلیٰ یعنی فردیت امارت کی نیابت کی دلیل سے تقاضا ئے الوث یعنی اصلاح و تربیت افراد منازل و متعلقہ منازل با العدل عائد ہوتا ہے۔

اور مساجد جو اسوۂ مصطفوی کی روشنی میں ملت اسلامیہ کی دار الشوریٰ[2] ہیں۔ اور قبائل اور محلوں میں ان کی تعمیر تقاضائے وسعت ملی کی الیفل ہے۔ تمام افراد ملت کے لئے اس اہتمام عدل کی تمکین اور استقلال اور اجراء کو لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا[3] کا مصداق قرار دیتی ہیں۔ کیونکہ پانچ وقت اہل محلہ کے افراد ملت کا اجتماع احتساب عدلیہ کے آسانی

---

[1] وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (نساء)

[2] سیرت النبی جلد دوم مجالس نبوی مطالعہ فرمائیں۔

[3] اللہ کسی نفس کو اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (البقر)

Marfat.com

کے ساتھ تحقق کا موجب ہوتا ہے۔ پس ان پانچ اوقات میں ان گروہوں کو جو ہر محلہ اور قریہ میں سیاستِ مدن کی طرف سے احتساب عدلیہ اور اصلاحِ مدن کے لئے نامزد کئے جائیں۔ اپنے فرائض مفوضہ متعلقہ اصلاح و احتساب کوائف عدلیہ نفوسِ افرادِ ملّت اور فرائض متعلقۂ اقتصاد و معاشرہ و صحت و تعلیم و نظامہائے منازل و کوائف یتیمیٰ و تقاسیم میراثِ ملّیہ کو انجام دیتے ہوئے مومنین و مومنات اہلِ محلہ کو نماز اور زکوٰۃ اور روزہ اور ذکر وغیرہ نوافل عبادات کی ادائیگی اور جملہ مکارم و محاسن اور تعلیم کتاب و حکمت اور توابع کتاب پر استقلال کے لئے اور دیگر افرادِ محلہ اور بنات محلہ کی اصلاح جوہری و عرضی کے لئے مداومت کے ساتھ جد و جہد جاری رکھنی چاہیئے۔ (عہدِ مصطفوی میں ہر نماز کے بعد اہتمام تصرّف عدلیہ کے تحت) قیام مجلس اور مسجد نماز میں۔ احتیاطِ مطہرہ کے ساتھ شرکتِ نبابتِ قوم اسی حقیقتِ اہتمامیہ کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔ حدیث کعب ابن مالک میں الفاظ وَهُوَ فِي مَجْلِسِهِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ اور مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الدعا فی التشہد فصل اوّل حدیث عن ام سلمہ اور باب صلوٰۃ العیدین میں حدیث عن ابن عباس میں یہی سطوتِ اہتمامیہ عدلیہ ناطق بالحق ہے۔

الحاصل اہتمام تصرّف عدلیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ تمام متعلقہ اہل محلہ کے ہر گونہ کوائف متذکرہ کا محاسبہ کرتے ہوئے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی جہدِ اصلاح کے ساتھ سیاستِ مدن (نظام اجتماعی) کو ہر گاہ کوائف ضعف و فرط سے باخبر رکھنے کا فرض انجام دے۔ تاکہ وہ اجزائے مدن میں میزانِ علم کے کوائف کی روشنی میں تمام اجزائے مدن کے ہر گونہ حالات میں میزان تعاون باہمی سے مندرجہ حالات کو اور تصرّف عدلیہ اور ہیبت قاہرہ کے اجرا کے ساتھ فرطیات کو نفس ملّت سے خارج کرتا ہوا متمکن عدل ہو۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ نماز اور روزہ اور ذکر اسم ذات اور حج وغیرہ کی فروعی شرح اس لئے سیرتِ نبوی پر ایک محققانہ نظر میں نہیں کی گئی کہ یہ تمام عبادات تواتر کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد میں مسلسل جاری و ساری ہیں۔ اور امتِ مصطفویہ کا گروہ عظیم دورِ انحطاطیہ میں بھی تسلسل کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہے۔ اور کتب احادیث میں تفصیل کے ساتھ مرقوم ہیں۔ اور استغراقی جہد کی اس جانب پر نفس زمانہ کے اقتصادی یا معاشری حالات کچھ مؤثر نہیں ہو سکتے۔ اور نہ وہ ایسی عبادیات ہیں۔ جن کی شرح فرعی کی ضرورت ہو۔ بلکہ وہ عہدِ مصطفوی سے اِلیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃ مسلسل و متواتر اپنی کوائف منقولہ کے ساتھ جلوہ گر شہود ہیں۔ اور مسلم خاشع کی معراج انوار ہیں۔

مگر چونکہ امامتِ نماز اس اہتمام تصرّفِ عدلیہ میں ان گروہوں کے فکر و عمل کی فردیت امارت کی طرف سے محور منفرد کی جاتی ہے۔ اس لئے اس سے متعلقہ مندرجۂ ذیل وضاحت تقاضائے ترتیب آئین کی الیفاء ہے۔

يَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ كَانَ فِي الْقِرَاءَةِ سَوَاءً فَأَعْلَمُهُمْ بِالسُّنَّةِ فَإِنْ كَانُوا فِي السُّنَّةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ هِجْرَةً فَإِنْ كَانُوا فِي الْهِجْرَةِ سَوَاءً فَأَقْدَمُهُمْ سِنَاءً

(سیرت النبی یعنی بحوالہ مسلم)[1]

ابو مسعود انصاری سے مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ جماعت کی امامت وہ کرے جو سب سے زیادہ کلام اللہ پڑھا ہو اگر اس میں سب برابر ہوں۔ تو جو سنت سے سب کی نسبت زیادہ واقف ہو۔ اگر اس میں بھی مساوات ہو تو جس نے پہلے ہجرت کی ہو۔ اور اس میں بھی برابر ہوں۔ تو جس کی عمر زیادہ ہو۔

[1] سیرۃ النبی جلد دوم عنوان مجالسِ نبوی بحوالہ بخاری

یعنی ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور نماز حقائق شہودیہ کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ جو اس میں فردِ
الوہیت کے ساتھ خطابِ حاضرہ کی حقیقت[1] ہے۔ اس لئے امامت کے لئے وہ فردِ عادل احق ہے۔ جو حقیقت نماز سے
(جو شہود منورہ کی دلیل سے حقیقت کتاب (حکمت) کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور علم کتاب کو اس دلیل سے مستلزم ہے۔ کہ
الفاظ و معنی لازم و ملزوم ہیں) باخبر ہو (کیونکہ کتاب اہتمام تعدیل نفس اور ضابطہ ہائے عدل اقتصاد و عدل میراث و تد
منزل و تعدیل سیاست مدن کی جامع کامل ہے) تاکہ بلاد و امصار و قریات کے ساکنین افراد ملت اپنی فطرت فعال کے
فرائض کو ان آئمۂ عادلین کے تحت تحقق وحدت سمت سے (جو تقاضائے تموج نفس جماعت کی الیف ہے۔ اور وحدت مسجد
میں اجتماع ملی ہے۔ جو تقاضائے وحدتِ مرجع فطری و نسلی یعنی وحدت اجتماع کے ساتھ از روئے فطرت تطابق ہے) فردیت
امارت کے گرویدہ اور صحیح کے ساتھ انجام دیں۔ اور علم کتاب میں مساوات کے بعد وہ فرد عادل احق ہے جو سنت مصطفوی
سے زیادہ باخبر ہو کیونکہ کتاب کی معنویت کے ساتھ اس دلیل سے اس کی حقیقت نورانیہ متحد ہے۔ کہ وہ کتاب کی شرح
متشکل ہے۔ اور اگر اس میں بھی مساوات ہو۔ تو وہ شخص زیادہ احق ہے۔ جو عدل کے ترشحات ایثاریہ کے ساتھ اپنے
نفس کے لئے فضل عدلیہ کو متحقق کردے۔ کیونکہ وہ فطرت کی منور حیثیت فعالیہ پر شواہد ہیں۔

اگر اس میں بھی مساوات ہو۔ تو پھر عمر میں بڑائی دلیل امامت ہے۔ کیونکہ فضل کے استحقاق کشفیہ و تحلیہ کے
تحقق مساویانہ کے بعد فضل السن الوقت اور اس کے توابع و مماثلات کے ساتھ مشابہت کی دلیل سے متحق اکرام[2] ہے
مگر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ نور کتاب اور نور سنت اور فضل ایثار معیار فضل ہے۔ کیونکہ نور بزرگ و برتر فردِ
الوہیت کا نفس انسانی میں کشف ہے۔ جس کا وہ متحمل ہوتا ہے۔ اور ایثار اس کشف و تحمل پر علامت و دلیل ہے۔

گفت حق بلکہ لا انساب شد زہد و تقویٰ فضل را محراب[3] شد

نیز یہ امر زیر نگاہ رہنا چاہیئے کہ دعاۃ و معلمین کے متعلق ترسیل مصطفوی کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں قریات
و محلہ ہائے امصار و دیار میں آئمہ معلمین کو تبادلہ کے ساتھ متعین کرنا چاہیئے۔ نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے
کہ اذان متشکل وحدتِ ملی کے ساتھ ادائے صلوات کا اہتمام ہے۔ اس لئے جملہ مساجد کے ساتھ اسے خصوصیت تامہ

---

[1] اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ کی حقیقت معبود حقیقی کے انوار شہودیہ کو مستلزم ہے

[2] اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صاحب فضل شخصیت کی نماز بھی وحدتِ ملی کی دلیل سے اس شخص کے پیچھے
ہو سکتی ہے۔ جو فضائل میں اس سے کم ہو۔ مشکوٰۃ کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین مطالعہ فرمائیں۔
چنانچہ عہد مصطفوی میں عمر ابن سلمہ جرمی سات آٹھ برس کی عمر میں اپنے قبیلے کے اس دلیل سے امام تھے کیونکہ وہ سب سے زیادہ حافظ قرآن تھے۔
(سیرت النبی جلد دوم مطالعہ فرمائیں) کیونکہ عمر ہرگز معیار فضل نہیں ہے۔ بلکہ کتاب اور اس کی حقیقت یعنی حکمت معیار فضل ہے۔

آنکہ دوشِ کوہ بارش بر نتافت سطوت او زہرہ گردوں شگافت
بنگر آں سرمایۂ آمال ما گنجد اندر سینۂ اطفال ما

[3] سیرت النبی جلد دوم مذہبی انتظامات مطالعہ فرمائیں۔

ہونی چاہئے۔ کیونکہ وہ اوقات معیّنہ پر صلوات و تصرّف عدلیہ کے تحقق کا موجب ہے۔

الحاصل ان معلّمین کتاب و حکمت گروہوں کو اپنی اس امارت فاضلہ کی تدبیر و سیاست کے تحت جو کلیات و جزئیات امور میں بحق فردیّت امارت محور یا مرکز کا تعین ہے۔ اور تقاضائے فطرت کی ایقا ہے۔ محورِ فردیت امارت کے گرد نداور صیحہ سے اپنے متعلقہ حلقوں اور قریات میں احتساب عدلیہ کے ساتھ اقامِ نماز و صوم و ادائے زکوٰت اور حج استطاعیہ تعلیم کتاب و حکمت اور تو ابع علم کتاب کی تمکین کیلئے جد وجہد اور استقلال صحت و اقتصاد افراد وغیرہ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض موضفہ انجام دیتے ہوئے سیاست مدن میں تمکین مستحکم کا موجب ہونا چاہیئے جو بحیثیت افرادِ ملت اُن پر عائد ہوتا ہے۔

اس کے بعد یہ شوکتِ عدلیہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ مستخلف عزّوجل جب فیصلۂ استخلاف فی الارض سطح ارض پر نافذ فرما دیتا ہے۔ تو ابو الانس (امیر فرد) اپنے نائبین فعال اور عادل افرادِ ملّت کے ذریعہ تصرّف عدلیہ کے ساتھ نفس ملّت میں کتاب اور اس کی نورانی معنویت یعنی حکمت کی ودیعت سے عدل کو تمکین دیتا ہوا۔ اور اجرائے ہیبت قاہرہ سے فرطیات کو خارج کرتا ہوا حقیقت سجودِ جمعی کی تمکینی جد وجہد سے جو حامل روح الہٰی نوع انسانی کی صلاح جوہری و عرضی ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ للّہیت ہے۔ اور حقیقت سجود ہے۔ اپنی فردیّت فعال کے محور قاہرہ کے گرد ملّت اسلامیہ کے جمعًا نداور صیحہ کے ساتھ جو آیۂ كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ[1] کا مدعا و مقصود ہے۔ جائز واحد ملّت وسط کے اجتماع کو نفسِ ملّت میں اپنے فعال تصرّف کے ذریعہ عدل کے سیرانِ متحدہ سے اور جادۂ اجتماعِ عدل سے دفع موانع کے ساتھ اس بنیاد مستحکم پر تشدید کر دیتا ہے۔ جو آیۂ وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ[2] میں مستخلف عزّوجل نے فردیّت استخلاف داؤدی کی تشدید محکم کے متعلق مقصود فرمایا ہے۔ اور وہ بمطابق آیۂ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ[3] مستخلف فعال عزّوجل کی تصدیق فاضلہ کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کے باپ کی حیثیت سے اس کا مصداق قرار پاتا ہے۔

یعنی اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کا مرجعِ نسلی جیسے ایک انسانِ اوّل ہے اسی طرح اس انسانِ اوّل کا گھر تمام دنیا میں پھیلے ہوئے منزلی نظامات کا مرجع اوّل ہے۔ اور یہ حقیقت اس سلطنت کو جو کائناتِ انسانی کے نفوس اور اقتصاد میں عدل کو متمکن کرنے کا ذریعہ ہے۔ اسی انسانِ اوّل کی منزلِ اوّل یعنی کائنات انسانی کے پہلے گھر کا قائمقام قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے اس پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ انسانِ اوّل کے منصب ابوّت پر فائز ابو الانس (صدرِ دولت) کے تصرّف کے ذریعہ جو اس کی قوتِ فعالیہ اور نظامِ ملکی کے اجتماع سے تحقق پاتا ہے۔ تمام فرزندانِ دولت کے نفوس میں اور ان کے معاشرہ میں عدل متمکن کر دے۔ پس ابو الانس محمدٌ الرسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سُنّت کی پیروی میں محکمہ ہائے کیلئے (جو سلطنت کے ان تمام پہلوؤں کی ترتیب و استحکام کے ذمہ دار ہیں۔ جن کا مختصر ذکر سطور آئندہ میں کیا گیا ہے۔ اور سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر اوّل میں عنوان بنیاد مستحکم کے تحت ان سے متعلقہ محکموں کو مشخص کیا

---

[1] گویا کہ وہ بنیاد مستحکم ہے۔ (صف)

[2] ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل بخشا۔ (ص)

[3] جیسے ان سے پہلوں کو خلیفہ کیا تھا۔ (نور)

Marfat.com

گیا ہے) ---------- تمام شہروں اور ان کے محلوں اور تمام دیہات میں نظامِ ملی کی جانب سے اہتمام تعلیم و تربیت اور نظم و ضبط کے تحت ایسی اصلاحی مجالس کے قیام و اہتمام کو (جسے اس تصنیف لطیف سیرۃ نبوی ہر ایک محققانہ نظر جلد دوم میں اہتمام منصرّف عدلیہ کے نام سے معنون کیا گیا ہے) ---------- ایسے بنیادی معاون کی حیثیت حاصل ہونی چاہئیے۔ جسے متشکل ملّت عامہ کہا جا سکتا ہے۔ پس یہ اہتمام اگر عدل کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے۔ تو سلطنت کے تمام پہلوؤں (نظم و نسق اور تعلیم کتاب و حکمت اور انتخاب اور استحکام و توسیع ملّی اور افرادِ ملّت اور ان کے بچّوں کی اور یتیمیٰ کی تشخیص نفوس کے ساتھ تعلیم علوم و فنون اور ان کی ارتقائی وسعتوں اور اجتہاد اور شوریٰ اور والیوں اور حکاّم کے تقرّر اور ہر گونہ احتساب ولاۃ و عوام اور حرس (پولیس) اور نفسِ ملّت سے اخراجِ رذائل اور تعزیرات اور ان کے اجرا اور ان کے متعلقات اور قضایا اور اصلاح بین النّاس اور صحت اور عیادت مرضیٰ اور رحم حیوانات اور معدنیات اور زراعت اور سروے یا نشان دہی اور آب پاشی اور آب رسانی اور تجارتی اور اقتصادی اداروں اور رفاہ عامہ اور ہر گونہ ملکی و ملّی و معاشری و بین الاقوامی خبروں کے مہیا کرنے اور صنعت و حرفت اور تجارت اور مواصلات اور دار الضرب اور دولِ مفتوحہ اور سرحدات سے متعلقہ معاملات اور مہاجرین کی مدد اور بے روزگاری کے انسداد اور بے روزگاروں کی مدد اور نظامِ منازل و معاشرہ و اقتصاد اور یتیمیٰ کی خصوصی نگہداشت اور سیاستِ خارجہ اور دفاع اور نشر سے متعلقہ عادلہ جدوجہد اور مصرفہائے سلطنت میں اعتدال اور ذرائعِ آمدنی میں وسعت بالحق) کی ضروری منزلیں جمہورِ عوام یا فرزندانِ سلطنت کی شامل قوت کے ساتھ طے ہوتی جاتی ہیں۔ اور نظامِ ملکی کی عمارت بنیادِ مستحکم پر تشدید پاتی ہے۔ اور دولتِ وسطیہ کی حیاتِ پائندہ کا راستہ باطل اور مفسد موانع و عوائق سے پاک اور بے روک ہو جاتا ہے۔ جو کائناتِ انسانی کے لئے اہتمامِ حفظِ فطرتِ انسانی کی دلیل سے تمام نوعِ انس کے لئے دفعِ موانع کے ساتھ منادیٔ امن ہے ؛

Marfat.com

کیفِ اہتمامِ تصرفِ عدلیہ

مرجع فطری عزّوجل کے متعلق نفس انسانی میں تمکین فکر صحیحہ ایمان علی المرجح ہے۔ اور اس کے مظاہر عبادات استغراقیہ ہیں۔ کیونکہ نفس انسانی میں شعور کا عناصر سے تعلق مبدأ اعمال ہے۔ اور اسی دلیل سے عبادات استغراقیہ کوائف نسیان و عزم متعلقہ کے ساتھ ایمان یا فکر صحیحہ کی ضعیف یا مستحکم کیفیتوں کے مظاہر ہیں۔

اور ابو المنزل پر اولاد کی تربیت حسن عائد ہوتی ہے۔ جس کے نتیجہ میں فکر صحیحہ ان کے ادراک میں تحقق پاتا ہے۔ اور مدن میں جو منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ ابو الناس (امیر فرد) پر افراد مدن کی تربیت حسن اور انکی صحت افکار اور اس میں استقلال کی جدوجہد عائد ہوتی ہے۔

اور تاثیر تربیت منزلی کی دلیل سے یہ ظاہر ہے کہ افکار و ارادہ میں صحت کی تمکین تالیف فکر و عزم سے مشروط ہے۔ جیسے عادل فعّال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکّہ کے دن جبکہ آپ کو اقتدار اعلیٰ حاصل تھا۔ قبول اسلام کے ساتھ عفو کو مشروط نہیں فرمایا۔ کیونکہ مفرط قوائے تحریک پر سختی (جو اقوام مفرطہ کی تصغیر بالجہاد کو اجرائے حدود کی صورت انتقامیہ قرار دیتی ہے۔ اور فرط پر عدل کے اقتدار اعلیٰ کو متحقق کرتی ہے) وہ اگرچہ فرط تحریکیہ کو ان کے ساتھ جنیت متحدہ کی قوت کے ساتھ دبا دیتی ہے۔ اور رجحانات ارضی یا قوائے تحریک سے متعلقہ فطری لگاؤ کو دلیل امتزاج لطافت و کثافت سے مبدأ عمل کو متاثر کرتی ہوئی اعمال مفرطہ کے ارتکاب سے اس دلیل سے لوٹا سکتی ہے۔ کہ نہی عن المنکر مسلّمات انسانی سے ہے۔ یا اساس عدل پر استوار فطرت نفس کا فیصلۂ ناطق ہے۔ جو حقوق افراد کا تحفظ بالعدل ہے۔ اور افراد مدن کے درمیان عدل نظام کو قائم رکھ سکتا ہے۔ لیکن چونکہ مفرطاتِ فکری مسلّمات طبعی کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے محض شدت مذکرہ صحت فکری کی طرف رجوع یا صحت، فکری تمکین کے لئے سود مند نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس دلیل سے کہ ہر گونہ مسلّمات نفوس کے ساتھ نفوس عادل کے مسلّمات فعالیہ کو مسلّماتی جنیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے مفرطات فکری ترغیب و ترہیب کے مظاہر (فعّال موثرات فکریہ و عزمیہ) وہ ان کے ترشحات عدلیہ کے ذریعہ ہی صحت فکری کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔ جو انقلاب عزم و فکر ہے۔

لا اکراہ فی الدین[1] اسی تجزیۂ فطرت کے نتیجۂ محققہ کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔

دراں حالیکہ، اتحاد جنسیت ہی اسوۂ فعال یا عدل متشکل کے ترشحات کو نفس انسانی کے لئے مؤثر قرار دے سکتا ہے۔ کیونکہ نفس انسانی میں امتزاج لطافت و کثافت پردۂ غیب ہے۔ اور کیفیت منفعلہ ہے۔ جو ہم جنس موثراتِ فعالیہ کے تاثرات کو جاذبیہ وحدت کے ساتھ رفع اضطراب یعنی درخشانی کشف و تحمل کے لئے قبول کر سکتی ہے۔

پس جیسے چھوٹے بچوں کے افکار میں ان کے والدین اپنی تربیت موثرہ کے ساتھ صحت فکری قائم کر دیتے ہیں۔ اور وہ ان

---

[1] دین میں، جبر نہیں ہے۔ البقرہ۔ ع ۳۴۔ لکم دینکم ولی دین بھی اسی حقیقت کی وضاحت ناطقہ ہے۔

کی فطرت قرار پا جاتا ہے۔ ایسے ہی اگر موثراتِ ماحولیہ سے وہ صحت فکری اپنی قوت کی غایات کے ساتھ تحقق نہیں پاتی۔ تو اولوالملّت کو اس میں قوت کی تمکین کے لئے اسی مذکورہ تربیت موثرہ کی ارتقائی نہج اختیار کرنی چاہیئے۔ کیونکہ وہ ہر دو بالتدریج صحت فکری کے لئے کوششیں ہیں۔

پس صحت فکر کے مظاہر استغراقیہ یعنی عبادات پر استقلال جو استقلال صحت فکر کو مستلزم ہے۔ اسی تربیت موثرہ کی ارتقائی نہج کو اختیار کرنے کے لئے فیصل بالحق ہے جو اولاد کے متعلق اولو المنزل کو استقلال عبادات استغراقیہ کے لئے اختیار کرنی چاہیئے جو گویا ابنائے ملّت کی صحت فکری میں تمکین قوت کی کوشش ہے علیٰ ھذا افراط و فرطی گو اس تصغیر کو مستلزم ہے جو احاطۂ مدن میں تحفظ عدل کی موجب ہے۔ اور سلوک جادۂ عدل سے دافع موانع ہے مثل جابلکہ سایہ عدل پر استوار فطرتِ انسانی۔ فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت متحدۂ متوددہ کی دلیل سے کائنات انسانی میں تمکین عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ لیکن وضاحتِ متذکرہ کی دلیل سے صحت فکری کا تحقق استعمال قوتِ عسکری یا ہیبت حدود کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ اور نہ ہی وہ اسی وضاحتِ متذکرہ کے تحت فکر و ارادہ کے کوائف شعوریہ و عزمیہ کو بدل سکتی ہے۔ بلکہ بدلیل وضاحتہائے بالا اس کی تبدیلی کے لئے فعال موثرات فکریہ و عزمیہ اور ان کے ترشحاتِ عدلیہ کی ضرورت ہے۔ کہ وہ فضائل اخلاق یا اسوۂ حسنہ اور اس کے تصرفات عدلیہ ہیں جنہیں نفوس افرادِ میں بچپن سے تا بلوغ اور بعد بلوغ آخر عمر تک تدریجی کیفیتوں کے ساتھ ترغیب و ترہیب کی معیت میں متصرف ہونا چاہیئے۔ چنانچہ خالق فطرت فعال لما یرید عزّ و جل نے جہاں تصغیر فرط اصولی و جزئی کو عدلِ نظام کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ اور صحت فکر یا قبول عدل کو تصغیر فرط - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - سے ممیز کرتے ہوئے اس کے متعلق اس عسکری قوت کے استعمال کی اجازت نہیں دی جو تصغیر فرط کے لئے متحرک ہوتی ہے۔ بلکہ صحت کے لئے انقلاب فکری کو موثرات رغبیہ و رہبیہ کے ساتھ مخصوصیت دی ہے۔ اسی طرح افراد ملّت کے فکر صحیح یا ایمان کے ضعیف اور قوی مظاہر استغراقیہ کو اجرائے حدود و قصاص سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے جو تطابق فطرت ہے۔ فعّال تصرفاتِ عدلیہ یا فعال موثرات رغبیہ و رہبیہ کے اجرا کے لئے حکم ناطق فرماتا ہے۔ چنانچہ ان ہر دو حقائق متذکرہ پر آیۂ متعلق[1] اہتمام تصرف عدلیہ میں مضمون تفقہ و انذار شاہد بالحق ہے۔

پس منجملہ قرآن حکیم میں نماز کی تاکید شدید کے ساتھ اور فعّال سنّت مصطفوی میں ترک صلوٰۃ کو کفر[2] سے تعبیر فرماتے ہوئے۔ اس کی ادائیگی کی طرف افکار کو مندرجہ ذیل فرمان مصطفوی اشتہ کے تحت یا ترغیب و ترہیب کے اجتماع[3] بالعدل کے ذریعہ تالیف افکار کے ساتھ متوجہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے:-

---

[1] وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (توبہ رکوع آخر)

[2] ہمارے اور ان کے (کفار) کے درمیان عہد نماز ہے۔ جس نے اس کو چھوڑا تحقیق کفر کیا (مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ بحوالۂ احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ) نیز اس صلعم نے فرمایا کہ عبد اور کفر کے درمیان (امتیاز) ترک نماز ہے۔ (مشکوٰۃ بحوالۂ مسلم)

[3] جو ہیبت رہبیہ کا مظہر ہے۔

من نسی صلوٰۃً او نام عنھا فکفارتھا ان یصلیھا اذا ذکرو فی روایۃٍ لا کفارۃ لھا الا ذالک۔۔۔۔

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ بحوالہ بخاری و مسلم)

جو نماز بھول جائے یا سو جائے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسے پڑھ لے جب یاد کرے اور ایک روائت میں ہے کہ اس کے لئے کوئی کفارہ نہیں لیکن صرف یہ

اور نسیان سے مراد غفلت ہے۔ جو واقع ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرمان ربانی فَنَسِیَ[1] وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا میں صحتِ فکری کے وجود کی وضاحت کے ساتھ اسی طرح کی کیفیّت غفلت کی طرف اشارہ ہے۔ اور اِذَا ذَکَرَ (جب یاد کرے) سے توجہ فکری کا تحقق مقصود ہے۔ جو فطرتِ نفس کے رجوع فطری سے از خود واقع ہوتی ہے۔ یا مؤلفاتِ فکریہ مؤدبہ سے تحقق پاتی ہے۔ جیسے کہ وضاحتِ ذیل سے ظاہر ہے۔ (دراں حالیکہ استغفار صادقہ یا بعث التمسک بِحَبْلِ التَّقْوٰی تجدید کوائفِ شعوریہ فطریہ کی دلیل سے سیّأٰت کو حسنات سے بدل دیتی ہے)

بچپن میں شعوری کیفیّت اگرچہ ہر گونہ مؤثرات خارجیہ سے مبرّا ہوتی ہے۔ مگر ارضی ماحول کی وجہ سے فکر صحیح یا رجوع فطری تربیت مؤثرہ سے ہی نفس انسانی میں استقلال پا سکتا ہے۔ اور اس کے مظاہر استغراقیہ کا استقلال بھی بالتدریج اسی تربیّت مؤثرہ سے متحقق ہوتا ہے۔ پس ابتداً ماحول ارضیہ میں استقلال مظاہر استغراقیہ میں کوائف تدریجیہ گویا نسیان کی ایسی کیفیت کے مظاہر ہیں جو نفس انسانی اور اس کے ماحول کی صاحب تدریج فطرت کے تقاضاؤں سے واقع ہوتی ہے۔ اور اس کے لئے تربیتِ تدریجیہ تقاضائے فطرت کی مطابقت اور ایفا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین واضربوھم علیھا وھم ابناء عشر سنین وفرّقوا بینھم فی المضاجع ٥

(مشکوٰۃ)

اپنی اولاد کو حکم دو نماز کا جب کہ وہ سات برس کے ہوں۔ اور ان کو مارو جبکہ وہ دس برس کے ہوں اور ان کی خواب گاہوں میں ان کے مابین تفریق کر دو۔

اولاد کے بچپن میں فکر صحیح جب اوالمنزل کی تربیت مؤثرہ سے کسی حد تک استقلال پا لیتا ہے۔ تو اس کے مظاہر استغراقیہ کے استقلال کے لئے یعنی افکار کو اعمال کے ساتھ مستقلاً متحد کرنے کے لئے ایسی تربیت تقاضائے ضرورت کی ایفا ہے۔ جو طفولیت کے کوائف ارادیہ پر مؤثر ثابت ہو سکتی ہو۔ اور وہ طفولیت سے متعلقہ جملہ کوائف تربیت کی اس نہج کا اختیار ہے۔ جو نفس انسانی کے عہد طفولیت کے لئے اختیار کی جاتی ہے۔

مگر جب[2] نفس انسانی طفولیت سے بلوغ کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اور بلوغ کے بعد اس کی قوتوں میں استقلال پیدا

۱؎ وہ بھول گیا لیکن ہم نے اس کا ارادہ نہیں پایا۔ (طہٰ - ع ۷)

۲؎ ابن عمر سے روائیت ہے۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (غزوۂ) احد کے سال پیش کیا گیا اور اس وقت میری عمر چودہ برس کی تھی۔ تو آپ نے مجھے لوٹا دیا۔ پھر (غزوۂ) خندق کے سال جب مجھے حضور صلعم کی خدمت میں پیش کیا گیا اس وقت میری عمر پندرہ برس کی تھی۔ پس آپ نے مجھے (جہاد میں شامل ہونے کی) اجازت فرمائی۔ عمر ابن عبد العزیز نے فرمایا کہ یہ عمر لڑنے والوں اور لڑکوں کے درمیان فرق کرنے والی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب بلوغ الصغیر)

Marfat.com

ہو جاتا ہے تو اس وقت اس کے نسیان کو ذکر سے مبدل کرنے کے لئے ابوالملت پر اصولِ تدریجِ ارتقاء کے تحت ایسی تربیت مؤثرہ کا اختیار عائد ہوتا ہے۔ جو اس کے نفس کی ارتقائی کیفیتوں کے ساتھ مطابقت کرتی ہوئی اس میں انقلاب بالعدل بپا کر دے۔ اور وہ فردیت امارت کی شوکت فعال کے نظم و ضبط کے ساتھ معلمین کتاب و حکمت کی وضاحت مؤثرہ اور قوت مؤدبہ مہیبہ،[1] اور اسوۂ فعال ہے۔ جو تعمیل معروف کے لئے افرادِ ملت کو ان کی فطرت راغبہ و مرہوبہ کے ساتھ جھکا دیتا ہے۔

پس ان مجالس معلمہ پر (جو فردیت امارت یا اس کے نائبین فعال معلمین کتاب و حکمت سے تعلیم کتاب حاصل کرنے کے بعد اپنے اپنے محلوں یا شہروں یا قریات میں متعین ہوتی ہیں۔ اور وہ اہتمام تصرف عدلیہ کی صور متشکل ہیں) یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ فردیت امارت کی شوکت فعال کی معیت میں تالیف رہیبہ کے ساتھ تمام افراد ملت کو اطاعت معروف اور منجملہ عباداتِ استغراقیہ پر مستحکم کریں۔ جو فضائل اخلاق یا نورانی عدل نفس کے تحقق کا موجب ہیں۔ اور اسی دلیل سے وہ عدلِ معاشرہ کو فطرت قرار دیتی ہیں۔

اور سنت مصطفوی کی پیروی میں ہر نماز کے بعد مجلس قائم ہو۔ جو احتساب عدلیہ کے ساتھ افرادِ ملت کے اقتصادی اور منزلی اور اخلاقی ضعف کے متعلق فردیت امارت اور اس کے نائبین فعال کے حضور میں موجب وضاحت ہو۔ تاکہ تصرفات فعال اور اجرائے ہیبت کا اتحاد نفس ملت کو ہر گونہ مفرط کمزوریوں سے پاک کر دے۔ علیٰ ھذا اخوت نوعی کی صلاح جوہری و عرضی کے لئے استقلال جہد حسب وضاحت متذکرہ و آئندہ (زیر عنوان اہتمام تصرف عدلیہ و اقتصاد معاہد) اس مجلس معلمہ منظمہ پر عائد ہوتی ہے۔ جو ابوالانس (امیر فرد) کے فضل ابوت اور ہر فرد مسلم کی فطرتِ عادلہ کے تقاضا ہائے فعال کی ایفا ہے۔ یعنی اخوت نوعی کے نفوس و ماحول نفوس میں تمکین عدل کی جدوجہد ہے درآں حالیکہ نفوس و ماحول نفوس افراد ملت میں تکمیل عدل اور ہر گونہ صلاحِ اخوتِ نوعی کے لئے جدوجہد سیاستِ مدن میں موجب تمکین عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے کائناتِ انسانی کے جائز و احد نظامِ مدن میں وجہ استحکام ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور فرد اساس ملت ہے اور نظامِ مدن میں تمکینِ عدل مسلمات عدلیہ کی مطابقت کی دلیل سے افرادِ مدن کو محوریہ امارت کے گرد متداور عدلیہ میں استقلال عطا کرتا ہے۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ منصب تحکیم العدل کی تفویض چونکہ علمِ کتاب و حکمت۔ اور واقعات دہر میں تداول شعوری و عملی کے ساتھ مشروط ہے۔ اور اسی لئے احتساب استعداد کے بعد حکام و ولاۃ کو منصب تحکیم العدل پر فائز کیا جاتا ہے۔ اس لئے ان مجالس معلمہ کو محوریت آئمہ

---

[1] فرمان مصطفوی فمن ترکھا متعمداً فقد برئت منہ الذمۃ (مشکوٰۃ۔ کتاب الصلوٰۃ) نیز مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب الجماعۃ وفضلہا فصل اول میں حدیث عن ابی ہریرہ اور کتاب الصلوٰۃ باب الجمعۃ اور باب وجوبہا فصل ثانی میں حدیث عن سمرہ ابن جندب اور فصل ثالث میں حدیث عن ابن مسعود میں اس ہیبت مؤدبہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ (یعنی جو شخص قصداً نماز کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس کا تحفظ ایسی اجرائے ہیبت کے حق میں ساقط قرار پاتا ہے۔ جو حالات و کوائفِ مستدرجہ کی رو سے نافذ بالعدل قرار دی جا سکتی ہو۔

Marfat.com

کے گردنداور باالعدل کے ساتھ اس وقت تک جب تک انہیں احتساب استعداد کے بعد منصب تحکیم العدل پہ فائز نہ کیا جائے۔ صرف احتساب کا اور فردیت امارت یا منصب تحکیم العدل یا شعبہائے متعلقہ کے حضور میں وضاحتِ حالات کا فرض انجام دینا چاہیئے۔

نیز دورِ انحطاط میں اگر اجتماعِ ملّی میں انتشار واقع ہو جاتا ہے۔ تو افرادِ ملّت کے اخلاقی و منزلی و اقتصادی احتساب عدلیہ کے ساتھ اُن کے نفوس میں تمکین عدل کی کوشش کے لئے اور تشکیل جماعت کے مراحل تدریجیہ میں استقلال کے لئے اہتمام تصرّف عدلیہ اجتماع ملّی کی تشکیل نو اور اس کے استحکام مستدرجہ کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے دورِ انحطاط میں بھی عادل (صاحب کشف و تحمل) افرادِ ملّت کو حبل الٰہی سے اعتصام جمعی کی اس نہج کو قائم رکھنے کی کوشش کرنا چاہیئے یا قائم کرنا چاہیئے کیونکہ اس کا وجود تدریجِ ارتقا[1] کے ساتھ غایتِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ (زمانۂ انتشار میں صرف اپنی ذات کا منکرات سے تحفظ[2] اور عوام کو ان کے حال پہ چھوڑ دینا۔ یعنی اپنی ذات کی علیحدگی اور خاموشی اور منکرات سے صرف قلبی نفرت[3] اور پھر اس کے بعد قوت مہیا کرتے ہوئے معیار قوت کے ساتھ مطابقتِ عدلیہ کے تحت زبان سے اظہار نفرت اور پھر اس کے بعد قوت غالب کے ذریعہ انہیں معروف کے راستہ سے ہٹا دینا تدریجِ ارتقا کے مظاہر ہیں)

نماز باجماعت اور نماز کے بعد مجالس نبوی اور جمعہ کا ہر مسلم پر مجبور لوگوں کو مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے فرض قرار فرمانا شوکت اجتماعی کے استقلال کی جہد مسلسل ہے۔ جیسے ہر دور میں ہر قریہ و شہر میں مستقلاً جاری کرنا چاہیئے یا جاری رہنا چاہیئے۔ دراں حالیکہ جماعتِ نماز جمعہ کی شرط ہے۔ اس کا امکان جمعہ کے وجوب کو فطرت اجتماعی کے فیصلہ کی رو سے ان کم سے کم اشخاص کے اجتماع پر عائد کرتا ہے۔ جن سے جماعتِ صلوٰۃ متشکل ہو سکتی ہو۔

اور چونکہ اس اہتمام تصرّف عدلیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ تالیف افکار کے ساتھ صحت افکار اور ان کے مظاہر میں استقلال قائم کر دے (جو نظم و ضبط کی شوکت فعال اور تصرّف عدلیہ کے ساتھ افرادِ ملّت کا عبادات استغراقیہ پہ استحکام ہے) اور منصب تحکیم العدل کے روبرو فرطیات جزئی یا رذائل اخلاق یا ضعف معاشری کی وضاحت کرتے ہوئے انہیں اجرائے ہیبت عدل کے ذریعہ نفس ملّت سے خارج کرنے میں مددگار ہو۔ اس لئے فرض اہتمامیہ کی رو سے اس پہ عائد ہوتا ہے۔ کہ جو شخص ان

---

[1] دراں حالیکہ رعایت تدریج تطابق فطرت کی دلیل سے ذلت سے نفس فرد و ملّت کو محفوظ رکھتی ہے۔ فرمان مصطفوی لا ینبغی للمؤمن ان یذل نفسہ قالو وکیف یذل نفسہ قال یتعرض من البلاء مالا یطیق (مؤمن کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کر دے لوگوں نے پوچھا وہ کس طرح تو حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ ایسی تکلیف یا بلا کے ساتھ متعرض ہو جائے جس کی برداشت کی طاقت نہیں رکھتا) اسی حقیقت پر شہادت ناطق ہے۔

[2] مشکوٰۃ کتاب النفس

[3] مشکوٰۃ کتاب الآداب باب امر بالمعروف مطالعہ فرمائیں۔

[4] جمعہ حق اور واجب ہے۔ ہر مسلمان پر جماعت میں لیکن چار (مستثنیٰ ہیں) عبد مملوک اور عورت اور بچہ اور مریض (کتاب الصلوٰۃ باب الجمعہ و وجوبہا) (مشکوٰۃ) نیز اس صلعم نے فرمایا جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اس پر یوم جمعہ کو جمعہ (عائد ہوتا) ہے لیکن مریض اور مسافر اور عورت اور لڑکا یا عبد مملوک۔ ۔ ۔ ۔ الخ (مشکوٰۃ)

Marfat.com

استغراقی عبادات سے (کہ فضائل اخلاق ان کے نتائج و اثمار ہیں اور ان سے غفلت وجہ فرطِ نفس یا رذائل سے منکر ہو یا انکار پر افرادِ ملّت کو آمادہ کرتا ہو یا اہتمام تصرفِ عدلیہ سے متعلقہ اُن فرائض کی ادائیگی میں جن کا ذکر گذشتہ عنوانِ متعلقہ کے تحت گزر چکا ہے۔ کوتاہ ہو یا مخل ہو۔ تو اس دلیل سے کہ وہ اُس امر بالمعروف کی جانب مخالف اختیار کرتا ہے۔ جس کی تمکین فردیّت امارت کا فرض فعال ہے۔ اس لئے وہ گویا اللہ اور اس نے رسول اور اولوالامر عہد کے ساتھ جنگ یا حرب کا اعلان کرتا ہے۔ پس آیۂ متعلقہ سعی بالفساد[1] کے تحت اس کے درجاتِ انکاریہ یا جرم کی مطابقت اور اہتمام تصرف عدلیہ کی شہادتِ واضحہ کے ساتھ اسے احاطۂ ملک و ملّت سے خارج کر دینا چاہیئے۔ دراصل دفع نسیان کے لئے شوکت فعّال کے ساتھ تالیف فکری اس دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے کہ مؤلفات فکریہ (جو تقاضائے فکریہ کی ایفا کا موجب ہوتی ہیں) اور تقاضا ہائے فکریہ جوانب میزانیہ میں تنصیف بار کو متحقق کرتی ہوئی مظہر مقصود عدل ہیں۔

الحاصل شوکتِ فعال کے ساتھ تالیف فکری اور احتساب بالعدل کے ساتھ نفس مدن سے فرطیات کے خروج کی جہد بالوضاحت اہتمامِ تصرفِ عدلیہ کی میزان العدل کے جوانب میں تحقق ثقل بار ہے۔ اور فردیّت امارت کا تصرف فعال تنصیف بار سے استقامت قسطاس کو متحقق کرتا ہے۔

نسخ و نسی

مَا نَنْسَخْ[2] مِنْ آيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اصول تدریج تخلیق انسانی اور اس کی نشو و نما اور اس کے ارتقائے شعوریہ اور تاسیس جماعت اور اس کی توسیع و تشدید میں جاری و ساری ہے اور اسی دلیل سے بالتدریج و بالتفریق تنزیل دستور تطابق فطرت نفس ہے۔ اور نفس فرد و جماعت کی تدریجی صلاحیتوں کے ساتھ تطابقِ عدلیہ ہے۔ اور موجب ثبات نفس فرد و جماعت ہے

---

[1] عنوان فساد مطالعہ فرمائیں۔

[2] جو آیت ہم منسوخ کرتے ہیں یا بھلا دیتے ہیں۔ تو اس سے بہتر یا اس کی مثل اور آیت اس کی بجائے ہم لے آتے ہیں۔ کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ البقرہ۔ ع ۱۳

داعی الی المرجع عادل فعال المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض نے اصحابِ نفوس افراد کے مانند دولت وسطیہ کی تاسیس فرمائی اور اس پر قصرِ عمارت کو مکمل فرمایا۔ جو گویا نفوسِ افراد کی نظامِ دولت کی تکمیل بہ تدریج تھی۔

اور مرجع فطری مستخلف عزوجل نے نفوسِ افراد کی تکمیل متدرجہ سے متعلقہ عبادات استغراقیہ کے احکام میں، جہد استنباطیہ اور عہد منحقہ اور فرائض و نوافل کی وضاحت کے ساتھ اقتصاد اور معاشرہ اور حدود اور دفاع وغیرہ سے متعلقہ احکام کے نزول میں اسی تدریج اصول کو بالعدل ملحوظ فرمایا اور جامع مع اہتمام عدل نفوس اور جامع عدل معاشرہ و عدل اقتصاد و عدل اجرائے حدود و عدل دفاع دولت وسطیہ کے تاسیسی مراحل میں احکام سے متعلقہ اصولی وسعت ہائے جامعہ یا فواتح ابتدائیہ اور اس کے متعلقات کو بیان کرنے کے بعد اس کے ارتقائی مراحل تعمیریہ و توسیعہ و دفاعیہ میں جزئی یا تمامتر وضاحتوں کے ساتھ انتقالی کوائف یا تغیراتِ احوال سے متعلقہ احکام کو نافذ فرمایا۔ فرمانِ ربانی نَأْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا أَوْ مِثْلِهَا اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

منجملہ اس میں کوائف شدیدہ و خفیفہ اور ان کے خفت و شدت کی طرف رجوع متدرجہ اور نفسِ فرد و جماعت کی تدریجی صلاحیتوں کے ساتھ تطابق بالعدل فرماتے ہوئے اس عزوجل نے احکام نازل فرمائے۔ کہ وہ جانب میزانیہ میں تنصیبت بار کی دلیل ہے نفسِ دولت میں موجب تمکین عدل ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ تجربۂ نفس اور تدریجی موثرات و مولفاتِ الوان کی شہادت کے ساتھ بالتدریج فکر کی تعمیر واقع ہوتی ہے یا اس میں انقلاب تحقق پاتا ہے۔ اور وہ تعمیر یا انقلاب فکری تعمیر و انقلاب ارادہ کی بنیاد ہے اور تعمیر و انقلاب ارادہ تعمیر و انقلاب عمل کی اساس ہے۔ جو نفسِ فرد و جماعت میں تدریجی صلاحیتوں کی حقیقت پر ناطق بالحق ہے۔

چنانچہ اسی متذکرہ کوائف تدریجیہ کے ساتھ تطابق بالعدل کیساتھ احکام ربانی کا نزول ہوا جو تدریج و تفریق نزول ہے۔ اور مقصود آیہ دلیل ہے۔ اور منجملہ جامع شقیقت آیہ نسخ ہے۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى	قرآن کو ہم نے متفرق طور پر (تھوڑا تھوڑا کرکے) اتارا کہ تو اسے
مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا (بنی اسرائیل)	انسانوں پر توقف کے ساتھ پڑھے اور ہم نے اسے اتارا اتارنے

اور وضاحت متذکرہ کی دلیل ہے جو تطابق کوائف تدریجیہ نفس فرد و جماعت ہے۔ (دراں حالیکہ فرد اساس جماعت ہے) مومنین کے ثبات و استقلال نفوس کا موجب ہے۔ چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ	کفار نے کہا۔ کیوں نہ اس پر اتارا گیا قرآن اکٹھا ایک بار اسی
جُمْلَةً وَّاحِدَةً كَذٰلِكَ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ	طرح ہم نے (اتارا بالتدریج) تاکہ تیرے دل کو اس سے ثبات
(فرقان۔ ع ۳)	دیں۔

اور فرماتا ہے:۔

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ لِيُثَبِّتَ	تو کہہ اس کو نازل کیا ہے روح القدس نے تیرے پروردگار کی طرف
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔۔۔ الخ (نحل۔ ع)	سے حق کے ساتھ تاکہ مومنین کو ثبات دے ۔۔۔ الخ

(حیاتِ دنیا میں کہ وہ مقام امتحان ہے اور آخرت میں کہ وہ مقام حساب و جزا ہے ثبات قلب کی اساس منورہ پر ثبات قول کو متحقق کرتا ہے)

پس اسی وضاحتِ روشن کے تحت یہ تدریج و تفریق اور نسخ و نسی جو کتاب اور اس کی شرح متشکل سنت مصطفوی صلعم میں ناطق بالحق ہے۔

لے اِنَّ اَحَادِيْثَنَا يَنْسَخُ بَعْضُهَا بَعْضًا كَنَسْخِ الْقُرْاٰنِ (نسخ قرآن کی مانند ہماری بعض احادیث بعض احادیث کو نسخ کرتی ہیں) مشکوٰۃ کتاب العلم باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ۔

Marfat.com

استقلالِ دولتِ وسطیہ کا موجب ہے۔ یعنی استقلالِ نفس محور و نفس تداور کو متحقق کرتا ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ یہی نسبت تدریجیہ جامعیت کے ساتھ سالفہ کتب سماوی اور قرآن حکیم میں اس وضاحت کے ساتھ متحقق ہے کہ واحد مرجع نسلی انسان اوّل ابوالانس علیہ السلام سے لے کر اس کے منصب ابوتِ انس پر (دلیل تکمیل دستور سے اور دلیل قوتِ فعالیہ متواترہ سے (جو اس صلعم کے صدر مبارک سے الی یوم القیمہ اس کی امت میں جاری وساری ہے) فائز عادل فعال ابوالانس محمدؐ الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم تک بالتدریج تنزیلِ دستور کی تکمیل اس کیفیت جامعۂ محققہ کے ساتھ ہوئی کہ عہد مصطفوی مبادیاتِ مقتضیاتِ دہر کی وضاحت جامعہ کے تحت جملہ دہور و اعصار کو اپنی وسعت کے ساتھ محیط ہے اور اسی دلیل سے اسکی ابوت فاضلہ کا عہد جلال معمارِ دستور کامل ہے (پس کتاب مجید کے آئینی معیار تصدیق پر معتمد ایسے وہ احکام جو سالفہ کتب سماویہ کے حوالہ سے قرآن مجید میں نازل ہوئے۔ وہ نفاذ میں دیگر آیات کتاب کی مانند قرار پائیں گے۔ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْکُمْ[1] اسی حقیقت واقعہ کی وضاحت ہے)

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ قرآن حکیم اپنی کوائف تنزیلیۂ مستدرجہ کے ساتھ الی یوم القیمہ دستور کامل کی حیثیت سے بمطابق اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا نافذ بالعدل ہے۔ اور اس کے وجود و ذات مستقلہ کی مانند اس کے کوائف تنزول مستدرجہ کو بذاتہٖ اور نفس دہر اور تغیرات احوال اور تداولِ ایام میں استقلالِ اصول تدریج کی دلیل سے استقلالِ جاریہ حاصل ہے۔[2] اسلئے اس وضاحت کیساتھ کہ خلافت راشدہ کے بعد دورِ انحطاط کا آغاز ہوا (جو قرنوں تک پھیلا ہوا ہے) پس اس کے خاتمہ پر بمطابق لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ۔ اور بمطابق حدیث نبوی خیر امتی اولھا و آخرھا.... اور بمطابق دیگر احادیث مماثلہ استقلالِ کوائف استغراق بالعبادت اور استقلال کوائف حلت و حرمت کیساتھ[3] دولتِ وسطیہ کی تعمیر نو سے متعلقہ عہود و عہد جدید عمل پر اطلاع مستدرجہ مماثلہ پر احکام مماثل نافذ بالعدل ہونگے آخر میں یہ امر زیر نگاہ رہنا چاہیئے کہ فرمان ربانی اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اس حقیقت عظمیٰ کی وضاحت ہے کہ دولت وسطیہ کی تاسیس اور اس کی تعمیر و توسیع و تشدید کے لئے مدبر السموات والارض عزّوجل اپنے دستِ غالب کو جلال الوہیت کے ساتھ متصرف بالعدل فرماتا ہے۔ اور احکام میں تدریج نزول اسی نفاذِ جلال کا ترشح عدلیہ ہے۔

پس امیر فرد کو عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کی پیروی میں اس عزّوجل کا نافذ کردہ اصول تدریج تعمیر دولت میں نفاذ عدل کے لئے ہرگاہ علم عمیق کے ساتھ ملحوظ رکھنا چاہیئے۔

سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم میں جو دستور تعمیر ملّی کی شرح و بیان ہے۔ مقامات متعلقہ میں احکام مستدرجہ کے مقاصد عدلیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

دراں حالیکہ نفوس کی متوز تکمیل عدلیہ اور دولتِ وسطیہ میں تمکینِ نظام عدل عہد مستحقہ مستدرجہ ارتقائیہ مسلسلہ کو مستلزم

---

[1] کہو کہ ہم ایمان لائے جو کچھ ہم پر نازل ہوا۔ اور جو تم پر نازل ہوا۔ (عنکبوت ع ۵)

[2] کیونکہ کوائف تدریجیۂ نزول کے ساتھ تکمیل نزول سے نفس دہر میں ان کیلئے استقلال قبول کی استعداد اس دلیل سے متحقق ہو چکی ہے۔ کہ نفوس اقوام دہر میں اخذ کیفیت ہائے علمیۂ متواترہ کے ساتھ قبول عدل کے بعد اُن کے تحمل کے لئے گوارائی کیفیت واقع ہو سکتی ہے۔ جو تدریجِ نزول کے مقصد کو پورا کرتی

[3] کیونکہ وہ تداولِ ایام کے نتیجہ میں جدید جماعتی ارتقا سے متعلقہ حالات مستدرجہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور سنت مصطفوی کی پیروی میں اُن کا محل نفاذ دولتِ وسطیہ کے کوائف اجتماعیۂ مستدرجہ ہیں۔ اور یہی حقیقت تدریجِ مقصود تسخ ہے دراں حالیکہ نسخ کوائف ہنگامیہ کے عدم کے ممکن نہ ہونے کی دلیل سے واقع ہوا ہے۔

Marfat.com

ضابطۂ تصغیرِ فرط

کا

مقالۂ افتتاحیہ

Marfat.com

فیصلۂ فطرت ہے کہ ساتھ عزتِ عدل کے حضور
میں فرطِ ذلیل کو پست اور صغیر ہو جانا چاہیئے!

(محمد سعید)

تصغیر فرط

وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (کہف)

قایمٌ بالقسط اور آمر بالعدل اللہ عزّ وجل منشورِ ذبل کے ساتھ (جو اس عزّ وجل کا ترشحِ عدلیہ یا فرمان قسطیہ ہے اور اس کی معنویت کے ساتھ ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراق کی دلیل سے نفسِ مصطفوی یا نفسِ ملّتِ وسطیہ کی نورانیت متحد الحقیقت ہے۔ جو نفسِ انسانی میں دلیل کشف و تحمل سے عدلِ الٰہی کے فضلِ قاہر کی وراثتِ غالبہ کے استقاق کی وضاحت ہے) عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس صلعم میں مدغم مہبطِ فعّال نفسِ مصطفوی قایمٌ بالقسط ملّتِ اسلامیہ کو مخاطب فرماتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا[1] وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (کہف)

اس کی اطاعت ہرگز نہ کر جس کے دل کو ہم نے[2] اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے۔ اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی ہے۔ اور اس کا کام حد عدل سے ہٹا ہوا ہے۔

یعنی نفسِ انسانی کا مرجع فطری اس میں کثافت کی معتدل خلقی و ترکیبی نسبت اور تودیعِ لطافت کی دلیل ہے وہ لطیف عزّ وجل ہے۔ جو جوانبِ ارضیہ و سماویہ میں اپنی فردیّت الوہیت کے ساتھ قایماً بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ کہ وہ ہر دو اس کی صفت ذاتیہ قیام بالقسط اور امر بالعدل کی جلوہ گاہ ہیں۔ پس نفسِ انسانی میں کثافت و لطافت کہ وہ جوانبِ میزانیۂ نفس ہیں۔ جو اساس عدل و قسط ہے۔ اور ان میں ثقل وزن کہ وہ تعدیل [illegible] کو مستلزم ہے۔ مرکب و مستودعِ حقیقی قایمٌ بالقسط عزّ وجل (جو مرجع لطافت و کثافت ہے) کے ذکر [illegible] کے ترشحِ عدلیہ یعنی اس کے کلام ہیں کہ وہ حاملِ ذکرِ اسم ذات عزّ وجل ہے۔ قوائے ادراکیہ و تحریکیہ کے ساتھ استغراق ہے) تحقق ہوتا ہے۔

اور وہ ثقل وزن کشفِ لطافت اور کثافت کا تحمل کشف ہے جو ہر دو حقائق کے تقاضاؤں کی ایفا کی حجت ساطعہ

---

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ عدل کے معنیٰ یہ ہیں۔ کہ وزن کو ایسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے کہ کوئی جانب کسی طرف جھکنے نہ پائے گویا معنیٔ عدل جوانبِ میزان کو مستلزم ہے۔

[2] اللہ عزّ وجل کی طرف ہدایت و ضلال کی نسبت کی وضاحت عنوان تہذیب نفس میں مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

کے تحت اعتدالِ نفس ہے اور خواہش کو فطرتِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔ اور حوائجِ عنصری کی الغا میں آئین کو بطورِ فطرت متحقق کر دیتا ہے جو دستورِ عدل یعنی کتب کی نورانی معنویت کے ساتھ حقیقتِ نفس کے اتحاد کا تحقق ہے اور تقاضائے فطرتِ عدل کی الغا ہے۔ (کیونکہ آئین اور استقامتِ قسطاسِ العدل اس دلیل سے متحد المعنیٰ ہے) کہ آئین اساسِ عدل پر استوار فطرت کے مسلمات عدلیہ کا ضبط متحدہ ہے۔ اور نفسِ انسانی میں نورِ لطافت تحمّلِ نور سے کثافتِ نفس میں تمکین پاتا ہے۔ گویا کشفِ نور اور اس کا تحمّل جو تعدیلِ نفس ہے۔ اور الغائے تقاضا ہائے حقائقِ نفس کی دلیل سے تکمیلِ نفس ہے۔ دلیلِ ہٰذا سے تمام کائناتِ انسانی پر جس کے لئے تمام ملکوتِ ارضی و سماوی مسخر ہیں۔ وجہِ عزّ و فضل ہے۔ اور ان تمام موانع سلوک جادۂ عدل مفرط یعنی ناقص النفوس جماعتوں کو فضل و برتری کے استحقاق سے ساقط قرار دیتا ہے جو مرجعِ فطری عزّ و جل کی طرف رجوع یا اس نورِ ذکرِ الٰہی (کشف لطافتِ نفس اور تحمّل کشف) سے محروم ہیں۔ جو نفسِ انسانی میں نورِ لطافتِ نفس اور تحمّلِ نور کو اس دلیل سے متحقق کرتا ہے۔ کہ وہ اپنے نورانی اصل کی طرف اس کی بازگشت ہے اور اسی میں اس کا استغراق اس کی حقیقت کو منکشف کر سکتا ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ [۲] اسی سطوتِ درخشاں کی شرح و بیان ہے (روحِ الٰہی کے نفسِ انسانی میں تودیعہ کو جلد اوّل میں براہینِ محقق سے روشن کیا گیا ہے) اور تصرّفِ اصل ہی حیاتِ فروع کا موجب ہو سکتا ہے۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے۔

پس حرمانِ کشف و تحمّل کی دلیل سے مفرط جماعتوں کے نفوس فطرت آئین و عدل سے محروم ہیں گویا حوائجِ عنصری کی الغا میں ان کی خواہشِ نفس اساسِ الغائے حوائج ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی کی فطرت اور مال و جان و آبرو کے لئے شدید خطرہ ہے اور اسی دلیل سے انہیں فضل و برتری کے حق سے محروم قرار دیتی ہے۔ اور ان کی تصغیر ایمان کی خرابیٔ فطرت کی شہادت کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ یہی مدّعائے آیۂ وَ لَا تُطِعْ ...... الخ ہے پس ملّتِ وسط کے روبرو تمام مفرط جماعتوں کو فیصلۂ فطرتِ نفس کی رُو سے پست اور صغیر ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ ملّتِ وسط (عدل) کا عدل فطری اس دلیل سے کہ وہ کائناتِ انسانی کی تکمیلِ فطرت کا ذریعہ ہے۔ اور مایۂ دار امن ہے۔ اس کے فضل اور عزّتِ قاہرہ پر اور تمام مفرط جماعتوں کی فطرت شکستہ اس دلیل سے کہ وہ کائناتِ انسانی کی فطرت اور مال و جان و آبرو کیلئے خطرہ ہے۔ اُن کی تصغیر پر فطرتِ نفس کی شہادت ہے۔ جو سلوک جادۂ عدل سے رفعِ موانع ہے۔ اور مدعائے آیۂ تصغیر ہے۔

قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ و جل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ

لڑائی کرو اُن لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور اس چیز کو حرام نہیں جانتے جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہے۔ اور

---

[۱] کیونکہ خواہش کو فطرتِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔

[۲] پس جب میں اسے استوار کر چکوں اور اپنے روح سے اس میں پھونک دوں۔ (حجر)

Marfat.com

مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۝ (توبہ)

دینِ حق کو نہیں قبول کرتے ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں اپنے ہاتھ سے اور پست ہو کر رہیں۔

(اس مرحلہ پر آیہ وَلَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصٰرٰى ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (مائدہ ع) کے ساتھ تطابق (جو ہار جوانب میں تضعیف صحیح کی دلیل سے عدل یا قیام بالقسط ہے) زیرِ نظر رہنا چاہیئے۔ مرجعِ فطری عزّوجل قائمٌ بالقسط ہے۔ اور فطرتِ نوعِ انسانی بحیثیت خلائفِ الارض اساسِ قیام بالقسط پر استوار ہے۔ پس امتزاجِ کثافت و لطافت کی دلیل سے کہ وہ جوانبِ میزانیہ نفس ہیں تعدیلِ نفس اور منزلِ اوّل کے فطری تتبّع میں تدبیرِ منزل اور وحدتِ مرجعِ نسلی کی دلیل سے منزلِ اوّل کی موسّعہ وسیعہ سیاستِ مدن نفسِ انسانی کے تقاضائے فطری کی ایفاء ہے۔ اور چونکہ فرد اساسِ منزل و مدن ہے اس لئے فرط اگر نفسِ فرد میں واقع ہوتا ہے۔ تو اُس کے عدلِ اساسی کو (وہ فطرت یعنی کثافت و لطافت ممزوجہ جس پر نفسِ انسانی پیدا کیا گیا ہے) راجع الی الاسفل یا باطل قرار دیتا ہوا۔ مفرطِ افراد کے اجتماعِ منزلی و مدنی کو (جو تقاضائے فطرتِ انسانی سے رُونما ہوتا ہے) اس مفرطِ فرد و مفرطِ اجتماع کی اساسی و تعبیری نسبتِ سیرانیہ کی دلیل سے عادلِ فعّال مدنِ اسلامیہ کی قوتِ فعّالیہ کے رُو برو صاغر و پست قرار دیتا ہے۔ جو تعطّلِ فرط ہے۔ اور شکستِ فطرت کی دلیل سے وہ جزا ہے۔ جو فطرتِ انسانی اس کے حق میں نافذ کرتی ہے اور جامعِ افراد و منازل جائز واحد سیاستِ مدن کے جادۂ اجتماعِ عدل سے دفعِ موانع ہے:

عدل کشفِ روحِ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ[1] عزّوجل اور تحملِ کشف کی دلیل سے دینِ حق ہے۔ یعنی نفسِ انسانی پر لفظ و مجاز کی معنویت و حقیقت کا انکشاف ہے۔ اور اسی دلیل سے جادۂ تکمیلِ فطرت یا صراطِ مستقیم کی منزل کہ مقصود ہے اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ عزّوجل کے جلالِ فعالیہ کی نفسِ انسانی میں جلوہ گری ہے۔ جو استعدادِ استخلاف فی الارض ہے۔

اور وحدتِ مرجعِ فطری و نسلی کی دلیل سے فردیّتِ استخلاف فی الارض وحدتِ مرکزیت کے ساتھ مظہرِ سطوتِ فعالیہ ہے۔ اور وجودِ عدل فعال کی دلیل سے ملّتِ وسط کا مایۂ فضل و کبریائی ہے۔ اس لئے تمام مفرط اجتماعات کو وہ اپنی شوکتِ عدل کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ مستخلف عزّوجل قائمٌ بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ اور نوعِ انسانی یعنی خلائفُ الارض میں لفظ خلافت کی معنویت یعنی حقیقتِ استخلاف قیام بالقسط اور امر بالعدل سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ پس وہ فحشاء اور منکر اور بغی کو جو تہذیبِ شخصی اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن میں وقوعِ فرط ہے۔ عادل قوتِ فعّالیہ کے تصرّف کے ساتھ (جو دستورِ عدل یعنی کتاب و حکمت کا نفوسِ افراد میں سیران تموّج ہے) انحادِ شمشیر کے ذریعہ دبا دیتی ہے۔ یا مٹا دیتی ہے۔ جو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ کائناتِ انسانی کے ساتھ تقاضائے تو دواخوت نوعی کی ایفائے فعّال ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے:

---

[1] فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ ۔ (حجر)

Marfat.com

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ
(نحل)

تحقیق اللہ عدل کا اور احسان کا اور ذوی القربٰی کو داد و دہش کے لئے حکم دیتا ہے۔ اور فحشاء اور منکر اور بغی سے روکتا ہے (فحشاء اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی اس حد عدل سے تجاوز ہے۔ جو ثقل وزن کے ساتھ تنصیف وزن کو متحقق کرتی ہے۔ اور منکر فطرت انسانی سے ناشناسا اور بیگانہ ایسے فواحش ہیں۔ جو نوع انسانی کی انفرادی حیثیت کے ساتھ اجتماعی حیثیت کو متاثر کرتے ہیں۔ اور بغی کے معنی ایسا تجاوز یا فحش ہے۔ جسے دست درازی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ یعنی ایسا عدوان جو جائز واحد نفس اجتماع پر موثر ہو۔

اور فرماتا ہے :۔
وَمَن يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَهُوَ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ
(النحل)

اور جو عدل کا حکم دیتا ہے اور وہ صراط مستقیم پر ہے

اور فرماتا ہے :۔
الَّذِينَ إِن مَّكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَأَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ
(الحج ۔ ع ۶)

اگر ہم انہیں زمین میں تمکن کر دیتے ہیں تو وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ اور معروف (ایسے امور جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی سے شناسا ہیں) کا حکم دیتے ہیں اور منکرات (ایسے امور جو فطرت انسانی سے ناشناسا ہیں) سے روکتے ہیں۔

گویا مستخلف عزّوجل آمر بالعدل اور ناہ عن الفحشا و المنکر و البغی ہے۔ اور ملت وسط کی عادل قوت فعالیہ یعنی فردیت[1] استخلاف فی الارض اپنی فطرت قاہرہ میں تمکین عدل یا امر بالعدل کے ساتھ سطح ارض پر آیات بالا کی مطابقت میں امر بالعدل یا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی نیابت امر بالعدل الٰہی کا جلیل القدر فرض انجام دیتی ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ منکر مطلق بھی جامع ہر سہ مفرطات ہے جو آیۂ عدل و احسان میں مذکور ہیں۔ کیونکہ فحشاء حد عدل سے تجاوز کی دلیل سے منکرات فطرت انسانی میں داخل ہے۔ اس لئے کہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور آیۂ مذکورہ میں واو عطف کے بعد لفظ منکر کے ایراد سے فواحش کی ایسی ساریہ حیثیت مقصود ہے جو نوع انسانی کو اس کی انفرادی حیثیت کے ساتھ اجتماعی حیثیت سے اپنے اسراف و ظلم کے ساتھ متاثر کرتی ہے۔ کیونکہ اساس عدل پر استوار فطرت نفوس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی صورت متشکل مسلمات ہیں۔ جو خوان نبوّت سے معلوم اور غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کرتے ہوئے اصول ہائے عدل کی بنا پر شکل و صورت اختیار کرتے ہیں۔ پس منکرات وہ افعال ہیں۔ جو مسلمات انسانی سے ناشناسا ہیں اور ان کا ارتکاب تمام بنی نوع کو متاثر کرتا ہے۔

[1] فردیت استخلاف فطرت انسانی کے تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی کی ایفا ہے۔

Marfat.com

اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی قوت زمین میں تمکین جائز واحد اجتماع وسط سے متحقق ہوتی ہے۔ جو آیات ربانی میں مَکَّنّٰھُمْ سے مقصود ہے۔ اور وہ انسداد بغی کو مستلزم ہے۔ اور بغی اسی دلیل سے منکرات فطرت سے ہے۔ کہ وحدتِ اجتماعِ عدل اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانی کا وحدت مرجع فطری ونسلی کی دلیل سے مسلمہ ہے اور وحدتِ مرجعِ نسلی پر اصول تدریج شاہد ہے۔ جو تمام کائنات انسانی اور نظام کائنات میں جاری وساری ہے۔ اور اصولِ وحدتِ اجتماع کی نوع انسانی میں بحیثیت مسلّمہ کیفیت ساریہ پر احتیاج تدبیر منزل جو منزل اوّل کا تتبع فطریہ ہے۔ اور ضرورتِ سیاست مدن شاہد ہے۔ دراں حالیکہ جائز واحد سیاست مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔

اور بغی فطرت انسانی کے تقاضائے وحدت اجتماع کی تمکین میں مزاحمت ہے۔ (جو حدِّ عدل سے تجاوز یا فحش ہے) اور فردیّتِ استخلاف فی الارض اپنے واحد تصرّف فعال کے ساتھ اس اتحاد ہیبت شمشیر کے ذریعہ (جو نفس ملّت کے نفوس افراد کے درجات تدریجیہ میں موجب نفاذ عدل ہے۔) اس جائز واحد اجتماع کی شوکتِ وحدت کو (جس کا حق وسعت تمام روئے ارض کو محیط ہے۔ اس دلیل سے کہ سطح ارض قرار گاہ نوع انسانی ہے۔ اور وہ اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے تقاضائے عدل کی ایلاف سے قائم بالقسط اور عادل ہے) منکرات سے بچا لیتی ہے۔

اور چونکہ قوتِ فعالیہ کے تصرّف نفاذ ۂ نورانیہ کے ساتھ اتحادِ ہیبت شمشیر کے ذریعہ نفس مدن میں فرط داخلہ کو معطل کر دینے والا امر بالعدل تمکینِ عدل کا ایک پہلو ہے۔ اور اس کا دوسرا پہلو فعّال ابلاغِ عدل کے ساتھ جادۂ اجتماع ملّی سے موانعِ مفرطۂ خارجیہ کا اندفاع ہے۔ اس لئے اس تصنیف لطیف میں تمکینِ عدل کی وضاحتوں کے ساتھ ساتھ ہر دوگونہ فرطِ داخلہ وخارجہ کی تصغیر یعنی اسے پست قرار دینے یا دبا دینے کی شرح کی جاتی ہے۔

کیونکہ عدل اپنی حقیقت میں جوانب میزانیہ سے متحقق ہوتا ہے۔ جو اس کا مفہوم معنوی ہے۔ یعنی امر بالمعروف جوانبِ میزانیہ میں میزانِ العدل کی ایک جانب ہے۔ اور نہی عن المنکر اس کی جانب اُخریٰ ہے۔

اور دلیل تدریج ارتقا سے وہی میزان العدل یا قوتِ فعّالیہ جو نفس فعّال (حکیم وعادل اور شجاع وعفیف) میں متحقق ہوتی ہے۔ اور استقامت قسطاس سے فعال ابلاغ عدل کے ساتھ نفوس منفعل اور ملحق میں متصرف ہوتی ہے متاعِ قاہرہ (شمشیر) کی معیت سے سیاست مدن میں استقامت قسطاس کے ساتھ متصرف بالعدل ہوتی ہوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پُر جلال مظاہرہ کرتی ہے۔ اور جادۂ اجتماعِ عدل سے موانع مفرطۂ خارجیہ کو ہٹا دیتی ہے۔

گویا سیاست مدن میں جو جامع تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل ہے۔ تعدیل موازین یا تمکین عدل کے لئے جیسے اہتمام عدل یا معروف یا اُن امور کا اجرا ضروری ہے۔ جو فطرتِ انسانی سے شناسا ہیں۔ اور وہ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحات عادلیہ ہیں کہ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے ساتھ شناسائی کی دلیل سے ان کی معنویت نورانیتِ نفس کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ جو آیۂ ذیل سے مقصود ہے

فَاَقِمْ وَجْھَکَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا فِطْرَتَ اللّٰہِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْھَا۔ لَاتَبْدِیْلَ

پس تو باطل سے ہٹتے ہوئے اپنے نفس کو دین پر مستقیم کر دے وہی اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانوں کو پیدا کیا

۱؎ فردیّت استخلاف فطرتِ انسانی کے تقاضائے وحدت مرجع فطری ونسلی کی ایلاف ہے۔ جلد اول میں تفصیل گذر چکی ہے۔

Marfat.com

لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ (روم) اللہ کی پیدائش میں تغیر نہیں یہی دین مستقیم ہے۔

ایسے ہی ان مفرطات سے اس کا تحفظ ضروری ہے۔ جو فطرتِ نفس سے ناشناسا یا منکر ہیں۔ اور ترشحاتِ عدلیہ الہیہ میں اس دلیل کے ساتھ ان کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ کہ دستورِ عدل اپنے ہر دو پہلوؤں امر با المعروف اور نہی عن المنکر کی وضاحت سے تکمیل پاتا ہے۔ اور وہ تمکینِ عدل کی جانب اُخریٰ ہے۔ علیٰ ہذا اتمام کائناتِ انسانی میں تکمیل ابلاغ عدل وضاحتِ معروف و منکر سے تحقق پاتا ہے۔ جو تمکین میزان العدل کا بلاغ ہے۔ اور ابوالانس امیر فرد کی جانب سے تمام کائنات انسانی کے حق میں تقاضائے ابوت فاضلہ کی ایفا ہے۔ کیونکہ وہ دفع موانع کے ساتھ اُن کی صلاح حقیقی کیلئے رحیم جد و جہد ہے؛

نفسِ انسانی میں امتزاجِ لطافت و کثافت پردۂ غیب ہے۔ اور اساس عدل ہے۔ اس لئے وہ اپنے کشف و تحمل کے لئے جو اس میں تعمیر قصرِ عدل ہے۔ مرکب و خالقِ حقیقی آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ کی طرف جو دستورِ عدل ہے فطری احتیاج رکھتا ہے۔ تاکہ ان میں استغراق سے جو تعمیل احکام اور ان کی ترتیل پر مشتمل ہے۔ مکمل عدل ہو (گویا نفسِ انسانی میں تمکینِ عدل دستورِ عدل کے علم کو مستلزم ہے) اور وہ اس کی شرح متشکل اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع اصول و فروع فعّالِ عادل اسوۂ حسنہ کے ذریعہ تکمیل پاتا ہے۔ اور ازاں بعد جملہ عہود و دھور میں الیٰ یوم القیٰمۃ ملّتِ اسلامیہ کا عادل اجتہاد و توسیع فروع کے ساتھ مقتضیاتِ دہر کی ایفا کرتے ہوئے اکمال دین اور اتمام نعمت ز تکمیل دستور پر تسلسل کے ساتھ شہادت دیتا جاتا ہے۔ جس پر ملّتِ اسلامیہ کے نفوس میں دستورِ کامل کتاب مجید کی نورانی معنویت کا تحققِ متواترہ جو اسوۂ حسنہ مصطفوی کے ساتھ اتحاد حقیقت ہے۔ شاہد پائندہ ہے۔ اور ملّت اسلامیہ کے علمائے راسخین کو اور اس عہدِ مبارک میں جب مستخلف عزّوجل نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے فیصلۂ استخلاف نافذ فرما دیتا ہے صاحب کتاب اولوالامر عہد کو نیابت اوّل المسلمین صلعم کا حق عطا کرتا ہے۔

گویا ملّتِ اسلامیہ کے نفسِ فعّال کو کتاب و سنت کی پیروی میں علم کامل کی دلیل سے دستورِ کامل کی فرعی وسعت کا حق پہنچتا ہے۔ اور وہ اپنے نفس مبارک میں اس کتاب مجید کی نورانی معنویت کے تحقق سے جس کے معارضہ میں تمام عالم عاجز ہو چکا ہے۔ ناتمام انسانی جد و جہد اور دساتیرِ ناقص کو اپنے نورانی شوکتِ استدلال سے منسوخ قرار دیتا ہے۔ اور یہ سید و سرور محمدن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شوکت ختم نبوّت اور اکمال دین اور اتمام نعمت اور تنسیخ ملل یعنی مقصود بعثتِ مصطفوی کا ایفائے جاریہ ہے؛

پس آج اس زمانہ میں جبکہ منجملہ دانش حاضرۂ منکرہ و بیشتر اطراف و اکناف عالم میں اپنی باطل استدلالی قوت سے حق کے ساتھ معرکہ آرا ہے "سیرت نبوی پر ایک تحقیقانہ نظر" جلد اوّل میں فطرتِ نفس کی روشنی میں حقائق عدل کی وضاحت اور مستلزم تصغیرِ فرط تمکین فضل عدل کی شرح کے بعد جو میزان العدل سیاست کی جانب اولیٰ ہے۔ اس کی جلد ثانی میں تمکین عدل کی وضاحت کیا ساتھ فیصلۂ فطرت کے تحت فرطِ نفس کی شرح کرتے ہوئے ملّت اسلامیہ کی قوت فعالیہ یا امیر فرد کے حضور میں تصغیرِ فرط کو متحقق کیا گیا ہے۔ دراں حالیکہ تجزیۂ فطرت کے ساتھ یہ شرح و تحقق جو تقاضائے دورِ حاضر کی ایفا ہے۔ اور انسدادِ فرط ہے۔ اور ناتمامِ انسانی جد و جہد اور تاریک دانشِ قدیم و حاضر کی تنسیخ ہے۔ میزانِ العدل سیاست کی جانب اُخریٰ ہے۔

ل1 آمر بالمعروف اور ناہٍ عن المنکر۔

هُوَ المُسْتَخْلِفُ وَالمُوَفِّق والمعین عزّ وجل

نفسِ انسانی میں قسطاسِ میزان العدل کی استقامت حدِ عدل ہے۔ اور کسی ایک طرف اس کا جھکاؤ حدِ عدل سے تجاوز ہے۔ یہی تخش یا فرطِ نفس ہے۔ جو تہذیبِ شخصی کا معیارِ عدل سے سقوط ہے۔ اور چونکہ فرد اساسِ ملّت و مدن ہے۔ اس لئے وہ نظامِ منزل و مدن کو متاثر کرتا ہے۔

چنانچہ اجرائے حدود و قصاص قسطاسِ میزانِ نفس کو اس کی استقامت کی طرف رجوع کرنے کے لئے سیاستِ مدنِ اسلامیہ کی قوتِ فعالیہ اور اس کی خارجہ حیثیت متاعیہ (قبضۂ شمشیر) کی اس دلیل سے جد و جہد ہے۔ کہ فرطِ نفس نظامِ تمدن کو متاثر کرتا ہے۔ اور مدنِ اجتماعِ اسباب سے مشروط ہے۔ اور جزائے عمل میں معنیٔ مساوات کی تمکین شوکتِ عدل کا نفاذ ہے۔ جو عادل فعّال یعنی امیر فرد کے فطری تقاضا ہائے فعالیہ کی الیف سے ہے۔

اور نفسِ انسانی اور اس میں عادل قوتِ فعالیہ کے نورانی حدوث یا تکمیلِ نفس کی فیصلۂ فطرت کے ساتھ ضرورت اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ نفسِ انسانی میں عدل کی ہر دو جانب (تمکینِ عدل اور دفعِ فرط) فعالٌ لِمَا یُرِیْد قدیم حقیقی قائم بالقسط عزّ و جل کی جانب فطری احتیاج رکھتی ہیں۔ یعنی نفسِ انسانی اس عزّ و جل کی جانب سے اس دستورِ عدل کے نزول کا جو جامع امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے اور اسی دلیل سے جامع حدود و قصاص و جہاد ہے۔ فطری طور پر احتیاج رکھتا ہے اور اس میں اس کا استغراق جو اس میں نورِ عدل کے حدوث کا موجب ہے اس کی معنویت کے ساتھ اُسے اتحادِ حقیقت عطا کرتا ہے۔ جو اس کی فطرت سے فرط کو خارج قرار دیتا ہے۔ اور چونکہ اصولِ تدریج نفوس افراد اور تمام نظامِ کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے تکمیلِ عدل تک کے تدریجی مراحل میں قوتِ فعالیہ کی خارجہ حیثیت ارتقائیہ یعنی متاعِ قاہرہ تلوار کی ہیبتِ عدلیہ میزانِ نفوس میں استقامتِ قسطاس کو اجرائے دستور کے ساتھ اس دلیل سے قائم رکھتی ہے۔ کہ وہ حیات و موت پر قدرت کی دلیل سے ادراک و تحریک پر مؤثر قرار پاتی ہے۔

الحاصل صاحبِ دستورِ عدل ملّتِ اسلامیہ کی قوتِ فعالیہ اتحادِ شمشیر کے ساتھ بدلیلِ عدل کائناتِ انسانی کے مال و جان و آبرو کے لئے دلیلِ امن ہے۔ کیونکہ وہ فرط سے پاک اور منزّہ ہے۔ اور حدِ عدل سے فطرتاً تجاوز نہیں کرتی اور نہ رجحاناتِ کشش فتنہ سے اس کی استقامتِ قسطاس متاثر ہوتی ہے۔ اور وہ اپنی حیثیتِ فعالیہ کے ساتھ نفوسِ انسانی میں تعدیل متحقق کرتی ہوئی نفوسِ افراد اور منزل و مدن سے فرط کو خارج قرار دیتی ہے جو تحفظِ عدل ہے۔

اور یہی حقیقت علیہ یعنی نفسِ انسانی اور اس میں عدل کا حادث ہونا اُن تمام مفرط جماعتوں کو جو تحریف و تغیّر سے پاک دستورِ عدل (کتابِ مجید) سے بیگانہ ہیں حقِ اجتماع سے جو مستلزم شمشیر و سیاست و امارت ہے۔ محروم قرار دیتی ہے۔ کیونکہ ان کی فطرت مفرط ہے۔ اور ان کے دساتیر ناقص ہیں۔ اور ان کی ناتمام انسانی کوششیں نتیجۂ شعورِ تاریک ہیں۔ اور اسی دلیل سے کائناتِ انسانی کے مال و جان و آبرو کے لئے خطرہ ہیں۔ دراں حالیکہ نفسِ انسانی میں نورِ عدل کے حدوث کی ضرورت شعورِ انسانی کے لئے وضعِ دستورِ عدل کو ناجائز [illegible] دیتا ہے۔

گویا جائز و واحد جماعت صرف ملّتِ اسلامیہ ہے۔ جو صاحبِ قوتِ فعالیہ فردیّت استخلاف فی الارض [illegible] مکرّم ہے۔ اور تحریف و تغیّر سے پاک دستورِ عدل قرآنِ حکیم ہے۔ جو کمال شوکت دستوریہ کے ساتھ جامع امر بالمعروف [illegible]

اور نہی عن المنکر ہے یعنی متمکن عدل اور دافع فرط ہے اور اس کا حامل اوّل نفسِ فعّال اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم ہے۔ کہ نفوسِ افراد کا اعتدال اس نفسِ فعّال صلعم کی اس قوتِ فعالیہ متواترہ (قوتِ تزکیہ و تعلّم) جو دستورِ عدل یا ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراق سے تحقق پاتی ہے کے تصرّف سے متحقق ہوتا ہے۔ جو وجہِ تحقق وحدت ملّی ہے۔ کہ وہ عہد مبارک مصطفوی کو ملّتِ اسلامیہ میں الیٰ یوم القیمہ وسیع قرار دیتی ہے۔ اور اس صلعم کے اندر اس قوتِ متصرفہ کی صورت متشکل وہ اولوالامر العہد ہے۔ جو نفس فعّال اوّل صلعم کے ساتھ الحاق اور جنسیتِ نوعی کی دلیل سے اس قوتِ فعالیہ کے ذریعہ اپنے روزگار مقدس میں نفوسِ ملّت میں متصرّف ہوتا ہے اور اس کی وحدتِ تصرّف تمام ملّتِ اسلامیہ میں سیرانِ مشترک کی دلیل سے اس کے عہد مبارک میں وجہِ اتحادِ ملّی قرار پاتی ہے۔ اور وہ ملّت اسلامیہ کو وحدتِ اسلامیہ کے ساتھ منبع قوتِ فعالیہ نفسِ فعّالِ اوّل صلعم پر جمع کر دیتا ہے۔ اور نفسِ ملّت میں عدل کو متمکن کر دیتا ہے۔ اور اصول تدریج کی دلیل سے جو تمام نظامِ کائنات کی ارتقائی منازل یعنی فرد و جماعت اور خیال و عمل اور مسخراتِ نفس یعنی ملکوت ارضی و سماوی میں جاری و ساری ہے اس قوتِ متصرفہ اور اس کی ارتقائی منائی حیثیت خواہ بدلیل شمشیر کے ساتھ نفوس افراد کے مفرط رجحانات کو اپنی ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ دبا دیتا ہے یا صفحۂ سیاست مدن سے محو کر دیتا ہے۔

یہی شوکت اجرائے حدود و قصاص ہے یا تمکین ہیبت سیاستِ مدن اسلامیہ ہے۔ جو تصرّفِ عدلیہ کی معیت میں نفس ملّت میں مفرط رجحانات کو معطل قرار دیتی ہے۔ اور فرط کو جو نفس انسانی کا حدّ عدل سے تجاوز ہے۔ افرادِ ملّت کے نفوس سے خارج کرتی ہوئی نفسِ جماعت میں تقدس پیدا کر دیتی ہے۔ جو ملّت وسط کی قاہر شوکت عدلیہ ہے۔ اور وہ بدلیل عدل جو روانِ تدبیر و سیاستِ نوعِ انسانی ہے۔ تمام کائنات انسانی پر جو اساس عدل پر استوار ہے۔ غلبہ و قہر کی استعداد و استحقاق بنیتہ ہے۔

علیٰ ھٰذا وہ ناجائز مفرط جماعتوں کے موانع سلوک جادۂ عدل رجحانات کثیف یا خواہشات مفرطہ کو ہیبتِ جہاد کے ساتھ پست اور صاغر قرار دیتی ہوئی سیاست مدن کے استحکام کو اندیشہ سے پاک کر دیتی ہے۔ اگر فرط کی معیاری حیثیت کا اور حدود و قصاص یا ہیبت سیاست کا دستوری حیثیت سے بصورت علم موجود ہونا ہی کوائفِ فرطیہ کے انسداد کے لئے راہِ عدل کو بیّن کر سکتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بیان رذائل و حدود و قصاص و جہاد اور اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم (جو ان کی وضاحت بیانیہ کے ساتھ ان کے انسداد کی شرح متشکل ہے) اور کتاب و سنت کی نورانی معنویت کا جو تمام مقتضیاتِ دہر کو محیط ہے۔ ملّت اسلامیہ میں اجرائے متواتر ہیبت دستوریہ اور قوتِ قاہرہ شمشیر کے ذریعہ فرط کو سطحِ ارض پر دبا دینے یا اس سے مٹا دینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور اس وقت ضرور دبا دیتا ہے یا مٹا دیتا ہے۔ جب نفسِ زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے مستخلف عزّ و جل فیصلۂ استخلاف نافذ فرما دیتا ہے۔ جس کی تمکین عزم پر ملّت اسلامیہ میں حفظ فطرت نفس کا اجرائے متواتر جو کتاب و سنت کی نورانی معنویت کے ساتھ منتہائے الحقیقت ہے۔ یعنی آئندہ نفس شاہد پائندہ ہے۔ جو قائم بالقسط مستخلف عزّ و جل کا تجلّیٔ قسط و عدل ہے۔

پس اس خاکسار نے سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم میں قوت ادراک و تحریک کے معیار

افراط وتفریط[1] کی شرح کرتے ہوئے دستورِ عدل اور اس کی شرح متشکل سنتِ مصطفوی صلعم کی روشنی میں مفرط جماعتوں کے افکار اور مبادیٔ اعمال میں فرط کی دلیل سے اور سلوک جادۂ عدل میں ان کی حیثیتِ مانعی کی شہادت کے ساتھ ان کی تصغیر بالجہاد کو متحقق کیا ہے۔ کیونکہ وہ مختلف نقطہ ہائے فرط پر باہم اصولی اعدا کی جنسیت فرطیہ کی دلیل سے جو وجہ اتحاد افراد ہے۔ متعدد گروہوں کی حیثیت سے اجتماع پاتے ہیں۔ اس لئے اُن کی تصغیر ملت وسطی کی قوت عسکری کی جہد کے ذریعہ ہی تحقق پا سکتی ہے۔

اور فرطیاتِ جزئی کو دبا دینے کے لئے دستورِ قصاص و حدود کو ترتیب دیا ہے۔ جس کے اجرا سے امیرِ فعّال نفسِ ملّت و ملک کو رذائلِ اخلاق سے تقدس وطہور عطا کرتا ہے۔ اور وہ قسطاسِ مفرطۂ نفسِ فرد اور فرد وجماعت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے قسطاسِ مفرطۂ تدبیرِ منزل وسیاستِ مدن کا اس کی استقامتِ صحیحہ کی جانب امیرِ فعال کی قوتِ فعالیہ کے تصرّف نفاذ اور قوتِ فعالیہ کی شوکتِ ارتقائیہ یعنی ہیبتِ شمشیر کی اس حرکتِ قاہرہ کے ذریعہ رجوعِ صحیحہ ہے جو داخلی اور خارجی موانع مفرط کو جادۂ عدل سے ہٹا دیتی ہے۔ یعنی وہ (شمشیر کی حرکتِ قاہرہ) استحکام نظم وضبط ہے۔ کہ وہ تصرّف عدلیہ کے ساتھ تہذیبِ اخلاق کے لئے سیاسی جدوجہد ہے۔ جو ہیبتِ امانت کے ذریعہ فحشاءِ نفوسِ افراد کو معطل اور صغیر قرار دیتی ہے۔ اور اجرائے حدود وقصاص ہے۔ جو فحشاءِ نفوس کے تحریکی ترشحات اسرافیہ یا ظلمیہ کو جزائے تحریکیہ کے ذریعہ کہ وہ جزائے عمل بمعنی مساوات کی شہادت کے ساتھ تعدیلِ سیاست ہے نفوسِ افراد میں تحریکِ عدل کو متشکل کرتا ہوا صفحۂ سیاستِ مدن کو ان کے ترشحاتِ مفرطہ کے نتائج وآثار سے پاک کر دیتا ہے۔ اور جہاد ہے۔ جو فرد وجماعت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے جادۂ تعدیلِ نفسِ فرد سے جادۂ تعدیلِ سیاستِ مدن سے اندفاعِ فرط ہے۔ جو مفرط جماعتوں کو دلیلِ منعِ سلوکِ جادۂ عدل سے

---

[1] جلد دوم میں کو الف افراطیہ وتفریطیہ کی ضروری وضاحت کے ساتھ رذائل ادراکیہ کے فرط فکری وارادی کی تشخیص کرتے ہوئے مفرط قوموں کی تصغیر بالجہاد متحقق کرنے کے بعد رذائل تحریکیہ پر مجموعی بحث کی گئی ہے۔ جو قوتِ غضبی وشہوی کے افراط وتفریط کی از روئے وضاحت جامع متحدہ ہے۔ کیونکہ الگ الگ جزئی اور فروعی بحث کی طوالت سے ضابطۂ قصاص وحدود کی تشکیل میں دقت اور اشکال اور طوالت واقع ہو جاتی۔

نیز جرائم کی تدریجی حیثیتوں کی وضاحت کا تقاضا جو اس ترتیب کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کہ وہ جلد دوم میں اختیار کی گئی ہے۔ بحث جامع کے ذریعہ ہی پورا ہو سکتا تھا۔

مگر اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ قوتِ ادراک کی ہر دو اقسام قوتِ نظری وعملی اور قوتِ تحریک کی ہر دو اقسام قوتِ غضبی وقوتِ شہوی کا عدل وجہ فضائل چہارگانہ ہے۔ اور ان کا افراط وتفریط سے رذائل ہشتگانہ پیدا ہوتی ہیں گو انہیں متعدد اقسام میں تقسیم کرتے ہوئے ان پر ترتیب ضابطہ کے علاوہ اس دوسری بحث کے ساتھ جو صرف بیان رذائل کے لئے اختیار کی جائے بحث ہو سکتی ہے۔ مگر یہاں اسی قدر جامع مختصر بحث کی گئی جو اس متصدِ علم کو پورا کرنے کے لئے کافی ہے۔ جس کی ترتیب ضابطہ کے لئے ضرورت ہے۔ اور دلیل ایفائے تقاضا بہ تطابق تقاضا سے معیارِ عدل پر راسخ ہے کفایت کی گئی ہے۔

جائز واحد سیاستِ مدن اسلامیہ کے حضور میں صاغر او رپست قرار دیتا ہوا فرطِ نفوس افراد کے تاثراتِ کثیفہ سے کائنات انسانی کو امان اور حفظ عطا کرتا ہے۔ جو اس محیطِ عالم توسیعِ ملّی کا تدریجی مرحلہ ہے۔ جس کی انتہا تمام کائنات انسانی کا اصولِ فطرت کی طرف رجوع صحیحہ ہے یا قبول اصولِ فطرت ہے۔

پس عنوان ہائے آئندہ۔ حرس۔ سیاست بین الدول اور جہاد میں اسی استحکام نظم و ضبط اور اجرائے حدود و قصاص اور جہاد سے متعلقہ اصولِ اساسی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

حرس

وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۝ (ص)

نوعِ انسانی کی وحدتِ مرجع فطری و نسلی ناطق بالحق ہے۔ کہ تمام عالم کو وہ جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط یا وسط ہے۔ اور یہی حقیقت علیہ (وحدتِ مرجع فطری نسلی) فردیتِ امارت کی عادل قوّت فعالیہ کو اس ملّت وسط کا محورِ واحد قرار دیتی ہے۔ جس کے گرد وہ افکار و اعمال کی صحت کے ساتھ متداور ہوتی ہے۔ پس اس صحت تداور سے ملّت کے کسی فرد یا بعض افراد کا سقوط فرط ہے۔ جو تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفا سے اس کا تعطل ہے۔ پس فطرت نفس اس کے متعلق صحت تداور کی طرف اس کے رجوع کے لئے اجرائے ہیبت کو ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اعمال فرطیہ کا مظاہرہ چونکہ قوائے عنصری کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اسباب عنصری کی قوّت یعنی ہیبت تلوار کے ذریعہ مفرط افراد کو ضابطۂ حدود و قصاص کے اجراء کے ساتھ دبا دینا چاہیئے اور شجاعت نفس کی سطوت فعالیہ کے ساتھ شمشیرِ عادل کے اتحاد سے سیاستِ مدن کے تمام پہلوؤں تہذیبِ نفس اور ضابطۂ اقتصاد اور ضابطۂ میراث اور تدبیرِ منزل وغیرہ میں ضبطِ عادل یا افراد کے محورِ امارت کے گرد صحت تداور کو استقرار پائندہ ہو جانا چاہیئے۔ پس اس ضبط عادل اور ہیبت اجراء کے لئے فردیت امارت یا سیاستِ مدن کے لئے ایک عسکری قوت منتسبہ کی مستقل ضرورت ہے۔ جو مفرط افراد یا مفرط گروہوں کے اعمال مفرطہ کو بمطابق فرمان ربانی:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ[1] اور وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا[2] ...... الخ

---

[1] تحقیق ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں۔ یہ ہے کہ ان کو قتل کیا جائے یا پھانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں باہم جانب مخالف سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں قید کر دیا جائے۔ (مائدہ)

[2] اگر مومنین سے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں۔ (حجرات)

اور دیگر فرامین متعلقۂ قصاص و حدود کی تعمیل میں قید کرتے ہوئے یا قطع دست و پا علی خلاف یا صلیب یا قتل کے ساتھ اور جلدہ زنی یا اقدامات حربیہ سے احاطۂ سیاست مدن سے خارج کرنے کا فرض انجام دے۔ اور یہ مفرط نفوس کے متعلق محور فردیت امارت کے گرد صحت تداور کی طرف اس متوسلہ عسکری قوت کے ذریعہ صحت رجوع کی جدوجہد ہے یا میزان العدل آئین کی استقامت صحیحہ کا استقلال ہے۔

گویا یہ متوسلہ قوت عسکری فردیت امارت کے گرد تداور صحیحہ کے ساتھ سیاستِ مدن اسلامیہ کے نظام داخلی میں استحکام ضبط سے داخلی فرط کو دبا دیتی ہے۔ اور اس ضبط مستحکم کی بنیاد پر ملت کا عسکر قاہرہ شجاعت فعال کے ساتھ اتحاد شمشیر سے موانع مفرطہ کو خارجی حیثیت سے جادۂ اجتماع عدل سے ہٹا دیتا ہے۔ گویا قوتِ عسکری کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک حرس جو داخلی فرط کو دبا دینے کا مقدس کام انجام دیتی ہوئی دولتِ وسطیہ کے استحکام کو قائم رکھتی ہے۔ اور اس کی دوسری حیثیت مفرط گروہوں کو ملت وسط کی تمام عالم کو احاطہ کا حق رکھنے والی توسیع عدلیہ کے راستہ سے ہٹا دینی ہے۔ اور ان ہر دو حیثیتوں کی تکمیل دولت وسطیہ کی تشدید ہے۔ جو مقصود آیۂ ذیل:-

وَشَدَدْنَا مُلْكَهُ وَآتَيْنَاهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ○ (ص) — ہم نے اس کے ملک کو مستحکم کیا اور اسے فصل الخطاب (قول فیصل) بخشا

اور چونکہ خارجی حیثیت سے موانع مفرطہ کا جادۂ عدل سے اندفاع ہی ملی حیات کو قائم رکھ سکتا ہے۔ اور اس میں ضعف اجتماعی موت پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ مفرط گروہ مختلف نقطہ ہائے فرط پر اسی تقاضائے اجتماع کی ایفا کرتے ہوئے جو نفس انسانی کی فطرت کا تقاضا ہے۔ جنسیت فرطیہ کے اتحاد باہمی کی دلیل سے مجتمع ہو کر عدل کے ساتھ اختلاف متحدہ کی وجہ سے عدل کا وجود ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔ اس لئے ایک مستحکم قوت عسکری کے ساتھ جادۂ عدل سے ان کے اندفاع کے بغیر ملی حیات کا استقلالِ پائندہ ممکن نہیں ہے۔

اور وہ مستحکم قوت عسکری جو خارجی حیثیت سے موانع مفرطہ کو جادۂ عدل سے ہٹا سکتی ہے۔ سیاستِ مدن کے داخلی نظم و ضبط کے استحکام کو مستلزم ہے۔ جو افراد ملت کا محور امارت کے گرد تداور صحیحہ ہے۔ اور نفس ملت میں حقیقت اجتماع اور اس کے متعلقات یعنی اسباب قوت کی تمکین ہے۔ پس امارت کی قوتِ فعالیہ نفاذ کے ساتھ سلیقہ عسکر کی حیثیتِ داخلہ یعنی حرس کی مستقل اور مستحکم تشکیل و تنظیم استحکام سیاستِ مدن کے ضروری تقاضا کی ایفا ہے۔ جس کے ذریعہ فردیتِ امارت احکام ضبط عادل اور اجرائے ہیبت کے ساتھ نفس ملت پر سطوت فاضلہ سے غالب ہوتا ہوا محور اور تداور میں استحکام قائم رکھ سکتا ہے۔

الحاصل جیسے خارجی حیثیت سے جہد توسیع عدل اور تصغیر فرط جو سیاست مدن اسلامیہ کا تدریجی مرحلہ ہے۔ فعال شجاعت نفس کے ساتھ اتحادِ شمشیر اور دست عسکری کے ذریعہ تحقق پاتا ہے۔ اس طرح داخلی حیثیت سے تمکین عدل اور تصغیر فرط جو جہد توسیعِ عدل اور تصغیر فرط خارجہ کی بنیاد ہے۔ امیر فرد کی قوت فعالیہ کے تصرّف کے ساتھ داخلی قوتِ عسکری یا حرس کے اتحاد سے متحقق ہوتا ہے۔

اور عسکر چونکہ سیاستِ مدن کی قوت متحدہ ہے۔ اس لئے اس کی داخلی و خارجی دافع موانع حیثیتیں حسب مواقع متحداً استعمال ہو سکتی ہیں۔

عادل فعال اول المسلمین صلعم کے عہد مبارک میں غزوات اور بعض ایسے سرایا کہ وہ قیام امن کے لئے فوجی دستوں کی ترسیل

Marfat.com

تھی۔ اسی حقیقت علیہ پر شہاداتِ مصطفوی ہیں۔

اور عہدِ مصطفوی میں قیس[1] ابن سعد کی خدماتِ حرسیہ اور مقداد ابن[2] الاسود اور زبیر ابن عوام اور محمد ابن مسلمہ اور حضرت علی ابن ابی طالب اور عاصم ابن ثابت اور ضحاک ابن سفیان کلابی رضی اللہ عنہم کی خدمات متعلقہ شعبۂ اجرائے ہیبت حرس کی اس حیثیتِ مخصوصہ پر شواہد عہدِ مصطفویہ ہیں۔ جو داخلی ضبط مستحکم سے متعلقہ اس قوت متوسلہ (حرس) کی تنظیم کے لئے سنتِ متشکل ہے۔ جو اپنی عادل ہیبتِ قاہرہ کے ساتھ فرط داخلی کو دبا دیتی ہے۔ اور ملت کے نظام داخلی کے استحکام کو برقرار رکھتی ہے۔

اور چونکہ جائز واحد دولتِ وسطیہ تقاضائے فطرتِ نوع انسانی کی ایلف ہے۔ اس لئے اس کے نظامِ عدل محکم پر تمکین پر دولتِ وسطیہ اور اس کا محور (امیر فرد) اس داعی الی الفطرت محمد الرسول اللہ صلعم کی سنت فعال کی پیروی مکلف بالعدل قرار پاتا ہے۔ جس کی عادل قوتِ فعالیہ کے تصرف سے تمام ملتِ اسلامیہ میں حقیقت اسلامیہ سیرانی کے ساتھ جاری وساری ہے۔ اور صاحب قوت فعالیہ اور متصرف بالعدل محور تینت امارت (نیابت مصطفوی) کے گرد ملتِ اسلامیہ کو تدادر صحیحہ کے لئے مکلف بالعدل قرار دیتی ہے۔ جو دولتِ وسطیہ کے نظامِ عدل کا استحکام پائندہ اور تمام کائناتِ انسانی کے لئے جائز واحد دولت عدل میں الحاق کو پیامبر امن قرار دیتا ہے۔

پس تمام کائناتِ انسانی کو دولتِ وسطیہ کے نظامِ عدل میں فیصلہ فطرت کے ساتھ مجتمع ہو جانا چاہیئے۔

سیاستِ بین الدول

وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ[2]

تمام کائناتِ انسانی کا مرجع فطری وہ عزوجل واحد قہار ہے۔ اور تمام کائناتِ انسانی کا مرجع نسلی انسان اول ہے۔ پس وحدتِ مرجع فطری و نسلی تمام کائناتِ انسانی کے لئے (نظام ہائے منازل یا ان کی صورت ہائے وسیعہ نظام ہائے دول متعددہ کے لئے جس کے مقصود متصرفہ کی مرجع فطری عزوجل نے آیہ انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوباً و قبائل لتعارفوا[3] وضاحت فرمائی ہے) اس جائز واحد ملت وسط میں اجتماع کے لئے فیصل بالحق ہے

[1] سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل عنوان تمہید مستحکم میں بحوالہ سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم ان اصحاب سے متعلقہ خدمات کو حرسی شعبہائے متعلقہ کی افتتاحی حیثیتوں کی مثال میں نقل کیا گیا ہے۔

[2] جب تم لوگوں کے درمیان حکم کرو تو عدل کے ساتھ حکم کرو۔ (نساء) (جو جائز واحد اجتماع کے نظامِ اجتماعی میں دوامِ استحکام ہے) [3] حجرات ۔ ع ۲)

روحِ مرجحِ فطری عزّوجل اور ترکیبِ عناصر کے ترشح یعنی روحِ بخاری کے تقاضاؤں کی القا سے قائمؐ بالقسط اور وسط ہے۔ یعنی واحد مرجحِ فطری عزّوجل کی جانب سے واحد مرجحِ نسلی یا مقام ابوت انس پر فائز فردیتِ نبوتِ مصطفوی صلعم کے توسط سے نزول یافتہ دستورِ عدل میں سیرانیِ استغراق سے وحدتِ عدلیہ کے ساتھ متحقق ہو چکی ہے۔ اور وہ آج ملتِ اسلامیہ ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقَاکُمْ میں مستلزمِ عدل حقیقتِ تقویٰ جو ضبطِ شعوری سے تحقق پاتی ہے۔ اسی شوکتِ غالیہ کی شرح درخشندہ ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک متعدد عہود و دہور میں نبوتِ فاصلہ اور فردیتِ استخلاف فی الارض اور انجام کار فردیتِ نبوتِ مصطفوی اور استخلاف دورِ مصطفوی کے ذریعہ کائناتِ انسانی میں پیامِ عدل کی تمکین ہوتی رہی رجحاناتِ کثیف کی وجہ سے مختلف نقطہ ہائے افکار پر انسانی شعوب و قبائل جتماع پاتے ہوئے کثرتِ رجحاناتِ فرطیہ کی جاذبیتِ عنصریہ سے جو ارضیتِ نفس کے ساتھ ماحول ارضیہ کے اتحادِ جنسی کے نتائج ہیں مختلف دول قومیہ کی صورتوں کے ساتھ متشکل ہیں۔ اس لئے اس اصولِ تدریج کی رعائت کے ساتھ جو اساسِ عدل پر استوار نفسِ انسانی اور اس کے مسخرات یعنی نظامِ کائنات میں جاری و ساری ہے۔ کائناتِ انسانی کو فطرت کی طرف لوٹانے کی جدوجہد (جو مسلم کی فطرتِ فعّال کے تقاضا کی ایفا ہے) واقع ہو جانی چاہیئے۔

نیز مسلّماتِ مختلفہ سے نفسِ انسانی کا عدل کی طرف رجوع یعنی عدل کی بحیثیت مسلمہ نفسِ انسانی میں تمکین ایسی جدوجہد کو ضروری قرار دیتی ہے۔ جو تالیفِ فکر کے ساتھ عدل کو فکری مسلمہ کی حیثیت عطا کر سکتی ہو۔ جو تجزیہ و تشخیصِ نفس کی شہادت سے فطرتِ نفس کے ساتھ تطابق اور مسلّماتِ فکریہ کے لئے فکری جدوجہد کے استعمال سے بار جوانب اور جوانب کو انئث میں تنصیفِ صحیحہ اور تجنیسِ متحدہ کی رعائت کی دلیل سے عدل ہے۔

جیسے وفدِ نجران[1] کے مسیحیوں کو اس صلعم نے دلیل اخوتِ کتابیہ سے مسجدِ نبوی میں ٹھہرایا اور انہیں ان کے اپنے طریق پر عبادات کی آزادی کی اجازت عطا فرمائی۔ جو اسی موثر للعدل تالیفِ فکری کا اسوۂ فعّال ہے۔ جو بمطابق فرمانِ ربانی لَا یَنْهٰکُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْا اِلَیْهِمْ[2] اخوتِ نوعی کے ساتھ اخوتِ کتابیہ کے بمطابق شہادتِ مصدقہ ربانیہ وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْکِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ

---

[1] نجران مکہ معظمہ سے یمن کی طرف سات منزل پر ایک وسیع ضلع کا نام ہے۔ جہاں عیسائی عرب آباد تھے۔ یہاں عیسائیوں کا ایک عظیم الشان کلیسا تھا۔ جس کو وہ کعبہ کہتے تھے۔ اور حرم کعبہ کا جواب سمجھتے تھے اس میں بڑے بڑے مذہبی پیشوا رہتے تھے۔ جن کا لقب سید اور عاقب تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا کوئی مذہبی مرکز اس کا ہمسر نہ تھا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
آں حضرت صلعم نے ان کو دعوت اسلام کا خط لکھا تو اس کعبہ کے محافظ اور آئمہ مذہب ساٹھ آدمیوں کے ساتھ مدینہ میں آئے آں حضرت صلعم نے ان کو مسجد میں اتارا تھوڑی دیر کے بعد نماز کا وقت آیا تو ان لوگوں نے نماز پڑھنی چاہی صحابہ نے روکا لیکن آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا۔ پڑھنے دو۔ چنانچہ ان لوگوں نے مشرق کی طرف منہ کر کے نماز ادا کی۔
(تفصیل کے لئے سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم باب وفود عرب مطالعہ فرمائیں)

[2] اللہ تمہیں نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اور عدل کرو۔ جو دین کے بارہ میں تم سے نہیں لڑے اور نہ انہوں نے تمہیں تمہارے ملک سے نکالا ہے۔ اللہ عادلوں سے محبت رکھتا ہے۔ (ممتحنہ ۳۔ ع ۲)

اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْنَا وَاُنْزِلَ اِلَیْكُمْ (عنکبوت۔ ع۵) کے تقاضاؤں کی ایفائے امنیہ ہے اور بارہ ہر دو جوانب میں تحققِ صلح و امن کی دلیل سے عدل ہے۔ اور اسی لئے یہ اسوۂ فعال بین الدول حیثیت کے ساتھ موثر لِلعَدل قرار پاتا ہے۔ اور گروہ مخاطب کی فطرت میں ان کے مسلمات فکریہ کے متعلق اس کے نفس میں تسکین اخوت کو متمکن کرتا ہوا ترشحاتِ عدلیہ یا پیغامِ فطرت کے سمع یا قبول کے ساتھ گونہ گوارائی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو قبول عدل کا ابتدائی تدریجی مرحلہ ہے۔ اور فیصلۂ دعوت الی الفطرت کے ساتھ دلیل تودد سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ پس تعمیر ملی (تاسیس و توسیع و تشدید ملی) کے ہر تدریجی مرحلہ پر کوائف و حالات کی مطابقت کے ساتھ محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے دیگر اقوام کے ساتھ معاہدات فرمائے چنانچہ منجملہ سب سے پہلے ہجرت کے بعد جو دولتِ وسطیہ کی تشکیل واسعہ کا افتتاح تھا۔ یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ ہوا (جس نے ان کو اپنے مذہب میں آزادی عطا کی اور باہمی معاونت کی کوشش نے اس کے ذریعہ تحقق پایا) اور وہ اخوتِ نوعی کے تقاضاؤں کی ایفائے امنیہ کی دلیل سے عدل تھا۔ اور اسی دلیل سے ان کے اذہان و افکار سے ردوکد اور عداوت کو دور کرتے ہوئے سمع حق کے لئے ان کے نفوس میں گوارائی کیفیت پیدا کرنے کا یہ ابتدائی مرحلہ تھا۔ اور اس کے بعد ان کے ساتھ تجدید معاہدات کی کوشش مزید بھی اسی اخوت کے رحم فعال کے منازل تدریجیہ تھے۔ اور جماعت کے درجات تعمیریہ کی مطابقت تھی۔

علیٰ ھٰذا ان کے ساتھ جنگ بھی اسی جہد فعال کی منزل ارتقائیہ تھی۔ جو دعوت الی الفطرت کے راستہ سے فکری و عملی موانع کو دور کرنے کی جد و جہد ہے۔ اور اسی دلیل سے اخوت نوعی کے تقاضاہائے رحمیہ کی ایفائے عدلیہ ہے۔ جیسے قریش کے ساتھ بمطابق فرمان ربانی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ[2] ان کی حیثیت مانعیہ یا عدوانیہ یا ظلمیہ کی وضاحت لمدللہ پر (جو فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے جادۂ تعدیل نفس فرد و جماعت میں سنگ راہ ہے) جنگ متحقق ہونے اور جنگ واقع ہو جانے سے یعنی ملت اسلامیہ کے دست عسکری کے ساتھ قبضۂ شمشیر عادل کے اتحاد قاہرہ کی غیر محسوس اثر انگیزیوں سے معاہدۂ حدیبیہ کی تعقید نے (جو بمطابق وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا[3] بار دِ جوانب میں تنصیف صحیحہ کی تمکین اور اخوت نوعی کے رحم فعال کی ایفا کی دلیل سے عدل تھا) ان کے انکار کو رفع عداوت کی دلیل سے قبول عدل کی طرف جھکا دیا اور اس معاہدہ کے بعد فتح مکہ سے پہلے انفرادی طور پر قریش قبول اسلام کی طرف بڑھے گو جماعتی حیثیت کے ساتھ وہ لوگ قبول اسلام کی طرف دولت و سلطنت اور خواہشات ارضی کے رجحانات کثیف کی وجہ سے گامزن نہ ہوئے اور انہی موثرات کثیفہ کے سبب

---

[1] تفصیل جلد اول میں مطالعہ فرمائیں۔

[2] جن سے جنگ کی جاتی ہے۔ انہیں بھی جنگ کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس کے عوض کہ ظلم کئے گئے ہیں۔ (حج) یعنی جہاد تحقق ظلم پر اندفاع ظلم کے لئے واقع ہوتا ہے۔ یہی اس فرمان ربانی سے مقصود ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا (البقرہ) (ان سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو)

[3] اور اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا۔ (انفال)

Marfat.com

ان کے اعمال مفرطہ نے جنگ کو متحقق کردیا۔ جس کے نتیجہ میں ان کی تصغیر پر (جو ادراک و تحریک مفرطہ کو معطل کرتی ہوئی قبولِ عدل کے لئے اس نفسِ انسانی کو مستعد کردیتی ہے۔ جو عادل صلح و جنگ کی اثر انگیزیوں سے بالتدریج محسوس یا غیر محسوس طریق پر متاثر ہوچکا ہو) سطحِ ارض پر استخلاف فی الارض نے تمکین پائی اور انسانیت کا سیلابِ عظیم قبولِ عدل کی طرف بڑھا۔

نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ انہی موثرات کثیفہ کی شدت جب اپنی غایات کثیفہ کے ساتھ بہت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔ تو ایسے معاہدات صلح کی لمعات ان کی کثافت حجابیہ کو روشن نہیں کرسکتیں اور وہ بدستور کیف عداوت میں اشد بد ہوتے چلے جاتے ہیں۔

جیسے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدات صلح کے باوجود ان کا نفاق اور اجتماعی حیثیت کے ساتھ ان کا جنگ۔ اس حقیقت پر شاہد ہے (علم تفصیل کے لئے جلد اوّل مطالعہ فرماویں)[1] پس جملہ اقوام و ملل کی نفسیات اور حالات کی مطابقت سے ان کے ساتھ معاہدات اور ان کا ایفا اور جنگ بار ہر دو جوانب میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے۔ اور سیاستِ بین الدّول کے مراحل تدریجیہ کا سلوکِ عدلیہ ہے۔

اور معاہدات سفرا اور وفود کے ذریعہ انجام پاتے ہیں۔ اس لئے ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے نفسیات انفرادی و اجتماعی کی رعائت عدلیہ اور تعقید عہد کے بعد اس کی ایفا بالعدل اور حالات کی مطابقت (اور تقاضا ؤں کی ایفائے عدلیہ کے ساتھ جبکہ فرط مسلمات عدلیہ سیاستِ خارجہ کی پابندی ترک کردیتا ہے۔ اور شعبۂ سیاستِ بین الدّول فیصلۂ جنگ ناطق کردیتا ہے۔

تو گویا فردیت نبوت و سنت مصطفوی کی پیروی میں عہد فردیت استخلاف فی الارض میں ملّت عادل اپنی ذمہ فعّالیہ کے ساتھ اتحاد مشیر عادل یعنی تاسیس و توسیع و تشدید ملّی اور شوکت و استقلال و شدّت دفع موانع کے ساتھ کائناتِ انسانی پر غالب و قاہر ہوجاتی ہے۔ جو اس کا فطری حق ہے۔ اور وہ معاہدہ بین الدّول اور قصاص بین الدّول اور تصغیر الدّول اور تحکیم بین الدّول اور تمکین استخلاف فی الارض اور تمکین و اجرائے علّیت سے سطحِ ارض پر تمکین و اجرائے عدل کے ذریعہ جو مدعائے آیۂ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ[2] ہے۔ اور اساسِ عدل با استوار نفسِ انسانی کے فطری تقاضاؤں (وحدت مرجع کی دلیل سے تمکین وحدت اجتماع اور اساس عدلیہ کی دلیل سے اس بین تمکین عدل) کی ایفا ہے۔ اور کائنات انسانی میں اخوت نوعی کے سیرانِ متحدہ کی دلیل اور تقاضا سے اس کی فطرتِ غالب کا ترشیح فعال ہے سطحِ ارض سے فساد کو مٹاتی ہوئی عدل کو متمکن کردیتی ہے۔ جو مرجع فطری آمر بالعدل عزّ و جل میں استغراق اور استغراقی جد و جہد کے نشر و تمکین (جو دفع موانع کو مستلزم ہے) کی دلیل سے فطرت یا للّٰہیت ہے۔ اور وہ فطرت نفسِ فرد و جماعت کا مرجع فطری عزّ و جل میں استغراق ہے۔ اور عدل ہے۔ جیسے اس کی دافع موانع حیثیت کے ساتھ جہاد کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔

---

[1] یہ تمام آئین ہائے صلح و جنگ جلد اوّل جزء ب میں مطالعہ فرماویں۔
[2] جب تم لوگوں کے درمیان حکم کرو۔ تو عدل کے ساتھ حکم کرو۔

جہاد

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجَاھَدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ [1] (حجرات)

نفسِ انسانی یا تمام کائناتِ انسانی کے مرجع فطری اللہ عزّ وجل میں نفس انسانی کی استغراقی جدو جہد (منکشف بالنور اور متحمل نور سجدہ اپنے لوازم رجوعیہ کے ساتھ) جو الغائے تقاضائے فطری کی دلیل سے عدل ہے یا اس جدو جہد کے جادۂ عدلیہ سے دفع موانع اور کائنات انسانی کو ان کے مرجع فطری عزّ وجل میں استغراقی جدو جہد سے مشرف کرنے کے لئے یعنی حکمت اور موعظۂ حسنہ کے ساتھ فطرت کی طرف ان کو لوٹا دینے کی دافع موانع جدّ و جہد (جو سطح ارض پر تمکین حقائق سجدہ کی موجب ہے اور کائنات انسانی کے رجحانات کشف یا ان کے فرط نفوس کی دلیل سے تودو اخوت فعال کے ساتھ تقاضائے اصلاح نوعی کی ضروری الیف ہے اور جادۂ تمکین حقائق سجدہ سے محور فردیت امارت کے گرد جمع نداور صحیح کے ساتھ دافع موانع کو مستلزم ہے۔ جو مقصود آیۂ کانّھم بنیانٌ مّرصوص ہے) جہاد کی حقیقت منورہ ہے۔ اور فریضۂ بیّنہ مرجعی عزّ وجل ہے۔ اور قُلْ [2] اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اور فرمان مصطفوی وَلَیْسَ فِیْ قَلْبِکَ غِشٌّ لِاَحَدٍ [3] کی وضاحت ہائے ناطقہ کے تحت حامل روح الٰہی کائنات انسانی کے ساتھ تودد و اخوت کی الیفائے فعال ہے۔ یا للّٰہیت متشکلہ ہے۔ (درآں حالیکہ لَآ اِکْرَاہَ [4] فِی الدِّیْنِ اس دلیل سے تجزیۂ فطرت کے نتیجۂ محققہ کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔ کہ مفرطات فکری بھی مسلّمات فکری کی حیثیت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے آنہا فعّال بالعدل مسلّمات فکریہ ہی اتحاد جنسیت فکریہ کی دلیل سے انقلاب عدلیہ متحقق کر سکتی ہیں۔

نفس انسانی کی مرجع فطری عزّ وجل کی طرف تقاضائے شوری و رجوعی کی الیفا اس میں کشف و تحمل کی دلیل سے تمکین [5] عدل ہے۔ جو اسے خواہشات نفس سے پاک اور مطہر قرار دیتی ہے۔ گویا یہ مرجع فطری عزّ وجل میں استغراق ہے۔ اور بے خودی

سنی اسے

---

[1] مومن وہی ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور پھر اس میں ڈگمگائے نہیں اور خدا کے راستہ میں اپنی جان سے اور اپنے مال سے جہاد کیا یہی صادق لوگ ہیں۔ [2] کہہ دے میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لئے ہے۔ جو جہان والوں کی پرورش کرنے [illegible]

[3] ... تو صبح کرے اور شام کرے اس حالت میں کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق کینہ نہ ہو ... (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ نیز فرمان مصطفوی من احب للّٰہ وابغض للّٰہ واعطی للّٰہ ومنع للّٰہ فقد استکمل الایمان (مشکوٰۃ کتاب الایمان) اسی للّٰہیت عظمیٰ کی وضاحت ہے۔

[4] دین میں جبر نہیں ہے۔ (البقرہ ۔ ع ۳۴) لکم دینکم ولی دین بھی اسی حقیقت کی وضاحت ناطقہ ہے۔ درآں حالیکہ جہاد بالقتال کا مقصد جادۂ عدل سے دفع موانع ہے [5] تفصیل جلد اوّل میں مطالعہ فرمائیں۔

جس کے نتیجہ میں نفسِ انسانی کے اصل مبدأ ارواح آمر بالعدل عزّوجل کے روح کا کشف اور تحمل کشف نفس کے حقائق عدلیہ کو اس پر منکشف کر دیتا ہے۔ اور ماسوی العدل یعنی فرط کو اس سے خارج قرار دیتا ہے۔ یعنی مقصود لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اس میں متمکن ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل نے فرمایا ہے۔

وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۝ (عنکبوت۔ ع ۷)

جو ہم میں کوشش کرتے ہیں۔ (یعنی جو ہماری ذات میں مستغرق ہیں) ہم اپنے راستے ان کو دکھا دیتے ہیں۔

فرمان مصطفوی وَالْمُجَاھِدُ مَنْ جَاھَدَ نَفْسَہٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰہِ وَالْمُھَاجِرُ مَنْ ھَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ[1] اسی نوعِ جہاد یا کیفِ مجاہدہ عدلیہ کی وضاحت ناطقہ ہے۔ اور یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ نفسِ انسانی میں لطافت و کثافت ممتزجہ چونکہ پردۂ غیب ہے اس لئے اس کے تقاضائے فطری کی ایفا مرجع فطری عزّوجل کے تصرّف و تفضل ہی کے ذریعہ تحقق پا سکتی ہے۔ چنانچہ اس عزّوجل نے آج اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے نفسِ مبارک میں اپنے تصرّف خاص کے ذریعہ اپنے ترشحات عدلیہ اور اس کی نورانی حقیقت یعنی کتاب و حکمت کو متحقق فرماتے ہوئے اس صلعم کے اسوۂ فعّال کے ساتھ اسے متشکل فرما کر آں صلعم کے تقاضا ہائے شعوری و رجوعی کی بلا واسطہ اپنے دستِ تربیت سے ایفا فرماتے ہوئے اس صلعم پر تمام نوعِ انسانی کے لئے آپ کے ساتھ اخوتِ نوعی کی دلیل سے دعوت الی المرجع کو آپ کا فطری تقاضائے فعّال قرار دیتے ہوئے عائد فرمایا۔ پس آں صلعم کی قوتِ فعالیہ متواترہ کے ذریعہ (جو فردیت استخلاف فی الارض میں تواتر مسلسلہ کے ذریعہ جلال فعّال کے ساتھ تحقق پاتی ہے) نفسِ ملت میں حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کی دلیل سے تمام ملتِ اسلامیہ اسی فطری تقاضا کی ایفا[2] کے لئے دستورِ عدل کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت اپنی فطرتِ فعّال کے فیصلہ کی رو سے مکلّف ہے۔ اس لئے وہ دلیل وجودِ قوتِ فعالیہ سے کائنات انسانی کے افکار و اعمال کا تشخیص و تجزیۂ فطرت کے ساتھ بالعدل احتساب کرتے ہوئے تمام نوع انسانی پر شاہد فعّال ہے۔ اور اس صلعم کا تصرّفِ فعّال نفسِ ملت میں کشف و تحمل کے سیران مشترک کے ساتھ متصرّف بالعدل ہوتا ہوا کشف حقائق نفس فرد و ملت کے ساتھ اس پر نفوذ فعّال کے ساتھ جو نفسِ ملت میں وجہ وجودِ قوتِ فعالیہ ہے۔ شہادت دیتا ہے۔ پس فطرتِ نفس کی یہ تشخیص اور اس میں تصرّف پائندگیٔ فطرت کی دلیل سے دنیا و آخرت میں ملت اسلامیہ کی تمام کائنات انسانی پر اور ملتِ اسلامیہ پر اس صلعم کی شہادت فعالیۂ مستمرہ ہے۔ جو آیہ وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَھِیْدًا[3] سے مقصود ہے۔

پس ملتِ وسط مرجع فطری عزّوجل میں بے خودی یا استغراقی جد و جہد کے ساتھ جو اسے ہوائے نفس سے پاک قرار دیتی

---

[1] مجاہد وہ ہے۔ جو اللہ کی طاعت میں اپنے نفس کو مصروف جہد کرتا ہے۔ اور مہاجر وہ ہے۔ جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان۔ فصل ثانی)

[2] فرمان مصطفوی اِن تحب الناس ما تحب لنفسک ..... الخ (مشکوٰۃ کتاب الایمان۔ فصل ثالث) اسی تقاضائے تودد کی وضاحت ناطقہ ہے۔

[3] اور اسی طرح ہم نے تمہیں امتِ وسط بنایا ہے۔ (پیکر عدل اور جامع ہر گونہ عدل و وسط) تاکہ تم لوگوں پر شہادت دو۔ اور رسول تم پر شاہد ہو۔ (البقرہ)

Marfat.com

ہے۔ وہ عدل نفس اور فیصل قوتِ بیانیہ اور عدل معاشرہ اور متاع قاہرہ یعنی قبضۂ شمشیر عادل اور دست عسکری کے ساتھ محور فردیتِ امارت کے گرد جمعاً تداد رصحیح سے دعوتِ الی المرجع کے منازل تدریجیہ (جہاد[1] بالعلم۔ جہاد بالمال[2]۔ جہاد بالقتال[3]) کو انجام دینے کے لئے مرجع فطری عزّوجل میں اسی استغراق اور بے خودی کا مظاہرہ کرتی ہوئی ایفلئے مقصود لا الٰہ الا اللّٰہ سے (جو نفسِ انسانی میں مقصود قُلْ[4] اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کی تمکینِ عدلیہ ہے) مصدّقِ فطرت کی حیثیت سے اپنے اصل کے ساتھ واصل ہوجاتی ہے۔ (یعنی عندیت الٰہی سے شرف پاتی ہے) چنانچہ مرجع فطری اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝ (آل عمران۔ ع[17])	تم اُن لوگوں کو جو اللہ کے راستے میں قتل ہوجاتے ہیں مردہ مت کہو وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں (انہیں عندیت الٰہی حاصل ہے)

اور وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّنَھَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ	متقین جنّت اور نہر میں مقعدِ صدق الٰہی میں شہنشاہ باجبروت کے ہم نشین ہیں۔

الحاصل ابوالانس (امیرفرد) با قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کے تصرّف فعال کے ساتھ نفس ملّتِ الحاق الفعالی اور اس کی محوریت محکمہ کے گرد اور با العدل سے ادائے نماز و ذکر و تہجد وغیرہ تعمیل و امرِ معروف اور اجتنابِ نہی از منکر من جملہ جہاد بالعلم اور جہاد بالمال اور جہاد بالقتال کے ساتھ کہ یہ سب مرجع فطری عزّوجل میں استغراق متشکل ہے۔ کشفِ روح الٰہی اور تحمل کشف سے متحقق ہوکر (جو بدلیل استغراق نورانیہ سے نورٌ علیٰ نور عزّوجل میں فنائے نفس ہے) اور حاملِ روحِ الٰہی کائناتِ انسانی کے جادۂ کشف و تحمل سے بدلیل دفع موانع (کہ وہ ایثارِ نفس و ایثار مالنفس ہے) عندیت الٰہی سے مشرف ہوکر قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کی شہادت کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کے افکار و اعمال پر شہادت دیتا ہوا ایفلئے مقصود لا الٰہ الا اللّٰہ کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوجاتا ہے۔

تابع حق دیدنش نادیدنش	خوردنش نوشیدنش خوابیدنش
خیمہ در میدانِ الا اللّٰہ زد است	حال او شاہد علی الناس آمد است
شاہد حالش بنی انس و جان	شاہدے صادق ترین شاہداں، (اقبال)

---

[1] اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ۝ (نحل۔ ع[16])

[2] آیہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ۔۔۔۔۔ تا آخر آیہ (سورۂ حجرات) جو ابتدا میں زیرِ عنوان درج ہے۔

[3] قَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً (توبہ۔ ع[5])

[4] تو کہہ دے میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ کے لئے ہے۔ جو جہان والوں کا پروردگار ہے (انعام)
فرمان مصطفوی جس نے اللہ کے لئے محبت کی اور اللہ کے لئے دشمنی کی اور اللہ کے لئے دیا اور اللہ کے لئے روکا۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل ثانی) اسی سطوت للّٰہیت کی وضاحت روشن ہے۔

Marfat.com

چنانچہ عادلِ فعّال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا ہے:۔

والذی نفسی بیدہ لوددت ان اُقتل	اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں پسند
فی سبیل اللّٰہ ثم اُحیٰی ثم اُقتل ثم اُحییٰ	کرتا ہوں کہ اللہ کے راستہ میں قتل کیا جاؤں پھر مجھے زندگی
ثم اُقتل ثم اُحییٰ ثم اُقتل	دی جائے پھر قتل کیا جاؤں پھر زندگی عطا ہو پھر قتل ہو جاؤں
(متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ)	پھر زندگی ملے پھر اسے قربان کر دوں۔

یہ فرمانِ مصطفوی مبداء عمل میں مقصودِ لا الٰہ الا اللہ کی اس ایفائے منورہ کا ترشّحِ فعّال ہے۔ جو نفس منور میں معبود حقیقی کے سوا تمام معبودانِ باطل کو مٹا دیتی ہے۔ اور صرف اسی عزّوجل کے روئے پاک میں استغراقِ فکر و عمل سے تحقق پاتی ہوئی بمطابق فرمانِ ربانی فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً حیاتِ جاوداں حاصل کر لیتی ہے۔

اور منبعِ صدرِ مصطفوی سے اس صلعم کے اس تصرفِ فعال کے ذریعہ (جو ملّتِ اسلامیہ پر شہادتِ مصطفوی کی اساس منورہ ہے) تمام ملّتِ اسلامیہ میں وحدتِ اسلامیہ کا سیران مشترک تمام ملّت کو افکار و اعمال افراد میں اس نورانی ایفا کی تمکین بالعدل پر مکلف قرار دیتا ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی پر ملّتِ وسط کا حق احتساب و شہادت ہے۔ کیونکہ وہ نفس فرد و ملّت میں مستخلف مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف سے مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحتِ منورہ ہے۔ جس سے امّتِ وسطیہ تخصیص محوریت کے ساتھ اس وقت شرف پاتی ہے۔ جب مستخلف عزّوجل سطحِ ارض پر نفس دھر کے تقاضا ہائے انحطاطیہ کی دلیل سے فیصلۂ استخلاف فی الارض نافذ فرما دیتا ہے۔ اور وہ سطحِ ارض پر جو اس کی سجدہ گاہ اور طہور ہے۔ سطوتِ نیابت الوہیت کے ساتھ چھا جاتی ہے۔ جو نوعِ انسانی میں ابوّتِ انس کے رحیم و قاہر ترشّحاتِ فاضلہ کا مہذبِ شخصی و مدبّرِ منزل و مدنی نفاذِ جلال ہے اور فطرتِ فرد و جماعت کی تکمیل عادلۂ منورہ کا اہتمام عظمیٰ ہے۔ اور عہد متعلقہ میں مقصود الیوم اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا اور کافّۃ الناس کی طرف مقصدِ بعثتِ مصطفوی کا تواتر کتاب و حکمت اور تواتر قوت فعالیہ مصطفویہ کی دلیل سے ایفائے فعال ہے۔ جس کے حضور میں تمام کائناتِ انسانی کو گردن انفعال و اطاعت جھکا دینی چاہیئے۔ مرجعِ فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ	تم بہترین امت ہو جو کائناتِ انسانی کے لئے مقرر کی گئی
تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ	ہے۔ تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکرات سے روک دیتے ہو

اور اس کی حقیقت پر ملّتِ وسط کی استغراقِ منور کے ساتھ اس متحقق فی العدل فطرتِ فعال کے ترشّحات عدلیہ شاہد بالحق ہیں جو کیف راغب فی العدل اور محفوظ از فرط کے ساتھ آمر بالمعروف اور ناہٍ عن المنکر ہے۔ اور متحقق فی العدل کی دلیل سے اساسِ عدل پر استوار فطرتِ انسانی کی شہادت کے ساتھ فرطِ مفسدہ کو جادۂ عدل سے ہٹا دینے کے لئے (جو تصغیر فرط ہے) فیصلہ بالحق ہے۔

(اس لئے آئندہ صفحات میں ہر دو ضابطہ ہائے تصغیر فرط کی وضاحت کی جائے گی)

نفسِ انسانی میں روحِ الٰہی[1] ودیعت ہے۔ اور ہر امر مجاز وحقیقت اور لفظ ومعنیٰ اور جسم روح کے اتحاد سے ہی امرِ واقع قرار پاتا ہے۔ اس لئے نفس انسانی کے تصرّفات عقلیہ کو جو روحِ الٰہی کے ترشحاتِ شعوریہ ہیں۔ اور نیابت الٰہی کے مظاہر مجازیہ ہیں۔ فطرت کے تقاضاؤں کی ایفائے مکمّل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ بلکہ روحِ الٰہی کی نورانی حقیقت کا نفس انسانی میں انکشاف جو نفسِ انسانی میں نیابتِ الٰہی کے مقصد کی وضاحت ہے۔ اور سطح ارض پر نیابت الٰہی کی تمکین کا استحقاق ہے۔ مجاز متذکرہ کے ساتھ حقیقت کے اتحادِ منوّرہ کو متحقق کرتا ہے۔ اور فطرت کے تقاضاؤں کی ایفائے مکمّل ہے ؏

اور چونکہ اللہ تعالیٰ فعّال لِمَا یُرِیدُ ہے۔ اس لئے وہ کشفِ منوّر منکشف بالنّور نفس انسانی کی فطرت کو فعّال قرار دیتا ہے۔ اور عناصرِ نفس کے متحمّل نور ہونے سے میزان نفس کے جوانب عدلیہ میں ہر دو بار تنصیف صحیح پاتے ہیں۔ اس لئے اس کی فطرت عدل کے ساتھ متحقق ہوجاتی ہے۔ اور وہ حوائج عنصریہ کی ایفا میں از روئے فطرت عادل قرار پاتا ہے۔

پس وہ فعّال عدل فطری کے ساتھ ان تمام تاریک شعوری تصرّفات عقلیہ کو اپنے عدل نفس کے حضور میں اپنی فطرتِ منوّرہ کی شہادت کے ساتھ اس دلیل سے پست قرار دینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ کہ شعور تاریک حیوانیت کثیف کے بارہ میں بصارت روشن سے محروم قرار پاتا ہے۔ اور اسی لئے اس کا اقتدار کائناتِ انسانی کی جان و مال و آبرو کے لئے خطرۂ مہلکہ کی صورت اختیار کرلیتا ہے۔ گویا فطرتِ انسانی تمام موانع راہِ عدل مفرط قوموں کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے ؏

---

[1] نفس انسانی میں روحِ الٰہی کی ودیعت پر جلد اوّل میں کثافت ارضی اور حقیقت علوی کے عنوان کے تحت بحث گذر چکی ہے اور جلد دوم میں بھی متعلقہ مقامات پر مزید وضاحت کی گئی ہے۔

Marfat.com

ضابطۂ تصغیرِ قرط نمبر ۱

(تصغیرِ قرط بالجہاد)

دولتِ وسطیہ کے حضور میں تمام مفرط اقوام کو
گردن تصغیر و اطاعت جھکا دینی چاہیئے!

(محمد سعید)

Marfat.com

تصغیر فرط بالجہاد

……وَهُمْ صَاغِرُوْنَ[۱] ۝

جلد اوّل میں نفس انسانی کی تشخیص اور تجزیہ کرتے ہوئے یہ خاکسار فضائل اخلاق اور ان کے متعلقاتِ دستوریہ کی شرح کے بعد اب جلد دوم میں رذائل اخلاق کی اس شرح کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ جو مفرط جماعتوں کی (فرد و جماعت کے سلوک جادۂ عدل میں) حیثیت مانعی کی شہادتِ مدللہ کے تحت ان کی اس تصغیر بالجہاد کے تحقق کی حامل ہے۔ جو شوکت و ہیبت شمشیر کے ساتھ اور اک مفرطہ کو متاثر و مبہوت کرتا ہوا موجب تعطل فرط ہے۔ اور اس دلیل سے جادۂ اعتدال کو وہ موانع سے پاک کر دیتا ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فضائل و رذائل کی تشخیص اور تجزیہ علم النفس یا فلسفۂ اخلاق یعنی میزان العدل آئین کے جوانب میزانیہ ہیں۔

اس لئے جلد اوّل میں فیصلۂ فطرت کے ساتھ فعلِ عدل کی ایسی شرح کے بعد جو تصغیر فرط کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اس جلد دوم میں عنوان ہذا کے تحت اساس عدل پر استوار نفس انسانی کی تشخیص و تجزیہ کرتے ہوئے فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے ان تمام مفرط جماعتوں کو جو فطرتِ نفوس کی تکمیل یعنی اہتمام تکمیل عدل سے محروم ہیں۔ فیصلۂ فطرت او دلیل منع سلوک جادۂ عدل کے ساتھ اس جائز و احد اجتماع دولتِ وسطیہ کے حضور میں جو مکمل فطرت انسانی ہے۔ صاغر اور پست قرار دیا جاتا ہے۔

اور ضابطۂ ہذا کے بیان رذائل میں رذائل ادراکیہ کی شرح کے ساتھ کہ وہ اساسِ فرط تحریکیہ ہیں پہلے تصغیر فرط بالجہاد[۲] کی وضاحت کی جاتی ہے۔ جو شرح مدعائے آیۂ وھم صاغرون ہے اور اس شرح متذکرہ کے ساتھ جو تصغیر فرط بالجہاد کی صحت عدلیہ پر فیصلۂ فطرت کے ساتھ شہادت مدللہ ہے۔ یہ خاکسار دستور عدل قرآن حکیم کی جہاد سے متعلقہ جملہ آیات محکمات اور من جملہ آن کی روشنی میں تصغیر فرط بالجہاد سے متعلقہ مبادیاتِ اصولی کی وضاحت کرتے ہوئے سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل و دوم میں مرقومہ لوازم جہاد اور منجملہ جلد اوّل جزء ب میں مرتبہ آئین ہائے صلح و جنگ جو عدل متشکل ہیں کے ضابطۂ ہذا میں شمول سے تکمیل آئین جہاد کے ساتھ اسے ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۱ کے نام سے معنون کرتا ہے۔

---

[۱] آیۂ کامل ضابطۂ تصغیر فرط کے مقالہ افتتاحیہ میں درج کی گئی ہے۔

[۲] اگرچہ جہاد اپنے نفس کے لئے استغراقی جذبہ جہد اور تمام کائنات انسانی کو مرجع فطری اللہ عز و جل کی طرف جھکانے کی کوشش اور اس کے راستہ سے دفع موانع کے مقاصد کا جامع کامل ہے۔ مگر یہاں عنوان تصغیر فرط بالجہاد کے تحت اصطلاحاً اس کی دافع موانع حیثیت اور اس کے متعلقات کو مقصود قرار دیا گیا ہے۔

Marfat.com

جہل

وَلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ یَجْھَلُوْنَ ○ (انعام)

فکری وارادی رذائل کو تحریکی رذائل سے شرح میں مقدم کیا گیا ہے۔ کیونکہ مفرطہ جماعتیں مختلف نقطہ ہائے فرطہ ادراکیہ پہ باہم جنسیت فرطیہ کی دلیل سے اجتماع پاتی ہیں۔ اس لئے کہ ادراکیات افراد کی اصولی حیثیتوں کا اتحاد باہمی ہی اجتماع افراد کا موجب ہوسکتا ہے۔ اور ان کی تصغیر ملتِ وسط کی اجتماعی قوت کی جہد سے ہی متحقق ہوسکتی ہے۔ جو ان کے فرطِ ادراکیہ کو معطل کرتی ہوئی ان کی تحریک مفرطہ کے ترشحات فاحشہ سے کائنات انسانی کو بچا لیتی ہے۔ اور جادۂ عدل کو ان کی مالنعیت سے بے روک اور پاک کرسکتی ہے۔ نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ جیسے حکمت نفس انسانی میں اس کی مجموعی جدوجہد سے تحقق پاتی ہے۔ ایسے ہی فکر با ارادہ کی کوالف عدلیہ اور فرطیہ میں نفس کی ان مجموعی فطرتی کیفیتوں کو دخل ہوتا ہے جو فطری لگاؤ اور شعور سے متعلق ہیں۔ اور فطرت کی پیروی کرتی ہیں یا ماحول کثیف سے اثر لیتی ہوئیں۔ فطرت کو جھڑ دیتی ہیں علیٰ ہذا اسی قدرت فکری وارادی کے تحت اعمال تحریکیہ رونما ہوتے ہیں۔ جو وضاحت بالا کے ساتھ نفس انسانی [illegible] پاتی ہے۔ علیٰ ھٰذا ارادہ جو مبدأ اعمال ہے۔ گو اساسِ فکری پر نفس انسانی میں متحقق ہوتا ہے۔ مگر کیفیت فکری کا نفس انسانی میں تمکین بھی ایک گونہ کیفیت ارادی کو مستلزم ہے۔

مگر ان کوالفِ متحدہ میں اساسی و تعمیری حیثیت نتائج مرتبہ کی رُو سے قائم ہوتی ہے۔ جو فکر کو اساس ارادہ اور ارادہ کو اساسِ تحریک قرار دیتی ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ ان سب کو باہم لزوم حاصل ہے۔ اور یہ تشخیص فطرت کے ساتھ رذائل ادراکیہ کو شرح رذائل میں رذائل تحریکیہ سے مقدم کرنے پر دلیل راسخ ہے۔ پس فکر اور ارادہ اور تحریک کی مجموعی جدوجہد سے جیسے حقیقتِ فکرِ صحیحہ کا کشف یعنی علم اس کا عدل ہے۔ جو تقاضائے کشف شعور انسانی کی الیف ہے۔ اور مرجع فطری عزوجل کی طرف رجوع فکری یا صحت فکر کے نورانی حقائق کا کشف [illegible] بِہِ الایمان ہے۔ جو تصرف فعالیہ مَابِہِ الایمان [illegible] متحقق ہو [illegible] وہ نفسِ فعّال اوّل صلعم میں کشفِ روحِ الٰہی کی دلیل سے اس قوت فعالیہ [illegible] ہے۔ جو بنی نوع کے نفوس میں جنسیت نوعی کی دلیل سے اس کے تصرف فعّال کے ذریعہ مسلسل متحقق ہوتی جاتی ہے۔ اور یہ اس [illegible] کی جانب سے تواتر کشفِ فکر کا اہتمام جاریہ ہے۔ یہی اعتدال قوت نظری یا علم کی حقیقت عظمیٰ ہے۔

ایسے ہی قوتِ نظری کا مقدمات علوی و سفلی یا جامع حقائق علوی و سفلی نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا میں اپنی اہلیت نایک اور غیر منکشف کیفیت کے ساتھ (جو موثرات مفرطہ کے اثر سے اپنی فطرت مخلوقہ سے ساقط ہو

چکی ہے) تداول افراطیہ سے فکر غیر صحیحہ کی قوّت نظری میں ترتیب جہل ہے ۔ اور وہ مرجع فطری عزّوجل کی طرف رجوع کا جادۂ غیر مستقیم ہے ۔ یا صحّتِ رجوع کا سقوط ہے ۔ جس کی ارتقائی صورت اس عزّوجل کی اس دعوت سے کفر (جہل ارادی) ہے ۔ جو بحیثیت مرجع اس کی جانب سے داعی إلی المرجع محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے ذریعہ تمام کائنات انسانی کی طرف صلائے جاریہ ہے ۔

چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے ۔

مَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ (انعام)

جب بھی وہ ایمان لانے والے نہیں ہیں ۔ مگر خدا چاہے ۔ (جو فطرت مغرط کو اپنے تصرف مبدائی[1] یا فعالیہ سے بدل دیتا ہے) لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں ۔

اور فرماتا ہے ۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ (النحل)

اور لوگوں میں بعض ایسے ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں ۔ بغیر علم اور ہدایت اور کتاب منیر کے ۔

یعنی حق و باطل کے درمیان ان کی غیر صابرہ قوتِ نظری دلائل فارقہ قائم نہ کرتی ہوئی فاتحہ ابواب علم نہیں ہے ۔ پس فکر صحیحہ اس میں تمکین نہیں پاتا ۔ جو اس ہدایت سے ان کو مشرف کر دے ۔ کہ وہ کتاب منیر کے الفاظ اور اس کی نورانی معنویت سے بہرہ یاب ہو ۔ اور یہ مرجع فطری عزّوجل کی طرف استقامت صراط سے (جس پر نورِ نفس اور نورِ کتاب اور نورِ مرجع کا اتحادِ حقیقت شاہد ہے) اس کا جہل ہے دراں حالیکہ استدلال صحیحہ سے قوّتِ نظری کا سقوط تفریط نظری ہے ۔ اور مجادلہ بغیر علم صحیحہ فکر غیر صحیحہ کی بنیاد پر قوّتِ نظری کے حدِ عدل سے تجاوز یا افراط سے ہے ۔

نفس انسانی میں مرجع فطری عزّوجل نے کثافت کو کمال اعتدال کے ساتھ ترکیب دی ۔ کہ اس کا نتیجۂ ترکیب یعنی روح بخاری معتدل ترکیبی نسبت سے قائم بالعدل عزّوجل کے روح کا محل ہے ۔ مگر کثیف احوال کے مؤثرات کو جب وہ قبول کرتا ہوا اپنی اس معتدل خلقی ترکیب سے گر جاتا ہے ۔ تو اس پر روح الہٰی کی مستلزم علم نورانی حقیقت (بحالیکہ اسم اور مسمّٰی ۔ لفظ اور معنی ، مجاز اور حقیقت یعنی حقائق اشیاء کا وجود مسلمات سے ہے) منکشف نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ اس کی حیثیت محلیہ اپنی استعداد تحملیہ کو کھو دیتی ہے ۔ جو تقویم معتدل کے نتیجے کے طور پر اس میں متحقق تھی ۔ اور اس کا وہ روح علوی جس کا ترشح ملکہ ہے ۔ اسکی کیفیت حملیہ کے تغیّر سے ان متغیّر کوائف میں غیر منکشف تداول کرتا رہتا ہے ۔ اور کشف کی طرف رجوع نہیں کرتا ۔ پس نفس انسانی اپنے حقائق سے جاہل رہتا ہے ۔ اور مرجع فطری کی طرف نہیں لوٹ سکتا ۔ اور نورِ مرجع یا نورِ نفس

[1] اللہ عزّوجل کی حیثیت مبدأ ارواح سے متعلقہ وضاحت جزوج اہتمام تہذیب نفس میں مطالعہ فرمائیں ۔

(جو مسخرات نفس یعنی ملکوت ارضی و سماوی کے علم شہودی کو مستلزم ہے) سے حرمان اس کے جہل پر حجت بیّن ہے۔
(تا آنکہ یا تو خالق حقیقی کا تصرف مبدائی اس کی فطرت مفرطہ کو بدل دے۔ دراں حالیکہ آئینِ عدل ......
اس کے اعمال مفرطہ کی دلیل سے جزائے حرمان کشف نور کے لئے فیصل ناطق ہے۔ یا کثیف تموجات فرطیہ میں بہتے
ہوئے حقیقت نفس سے جہل اس کی موت کو متحقق کر دے)

یہ جہل نفس کا درجہ تقصوی ہے۔ جو قوت نظری میں کہ وہ اساس ارادہ و عمل ہے۔ فکر غیر صحیحہ کی تمکین ہے جس سے قوت نظری کے امکان کشف یعنی تجلی حقیقت فکر صحیحہ کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ جو نور علم ہے۔ پس جہل نفس اپنی تاریکی میں شدید ہوتا جاتا ہے۔ اس لئے حقائق نفس سے غفلت و جہل کی دلیل سے ایسے نفوس مفرطہ کے حق میں مقصود آیۂ ربانی
وَقٰتِلُوْهُمْ[1] حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ○
تطابق فیصلۂ فطرت نفس ہے۔ کیونکہ فرط فکر کا (جو اساس ارادہ و عمل ہے) مٹا دینا یا اس کی تصغیر ہی اس کے فرط و فتنہ کی دلیل سے جو سلوک جادۂ عدل میں اس کی حیثیت مانعی سے تحقق پاتا ہے۔ کائنات انسانی کے لئے پیام نجات و امن ہے۔

حقائق اشیا چونکہ مسلمات ہیں۔ اس لئے فکر صحیحہ کشف فکر سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ گویا غیر منکشف فکر صحیحہ علم محجوب ہے۔ مگر بہ دلیل صحت فکری اس نے کشف حجاب یعنی حقیقت فکر یا کشف علم کی طرف فتح باب ممکن ہے۔ کیونکہ افکار صحیحہ کی محور ملکۂ تعلم و تزکیہ یا قوت فعالیۂ مصطفویہ تواتر و تسلسل کے ساتھ ملت اسلامیہ کے ہر عہد میں جاری و ساری ہے کہ اس سے الحاق یا انفعالی تعلق جنسیت نوعی کی وجہ سے اور ترشحات عدلیۂ الٰہیہ میں استغراق کی دلیل سے جو نور نفس اور نور کتاب اور نور الٰہی کو متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔ نفس انسانی میں علم یا کشف فکر کو متحقق کرتا ہے۔ جو تعدیل نفس ہے۔ اور کثافت و لطافت کے تقاضاؤں کی ایقاع آئین و اعتدال کو تمکین دیتا ہے۔ اور خواہش کو فطرت سے خارج قرار دیتا ہے۔ نیز چونکہ فکر صحیحہ غائت کشف کے تحقق پر اعتدال سے تکمیل پاتا ہے۔ اس لئے اپنی منازل ابتدائیہ اور تدریجیہ میں کثیف ماحول کے موثرات سے رجحانات کثافت کا ظہور ممکن ہے۔ یہی تقاضائے اجرائے حدود و قصاص ہے۔ علیٰ ہذا وہ مفرط قومیں اور ان کے نفوس جو عداوت للعدل کی دلیل سے ملت وسطیٰ کی عزت عدل کے زیر و پست اور صغیر قرار پاتی ہیں۔ ان کے رجحانات مفرطہ کے تعطل کا استقرار ہیبت حدود و قصاص کے استقلال کو مستلزم ہے۔ جو حیات و موت عنصری پر قدرت کی دلیل سے نفس انسانی کے کثیف ترشحات مفرطہ کو معطل قرار دیتا ہے۔ پس اقرار توحید و رسالت (قوت نظری میں تمکین فکر صحیحہ) کے بعد ترشحات عدلیہ الٰہیہ (کتاب مجید) اور اس کی شرح متشکل یعنی داعیٔ توحید صلعم کے اسوۂ حسنہ کے فروغ علمیہ (فرائض و سنن و نوافل یعنی معروف) سے بطور الفاظ لا علمی اور قوت فعالیہ مصطفوی　(جو کشف روح الٰہی

---

[1] اور ان سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین اللہ کے لئے خالص ہو جائے ... الخ (البقرہ - ۱۹/۴)
(یعنی سلوک جادۂ عدل میں ان کی حیثیت مانعی قائم نہ رہے)
[2] کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور اس کا خالق و مرکب قائم بالقسط عزوجل ہے ... عنوان جلد اول گزر چکی ہے۔

اور تحمل کشف کی دلیل سے نفس منفعل میں متصرف ہوتی ہے۔ اور اس کی حقیقت کشفیہ یا شہودیہ کو منکشف کر دیتی ہے۔ گویا اس کا نفوذ تصرف الٰہی کا قائم مقام ہے) بیگانگی جہل کی ایک نوع ہے ؎

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
کہ گر باو نرسیدی تمام بولہبی است (اقبال)

گویا حقائق الاشیاء علم ہے۔ اس لئے علم طبیعات وغیرہ اور دیگر علوم مرئیہ نے حکمائے ظاہر کی تگ و تلافت کو (یعنی ترتیبِ مقدمات سے اس دلیل سے اخذ نتائج صحیحہ کو کہ وہ عناصر اور مقدماتِ امور کا علم شہودی ہے۔) اس شوکت حکمت کے ساتھ مشابہت حاصل ہے۔ جو جامع حقائق علوی و سفلی نفس انسانی کی معرفت ہے۔ اور معرفت الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور اس کی اس نورانی شوکتِ قاہرہ پر کشفِ روحِ الٰہی اور اس کا تحمل کشف شہادت روشن ہے۔ پس علوم عناصر اور سطحیات اور ان کے مقدمات کی ترتیب سے اخذِ نتائج سے جہل کو جو تعریطِ قوتِ نظری ہے۔ اس دلیل سے تشبیہ بہ جہل کے نام معنون کیا جائے گا۔ کہ وہ عناصر اور عنصریات کی سطحیات سے غیر شہودی غیریت ہے۔

الحاصل رویتِ حقائق علم ہے۔ اور خودشناسی فطرتِ انسانی کا فرضِ اولین ہے۔ اس لئے فطرت نفس کی رویت (جو بدلیل کشف روحِ الٰہی و تحمل کشف معرفت الٰہی ہے) سے نابینائی حقیقت جہل ہے۔ اور ہر مانع راہ عدل اور جاہل قوم کو خودشناس ملت اسلامیہ کے حضور میں تصغیر بالجہاد کے ساتھ پست قرار دیتی ہے۔ تاکہ علم فعال کائنات انسانی کے لئے فاتحہ الباب علم ہو ؎

جہد کن در بے خودی خود را بیاب
زود تر و اللہ اعلم بالصواب
(رومی)

سفہ

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝

فرطِ فکر کی تمام اصناف وضاحتِ جہل ہے۔ سفہ جہل کا وہ تاریک ترین پہلو ہے۔ کہ نفس انسانی جہل خودشناسی کے فہم سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ (گویا سفہ ملکۂ ذکاوفہم کی ضد ہے) یعنی اس کی لطافت مرجع فطری لطیف عزّوجل کے ترشحات میں استغراق ادراکیہ و تحریکیہ سے غیریت کے سبب کثافت پر منکشف نہیں ہوتی۔ تاآنکہ وہ غیریت غیر استغراقیہ اور کثیف رجحانات میں تداول شعوری اسے شعور کے اصل لطیف سے تاریکی و جہل کے علم سے بے خبر کر دیتا ہے۔ کیونکہ علم جہل بھی ترشح لطافت ہے۔ پس اس کی کثافت و لطافت اپنے مقوّم اور مستودعِ حقیقی یا مرجع فطری عزّوجل کی طرف اپنے خلقی کوائف سے تغیراتِ حادثہ کی دلیل سے حرمانِ رجوع کے سبب کثیف حجابات میں محجوب ہو جاتی ہے۔ اور اسے اپنی اس ظلماتی اور حجابی کیفیت کا احساس اور علم نہیں رہتا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اَلَا اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ (مطلع ہو جاؤ۔ کہ تحقیق وہ سفہا ہیں۔ لیکن وہ جانتے نہیں) (البقرہ)

یہ ایک ایسی کیفیت ہے کہ نفسِ انسانی میں تمکین عدل یا رفع

Marfat.com

حجاب بالکشف نور وعلم کے امکان کو ختم کر دیتی ہے ۔ اور اس حجابی ظلمت سے لاعلمی کی دلیل سے ظلماتی کیفیت بڑھتی جاتی ہے اور وہ کثیف حجابات ظلماتیہ کی تاریکیوں میں شدت سے محجوب ہوتا جاتا ہے ۔

پس مرجع فطری عزّوجل سے اسکی غیریت یعنی اختلاف نور وظلمت اور کثیف مؤثرات ماحولیہ کے تاثرات سے اسکی قوتِ نظری میں فکر غیر صحیحہ مرتب ہونیکے بعد خطائے فکری سے جہل ہمیں شدت کا موجب ہوتا جاتا ہے۔ گویا معرفت حقائق نفس سے (جو مرجع فطری عزّوجل کی معرفت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے) اس کا جہل اپنی غایات کے ساتھ تحقق پاتا ہے ۔ یہی فرط فکری ہے ۔ جو اساسِ ارادہ وعمل ہے ۔ اور اس نفسِ محجوب و تاریک کے کثیف رجحانات کی ایفا کے لئے اپنی کیفیت مفرط اور شطط فکری کا اظہار کرتا ہے ۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل پر افترا اور ہرگونہ مکر ونفاق و فریب اسی مفرط کیفیت سفہ کا مظاہرہ ہے ۔ جو جہل کی ایک شدید اور کریہہ صنف ہے ۔ جنّات کی زبان سے اللہ و عزّوجل نے اسی فرطِ فکری یا سفۂ نفس کی طرف اشارہ فرمایا ہے ۔

اَنَّهٗ تَعَالٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا وَّاَنَّهٗ كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا (جن آیت ۳-۴)	تحقیق یہ کہ ہمارے پروردگار کی بزرگی بہت بلند ہے وہ بیوی اور بچے اختیار نہیں کرتا اور ہم میں سے کمینہ اللہ پر یہ بہتان[1] باندھتا تھا ۔

پس فطرتِ نفس کہ فکر صحیحہ اس کی فطرتِ صحیحہ کا ترشح ہے ۔ ملّت اسلامیہ کے حضور میں ان مانع راہ عدل سفیہہ نفوس افراد و اقوام کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے ۔ کہ سفہ فطری کی دلیل سے فساد[2] فی الارض ان کے نزدیک اصلاح فی الارض ہے اور رجحانات کثیف کی ایفا کے لئے ان کا وہ شعورِ محجوب فتنہ اور افترا سے نہیں رک سکتا کیونکہ کثافیات یا عنصریات میں تداول سے اپنی لطیف حیثیت کو کھو چکتا ہے ۔ اور وہ کائناتِ انسانی کی مال وجان و آبرو کے لئے خطرہ ہے ۔ کیونکہ عنصریات میں تداول شعوری کا حصر حیوانیت یا وحشت کی اتفاقی صورت ہے جو ان تمام آئینی حدود کو توڑ دیتی ہے ۔ جو مرجع فطری عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ ہیں ۔ اور ملّتِ عدل کے افرادِ عادل کی فطرت نفوس کے عادل تقاضا ہائے شعوریہ وعنصریہ ان کے ساتھ متحد الحقیقت ہیں ۔ پس اسی دلیل متذکرہ سے اقوامِ سفیہہ کی تصغیر بالجہاد کائناتِ انسانی پر احسان فعال ہے ۔ جو تقاضائے تو ود نوعی کی ایفا ہے ۔ اور جادۂ عدل سے ان کی حیثیت مانعی کا اندفاع ہے ۔

---

[1] دعوی نبوت کا ذمہ یا دعویٔ ولایتِ کا ذبہ اسی قبیل سے ہے ۔ تفصیل کے لئے عنوان کذب مطالعہ فرمائیں ۔

[2] اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ۔ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ ...... الخ (البقرہ)

استنفار

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ (مدثر)

نفسِ انسانی میں لطافت وکثافت کی ترکیب اجناسِ مختلفہ کا اجتماع ہے۔ اور جب تک ان میں جنسیت متحقق نہیں ہوتی اختلافِ جنسیت کی دلیل سے نفسِ انسانی میں اضطراب بپا رہتا ہے۔ لطافت کی حقیقت نور ہے۔ اور کثافت دلیلِ ثقلیت سے اس حقیقتِ نورانیہ کے لئے حجاب کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس اس کا تصفیہ لطافت کی نورانی حقیقت کو بے حجاب کر دیتا ہے۔ اور کثافت میں تصفیہ وتصقیل سے اس نورانیتِ لطیف کے ساتھ جنسیت متحقق ہو جاتی ہے۔ جو کشفِ نور کی استعدادِ تحملیہ ہے۔ یہ نفس کے اجزائے ترکیبیہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور جب تک ایفا متحقق نہیں ہوتی۔ تقاضا کی حرکتِ اضطرابیہ نفسِ انسانی میں فزوں بروئے کار رہتی ہے۔ تا آنکہ خواہشاتِ کثیف میں تداولِ شعوری حقیقتِ شعور یعنی نورِ شعور یا حقیقتِ لطافت کو کثافیات میں استغراق کی دلیل سے نفسِ انسانی سے خارج کرتا ہوا اسے رجحاناتِ کثیف میں بہا دیتا ہے۔ جو مقصودِ آیۂ ذیل ہے۔

وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ (اعراف۔ ۲۴)

اور ان کے بھائی گمراہی میں بہتے جاتے ہیں۔ اور پھر اس میں تقصیر نہیں کرتے۔

پس دستورِ عدل کے ساتھ اختلافِ جنسیت کی دلیل ہے اس میں اس سے عزیمت متحقق ہو جاتی ہے۔ یہی اس کا استنفار ہے۔ جو مقصودِ آیۂ ذیل ہے۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ (مدثر)

گویا وہ گدھے ہیں جو شیر کو دیکھ کر بھاگے۔[۱]

یہ نفسِ انسانی کا اپنے حقائق سے جہل ہے۔ کیونکہ نورِ نفس دستورِ عدل کی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔[۲] اسی لئے استنفار کو خاکسار نے جہلِ نفس کی ایک نوع قرار دیا ہے۔

یعنی مرجعِ فطری عز وجل کی طرف رجوعِ فطری سے یا حقائقِ نفس کے کشف وتحمل سے یا دستورِ عدل سے (جس میں استغراق وجہ کشف وتحملِ نفس ہے) جہلِ نفسِ انسانی میں استقرارِ اضطراب کا موجب ہے۔ جو نفسِ انسانی میں لطافت کے منکشف نہ ہونے کی دلیل سے تقاضائے کثافت کی ایفا میں جو تحملِ نور سے بے نصیب رہتی ہے استنفارِ مضطربہ کو اپنی کیفیت میں اس طرح شدید کر دیتی ہے۔ کہ آئینِ عدل کا تحفظ اس سے خارج قرار پاتا ہے۔ کیونکہ ہر دو جوانبِ میزانیہ نفس میں ثقلِ وزن

۱۔ گویا وہ گدھے ہیں۔ جو شیر کو دیکھ کر بھاگے۔

۲۔ کیونکہ نورِ نفس کشفِ روحِ الٰہی ہے اور دستورِ عدل ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ ہیں۔

Marfat.com

تحقق نہیں ہوتا۔ اور کیفیت لطیف اس نفس مفرط میں محجوب ہو جاتی ہے۔ پس ان تمام مفرط قوموں کو جو دستورِ عدل (ترتیبات عدلیہ الہیہ بالکتاب المجید) اور اس کی شرحِ متشکل عادل فعال اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم[1] سے بیگانہ ہیں۔ فطرتِ انسانی مدارِ سیادت سے اس دلیل کے ساتھ ساقط قرار دیتی ہے۔ کہ کائناتِ انسانی کی مال و جان و آبرو کے لئے ان کے کثیف تقاضائے مستنفرہ شدید خطرہ ہیں۔ اور اس ملّت وسط و عدل کو سیادت[2] اور فضل کا جائز حق عطا کرتی ہے۔ جو ہر دو تقاضائے نفس کی الغائے عادل سے اطمینان نفس کے ساتھ متحقق اور مطمئن ہو چکی ہے۔ اور اس کا دامنِ حفظ تمام کائناتِ انسانی کی مال و جان و آبرو کے لئے پناہِ امن ہے۔

پس وہ حافظِ فطرت ملّتِ اسلامیہ کے حضور میں شرطِ وضاحت عدوان للعدن کے ساتھ .... مفرطِ مستنفر اقوام کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو فطرت انسانی پر رحم فعّال ہے۔ اور بار جواب میں تنصیف صحیح ہے۔

استنکاف و استکبار

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا (نساء)

نفسِ انسانی کا اپنے حقائق سے جہل لطافت کی کشف نور اور کثافت کی تحمّل کشف سے عجز بہت ہے۔ جو مرجع فطری لطیف عزّوجل سے غیریت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ کیونکہ وہ عزّوجل مبدأ لطافت ہے۔ پس اختلاف جنسیت اور شعور کے عنصریات میں تداولِ مستقلہ سے اس کا کثافت اور کثافیات سے اتحاد کیفی اور شعور کی محجوب اور بلند حیثیت فطری سے یا اپنے مرجع لطیف عزّوجل سے جہل نفس انسانی میں مرجع نفس عزّوجل کی طرف رجوع میں استنکاف یا ننگ و عار پیدا کر دیتا ہے۔ جو آیۂ ذیل سے مقصود ہے۔ یہی وجہ استکبار ہے۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا (نساء)　　اور جن لوگوں نے شرم کی اور اپنے تئیں بڑا سمجھا

فرعونیت اور نمرودیت اسی استنکاف نفس کے مظاہر میں یہ بدیہہ ہے۔ کہ اگر نفس انسانی صرف عنصریات میں اپنی قوتوں کو مصروف فکر و عمل کر دیتا ہے۔ اور صرف الغائے عنصریات اس کا نقطۂ مقصود قرار پاتی ہیں۔ تو گویا صرف وہ حقائق ارضی کی اس حیثیت کو اپنے نفس میں تمکین دیتا ہے۔ جس کا تعلق لذّات اور پرورش جسد سے ہے۔ اور اگر علویات و عنصریات

---

[1] نفس انسانی امتزاج کثافت و لطافت کی دلیل سے جو پردۂ غیب ہے دستور عدلیہ الٰہیہ کی شرحِ متشکل کی جانب فطری احتیاج رکھتا ہے۔ جو اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم ہے۔ اور دست تربیت الٰہی یہ وہ عدل متشکل ہے۔

Marfat.com

میں اس کی ادراک و تحریک مصروفِ فکر و عمل ہو جاتی ہے۔ تو علوی انوار کا کشف روشن اس کی ارضیت نفس پر جلوہ گر ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کی متحمل ہو جاتی ہے۔ جو تکمیلِ نفس ہے۔ اور اس کا اعتدال ہے۔ اور وہ شعورِ انسانی کے مرجع لطیف اور کثافتِ نفس کے مقومِ حقیقی یعنی اس واحد عزّ و جل کی طرف رجوعِ نفس سے متحقق ہوتی ہے۔

اللہ عزّ و جل خالق اور مدبّرِ حقیقی ہے۔ جس کا نظام اور تدبیر تمام کائنات ارضی و سماوی پر قاہر و غالب ہے۔ اس لئے تمام حقائقِ علویہ و سفلیہ کا نفسِ انسانی میں تو دلیعہ اپنے تقاضاؤں کی ایفا سے شعورِ انسانی (ملکۂ عدل تدبیر و نظم) کی تکمیل کا موجب ہوتا ہے۔ جو عدلِ شعور ہے۔ ورنہ بصورتِ دیگر اس کے جانبِ واحد میں ثقل میزانِ نفس کی حیثیتِ استقامت کو ساقط قرار دیتا ہے۔ اور شعور اپنی معتدل حیثیت نظامیہ سے گر جاتا ہے۔ اور جانبِ کثافت کا ثقل (جو اس دلیل سے تخفیف موازین ہے۔ کہ جوانبِ میزانیہ میں صحت و استقامت قائم نہیں رہتی۔ جو نتیجہ ثقل موازین[1] ہے) کثافیات نفس کو ہی نفسِ انسانی میں سرمایۂ نفس قرار دیتا ہے۔ اور اسی دلیل سے لطافتِ نفس (جس کا مستودع بعنوانِ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي لطیف عزّ و جل ہے) محجوب ہو جاتی ہے۔ اور اس کی حقیقتِ کشفیہ اور تحمل کشف نفسِ انسانی کی جدوجہد کا نقطۂ مقصود قرار نہیں پاتا بلکہ ثقل کثافت اور خفتِ لطافت سے مرجعِ لطافت کی طرف رجوع میں نفسِ مسخ کو ننگ و عار محسوس ہوتی ہے۔ جو استکبارِ نفس کا موجب ہے۔ اور نفوسِ متکبر و مستنکف کے لئے سطحِ ارضی پر ثقلِ کثافت اور خفتِ لطافت کی دلیل سے (جو شعور کے حقائقِ لطیف سے موجبِ حرمان ہے۔ اور کثافیاتِ نفس سے اعتدال کو خارج قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے کائنات انسانی کی جان و مال و آبرو کے لئے خطرہ ہے۔ اور وجہ فساد فی الارض ہے۔ اور کائنات انسانی میں نفوسِ انسانی کو حقائقِ نفس کی وضاحت یا کشف و تحمل یا مرجعِ نفسِ انسانی اللہ عزّ و جل سے محجوب اور بیگانہ کر دیتی ہے) استحقاقِ فضل کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور اس ملّت خاشع کے حضور میں شرطِ وضاحت عدوان للعدل کیساتھ ان کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو اعتدالِ لطافت و کثافت کی دلیل سے استکبار و استنکاف سے پاک اور منزہ ہے۔ اور کائنات انسانی کے لئے تودد فعال کے ساتھ پناہِ حفظ و امن ہے۔

---

[1] یعنی سطحِ ارض پر نفسِ انسانی کا بقائے حیاتِ عنصری کے لئے ایفائے عنصریات۔ اور تقاضا ہائے لطافت کی ایفا سے تعطل تخفیفِ موازین ہے۔ اور لطافت کا کشف اور کثافت کا تحمل کشف سے حرماں بھی تخفیفِ موازین ہے کیونکہ ایفائے تقاضا ہائے خلقیہ یا ایفائے استعداد کا تعطل ہے۔ المختصر جملہ تقاضا ہائے لطافت و کثافت کا ایفا ثقلِ موازین ہے۔ تفصیل جلد اوّل میں گذر چکی ہے۔

Marfat.com

ضلال

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ......الخ (الجاثیہ)

مرجع لطیف عزوجل کی طرف رجوع نفس کا استقرار استعلہ جو لطافت کا اپنے اصل کی طرف بازگشت اور اس کا اثمرالہ کشف نور ہے۔ اور کثافت کا قائمہ تحمل کشف ہے۔ نفس انسانی میں حقیقت نفس کی علمی ترکیب ہے۔ جو حقائق نفس کا تحفظ و تذکر ہے۔ اور استقامت صراط ہے۔ گویا مرجع فطری کی طرف نفس انسانی کا رجوع نہ ہونا مت کشف و تحمل نور سے محروم کر دیتا ہے۔ اور وہ نفس انسانی کا اپنے کثیف اصل میں ارضیات خواہشات نفس کی طرف رجوع ہے۔ اور چونکہ رجوع کا حق صرف مرجع فطری کو پہنچتا ہے۔ اور فطرت صحیحہ اسی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ اور یہ رجوع الی المرجع حاجتِ فطرت نفس ہے۔ اس لئے گویا وہ نفس غلط رو ارضیات کو مرجع فطری قرار دیتا ہے۔ یہ اس کا ضلال یا گمرہی ہے اور اس کے کثافت کی طرف رجوع سے اس کی لطافت کو پردۂ کثافیات محجوب کر دیتا ہے۔ اور ان میں اس کا شعوری تداول اس حجابی کیفیتِ تاریک میں شدت کا موجب ہوتا جاتا ہے۔ تو گویا اس کی شعوری سمعیت و بصیرت و رویت معطل ہو جاتی ہے۔ اور اُن نورانی صورِ علمیہ کے کشف کا امکان ختم ہو جاتا ہے۔ جو نفخ روحِ الٰہی سے نفس انسانی میں ودیعت ہیں یہ ضلالِ نفس ہے۔ اور اسی دلیل سے جہل کی ایک نوع ہے۔ آیۂ ذیل میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ وَ اَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً

کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہشات کو اپنے الٰہ بنا لیا ہے۔ اور گمراہ[1] کیا اس کو اللہ نے اوپر علم کے ...... الخ - (الجاثیہ)

پس وہ نفس کثیف لطافت علوی سے بیگانگت و غیریت اور ارضیات میں انہماک شعوری و تحریکی کی دلیل سے خواہشات ارضی کی ایفاء میں ضلالِ نفس کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے۔ کہ اگر نظامِ عالم کی عنان ضال اور مفرط قوموں کے ہاتھوں میں دی جاتی ہے۔ تو گویا کائنات انسانی کا جان و مال و آبرو خطرۂ ظلم کی آگ میں ڈال دیا جاتا ہے (یعنی اس دلیل سے کہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور اسی لئے عدل مسلمہ کائناتِ انسانی ہے اور اسی وجہ سے مفرط اقوام میں ناقص سیاست مدن کا وجود پایا جاتا ہے۔ مگر چونکہ وہ اقوام مفرط و ضال دستورِ[2] عدل سے بیگانہ ہیں۔ اور ان کے نفوس میں تمکین حقیقت عدل ممکن نہیں۔ اس لئے ان کے ناتمام آئین ہائے ملکی و عسکری کی ناقص آئینی حدود مہیجات کثیف کے رونما ہونے پر ٹوٹ جاتی ہیں۔ جو خطرۂ ظلم ہے) پس وہ شمشیر عادل

---

[1] اللہ عزوجل کی طرف ضلال و ہدایت کی نسبت پر اہتمام تہذیب نفس میں بحث کی گئی ہے۔

[2] آمر بالعدل عزوجل کی طرف سے نازل شدہ کتاب مجید۔

Marfat.com

ہی اپنی ہیبتِ قاہرہ کے ساتھ ادراک و تحریک پر مؤثر ہونے کی دلیل سے گمراہ خواہشات کو اِلغائے ضلالیہ سے روک سکتی ہے۔ جو شجاعتِ نفس کی ارتقائی صورت متاعبہ ہے۔ اور اس کی وراثتِ جائزہ صرف جماعتِ وسطیٰ ہے جس کے نفسِ فرد و نفسِ جماعت میں شجاعت جو مستلزم عفت ہے۔ متحقق ہو چکی ہے۔ اور وہ اپنی شوکتِ قاہرہ کے ساتھ صلح و جنگ میں نفوسِ افرادِ ملت کی ... ندریجی منازلِ تعدیلیہ میں سیرانِ شوکتِ عدل کے ساتھ کائناتِ انسانی کے لئے پیامبرِ نجات و امن ہے۔ اور اسی دلیل سے ان تمام مفرط اور ضال قوتوں کو ان کی جانب سے عدوان کے تحقق پر اپنی تنبیہِ عدلِ فطری اور اس کی صورت ارتقائیہ شوکتِ قاہرۂ شمشیر کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ جو کائناتِ انسانی کی فطرت اور اس کی تکمیلی و تعدیلی جد و جہد اور اس کی جان و مال و آبرو کے لئے آیۂ عدل و احسان کا اِلغائے عادل ہے اور تقاضا ہائے تو درِ اخوتِ نوعی کی اِلغائے فعال ہے۔

تغافل

وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ ؁ (اعراف)

اساسِ قیام بالقسط پر استوار نفسِ انسانی مرجعِ فطری قائم بالقسط عزّ و جل کے ترشحاتِ قسطیہ (کتابِ مجید) میں استغراق سے جب قسط و عدل میں متحقق ہو جاتا ہے۔ تو اس کا روحِ الٰہی کشف سے ا ... س کا روح بخاری تحمل کشف سے قوتِ فعالیہ کے ساتھ قوت و عزت پا لیتا ہے۔ پس اس کی قوتِ فعالیہ دیگر نفوسِ انسانی میں جو انفعالاً اس کے ساتھ وابستہ ہیں۔ نفوذ و تصرف کرتی ہوئی تعلیمِ کتاب و حکمت سے ان کو مزکّیٰ و منور کر دیتی ہے۔ گویا کشف و تحملِ نفس[1] علم و تعلّم سے پُر نور اور نور بخش ہے۔ اور معرفتِ الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ پس کشفِ نور اور تحملِ کشف کے اس مسلکِ فطری سے تغافل جس کا سلوک فطرتِ نفس کو کامل یا فعّال قرار دیتا ہے۔ فطرتِ نفس سے جہل کی دلیل سے غفلت کی حقیقت ہے۔ مرجعِ فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ؀	اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے جی میں عاجزی سے اور خوف سے اور بغیر جہر کے زبان سے صبح و شام اور غافلین سے مت ہو۔ (اعراف)

اور اسی دلیل سے تغافل جہلِ نفس کی ایک نوع ہے۔

---

[1] تفصیل جلد اوّل میں گزر چکی ہے۔

Marfat.com

پس نفسِ انسانی اپنی فطرت سے تغافل کو فیصلۂ فطرت کے ساتھ ناجائز قرار دیتا ہوا اسکی جانب سے ظہور عدوان پر اسے حافظ فطرت اور معلّم قسط و عدل ملّتِ وسط کے حضور میں پست و صغیر قرار دینے کے لئے فیصلِ بالحق ہے۔

فرد اساس جماعت ہے۔ اور مفرط جماعتیں جو تقاضائے فطرت سے افراد ذو فرط میں باہم گونہ جنسیت فرطیہ کی دلیل سے مختلف نقطہ ہائے فرط پر اجتماع پاتی ہیں۔ ان کی تصغیر اس ہیبت قاہرہ کے ذریعہ ہی متحقق ہو سکتی ہے۔ جو ان کے شعور غیر منکشف کو (جیسے عنصریات ہیں نداول کشف شعور سے غافل کر چکا ہے۔ اور حوائج کثیف کی ایفا میں مددگار ہے۔ اور شعور کائنات پر تسلّطِ عدلیہ کی حقیقت سے بے خبر ہے) اور کثافت کے ایفائے حوائج میں حیوانی اضطراب کو (جو آئین اور عدل سے اندھا ہے) کائنات انسانی میں اجرائے ترشحات افکار و افعال مفرط سے معطل کر سکتی ہو۔

اور وہ ہیبتِ قاہرہ شمشیر کے اس فطری عمل کا اجرا ہے۔ جو حیاتِ انسانی کو موتِ انسانی سے مبدل کر سکتا ہے اور چونکہ کثافت میں جو محل لطافت ہے۔ تمام نوع انسانی شریک ہے۔ اور حیات عنصری اس سے تعلق رکھتی ہے۔ اور یہ حافظِ فطرتِ ملّتِ وسط اور مفرط جماعتوں میں اتحادِ نوعی ہے۔ جو ممات عنصری میں اسباب مرگ کو متحد النوع قرار دیتی ہے۔ پس اس ہیبتِ قاہرہ کی تمکین کے لئے ملّتِ وسط کو اپنی حیات عنصری مرجع فطری عزّ وجل یا حفظ فطرتِ انسانی کے لئے پیش کر دینی چاہیئے۔ جو تکمیل حفظ فطرت ہے۔ یا جہاد بہ شمشیر کی حقیقت ہے۔ اور تقاضائے اخوتِ نوعی کی ایفا ہے۔ پس ملّت وسط فردیتِ نبوتِ مصطفوی صلعم اور فردیت اولو الامر عہد اور شہر وحدت اجتماع اسلامیہ کی شوکتِ قاہرہ کے ساتھ جو تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی ہے۔ حفظ عدل کے لئے جو اساس نفس انسانی ہے۔ اپنے جان و مال کو مسلک فطری کے لئے پیش کر دیتی ہے۔ اور اتباعِ فطرت کی دلیل سے اس کی شجاعت و عفّت جو اس کی حکمت و عدالت کے ساتھ ہم دوش ہے۔ اپنی قوت فعالیہ کے ساتھ اتحاد شمشیر سے غافل اور مفرط جماعتوں کو عدوان فرطیہ کی دلیل سے ان کے ترشحات مفرطۂ فکریہ و عملیہ سے معطل کرتی ہوئی اپنے حضور بزرگ میں صغیر اور پست قرار دیتی ہے۔ اور اسے یہ حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ وہ روحِ فعّالٌ لِمَا یُرِیْد یا امانتِ الٰہی کے حمول میں صادق ہے۔ اور اس کا روح الٰہی منکشف اور فعّال ہے۔ اور سطح ارض پر اسے ترشحاتِ فکریہ یعنی (حکم) کے نفاذ کا حق پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس کی ارضیتِ نفس متحمل کشفِ شعور ہے۔ جو استحقاق تدبیر و نظم کائنات ہے۔

گر گشتم خوشدل و کامروا چہ عجب　　مستحق بودم و اینہا بزکاتم دادند

صاغر و پست باد　　اے فرط صغیر

ظلم

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (روم)

نفس انسانی میں روح بخاری جو نتیجۂ ترکیب عناصر ہے۔ روحِ الٰہی کا محل ہے۔ پس مرکب حقیقی عزّوجل کی طرف نفس انسانی کے فطری لگاؤ کا نتیجہ الٰہی کیفیات فکریہ یعنی ترشحات شعوریہ کے ساتھ استقلال اسی فطرت کا تقاضا ہے۔ جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ (ترکیب نفس اور اس کے تقاضاؤں کی جملہ تفاصیل جلد اوّل میں گزر چکی ہیں۔ جو مرکب حقیقی کی طرف استقلال رجوع کے لئے دلائل روشن ہیں) اور نفسِ انسانی میں روحِ بخاری و روحِ الٰہی ہر دو کے تقاضا کی ایفا مفہوم عدل یعنی تنصیف وزن کی ایفاء ہے جو مرکبّ حقیقی عزّوجل کی طرف فطری لگاؤ میں استقلال شعوری کی تمکین سے متحقق ہوتی ہے۔ اور حقیقت ارادہ ہے۔ جو کشفِ نور یا عدلِ ادراک اور تحمّلِ نور یعنی عدل تحریک کے تحقق کا موجب ہے۔ اور اس ماحول کثیف میں مستلزم صبر ہے۔ اور ظلم کے معنی تجاوز کے ہیں۔ جو حدِ اعتدال سے تجاوز ہے۔ اور وہ مرکبّ حقیقی عزّوجل کی طرف فطری لگاؤ۔ اور اس میں استقلال شعوری کا سقوط ہے گویا کشفِ نور و تحمل نور یا کشف روحِ الٰہی اور تحمل کشف سے نفس انسانی کا حرمان ہے۔ یا اس کی ظلمت ہے۔ اور نفسِ انسانی کا اپنے ماحول یعنی خواہشات کثیف میں متوجہ ہے۔ جو اس کی بے صبری ہے۔ یعنی وہ خواہشات ماحولیہ کی پیروی سے جو میزان نفس کا ایک جانب جھکاؤ ہے۔ نہیں رکتا۔ مرکب و خالق حقیقی عزّوجل فرماتا ہے:۔

بَلِ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَهْوَاۗءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ (روم - ع ۴) بلکہ ان لوگوں نے جنہوں نے ظلم کیا ہے۔ پیروی کی ہے اپنی خواہشات کی بغیر علم کے۔

گویا ظلم قوتِ عملی یا ارادہ کا فطرت تخلیقیہ سے انہدام ہے۔ اور وہ مرکب و خالق حقیقی عزّوجل کی طرف فطرت نفس کے فطری لگاؤ اور رجوعِ شعوری کا سقوط یا تقصیر ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس ظالم کی قوتِ عملی کو فطرتِ انسانی فطری معیارِ ارادہ سے ساقط قرار دیتی ہے۔ اور ارادہ چونکہ اساسِ عمل ہے۔ اس لئے ان کے ناپاک ارادی ترشحات کے نفاذ کو کائناتِ انسانی میں ناجائز قرار دیتی ہے پس ظلم ضدِ عدالت ہے۔ اور اس میں مراتب ہیں۔

ظلم کا درجہ قصوٰی تو یہ ہے۔ کہ نفسِ انسانی میں قوتِ عملی یا ارادہ مرجع فطری نورٌ علیٰ نور کی جانب رجوع سے سقوط کے سبب جو ضدِ عدل ہے (کیونکہ ہر دو تقاضا ہائے نفس کی ایفا جو مرجع نفس عزّوجل کی طرف رجوع سے تحقق پاتی ہے۔ یعنی کشفِ نور اور تحملِ نور جو انسبا میزانیہ نفس میں نقل موازین ہے۔ جو مفہوم عدل ہے) اپنی فطرت کے تقاضاؤں سے تجاوز کرتا ہوا مرجع فطرت کی دعوت یعنی آیاتِ ربانی کی تکذیب کرتا ہے۔ اور داعی الی المرجع یعنی محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فردیت نبوّت سے جو وحدت مرجع فطری و نسلی کے تقاضا کا واحد مرجع فطری عزّوجل کی جانب سے ایفاء ہے۔ اور جہانگیر نوسیع ملکی کیلئے فیصل بالحق ہے۔ انکار کر دیتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ؕ (فرقان)
ظالموں نے کہا۔ کہ تم تو پیروی کرتے ہو۔ ایسے شخص کی جو جادو زدہ ہے۔

چونکہ یہ اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس پر ظلم ہے۔ اس لئے فطرت اپنی حقیقت عدلیہ کے ساتھ ایسے نفوس اور ایسے اجتماعات کے لئے جو جنسیت ظلمیہ کی جاذبیت سے اور تقاضا ہائے فطرت انسانی کی دلیل سے جس پر وحدت مرجع نسلی شاہد ہے۔ مختلف نقطہ ہائے ظلمیہ پر متحد ہیں۔ اور سلوک راہ عدل میں مزاحم ہیں۔ ملّت وسط و عدل کی شمشیر عادل کے ذریعہ تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو ناپاک قوّتِ عملی کے فساد سے کائناتِ انسانی کا تحفظ ہے۔ اور اس لئے کہ کائنات انسانی میں تمکین عدل اور فرط سے اس کا تحفظ نفس انسانی کے تقاضا ہائے فطری کی ایفا ہے۔ کیونکہ وہ اساس عدل پر استوار ہے اور ظلم کے معنی حد عدل سے تجاوز ہے۔

ثانیاً اصول تدریج کے تقاضا سے جو نفس انسانی اور تمام کائناتِ انسانی میں جاری و ساری ہے۔ چونکہ تعدیل نفس کی تکمیل تک درجات ہیں۔ اس لئے ملّت وسط کے نفوس افراد کا کثیف ماحول کے تاثرات سے کثافتی رجحان کے نتیجہ میں قائم بالقسط عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ سے (جو دستور تعدیل ہے اور فطرت معتدلہ کی نورانی معنویّت اس کے ساتھ متحد الحقیقت ہے) قدرتِ ارادی کے تحت تجاوز جزئی فطرت نفس پر ظلم جزئی[1] ہے۔ اور اجرائے حدود و قصاص کو لازم قرار دیتا ہے۔ جو ادراک و تحریک پر مؤثر ہونے کی دلیل سے اپنی ہیبتِ قاہرہ کے ساتھ رجحاناتِ فرطیہ کو نفس ملّت میں تجاوز سے روک دیتا ہے۔ دراں حالیکہ تمام ملّت وسط میں حقیقت اسلامیہ کا سیران مشترک اجرائے حدود کو بدلیل اہتمام تمکین عدل اخوّت اسلامیہ کا مظہر قرار دیتا ہے۔ ان حدود و قصاص کا ذکر اپنے موقعہ پر رذائل تحریکیہ کے باب میں آئے گا۔ اس عنوان کے تحت رذائل ظلمیہ کی اس حیثیت ارادی کی وضاحت مقصود ہے جسے ظلم کی عملی شکل و صورت پر ارادی قدرت ہوتی ہے۔

اور وہ مفرط یا ظالم گروہ جن کی فطرت ظالمہ ملّت وسط و عدل کے حضور میں صغیر قرار پاتی ہے۔ ان کا ظلم جزئی ان کی فطرتِ ظالمہ کے ترشحاتِ فطریہ ہیں۔ اس لئے اجرائے حدود قصاص کے ساتھ ان پر ہیبتِ قاہرہ کا ضبط شدید ہی ان کی ظلم اندیش فطرت سے نظامِ مدن کو محفوظ رکھ سکتا ہے۔ دراں حالیکہ بنی نوع انسانی میں اشتراک نوعی بدلیل اہتمام تمکین عدل اسے اخوّتِ انسانی کا فطری تقاضا قرار دیتی ہے۔

الحاصل ظلم چونکہ اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کی فطرتِ عدلیہ اور اس کے تقاضاؤں کی شکست ہے۔ اس لئے فطرتِ نفس نفوسِ ظالم اور ان کے اجتماعات کو حق اجتماع سے (جو وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے تقاضائے فطرتِ انسانی ہے) ساقط قرار دیتی ہے۔ اور اس مکمّل فطرت جائز واحد ملّت وسط (عدل) کے حضور میں ان کے اعمال مفرطہ کی دلیل سے ان کی تصغیر کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو فردیت نبوّت مصطفوی اور اس کی پیروی میں فردیتِ استخلاف اور وحدتِ اجتماع کی سطوتِ قاہرہ کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کے نظم و ضبط کا دلیل عدل کے ساتھ جائز استحقاق رکھتی ہے۔

علیٰ ہٰذا اس جائز واحد ملّتِ وسط کی ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ ان جملہ انواع مظالم کو احاطۂ سیاستِ مدن اسلامیہ سے خارج قرار دینے کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو ملّی یا نوعی اخوّت کو قوّتِ عملی یا ارادہ سے خارج کرتے ہوئے۔ بلا

---

[1] اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

شکست تودد[1] ہے غصب مال یا قتل نفس جیسے مظاہروں کے ساتھ افراد بنی نوع میں وقوع پاتے ہیں۔ اور مرجع فطری عزّوجل انہیں حدِّ عدل سے تجاوز کی دلیل سے ظلم قرار فرماتا ہے۔ جیسے آیہ ذیل سے ظاہر ہے۔

وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطَانًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ..... الخ (بنی اسرائیل)

جو مظلوم کی حیثیت سے قتل کیا جاتا ہے۔ ہم نے اس کے وارث کے لئے غلبہ (ناطق) کر دیا ہے۔ پس وہ قتل میں زیادتی نہ کرے (وارث انتقام میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ بلکہ فردیت امارت جو مرجع فطری عزّوجل کی نیابت کا کام انجام دیتی ہے۔ اور اسے سلطان عطا کرتی ہے۔ اس کے ذریعہ اپنے غلبہ کو نافذ کرے)

علیٰ ہذا غصب مال کی ایک نوع کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا (نساء ع)

جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے ساتھ کھاتے ہیں۔ گویا وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔

الحاصل ظلم مطلق اور ان تمام انواع مظالم کے متعلق آمر بالعدل عزّوجل کے غلبۂ قہر عادل کے پر تو یعنی امارت فعال پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے سلطانِ قاہرہ کے ساتھ انہیں سطح ارض سے مٹا دے اور امر بالعدل کو متمکن کر دے۔ کیونکہ صرف وہی ترشحات عدلیہ الہیہ کو ان کے ساتھ اپنی فطرت کے اتحاد معنوی اور نیابت الہٰی کی قدرت قاہرہ کے دلائل قاطعہ کے ساتھ نافذ کر سکتی ہے۔ جو اس کی ابوّتِ فعّال کے تقاضا ہائے رحیمہ کی ایفا بالعدل ہے۔

کُفر

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا (النحل)

مرجع فطری عزّوجل کی طرف نفس انسانی کے فطری لگاؤ کا شعوری رجوع کے ساتھ استقلال ایفائے تقاضائے فطرت ہے۔ اور چونکہ ترکیب کثافت و لطافت پردۂ غیب ہے۔ اس لئے تسلیم دعوت الی المرجع (جو مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے مرسلین اور انجام کار فردیت نبوت مصطفوی کے ذریعہ کافۃً ادنا ہو، کی طرف ملائے جاریہ ہے) اس فطری تقاضا کو پورا کرتی ہے۔ (اور یہ مرجع فطری عزّوجل کے لئے فطرت نفس کا اولئے شکر ہے یعنی حق معبودیت کی ایفا ہے۔ جو تقاضائے تخلیق و تو دلیہ کثافت ارضی و لطافت علوی سے مرجع فطری عزّوجل کے لئے نفس انسانی پر عائد ہوتا ہے) پس دعوت الی المرجع سے انکار کفر ہے۔ جو قائم بالقسط مرجع فطری عزّوجل کی طرف فطری لگاؤ اور رجوع شعوری سے اس قوت عملی یا ارادہ کا انکار جس کے شعور کی حقیقت کثافیات میں محجوب ہو جاتی

---

[1] تودد فضیلت عدالت کی ایک نوع ہے۔ جلد اوّل جزء ب مطالعہ فرمائیں۔

ہے۔ اور وہ فطری حیثیت سے ساقط قرار پاتا ہے۔ پس وہ چونکہ مرجع فطری عزّوجل کے لئے اپنا فطری حق عبودیت ادا نہیں کر سکتی اس لئے تمام فطری حقوق کی ادائیگی اس کی فطرت کے تقاضاؤں سے خارج قرار پاتی ہے۔ اور ریلئے محض کو نمائندہ نفس قرار دیتی ہے۔ جو عدم مکافات وعدم توود ہے گویا فطری و ارادی جمود کا نقص فطرت کا فرہ کا خاصہ قرار پاتا ہے۔ اور وہ اپنی حیثیت عدلیہ سے ساقط ہو جاتی ہے۔ اس لئے اس خاکسار نے کفر کو ظلم کی اہم نوع قرار دیا ہے۔ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا ..... الخ　　اور لیکن جس نے اپنے سینہ کو کفر سے کھول دیا ہے۔ (النحل)

الحاصل ارادہ یا قوت عملی کو چونکہ قوت تحریک پر قدرت ہوتی ہے۔ اس لئے کفر جو صدری یا ارادی ظلم ہے۔ ان تمام رذائل اخلاق کی بنیاد ہے۔ جو مرجع فطری قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحات عدلیہ (دستور عدل قرآن حکیم اور اس کی شرح متشکل سنت مصطفوی صلعم) سے فعلی انکار کے نتیجہ میں رونما ہوتی ہیں۔ پس فطرت نفس تمام حدود و قصاص کی مجموعی ہیبت کے اجزا کو مختلف نقطۂ ہائے کفر پہ متحدہ اجتماعات میں نفاذ کے لئے فیصل بالحق ہے کیونکہ ان کی فطرتِ نفوس ام رذائل ہے۔ اور وہ ہیبتِ قاہرہ مفرط قوائے تحریکیہ کی تصغیر و تعطل سے مفرط قوائے ادراکیہ کو اس دلیل سے صاغر و معطل قرار دیتی ہے۔ کہ قوائے تحریکیہ محلِ ادراک ہیں۔

اور جملہ حدود و قصاص کی ہیبتِ مجموعی مفرط جماعتوں کو دلیل تحقق عداوتِ للعدل سے جنگ کے ساتھ پست قرار دینے سے متحقق ہوتی ہے۔ جو ادراک و تحریک کو فرط انگیزیوں سے معطل کر دی ہوئی کائناتِ اخوتِ انسانی میں منادیٔ امن ہے۔ اور چونکہ مفرط یا کافر جماعتوں کا ادراک مرجع فطری عزّوجل کے تجلیٔ نور سے یا حقیقت کشفیۂ فکر سے محروم ہے اور اسی لئے تاریک ہے۔ اور ان کی قوت تحریک اس تحمل نور سے بیگانہ ہے۔ جو حوائجِ عنصری کی ایفا میں عدل متحقق کرتا ہے۔ یعنی ان کی قوت نظری عدل فکر سے بے نصیب ہے۔ اور ان کی قوتِ عملی عدل ارادی سے محروم ہے۔ اور ان کی قوت غضبی عدل غضب سے بیگانہ ہے۔ اور ان کی قوتِ شہوی عدل شہوت کی مقدس کیفیت سے نابلد ہے۔ اس لئے کائناتِ انسانی کے عنانِ نظم و نسق اگر ان کے مفسد اور مفرط ہاتھوں کے سپرد ہو جاتی ہے۔ تو گویا اس فطرتِ انسانی کو جو اساس عدل پر استوار ہے۔ اور خالق حقیقی آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحات میں استغراق سے عدل کے ساتھ تکمیل پاتی ہے۔ اس کفر کی آتش سوزاں میں جھونک دیا جاتا ہے۔ جو مرجع فطری عزّوجل سے انکار کی دلیل سے فتنہ و فساد ہے اور بنیادی حیثیت کے ساتھ کائناتِ انسانی کی فطرت کے لئے اور ہیجانات کثیف کے رونما ہونے پر اس کی مال و جان و آبرو کے لئے شدید خطرہ ہے۔ پس بلا شبہ تحقق دلیلِ منع سلوک جادۂ عدل پر اس کی ملت وسط و عدل کے نفس فعال کے حضور میں تصغیر ہی فطرتِ کائناتِ انسانی کے لئے راہِ عدل کو جو ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراق ہے۔ بے روک کر سکتی ہے۔

چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (انفال)	اور ان سے لڑو حتیٰ کہ فتنہ مٹ جائے اور دین (حکم) اللہ کے لئے خالص ہو۔ پس اگر وہ باز آجائیں (انکی تصغیر متحقق ہو) تو اللہ ان کے اعمال کو جانتا ہے۔

گویا مرجع فطری عزّوجل کے حکم کی معنویت فیصلۂ فطرت نفس کے ساتھ اپنی حقیقت میں متحد ہے۔

شرک

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (توبہ)۔

اے خدا از فضل تو حاجت روا
با تو یاد ہیچکس نبود روا

خالقِ حقیقی عزّوجل جو دلیلِ تخلیقیہ سے نفسِ انسانی کا مرجع فطری ہے۔ چونکہ اپنی قوتِ تخلیق میں فرد واحد ہے اس لئے تمام کائناتِ انسانی کی فطرت صرف اسی کی طرف رجوع کے لئے فیصل بالحق ہے۔ یعنی نفسِ انسانی میں ترکیبِ عناصر اس کے دستِ مرکب سے تحقق پاتی ہے۔ اور روحِ الہٰی اسی کی قوتِ مستودع سے نفس انسانی میں جلوہ ریز ہوتی ہے۔ اس لئے اگر فطرتِ نفس اپنے فطری لگاؤ کے ساتھ رجوع عنصری کو جو تحمل نور ہے۔ اور رجوع شعوری کو جو کشفِ نور ہے۔ اپنے مرکب و مستودع عزوجل کے لئے خصوصیت حصری کے ساتھ پابند کرتی ہے۔ تو گویا فطرتِ ارادی کے حق کو ادا کرتی ہے۔ جو عدل اور راست ہے۔

مگر چونکہ نفس انسانی میں ترکیب لطافت وکثافت پردۂ عیب ہے۔ اور اساس عدل ہے۔ اور کشف وتحمل یا تکمیل عدل کے لئے مستلزم تصقیل ہے۔ جو ترشحات عدلیہ الہٰیہ میں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ اس لئے دعوت الی المرجع کا وجود نفس انسانی کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ جو اس مرجع فطری عزّوجل کی جانب سے فردیّت نبوّت مصطفوی صلعم کے ذریعہ (جس کی فردیت پر وحدت مرجع فطری ونسلی فیصل بالحق ہے) کافۃ النّاس کے لئے الی یوم القیٰمۃ سطح ارض پر موذّن الی مرجع ہے۔ اس لئے حق اور راست کی پیروی اس کے قبول اور اس کے ساتھ انفعالی الحاق کے بغیر ممکن نہیں۔

مگر جب نفس انسانی عنصریات کی کثافتِ تاریک میں تاریک تداولِ شعوری کے ساتھ اس دعوت الی الحق سے انکار کر دیتا ہے۔ اور اس کی فطرتِ ناراست نفس کا مرجع عنصری وشعوری اس کے ظن تاریک کو قرار دیتی ہے۔ جو اس کی فطرت ناراست کے اس شعور کا ترشح ہے۔ جو روح علوی کی وجہ سے اس میں موجود ہے۔ مگر حجاب کثافیات سے محجوب ہے۔ اور تاریک فکری حیثیت کے ساتھ مبداءِ افعال ہے۔ اور اس کے نفس کی غیر فطری حقیقتِ ارادیہ ہے۔ تو اس کی ایک صورت یہ ہے۔ وہ اپنے فطری تقاضائے رجوعی وشہودی کی (جیسے صرف مرجع فطری نورٌ علیٰ نور سے فطری خصوصیت ہے) اس طرح ایفا کرتا ہے کہ کثافت کو جو حجابِ شعور ہے۔ اور وجہ ہوائے نفس ہے۔ اور مخلوق مشہود ہے۔ مرجع قرار دیتا ہے جو مرجع حقیقی عزوجل کے ساتھ شرک ہے۔ اور اسی لئے ظلم عظیم ہے۔ کہ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضائے فطری یعنی رجوع الی المرجع الحق سے انکار کے بعد وہ غیر مرجع کو مرجع اور شہود خالق کی بجائے شہود مخلوق کو مقصودِ فطرت قرار دیتا ہے۔ یہ شرک کا درجہ قصوی ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی حیثیت تخلیقیہ سے سقوط وتخالف کی دلیل سے اس کی تعدیل کو ناممکن الوقوع قرار دیتا ہے۔ اسی لئے اس خاکسار نے آمر با العدل مرجع فطری عزّوجل کے حکم ناطق

Marfat.com

کی روشنی میں شرک کو ظلم کی ایک شدید و عظیم قسم قرار دیا ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان)
اللہ کے ساتھ شرک مت کر تحقیق شرک ظلم عظیم ہے۔

اور چونکہ ■ فطرتِ نفس سے تخالف ہے۔ اس لئے لطافت کی پاکیزگیوں کو جو روح الٰہی کا اپنے اصل کی طرف رجوع ہے۔ یکسر فطرتِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔ اور صرف ایسا شعور اس میں باقی رہتا ہے۔ جس کی نورانی حقیقت اس کی فطرت سے خارج ہو جاتی ہے۔ پس نفس مشرک میں عنصریات اور ان میں تاریک شعوری تداول اس قدس کی ضد ہے۔ جو خاصۂ لطافت فطریہ ہے۔ یہی نجس نفس ہے۔ چنانچہ لطیف و قدوس عزّوجل فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (توبہ)
اے مومنین مشرکین نجس ہیں۔

پس فطرتِ نفس ان تمام مفرط نفوس یا ان کے اجتماعات کو بہ نقطہ ہائے شرک پر تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی سے متحد ہیں۔ اس دلیل سے کہ نجاست کثیفہ کا وجود تمام ہم نباتِ انسانی کو نجس کر دینے کا امکانات رکھتا ہے۔ حق اجتماع سے ساقط قرار دیتی ہے۔ اور اس جائز و احد اجتماع کے حق میں فیصلہ نافذ ہے۔ جو لطافت قدسیہ فطری کی حافظ و امین ہے۔ اور وہ اُمت وسط یا ملّتِ اسلامیہ ہے۔ مگر چونکہ اتحاد و انتشار اجتماع اسباب قاہرہ یا ہیبت شمشیر کو مستلزم ہے۔ جو حیاتِ دعوت انسانی پر قدرت کی دلیل سے اس اتحاد و انتشار اجتماع پر قادر ہے۔ اس لئے فطرتِ نفس قبضۂ شمشیر کے استحقاق جائز کا فیصلہ ملت وسط کے حق میں نافذ کرتی ہوئی مشرک جماعتوں کو اس کے استحقاق سے محروم قرار دیتی ہے۔ اور ان کا اس استحقاق سے تعطل قدس و عدل کے ساتھ اختلاف فکری و عملی یا اس کی حیثیتِ مانعی کے تحقق پر جہد شدید یا جنگ کو مستلزم ہے۔ جو بار جوانب میں تنصیف صحیحہ یا عدل ہے۔ اور اجتماعات مشرکہ کو ہیبت اجتماعیہ کے ذریعہ منتشر کرتا ہوا ان کے خطرات نجاست سے کائناتِ اخوت انسانی کو پاک کر دیتا ہے۔ جو جائز و احد ملّتِ وسط کے سلوک جادۂ عدل سے ان کی مانعی حیثیت کا اندفاع ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً (توبہ)
اور لڑو مشرکین سے متحدہ جماعت کی حیثیت سے جیسے کہ وہ تم سے گروہ ہو کر لڑتے ہیں۔

مرجع فطری عزّوجل کی طرف فطری لگاؤ کے ساتھ شعوری رجوع اس فطرتِ نفس کا خاصہ ہے۔ جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ پس اس کی تکمیل جو ایفائے تقاضا کی دلیل سے عدل ہے۔ فیصلۂ فطرتِ نفس ہے۔ اس لئے مرجع فطری عزّوجل کی محبت جو مستلزم استغراق ہے۔ ایفائے تقاضائے فطرت ہے۔ اور عدل ہے۔ پس محبت کی وہ کیفیت خصوصی (استغراق) جو مرجع فطری کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ اس میں شرکت اصول فطرت سے تجاوز یا ظلم ہے۔ علیٰ ہذا فطری لگاؤ اور شعوری رجوع کی عملی صورت مرجع فطری کے اس ذکرِ دوام اور اس کی اطاعت کاملہ کو اس اصول تخلیق کی رعایت کے ساتھ مستلزم ہے۔ جو اساسِ حیات ہے۔ اور وہ تنفس ہے۔ جو مدار حیات ہے۔ اور تمام حوائج نفس ہیں۔ جن کی ایفا لازمۂ فطرت ہے۔ گویا ہر سانس کے ساتھ ذکر مرجع عزّوجل اور حیاتِ انسانی کے جملہ لوازم کی ایفا میں احکام الٰہی کی تعمیل فطرت انسانی کا فیصلہ ہے۔ اور اس میں شرکت رجحانات کثیف یا فرط نفس یعنی ظلم کی آئینہ داری ہے۔ بحالیکہ فطرتِ نفس بداہت کے ساتھ محبتِ الٰہی اور ذکر اور اطاعت کو لازوم و ملزوم قرار دیتی ہے۔ اور ذکر مرجع حقیقی عزّوجل کے اس ذاتی نام کو مستلزم ہے۔ جس کا اس

کے سوا دوسرے پر اطلاق نہ ہو سکتا ہو۔ اور اطاعت دستورِ عدل کے وجود کو مستلزم ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی عدل کے ساتھ ایفاء کا وکیل و کفیل ہو۔ اور وہ عزّ و جل اپنی قدرت قاہرہ اور فردیتِ الوہیت کی دلیل سے خود ہی اپنے اسم ذاتی سے مخلوق کو آگاہ کر سکتا ہے۔ اور صرف وہی جامع ذکر و امر (کتاب یا دستورِ عدل کو کائنات انسانی کی طرف نازل کر سکتا ہے۔ پس اس نے نازل فرمائی اور اس آگہی نزول کا ذریعہ تقاضائے وحدتِ مرجع فطری و نسلی اور نفس جماعت کی کیفیتِ نیم شعوری[1] کی دلیل سے فردیتِ نبوت مصطفوی صلعم ہے۔ اور اس کے تتبع میں فردیت استخلاف فی الارض اپنے عہد مقدس میں فردیت نبوت مصطفویہ صلعم پر تواتر تزکیہ و تعلّم کتاب کی دلیل سے جامع ملتِ اسلامیہ ہے گویا اس دلیل سے کہ نفس ملت درجات تعدیلیۂ افراد کا حامل ہے۔ نفس فعّال کو (جو اپنی قوتِ فعالیہ کے ساتھ مزکّی ملت اور معلم کتاب و حکمت ہے) فطرت نفس نفسِ ملت پر فضل یا آمریت کا حق عطا کرتی ہے۔ جو اپنی قوّت فعالیہ کے ساتھ نفس ملّت کو عدل کے پیرانِ مشترک کے ساتھ اندیشہ ہائے شرکیہ یا ظلمیہ سے پاک کر دیتا ہے۔ اور وہ تقدس تمام کائناتِ انسانی پر ملّت وسط کے غلبہ اور افضلیّت کے لئے دلیل روشن ہے۔ الحاصل تمام ملّت وسط کو انفعالی حیثیت کے ساتھ نفس فعال یا اولامر عہد کے ذریعہ اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے نفس فعال کے ساتھ ملحق ہو جانا چاہیئے۔ اور تمام مشرک جماعتوں کو فیصلۂ فطرت کی رُو سے اس ملّت وسط کے روبرو پست اور صغیر ہو جانا چاہیئے۔ جو لطافت قدسیہ کے ساتھ مقدس اور لطیف ہے۔ اور اس کے سوا تمام مشرک جماعتیں نجاست نفس کی دلیل سے تمام کائنات انسانی کی فطرت اور مال و جان و آبرو کے لئے اس دلیل سے خطرہ ہیں۔ کہ وہ اس قدسِ لطافت سے محروم ہیں۔ جو کثافت میں عدل کو متحقق کرنے والی ضامن امن ہے۔

نفاق

وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ (توبہ ۴)

نفس انسانی میں مرجع فطری عزّ و جل کی طرف فطری لگاؤ پر شعوری رجوع کا تحقق ارادہ کی حقیقت ہے۔ جو تمام ادراکیات و تحریکات کی اساسِ عدلیہ ہے۔ اور اس حقیقت ارادی کی تکمیل کشف شعور اور تحمل کشف ہے۔ جو فکر و عمل میں تمکینِ عدل کی موجب ہے۔ مگر جب عنصری لذّات کثیف سے محجوب شعورِ نفسِ عنصری کیف لذید میں بہہ جاتا ہے۔ اور اس کی حقیقت کشفیہ کثافت پر جلوہ ریز نہیں ہوتی عنصری لذّات میں انہماک نفس کی قوّتِ ارادہ کو جو ایفائے حوائج نفس پر قادر ہے۔ تعدیل کی طرف جھکنے نہیں دیتا۔ (جو مستلزم عدل، غضب[2] یا شجاعت ہے۔ جو دافع موانع اور مستلزم اکراہ ہے)

[1] جلد اوّل میں، جزو الف صفحہ ۱۴۲ مطالعہ فرماویں۔ [2] جلد اوّل عنوانِ شجاعت مطالعہ فرماویں۔

Marfat.com

تو گویا اس وقت قوتِ عملی یا ارادہ فرمانِ ربانی فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ کے تحت اپنے اس ضعف قلبی یا ارادی ضعف کا اظہار کرتا ہے - جو فطرتِ نفس کے تغیر سے اس میں رُونما ہو جاتا ہے - اور اس عہدِ فطری کی شکست ہے - جو فطری لگاؤ اور شعوری شہادت کے ساتھ اس کی فطرت نے مرجع فطری عزوجل سے استوار کیا تھا - یہی من جملہ رذائل خوف کی حقیقت ہے - جس سے صاحبِ ارادہ مسلم عادل کی قوتِ عملی بلند اور پاک ہے - اور شجاعت قاہرہ اس کی عظمت ارادی کا مظہر جلیلہ ہے - اور فیصلۂ فطرت کی رو سے نفوس ذلیل کہ لذاتِ کثیف میں انہماک سے جن کی حیثیت ارادی معیارِ فطرت سے ساقط ہو جاتی ہے - اور صرف لذاتِ کثیف کا کیف اس میں باقی رہ جاتا ہے - تو ان کا نفس اس کیف کو ہرگز ترک نہیں کر سکتا یہی کیفیت مستلزم خوف ہے - جو ان کی قوت ارادی سے صدق و استقلال کو جو شجاعت سے ارادہ میں متحقق ہوتی ہے - خارج قرار دیتا ہے - اور یہی تفریط[1] ارادہ یا انظلام یا خوف و نفاق ہے مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے؛

وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ۝ (توبہ - ع)

وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں - کہ وہ تم سے ہیں - حالانکہ وہ تم میں سے نہیں ہیں - بلکہ وہ ڈرپوک لوگ ہیں -

صادق حقیقی[2] مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے -

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ (احزاب)

تاکہ اللہ سچوں کو ان کی سچائی کا عوض دے - اور منافقین کو سزا دے اگر چاہے ..... الخ

گویا صدق کے مقابلہ میں نفاق سے مقصود کذب ہے - جو اس نفاق ارادی کا مظہر فعلی ہے - کتاب کی شرح متشکل عادلِ فعال شجاع صادق محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کی سنت فعال نے کذب کو ضدِ ایمان[3] قرار فرمایا ہے - اس کی حقیقت پر یہی دلیل راسخ شاہد قاطع ہے - اور اس میں درجات ہیں - قوتِ عملی میں کمال کذب کا رسوخ نفاق ہے - اور اقوال و افعال میں کذبیات جزئی ایمان ارادی کے درجات ضعیفہ کے مظاہر ہیں -

اور فیصلۂ صدق فطرت بااعتدال ارادہ کی رو سے اوّل المسلمین صلعم اور تمام ملتِ اسلامیہ میں حقیقت اسلامیہ کے میراث مشترک کی دلیل سے تمام ملت اسلامیہ عادل صدق فطری کے ساتھ مسخر فطرت قبضۂ شمشیر کے ذریعہ (جو صرف اسی کا جائز حق ہے -) منافقین کو مظاہر نفاقیہ کی دلائل راسخ کے ساتھ جو وجہ اجزائے ہیبتِ جہاد و حدود و قصاص ہیں - دبا دینے کا حق رکھتی ہے - جو فطرت انسانی پر رحم فعال ہے - کیونکہ تاثرات مفرطہ سے اس کے لئے وجہ تحفظ ہے - مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے -

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (توبہ ع)

اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان پر سختی کر -

---

[1] فرمانِ ربانی فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ (توبہ) نفاق کے متعلق تفریط ارادی کی وضاحت ہے -

[2] وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا (نساء ع)

[3] موطا امام مالک باب ما جآء فی الصدق والکذب

Marfat.com

کذبیاتِ جزئی سے متعلقہ حدود و قصاص کا ذکر اپنے مقام پر رذائل تحریکیہ میں انشاء اللہ کیا جائے گا۔ یہاں یہ امر زیرِ نظر رہنا چاہیئے۔ کہ مظاہر نفاقیہ سے مراد ایسے افعال ہیں۔ جو تفریط ارادی کے بدرجۂ اتم خسیس اور ناشائستہ مظاہر ہوں۔ اور ملت کے نظم و نسق یا حدودِ ضبط پر اس حیثیت کے ساتھ اثر انداز ہوں۔ کہ شجاع صادق امیر فرد از رمئے عدل تصرف عفویہ اور درگذر یا اعراض (جو منافقین کی تفریط ارادی کے تقاضا سے واقع ہوتا ہے) نہ کر سکتا ہو بلکہ فطرتِ عدل بار جوانب ہی تنصیف صحیحہ یعنی شدت کے لئے فیصل بالحق ہو۔ جو اساسِ عدل پر استوار نوعِ انسانی کی اس جائزہ واحد سیاستِ مدن میں موجب تحفظ استقلال عدل ہے۔ جو کائناتِ انسانی کے لئے پیامبر حفظ و امن ہے۔

فسق

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۝ (نور)

نفسِ انسانی میں تجلیٔ کشفِ روحِ مستخلف عزوجل اور تحمل کشف استعداد و استحقاقِ استخلاف فی الارض ہے۔ اور استخلاف فی الارض اس احکم الحاکمین خالقِ مطلق قادر و قاہر کی نیابت ہے۔ اور وہ کبریائی عظمیٰ ہے۔ جسے مستخلف عزوجل نے نفسِ انسانی میں اپنے روح کی ودیعت سے انسانیت بزرگ کے ساتھ خصوصیت عطا کی ہے۔ اور اس کی منکشف بالنور فردیت تقاضائے نیابت فردیتِ الوہیت کی ایفا ہے۔ اور وحدتِ مرجع کی دلیل سے اسے تقاضائے فطرتِ کائنات انسانی قرار دیتی ہے۔ گویا یہ شرافت کبریٰ مزرعِ انسانی کا حاصل و ثمر ہے۔ اور آج مانند عہود قبل فردیت رسالت مصطفوی نفوسِ انسانی میں اسی شرافت کبریٰ کی استعداد کو کشف و تحمل سے جو مستخلف عزوجل کی طرف سے نفسِ انسانی میں استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے متحقق کرتی ہے۔

پس فردیت نبوت مصطفوی صلعم جسے وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے تکمیل عقود کی شہادت[1] کیساتھ فکر انسانی تمام کائنات[1] انسانی کا محور و لب قرار دیتی ہے۔ (جس پر آیہ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ ... الخ) شاہد ہے۔ وہ بمطابق آیات لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ[2] فی الارض کما استخلف الَّذِيْنَ من قبلهم اور وَاُمِرْتُ لِاَنْ[3] اَكُوْنَ اَوَّلَ المسلمین سب سے پہلی خلافت الٰہیہ ہے اور اس کے تصرف سے تواتر کشف و تحمل جو استعداد استخلاف فی الارض ہے۔ امت مصطفوی میں اس کی تمکین پیہم پر شہادت صیغۂ جمع لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ کے ساتھ حجتِ پائندہ ہے گویا اس حاصل انسانیت باشرف کبریٰ سے ملت وسط و عدل کو مشرف کر دیا گیا ہے۔ جو اِنِّىْ جَاعِلٌ[4] فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً سے مستخلف عزوجل نے اس کی نورانی معنویت قاہرہ کے ساتھ مقصود قرار دیا تھا۔

---

[1] (آل عمران)　　[2] (نور)

[3] (زمر)　　[4] (بقر)

پس حامل استخلاف فردیت رسالت مصطفوی اور اس کے تتبع میں فردیت استخلاف فی الارض سے سرکشی بمطابق فرمان ربانی :-

سورۃٌ اَنۡزَلۡنٰهَا وَفَرَضۡنٰهَا وَاَنۡزَلۡنَا فِيۡهَاۤ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (نور) اور لَيَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِى الۡاَرۡضِ ..... وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ (نور)

یہ سورت ہم نے نازل کی ہے - اور اسے فرض گردانا ہے - اور اس میں آیاتِ ظاہرہ نازل کی ہیں ...... ان کو زمین میں ضرور خلیفہ کرے گا ...... الخ ..... اور جو اس کے بعد کفر کرے - (ان کی خلافت سے انکار کرے) وہ فاسق ہیں -

فریضۂ بیّنہ مستخلف عزّوجل سے کفر ہے - اور اسی دلیل سے فسق ہے - کیونکہ فسق کے معنی یہ ہیں - کہ عدل کو چھوڑ دیا جائے - اور ترکِ عدل چونکہ ترکِ فطرت ہے - اس لئے مبدا اعمال میں تحقق پاتا ہے - جو ارادہ کی حیثیتِ فطری کا سقوط ہے - اور خلیفۃ اللہ فی الارض اپنے عہدِ مقدس میں کشفِ روح الٰہی اور تحمّل کشف کی دلیل سے جو قیام بالقسط یا عدلِ نفس ہے - قوتِ فعالیہ سے مایہ دار ہو کر فردیت کے ساتھ جو وحدتِ مرجع فطری ونسلی کے تقاضا کی ایفا ہے - نفسِ فعّالِ اوّل اور تمام کائنات انسانی کے محور محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم پر اس تمام ملّت وسط کو جمع کرتا ہوا جو فطرتِ نفس کے فیصلہ کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کو اپنی وسعت میں احاطہ کرنے کا حق رکھتی ہے - اپنے تصرف فعّال سے نفسِ ملّت میں کشف وتحمل یا عدل متحقق کر دیتا ہے - جو تکمیل فطرت ہے اور ملّت وسط کے نفس فعّال اوّل یعنی فرد وخاتم نبوّت کی بعثت کا مدعا ہے - وَمَنۡ كَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ اسی ہیبتِ عظمٰی پر شہادت ہے - علیٰ ہذا تواتر کشف وتحمل سے مایہ دار قوتِ فعالیہ سے سرکشی جس کے ذریعہ ملّتِ وسط کے ہر عہد میں استعداد استخلاف فی الارض یعنی کشف وتحمل یا عدلِ نفس عہد مصطفوی سے اِلٰى يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ جاری وساری ہے - اسی فسقِ خبیث کا مظاہرہ ہے - کیونکہ وہ اہتمام عدل یا جہد تکمیل فطرت کا ترک ہے - اور اس سے انکار ہے - اور اس دلیل سے ضلالِ نفس میں بہا دیتا ہے - کہ وہ اس قوّت فعّالیہ کے ساتھ الحاق سے انکار ہے - جو کتاب مجید میں استغراق سے تحقق پاتی ہے - اور معلّم کتاب وحکمت ہے - گو با حقائق کتاب وحکمت کے قبول سے انکار ہے - یا اس انفعالی استعداد کا سقوط ہے - جو انوار کتاب سے متجلّی ہو کر قائم بالقسط ہونے کا ذریعہ ہے - جو معرفت نفس ہے - اور معرفت الٰہی کے ساتھ کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے متحد الحقیقت ہے - جو عدل ہے - اس لئے بلاشبہ فسق ہے - قائم بالقسط عزّوجل فرماتا ہے -

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيۡرًا ۙ وَّيَهۡدِىۡ بِهٖ كَثِيۡرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الۡفٰسِقِيۡنَ ۙ الَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ (البقرہ)

اس سے (کتاب مجید سے) بہتوں کو گمراہ کر دیتا ہے - اور بہتوں کو ہدایت دیتا ہے - اور نہیں گمراہ کرتا - مگر ان فاسقوں کو جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں - اس کو استوار کرنے کے بعد اور اس چیز کو توڑتے ہیں - جس کے وصال کا خدا نے حکم دیا ہے - اور زمین میں فساد کرتے ہیں - (ہدایت وضلال کی اللہ عزّوجل کی جانب نسبت پر اہتمام تہذیب نفس میں بحث کی گئی ہے)

Marfat.com

الغرض دستور عدل یعنی کتاب اور میزان العدل کو چھوڑ دینا فسق مطلق ہے۔ اور بعض آیات کتاب کی تکذیب جزئی (فکر یا عمل سے تکذیب) فسق جزئی ہے۔ اور ملت اسلامیہ کے نفس فعال یا اولوالامر عہد (جو آیۂ استخلاف کا مصداق ہے) کے حکم آمر سے سرکشی اس فردیت امارت کی اطاعت سے انکار ہے۔ جو فردیت نبوت مصطفوی کی نیابت کے ساتھ وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے کائنات انسانی کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے اس جائز واحد ملت وسط کی حیثیت اجتماعی سے بغی ہے۔ جو فردیت استخلاف کے تحت حبل الٰہی سے اعتصام جمعی کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ پس فطرت نفس اس کو قوت قاہرہ کے ساتھ پست کردینے کے لئے فیصل بالحق ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ ...... وَلِیُخْزِیَ[1] الْفٰسِقِیْنَ ط ...... الخ (حشر)

گویا فرمان ربانی کے ساتھ اس فطرت (جس پر نفس انسانی مخلوق ہے) کے فیصلہ کا تطابق اس کی حقیقت علیا کا ضروری تقاضا ہے۔ اور فردیت نبوت مصطفوی صلعم یا سب سے پہلی خلافت الٰہیہ کے عہد مقدس میں فاسقین کی یہ ذلت و رسوائی الٰی یوم القیٰمۃ فردیت استخلاف کے حضور میں خزیٔ فاسقین پر شاہد ناطق ہے۔ یعنی ان کو شہادت ربانی وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ کے ساتھ ذلیل کردینے کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو ان کے انکار مفرطہ کی تصغیر کے ساتھ ابوت النس یا فردیت امارت کے جادۂ اجرائے رحم فعال سے دفع موانع ہے۔ اور تقاضائے تودد فعال کی ایفا ہے۔

فجور

كَلَّآ اِنَّ كِتٰبَ الْفُجَّارِ لَفِیْ سِجِّیْنٍ ..... الخ (التطفیف)

نفس انسانی میں ترکیب کثافت و لطافت الہام فجور و تقویٰ ہے۔ کیونکہ کثافت ان ارضی رجحانات کو لازم قرار دیتی ہے۔ جنہیں خواہشات عنصری سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور لطافت مستلزم شعور ہے۔ اور ان ارضی رجحانات پر اس شعور کی قدرت کا تحقق استعداد تقویٰ ہے۔ اور ان ہر دو کا نفس انسانی میں اجتماع مستخلف لطیف عزّوجل کی طرف سے زمین پر انسان کے لئے اس کے نفس میں نیابت الٰہی کی استعداد کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اور اس کا قصر تعدیل سے اپنی حقیقت تکمیلیہ کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ مگر جب نفس انسانی اپنے ارضی ماحول کے تاثرات مفرطہ سے رجحانات کثیف کی طرف جھ

[1] تاکہ فاسقین کو رسوا کرے (علم تفصیل کے لئے سورۂ حشر رکوع اوّل مطالعہ فرماویں)

جاتا ہے۔ جو اس کا فرط ہے۔ اور اس کی قوتِ عملی یا ارادہ تقاضائے لطافتِ شوریہ کو چھوڑتا ہوا خواہشاتِ کثیف کی ایفائے مفرطہ میں منہمک ہو جاتا ہے۔ جو اس کے وزنِ نفس کا ایک جانب جھکاؤ ہے۔ اور میزانِ نفس کی قسطاس کا استقامت سے ایک جانب سقوط ہے۔ تو اس وقت خواہشاتِ ارضی کے غیر عادل یا غیر فطری ایفائے ارادی کو فجور کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ گویا تصرّفِ شعوری جس کی حقیقت نورِ نفس ہے۔ اور نورِ الٰہی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس کی قوتِ عملی سے خارج ہو جاتی ہے۔ پس اس کا ارادہ یا مبداءِ اعمال فطری معیارِ ارادی سے ساقط قرار پاتا ہے۔ اور اس کے ناپاک ترشحات کائناتِ انسانی کی فطرت کیلئے خطرناک صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے اگر کائناتِ انسانی کی عنانِ اختیار وہ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ تو اس کا شعورِ تاریک جو عنصریات میں تداول سے اپنی نورانی حقیقت کو کھو چکتا ہے۔ اور ایفائے عنصریات میں انہماک سے اس کے ماوریٰ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتا۔ کائناتِ انسانی کو لطافت کے ان مبارک تقاضاؤں سے بے خبر کر دیتا ہے جس کے ظاہری علامات فضائلِ اخلاق ہیں۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اختیارِ لباس جو نفسِ انسانی کا فطری تقاضا ہے۔ اور آئینی حدود کے تعین کے فطری تقاضا کی جانب مشیر ہے۔ وہ اس مقدس تقاضا کی حقیقت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیتا ہے۔ پس اس طرح اور موقع پا لینے پر ہر طرح فطرتِ فجوریہ کائناتِ انسانی کی آبرو پر حملہ کرتی ہے۔ علیٰ ہذا وہ اس انسانی مال و جان کو جو اس اصولِ فطرت کی رُو سے جس پر نفسِ انسانی مخلوق ہے۔ صرف مرجعِ فطری عزّ و جل کے لئے خصوصیت رکھتا ہے۔ اپنی ناپاک خواہشات کی ایفا کے لئے ضائع کر دیتی ہے۔ اور بہا دیتی ہے۔ پس اس کا تموّل یا خواہشات پروری میں اشتراک اس کے اس ناپاک مبداءِ اعمال یا فجور کے مظاہر ہیں۔ جو فضائلِ اخلاق یا قدس سے قطعاً بیگانہ ہیں۔ اور فرطِ میزان کی دلیل سے گویا وہ عدل سے عدوان ہے۔ جو آیاتِ ربانی كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْفُجَّارِ ..... الخ - أَلَا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ سے مقصود ہے۔ پس فطرتِ نفس اس ملّتِ اسلامیہ کے حضور میں جو اپنی فطرتِ کمال کی شہادت کے ساتھ فضائلِ اخلاق سے مشرف ہے۔ اور اس کا فجور اعتدال پاتے ہوئے مال اور خواہشاتِ عنصری کی ایفائے مفرطہ سے پاک ہو چکا ہے۔ اور اس کی مال و جان مرجعِ فطری عزّ و جل کے لئے مخصوص ہو چکی ہے۔ یعنی وہ بمطابق وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ حرصِ نفس سے منزہ ہے۔ قبضۂ شمشیر کے استحقاق کو مخصوص کرتی ہوئی (کیونکہ وہ نفسِ انسانی کے لئے مسخّر ہے۔ اور ملّتِ اسلامیہ بکمال فطرتِ نفس ہے) تحقق دلائلِ عدوانیہ سے تمام فاجر اقوام کو صغیر اور پست قرار دیتی ہے۔ جو جادۂ عدل سے ان کی مانعی حیثیت کا اندفاع ہے۔

الحاصل ملّتِ وسط (جس کی حقیقتِ وسطیہ قوتِ فعّالیۂ مصطفویہ متواترہ کے تصرف سے متحقق ہوتی ہے۔ اور فردیتِ امارت اس کی وارث قرار پاتی ہے) کی فطرت سے فرطِ رذیل خارج ہو جاتا ہے۔ اور عدلِ کامل کی دلیل سے وہ مظہرِ قدسِ الٰہی ہے۔ اور فضائلِ اخلاق و محاسنِ افعال (حکمت و عدالت شجاعت و عفت) اس کی فطرتِ منوّرہ کے ترشحات ہیں۔ اور مفرط اقوام کے تمام ادراکیات و تحریکات خواہشاتِ کثیف کے مظاہر ہیں۔ (جو خبث و نجسِ نفس ہے) اس لئے انسانی مال و جان و آبرو کے لئے وہ اندیشۂ شدیدہ ہیں۔ اور ان کو تحقق دلائل منعِ سلوک جادۂ عدل سے دبا دینے سے ہی سطحِ ارض پر انسانی فلاح و صلاح نفوسِ انسانی کے لئے امن اور نجات کی راہ کو بے خطر کر سکتی ہے۔ گویا ان کی تصغیر

۱؎ التطفیف ع ۱ ۲؎ تغابن

Marfat.com

بالجہاد کائنات اخوتِ انسانی کے متعلق تقاضائے تو دد کی ایفا ہے۔ اور نوع انسانی کے لئے خطرۂ وحشت سے نجات کے ساتھ مرجع فطری عزّوجل کی طرف رجوع کا وہ جادۂ مستقیم بے روک کر دیتی ہے۔ جس کا سلوک کائنات انسانی کو حرصِ نفس سے نجات دہندہ ہوا تکمیل فطرتِ بالعدل کے ساتھ اس خواہش پروری سے پاک کر دیتا ہے۔ جو بنائے فساد فی الارض ہے گویا ان کی تصغیر متذکرہ موجب تحفظِ امن ہے ؛

خیانت

(خبث ارادہ)

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَکَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ (انفال۔ ع)

نفس ناطقہ انسانی میں مرجع فطری عزّوجل کی طرف فطری لگاؤ کے ساتھ شعوری رجوع تقاضائے فطرت نفس ہے اور حقیقت ارادہ ہے۔ جو تمام اعمال کا مبداء ہے۔ یعنی نفس انسانی سے ہرگونہ افعال اس مطلق ارادی قوت کے تحت وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ جس میں کوائف داخلہ و خارجۂ نفس کی مطابقت کے ساتھ جزئی ارادی کیفیت رونماء ہوتی رہتی ہے۔

پس نفس انسانی کی وہ فطرت جس پر اسے پیدا کیا گیا ہے۔ اسی کا وجود و حفظ ہی جو اپنی نورانی حقیقت یعنی للّٰہیت سے متحقق ہوتا ہے۔ افکار و اعمال میں صحت یا قوائے ادراک و تحریک میں للّٰہیت کو متحقق کر سکتا ہے۔ جو نفس انسانی کی تخلیقی خاصیتوں اور تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ یہی عہدِ فطری کی ایفا ہے یا امانتِ فطرت کی رعائت ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل کی جانب سے فطری لگاؤ اور شعوری رجوع کا سقوط یا اس میں فترت جو رجحانات کثافت کی وجہ سے رونما ہوتی ہے۔ فطرتِ نفس کے تقاضا کی ایفا کا انہدام ہے۔ اس لئے فطرتِ نفس سے خیانت ہے۔ جو منسوخ روح علوی یعنی مرجع فطری عزّوجل سے خیانت ارادی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔

آیاتِ فَقَدْ خَانُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ ...... الخ اور یَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَھُمْ[1] کا نطابق اسی حقیقت پر شہادت راسخ ہے گویا مرجع فطری عزّوجل کی جانب سے نفس کا سقوط تو ہی ارادہ یا قوتِ عملی میں جو مطلق مبداء اعمال ہے۔ فطرت نفس کے ساتھ خیانت کو متحقق کر دیتا ہے۔ اور تمام اعمال میں للّٰہیت کی بجائے ہوائے نفس کو (جو اس دلیل سے بنائے فساد فی الارض ہے۔ کہ عدل مسلّمۂ کائنات انسانی ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور وہ فرط ہے) مبداء قرار دیتا ہے۔

---

[1] (النساء۔ ع ۱۶)

پس خیانتِ مطلق ایک رذیلۂ ارادی ہے۔ جو قوتِ عملی میں واقع ہوتی ہے۔ اور جزئی[1] افعال خیانت یا نقض عہود اس کے ترشحات و علامات ہیں۔ یہی اس فرمانِ ربانی سے مقصود ہے۔

وَاِنْ یُّرِیْدُوْا خِیَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ (انفال - ع)

اور اگر وہ تیرے ساتھ خیانت کا ارادہ کریں تو اس سے پہلے وہ اللہ سے خیانت کر چکے ہیں۔

یعنی دعوتِ توحید سے خیانت جو داعیٔ توحید صلعم سے خیانت کو مستلزم ہے۔ اور مرجعِ فطری عزّ وجل سے نفوس کا سقوط توجہی ہے۔ جب وہ واقع ہو جاتا ہے۔ تو ہر گونہ جزئی واقعات میں خیانت نفسِ خائن کے خبثِ ارادہ کی وجہ سے واقع ہوتی رہتی ہے۔ مرجعِ فطری عزّ وجل کے حضور میں اس کی امانات کی ایفائے کامل نفسِ انسانی کے اس عزّ وجل کی طرف توجہ کامل سے متحقق ہوتی ہے۔ جو موجب کشفِ نور اور تحمل کشف ہے۔ اور فکر و عمل میں للّٰہیت متحقق کر دیتی ہے جس سے اوّل المسلمین صلعم اور آپ کی قوتِ فعّالیۂ متوازنہ کے تصرفِ جاریہ سے امتِ وسط خائن الزام ہے۔ مگر اس توجہ کامل میں تقصیر جو افرادِ ملّت کے تدریجی منازل تعدیلیہ کی وجہ سے واقع ہو جاتی ہے۔ اور افعال میں خیانتِ جزئی کا امکان رکھتی ہے۔ نفسِ ملّت پر اولوالامر عہد نفسِ فعّال کے تصرّف کو لازم قرار دیتی ہے۔ جو جزئی افعال خیانت کے تاثرات سے نفسِ ملّت کو تصرّفِ فعالیہ اور ہیبتِ شمشیر کے ذریعہ پاک کرتا ہوا دافعِ موانع قوتِ عسکری کے ساتھ تمام مفطر اور خائن جماعتوں کے ترشحاتِ خیانت سے کائناتِ انسانی کو قبضۂ شمشیر کی ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ مامون کر دیتا ہے۔ اور وہ ان تمام خائن جماعتوں کی تصغیر بالجہاد ہے۔ جن کے مبادی اعمال خبث یا ہوائے نفس کے آئینہ دار ہیں۔ اور کائناتِ انسانی کے اخلاق اور معاشرہ اور وحدتِ اجتماع کے لئے خطرۂ شدیدہ ہیں۔ اور ان کی خبیث قوتِ عملی خیانت فطری کے تقاضا سے ملّتِ وسط یا فطرتِ انسانی کی تخریب کے لئے اپنا کام کرتی رہتی ہے۔ پس شواہدِ استدلالیہ اور قرائنِ عقلیہ کے ساتھ انکی خیانتِ ارادی کے تحقق پر مندرجۂ ذیل فرمانِ ربانی فیصل بالعدل ہے۔ جو نفسِ فعّال کے تقاضا ملّے تو دو رحیم کے ساتھ اتحادِ حقیقت کی دلیل سے کائناتِ انسانی کیلئے موجب حفظ و امن ہے۔

وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْخَآئِنِیْنَ (انفال ع)

اگر تجھ کو کسی قوم کے دغا کا ڈر ہو تو ان کو برابر کا جواب دے اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

[1] خیانات جزئی کے متعلق سورۂ انفال آیت نمبر (یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ) میں اللہ عزّ وجل نے اشارہ فرمایا ہے۔ اللہ اور رسول کے ساتھ مومنین کی خیانت یہ ہے۔ کہ مرجعِ فطری عزّ وجل کی تصدیق فکری و عملی میں باہم تطابق کامل نہ ہو یا اس عزّ وجل اور داعی الی المرجع محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا خلیفۂ حق اور خلیفۂ رسول یعنی اولوالامر عہد یا ملّتِ وسط کے ساتھ ایفائے عہود اور وفا میں تقصیر ہو۔ اور باہم امانات کی ایفا یہ ہے۔ کہ اسرار باہمی محفوظ رکھے جائیں۔ اور باہم جو امانات مالی ایک دوسرے پاس رکھی جائیں۔ ان کی رعایت کی جائے۔ اور [illegible] اپنے بھائی کی ناموس اور مال اور جان کی حفاظت کی جائے۔ اس کے خلاف کرنا باہم خیانت ہے۔ سورہ [illegible] ۵۲ اور سورہ مومن آیت ۱۹ مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

سوءِ ظن

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ (فتح)

نفس انسانی جب عنصری کیف لذیذ میں بہتا ہوا حقیقت کشفیہ کے ساتھ کثافت پر اس لئے جلوہ گر نہیں ہو سکتا کہ وہ لذات کثیفہ کو جو سلوک جادۂ عدل میں دلیل تاریکی حجاب کثافت سے موانع ہیں ۔ ان میں انہماک کی دلیل سے اعتدال غضب کے ذریعہ دور نہیں کر سکتا جو حقیقت نفاق ہے ۔ اور مرجع فطری عزّوجل کے متعلق فطرت نفس کے تقاضائے رجوع کی اس القا کا سقوط ہے ۔ جو روح الہٰی کے ترشح (شعور) کی نورانی حقیقت کو کثافت نفس پر جلوہ ریز کر دیتی ہے ۔ تو تاریکیٔ فکر اور فطرت نفس کی اساس تخلیقیہ کے تغیر کی دلیل سے اس کا وہ ظن جو مبداء اعمال ہے ۔ مرجع فطری عزّوجل اور علم النفس کے متعلق راست نہیں رہ سکتا ۔ یہ نفس منافق کا مرجع فطری عزّوجل کے متعلق سوءِ ظن ہے ۔ یا اس عزّوجل کے متعلق ابتلائے غرور و فریب ہے ۔ اور وہ متاع حیات دنیا جو عنصری کیف لذیذ میں اس کے لہاؤ کا سبب ہے ۔ متاع غرور ہے یا اساس سوءِ ظن ہے ۔

علیٰ ہذا جب اس کا ظن تاریک بحیثیت مبدأ افعال اس کا مرجع شعوری مخلوق مشہود کو قرار دیتا ہے ۔ جو مرجع فطری عزّوجل کیساتھ شرک ہے ۔ اور ظلم عظیم ہے کیونکہ نفس انسانی کا مرجع فطری فیصلۂ فطرت کی رو سے صرف وہی عزّوجل ہے جس کے دست قائمٌ بالقسط نے کمال اعتدال سے اس کی تقویم فرمائی اور اپنے روح سے اسے شرف بخشا اور وہ اس کے سوا عنصریات یعنی مخلوق مشہود کو مرجع قرار دے کر عدل سے تجاوز کرتا ہوا راہِ ظلم پر جادہ پیما ہو جاتا ہے ۔ اس لئے اس کے حقائق نفس کشف نور اور تحمل کشف سے (جو مرجع فطری کے شہود کا تحقق ہے) منور اور مستقیم نہیں ہو سکتے اور اس کا ظن تاریکی نفس اور اس کی کجروی کی دلیل سے مرجع فطری اور حقائق نفس کے متعلق غیر راست اور غیر صحیح قرار پاتا ہے ۔ پس وہ مرجع فطری کے متعلق ظنّ سو میں مبتلا ہو جاتا ہے ۔ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے ۔

وَيُعَذِّبَ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ الظَّانِّينَ بِاللَّهِ ظَنَّ السَّوْءِ (فتح - ع ۱)	اور منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے ساتھ سوءِ ظن (بدگمانی) رکھتے ہیں عذاب دے ۔

پس جب ذو نفاق و شرک نفس انسانی میں اس کا فطری لگاؤ اور رجوع شعوری مرجع فطری عزّوجل سے ہٹتا ہوا خواہشات کثیف کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے ۔ جو مرجع فطری عزّوجل کے متعلق ظن ناراست و تاریک کی وجہ ہے ۔ تو گویا اس کی وہ فطرت

جس میں فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے وہ صاحبِ ارادہ تھا۔ کیفِ تخلیقیہ سے تغیّر کی دلیل راسخ کے ساتھ اپنی اس فطری ارادی حیثیت سے ساقط قرار پاتی ہے۔ جو فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ عزّ و جل کے جلالِ ارادہ کا پرتو ہے۔ اور اس قوتِ ارادی کے ساتھ نفسِ انسانی مرجع فطری عزّ و جل کے اس دستورِ منزلہ کی پیروی کرتا ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس کے لئے تکمیل عدل کا ذریعہ ہے۔ یعنی انسانی زندگی کے ہر شعبہ (شخصی۔ منزلی و مدنی) کو قیام بالقسط کے ساتھ مکمل کر دیتا ہے۔ اور اس کی شرح متشکل اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم ہے۔ جس کی طرف نفسِ ناطقہ جس میں امتزاج کثافت و لطافت پردۂ غیب ہے۔ فطرتاً محتاج ہے۔ اس لئے نفسِ ذو نفاق و شرک کی اس قوت کو جو مبداءِ اعمال ہے ارادہ کے نام سے معنون نہیں کیا جا سکتا پس فطرتِ نفس اس دلیل راسخ کی روشنی میں کہ نفسِ ظان بالسوء اس حیثیت کے ساتھ کہ ظنِّ سوء اس کے کثافت میں متداول شعور تاریک کا ترشح ہے۔ اپنی فطری ارادی حیثیت کو کھوتا ہوا کثافیات میں انہماک کے ساتھ وحشت و بہیمیت کا آئینہ دار ہے۔ اس کے اعمالِ بہیمیہ و وحشیہ کے تحقق پر اس کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ علیٰ ہذا النفس ظان بالسوء بایں چونکہ اس کا شعور جو روحِ الٰہی کا ترشح ہے۔ اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ اس کی کثافت پر جلوہ ریز نہیں ہوتا۔ جو مرجع فطری عزّ و جل پر توکل کی شہودی حقیقت ہے۔ اس لئے وہ توکل سے جو تمام کائنات کے مرجع حقیقی عزّ و جل کی قدرتِ قاہرہ پر رویت کے ساتھ شہادت ہے۔ اور جو بِيَدِهٖ السَّمٰوٰتِ وَ الاَرْض حکیمِ مطلق عزّ و جل کی تدبیر و نظم کی نیابت یعنی سیاستِ مدنِ اسلامیہ کا رویت حکمت کی دلیل ہے سِرِّ فضل و قدرت ہے۔ قطعاً نابلد ہو جاتا ہے۔ گویا حقائق امور انفرادی و منزلی و مدنی اور حقائق مسخراتِ انسانی کو وہ کچھ نہیں جانتا۔ یعنی اپنی حیثیتِ خلائف الارض سے ساقط قرار پاتا ہے۔ اس لئے اسے مسخراتِ نفس یعنی اسبابِ قاہرہ کا کچھ حق نہیں پہنچتا۔ پس اس کی فطرتِ بہیمیہ اس کے اعمالِ بہیمیہ کی شہادت کے ساتھ انسانیتِ کاملہ (اسلام) کے روبرو اس کی تصغیر کے لئے فیصلۂ ناطق صادر کرتی ہے۔

کشفِ نور اور تحمل کشف (جو ارادہ کو اپنے حقائق کے ساتھ مکمل کر دیتا ہے۔ جس کے تحت تمام شخصی و منزلی و مدنی امور کو صاحبِ ارادہ نفسِ عادل قسط و عدل کے ساتھ انجام دیتا ہے) حقیقتِ عدل نفس باکمال نفس ہے۔ اور تدریج ایک اصول ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی اور نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ اس لئے تکمیلِ عدل تک کے تدریجی مراحل میں ملتِ وسط کے افراد کو ظنِ سوء کی جزئیات سے بچنے کے لئے اہتمام خصوصی کی ضرورت تقاضائے فطرتِ تدریجیہ ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ..... الخ (حجرات۔ ع۲)	اے ایمان والو بہت سے گمانوں سے بچا کرو بعض گمان گناہ ہوتے ہیں۔

تا آنکہ جب کشفِ نور اور اس کا تحمل شعور کی ہر گونہ تاریکیوں کو روشنی اور درخشانی سے بدل دیتا ہے۔ تو ہر گونہ ظنونِ اثمیہ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ جو مسلم عادل کے نفسِ روشن کا خاصہ ہے۔ مرجع فطری عزّ و جل کی طرف توجہ نفس کے لئے چونکہ فطرتِ نفس فیصل بالحق ہے۔ اس لئے مقصود توجہ صرف اس عزّ و جل کی ذات کے ساتھ مخصوص بالحصر ہے یہ وہ فکر صحیح یا ظن راست ہے جسے اعمالِ صحیحہ پر قدرت حاصل ہے۔ اور اگر مرجع فطری کی طرف مقصودِ توجہ اس کی ذاتِ پاک کے علاوہ قبول توجہ کی امید کے ساتھ ہو تو نفس کی الغا ہے۔ تو گویا وہ ظن السوء کا ایک پہلو ہے۔ کیونکہ وہ مقصود حقیقی کی جانب سے شعورِ نفس اور اس کے فطری لگاؤ کی توجہ کا سقوط ہے۔ پس صحتِ فکر سے سقوط اسے ظنِّ ناراست قرار دیتا ہے۔ جو فطری لگاؤ پر موثر

قرار پاتا ہے ۔ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ِاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ِانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۚ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ٥ (ع - ۲)

کوئی آدمی ایسا ہوتا ہے ۔ جو کنارے پر اللہ کی عبادت کرتا ہے ۔ اگر اسے کچھ اچھائی حاصل ہوگئی تو وہ اپنے دین پر قائم رہتا ہے ۔ اور اگر کسی فتنہ (آزمائش) سے دوچار ہوگیا ۔ تو جدہر سے آیا تھا ۔ ادہر لوٹ جاتا ہے ۔ اس نے دنیا و آخرت کو کھو دیا اور یہ ہے ظاہر گھاٹا ۔

الحاصل ملّتِ وسطٰی کا صاحب کشف و تحمل نفسِ فعّال نفس ملّت پر عدل کے غلبۂ فعال کے ساتھ جو تمام ملّت میں عدل کے سیرتِ مشترک کو متحقق کرتا ہے ۔ اور نفوسِ افراد کے تدریجی مراحل تعدیلیہ کو تمریج عدل میں پہنچا دیتا ہے ۔ ان تمام جماعتوں کو جن کے مبادی اعمال ظان جا السوء ہیں ۔ اور اپنی بہیمیت کے ساتھ کائنات انسانی کی فطرت کے لئے خطرہ ہیں ۔ کائنات نوعی پر رحم فعال کے تقاضات و بانا ہوا انفاذ عدل کے ساتھ سطح ارض پر غالب و قاہر ہونے کا دلیل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف سے جو نفس انسانی میں مستخلف عزّوجل کی طرف سے استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے ۔ فیصلہ فطرت کی رو سے استحقاق جائز رکھتا ہے ۔

تشحیحِ نفس

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (التغابن ۔ ع ۲)

اگر نفس ناطقہ انسانی کثافیات کی طرف رحجانِ نفس کی وجہ سے لطافت علوی کے تقاضائے کشف اور کثافت کے تقاضائے تحمل کشف سے محروم رہتا ہے ۔ تو اس دلیل سے کہ خواہشاتِ کثیف جسم عنصری کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں ۔ اور اس کا شعور تاریک الذات بہ متداول رہتا ہے ۔ اس کی قوتِ عملی یا ارادہ میں حرص یا تشحیحِ نفس کی خصلت رذیلہ پیدا ہو جاتی ہے ۔ پس وہ مرجع فطرت نفس یعنی خالق حقیقی عزّوجل کی طرف توجہ ارادی پر اپنے نفس تاریک کو یعنی اس کی خواہشات کو ترجیح دیتا ہے ۔ اور اس دستور عدل کی تعمیل نہیں کرتا ۔ جو آمر بالعدل عزّوجل کا تشریع عدلیہ ہے ۔ اور اسی دلیل سے وہ (دستور عدل) اساس عدل

---

۱ ...... ذحسم ساغس ذن (توبہ)

یہ استوارِ نفسِ انسانی کی تہذیب اور تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن میں قیام بالقسط یا تمکینِ عدل کا ذریعہ ہے۔ گویا وہ نفس حریص تعدیلِ نفس کے لئے ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراقی جد و جہد سے بیگانگی اختیار کرتا ہے۔ اور اسی دلیل سقوطِ فطرت سے وہ تدبیرِ منزل (والدین۔ اعزا۔ اقربا۔ اہل و عیال وغیرہ) اور تمام انسانی اخوت کے حقوقِ فطری کو جو تمام کائناتِ انسانی میں کثافت و لطافت کے اشتراکِ اساسی کی دلیل سے اس پر عائد ہوتے ہیں۔ ادا نہیں کر سکتا۔ یا خلوصِ ارادی کے ساتھ ادا نہیں کرتا۔ جو عدمِ وفا اور عدمِ تودد اور عدمِ مکافات کا موجب ہے۔ مگر ملّتِ وسط کا فردِ عادل بدلیل امر بالعدل مدارجِ تدریجیۂ تعدیلیہ کو طے کرتا ہوا حرصِ نفس یا ترجیحِ نفس اور من جملہ عدمِ وفا اور عدمِ تودد اور عدمِ مکافات کے خطراتِ تدریجیہ سے بالتدریج محفوظ ہو جاتا ہے۔ اور تعدیلِ نفس اور تعدیلِ نظامِ منزل اور تعدیلِ سیاستِ مدن میں (دراں حالیکہ یہ ہر سہ گونہ تعدیل حقوقِ نوعی کی ادائے فعال کو مستلزم ہے) مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف توجہ فطری کی ایفا کی دلیل سے فرضِ فطرت کو ادا کرتا ہے۔ جو ایفائے مقصودِ تخلیق ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے ملّتِ وسط کے نفسِ فعال صلعم اور عہدِ استخلاف میں وارثِ نفسِ فعّال صلعم یعنی اولو الامر عہد کے تصرفِ فعّالیہ اور ہیبتِ شمشیر کے ساتھ (جو کیفیّت انفعالیہ اور درجاتِ تدریجیۂ نفوسِ افرادِ ملّت کی فطرت کے تقاضا کی ایفا ہے) تمام ملّتِ اسلامیہ حقیقتِ عدل کے پیرایۂ مشترک کے ساتھ فرضِ فطرت کو ادا کرتی ہوئی سطحِ ارض پر بدلیلِ عدل غالب و قاہر ہو جاتی ہے۔ اور آخرت میں فوزِ عظیم سے شرف پاتی ہے۔ جو آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ جنسیتِ عدلیہ کی دلیل سے قربِ دائمی کا موجب ہے۔ چنانچہ مرجعِ فطری عزّوجل کا منشورِ کرم جس میں صیغۂ واحد سے جمع کی طرف انتقال اسی فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت اور فلاحِ فرد و جماعت کی طرف مشیر ہے۔ اسی حقیقت کی وضاحت فرمایا ہے

وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (تغابن۔ ع ۲) — جو حرصِ نفس سے بچا وہ کامیاب ہیں۔

تشحیحِ نفس[1] مرجعِ فطری عزّوجل سے سقوطِ توجہی کے سبب کیفیتِ رذیلۂ حرصیہ کی دلیل سے مستلزمِ بخل ہے۔ جو فطرتِ نفس کو ناقص قرار دیتا ہے۔ پس وہ فطرتِ ناقصہ تمام حقوقِ فطری یعنی حقِ فطرتِ نفس اور حقِ مرجعِ فطری عزّوجل اور وہ تمام حقوق جو کائناتِ انسانی میں اشتراکِ کثافت کی دلیل سے فطرتِ نفس پر عائد ہوتے ہیں۔ خلوصِ ارادی کے ساتھ ادا نہیں کر سکتی۔ بلکہ ترجیحِ نفس کی کیفیتِ رذیلہ (جو قوتِ عملی میں استکبار[2] یا فخر[3] پیدا کر دیتی ہے۔ اور اظہارِ تکبر یعنی خود بینی[4] کے بعد خود نمائی کو کہ رفتار و گفتار[5] میں اتراہٹ اس کے ترشحاتِ خسیسہ ہیں مستلزم ہے) جملہ فطری حقوق اور

---

[1] فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ (محمد۔ ع ۴)۔ [2] اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (البقرہ)
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا (النساء)۔ [3] وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ (انفال ع ۶)۔
وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا (قصص ع ۶)۔ [4] وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِى الْاَرْضِ مَرَحًا۔ لقمان۔ ع ۲؛
ارشادِ نبوی ہے۔ جو شخص از روئے فخر اپنے کپڑے گھسیٹتا ہے۔ اللہ عزّوجل اس کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھیگا (ابو داؤد)
(کیونکہ مرجعِ فطری عزّوجل کے ساتھ اس کی فطرت میں غیریتِ جنسی متحقق ہو جاتی ہے)

Marfat.com

ان تعلقاتِ عنصری کے متعلق جو کثافتی اشتراک سے متحقق ہوتے ہیں۔ یا ان کی بنیادوں پر دو دماغوں میں کثافتی اشتراک کی بنیاد پڑتی ہے۔ مظاہر ریائیہ یا رجحاناتِ عنصری کی آئینہ داری کرتی ہے۔

پس فطرتِ نفس کائناتِ انسانی میں یا سطحِ ارض پر جو قرارگاہِ نوعِ انسانی ہے۔ اس کے ترشحاتِ ارادی کے نفاذ کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ چنانچہ مرجعِ فطری عزّوجل کا فرمان ذیل اسی حقیقت کا اظہار کرتا ہوا عبرت انگیز ہے۔ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا (قصص۔ ع۶) (کئی بستیاں ایسی ہیں۔ کہ ہم نے انہیں ہلاک کر دیا۔ کیونکہ ان کی معیشت میں اترانہٹ پیدا ہو چکی تھی) نیز تشحیحِ نفس کی کیفیت استکباریہ کا نتیجہ حسد[1] ہے۔ کیونکہ نفس شحیح جذباتِ ترجیحیہ کے ساتھ ترجیحِ غیری کو گوارا نہیں کر سکتا۔

علیٰ ہذا شحِ نفس عنصریات میں حرصِ نفس کی دلیل سے نفوسِ انسانی میں بغض و کینہ کی بنیاد ہے۔ اور نفسِ حریص ایفائے حرصیاتِ عنصری میں فلاحِ فطری کی دلیل سے جو میزانِ نفس کی ایک جانب یعنی کثافت کی طرف رجحان سے (جو لطافتِ نفس کے حرمانِ کشف کی وجہ سے) اس میں واقع ہو جاتا ہے۔ حدِ عدل کی پابندی تعین کر سکتا۔ جو ایفائے عنصریات میں بہیمیت کی آئینہ داری ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کا فرط کائناتِ انسانی کی مال و جان و آبرو کے لئے خطرہ ہے۔ اور معاشِ بد ہے۔

اور اس کا فکرِ تاریک چونکہ عنصریات میں متداول رہتا ہے۔ اس لئے فکرِ صحیحہ کی حقیقت یعنی نورِ ایمان جو مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف توجہِ نفس سے تحقق پاتا ہے۔ اور حقیقتِ عدل ہے۔ اس کی قوتِ نظری و عملی میں جلوہ ریز نہیں ہو سکتا چنانچہ بحالہٗ نسائی داعی الی المرجع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"ایمان اور حرص ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے" (حالانکہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور حقیقتِ ایمان اس کا نور ہے) گویا حرصِ نفس ام رذائل ہے۔ اور کائناتِ انسانی میں بخل و استکبار و ریا و حسد و بغض و معاشِ بد کی دلیل سے وجہِ فساد ہے۔ اور حریص قوتِ عملی کو مرجعِ فطری عزّوجل سے غیریت کی دلیل قاطع کے ساتھ اس کے قرب سے محروم کرتی ہوئی منصبِ خلائف الارض سے معطل قرار دیتی ہے۔ جو انسان عدل پر استوارِ فطرت سے اس کا سقوط ہے پس ایفائے خواہشات کے لئے حصولِ عنصریات میں تگ و دو اور جد و جہد اس کا نقطۂ مقصود قرار پاتی ہے۔ (جس کا نتیجہ مفرطہ تمول ہے) یا خواہشات کو مشترک کر دینا چاہتی ہے (جسے اشتراکیت سے معنون کیا جاتا ہے)

اور لطافتِ نفس یا روحِ الٰہی کے کشف یا مرجعِ فطری عزّوجل سے غیریت ان ہر دو کی فطرت قرار پاتی ہے۔ پس فطرتِ نفس دنیا و آخرت میں ان کی تذلیل کے لئے منصبِ خلائف الارض سے تعطل کی دلیل سے فیصلۂ ناطق صادر کرتی ہے۔ اور اسلام یا عدل چونکہ آمر بالعدل قائم بالقسط مرجعِ فطری عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ میں استغراق کی دلیل سے جو مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف توجہِ نفس ہے۔ نفسِ انسانی میں بالتدریج خواہشات کو خواہشات کی حیثیت سے مٹا دیتا ہے۔ اور تمام رذائلِ خبیثہ کو فطرتِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔ اور عادل ایفائے علویات و عنصریات سے اساسِ عدل پر استوارِ نفسِ انسانی کو مکمل کر دیتا ہے۔ اور تقاضائے نفسِ انسانی تدبیرِ منزل کی اور سیاستِ مدن کی وحدتِ اجتماع اور وحدتِ امارت

---

[1] وَدُّوا لَوْ تَكْفُرُونَ كَمَا كَفَرُوا فَتَكُونُونَ سَوَاءً (نساء۔ ع۱۴)
وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللَّهُ بِهِ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (نساء۔ ع۵)
وَاسْأَلُوا اللَّهَ مِنْ فَضْلِهِ۔ (نساء۔ ع۵)

Marfat.com

کے ساتھ ایفا کرتا ہوا (جو اس قوتِ فعالیہ کے وجود کو مستلزم ہے کہ وہ نفس ملت میں کوائف تدبیر یہ نفوس کو متوجہ عدل میں بہا دیتی ہے۔ اور ایفائے تقاضائے وحدت مرجع فطری وتسلی ہے) مضطرب کائنات انسانی میں تمکینِ عدل سے اطمینان متمکن کر دیتا ہے۔ اس لئے یہ حقیقت ساطعہ کائناتِ انسانی پر اس کے فضل قاہر پر دلیل ساطع ہے اور حرص نفس میں بہتی ہوئی تمام مفرط اقوام کی موانع راہ عدل حرصیات کثیفہ کی وضاحت فعلی ان کی تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو رذائل خبیثہ حرصیہ سے کائناتِ اخوت نوعی کے تحفظ کا اہتمام فعال ہے۔ اور ودود رحیمیہ کا مظہر جلیلہ ہے۔

ناصبوری

(جو تمام رذائل کی اصل ہے)

نفسِ ناطقہ انسانی میں فطری لگاؤ پر شعوری قدرت کے تحقق سے قوت عملی یا ارادہ کو مشخص کیا گیا ہے۔ گویا شعور کی قوت تحریک پر قدرت کی کیفیت کا نام ارادہ ہے۔ جو قوتِ ادراک کی دوگونہ اقسام قوتِ نظری و عملی سے ایک قسم ہے جسے قوتِ عملی کے نام سے معنون کیا گیا ہے۔ اور فطرتِ نفس امتزاج لطافت وکثافت یا فطری لگاؤ اور شعوری قدرت کے اختلاط کی شہادت کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ کہ شعور کا اپنی حقیقت کے ساتھ کشف اور فطری لگاؤ کا اپنی خاصیتِ فطری کے ساتھ تحمل کشف مستلزم صبر ہے۔ یعنی مطلق فطری لگاؤ۔ جو علویات کے تحملِ کشف کی استعداد ہے۔ اس کا عنصریات کی طرف جھکاؤ بھی اس کی فطرت ہے۔ پس وہ اعتدال تقاضا ہائے فطری کی ایفا میں شعوری قدرت کے حقائق کی طرف فطری احتیاج رکھتی ہے۔ اور حقائق شعوریہ جو پردۂ کثافت میں محجوب ہیں۔ قوت تحریک کی جد وجہد کو مستلزم ہیں۔ جو دلیل ثقلیت سے پردۂ ثقل کو چاک کرتی ہوئی حقیقت شعور کو منکشف کر دیتی ہے۔ گویا ہر دو خاصہ ہائے لطافت وکثافت کا کشف وتحمل مستلزم صبر ہے۔ اور کشف وتحمل سے پہلے یہ کیفیت ممزجہ فطرت کی خاصیّت اضطرابیہ ہے۔ جو ہر وقت نفس انسانی میں تلاطم بپا رکھتی ہے۔

اور جب نفس انسانی کی وہ خاصیت جسے فطری لگاؤ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ایفائے تحملِ کشفِ شعور کو چھوڑتی ہوئی اور تاثراتِ ماحولیہ سے اثر لیتی ہوئی ایفائے عنصریات میں منہمک ہو جاتی ہے۔ اور اس کا شعور تاریک اسی میں متداول ہو جاتا ہے۔ تو یہ کیفیتِ اضطرابیہ کا خواہشات نفس میں بہاؤ ہے۔ اور ترک صبر ہے۔ اور صرف نفس کی ایک خاصیت یعنی کثافت کی طرف اس کا رجحان ہے۔ جو اس کے ارضی ماحول کے ساتھ متحد ہے۔ اور اس کی عنصری قوتیں اس کی مشاہد اور حامل ہیں۔ علیٰ ہذا کفر اور شرک اور جملہ رذائل ارادی یا فکری کا اختیار اور مفرط تاثراتِ ماحولیہ کو ترک نہ کرتے ہوئے ان پر استقلال فطرت ناصبوریہ کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ اس کا فکر کا وثیقِ صحیحہ پر صبر نہیں کرتا۔ پس عنصریات یا خواہشات نفس اور مفرطاتِ فکری و ارادی میں بہاؤ سے اس میں شحِ نفس پیدا ہو جاتی ہے۔ جو اپنے اختیار کردہ فکر غیر صحیحہ اور عمل غیر صالح کو

Marfat.com

ترک نہیں کر سکتی - پس اس کی قوتِ عملی تعدیلِ نفس کے لئے استغراقی کوشش یا فطرتِ کائناتِ انسانی میں حقیقتِ تعدیل کی تمکینی جد و جہد کے لئے فکر و عمل اور مال و جان کو قربان نہ کرتے ہوئے تمام رذایل حرصیہ کے ساتھ بے صبری کا مظاہرہ کرتی ہے۔ اور چونکہ شعور کی نورانی حقیقت سے اس کی کثافت متوّر ہو کر اعتدال نہیں پاتی - اس لئے وہ اطمینان سے محروم ہو جاتی ہے -

پس نفس ناصبور تکلیف و راحت کے پیش آنے سے ضیق و بطر میں مبتلا ہو جاتا ہے - اور وہ تمام رذائلِ اخلاق اس کی فطرت قرار پاتی ہیں - جو فرط ارادہ کا لابدی نتیجہ ہیں یعنی اضداد عدالت ہیں - اور چونکہ ارادہ قوت نظری اور قوت تحریک کی خاصیتوں کا اس دلیل سے جامع ہے کہ وہ مبدأ اعمال ہے - اور جملہ مکارم اخلاق (فضائل ادراکیہ) اور محاسن افعال (محاسن تحریکیہ) مستلزمِ صبر ہیں - جو اعتدالِ ارادہ یا قوتِ عملی کی ایک اہم اور اساسی نوع ہے - (جلد اوّل میں اس کی تفصیل گزر چکی ہے) اس لئے بے صبری ارادہ کے کثافیات میں بہاؤ کی دلیل سے ان تمام رذائل کی موجب ہے - جو اضداد جملہ فضائل ادراکیہ و تحریکیہ ہیں - الحاصل ارادہ میں بغیر تمکینِ عدل جو اصل مکارم و محاسن ہے - دستور عدل کی ادراکی و تحریکی تصدیق کو مستلزم ہے - جس سے آج صرف آمر بالعدل اوّل المسلمین صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تبعیّت میں حائز واحد ملتِ وسط (عدل) فائز المرام ہے - جو اولوالامر عہد نفسِ فعال کے تصرف قاہرہ کے ذریعہ نفوس افراد اور منازل و مدن میں درجات تدریجیۂ نفوس افراد کو غلبۂ تموجِ عدل میں بہاتی ہوئی فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے مکمل بالعدل ہے اور حصر وحدت اجتماع کی دلیل سے مضطرب کائنات انسانی کے لئے پیامبر نجات و امن ہے -

اور اس کے علاوہ تمام مفرط جماعتیں کیفیات اضطرابیہ اور ناصبوریٔ نفس کے ساتھ کثافیات میں بہتی ہوئی معیار فطرت انسانیت سے فیصلۂ فطرت کے ساتھ ساقط قرار پاتی ہیں - اور فرط یا بہیمیت کی آئینہ دار ہیں - پس فطرتِ نفس اور فطرت جماعت اساسی و تعمیری نسبتِ متحدہ کے ساتھ ملتِ وسط کے فضل اور اس کی وحدت کے لئے اور مضطرب اور ناصبور جماعتوں کی دلیل و نصاحتِ منعِ سلوک جادۂ اعتزالِ فرد و جماعت سے تصغیر بالجہاد کے لئے فیصل بالحق ہے - جو اساسِ عدل پر استوار کائنات انسانی پر رحمِ فعّال ہے - کیونکہ وہ جادۂ تکمیلِ فطرتِ انسانی کو موانع مفرطہ سے پاک اور بے روک کر دیتی ہے - اور اسی دلیل سے تقاضائے تو دد اخوتِ نوعی کی ایلائے فعال ہے -

تصغیرِ فرط بالجہاد

سے متعلقہ

مبادیاتِ اصولی

Marfat.com

تصغیر قرطِ با الجہاد

سے متعلقہ

مبادیات اصولی

وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ (توبہ ع ۵)

مرجعِ فطری عزّوجل کی جانب فطرتِ نفس تو دلیۂ روحِ مرجعی عزّوجل اور نسبت تخلیقیۂ عدلیہ کی رو سے اگر اس کے وجہ پاک میں استغراق کا مظاہرہ کرتی ہوئی اس میں واصل ہو جاتی ہے۔ تو وہ مصدّق فطرتِ نفس ہے۔ اور یہ از روئے فیصلۂ فطرت اس پر عائد ہوتا ہے۔ پس نماز جو اپنے حقائقِ منوّرہ کے تحقق سے معراجِ مومن قرار پاتی ہے۔ اور ذکر خفی و جہری نفسِ انسانی میں درخشانیٔ نور و محبتِ الٰہی کی اساسِ جذبیہ ہے۔ اور ان ہر دو کا اجماع استغراق متشکل ہے۔ اور منجملہ جہادِ عظمٰی ہے۔ علم اور مال اور جان کے ساتھ ہر گونہ جہاد کی حقیقت کو

فطرتِ نفس اور تمام کائناتِ انسانی ہیں کشفِ نورِ روحِ الٰہی کے لئے (جو حقیقتِ استغراق ہے) جہدِ فعال اور اس کے جادۂ عدل سے دفعِ موانع کی دلیل سے ربّانی نور درخشاں قرار دیتے ہوئے جو نماز اور ذکر کی حقیقتِ منورہ کے ساتھ اس کے اتحاد[1] پر دلیلِ ناطق ہے اس کے مجاز کے ساتھ متحد قرار دینے کے لئے فیصل بالحق ہے۔ پس جہاد کی ارادۂ مخلصہ کے ساتھ جو استقلال نماز و ذکر سے اپنی غایت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ نماز و ذکر متشکل[2] ہو جانا چاہیئے جیسے وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ	اور جب تو ان کے درمیان ہو۔ تو ان کے لئے نماز[3] کو منظم کریں
فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا	ایک جماعت ان میں تیرے ساتھ کھڑی ہو جائیگی اپنے ہتھیار اس نے

[1] فرمانِ مصطفوی مثل المجاہد فی سبیل اللہ کمثل الصائم القائم القانت بآیات اللہ لا یفتر من صیام ولا صلوٰۃ حتی یرجع المجاہد فی سبیل اللہ (متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ) (اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والے کی مثال اس روزہ دار اور آیات الٰہی پڑھنے والے قائم کی سی ہے۔ جو نماز اور روزہ کے تسلسل میں سستی نہیں کرتا۔ حتیٰ کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ گھر واپس ہو) اسی حقیقتِ منورہ کی وضاحت ناطق ہے [2] متعلقہ ضروری نوٹ آخر باب میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

[3] ایسے اوقات میں جبکہ دشمن کی وجہ سے قبلہ رو ہونا ممکن نہ ہو یا اندازہ سے فہم قبلہ میں غلطی ہو جائے یا سواری سے اترنا ممکن نہ ہو تو ان صورتوں میں جس طرف رخ ہو اور نماز ادا کی جائے تو علمِ جغرافیہ کی رو سے اور ام القریٰ کی حیثیت مرکزیہ کی شہادت کے ساتھ تطابقِ فکر کی معیت میں کعبۃ اللہ سوئے رخ قرار پائے گا۔ اور اسی طرح آیۂ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ۔ بقرہ ع ۱۴ اور آیۂ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ۔ بقرہ ع ۱۷ میں اتحادِ مقصد متحقق ہے۔

أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا مِنْ وَّ
رَّآئِكُمْ وَلْتَأْتِ طَآئِفَةٌ أُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا
فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ
أَسْلِحَتَهُمْ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ
عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ
مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ
بِكُمْ أَذًى مِّنْ مَّطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰى أَنْ
تَضَعُوْٓا أَسْلِحَتَكُمْ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ
أَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝
فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا
وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَ
قِيْمُوا الصَّلٰوةَ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ۝ (نساء - ع ۱۵)

اپنے ساتھ سنبھالے ہوئے ہوں۔ پس جب وہ سجدہ کریں۔ تو دوسری جماعت ان سے ورے ہو (ان کی حفاظت کرے۔ اور مصروف جنگ ہو) اور دوسری جماعت کہ جنہوں نے تیرے ساتھ نماز نہیں پڑھی وہ آئیں اور تیرے ساتھ نماز پڑھیں۔ اور اپنا تحفظ اختیار کئے رہیں اور اپنے ہتھیاروں کو سنبھالے رہیں۔ (آمد و رفت فنون جنگ کے محفوظ طریق سے ہونی چاہیئے دراں حالیکہ نماز کی ادائیگی بھی مسلح ہونے کی صورت میں ہو) کافر اس امر کو پسند کرتے ہیں۔ کاش تم اپنے سامان اور ہتھیاروں سے غافل ہو جاؤ اور وہ تم پر یک لخت حملہ آور ہوں اور تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ اگر بارش کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہو یا تمہیں بیماری لاحق ہو۔ تو اپنے ہتھیاروں کو رکھ دو اور اپنا تحفظ (ہتھیار رکھتے وقت) اختیار کرو۔ اللہ نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا ہے پس جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو کھڑے بیٹھے لیٹے پس جب تمہیں اطمینان ہو جائے تو نماز قائم کرو۔ نماز مومنین پر (بوقت مقررہ) فرض ہے۔

فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ اس ضرورت ناطقہ کی طرف مشیر ہے کہ مصروفیت قتال سے ایسی فراغت مطمئنہ ادائیگی نماز کے لئے ضروری ہے۔ جو نماز متذکرہ کی ادائیگی پر قدرت متحقق کر سکتی ہو۔ ورنہ ذکر مسلسل جو استغراق مشکل ہے۔ ہر حالت میں اس وقت تک جاری رہنا چاہیئے جبکہ نماز موقوت کی ادائیگی کے لئے فرصت مطمئنہ میسر ہو۔ دراں حالیکہ نماز کی حیثیت موقوت کی بوضاحت بوقت مقررادائیگی کے لئے جہد مستقلہ کو ناطق کرتی ہے۔ الحاصل نماز۔ ذکر قتال ایک حقیقت متحدہ ہے۔ جو مرجع فطری عز وجل کے حضور میں عبودیت مخلصہ کی جانب سے سجدۂ محبت ہے (ادائیگی نماز خوف کا طریق مفصل سنت مصطفوی میں مطالعہ فرمائیں۔

خلوت و شمشیر و قرآن و نماز   اے خوش آں عمرے کہ رفت اندر نیاز

ف[1] چنانچہ یوم خندق میں مصروفیت قتال کی وجہ سے نماز عصر کا قضا ہو جانا نماز کے لئے فراغت مطمئنہ کے تیسر کی ضرورت پر شہادت عہد مصطفوی ہے۔ (واقعہ متعلقہ کے لئے مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب تمۂ فضائل الصلوٰۃ فصل اوّل مطالعہ فرمائیں)

Marfat.com

گویا بمطابق آیۂ متذکرہ بالا اِذْ کُنْتَ فِیْهِمْ[۱] اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ[۲] فردیت امارت کے گرد تنداور صحیحہ سے ادائے فرض موقوت کے بعد ادائے فرض غیر موقوت میں استغراق کے ساتھ (جو بمطابق فرمان ربانی وَاذْکُرْ رَّبَّکَ فِیْ نَفْسِکَ تَضَرُّعًا وَّخِیْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ[۳] اور وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا[۴] ذکر اسم ذات الٰہی ہے۔ جو قوت فعالیہ مصطفویہ متواترہ یعنی امت مصطفوی کے نفوس فعال صالحۂ امت کے تصرف فعال کے ذریعہ امت مصطفوی میں صدر مصطفوی سے الٰی یوم القیٰمہ جاری وساری ہے۔ اور فردیت استخلاف فی الارض اسی میں استغراق منور کے ساتھ کشف وتحملت تحقق پاتی ہوئی (جو نفس انسانی میں مقصد استخلاف فی الارض کی وضاحت ہے) اپنے عہد جلال میں نفوس امت کی طرف اسے منتقل کرتی ہے۔ اور میدان جہاد میں صبر وثبات فعال کے نفوذ مراتبۂ متحدہ متوجہ کو شہود منورہ سے حقیقت استقلالیہ مخلصہ کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ جو وصال دوست ہے۔

قتال کو متحد قرار دینا چاہیے۔ کہ وہ للّٰہیت متشکل ہے۔

جز گرد خوش چیست بجز سوئے دوست — ترکِ عالم اختیار کوئے دوست (اقبال)

چنانچہ رب قہار عزوجل، فرماتا ہے۔

اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ انفال۔ ع ۶

جب تم کسی دشمن جماعت سے ملو۔ تو اللہ کا ذکر کرو بہت ممکن ہے کہ تم کامیاب ہو جاؤ

(یعنی تمہارے نفوس میں ثبات اپنی حقیقت منورہ کے ساتھ متحقق ہو جائے اور تم وصالِ دوست یا عندیت ربانی سے مشرف ہو جاؤ)

---

۱ (یعنی یہ کہ محوریت امارت کی تخصیص کے ساتھ متحقق ہو جانے کے بعد اگر حالات جنگ کی رو سے امیر فرد کے ساتھ نماز ممکن ہو تو وضاحت آیۂ متذکرہ کے تحت تخصیص محوریت کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہیئے۔ جو استقلال تخصیص محوریت پر شہادت ہے۔ اور اس کا نتیجہ ہے) مگر چونکہ قتال کے بعض جزئی حالات کی رو سے اس طرح جمعی حیثیت کے ساتھ ادائے نماز ممکن نہیں ہوتی۔ اس لئے فرمان ربانی فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُکْبَانًا (پس اگر خوف ہو تو پیادہ یا سوار۔ بقرہ۔ ع ۳۱) میں حالات کے ساتھ تطابق عدلیہ کی اجازت دی گئی ہے۔

۲ جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی (عادل فعال محمد الرسول اللہ صلعم نے معاہدہ حدیبیہ کے دوران میں صحابہ کرام سے جہاد کے لئے بیعت لی جو گویا فردیت محور کی تخصیص کے ساتھ اس کے گرد تند اور افکار واعمال کے استقلال ثابتہ کے اہتمام عدلیہ کا اسوہ متشکل ہے۔

۳ تو اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے جی میں عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے اور منہ سے بھی بلا جہر (مفرط) صبح وشام اور غافلین سے نہ ہو۔ اعراف ع ۲۴

۴ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کر اور ہر طرف سے کٹ کر اس کی طرف متوجہ ہو جا (مزمل۔ ع ۱)

۵ فرامین ربانی وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ ۝ (ق۔ ع ۳) اور یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِهِمْ (آل عمران ع ۲۰) فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْکُرُوا اللّٰهَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِکُمْ ..... الخ (نساء۔ ع ۱۵)

ذکر اسم ذات الٰہی پر ثبات مستقلہ یا اس جزو ذیل میں منجملہ استغراق کی شرح روشن ہیں۔

Marfat.com

پس اس واحد قہار عزوجل میں متور استغراق ذکری کے ساتھ استغراق نفس بالقتال سے فطرت نفس میں صبر قتال کو متحقق کرنا چاہیے۔ کہ وہ شوکت فعالیہ کے ساتھ مومنین میں سیران صبر و ربط سے کَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ[1] کی شوکت متشکل اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا[2] کی تعمیل متشکل ہے۔ یہ میدان قتال میں مرجع فطری عزوجل سے وصال فطرت کا مظہر علیہ ہے۔ اور اسی طرح دولت وسطیہ بمطابق اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ[3] اور بمطابق يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ محور فردیت امارت کے گرد مُدا و صحیحہ کے ساتھ ہر گونہ متور جہد استغراقیہ سے قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ[4] کی تصدیق کرتی ہے۔

اوراق گذشتہ میں تصغیر فرط بالجہاد کو فیصلہ فطرت کی رو سے ناطق بالعدل کرنے کے بعد اب یہ خاکسار مرجع فطری عزوجل کے ترشح فعال (کتاب مجید) سے جہاد کے متعلق مبادیات اصولی کی معیت میں ان کی وضاحت مرقومہ گذشتہ و آئندہ کے بعد ان کے اسوۂ متشکل سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول سے جملہ متعلقات جہاد کو شامل ضابطہ لہٰذا قرار دیتے ہوئے۔ ضابطہ تصغیر فرط بالجہاد کو مکمل قرار دیتا ہے۔ جو گویا قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً کا دستور ناطق بالعدل ہے۔

فطرت انسانی اور اس کے ماحول حیات میں اصول تدریج براہین نمایاں سے متحقق ہے۔ جیسے کہ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول میں اصول تدریج ارتقا کے تحت اس کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ کائنات انسانی کے افکار میں بمطابق فرمان ربانی جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (ان سے قرآن مجید کے ساتھ جہاد کر۔ (فرقان۔ ع۵)) منبع علم و عدل کتاب مجید کی قوت قاہرہ کے ساتھ جہاد بالعلم سے انقلاب عدلیہ کی جدوجہد کی جائے۔ کیونکہ علم وہ قوت عظمیٰ ہے۔ جسے مستخلف عزوجل نے بمطابق فاذا سویتہ و نفخت فیہ من روحی فقعولہ سجدین اور بمطابق عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا اور وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ اقرار خلافت الٰہیہ کے لئے دلیل روشن قرار فرمایا تھا۔

---

[1] گویا کہ وہ دیوار محکم ہیں (سیسہ پلائی ہوئی) صف۔ ع۱

[2] اے مومنین صبر کرو۔ اور مصابرت کرو۔ اور اس پر مداومت کرو۔ (آل عمران۔ ع۲۰)

[3] اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسول کی اطاعت اور جو تم میں سے اولی الامر ہو۔ (نساء۔ ع۸) اے مومنین اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ چاہو۔ اور اس کے راستہ میں کوشش کرو۔ (المائدہ۔ ع۶)

[4] جنگ کرو مشرکین کے ساتھ اکٹھے جیسے کہ وہ جنگ کرتے ہیں۔ تمہارے ساتھ اکٹھے۔ (توبہ۔ ع۵) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے۔ کہ بمطابق لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ۔ (نساء۔ ۱۰) خالق فطرت عزوجل نے نفس فعال اول صلعم کو اس کی قوت فعالیہ اور اس کی شوکت مؤدبہ بالعدل کی دلیل سے اس کی فطرت فعال کے تقاضاؤں کی معیت میں نفس ملت میں تمکین اسوۂ حسنہ کے لئے قتال پر مکلف فرمایا تا آنکہ جب نفس ملت منفعلہ میں اس کی تحریض علی القتال سے جو نافلاً قتال میں معیت مومنین کی موجب تھی۔ نفس ملت منفعلہ میں اس کی سیران تربیت مؤدبہ بالعدل کے ساتھ ایثار بالقتال نے ملی فطرت کی حیثیت سے استحکام پا لیا۔ تو اس عزوجل نے قاتلوا المشرکین کافۃ سے کما یقاتلونکم کافۃ کی دلیل راسخہ کے تحت تکلیف علی القتال کو تمام ملت کے لئے عمومیت بخشی جو اس صلعم کے ساتھ ملحق بالانفعال نفوس فعال کے لئے اسوۂ حسنہ ہے۔

Marfat.com

پس ضروری ہے۔ کہ ملّت اسلامیہ کے نفسِ فعّال کے ذریعہ اس قوتِ علمیہ کے جہادِ کبیر کے تحت نفوسِ انسانی کو ان میں روحِ الٰہی کا کشف اپنے تقاضائے فطری کی ایفا چاہتا ہے۔ دعوتِ جہاد بالعلم اور اس کی دلائل قاہرہ کو لبیک کہتے ہوئے قوتِ فعالیۂ مصطفویہ کے ساتھ الحاق انفعالی سے مرکزیت وحدت اسلامیہ یا الوتِ فاضلہ پہ مجتمع ہوں چنانچہ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ[1] (نحل - ع ۱۶)

تو لوگوں کو اپنے پروردگار کے راستہ کی طرف بلا حکمت سے اور موعظہ حسنہ (نصیحت مناسب) سے اور ان سے مجادلہ کر بطریق احسن۔

(حسنِ اخلاق اور ملامت[2] سے بے خوفی اور ایذا رسانی پر صبر اور تقویٰ[3] سے (جو عزمِ امور سے ہے)۔ اور دلائل روشن کے ساتھ جو اس مرحلہ پر آیۂ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْا کے مقاصد عدلیہ کی ایفا سے ہے)

چنانچہ آج دورِ حاضر میں فعّال سنتِ مصطفوی کی پیروی میں ملت اسلامیہ کے حضور میں نشرِ علمِ عدل[ؐ] کے لیے عمائد و فضلائے جملہ دولِ دورِ حاضر کی خدمت میں الرفیق ماہ جولائی و نومبر ۱۹۵۳ء اور کتابِ عدل (برائے موتمر ثقافتِ اسلامیہ و فرمانروایانِ دولِ عالم و موّیدینِ عدل و وضاحتِ مکاتیب بہ عمائد دولت علیہ پاکستان) کی پیش کش اور کتاب مخصوص سیرۃ نبوی پہ ایک محققانہ نظر جلد اوّل اور جلد دوم رفعتِ معجزۂ کافیہ کے ساتھ اس جہادِ کبیر پہ ناطق بالحق ہیں۔

اور اس کے بعد تمام موانع[4] کو دولتِ وسطیہ اور تمام کائنات انسانی کی صلاحِ جوہری کے راستہ سے بمطابق فرمانِ ربانی قَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً متابعِ قاہرہ قبضۂ شمشیر کے ذریعہ ہٹا دینا چاہیئے۔ جو اساسِ عدل پہ استوارِ فطرت کائناتِ انسانی کے متوّد رجوع الی المرجع یا تکمیلِ فطرت میں سنگِ راہ ہوں۔ جو الوالانفس عادل فعّال کی الوتِ فاضلہ اور ملّتِ وسط کی جانب سے اخوتِ متحدہ کے تقاضائے مودّت کی ایفا بالعدل ہے۔ چنانچہ سیرتِ نبوی پہ ایک محققانہ نظر جلد اوّل میں جملہ متعلقاتِ جہاد اور اس کی جزء ب میں تکمیل معیشت متاسیس ملی۔ توسیعِ عملی ترتیبِ عسکری (تشدید ملی) شوکتِ دفاع۔ استقلالِ دفاع شدّت و فارع۔ تحکیم بین الدّول۔ معاہدہ بین الدّول۔ تصغیر الدّول۔ قصاص بین الدّول تمکین استخلاف فی الارض تمکین ہیبت اور لوازم تشدید (بنیاد مستحکم) اسی ہر گونہ جہادِ عظمیٰ کے اسوۂ متشکل کا شرح و بیان ہے۔ اور اسی دلیل سے یہ خاکسار کتاب مخصوص جلد اوّل سے وضاحتہائے متعلقہ اور اس کی جزء ب کو شامل ضابطہ ہذا قرار دیتا ہے۔

---

[1] یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ کفار اور منافقین کے ساتھ تحقق جنگ وغیرہ کی صورت میں ہر گونہ شدت عادلہ دلیل عدل سے حَسَن ہے۔ اس لئے قولوا للناس حسنا اور جادلھم بالتی ھی احسن کو فرمان ربانی جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ کے ساتھ اتحاد حقیقت حاصل ہے۔

[2] وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ ۔ المائدۃ - ع ۸

[3] وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۔ آل عمران ع ۱۹

[4] قتال فی سبیل اللّٰہ کی حیثیت دفع موانع کیلئے آیات وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ اور اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا اور - آیۂ قَاتِلُوا الْمُشْرِکِیْنَ کَآفَّۃً کَمَا یُقَاتِلُوْنَکُمْ کَآفَّۃً وضاحتہائے ناطقہ ہیں۔ [ؐ] سیرۃ نبوی پہ ایک محققانہ نظر جلد اول کی اور اس کے اقتباسات کی پیش کش۔

Marfat.com

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جہاد بالعلم اور مستلزم تشدید دولت دفع موانع اپنے لوازم متاعیدہ جہدیہ یعنی نفق اموال و نفوس کو مستلزم ہیں۔ وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ [1] اسی حقیقت صدقیہ کی وضاحت ہے۔ اور فَاسْمَعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِأَنْفُسِكُمْ [2] اسی سطوتِ وحدتِ دولتِ وسطیہ کے استقلال اور محیطِ عالم توسیع ملّی کے تحقق کی صراحت روشن ہے۔ کیونکہ سمع وطاعت وحدت محور اور تداور بالعدل سے تحقق پاتی ہے۔ جو تشکیل جماعت اور اس کی توسیع و تشدید کو مستلزم ہے۔ دراں حالیکہ وہ کائنات انسانی کے نفوس میں تمکین عدل کا ذریعہ ہے۔ جو آمر بالعدل عزّوجل کی جنیت عدلیہ کی دلیل سے اس عزّوجل کی اس عندیت کو مستلزم ہے۔ جو اعمالِ عادلہ یعنی سمع وطاعت اور نفق اموال و نفوس کا تیر کے ساتھ تحقق ہے۔

اور عمل کامل فی العدل اس ارادہ سے تحقق پاتا ہے۔ جو اسی عمل کے لئے خالص ہو۔ پس چونکہ ہر گونہ جہاد کا مقصد مرجع فطری عزّوجل کی طرف ایفائے رجوع فطری ہے۔ اس لئے اسے اس عزّوجل کے لئے خالص ہو جانا چاہیئے۔ آیۂ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ [3] میں الوہیت کے لئے تخصیص جہاد جس پر کلمہ فی شاہد ہے۔ اسی ارادی حقیقت اخلاصیہ کی صراحت روشن ہے۔ اور فرمان مصطفوی من قاتل لتکون کلمۃ اللّٰہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللّٰہ [4] اسی حقیقت عدیہ کی وضاحت ہے۔ اور وہ اپنی غایات تکمیلیہ کے ساتھ اس عزّوجل میں استقلالِ استغراق سے جو آیۂ متذکرہ سے مقصود جہد ہے۔ متحقق ہوتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

الَّذِينَ آمَنُوا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ۝
(الرعد - ع)

جو لوگ کہ ایمان لائے اور ان کے دل ذکر الٰہی سے مطمئن ہو چکے ہیں تم مطلع ہو جاؤ کہ اس کے ذکر سے ہی دلوں کو اطمینان ہو سکتا ہے۔ (جو قلوب میں اس عزّوجل کے لئے خلوص کامل کا تحقق ہے)

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ سمع وطاعت اور نفق اموال و نفوس میں سابقین کا خلوص ارادہ اور اس میں استقلال معیار اعتماد فضل پر راسخ قرار پاتا ہے۔ کیونکہ قبل فتح ماحول کی شہادت کے ساتھ سمع وطاعت و نفق کا خلوص ہرگز مختلط نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے دلیل فضل ہے۔ فرمان ربانی لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ (تم میں سے وہ برابر نہیں ہو سکتا۔ جس نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑا (حدید - ع) اسی حقیقت مخلصۂ فضلیہ کی وضاحت ہے۔ جو اساسِ تشدید جماعت ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فطرتِ نفس تمام کائنات انسانی کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کہ اسے وہ جماعت واحد ہو جانا چاہیئے۔ جو اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط اور وسط ہے۔ اور وہ ملّت اسلامیہ ہے۔ إِنَّ هٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (تحقیق یہ تمہاری امت (جماعت) امت واحد

---

[1] اور انہوں نے اپنے اموال اور نفوس کے ساتھ خدا کے راستہ میں جہاد کیا ..... الخ (نساء - ع [13])
[2] سنو اور مانو اور خرچ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے ..... الخ (تغابن - ع [2])
[3] کوشش کرو اللّٰہ (کی ذات میں) جو کوشش کا حق ہے ..... الخ (حج - ع [10])
[4] جو جنگ کرتا ہے اس لئے کہ کلمۃ اللّٰہ بلند ہو پس وہ اللّٰہ کے راستہ میں ہے۔ متفق علیہ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد

(جائز واحد) ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں پس میری عبادت کرو (طٰہٰ۔ ع) اسی نفاذِ حقیقت کے لئے مرجعِ فطری عزّوجل کا فیصل ناطق بالعدل ہے۔ علیٰ ہٰذا فطرتِ نفس اس جائز واحد جماعت کی امارت میں فردیت کے لئے اصولِ تدریج کے تحت وحدتِ مرجعِ فطری ونسلی کی شہادت کے ساتھ فیصل ناطق ہے۔ فرمانِ ربّانی اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اس کے رسول کی۔ اور جو تم میں سے اولی الامر ہو) میں ثانیاً اَطِیْعُوْا میں رسول اور اولی الامر کا ذکر متحدہ وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّۃً لِّلنَّاسِ (ہم نے ہیں تمہیں بھیجا۔ مگر تمام کائناتِ انسانی کی طرف (سبا) کی شہادت کے ساتھ نبوتِ مصطفوی صلعم اور وارثِ کتاب وحکمت امارت فعّال میں فردیت کے لئے فیصل بالعدل ہے۔ پس زمین جو تمام کائناتِ انسانی کی جولانگاہِ حیات ہے۔ جائز واحد ملّتِ اسلامیہ کی سجدہ گاہ وطہور ہے۔ اور وحدتِ مرکزیت ارضی کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو وحدتِ جماعت اور وحدتِ امارت کے ساتھ وحدتِ مسجد کا باہم اتحادِ عدلیہ ہے۔ فرمانِ ربّانی لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا (تاکہ تو ڈرائے مادرِ آبادی ہائے ارض کو اور جو اس کے گرد ہیں یعنی تمام کائناتِ انسانی کو (شوریٰ۔ ع) اور فرمانِ ربّانی وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الَّذِیْ جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءَ نِ الْعَاکِفُ فِیْهِ وَالْبَادِ ط (اور مسجد حرام کہ ہم نے اسے تمام انسانوں کے لئے بنایا ہے برابر ہیں اس کے لئے اس میں رہنے والے اور باہر والے (حج۔ ع) اسی حقیقت متحققہ کی وضاحت روشن ہے۔ اور نماز کے وقت تمام ملّتِ اسلامیہ کا کعبہ رُخ ہونا۔ گویا اس مسجد واحد میں (جو مکۃ اللہ المبارک کو امّ القریٰ قرار دیتی ہے) تمام ملّتِ اسلامیہ کی صلوٰۃ جمعی کی ادائیگی بالوحدت ہے۔ پس ضروری ہے۔ اس وحدت کی حقیقت یا اس ملّتِ اسلامیہ کا سیرانِ متوجہ متشکل بالوحدت ہو۔

اور چونکہ تدَوُّرِ آفتاب و ماہتاب بارہ ماہ میں تحقق پاتا ہے۔ جس پر موسمِ گرما وسرما اور کوائفِ شب و روز بداہت کے ساتھ شاہد ہیں۔ اس لئے ہر سال کے عرصۂ متحدہ میں اس سیرانِ متوجہ کو متشکل ہونا چاہیئے۔ یا اس کی تشکیل کا عزم اپنے تخیلاتِ مستحکمہ کے ساتھ قائم رہنا چاہیئے جو کوائفِ نفوس کی تجدید کے ساتھ تجدیدِ سیرانِ تموج ہے چنانچہ حج کعبۃ اللہ الحرام مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف سے اسی عالمگیر استقلال وحدتِ اسلامیہ کا اہتمام وسیعہ ہے۔ مگر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ حیاتِ اجتماعی اور اس میں استقلال ہی وحدتِ ملّی کے متشکل سیرانِ متوجّہ اور وحدتِ امارت اور عدل فرد و جماعت (نفس فرد و جماعت میں اللّٰہیت) کے معزز وجلیل استقلالِ پائندہ کی اساس محکم ہے۔ چنانچہ عزّوجل فرماتا ہے۔

سلہ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ بیت الحرام تمام کائناتِ انسانی کے لئے ہے۔ مگر اس میں داخلہ اس کی حرمتِ محققہ کی دلیل سے پاکیزگی کو مستلزم ہے۔ اس لئے بمطابق فرمانِ ربّانی اِنَّمَا الْمُشْرِکُوْنَ نَجَسٌ فَلَا یَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (توبہ۔ ع) مشرکین کو ان کی نجاستِ ظاہرہ و باطنہ کی دلیل سے مسجد حرام میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ فرمانِ ربّانی ولا تحلوا شعائر اللّٰہ ولا الشہر الحرام ولا الهدی ولا القلائد... الخ سے متعلقہ واقعہ کے ممانعات میں صرف شعائرِ الٰہی اور اس کے متعلقات کی حرمت کی وضاحت مقصود ہے۔ دراں حالیکہ مشرکین کا امتناعِ داخلہ تحقق ہے۔ اور اس کو آیۂ ماسبق الذکر سے حالات کے ارتقائے مستدرجہ کے ساتھ تطابق بالعدل سے نافذ بالعمل فرما دیا گیا۔ جو تطابق تجزیہ فطرتِ نفس و ماحولِ نفس ہے۔

Marfat.com

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ؕ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ؕ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ؕ (البقرۃ-ع)

تجھ سے ماہِ حرام کے متعلق پوچھتے ہیں کہ اس میں قتال کیسا ہے تو کہہ دے کہ اس میں لڑنا بیشک بہت بڑی بات ہے ولیکن، اللہ کے راستے سے روکنا اور اس سے انکار اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا۔ یہ اللہ کے نزدیک اس سے زیادہ بڑی بات ہے (الحاصل) فتنہ قتل سے بہت زیادہ بڑا ہے۔

یعنی ہرگاہ اور شہورِ حرام۔ ذی قعد۔ ذوالحج۔ محرم۔ اور رجب میں جنگ اس وقت روا ہو جاتا ہے۔ جبکہ ملّی حیات (نفس فرد و جماعت میں تمکین عدل یا للّٰہیت کا اہتمام عظمیٰ) اندیشہ میں ہو جیسے غزوۂ خیبر کا ماہ محرم حرام میں اور غزوہ تبوک کا ماہ رجب میں وقوع اسی سطوتِ حافظ کا اسوۂ متشکل ہے۔ فرمانِ ربّانی لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ میں منجملہ یہ شوکتِ عظمیٰ جلال انگیز ہے۔

علماء نے اس آیۂ شریفہ میں قل قتال فیہ کبیر کو منسوخ قرار دیا ہے۔ پس آیۂ متذکرہ کے ساتھ آیۂ سیف کے (جو آیاتِ قتال میں سب سے آخر نازل ہوئی) متحدہ مطالعہ کے بعد اس امرِ عظیم کا فیصلہ کرنا چاہیئے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ○ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ○ (توبہ-ع)

تحقیق اللہ عزّوجل کے نزدیک مہینوں کا شمار بارہ ہے کتاب اللہ میں جس دن کہ اس نے زمین آسمان کو پیدا فرمایا اور اس میں چار ماہ حرام ہیں۔ یہ ہے دین قیّم پس ان میں تم اپنے نفوس پر ظلم مت کرو۔ اور مشرکین سے لڑو سب بالاجماع جیسے کہ وہ تم سے بالاجماع لڑتے ہیں۔ اور جان لو کہ اللہ متقین کے ساتھ ہے۔ مہینہ کا سرکا دینا اور زیادہ کفر ہے کافر اس کی وجہ سے اور گمراہ ہوتے ہیں ایک سال اس مہینہ میں لڑنا حلال کر لیتے ہیں۔ اور ایک سال اس مہینہ میں لڑنا حرام کر لیتے ہیں۔ تاکہ اللہ نے جو چار ماہ حرام کئے ہیں۔ ان کی گنتی پوری کر لیں پھر جس مہینہ کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ اس کو حلال کریں۔ ان کے بُرے کام ان کو بھلے دکھائی دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ انکار کرنے والوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

---

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ (انفال-ع)، اور وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ (انفال-ع)، تغیّراتِ احوال کی وضاحتہائے ناطقہ ہیں اور قتال کو اس کے انجام (تصغیر کفار) کی شہادت کے ساتھ عذاب الٰہی قرار فرماتی ہیں۔

Marfat.com

آیۂ سابق الذکر کی روشنی میں یہ حقیقت وضاحت کے ساتھ ناطق بالحق ہے۔ کہ جب حیاتِ ملّی اندیشہ میں ہو۔ جیسے خیبر میں یہود اپنی قوت کو جمع کرتے ہوئے مدینہ منورہ کا ارادہ کر رہے تھے۔ کہ اس صلعم کی دار الریاست پر حملہ کیا جائے تو عادلِ فعّال اوّل المسلمین صلعم نے چھ ہجری کے آخر یا اوائل سات ہجری محرم میں خیبر کی جانب خروج فرمایا۔ اور ان کو ان کے مقامات میں شکست دی اور مغلوب کیا یہ محفوظ و مصؤن ترتھا۔ اس سے کہ وہ مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوں۔ علیٰ ہٰذا غزوۂ تبوک کے لئے اس عادلِ فعّال صلعم کا تیس ہزار فوج کے ساتھ ماہِ رجب میں خروج اسی سطوت حافظہ پر شہادتِ مصطفوی ہے۔

اور آیۂ موخر الذکر میں ماہ حرم کی تخصیص فرماتے ہوئے ان میں نفوس پر ظلم سے نہی کی خصوصیت کا خصوصیت متذکرہ کے ساتھ اتحاد ماہ حرم کی کیفِ حرمت کی عظمت کی وضاحت کرتا ہے۔ اگر ظلم سے مراد ہر گناہ یا تجاوز از عدل لیا جائے۔ تو وہ ماہ حرام کے علاوہ کسی وقت بھی نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ رفتارِ حالات کے ساتھ تطابق عدلیہ کے تحت حیاتِ ملّی کے استقلال حفظ کی معیت میں جو ہر گاہ بلاقید وقت دفع موانع کو مستلزم ہے۔ چونکہ قتال ماہ حرم کے علاوہ دوسرے اوقات میں ایک فریضۂ بیّنہ کی ادائیگی ہے۔ اس لئے اس موقعہ پر ظلم کا تعلق قتال سے ہی خصوصیت رکھتا ہے۔ نیز یقاتلونکم عامّاً وغیرہ سے قتال کا اظہار بھی اسی مفہوم کی وضاحت کرتا ہے۔ الحاصل ان ایّام حرم میں اگر ملّی حیات اندیشہ میں نہ ہو تو من جملہ وحدتِ اسلامیہ کے سیرانِ متنوعہ کو متشکل بالوحدت کرنے کی جد و جہد کرنی چاہیئے اور موانع و حوائل سے انہے محفوظ کر دینا چاہئے اصولِ تدریج تمام کائناتِ انسانی کا مرجع نسلی انسان اوّل کو قرار دیتا ہے۔ گویا تمام کائناتِ انسانی منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور جملہ نفوس انسانی اس منزلِ اوّل کے افراد ہیں گویا فطرت منزلِ دوم اصولِ تدریج واحد مرجع نسلی انسان اوّل کے منصبِ ابوت پر امیر فرد کو فائز قرار دیتا ہے۔ تاکہ وہ کائناتِ انسانی میں اپنی تربیت فعّالیہ اور دافع موانع عادل ہیبت قاہرہ کے ذریعہ عدل کو متمکن کر دے۔ جو اس کی ابوتِ فاضلہ کے تقاضا ہائے رحیم کی ایفائے فعّال ہے۔ اور یہ نظامِ مدن اور نظامِ عسکری میں محوریت امارت کے گرد افرادِ ملّت کے تداور فکر و عمل کو مستلزم ہے۔ اس لئے امیر فرد ابو الانس کی محوریت محکم کے گرد تداورِ فکر و عمل کے لئے افرادِ ملّت کے قولئے ادراک و تحریک میں خصوصیت مستقلہ قائم ہونی چاہیئے۔ جو ترشحات ادراکیہ و تحریکیہ کے ساتھ امیر فرد کی محوریت فعالیہ کے ساتھ ملّت کا الحاق انفعالی ہے۔ جو نفوسِ ملّت میں اس کے منکشف بالا تصرّف فعّال کے نفاذ عادل کے ذریعہ محوریتِ امارت کے گرد سیرانِ متحدہ کے ساتھ تداورِ صحیحہ متحقق کرتا ہے۔ جو صحتِ رفتار مسلسلہ کی دلیل سے نظامِ مدن اور نظامِ عسکری کی موثراتِ داخلہ و خارجہ کی اثر پذیری سے تحفظ کا ضامن بالعدل ہے اور افرادِ ملّت میں عزمِ مستحکم کی دلیل سے صبرِ فعّال اور ثباتِ عمل کو متحقق کرتا ہے۔ جو نورِ نفوس کی روشنی میں نظامِ مدن میں استحکام مشہود کے ساتھ دفع موانع میں شدتِ فاتحہ کو مستلزم ہے۔ الحاصل محورِ فعّال کے گرد افرادِ ملّت کا تداور بالعدل تخصیص محوریت کو مستلزم ہے۔ جو ترشحاتِ ادراکیہ و تحریکیہ کے ذریعہ مستلزم الیفا تعقیدِ عہد بیعت سے تحقق پاتی ہے اور وہ ارادہ و عمل میں محوریتِ امارت کے گرد تداورِ صحیحہ متحقق کرتی ہے۔

پس ملّتِ اسلامیہ کے نفسِ فعّال کے دستِ مبارک پر افرادِ ملّت سے فردیتِ امارت کو متمکن کرنے کے لئے بیعت لیتے ہوئے اس صراطِ مستقیم کو طے کر لینے کے لئے بیعت لینی چاہیئے۔ جس کی منزل گاہ بمطابق فرمانِ ربّانی هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ (پ-ع) یہ راستہ میرے اوپر سیدھا ہے۔

Marfat.com

ذاتِ مرجعی عزّوجل ہے۔ اور اس کا سلوک مرجعِ فطری عزّوجل کے لئے ارادہ و عمل کو خالص قرار دیتا ہے۔ علیٰ ہٰذا میدانِ قتال میں محوریت امارت کی تخصیص کے ساتھ اس کے گرد تداور ثابتہ کے لئے بیعت الجہاد لینی چاہئے۔ جو عزم و عمل میں صبر و مصابرت اور ربطِ مستقلہ کے تحقق منورہ کی موجب ہو۔

چنانچہ بیعت الرضوان ابوالانس عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم کا اسی شوکتِ ضابطہ کے لئے اسوہ متشکل ہے۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ	جنہوں نے تیری بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی
اللّٰہَ یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ۔ (فتح-ع۱)	اللہ کا ہاتھ ان کے اوپر ہے۔

الحاصل ہرگونہ جہاد منور کیلئے اسی تخصیص محوریت پر (جو محور فردیتِ رسالت اور اس کے تتبع میں محور فردیتِ استخلاف فی الارض کے گرد ملّتِ وسط کے افکار و اعمال کو بالعدل متداور قرار دیتی ہے۔ فرمانِ ربانی یاایھا الذین آمنوا اتقوا اللّٰہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ وَجَاھِدُوْا فِیْ سَبِیْلِہٖ[1] اپنی شرح متشکل یعنی محوریت سنت مصطفوی کی شہادت کے ساتھ ناطق بالعدل ہے۔

حیاتِ انفرادی و اجتماعی مستلزم متاعِ حیات ہے۔ اور حیاتِ اجتماعی ان تمام اسباب کے اجتماع کو مستلزم ہے۔ جو مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے بمطابق فرمان مرجعی

سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اور تمہارے لئے مسخر کیا گیا ہے۔ جو کچھ زمینوں اور
جَمِیْعًا مِّنْہُ ط (الجاثیہ-ع۲)	آسمانوں میں ہے۔ اس کی طرف سے۔

کائناتِ انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ پس شعورِ نفس دہر کے ارتقائے تدریجیہ کے تحت شمشیر کے تمام اسباب معاون جائز واحد دولت وسطیہ کے نظام عسکری میں مجتمع ہو جانا چاہئیں جو تمام مفرط جماعتوں کو ہیبت قاہرہ کے پرتو سے متاثر کرتے ہوئے ان کے ادراک و تحریک میں ضعف اور وہن کے تحقق سے ان کے عزم و استقلال قتال کو ضعیف کرتے ہوئے ان کی تصغیر عاجلہ کا موجب ہوں۔ دراں حالیکہ ان متاعِ حیات کی شدت ہی ناصر حقیقی عزّوجل کی امدادِ قاہرہ کی ہیئت میں تصغیر فرط کے تحقق کی اساس متاعی ہے۔ اور اسباب ہرگونہ حیاتِ مستخلف عزّوجل کی طرف سے خلائف الارض کے لئے اس کی شوکتِ جلالیہ کا سطحِ ارض پر پرتو قاہرہ ہے۔ اور ان کے اجتماع کا استحقاق جائز صرف جائز واحد دولتِ وسطیہ کو پہنچتا ہے۔ کیونکہ صرف وہی اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط اور وسط ہے۔ اور صرف وہی تمام کائناتِ انسانی کے افکار و اعمال میں تمکین عدل کی جدوجہد پر (یعنی ابوالانس عادل فعّال کی جانب سے ابوّت فاضلہ اور ملّتِ اسلامیہ کی جانب سے اخوّت متحدہ کے تقاضاؤں کی ایفا پر) اپنی فطرت فعّال کے تقاضاؤں کے ساتھ مکلّف بالعدل ہے۔ چنانچہ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاَعِدُّوْا لَھُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّۃٍ	تم ان کے مقابلہ کے لئے جس قدر ممکن ہو قوت جمع کرو
وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَیْلِ تُرْھِبُوْنَ بِہٖ عَدُوَّ	اور گھوڑے باندھے رکھو تاکہ اس سے تم مبہوت کردو۔

---

[1] اے مؤمنین اللہ سے ڈرو اور اسکی طرف وسیلہ چاہو اور اس کے راستہ میں کوشش کرو۔ (المائدہ-ع۶)

اللہِ وَعَدُوَّکُمْ وَآخَرِیْنَ مِنْ دُوْنِھِمْ لَا تَعْلَمُوْنَھُمْ اَللّٰہُ یَعْلَمُھُمْ ۔ (انفال ۸)

اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ دوسرے جنہیں تم نہیں جانتے اور اللہ جانتا ہے۔

عادل فعّال قائد المرسلین خاتم النبیین محمدؐ الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے اپنے عہد مقدس میں قوت کی شرح رمی کے ساتھ فرمائی ہے۔ جو الی یوم القیامۃ نفس و دہر کی تدریجی رفعتوں کے تقاضاؤں کے ساتھ تطابق واسعہ ہے اور تیر اندازی سے لے کر دور حاضر کے طوفان انگیز آلاتِ جنگ کو اپنی وسعت کے ساتھ محیط ہے۔ پس ان تمام فنون اور اسباب کا دولتِ وسطیہ میں اجتماع جائز واحد دولتِ وسطیہ کے حق فطری کی ایفاء ہے۔ اور حکم ربانی کی شہادت کے ساتھ حامل بروحِ الٰہی کائنات انسانی کی تربیت فعّال کے تقاضائے عدلیہ کی بہ ہیبت ایفائے جلال ہے۔ اور اسی دلیل سے للہیت ہے۔ پس دورِ حاضر اور ہر زمانہ میں جملہ فنون منجملہ طبیعیات (سائینس) اور اس کی ارتقائی حیثیت فنی کو دولتِ وسطیہ کی عملی اور تجرباتی حیات میں بڑھتی ہوئی وسعتوں کے ساتھ متمکن کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ عادل فعّال صلعم نے فرمایا ہے۔

(واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ) الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی الا ان القوۃ الرمی۔

ان کے لئے تیار کرو ممکن قوت سے مطلع ہو جاؤ کہ قوت رمی ہے۔ خبردار ہو جاؤ کہ قوت رمی ہے۔ مطلع ہو جاؤ کہ قوت رمی ہے۔

(بروایت مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد)

چونکہ حیات اجتماعی کے استحکام میں استقلال تمام فنون کے استقلال علمی و عملی کو مستلزم ہے۔ اس لئے وہ دولت وسطیہ کی حیات اجتماعی کی اساس متاعی ہے یا اساس حیات عدل ہے اور یہی دلیل روشن انہیں فرمان مصطفوی (العلم ثلثہ آیۃ محکمۃ او سنۃ قائمۃ او فریضۃ عادلۃ) میں فریضۂ عادلہ کے مفہوم عدلیہ کی توابع سے قرار دیتی ہے (چنانچہ عادل فعّال صلعم نے فرمایا من علم الرمی ثم ترکہ فلیس منا او فقد عصٰی (بروائت مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد) جس نے فن رمی سیکھا پھر چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے یا اس نے نافرمانی کی) نیز یہ نسیان علم اس فرمان مصطفوی ایک جزئی وضاحت ہے۔ کہ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکلتا ہے۔ اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی۔ (بروائت احمد و ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ) کیونکہ وہ حیات جماعت کو نقصان پہنچاتا ہے۔ پس نفس دولت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ تشخیص استعداد نفوس کے ساتھ افراد دولت کو سائنس اور جملہ فنون حاضر کی تحصیل پر استقلال کے لئے تصرف عدلیہ اور ہیبت فعّال کے ساتھ مستعد کر دے۔ چنانچہ عادل فعّال ابو الانس اول المسلمین صلعم نے صف بندی کے ساتھ رمی کی مشق کے اسوۂ فعّال کے ساتھ دولتِ وسطیہ کو علم رمی اور اس کی ارتقائی فنی وسعتوں کی تحصیل کے استقلال پر مکلف فرمایا ہے مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب آلہ جہاد حدیث سلمہ ابن اکوع مطالعہ فرمائیں۔

علیٰ ہذا فنون جنگ چونکہ قوت متذکرہ کے استعمال کے مناہج قاہرہ ہیں۔ اس لئے قوت اس کے استعمال کو مستلزم

لہ علم تین ہیں۔ آیۂ محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضۂ عادلہ۔۔۔۔ مشکوٰۃ کتاب العلم باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ
(آل عمران۔ ع۱)

Marfat.com

قرار دیتی ہے۔ جو ہر گونہ نشستوں[1] اور آمد و رفت اور استعمال قوت میں اپنے تحفظات اور دشمن کی دریابی وغیرہ پر مشتمل ہیں اور وہ بھی قوت کی بڑھتی ہوئی وسعت کے ساتھ اپنی علمی و فنی حیثیت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ پس آج دورِ حاضر کے ارتقائے تدریجیہ کی رو سے ان تمام فنون جنگ کا دولتِ وسطیہ کی حیات علمی میں ان کی بڑھتی ہوئی ترقی کے ساتھ حسب وضاحت سابقہ اجماع منجملہ لازمۂ حیات ملی ہے۔ اور للّٰہیت ہے۔ اور اساس عدل پر استواد کائنات انسانی پر جادۂ عدل سے دفع موانع میں معاونت کی دلیل ہے رحم فعال ہے۔ فرمان ربانی :۔

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ (توبہ - ع)

مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور ان کو پکڑو اور ان کو محصور کرو۔ اور ان کی تاک میں ہر کمین گاہ نبیٹھو۔

فرمان ربانی فان قاتلوکم فاقتلوهم اور اس سے مماثل فرامین کے تحت جب دفاع بالعدل کے لئے جنگ متحقق ہو جاتی ہے۔ تو متذکرہ فرمان الٰہیہ فاقتلوا المشرکین...... الخ۔ اس کے کوائف میں استقلال عدلیہ کے لئے ناطق بالحق قرار پاتا ہے۔ تا آنکہ ان کی تصغیر متحقق ہو۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ (انفال - ع)

اور جو اس دن پیٹھ پھیرتا ہے۔ لیکن جو کترا کر لڑنے کے لئے یا جماعت سے ملنے کے لئے ایک طرف چلتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ۝ (النساء - ع)

اے مومنین (فنون جنگ اور اسلحہ کی رو سے اپنا) تحفظ لئے رہو۔ پس نکلو گروہ گروہ یا جمیعاً۔

(استقلال بقائے اسلحہ منجملۂ تحفظات یا حذر ہے۔ کان علی النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم یوم احد درعان (احد کے دن رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک پر دو زرہیں تھیں (مشکوٰۃ باب مناقب العشرہ) اور فارموهم واستبقو (تیر اندازی کرو اور بچا کر بھی رکھو۔ بروایت بخاری بحوالۂ مشکوٰۃ کتاب الجہاد) اسی حقیقت حفظیہ پر شہادت مصطفوی ہے بروایت بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد الحرب خدعة الخ متذکرہ فنون جنگ کی وضاحت ہے۔ جو حیز اعدا۔ تحرف[2] تحیز۔ اخذ حذر وغیرہ کی جامع کل ہے۔ پس جب جنگ معیار عدل پر معتمد دلائل کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے۔ تو دشمن کی جانب سے ہر گاہ حملہ کی توقعات کے ساتھ دشمن پر ناگاہ حملہ مقتضیات جنگ کی ابقا بالعدل ہے۔ (تفصیل کیلئے مشکوٰۃ کتاب الجہاد کا مطالعہ فرمائیں)

---

[1] واذ غدوت من اهلك تبوئ المومنین مقاعد للقتال (اور جب تو اپنے گھر سے نکل کر مومنین کو لڑائی کے مورچوں میں بٹھانے لگا۔ [2] تحرف (کترا کر ایک طرف چلنے) کی قبیل سے توریہ بھی ہے۔ یعنی خروج کی خبر کو مدِ مخفوظ عن الخطر کے ذریعہ چھپانا جیسے کہ سنت مصطفوی اس پر شاہد ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب القتال فصل اول مطالعہ فرمائیں) نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ میدان جنگ سے اگر بعض ہنگامی حالات کی وجہ سے کوئی جماعت ہٹ آئے۔ دراں حالیکہ اس کا عزم محوریت محکمہ (امارت) کے گرد مدار بالعدل ہو۔ تو اس کے نفس سے مؤثرات خارجیہ کو تالیف قلب سے دور کرتے ہوئے اس میں جذبۂ وحدت اسلامیہ کی تمکین استقلال کی تجدید کے ساتھ اس کی جمعیت قلبی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ وہ اپنے ارادہ کی شہادت مستحکم کے ساتھ منجملہ اساس جہاد ہے۔ اور اس کا یہ فعل منجملہ تحرف و تحیز قرار پائے گا (مشکوٰۃ باب القتال فی الجہاد حدیث ابن عمر مطالعہ فرمائی جائے)

Marfat.com

معیارِ عدل فیصل بالحق ہے کہ جنگ مستلزم جنگ ہے۔ اور عدوان مستلزم دفعِ عدوان بالعدوان ہے[1]۔ اور مانعِ جنگ (اور وہ افراد جو اس کی قوای ہیں از روئے عدل وہی مہبطِ حملہ و کارزار ہیں۔ چنانچہ وہ عزوجل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا۔ (البقرہ) اللہ کے راستہ میں ان لوگوں سے جنگ کرو۔ جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو۔

یعنی کفار کی حیثیت مانع للعدل کے تحقق پر اس کو جادۂ سلوکِ عدل سے مانعِ قاہرہ قبضۂ شمشیر کے ذریعہ بالعدل ہٹا دینا چاہیئے۔ اور بے رحمانہ طریق قتل یا بچوں اور عورتوں اور ضعفاء پیر اور خدمتگارانِ محض کے قتل اور لوگوں کو ان کے گھروں میں تنگ کرنے سے[2] (دراں حالیکہ یہ سب کچھ ان پر حملہ سے متحقق ہو جاتا ہے) حدِ عدل سے متجاوز نہیں ہونا چاہیئے۔ مگر بمطابق فرمانِ ربانی قاتلوا المشرکین[3] کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ حملہ اجتماعی کے تحقق پر اگر کفار کے ارادہ و عمل کی شہادت کے ساتھ بمطابق فرمانِ ربانی اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ[4]۔ استثنا ممکن نہ ہو تو وہ قابلِ عفو ہے۔ جیسے مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب قتال میں بحوالہ بخاری مسلم مروی ہے۔ کہ رسول پاک صلعم سے ان مشرکین کے متعلق پوچھا گیا۔ جن پر رات کو حملہ کیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو نقصان پہنچے تو عادل فعّال صلعم نے فرمایا کہ وہ انہیں سے ہیں۔

نیز دشمن کے ایسے اسباب کو تحفظاتِ عدلیہ کے ساتھ متاثر کرنا تقاضائے جنگ کی ایفا بالعدل ہے۔ جن کا تاثر تحقق تصغیرِ عاجلہ کا موجب ہو (قطع نخل بنی النضیر وحرق[5]...... وفی ذالک نزلت مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰۤى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ اسی حقیقت قسطیہ کی وضاحت بالعدل ہے) جو گویا کائنات کے نقصانِ وسیعہ سے نقصانِ قلیلہ کی طرف انتقال بالعدل ہے۔

جسمِ عنصری کے ذریعہ ہر جدّ و جہد اپنی شکل و صورت کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ اس لئے مبداءِ جہد (ارادہ خالص) کی مانند قوائے عنصری منجملہ اساسِ جہد ہیں۔ اس لئے مجاہدین اور ان کے اہل و عیال سے متعلقہ حوائج علوی و عنصری کی ایفا بالعدل کے لئے اہتمام فعّال سیاستِ مدن کے محور امیر فرد (ابوالانس) پر بالعدل عائد ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے غنیمت بہ استثنائے خمس مجاہدین کا حق قرار دیا گیا ہے۔ اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ سیاستِ مدن میں (جو منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے) چونکہ ابوالانس ابوتِ فاضلہ کے تقاضاؤں سے جملہ افرادِ مدن اور منجملہ تمام افرادِ عسکر اور ان کے اہل و عیال کے تمام حوائج علوی و عنصری کی ایفا پر بالعدل مکلّف ہے۔ دراں حالیکہ استحکامِ نظامِ عسکر منجملہ استحکامِ نظامِ مدن ہے۔ اور جملہ شعبہائے مدن اساس شعبۂ دفاع ہیں اور اسی دلیل سے جملہ ارکین

---

[1] فلا عدوان الا علی الظلمین پس نہیں زیادتی لیکن ظالمین پر (بقرہ - ع ۲۴)

[2] احادیث صحیحہ الباب متعلقہ منجملہ مشکوٰۃ میں مطالعہ فرمائیں (پس دشمن کی ایسی ملکی آبادی جو غیر متعارض ہو اور حکومت کے نظم و نسق کے تحت اُن کی نواع کی مددگار نہ ہو اس پر حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ [3] مشرکین کے ساتھ لڑو اکھٹے جیسے کہ وہ تم سے لڑتے ہیں اکھٹے۔ (توبہ - ع ۵)

[4] شہرِ حرام شہرِ حرام کے مقابل ہے۔ اور حُرمت میں برابر کا بدلہ ہے پھر جو تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر اتنی ہی زیادتی کرو۔ (البقرہ ع ۲۴)

[5] بنی نظیر کے درخت کاٹ دیئے گئے اور ان کو جلا دیا گیا...... اور اسی بارہ میں یہ آیت نازل ہوئی جو کچھ کاٹا تم نے درخت کھجور سے یا جو تم نے چھوڑا اس کی جڑوں پر قائم پس وہ اللہ کے حکم سے ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد۔ باب القتال)

Marfat.com

مدن تحقق جنگ پر شریک فی الغزو قرار پاتے ہیں۔ اور مستحق اجر ہیں۔ جیسے کہ احادیث صحیحہ اس حقیقت پر شاہد ہیں[1]۔ اس لئے اسے نفس دہر کے تقاضا ہائے تدریجیہ کی مطابقت صحیحہ کے ساتھ ہر گونہ حوائج کی ایفا بالعدل کے لئے مبادیاتِ اصولی قرآن حکیم اور سنت مصطفوی کی روشنی میں اجتہاد بالعدل کا حق پہنچتا ہے۔

نیز آیات خمس[2] اور فی[3] ان حقائق کی وضاحت ہے۔ کہ افراد عسکر کے ہر گونہ حوائج کی کفالت کے ساتھ بحق فردیت الوہیت وبحق فردیت رسالت اور بحق فردیت امارت یا بحق اخوت انس جو منصب نیابت فردیت الوہیت پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ ذوالقربیٰ اور یتمیٰ اور مساکین ومسافرین وغیرہ (جو افراد عسکر کے ساتھ شریک معاشرہ ہیں) کو معاشرہ کے معیار عدل پر متمکن کرنے کے لئے مدنی جد وجہد مصروف کردینی چاہیئے۔ جو تقاضائے اخوتِ فاضلہ اور اخوت متحدہ کی ایفا بالعدل ہے۔ اور اس دلیل سے کہ فرد اساس دولت ہے۔ استحکام دولت وسطیہ کا خلل اور ضعف سے تحفظ ہے۔ اور تمام ملت میں عدل معاشرہ کا میزان مشترک ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے ساتھ عدل نظام کا اتحاد ہے۔ اور اسی دلیل سے کائنات انسانی کے لئے جائز واحد دولت وسطیہ کی جانب سے اس کے ساتھ الحاق انفعالی کے لئے ندائے امن ہے۔ منجملہ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ اسی معیار عدل کے نصب معتمد کے لئے منشور ناطق ہے۔ دراں حالیکہ ان کے کوائف خصوصی اہتمام خصوصی کے لئے فیصل بالعدل ہیں۔ اور فرامین ربانی میں ان کے لئے خصوصیت حکم اسی امر بالعدل کا مظہر علیہ ہے۔ اور یہ میدان جنگ اور ہر گونہ سفر لوجہ اللہ میں مجاہدین کے ارادۂ خالص کو مؤثراتِ خارجیہ سے مطہر اور محفوظ قرار دیتا ہے اور ان کے قلوب میں ربطِ ساکنہ وثابتہ کو خلل اور ضعف سے بچاتا ہے۔ پس ان دلائل کی روشنی میں فرمان ربانی۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ۔ (انفال - ع)

تجھ سے غنیمتوں کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ تو کہہ دے غنیمتیں اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہیں۔

---

[1] رسول پاک صلعم نے بنو لحیان کی جانب ایک لشکر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے فرمایا کہ انہیں دو آدمیوں میں سے ایک ان کا یعنی ہر قبیلہ سے نصف لوگ جائیں اور ثواب جہاد مشترک ہوگا۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد بروایت مسلم)

[2] فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ (انفال)

پس تحقیق اللہ کے لئے ہے اس کا خمس اور رسول کے لئے اور ذوی القربیٰ اور یتمیٰ اور مساکین اور مسافر کیلئے۔

[3] وَمَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ (حشر)

اور جو کچھ اللہ نے لایا اپنے رسول پر ان میں سے اور تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے۔ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو کچھ پھیر لایا اللہ اپنے رسول پر اہل قریٰ سے تو وہ اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور اقربیٰ اور یتمیٰ اور مساکین اور مسافر کے لئے ہے۔ اور ایسا نہ ہو کہ تم میں سے دولتمند انہیں ہاتھوں ہاتھ لے لیں۔

Marfat.com

فرمانِ خمس و نی کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور نفسِ دہر کے تقاضا ہائے تدریجیہ کی مطابقت صحیحہ کے لئے اجتہاد اور نفاذِ امر کی وسعتوں کو ارتقائے وسیعہ کے ساتھ متحد بالعدل قرار دیتا ہے اس لئے امیر فرد کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ نظامِ مدن اور نظامِ عسکری کے استقلال کے لئے ہر نہج ارتقائی اختیار کر سکتا ہے۔ جو تمام افرادِ مدن اور جملہ افراد عسکر میں معیارِ عدل پر معتمد معاشرۂ مطمئنہ نافذ بالعدل قرار دیتی ہوئی دولت وثیطیہ میں شدّتِ مستحکمہ متمکن کر دے نیز افرادِ مدن کی جد و جہد فکری و عملی میں درجاتِ مستدرجۂ ارتقائیہ کے ساتھ تطابق کفالتِ ارتقائیہ بالعدل ہونی چاہیئے کیونکہ وہ ادراک و تحریکِ مستدرجہ میں استقلال قوتِ مستدرجہ کی دلیل سے موجبِ استقلال قوائے فکری و عملی ہے۔ ان حقائقِ متذکرہ پر اسوۂ فعّال مصطفوی شاہد بالعدل ہے۔ تفصیل کے لئے مشکوٰۃ کتاب الجہاد وغیرہ احادیث مطالعہ فرمائیں منجملہ اراضی خیبر کی مجاہدین میں تقسیم بالسوا اور پہلے اور بعد میں لڑنے والے مجاہدین میں استثنائے خمس کے بعد ربع و ثلث مال غنیمت کی تقسیم اور اس کے بعد تقسیم مابقا میں شرکت بالسوا اور سوار کے لئے تین حصص کا تعین انہی حقائق متذکرہ کی وضاحتہائے عدلیہ ہیں۔

ابو الانس امیر فرد چونکہ ابنائے دولت کی تہذیب شخصی اور تاسیس منزلی اور اس میں استحکام اور ان کی رکنیت تمدن کے کوائف میں استقلال عدلیہ کے لئے جہد الوت پر امد رہنے فطرت مکلّف بالعدل ہے۔ اس لئے اگر بعض افرادِ مدن کی مستورات کفار کے تہیجات کے نتیجہ میں ان کی طرف چلی جائیں تو ہیبتِ عسکری کو کفار پر شدّت کے ساتھ نافذ کر دینا چاہیئے۔ جو تقاضائے غیرتِ ملیہ کی ایفا بالعدل ہے بلکہ وہ ہیچ ذہاب ہیں۔ اور ان کے شوہروں کیلئے انکا حصول اگر متعذر ہو جائے تو نفقِ تزویج (مہر) مہیا کر دینا چاہیئے۔ جو ان کی تجدید تاسیس منزلی کا اہتمام بالعدل ہے۔ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَإِنْ فَاتَكُمْ شَيْءٌ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ إِلَى الْكُفَّارِ فَعَاقَبْتُمْ فَآتُوا الَّذِينَ ذَهَبَتْ أَزْوَاجُهُم مِّثْلَ مَا أَنفَقُوا۔ (ممتحنہ ۔ ع۲)

اگر تمہاری عورتوں میں سے کوئی کفار کی طرف نکل جائے پس تم ان کفار کی مواخذت کرو۔ اور جن کی ازواج ضائع ہوئی ہیں۔ ان کے نفق کا مثل ان کی طرف ادا کرو۔

جیسے رسول پاک صلعم نے چھ آدمیوں کو ان کی ان عورتوں کے مہر ادا فرمائے جو کفار کی طرف ارتداد کے ساتھ لوٹ گئی تھیں۔ تفسیر حسینی ملاحظہ فرمائیں۔ بحوالہ معالم۔

علیٰ ہذا غیرتِ ملّی جو فطرت فرد و جماعت میں اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے بیران متحدہ کے ساتھ جاری ہے مہاجرات کے اسلام قبول کر لینے اور ملّتِ وسط میں شامل ہونے کی دلیل سے کفار کی طرف ان کی مراجعت کو فطرت نفسِ فرد و جماعت میں بیران تمرجات غیرت کی رو سے ناجائز قرار دیتی ہے۔ جو امین کشف و تحمل ملّت اسلامیہ کے اہتمام تسلسل نسل کا شرکت عزّی سے مہیّجاتِ شدیدۂ عدلیہ کے ساتھ تحفظ قاہرہ ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا جَاءَكُمُ الْمُؤْمِنَاتُ مُهَاجِرَاتٍ فَامْتَحِنُوهُنَّ اللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِهِنَّ فَإِنْ عَلِمْتُمُوهُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَا تَرْجِعُوهُنَّ

اے مومنین جب مومن مہاجر عورتیں تمہارے پاس آئیں تو آزمائش کرو۔ اللہ ان کے ایمان سے واقف تر ہے پس اگر تم ان کو مومنات پاؤ تو ان کو کفار کی طرف مت

إِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّونَ لَهُنَّ وَآتُوهُم مَّا أَنفَقُوا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ أَن تَنكِحُوهُنَّ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ وَاسْأَلُوا مَا أَنفَقْتُمْ وَلْيَسْأَلُوا مَا أَنفَقُوا ..... (ممتحنہ ع)

لوٹاؤ وہ ان کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ ان کے لئے حلال ہیں۔ اور ان کو دو جو انہوں نے خرچ کیا ہے اور تم پر گناہ نہیں کہ تم ان سے نکاح کرو۔ جب تم ان کے مہر ادا کر دو۔ اور کافر عورتوں کے ساتھ نکاح مت اختیار کر رکھو اور جو کچھ تم نے خرچ کیا ہے تم ان سے مانگ لو۔ اور جو انہوں نے خرچ کیا ہے وہ تم سے مانگ لیں۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ احکام مستدرجہ کو مماثل واقعات میں جو ہر دور میں یا دورِ انحطاط کے بعد دورِ ارتقائی میں ارتقائے تدریجیہ کی رو سے ممکن الوقوع ہیں از روئے فیصلۂ فطرت نفس دولت میں استقلالِ نفاذ حاصل ہے۔ جیسے کہ عنوان نسخ و نسی کے تحت وضاحت کی گئی ہے۔

اور جائز واحد دولتِ وسطیہ کے جادۂ سلوک عدلِ فرد و جماعت سے دفع موانع اسی اصولِ تدریجی کے تحت جو نفسِ انسانی اور اس کے ماحولِ حیات جاری و ساری ہے متحقق ہونا چاہیئے جو تطابق فطرت کی دلیل ہے کائناتِ انسانی کے رجحان الی الفطرت کے لئے مددگار ہے۔ اور کائناتِ انسانی کے ساتھ دولتِ وسطیہ کی جانب سے مقصد تو دکی ایفائے فعال ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدتُّمْ عِندَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ (توبہ ع)

مگر جن کے ساتھ تم نے عہد کیا تھا مسجد حرام کے پاس پس جب تک وہ تمہارے لئے راست ہیں تم بھی ان کے ساتھ راست رہو اللہ تعالےٰ پرہیزگاروں کو محبوب رکھتا ہے۔

(چنانچہ معاہدات مصطفوی ہر عہد میں ملت وسطیہ کے لئے اسوۂ روشن ہے)

اور جب وہ عہود و مواثیق کو توڑ دیں۔ تو نکث عہد کی دلیل سے جو فساد فی الارض ہے۔ اور جائز واحد دولتِ وسطیہ کی حیاتِ عدلیہ کے لئے خطرۂ شدیدہ ہے۔ اسے متاعِ قاہرہ قبضہ شمشیر کے ذریعہ جادۂ حیاتِ جماعت سے ہٹا دینا چاہیئے۔ چنانچہ پھر وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَإِن نَّكَثُوا أَيْمَانَهُم مِّن بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنتَهُونَ (توبہ ۔ ع)

اور اگر وہ اپنی قسمیں توڑ دیں اپنے عہد کے بعد اور تمہارے دین کے معاملہ میں تمہیں طعن کریں تو تم ان پیشوایانِ کفر کے ساتھ جنگ کرو بالتحقیق اب ان کے لئے کوئی عہد نہیں ہے۔ ممکن ہے وہ رک جائیں۔

علیٰ ہٰذا فرمان ربانی:۔

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ط (انفال ۔ ع)

اور جب تجھ کو کسی قوم سے دغا کا اندیشہ ہو تو بالعدل ان کا عہد ان کی طرف لوٹا دو۔

اسی حقیقت قاہرہ کی وضاحت ہے۔

اور اس وقت تک ان کے ساتھ جنگ اس شدت کے ساتھ جاری رہنی چاہیئے۔ کہ ان کے اور ان کے امثال کے قوائے ادراک و تحریک میں مہیّجات قتال ختم ہو جائیں۔ اور اپنی جماعتی حیات کو جائز واحد دولتِ وسطیہ میں مدغم قرار دیں۔ کیونکہ مہیّجات فساد کی تصغیر ہی سطحِ ارض کو نشرِ فساد سے محفوظ رکھ سکتی ہے۔ جو جائز واحد دولتِ وسطیہ کی شدتِ اجتماعی کا خارجہ خلل انگیزیوں کے تاثرات سے تحفظ ہے۔ اور اساسِ عدل پر استوار نوعِ انسانی کے لئے سلوک جادۂ حفظ فطرت کی موانع مفسدہ سے تطہیر ہے۔ اور تصغیر فساد کی دلیل سے اس کے لئے تدلئے امن ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی پر احسان ہے۔ اور مقصود آیۂ اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی وَ یَنْہٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ[1] کا ایفائے جلال ہے۔ دراں حالیکہ ذوی القربیٰ کی دولتِ وسطیہ کے لئے وسعت تمام کائناتِ انسانی کو محیط ہے۔ کیونکہ اصولِ تدریج تمام کائناتِ انسانی کا مرجع نسلی انسانِ اوّل کو قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَبَثَّ مِنْھُمَا رِجَالًا کَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِہٖ وَالْاَرْحَامَ (نساء) ع۱

اے کائناتِ انسانی ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تمہیں پیدا فرمایا ایک نفس واحد سے اور اسی سے اس کی زوج پیدا فرمائی اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرو اللہ سے جس کے نام سے تم سوال کرتے ہو اور ارحام کے بارہ میں ڈرو۔

یعنی اس عزّوجل سے ڈرو جو واحد مرجع فطری ہے اور اسی لئے تمام کائناتِ انسانی میں اسی کی محبت و ہیبتِ جلال دلیلِ امن ہے اور دلیلِ ایفائے نفاذ عدل و احسان ہے۔ اور تمام کائناتِ انسانی میں تودّدِ رحمیہ کے سیرانِ مشترک سے ڈرو یعنی مرجع فطری عزّوجل کے حقوق جو از روئے فطرت تم پر عائد ہوتے ہیں۔ ان کی ایفا کرو۔ اور حامل روحِ الٰہی انسانیت کے حقوق تودد کی ایفا کرو۔ جو نفس انسانی میں تودیعۂ روحِ الٰہی کی دلیل سے حقوقِ الٰہی کی ایفا کے ساتھ متحد قرار پاتے ہیں۔ اور ایفائے تودّدِ انسانیت کو عبودیتِ الٰہی قرار دیتے ہیں۔ گویا فطرتِ انفس میں جہد کشف روحِ الٰہی اور تحمل کشف کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کے لئے جادۂ کشف و تحمل کی استقامت اور اس کے سلوک سے دفع موانع اور ان کی ہرگونہ سیاست بالعدل تقاضائے تودد کی ایفا ہے۔ جو ایفائے مقصود آیۂ لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی[2] ہے۔ پس مقصود آیات ربّانی فَاِمَّا تَثْقَفَنَّھُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِھِمْ مَّنْ خَلْفَھُمْ[3] اور حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ[4] جو منتہائے جنگ

---

۱ بالتحقیق اللہ حکم دیتا ہے۔ عدل اور احسان کے لئے اور ذوی القربیٰ کو عطا کیلئے اور فحشا اور منکرات اور بغی سے روکتا ہے ..... نحل۔ ع۱۳

۲ تو کہہ دے میں تم سے اس پر کچھ اجر نہیں چاہتا لیکن قربیٰ میں تودد۔ شوریٰ۔ ع۳

۳ اگر تو ان کو لڑائی میں پائے تو ان کے ساتھ ایسی شدید جنگ کر کہ اُن سے پیچھے جو اعدا ہیں۔ وہ انکی حالت سے مبہوت ہو کر متفرق ہو جائیں۔ انفال۔ ع۷

۴ قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ (توبہ ع۴)

جنگ کرو جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ حرام جانتے ہیں۔ اس چیز کو جو اللہ نے حرام کی ہے۔ اور نہ دینِ حق کو مانتے ہیں ان میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے حتیٰ کہ وہ جزیہ ادا کریں ہاتھ سے اور پست ہو کر رہیں۔

جملہ کفار اور متذکرہ اہلِ کتاب میں منکرات متذکرہ کا سیران جملہ کفار میں اہلِ کتاب کی مانند تصغیر و جزیہ کے نفاذ بالتمثیل کیلئے ناطق بالعدل ہے دراں حالیکہ ان کا حمول کتاب جو کمثل الحمار یحمل اسفارا کا مصداق ہے ان کے لئے وجہ استثنا نہیں ہو سکتا اور یہی ان کے ذکر خصوص سے مقصد ہے۔

تو وہ قاہرہ کا ایفائے جلال ہے (تصرف فعالیہ مصطفویہ کے ذریعہ تزکیہ اور تعلیم کتاب و حکمت اور مغازی مصطفویہ اسی حقیقت درخشندہ کا اسوۂ فعّال ہے۔

جب اللہ اور اس کے رسول اور امیر فرد اور دولتِ وسطیہ کے دشمن اپنے حرکات عداوت کو بروئے کار لاتے ہوئے حیثیتِ عداوت کو متحقق کر دیتے ہیں۔ جو ان کے مبادئ اعمال (ارادہ) میں استقلال عداوت پہ دلیل ناطق ہے۔ تو ان سے ہرگاہ نتائج عداوت کے سوا کوئی اور امر متوقع نہیں ہو سکتا۔ اور اس لئے کہ حیاتِ جماعت اور حیاتِ فرد میں اساسی و تعمیری نسبت متحدہ متحقق ہے۔ اور اتحاد افکار اور اتحاد اعمال میں نفس جماعت کو نفس فرد کی مانند بنیان مرصوص ہونا چاہئے۔ پس (ان ہر دو دلائل کی روشنی میں) متحارب گروہوں کے ساتھ صلح و جنگ جماعتی حیثیت کے ساتھ ہونا چاہیے۔ کیونکہ صرف وہی جادۂ حیاتِ جماعت و فرد سے دولتِ وسطیہ کی ہیبت قاہرہ کی شوکت کے ساتھ دافع موانع ہو سکتا ہے۔ اور انفرادی مؤدّت کی کوشش ان متحارب گروہوں کے مبادئ اعمال کے کوائف کی شہادت کے ساتھ کچھ سودمند نہیں ہو سکتی بلکہ شخصی طور پر مؤدت کی کوشش ضعف شخصی کی دلیل سے حیاتِ فرد و جماعت کے لئے خطرہ ہے۔ کیونکہ فرد و ملّت میں اساسی و تعمیری نسبت متحقق ہے اور اندفاعِ موانع میں ضعف غلبۂ موانع فتینہ کو ممکن قرار دیتا ہے۔ چنانچہ وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُم مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُونَ الرَّسُولَ وَإِيَّاكُمْ أَن تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ رَبِّكُمْ ...... تُسِرُّونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ ...... إِن يَثْقَفُوكُمْ يَكُونُوا لَكُمْ أَعْدَاءً وَيَبْسُطُوا إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ وَأَلْسِنَتَهُم بِالسُّوءِ (ممتحنہ ع ۱)

اے مومنین میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت اختیار کرو تم ان کی طرف پیغام بھیجتے ہو دوستی کے ساتھ اور انہوں نے کفر کیا ہے۔ جو کچھ تمہارے پاس حق سے آیا ہے اور انہوں نے تمہیں اور رسول کو ملک سے نکال دیا ہے اس لئے کہ تم اپنے پروردگار اللہ پر ایمان لائے ہو۔ ..... تم ان کے ساتھ مخلصانہ دوستی کرنا چاہتے ہو ..... جب انہیں موقعہ ملیگا وہ اپنے ہاتھ اور زبانیں تمہاری طرف برائی کے لئے دراز کر دیں گے۔

مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جن گروہوں کے اعمال اور ان کے مبادی اعمال عداوت کے ساتھ متحقق نہیں ہوتے ان کے ساتھ سلوک احسن تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور جوانب میزانیہ تعلقات میں تنصیف صحیحہ ہے۔ چنانچہ وہ آمر بالعدل عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ أَن تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ - (ممتحنہ ع ۲)

اللہ نہیں منع کرتا ان لوگوں کے ساتھ احسان اور عدل سے جنہوں نے تم سے مقاتلہ نہیں کیا اور تمہیں گھروں سے باہر نہیں نکالا اللہ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

فرمان متذکرہ بالا جس میں متذکرہ اعداء الٰہی سے دوستی کی نہی کی گئی ہے۔ اس کی مزید وضاحت فرمان ذیل میں دلیل متعلق کو عدل کے ساتھ متحقق قرار دیتی ہے۔

إِنَّمَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ قَاتَلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَأَخْرَجُوكُم مِّن دِيَارِكُمْ ...... (ممتحنہ ع ۲)

اللہ روکتا ہے ان سے جنہوں نے دین کے بارہ میں تم سے جنگ کی ہے اور تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیا ہے۔

Marfat.com

الحاصل عدل اساسِ صلح وجنگ ہے۔ اور عدل ہی کائنات انسانی کے ساتھ تودد اخوت کی ایفاء فعّال ہے۔ پس مبادلۂ حسنات اور ایفائے عہود ومواثیق تا آنکہ بمطابق فرامین ربّانی مندرجۂ حاشیہ ہم عہد قوموں کے معاہدین غیر متحارب اور قتال سے غیر جانب دار گروہوں سے اعراض اور پیش کش تسلیم[۲] (صلح) وسلام کا قبول اور خواہندۂ[۳] پناہ کے لئے امن کہ یہ تمام تر بارجوانب میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے۔ کیونکہ جیسے حسنات حسنات سے اور عہد ایفا سے بارجوانب میں ثقل متوازن متحقق کرتا ہے۔ ایسے ہی ہم عہد قوموں کے ساتھ جو قومیں اس لئے معاہدات کرلیتی ہیں یا وہ اس لئے غیر جانب دار رہنا چاہتی ہیں۔ کہ وہ مقاتلہ میں شرکت نہ کریں۔ یہ فعل چونکہ اُن کے مبادی اعمال میں استقلال عداوت کو ظاہر نہیں کرتا اس لئے ان کو قتال سے مستثنیٰ کر دینا چاہیئے جو بارجوانب میں ثقل متوازن ہے۔ اور ان کی فطرت کو پیش کشِ عدل کے سماع کے لئے ان کے کوائف ارادی کی شہادت کے ساتھ گوارائی کیفیت سے قریب تر کردیتا ہے۔

علیٰ ہٰذا جو شخص یا جو قوم قبول عدل (اسلام) سلم (صلح) کے ساتھ جھک جاتی ہے۔ دراں حالیکہ تصغیر اقوام تشدید ملّی کے کوائف ارتقائیہ کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت سلم کی کیفیت ارتقائیہ کی وضاحت ہے۔ تو چونکہ افکار کے حقائق صدقیہ اقوال واعمال کی شہادت کے ساتھ تحقق پاتے ہیں۔ اور دلیل محقق کے بغیر اختلاف افکار واعمال کے متعلق فیصلہ نہیں ہوسکتا اس لئے اس کی جانب سے قبولِ سلام وسلم تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور بارجوانب میں تنصیف صحیحہ ہے

علیٰ ہٰذا جو شخص پناہ چاہتا ہے۔ اس کے مبداءِ عمل میں اس کی کیفیت انفعالیہ کی شہادت کے ساتھ پیش کش عدل کے لئے گوارائی کیفیت واقع ہوجاتی ہے۔ اس لئے اسے پناہ دینی چاہیئے تاکہ وہ عدل کی اثر انگیزیوں سے فطرت یا عدل کی طرف جھک جائے۔ دراں حالیکہ پناہ طلب کرنے پر امن اور رجحان الی العدل کے لئے کوشش تقاضائے تودد کی ایفا بالعدل ہے۔ اور چونکہ فرد اساسِ ملّت ہے۔ اور عدل تمام ملّتِ اسلامیہ میں سیران متحدہ کے ساتھ جاری وساری ہے۔ اس لئے ایک فردِ مسلم یا ایک مسلمۂ مقدسہ کی کسی دوسری قوم کے فرد کیلئے پناہ جو اس کے لئے مُہیّج رجحان الی العدل ہے۔ تمام ملّت کی جانب سے پناہ امن کے مترادف ہے۔

---

[۱] آیۂ إِلَّا الَّذِينَ يَصِلُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ أَوْ جَاءُوكُمْ حَصِرَتْ صُدُورُهُمْ أَن يُقَاتِلُوكُمْ أَوْ يُقَاتِلُوا قَوْمَهُمْ ... الخ۔ نساء ع[۱۲] اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ان آیات کا حکم رفتارِ تدریج کی مطابقت کے ساتھ ناطق بالعدل ہوگا۔ جیسے اس آیت کے بعد آیۂ فاذا انسلخ الاشھر الحرام کا اجرا حالات کی رفتار تدریجیہ کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔

[۲] وَإِن جَنَحُوا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ۔ (انفال۔ ع[۸])

[۳] وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا (نساء۔ ع[۱۳])

[۴] وَإِنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ۔ (التوبہ۔ ع[۱])

Marfat.com

جیسے کہ سنّتِ مصطفوی اس پر شاہد باالعدل ہے۔ اور فرمانِ مصطفوی ذِمَّۃُ الْمُسْلِمِیْنَ وَاحِدَۃٌ یَسْعٰی بِھَا اَدْنَاھُمْ فَمَنْ اَخْفَرَ مُسْلِمًا فَعَلَیْہِ لَعْنَۃُ اللہِ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ اسی ملی حقیقتِ متحدہ کی وضاحت روشن ہے اور اختلاف کو نفسِ ملت سے خارج قرار دیتی ہے۔

ملّت از گرد و اساسِ جانِ فرد — عہدِ ملّت مے شود پیمانِ فرد (اقبال)

نفسِ انسانی اساسِ عدل استوار ہے۔ اور فرد اساسِ ملّت ہے۔ اس لئے دولتِ وسطیہ اصول و فروعِ تہذیب و تدبیر و سیاست میں میزانِ عدل سے اجتماع کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ پس چونکہ امیرِ فرد (جو دولتِ وسطیہ کا محور ہے) کے اور جملہ افرادِ ملّت کے افکار و ارادہا (جو اس کے گرد متد اور باالعدل ہیں) میزان العدل تہذیب و سیاست کی از روئے تجزیۂ قوائے ادراکیہ و تحریکیۂ نفس ایک جانب ہے۔ اور جانب اخریٰ اقوال و اعمال ہیں۔ اور از روئے تجزیہ قوائے ادراکیۂ نفس جانبِ اولےٰ افکار اور جانبِ اخریٰ ارادہا یا مبادیٔ اعمال ہیں۔ اور از روئے تجزیۂ قوائے تحریکیۂ نفس جانب اولیٰ اقوال ہیں اور جانبِ اخریٰ اعمال ہیں۔ اسلئے امیرِ فرد اور ابناؤ و بناتِ دولت کے افکار اور مبادیٔ اعمال کے ساتھ اقوال و اعمال کو متحد باالعدل ہونا چاہئے کیونکہ یہ اور یہ اقوال و اعمال میں اتحاد عدلیہ ہی سیاستِ مدن استحکامِ مستقلہ کے تحقق کا موجب ہے۔ یہ نظامِ مدن میں میزانِ عدل ہے جو فروعِ سیاست میں عدل کو میزانِ متحدہ کے ساتھ نافذ قرار دیتا ہے۔ (دراں حالیکہ افکار اور مبادیٔ اعمال (ارادہا) کا اتحادِ مطمئنہ جو عدل کو فطرتِ نفس قرار دیتا ہے۔ ادراک و تحریک کے مجموعی صبرِ استغراقیہ کے ساتھ اطمینانِ نفس کی حیثیت سے تحقق پاتا ہے۔ جو اضطرابِ فکری سے تطہیرِ ارادہ ہے۔ اور فطرتِ فرد و ملّت میں تمکینِ میزان العدل ہے) پس امیرِ فرد کی محوریت عادلہ کے اسوۂ فعّال کے گرد تداورِ صحیحہ کے ساتھ افرادِ ملّت کے افکار و اعمال اور اقوال و اعمال کو استقلال عہدِ استغراقیہ کے ساتھ عمل اور ہر گونہ خیانت اور اختلافِ مابین سے مطہر ہو جانا چاہئے کیونکہ عمل میزان العدل نفسِ فرد و جماعت کا معیارِ عدل سے سقوط ہے۔ فرمانِ ربانی:۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ (اعراف۔ ع) — تو کہہ دے کہ میرے پروردگار نے حرام کر دی ہیں فواحش ظاہر و باطن اور گناہ (یا شراب) اور بغی غیر حق کو۔

۱؎ جیسے ام ہانی نے ایک شخص کو جو حالت کفر میں اس کا خاوند تھا پناہ دی تو رسول پاک صلعم نے اسے تمام ملّت کی جانب سے پناہ کی حیثیت دی بخاری و مسلم یا مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب الامان مطالعہ فرمائیں علی ہذا بروایت ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انّ المرأۃ لتاخذ للقوم یعنی تجیر علی المسلمین اسی آئینِ اصولی کی وضاحت ہے۔

۲؎ مسلمانوں کی ذمہ برداری متحدہ حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے ایک ادنیٰ فردِ مسلم اس حقیقتِ متحدہ کے حق کو جب استعمال کر لیتا ہے تو تمام قوم پر اس کی رعایت و تحفظ عائد ہوتی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب المناسک باب حرم المدینہ حرسہا اللہ تعالیٰ فصل اول)

۳؎ ابن مسعود سے روایت ہے کہ میں نے ایک شخص کو (اپنے علم کے مطابق) قرأت نبوی کے خلاف پڑھتے ہوئے سنا تو میں حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اس امر کی اطلاع دی تو میں نے آپ کے چہرۂ مبارک سے کراہیت کے آثار محسوس کئے اور آں صلعم فرمانے لگے کہ تم دونوں اچھا پڑھتے ہو۔ پس نہ اختلاف کرو اس لئے کہ وہ لوگ جو تم سے پہلے تھے آپس میں اختلاف کی وجہ سے ہلاک ہو گئے (مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن باب آخر متعلق باالسابق ہے۔ بروایت بخاری۔

اور فرمان ربانی لَا تَخُونُوا اللّٰهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا اَمٰنٰتِكُمْ ۔ (انفال ۔ ع ۳) اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ خیانت نہ کرو۔ اور نہ امانتہائے باہمی ہیں۔

(دراں حالیکہ امانت الٰہی و نبوی یا امانت باہمی کی رعایت حفظیہ تحفظ فطرت و اسرار و اقوال و اعمال و اموال و نفوس دولت و سطبہ و افراد دولت سے تحقق پاتی ہے) اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔ منجملہ مومنت محصنت کی حرمت وحدت ملی کی دلیل سے افراد ملت کے فکر و عمل میں متحقق بالعدل ہونی چاہئے اور خصوصیت کے ساتھ مجاہدین کی عورتوں کی حرمت کو عادل فعال صلعم نے (بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد) قاعدین پر ان کی ماؤں کی مانند قرار فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ اہم افراد یعنی ملت کی حیات اجتماعی کی اساس محکمہ ہیں۔ اور وہ عزوجل فرماتا ہے۔

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ (مومن ۔ ع ۲) وہ خیانت کرنے والے کی آنکھ کو جانتا ہے اور جو کچھ سینہ میں چھپا ہے۔

پس ابو الانس حافظ فطرت عادل فعال امیر فرد پر بالعدل مجاہدین کی مستورات محصنت کی ناموس عظمیٰ کا تحفظ بالعدل ابوت فاضلہ کے تقاضاؤں سے نظام اجتماعی کے ساتھ اور جملہ افراد ملت پر اس کی محوریت محکمہ کے گرد تداویہ صحیحہ کے ساتھ اخوت متحدہ حافظہ کے تقاضاؤں سے بالعدل عائد ہوتا ہے۔

علیٰ ہذا نظام مدن کے اموال منجملہ مال غنیمت سے کسی قسم کی چیز کا چھپا کر حاصل کر لینا جسے غبن کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ اسی غل یا خیانت فاحشہ کی قبیل سے ہے اور مستوجب عقوبت و عذاب شدید ہے یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے بمطابق فرمان ربانی:-

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ ...... الخ (نور ۔ ع ۸) کہ کھاؤ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپوں کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے .... الخ

امیر فرد کی ابوت فاضلہ اور اخوت متحدۂ ملیہ کی دلیل سے مجاہدین بالقتال کے لئے مال غنیمت سے اکل و شرب[1] بلا اسراف اس دلیل سے منجملہ خیانت نہیں ہو سکتا کہ وہ از روئے اسباب موجب حیات و استقلال قوائے عنصری ہے۔ اور اس کی بقائے حیات کے لئے ہر گاہ ضرورت مسلم ہے۔ گویا از روئے عنصریت وہ اساس مقاتلہ ہے۔ دراں حالیکہ مجاہدین کے لئے اسباب عنصری کی جمعیت میدان قتال کے ساتھ حصری خصوصیت رکھتی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد مطالعہ فرمائیں)

علیٰ ہذا ہر گونہ امور تدبیر و سیاست میں قوائے ادراکیہ اور قوائے تحریکیہ اور اقوال و اعمال کے مابین اختلاف اسی غل قلبیہ کی ایک نوع ہے اور اس سے تحفظ عادل فعال اول المسلمین صلعم کی سنت سنیہ کی پیروی میں فردیت امارت کی عادل فعال محوریت حسنہ اور افراد ملت کے تداویہ بالعدل ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔ (آل عمران ۔ ع ۱۷) نبی (یا اس کی پیروی میں امیر فرد) کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ خیانت کرے (یا چھپائے) اور جو کوئی خیانت کرے گا۔ قیامت کے دن لے آویگا اس چیز کو جو اس نے خیانت کی ہے۔ پھر ہر نفس کو جزا دی جائیگی جو کچھ اس نے کیا ہے اور وہ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

[1] كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ..... (اعراف ۔ ع ۳)

Marfat.com

یہ فرمانِ ربّانی ہرگونہ غلّ سے تحفظ کی وضاحت کے ساتھ امیرِ فرد کی محوریت رفیعہ کے استحکام کے لئے اور افرادِ ملّت کے تداور بالعدل میں اتحادِ صحت و تسلسل کے لئے خالقِ حقیقی اور مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف سے عدل کے ساتھ ناطق فرمایا گیا ہے۔
اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ قانونِ عدل جو اساسِ تعمیر تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ وہی سیاستِ بین الدّول میں (جو جائزہ واحد دولتِ وسطیہ کی محیطۂ عالم توسیعِ ملّی کا تدریجی مرحلہ ہے) نافذ بالعدل ہوگا۔ چنانچہ منجملہ جاسوس جو احاطۂ ملّت میں کسی بین الدّول معاہدہ کے بغیر داخل ہوتا ہے۔ چونکہ وہ بالقوہ حاملِ تہلکہ ہے اس لئے اسے ہلاک کر دینا چاہیئے جو بار جوانب میں توازنِ ثقل ہے (تفصیل کے لئے مشکوٰۃ کتاب الجہاد مطالعہ فرمائیں)
نسبتِ تخلیقیہ جو اس عزّوجل کے ساتھ فطرتِ نفس کو حاصل ہے۔ اسی عزّوجل کے لئے عبودیت کو خالص قرار دیتی ہے۔ اس لئے ہرگونہ استغراقی جدوجہد منجملہ قتال کو (جو عبودیت عادلہ کے راستہ سے دفعِ موانع ہے) اس عزّوجل کے لئے خالص ہو جانا چاہیئے۔ جو ایفائے تقاضائے نسبتِ متذکرہ کی دلیل سے بار جوانب میں توازنِ ثقل ہے اور اسی دلیل سے عدل ہے۔ پس ہرگونہ اغراضِ کثیف
(جو بطر اور ریاء الناس اور خواہشاتِ ارضی کی ایفا کو مقصودِ قتال قرار دیتے ہیں۔ چونکہ وہ کشفِ لطافتِ الٰہی اور تحمل کثافت کے نقطۂ عدلیہ سے (جو تقاضائے نسبتِ تخلیقیہ کی ایفا بالعدل ہے) مبداءِ اعمال اور اعمال کا سقوط بالفرط ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ کائناتِ انسانی کی مال و جان و آبرو کیلئے خطرہ شدید ہیں جو فساد فی الارض ہے)
کے تاثرات سے مومنین کے مبادیٔ اعمال کو پاک اور مطہر ہو جانا چاہیئے اور وہ تطہیر و تزکیہ یعنی خلوصِ کامل لوجہ اللہ عزمِ مستحکم کے ساتھ ہرگونہ استغراقی جدوجہد سے تحقق پاتا ہے۔ کیونکہ فطرتِ نفس میں مبداءِ عمل کا اس عزّوجل کے لئے خلوص اس عزّوجل کے ساتھ حیثیتِ نورانیہ کے تحقق کو مستلزم ہے۔ جو نماز اور ذکر وغیرہ عباداتِ استغراقیہ کے ساتھ بمطابق يَهۡدِى اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ يَّشَآءُ[1] اور لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ وَنُوۡرُهُمۡ[2] مومن مجاہد کے مبداءِ عمل میں متحقق ہوتی ہے اور اس عزّوجل کی طرف مائل روحِ الٰہی نوعِ انسانی کے جادۂ رجوعِ منوّرہ سے رفعِ موانع کی حقیقتِ نورانیہ کو اس عزّوجل کے لئے خالص قرار دیتی ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل فرمانِ ربّانی میں اس عزّوجل کے لئے قتالِ مومن کے خلوص کی اور قتالِ کافر کے ہوائے نفس کو مقصود قرار دینے کی توضیح عدل کے ساتھ ناطق فرمائی گئی ہے۔

اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا يُقَاتِلُوۡنَ فِىۡ سَبِيۡلِ الطَّاغُوۡتِ فَقَاتِلُوۡۤا اَوۡلِيَآءَ الشَّيۡطٰنِ (نساء ع)	مومن اللہ کے راستے میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کے راستہ میں پس لڑو شیطان کے دوستوں سے۔

اور وہ جنگ تمام کائناتِ انسانی پر احسان ہے اور حفظِ عدل کی دلیل سے ندائے امن ہے دراں حالیکہ وضاحتِ متذکرہ کی روشنی میں تخصیصِ محوریت (جو نظامِ مدن منجملہ نظامِ عسکریہ میں الوت فاضلۂ فعالیہ کا تحقق ہے) اور اس کے گرد افرادِ ملّت کا تداور بالعدل کہ وہ استقلالِ تداور اور اجرائے تداور کے اتحادِ مسلسلۂ منفعلہ کو مستلزم ہے۔ (جو اطاعت

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ (نور - ع ۵)
[2] ان کے لئے ان کا اجر ہے اور ان کا نور ہے۔ (حدید - ع ۲)

اولی الامر یا الوتِ فاضلۂ فعّالیہ کے ساتھ[1] الحاقِ انفعالی سے تمام ملّت متحدہ یا شرکائے غزو و امر کے لئے اخوتِ متحدہ ملّیہ کی دلیل سے تہیائے تیسر ہے) سطحِ ارض پر دینِ قیم یا فطرت کی تمکین کے جادۂ عدلیہ سے دفعِ موانعِ فتنیہ کو مرجعِ فطری عزّ و جل کے لئے خالص قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل فرمانِ ربّانی میں اسی حقیقتِ جامعہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ جو ثبات اور ذکر اور نور اور اطاعتِ الٰہی و نبوی یا اطاعتِ اولی الامر کے ساتھ حقیقتِ اسلامیہ متذکرہ کے سیرانِ متحدۂ متورہ اور سیرانِ صبر اور امراضِ کثیفہ سے تطہیر (جو استغراقِ متذکرہ سے متحقق ہوتی ہے) کی صراحت روشن ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ۔ (انفال ع ۶)

اے مومنین جب تم کسی دشمن جماعت سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو۔ ممکن ہے تم کامیاب ہو جاؤ اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اور آپس میں اختلاف مت کرو ایسا نہ ہو کہ تم سست ہو جاؤ اور تمہاری ہوا نکل جائے اور صبر کرو اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور ان لوگوں کی مانند نہ ہو جاؤ جو اپنے ملک سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھانے کے لئے نکلتے ہیں۔ اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال کو محیط ہے۔

یعنی قوتِ فعّالیۂ مصطفویہ متواترہ (جو ملّتِ اسلامیہ کے نفسِ فعّال میں کشفِ روحِ الٰہی اور تحملِ کشف کی دلیل سے تحقق پاتی ہے) کے ساتھ الحاقِ انفعالی اور اس کے لوازمِ اتباعیہ میں استقلال بمطابق أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ اطاعتِ الٰہی و نبوی کو متحقق کرتا ہے۔ اور اس کے تصرفِ فعّال کے ذریعہ تمام ملتِ اسلامیہ میں حقیقتِ اسلامیہ کا سیرانِ مشترک وحدتِ ملّی کے تحقق سے دستِ مبارکِ مصطفوی پر تمام ملتِ اسلامیہ کو وحدتِ واسعہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ پس وہ قوتِ فعّالیہ مصطفویۂ متواترہ اس دلیل سے کہ جائز واجد دولت وسطیہ منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ اور الوالانس امیرِ فعّال منصبِ الوت پر وحدتِ قاہرہ کے ساتھ جلال انگیز ہے۔ وحدتِ ملّی کو کشف و تحمل کے سیرانِ متحدہ کے ساتھ اختلاف اور نزاع کے وجود سے پاک اور مطہر قرار دینے کے لئے فیصلِ فعّال ہے۔

(دراں حالیکہ صاحبِ قوتِ فعّالیہ فردیتِ امارت کو آئینِ انتخاب کی اجتہاد بالعدل سے توسیعِ فرعی کے تحت ہرگاہ استقلالِ متواترہ حاصل ہونا چاہئے جو استحکامِ محوری اور نفاذ بالعدل کو خلل (ضعف و فشل) سے محفوظ قرار دیتی ہے۔ جو انقلاب علی الاعقاب[2] سے تحفظِ متشکل ہے)

---

[1] جو شخص اس لئے جنگ کرتا ہے۔ کہ کلمۃ اللہ بلند ہو۔ اور امام کی اطاعت کرتا ہے۔ اور اپنے کریمۂ مال و نفس کو خرچ کرتا ہے اور شریکِ غزو کے لئے موجبِ تیسر ہے اور فساد سے بچتا ہے پس اس کا سونا اور جاگنا مستحقِ اجر ہے۔ مگر جو جنگ کرتا ہے۔ فخر اور ریا اور سمع کے لئے اور امام کی نافرمانی کرتا ہے۔ اور زمین میں فساد کرتا ہے۔ اسے جزا نہیں دی جائیگی۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد)

[2] أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ (اگر وہ وفات پا جائے یا قتل ہو جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر واپس ہو جاؤ گے) (آل عمران۔ ع ۱۵)

اور الحاق انفعالی جو اپنے حقائق منورہ کے ساتھ مستلزم ایفا تعقید عہد بیعت ہے۔ ادراک و تحریک میں اوامر معروف کے لئے اکراہ صبری اور نواہی سے اجتناب صبری کے ساتھ تحقق پاتا ہوا موجب استقلال وحدت ہے۔

پس نفسِ ملّت میں اس وقت انحطاط واقع ہو جاتا ہے۔ جب اس کی امارت قوّتِ فعالیہ سے محروم قرار پاتی ہے۔ اور اس وقت قرح و شکست رونما ہوتی ہے۔ جب قوّتِ فعالیہ سے الحاق انفعالی یا اس کے لوازم اتباعیہ میں ضعف رونما ہوتا ہے اور منجملہ اس لئے اضطرار کثیف کے ساتھ جو ضعفِ صبر سے وقوع پاتا ہے۔ جائز واحد دولتِ وسطیہ کے حیطۂ وسعت میں (جو اصولِ تدریج کے تحت اختلاف السنہ و صُوَر اور اختلاف امزجۂ عنصریہ کی دلیل سے متعدد مدائن اسلامیہ کے اجماع سے متحقق بالوحدت ہے) اگر دو گروہ آپس میں مقاتلہ کے لئے تیار ہو جائیں تو اولاً انس امیر فعّال اور دولت وسطیہ پر اُن کے درمیان سے ان کے عدوانِ باہمی کو دور کرتے ہوئے انکی اصلاح بالعدل عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ محور کے گرد تسلسل تداور یا الحاق انفعالی کے استقلال کو مستلزم ہے۔ جو فشل و ضعف سے تحفظ کے ساتھ موجب استحکام نظامِ دولت ہے۔ اور موجب حیات جماعت ہے۔ جو اساسِ عدل پر استوار نوعِ انسانی کے لئے دولتِ وسطیہ میں استحکام کی دلیل سے پیامبرِ امن ہے۔ کیونکہ جائز واحد دولتِ وسطیہ ہی محورِ فعّال کے تصرف عدلیہ کے تحت اساسِ عدلیۂ نفوس پر مکمل تعمیر قصرِ عدل ہے۔ چنانچہ وہ عزّ و جل فرماتا ہے

وَ اِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰۤى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَ اَقْسِطُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ ۝
(حجرات - ع ۱)

اگر مومنین سے دو گروہ آپس میں لڑیں تو ان کے درمیان صلح کرا دو پس اگر ان میں سے ایک دوسرے پر سرکشی کرے تو لڑو۔ اس سے جو سرکشی کرتا ہے۔ حتیٰ کہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹے پس اگر پھر آئیں تو ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرا دو اور عدل کرو اللہ عادلوں کو محبوب رکھتا ہے۔

(یعنی ان ہر دو گروہوں سے متعلقہ حالاتِ پیش آمدہ کی رو سے مہیجات عنصری کو دولتِ وسطیہ اور اس کے محور کے عدل پر موثر نہیں ہونا چاہیئے۔)

الحاصل ادراک و تحریک میں تحقق صبر جو تکہ کشفِ تحمّل کو متحقق کرتا ہے۔ اس لئے وہ جنسیت نورانیہ کی دلیل سے موجب عندیت الٰہی ہے۔ اور تصفیل کثافت کی دلیل سے مہیجات کثیف کو فطرتِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔ یہ نقطۂ فصل ہے جو مجاہد فی سبیل اللہ کے قتال کو لوجہ اللہ خالص کرتے ہوئے اعدائے الٰہی کے قتال سے ممیز قرار دیتا ہے۔ جو بطر اور ریاءِ الناس اور کثیف خواہشات ارضی کی ایفا کے لئے میدان قتال کی طرف بڑھتے ہیں اور نورِ ابتغائے وجہ الٰہی اور کثافت تاریک میں اختلاف ان کے قتال و جنگ کی وجہ مہیج ہے۔ جو عدل کے ساتھ اختلاف کی دلیل سے اساس عدل پر استوار کائنات انسانی میں نشر فتنہ و فساد ہے۔ پس مومنین کے مبادیٔ اعمال اور ان کے ناپاک مبادیٔ اعمال کے مابین ہرگز تشابہ نہیں ہونا چاہیئے اور اس سے یہ تحفظ عدلیہ مستلزم استغراق متّحد ہے۔ اور جب بمطابق فرمان ربّانی اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا[1] اور قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا[2] مفرط جماعتوں کی فتنہ زا حیثیت

---

[1] جن سے جنگ کی جاتی ہے انہیں (بھی جنگ کی) اجازت دی جاتی ہے۔ اس لئے کہ اُن پر ظلم کیا گیا ہے۔ (الحج - ع ۶)

[2] تم بھی اللہ کے راستہ میں اُن سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں۔ اور زیادتی مت کرو۔ (البقرہ - ع ۲۴)

Marfat.com

ظالمہ مفسدہ دلائل واضحہ کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت نظام اجتماعی محور کے گرد تمادِ صحیحہ کے ساتھ تمام ملّت کو ان کے ساتھ مقاتلہ جمعی کے لئے نشرِ دعوت پر مکلف بالعدل قرار پاتا ہے۔ اور تمام ملّت مجموعاً اس کو الفِ اسلام کی مطابقت بالعدل کے ساتھ قبول کرنے پر مکلّف بالعدل قرار پاتی ہے۔ کیونکہ حیاتِ جماعت اور حیاتِ فرد میں اساسی تعمیری نسبت متحقق ہے۔ اور حیاتِ جماعت کے استقلال کے لئے مستلزم دفع موانع جد وجہد (جو عسر و یسر فرح و فتح ہر گام منازل طے کرتے ہوئے واقعہ ہوتی ہے) اساس عدل پر استوار فطرتِ نوعِ انسانی کے تقاضا کی ایفائے عدلیہ ہے۔ کیونکہ جائزہ واحد دولت وسطیہ منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور ابو الانس (امیر فرد) واحد مرجع نسلی انسان اوّل کے منصب الوث پر ابناؤ بنات دولت کے نفوس میں تمکین نورِ عدل کی جد وجہد کے ساتھ جلال انگیز ہے الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَھُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْھُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ[۱] اور لَا یَسْتَاْذِنُکَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ یُّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِھِمْ وَاَنْفُسِھِمْ[۲] اسی سطوتِ قاہرہ کی وضاحتِ ناطق ہے۔

پس جو لوگ اس دعوت حیات کے قبول سے انکار کرتے ہیں۔ وہ ابوالانس عادل فعّال امیر فرد اور نظام اجتماعی یا عدل کے حضور میں، اپنے کوائف ربیبیہ کی شہادت کے ساتھ جو فطرتِ نفس اور مرجع فطری عزّوجل کے حضور میں اُن کے قلوب کا ارتکاب بغی ہے۔ مجرم قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَکَ وَھُمْ اَغْنِیَآءُ ۚ (توبہ ـ ع ۱۲)

راستہ (الزام) ان پر ہے جو تجھ سے اجازت چاہتے ہیں۔ بحالیکہ وہ اغنیا ہیں۔ یعنی انہیں ضرر یا حاجتِ اضطراری لاحق نہیں ہے۔

(عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَھُمْ ۔ توبہ ـ ع ـ اور فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ تغیراتِ احوال کے ساتھ تطابق عدلیہ کی وضاحتہائے ناطقہ بالعدل ہیں)

پھر وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰہِ لَکُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْھِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْھُمْ ۭ فَاَعْرِضُوْا عَنْھُمْ ۭ اِنَّھُمْ رِجْسٌ (توبہ ـ ع ۱۲)

جب تم جنگ سے ان کی طرف واپس لوٹتے ہو تو وہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں۔ تا کہ تم ان سے اعراض کرو پس ان سے روگردانی کرو۔ کیونکہ وہ نجس ہیں۔

یعنی امیر فرد کو بالعدل یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ان کو دولتِ وسطیہ کے معیارِ اعتماد سے ساقط قرار دے چنانچہ فرمان دیا۔

---

[۱] جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول (کی دعوت) کو قبول کیا اس کے بعد کہ وہ زخم خوردہ تھے اُن سے محسنین اور متقین کے لئے اجر عظیم ہے۔ (آل عمران ـ ع ۱۸)

[۲] جو لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں۔ وہ ہرگز تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے۔ کہ وہ اپنے مال اور جانوں سے اس کے راستہ میں جہاد کریں۔ (توبہ ـ ع)

فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ[1] اِلٰى طَآىِٕفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِيَ اَبَدًا وَّ لَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِيَ عَدُوًّا ..... وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ ..... اسی نسخِ اعتماد کی وضاحت ہے۔ جو توبہ و اصلاح کے بعد بمطابق وَّلَا تَقْبَلُوْا[2] لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ مغفرتِ الٰہی کو نہیں روکتی۔

اور بلاشبہ وہ لوگ جو جہاد بالقتال کے ساتھ (جو دولت وسطیہ کے جادۂ حیات عدل سے دفع موانع ہے) ذاتِ رجعی عزّوجل میں استغراق سے اپنے اموال اور اپنی جانوں کو نثار کرتے ہوئے مقصود لا الٰہ الا اللّٰہ کی ایفا عمل بیّنہ کے ساتھ متحقق کر دیتے ہیں۔ جو تقاضائے فطرت کی ایفا بالعدل ہے۔ اور سطحِ ارض پر دولت وسطیہ کا فردیت امارت کے گرد تداور صحیحہ کے ساتھ نور فردیت الوہیت کے جادۂ نشر بالعدل سے دفع موانع ہے (درآں حالیکہ نورِ نفس اور معرفتِ الٰہی متحد الحقیقت ہے) وہ عندیت قربیۂ مرجعی عزّوجل کی دلیل سے قاعدین پر درجات فضل کے ساتھ مشرف قرار پاتے ہیں۔ مگر چونکہ حقائق اعمال کے متعلق مبادیٔ اعمال کے کوائف کی شہادتیں[3] کے ساتھ فیصلہ کیا جاتا ہے اس لئے وہ لوگ جو حاجات اضطراریہ یعنی تحقق ضرر کی دلیل سے اپنے ارادہ ہائے مستغرقہ کو جہاد بالقتال کے ساتھ انجام نہیں دے سکتے یا وہ شعبہائے نظام مدن کے استحکام میں جو اساسِ استحکام نظام عسکر ہے۔ اپنی ہر گونہ قوتوں کو اپنے ارادہ ہائے مستغرقہ کے ساتھ مصروف[4] کر دیتے ہیں۔ وہ اپنے مبادیٔ اعمال کی شہادتِ راسخہ کے ساتھ مجاہد بالقتال ہیں۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ (نساء ع ۱۳)

مومنین سے گھر بیٹھنے والے (مگر سوائے اولی الضرر یعنی مجبور لوگوں کے) اور اللہ کے راستے میں اپنے مال اور جانوں سے جہاد کرنے والے کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔

---

[1] پس اگر تجھے اللہ اُن میں سے ایک گروہ کی طرف لوٹا کر لے آئے پھر وہ تجھ سے خروج کی اجازت چاہیں تو کہہ دے تم میرے ساتھ ہرگز کبھی خروج نہیں کر سکتے اور نہ تم میرے ساتھ کسی دشمن سے کبھی لڑ سکتے ہو۔ (توبہ ع)

[2] اور اُن کی ہرگز کبھی گواہی قبول نہ کرو اور وہ فاسق ہیں لیکن جنہوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اصلاح کر لی پس اللہ غفور الرحیم ہے۔ (نور ع)

[3] جیسے حضرت انس سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو فرمایا کہ مدینہ میں ایسے لوگ ہیں کہ وہ تمہارے ساتھ ہمسفر نہیں ہوئے اور نہ کوئی وادی قطع کی ہے لیکن وہ تمہارے ساتھ تھے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تمہارے ساتھ اجر میں شریک ہیں تو صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ کیسے؟ بحالیکہ وہ مدینہ میں ہیں تو آپ صلعم نے فرمایا اُن کو عذر نے روک دیا ہے اور اس لئے وہ مدینہ میں ہیں ..... (مشکوٰۃ کتاب الجہاد بحوالۂ بخاری و مسلم)

[4] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی لحیان کی طرف ایک لشکر بھیجا اور فرمایا کہ ہر دو شخصوں میں ایک (شریک لشکر ہونے کے لئے) اور اجر دونوں میں مشترک ہوگا (مشکوٰۃ کتاب الجہاد بحوالۂ مسلم) اور فرمان مصطفوی۔ للغازی اجرہ وللجاعل اجرہ واجر الغازی۔ (مشکوٰۃ کتاب الجہاد بحوالۂ ابو داؤد) بھی اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ نیز فرمان ربانی وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ لِلْقِتَالِ ۝ کے مقصود عظمیٰ کی بھی فرمان موخر الذکر کے ساتھ شرح فرمائی گئی ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ نفسِ انسانی قوائے ادراک و تحریک پر مشتمل ہے۔ اور ان ہر دو قوائے کا اتحاد ارادہ و عمل کا اتحاد ہے۔ کہ اسی کے ذریعہ امور و مہمات انجام پاتے ہیں۔ اور کسی ایک قوت کا متاثر ہو جانا انجاحِ امور کو متعذر کر دیتا ہے۔ اس لئے ضرر سے مقصود وہ جملہ موانع ہیں۔ جو مومنین کے ارادہ عمل کو متاثر قرار دیں۔

منجملہ قوائے تحریکیہ کا متاثر ہو جانا ضرر کی حیثیت کو واضح طور پر متعین کر دیتا ہے۔ مگر قوائے ادراکیہ کے تاثرات کا علم تفحصِ احوال کو مستلزم ہے اور اُن سے تحفظ دولتِ وسطیہ اور اس کے محور کی ابوتِ فاضلہ کی سیاست بالعدل کے ساتھ تعلق رکھتا منجملہ یتٰمیٰ کے لئے تعلیم و تربیت اور ان کی ہر گونہ کفالت علیٰ ہٰذا ایامیٰ اور جملہ ابناء و بناتِ دولت کے لئے ابوت فاضلہ یا قربیت امارت کی جانب سے فرائض ابوت اور حقوق بنوت کی بالکمال ایفا بالعدل ہی مجاہدین کے مبادیٔ اعمال کو ضرر ارادی سے محفوظ قرار دے سکتی ہے۔ علیٰ ہٰذا سیاستِ مدن کی جانب سے ان کے قرض کی[1] ادائیگی اور ان کے متعلقین کی ہر گونہ کفالت اور ان کے جملہ حالاتِ معاشری کا احتساب بالعدل ہی ان کے ارادہ کو تاثراتِ ضرریہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ جو میدان قتال میں ثبات ارادہ کا موثراتِ خارجیہ سے تحفظ ہے۔ چنانچہ یہ فرمان ربانی اُن حقائق متذکرہ کی تصدیق بالعدل ہے ؎

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى
الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا
نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ
مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۙ وَّلَا
عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ
لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ
تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ
(توبہ - ع ۱۲)

نہ کمزوروں پر اور نہ بیماروں پر اور نہ ان پر حرج ہے جو خرچ نہیں پاتے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کے خیر خواہ ہوں محسنین پر کوئی الزام نہیں ہے۔ اور اللہ غفور الرحیم ہے اور نہ اُن پر کوئی حرج ہے کہ وہ جب تیرے پاس آتے ہیں۔ تاکہ تو ان کو سواری دے اور تو اُن سے کہتا ہے کہ میرے پاس تو سواری نہیں۔ تو وہ واپس ہو جاتے ہیں۔ دراں حالیکہ اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہیں۔ اس لئے کہ وہ نہیں پاتے کہ خرچ کریں۔

دراں حالیکہ ضعف (جو فرمان ربانی میں مذکور ہے) ارادہ و عمل کو لاحق ہوتا ہے۔ نیز غزا کے لئے نفق اہل و عیال افراد کے لئے تہیائے نفق کو مستلزم ہے۔ اور ان الالنس امیر فرد ابوت فاضلہ کی دلیل سے غزا و معاشرہ کیلئے تہیائے نفق پر مکلف بالعدل ہے۔ اموال و اراضیٔ غنیمت کی تقسیم منجملہ اسی حقیقت پر شاہد بالعمل ہے گویا امیر فرد کی جانب سے دعوت الی القتال اور ابناء و بناتِ ملت کی ہر گونہ کفالت بہ تحفظ از ضرر ارادی ہے لازم و ملزوم ہیں چنانچہ بروایت بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد ایک شخص کو عادل فعال صلعم نے اپنے والدین کی خدمت کے لئے جہاد سے واپس فرماتے ہوئے ابوت فاضلہ کی جانب سے اس کفالتِ عظمیٰ کے حقائق کی تصدیق فرمائی جو اراکینِ نظام مدن اور افراد عسکر

---

[1] رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْقَتْلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُكَفِّرُ كُلَّ شَيْءٍ اِلَّا الدَّيْنَ .... (بروایت مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد) کیونکہ قرض کا وجود افراد کو ظلم کے ساتھ متاثر کرتا ہوا وجہ فساد ہے۔ اور نظام مدن میں وجہ ضعف ہے

ہیں کفالت معتمدۂ متذکرہ کے سیران بالعدل کی وضاحت ہے۔ علیٰ ہٰذا اس عادل فعّال صلعم نے (بروایت بخاری و مسلم بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب قسمۃ الغنائم اس ارشاد کے ساتھ ان حقائق کی وضاحت فرمائی کہ انبیائے ما قبل سے ایک نبی نے جہاد میں حکم دیا کہ ہمارے ساتھ کوئی ایسا شخص نہ ہو جس نے کسی عورت سے نکاح کیا ہو۔ اور تمنا کے ہوتے ہوئے ابھی اُسے گھر میں نہ لایا ہو۔ اور نہ ساتھ ہو۔ میرے وہ شخص کہ جس نے گھر بنایا ہو اور اس پر چھت نہ ڈالی ہو اور نہ وہ شخص مرے ساتھ ہو جس کی بکریاں گابھن ہوں۔ اور وہ ان کے ولاد کا منتظر ہو۔ ان ہر دو احادیث میں جزئیات کا بیان دراصل اس کلیہ کی وضاحت ہے۔ کہ جیسے مریض اندھا اپاہج وغیرہ میدان جنگ میں نقصان اعضا کی دلیل سے جہاد بالقتال سے معذور قرار پاتا ہے۔ اسی طرح ارادہ کا تزلزل یعنی ضعف ارادی اعضا کو ثبات سے متعذر کر دیتا ہے۔ اس لئے امیر فرد پر عائد ہوتا ہے۔ کہ افراد عسکر کے اور اساس نظام عسکر یعنی نظام مدن کے اراکین کے مبادیٔ اعمال کو موثرات اندیشہ سے فارغ قرار دے۔ جو ابوتِ فاضلہ اور محوریت محکمہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کے گرد تداور ابنائے دولت کے لئے وجہ استقلال ہے۔ چنانچہ عادل فعّال اول المسلمین صلعم کے عہد مبارک میں متوفی کے ترکہ کو حق ورثا قرار دیتے ہوئے ادائے قرض کو اس صلعم کا اپنے پر عائد فرمانا (بحوالہ بخاری یا بحوالہ سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم اخلاق نبوی) امیر فرد کی جانب سے منجملہ اسی متذکرہ ابوت فاضلہ کے تقاضاؤں کی ایفا کا اسوۂ فعّال ہے۔

پس جب ابو الانس امیر فرد کی محوریت محکمہ کے گرد تداور مستقیمہ یا متحقق بالشہود ثبات ارادہ و عمل کے ساتھ سابقین افرادِ ملت میدان قتال کی طرف بڑھتے ہیں۔ تو نقطۂ مقصود کے اس تعین مشہود کی قوت محققہ کے ساتھ (جو حامل روحِ الٰہی نوعِ انسانی کے نور نفوس یا معرفت الٰہی کی سطح ارض پر درخشانی سے حجابات کثیفہ کا اندفاع ہے) بیس ارادہ ہائے مشہود متحمل نور توابع تحریکیہ کے ساتھ دو صد عزائم تاریک اور ان کے مفسدِ کثیف توابع تحریکیہ پر غالب قرار پاتے ہیں۔

مگر چونکہ ملتِ وسیعہ کے افراد میں تکمیل تعدیل تک مدارج تدریجیہ ہیں۔ اس لئے نفس ملت اور اس کی وسعتِ مستدرجہ میں افرادِ ملت کے افکار صحیحہ کے غیب سے رویئت تک کے کوائف مستدرجہ کا اجتماع اپنے مواقع کے ساتھ تطابق عدلیہ کے تحت اس نسبت متذکرہ میں تخفیف کے لئے فیصل بالحق ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِؕ	اے نبی مومنین کو قتال کے لئے مستعد کر۔
اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ○	اگر ہوں تم میں سے بیس صبر کرنے والے وہ غالب آئیں گے دو صد پر اور اگر تم میں سے ہوں گے یکصد وہ ایک ہزار کفار پر غالب آئیں گے اس لئے کہ کفار ایسے لوگ ہیں جو نہیں سمجھتے (یعنی ان کو شہود حاصل نہیں ہے)
اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَ عَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ ضَعْفًاؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِۚ وَ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا	اب تخفیف کی اللہ نے تم سے اور اس علم کے ساتھ کہ تم میں کمزور لوگ بھی ہیں پس اگر تم میں سے یکصد صابر ہوں گے۔ تو وہ دو صد پر غالب آئیں گے۔ اور اگر ایک ہزار ہوں گے تو وہ

Marfat.com

اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ○ دو ہزار پر اللہ کے حکم سے غالب ہونگے۔ (انفال ع ۹)

کیونکہ قتالِ کفار کا نقطۂ مقصود فکر تاریک یا ظنِ محض یا خواہشات کثیف ہیں اس لئے وہ ثباتِ مشہود (بالفعل و بالقوہ) کے استقلال پائندہ کے روبرو اپنی مذبذب کیفیت تاریکیہ کی رو سے اپنے اضطراب و ریب کی شہادت کے ساتھ مقاومت نہیں کرسکتے آیاتِ متذکرہ میں اسی حقیقت صدقیہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ نیز فرمان ربانی وَلَنْ تُغْنِیَ عَنْکُمْ فِئَتُکُمْ شَیْئًا وَّلَوْ کَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ (انفال ع ۲) اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

پس ابوالانس امیر فرد کی محوریت محرّضہ نفوسِ افراد میں ان کے کوائف انفعالیہ پر اپنے تصرّفات فعّالیہ کے کوائف محرّضہ کی روشنی میں (جو نفس ملت میں حقیقتِ اسلامیہ کے سیرانِ متحدہ کے تموج کی اس تجدید کو مستلزم ہے جو نفوسِ افراد میں ثباتِ مشہود کے کوائف علمیہ کو نفس ملت میں متموج قرار دیتی ہے) ہر دو نسبتہائے متذکرہ یا نسبتہائے مابینہ ہر گونہ کوائف خفافؔ و ثقالِ افرادِ عسکر اور ان کے کوائف شہودیہ اور کیفیت قتال کی مطابقت کے ساتھ معیّن کرسکتی ہے۔

دراں حالیکہ جن لوگوں کے قلوب میں کیفیت انفعالیہ متحقق نہیں ہوتی اور اس لئے تصرّف فعّال کے ذریعہ ان میں حقیقت اسلامیہ کا سیران متحدہ متموج نہیں ہوسکتا اور ان کے عزائم محوریت امارت کے گرد متدار یا العدل نہیں ہوتے پس وہ اپنے لئے جہاد بالقتال میں شمولیت کو گوارا نہیں کرسکتے اور اگر وہ شامل عسکر ہوں تو ان کے مبادیٔ اعمال کی شہادت کے ساتھ ان کا وجود متدار عسکری میں موجب خلل ہوتا ہے۔ اس لئے انہیں ترتیب عسکری سے ان کے ترشحات باطلہ (جن سے اثر پذیری انقلاب علی الاعقاب کی موجب ہوسکتی ہے) کی شہادت کے ساتھ خارج کردینا چاہیئے چنانچہ وہ عزوجل ان کی جہاد میں شامل نہ ہونے پر اجازت طلبی کی وجوہِ ربیبیہ کی وضاحت کے بعد فرماتا ہے۔

لَوْ خَرَجُوْا فِیْکُمْ مَّا زَادُوْکُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۠اَوْضَعُوْا خِلٰلَکُمْ یَبْغُوْنَکُمُ الْفِتْنَۃَ ۚ وَفِیْکُمْ سَمّٰعُوْنَ لَھُمْ ؕ

اگر یہ لوگ تمہارے ساتھ نکلتے تو نہ بڑھاتے مگر خرابی ۔ ۔ ۔ الخ

(التوبہ ع ۷)

نفس انسانی جامع قوائے ادراک و تحریک ہے اور تمام کائنات انسانی کا مبداء ارواح وہ عزّوجل ہے اسلئے افراد نوعی کے قوائے نظری و عملی یعنی افکار اور مبادی اعمال کا داعی الی المرجع کی محوریت کے گرد تدار صحیحہ کے ساتھ رجوع الی المرجع عزّوجل میں اتحاد انہیں فکر واحد اور ارادۂ واحد قرار دیتا ہے۔ اور اسی کے تحت قوائے تحریکیہ وحدت محققہ کے ساتھ اپنا عمل انجام دیتی ہیں۔ یہ وحدتِ ملّی کا تحقق وسیعہ ہے۔ جو ملتِ اسلامیہ کو فیصلۂ فطرت کے ساتھ قید مرز و بوم سے آزاد قرار دیتا ہے۔

۱؎ اور تمہاری جماعت ہرگز تمہارے لئے کفایت نہیں کرے گی۔ اگرچہ زیادہ ہو۔ اور اللہ مومنین کے ساتھ ہے۔ (انفال ع ۲)

۲؎ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ ۔ ۔ ۔ (توبہ ع ۶)
نکلو سبکبار یا گرانبار اور اپنے مالوں یا جانوں کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔

۳؎ اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یَرُدُّوْکُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ○ (آل عمران ع ۱۶)
یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ کفر اصولی۔ اور کفر جزئی اور نفاق اور اہل کتاب کا کفر کفر مطلق کی جزئیات ہیں۔

Marfat.com

پس اگر ایک مسلم اقصائے مغرب میں ہو تو اس کے استنصار عدلیہ فی الدین سے جائز واحد دولت وسطیہ پر جس کا استحقاق وسعت تمام عالم کو محیط ہے۔ فیصلۂ فطرت کے ساتھ اس کے لئے تحفظِ میثاق و عہود کے ساتھ نصر بالعدل عائد ہوتی ہے۔ اور یہی ہیئتِ قاہرہ ملتِ اسلامیہ میں وحدتِ محققہ کی دلیل سے اقصائے عالم میں ہر فردِ مسلم کے مال اور جان اور نفس اور ملتِ وسطیہ کی عزتِ جمعی کے تحفظ بالعدل کی ضمانت عظمیٰ ہے۔ ورنہ نفوس مفرطہ یا ایسی جماعتیں جو مختلف نقطہ ہائے فرط پر اتحادِ افکار کی دلیل سے اجتماع پاتی ہیں۔ اور فرطِ ان کی وحدتِ جمعی کا انقطاعِ متحدہ ہے۔ اپنی خواہشاتِ کثیفہ کے مہیّجات سے مومنین کے اموال و نفوس و اعراض حُرم کو فساد و فتن سے متاثر کر سکتی ہیں چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّن وَلَايَتِهِم مِّن شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُن فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۝

(انفال - ع۱۰)

جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت نہ کی تم پر ان کی ولائیت[1] سے کچھ نہیں حتیٰ کہ وہ ہجرت کریں اور اگر وہ دین کے بارہ میں تم سے مدد چاہیں تو تم پر ان کی مدد عاید ہوتی ہے لیکن وہ قوم کہ تمہارے اور اس کے مابین عہد ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو جانتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں (اس لئے) اگر تم ایسا نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد بپا ہو جائے گا۔

جادۂ سلوک سے دفعِ موانع مجملہ سلوک عدل ہے۔ ہجرت اور جہاد بالقتال تدریجی جد و جہد ہے۔ جو نفسِ انسانی میں کشفِ روحِ الٰہی اور تحملِ کشف کے لئے جد و جہد کو موانع سے اور جد و جہد سے موانع کو دور کر دیتی ہے۔ اور اسی لئے تقاضائے فطرت یا فرضِ فطری کی ایفا ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے:

قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ۝

(النساء - ع۱۴)

تو وہ کہیں گے کہ ہم زمین پر کمزور تھے تو ملائکہ جواب میں کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی پس تم اس میں ہجرت کرتے۔

نیز نفوس منکشف بالنور اور متحمل نور کے تاثراتِ حکمت چونکہ بنی نوع کو عدل کے ساتھ متاثر کر دیتے ہیں۔ دراں حالیکہ قبول حق کی صلاحیت رکھنے والے نفوس جن کے اعضائے قبول نفوس فعّال کے ایام ولادو طفلی کی عنصریات محض سے مملو نہ ہوں وہ ہر دو تاثرات یعنی علویات و عنصریات کے لئے گوارائی کیفیت کے ساتھ ان کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس لئے ہجرت توسیع ملّی کے لئے گویا فاتحۃ الابواب ہے۔ اور کشف و تحمل کے لئے جد و جہد کی دلیل سے مرجعِ فطری

---

[1] ولائیت کی ایک جزئی وضاحت میراث بھی ہے۔ لیکن یہاں ولائیت سے ایسی کفالت کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہر فرد پر اہلۂ دولت کے تعلق عائد ہوتی ہے۔ یعنی آن غیر مہاجر اور کفار کے ملک میں مقیم مومنین کے متعلق تم پر ایسی کفالت تو نہیں آتی لیکن .... الخ

Marfat.com

عزّوجل کے لئے اس کی خصوصیت اس عزّوجل کی مدد کو مستلزم ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (نساء۔ع۱۴)	اور جو اللہ کے راستہ میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں پائیگا بہت وسیع جگہ۔

الحاصل وہ عزّوجل خالقِ فطرتِ نفس ہے۔ اور نفسِ انسانی میں تودلیۂ روحِ الٰہی کی دلیل سے وہ مبداء ارواح ہے اس لئے نفس کا اور مسخراتِ نفس (اموال) کا خالقِ نفس اور مبداء ارواح عزّوجل کے حضور میں ایثار (جو حاملِ روحِ الٰہی نفسِ فرد اور نفسِ جملہ نوعِ انسانی کی صلاحِ عدلیہ کے لئے جہدِ استغراقیہ اور اس کے راستہ سے دفعِ موانع ہے) تقاضائے فطرت کی ایفا ہے جو اپنے اصل کے ساتھ وصال کی دلیل سے تحققِ عندیتِ مرجعی عزّوجل ہے۔ جو نفسِ انسانی میں تحملِ کشفِ روحِ الٰہی کی دلیل سے مستلزم ظرفیت ہے۔ جسے جنت العظمٰی کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ مبداء ارواح عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ قف	اللہ نے مومنین سے ان کے نفوس اور اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں وہ اللہ کے راستہ میں لڑتے ہیں اور قتل کرتے ہیں۔ اور قتل ہوتے ہیں۔ (توبہ۔ع۱۴)

دراں حالیکہ یہ بیع و شریٰ تاسیسِ ملی اور توسیعِ ملی اور تشدیدِ ملی میں منازلِ تدریجیۂ حسنہ کو بالعدل طے کرتے ہوئے کوائفِ نفس دہر کے ساتھ تطابق بالعدل سے جہاد بالعلم اور ہجرت اور انفاق اموال اور ایثارِ نفوس

(کہ یہ سب اقسامِ جہاد ہیں اور حسنِ عدلیۂ ابلاغ اور حسنِ عدلیۂ نفق اور حسنِ عدلیۂ ایثار کی دلیل سے حیاتِ فرد و جماعت کو تہلکہ[1] سے بچاتی ہوئیں موجبِ استقلالِ حیاتِ فرد و جماعت ہیں)

سے تحقق پاتا ہے اور دولتِ وسطیہ عدلِ معاشرہ اور عدلِ نظام اور عدلِ دفاع سے بنیادِ مستحکم پر شدتِ غالیہ کے ساتھ تعمیرِ کمال میں متحقق ہوتی ہے جو اساسِ عدل پر استوار اور حاملِ روحِ الٰہی نوعِ انسانی کے تقاضہائے فطری کی وحدتِ مرجعِ نسلی اور وحدتِ منزلِ اوّل اور اساسِ عدلیۂ نفس کی دلائلِ روشن کے ساتھ ایفا بالعدل ہے۔ کیونکہ دولتِ وسطیہ نفسِ فرد و ملت میں کشفِ روحِ الٰہی اور تحملِ کشف کے ساتھ

(جو امیرِ فرد کی محوریتِ فعّال (یعنی واحد مرجعِ فطری عزّوجل کی نیابتِ قاہرہ یا واحد مرجعِ نسلی کے مقامِ ابوت پر فائز فردیت امارت) کے گرد تداور صحیحہ سے تحقق پاتی ہے)

کشفِ روحِ الٰہی اور متحملِ کشفِ روحِ بخاری کے تقاضا ہائے عنصری کی ایفا بالعدل کو جمعیتِ واسعہ کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ جو وضاحتِ متذکرہ کی روشنی میں سطحِ ارض پر تمکینِ للّٰہیت ہے۔ اور حقیقتِ سجود و طہر ہے۔ یعنی فرمانِ مصطفوی جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا[2] کا مقصودِ معنوی ہے۔ پس نفسِ انسانی میں کشفِ روحِ الٰہی اور تحملِ کشف اور

---

[1] کیونکہ فرطِ ابلاغ و نفق و ایثار مداہنت کے ساتھ موجبِ تہلکہ ہے۔ فرمانِ ربانی وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۚ وَاَحْسِنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (بقرہ۔ع۲۴) اسی نفاذِ حفظیہ کیلئے ناطق بالعدل ہے۔

[2] روئے زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور کردی گئی (عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم مشکوٰۃ باب فضائل سید المرسلین)

Marfat.com

اس کے تاثراتِ فعّالیہ سے حقیقتِ اسلامیہ کا نفس عسکر میں سیران متحدہ اس میں نورِ قاہر عزّوجل یا شہود غالب عزّوجل کے تحقق کی دلیل سے عساکرِ اسلامیہ کو ربیّون[1] قرار دیتا ہوا وھن اور ضعف اور استکانت سے ان کو پاک کر دیتا ہے اور بمطابق فرمانِ ربّانی لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ[2] نفس دولت میں متذکرہ کشف قاہر کا استقلال جو موجب استقلال ثبات ہے۔ سطحِ ارض پر ان کے استقلالِ غلبہ و قہر کے لئے بمطابق فرمانِ ربّانی وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ[3] ۝ فیصل بالحق ہے۔ گویا نفسِ مدن و عسکر سے مستلزم اعلاء دفع وھن و استکانت جو آیۂ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ[4] ۝ سے مرجع فطری عزّوجل نے مقصود فرمایا ہے ہر گونہ جہد استغراقیہ اور جادۂ جہد سے دفع موانع میں عادل شدّتِ قاہرہ کو مستلزم ہے کیونکہ متوّر جہد استغراقیہ کمال جہد سے ہی کمالِ کشف و تحمل کو متحقق کرتی ہے۔ اور فرد و ملت کا سلوک جادۂ عدل دفع موانع مفرطہ کو مستلزم ہے اور عدل و فرط میں اختلاف جنسیت قوت دفاع میں شدّت بالعدل کو ضروری قرار دیتی ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ۝
وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا
لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ
بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ وَ
بِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ (انفال۔ ع ۲)

اے مومنین جب تم کفار سے ملو لشکر کی صورت میں تو ہرگز
پیٹھ نہ پھیرو اور جو اس دن اپنی پیٹھ موڑے گا (لیکن
قتال سے تحرف کے لئے یا جماعت سے ملنے کے لئے) پس
وہ تحقیق اللہ کی جانب سے مغضوب ہوا اور اس کا ماویٰ
جہنم ہے اور بری بازگشت۔

(کیونکہ نفق اموال و نفوس یا دفاع میں افراط و تفریط اپنے ہاتھوں سے مکمل نفس فرد و جماعت دولتِ وسطیہ اور فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے حیات فرد و جماعت کو تہلکہ[5] کی طرف دھکیل دینے کے مترادف ہے۔ گویا عدلِ دفاع جادۂ عدل نفسِ فرد و جماعت سے دفع موانع بالعدل کی دلیل سے حسن عمل یا للّٰہیت ہے۔ چنانچہ آیۂ بالا وضاحتِ جزئیات کے ساتھ منجملہ اس افراط و تفریط دفاع سے تحفظ عدلیہ کے لئے ناطق بالحق ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ انسانی خورد و نوش وغیرہ کو بقائے حیات عنصری کا صرف ظاہری سبب قرار دیا گیا ہے ورنہ شباب سے پیری کی طرف رجوع ممکن نہ ہوتا اور خورد و نوش کی ارتقائی حیثیتیں موت کو لوٹا سکتیں مگر

---

[1] وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ فَمَا وَهَنُوْا لِمَاۤ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (آل عمران۔ ع ۱۵) (کئی پیغمبروں کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والے لڑے پھر جو تکلیف ان کو اللہ کے راہ میں پہنچی اس سے ہمت نہیں ہارے اور نہ سست ہوئے اور نہ دب گئے
قال قائلٌ یا رسول اللہ ما الوھن قال حب الدنیا وکراھیۃ الموت (مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب تغیر الناس)
[2] اللہ تعالیٰ کسی قوم کو جو نعمت عطا کرتا ہے۔ اسے ہرگز نہیں بدلتا۔ جب تک کہ وہ اپنے ذاتی حالات کو خود نہ بدلیں (انفال۔ ع ۷)
[3] تحقیق ہمارے لشکر ہی غالب ہیں۔ (صافات۔ ع ۵)
[4] اور ہمت مت ہارو اور غم نہ کرو۔ تم ہی بلند ہو بشرطیکہ تم مومن ہو۔ (آل عمران۔ ع ۱۴)
[5] وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَاَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (البقرہ۔ ع ۲۴)

Marfat.com

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا یہ قضائے مبرم اس حقیقت پر دلیل ناطق ہے۔ کہ حیات و موت خالق حقیقی عزّوجل کے دستِ قدرت کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ اس لئے جبن اور بزدلی موت سے ہرگز نہیں بچا سکتی بلکہ وہ مرگ عزت ہے۔ کیونکہ ضعف فرد کو جماعت کے حضور میں مجرم قرار دیتا ہے۔ اس لئے کہ فرد اساسِ جماعت ہے۔ اور ضعفِ جماعت ضعف دفاع کی دلیل ہے موانع مفرطہ کے غلبہ و شدت کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور سلوک عدل کو متعذر کر دیتا ہے۔ گویا وہ اساس عدل پر استواد جانِ روحِ الٰہی فطرت انسانی کے حضور میں ارتکاب جرم ہے۔ اس لئے مبداء ارواح عزّوجل کے حضور میں جب وہ ارادہ[1] کے ساتھ تحقق اتحاد سے واقع ہو جاتا ہے۔ تو وضاحت آیۂ بالا کی روشنی میں مستوجب عقوبت ہے۔ پس عسکر قاہرہ اسلامیہ پر دفع موانع میں عادل شدتِ قاہرہ (جو الی الصدور و القلوب کے متعلق ابتلاء[2] امتحان کا کامیابی کے ساتھ تحقق ہے) فیصلۂ فطرت کی رو سے بالعدل عائد ہوتی ہے۔ جو آیۂ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً[3] سے مرجع فطری عزّوجل نے مقصود فرمایا ہے۔ اور وہ نفس عسکر میں تخصیصِ محوریت کے ساتھ اس کے گرد تداور بالعدل کے استقلال شدیدہ کو مستلزم ہے جو اس فرمانِ ربّانی سے مقصود ہے۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ (التحریم۔ ع۔ توبہ۔ ع) — اے نبی کفار اور منافقین کے ساتھ جہاد کر اور ان پر سختی کر (یعنی ان کی حیثیت مانعی کے دفاع میں شدت ہونی چاہیئے)

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ کفار اور منافقین کو ابلاغ عدل اور ان سے اعراض اور صبر بر ایذا اور عفو و سلام[4] وغیرہ مماثلات جو فرمان حکیم میں مذکور ہیں۔ اُن کے ساتھ ابلاغ اور معاملہ کے کوائف عدلیہ کی وضاحتہائے مستدرجہ ہیں تا آنکہ بہ تطابق تشدید ملی از روئے دفاعِ عدلیہ جب جنگ متحقق ہو جاتا ہے۔ تو شدت قاہرہ یا شجاعت کے ساتھ موانع فطریہ کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا چاہیئے۔ جو متذکرہ فرمان ربّانی یا فاقتلوا المشرکین کا مدعا و مقصود ہے۔ دراں حالیکہ بمطابق فرمان ربّانی قولوا للناس حسنا اور فرمان ربّانی جادلهم بالتي هي احسن قول حسن ہر مرحلہ پہ تقاضائے فطرتِ عادلہ کی الیفلئے راغب ہے۔ دراں حالیکہ دین میں اکراہ نہیں ہے۔ جو ابلاغ عدل کے ساتھ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینے کے ہم معنی ہے۔ اور جنگ کا مقصد دفاع موانع ہے اور اسی دلیل سے داعی الی المرجع کفر و انکار کے بعد وکیل و حفیظ قرار نہیں دیا جا سکتا۔

---

[1] لغزش نسیانیہ کے تحت اگر کسی قسم کا مظہر جبلیہ واقع ہو۔ اسے ارادہ کے ساتھ متحقق نہیں کہا جا سکتا إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (آل عمران۔ ع[16]) اور وَلَقَدْ عَهِدْنَا إِلٰى آدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا۔ (طٰہٰ۔ ع) اسی حقیقت کی وضاحت ہے (دراں حالیکہ محور فرد پر موثراتِ فعالیۂ محوریہ کے ذریعہ حالات کے تطابق عدلیہ کے ساتھ اس کا انسداد عائد ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اندفاعِ زلّت یا دفع مظاہر تفریطیہ ہے۔ اور تہیج شیطان اور استلزم عفو اسی ضرورت کی وضاحت ہے۔

[2] وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ ...... الخ (آل عمران۔ ع[16])

[3] اور چاہیئے کہ وہ تم پہ سختی پائیں (توبہ۔ ع[16])

[4] اس سلام سے مراد دعائے ہدایت ہے اور والسلام علی من اتبع الهدیٰ سے مراد ہدایت کا اپنی حقیقت اور نتیجہ کے ساتھ تحقق ہے

Marfat.com

دراں حالیکہ فردیت رسالت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت میں اُن کے ساتھ الحاق الفعالی کی دلیل سے تمام ملّتِ متحدہ مدغم قرار پاتی ہے۔ پس ہرگاہ ہر گونہ جہد استغراقیہ کے ساتھ فطرت نفس میں جہد کشف نور کے ذریعہ مبداء عمل کو شہود سے متحقق کرتے ہوئے (جو ثبات مستقلہ کو فطرت قرار دیتا ہے۔ اور ہر گونہ موثرات خشت و ضعف سے پاک اور بلند کر دیتا ہے) میدان دفاع میں ایمان مستحکم کو متحقق کر دینا چاہیئے جو اپنی حقیقت یعنی رویت ما بہ الایمان سے تحقق پاتا ہے۔ اور قوتِ فالیۂ محوریہ کے تصرف نفاذہ کے ذریعہ نفس عسکر میں سیران توجِ متحدہ کو مستلزم ہے۔ اور آیۂ ذیل سے مقصود ہے۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَھُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ — وہ لوگ کہ انہیں لوگوں نے کہا کہ تمہارے لئے آدمی (فوجیں)
جَمَعُوْا لَکُمْ فَاخْشَوْھُمْ فَزَادَھُمْ اِیْمَانًا — جمع ہوئے ہیں پس ان سے ڈرو پھر ان کا ایمان اور بڑھتا ہے
وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ (آل عمران ع ۱۸) — اور وہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہتر ذمہ دار ہے۔

اور مبداء ارواح عزّوجل کے حضور میں ترشحات روحِ الٰہی کے ساتھ کفالت و وکالت الٰہی پر توکّل معتمدہ اس دلیل سے اس عزّوجل کی مدد کو مستلزم ہے کہ وہ رجوع الی الاصل عزّوجل ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ — اے مومنین اگر تم اللہ سے مدد چاہوگے تو وہ مدد کرے گا
یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ۔ (محمد ع) — اور تمہارے قدموں کو ثابت رکھے گا۔

اور فرمان ربّانی لَقَدْ تَّابَ اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا کَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْھُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْھِمْ ط (تحقیق اللہ جھک آیا نبی پر اور اُن مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے عسرۃ میں اس کی پیروی کی دراں حالیکہ ایک فریق کے قلوب کج ہونے کے قریب تھے۔ پھر وہ اُن کی طرف متوجہ ہوا۔ ..... الخ (توبہ ع ۱۴) اسی تصرّف اصلیہ پر شہادت متشکّل ہے۔ دراں حالیکہ عسرت اور اندیشہ ہائے زیغ میں متابعت مصطفوی جو معیار اعتماد پر راسخ رجوع الی الاصل کی صورت متشکل ہے۔ مبداء ارواح عزّوجل کی مدد کو لازم قرار دیتی ہے۔

پس داعی الی المرجع صلعم اور اصحاب راسخ فی العدل کی سنت معتمدہ کے تتبع بالعدل کے تحت اس عزّوجل کی مدد چاہتے ہوئے جادۂ عدل سے موانع کو متاعِ قاہرہ قبضۂ شمشیر کے ذریعہ ہٹا دینا چاہیئے جو نفس فرد و جماعت میں تمکین للّٰہیت یا عدل کا موانع مفرطہ سے تزکیہ و تطہیر ہے۔ اور اسی دلیل سے مجاہد بالقتال کی بمطابق۔

فَالَّذِیْنَ ھَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِ — پس جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور انہوں
ھِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا — نے میرے راستے میں تکلیف اٹھائی اور قتل کیا اور قتل کئے گئے تو میں
لَاُکَفِّرَنَّ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ وَلَاُدْخِلَنَّھُمْ — البتہ ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا۔ اور البتہ ان کو
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ (آل عمران ع ۲۰) — جنت میں داخل کر دوں گا۔

تطہیر کو متحقق قرار دیتا ہے۔ جو کثافیات تاریکیہ سے کثافت نفس کے تزکیۂ منورہ کی دلیل سے موجب تحقق عندیت الٰہی ہے کیونکہ وہ حامل روحِ الٰہی نوع انسانی اور اس کی جائز واحد دولتِ وسطیہ کے جادۂ کشفِ روحِ الٰہی اور تحمل کشف کا ان موانع مفرطہ سے تصفیہ ہے۔ جو مختلف نقطہ ہائے فرط پر متحدہ افکار فرطیہ کے اجتماعات سے مفرط گروہوں تا دولتِ وسطیہ کے ساتھ اختلاف جنسیت کے تقاضا سے قتال دکار زار ہے۔

پس اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ مقصد قتال چونکہ تمام نوعِ انسانی منجملہ متحارب گروہوں کی صلاح بالعدل

ف دنیوی اور آخروی انجام کی شہادت کے ساتھ

Marfat.com

کے لئے جد وجہد ہے۔ اس لئے وہ تودد نوعی جو دولتِ وسطیہ کو اساس عدل پر استوار نوع انسانی کے سلوک جادۂ عدل سے دفع موانع پر مکلف بالعدل قرار دیتا ہے۔ متحارب گروہوں کے ادراک میں تحقق حقیقت تصغیر پر جو تصغیر فساد وفتن ہے۔ اور جادۂ عدل کا موانع مفرط سے تزکیہ وطہور ہے۔ اور ان کی پیش کش صلح اور تسلیم جزیہ وخراج سے اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ جنگ کو روک دینے کے لئے فیصل بالعدل ہے کیونکہ اس وقت مفرط گروہوں میں ایک گونہ انفعالی کیفیت تحقق پاتی ہے جسے سمع عدل کے لئے ایک گوارائی صورت کہنا چاہیئے جو منجملہ ان کی صلاح عدلیہ کے راستہ سے دفع موانع ہے۔ اور دولتِ وسطیہ کی جانب سے تقاضائے تودد کی ایفا بالعدل ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

فَإِنْ قَاتَلُوكُمْ فَاقْتُلُوهُمْ كَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۝ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ (البقرہ - ع ۲۴)

اگر وہ تم سے لڑیں تو تم ان سے لڑو یہ کافرین کی سزا ہے پس اگر وہ رک جائیں تو اللہ غفور الرحیم ہے۔

یعنی جیسے دولتِ وسطیہ کی جانب سے تقاضائے تودد نوعی کے تحت جنگ صرف اس صورت میں واقع ہونا چاہیئے جبکہ مفرط گروہوں کی جانب سے ظلم یا قتال یا اس کا اندیشہ متحقق ہو اسی طرح تحقق تصغیر پہ جنگ کو روک دینا چاہیئے کیونکہ وہ نفوس انسانی میں کثافت روحِ الٰہی اور تحمل کثافت کے لئے تہیائے فرصت ہے۔ اور حاملِ روحِ الٰہی نوعِ انسانی کے ساتھ تقاضائے تودد کی ایفائے فعّال ہے۔ اور نیابت فردیت الوہیت (فردیت امارت) پر مبداء ارواح عزّوجل کی معرفت مبدئی کا اجرا بالعدل عائد ہوتا ہے۔ مگر چونکہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور ترشحات تحریکیہ مظہر اور اکیات ہیں۔ اس لئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے۔ کہ اعتراف تصغیر کو قول وفعل سے متشکل کرنا چاہیئے چنانچہ وہ مبداء ارواح عزّوجل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝ (توبہ - ع)

اہل کتاب سے ان کے ساتھ لڑو جو اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ حرام کرتے ہیں۔ اس چیز کو جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہے۔ اور نہ وہ دین حق کو مانتے ہیں حتے کہ وہ جزیہ[1] ادا کریں ہاتھ سے اور پست ہو کر رہیں۔

یعنی وہ اصل کتاب جو بمطابق آیۂ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا[2] حقائق کتاب سے بیگانہ ہیں اور وہ ان تمام منکرات میں (جو آیۂ متذکرہ میں بیان کی گئی ہیں) کثافت نفس کے مہیّجات کے ساتھ بہتے جاتے ہیں۔ اور اسی دلیل سے جو عدل کے ساتھ اختلاف جنسیت ہے وہ سلوک جادۂ عدل میں سنگ راہ ہیں۔ ان میں کتاب کا وجود (در بارۂ دفاع) ان کے لئے ہرگز وجہ استثنا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ منجملہ کفار ہیں۔ اور ان کی اور جملہ مفرط گروہوں کی

[1] سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول جزو ب بنیاد مستحکم میں عنوان جزیہ وخراج میں متعلقہ وضاحت مطالعہ فرمائیں۔
[2] مثال ان لوگوں کی کہ وہ تورات اٹھوائے گئے پھر نہ اٹھایا انہوں نے اس کو۔ مانند گدھے کے ہے کہ اٹھاتا ہے کتابوں کو (جمعہ - ع ۱)

تصغیر ہی سطحِ ارض کو جو ملّتِ اسلامیہ[1] کی مسجد و طہور ہے۔ فساد و فتن سے پاک کرتی ہوئی (جو قوتِ فعّالیہ مصطفویہ متواترہ کے تصرف نفاذۂ ساریہ کے جادۂ نفوذ کا موانع مفرطہ سے تزکیہ و تطہیر ہے) سجدۂ وسیعۂ محیطۂ ارض کے لئے حقیقت طہر کو متحقق کر سکتی ہے۔ کہ وہ جائز واحد دولتِ وسطیہ کی اس میں فردیتِ **خلیفۂ شجاع** کی تمکین قاہرہ کے ساتھ بنیاد مستحکم پر تشدید فعّال ہے۔ کیونکہ فطرتِ انسانی اِس حقیقت کے لئے فیصلہ کرتی ہے۔ کہ صرف اسی ایک جماعت میں تمام کائناتِ انسانی کو مدغم ہو جانا چاہئیے جو نفس انسانی کی بنیادِ عدل کو تعمیرِ عدل کے ساتھ[3] مکمّل کرتی ہے۔ یعنی نفس انسانی میں علوی[2] اور سفلی خاصیتیں ودیعت کی گئی ہیں۔ جو ترازوئے عدل کے دو پلڑے ہیں۔ اور وہ مصطفوی قوت فعّالیہ کے ذریعہ دونوں کے تقاضوں کو نور کے کشف سے اور اس کے برداشت کر لینے سے جو مادی خواہشوں کو پورا کرنے کیلئے[4] اعتدال کو فطرت قرار دیتا ہے پورا کرتی ہوئی نفسِ فرد و جماعت کو عدل کے ساتھ مکمّل کر دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس فطرت[5] کے فیصلہ کے ساتھ اسے جماعتِ صادقہ یا ملّتِ اسلامیہ کے نام سے معنون کرنا چاہئیے۔ اور یہی دلیلِ صدق اس کو تمام کائناتِ انسانی کے افکار و اعمال کے احتساب کا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں ان کی کیفیتوں پر دنیا و آخرت میں شہادت کا حق عطا کرتی ہے۔ اور وہ اپنے حق شہادت کے ساتھ فیصل حقیقی اور مرجع فطری اللہ تعالیٰ کے حضور میں تمام کائنات انسانی پر اپنے لئے بزرگی و برتری کے حق کو حاصل کر لیتی ہے اور اسی وضاحت کی روشنی میں صرف نور کے ساتھ روشن صاحب حکمت ملّت اسلامیہ کو ہی **سطحِ ارض پر فضل اور سلطنت کا جائز استحقاق حاصل ہے اور تمام عالم کو اس کی عزتِ عدل کے حضور میں پست ہو جانا چاہئیے اور صرف اسی کی تلوار شجاعتِ غالبہ کے ساتھ عدل کی حفاظت کر سکتی ہے۔ اور صرف اسی کا دامنِ عفّت کائناتِ انسانی کے لئے پناہِ امن ہے۔** اور اس کی ایک ایک حرکت و سکنت اور جنبش لب اس کے نفس کی قانونِ عدل (کتاب مجید) کی نورانی معنویت کے ساتھ نورانی اتحادِ حقیقت کی دلیل سے قانون عدل کی حیثیت رکھتی ہے۔ **اور اسی لئے صرف اسی کو سطحِ ارض پر آمر بالعدل عزّوجل کی مسند نیابت کا جائز حق پہنچتا ہے۔** اور انشاء اللہ ہم (ملّت اسلامیہ) دورِ حاضر میں اپنی مضبوط امدادی قوت کے ساتھ اپنے اس **حقِ استشہادی نیابتِ الٰہی** کو اپنے راستہ سے رکاوٹوں کو ہٹاتے ہوئے ضرور حاصل کریں گے اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور اس مسلّم کی نورانی قوتِ فعّالیہ دنیا و آخرت میں ہماری نورانی جدوجہد پر شاہد ہوگی۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ۔ (البقرہ ع) — اور اسی طرح بنایا ہم نے تمہیں امت وسط کہ تم لوگوں یعنی (کافۃ الناس) پر گواہ ہو اور رسول پر گواہ ہو۔

وسط سے مراد قسطاس میزان العدل کا مرکز وسطیہ ہے۔ جو قسطاس میں استقامت اور جوانب میزانیہ میں تنصیف صحیحہ متحقق کرتا ہے۔ یعنی صرف ملّتِ اسلامیہ کائناتِ انسانی میں عدل کو اپنے حقائق کے ساتھ متمکن کرتی ہے۔

---

۱ روحِ الٰہی ۲ عنصریات ۳ وہ نورانی اثر کرنے والی قوت جو شاہد صادق رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر مبارک سے قیامت تک ملّت اسلامیہ میں متواترہ منتقل ہوتی جاتی ہے۔ اور قیامت تک صرف ایک نبوت مصطفوی پر روشن دلیل ہے۔
۴ فطری تقاضا کو پورا کرنا صدق فطرت ہے۔ اور نہ پورا کرنا کذبِ فطرت ہے۔ گویا اسلام فطرت کی صداقت کو متحقق کرتا ہے۔
۵ ان تمام حقائق پر جلد اوّل میں مفصل بحث کی گئی ہے ۶ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ

Marfat.com

بابِ ہٰذا کے صفحہ اوّل کے حاشیہ نمبر ۲ سے متعلقہ ضروری

نوٹ

سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم سے عنوانات معمولات سفر اور معمولات جہاد ضابطۂ ہٰذا میں شامل کئے جاتے ہیں۔ کہ وہ فرض موقوت (نماز) اور فرض غیر موقوت (ذکر خفی) کی معیت میں جہاد کو نماز و ذکر متشکل قرار دینے کا اسوۂ فعال ہے۔

جہاد میں معمول یہ تھا کہ جب وہ صلعم فوج کو کسی مہم پر روانہ فرماتے تو امیر العسکر[1] کو خاص طور پر پرہیزگاری اختیار کرنے اور اپنے رفقا کے ساتھ نیکی کرنے کی ہدایت فرماتے پھر تمام[2] فوج کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے

اغزوا باسم اللّٰہ فی سبیل اللّٰہ قاتلوا من کفر باللّٰہ اغزوا ولا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً

خدا کے نام پر خدا کی راہ میں کفار سے لڑو خیانت اور بدعہدی نہ کرنا مردوں کے ناک کان نہ کاٹنا بچوں کو قتل نہ کرنا .... الخ (تفصیل کے لئے مشکوٰۃ کتاب الجہاد باب الکتاب الی الکفار فصل اوّل حدیث عن سلیمان ابن بریدہ مطالعہ فرمائیں)

اس کے بعد شرائط جہاد کی تلقین کرتے جب فوج کو رخصت کرتے تو یہ الفاظ فرماتے۔

استودع اللّٰہ دینکم و امانتکم و خواتیم اعمالکم

میں تمہارے فرض کو امانت کو اور تمہارے اعمال کے نتائج کو خدا کے[3] حوالے کرتا ہوں۔

جب خود شریک جہاد ہوتے اور حملہ کے مقام پر شب کو پہنچتے تو صبح کا انتظار کرتے صبح ہو جاتی تو حملہ کرتے اگر صبح کے وقت حملہ کرنے کا اتفاق نہ ہوتا۔ تو دوپہر ڈھلے[4] حملہ کرتے جب کوئی مقام فتح ہو جاتا۔ تو اقامت عدل و انصاف کے

---

[1] میدان جنگ میں امیر العسکر چونکہ تمام فوج کا محور ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی استقامت فوج کے صحت مداور کی بنیاد ہے پس امیر عسکر کی استقامت پائیندہ کیلئے امیر قتال کے موثرات فعالیہ کی مخصوص اثر انگیزی تقاضائے فطرت عسکر کی ایفا ہے۔

[2] علیٰ ہٰذا امیر قتال کا تمام فوج سے مجموعی خطاب تاثرات فعالیہ کی اثر انگیزیوں سے نفس عسکر میں استقلال عدل جہد کا موجب ہوتا ہے۔

[3] اور اللہ عزّ و جل کے سپرد کرنے اور ادعیہ ماثورہ کی تلاوت سے فطرت تخلیقیہ کے تقاضاؤں کی ایفا بمطابق آیۃ ان تنصروا اللّٰہ ینصرکم بحیثیت مبداء ارواح اس عزّ و جل کی مدد کو لازم کرتی ہوئی نفس عسکر میں مقصد جہد یعنی للّٰہیت کے خلوص کی وضاحت کرتی ہے۔ جو فیصلۂ فطرت کی ایفا بالعدل ہے۔

[4] حملہ کے لئے صبح کا انتظار تقاضائے عدلِ دفاع کی ایفا ہے۔ کیونکہ ابتدائے قتال اعلان قتال کے مترادف ہے۔ یا اس کے مقصد کا افتتاح ہے۔ اس لئے بے رحمانہ نقصان نول سے تحفظ بالعدل ہے۔ دراں حالیکہ تحقق جنگ پر (جو اعلان قتال یا ابتدائے قتال سے متحقق ہوتا ہے) یا دشمن کے کوائف کے ساتھ تطابق بالعدل کے ساتھ ناگہانی حملہ معیار عمل پر معتمد قرار پاتا ہے۔

نیز صبح کے وقت یا بعد دوپہر جنگ کی افتتاح ادراک و تحریک نفس کی قوائے مستعدہ کی استعداد بیدار کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔

Marfat.com

لئے وہاں تین دن تک قیام فرماتے جب فتح وظفر کی خبر آتی تو سجدۂ شکرانہ بجالاتے۔ جب میدان جہاد میں شریک کارزار ہوتے تو یہ دعا فرماتے۔

اللّٰھم انت عضدی ونصیری بک	خداوندا تو میرا دست وبازو ہے۔ تو میرا مددگار ہے۔
احول وبک اصول وبک اقاتل	تیرے سہارے پر ہی۔ مدافعت کرتا ہوں اور لڑتا ہوں۔

میدان جہاد میں جب خطبہ دیتے تھے تو کمان پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ ہاتھ میں تلوار لیکر کھڑے ہوتے تھے لیکن ابن قیم نے لکھا ہے کہ آپ نے خطبہ کی حالت میں کبھی تلوار ہاتھ میں نہیں لی۔ وعظ وارشاد کے لئے عموماً ناغہ دے کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ تاکہ لوگ گھبرا نہ جائیں۔

حج، عمرہ اور زیادہ تر جہاد کی وجہ سے آپ کو اکثر سفر کی ضرورت پیش آیا کرتی تھی سفر میں معمول یہ تھا کہ پہلے ازواج مطہرات[2] پر قرعہ ڈالتے جس کے نام قرعہ پڑتا وہ ہمسفر ہوتیں جمعرات کے دن سفر کرنا پسند فرماتے تھے۔ اور صبح کے تڑکے روانہ ہوجاتے تھے افواج کو بھی جب کسی مہم پر روانہ فرماتے تو اسی وقت روانہ فرماتے جب سواری سامنے آتی اور رکاب میں قدم مبارک رکھتے تو بسم اللہ کہتے۔ اور جب زین پر سوار ہوجاتے تو تین بار تکبیر کہتے اس کے بعد یہ آیت پڑھتے۔

سُبحانَ الذی سخّر لنا ھٰذا وما کنّا لہٗ	سب تعریف اس خدا کی ہے۔ جس نے اس جانور کو
مقرنین وانّا الی ربّنا لمنقلبون	ہمارا فرمانبردار بنا دیا حالانکہ ہم خود اس کو مطیع نہیں
	کرسکتے تھے اور ہم اپنے خدا کی طرف پلٹنے والے ہیں۔

پھر یہ دعا کرتے۔

اللّٰھم انا نسئلک فی سفرنا ھٰذا البر	خداوندا اس سفر میں ہم تجھ سے نیکی پرہیزگاری اور عمل پسندیدہ
والتقوی ومن العمل ما ترضیٰ اللّٰھم ھون	کی درخواست کرتے ہیں خداوندا ہمارے اس سفر کو آسان اور اس
علینا سفرنا واطوعنا بعدہٗ اللّٰھم انت	کی مسافت کو طے کردے خداوندا سفر میں تو رفیق ہے۔ بال
الصاحب فی السفر والخلیفہ فی الاھل اللّٰھم	بچوں کے لئے تو ہمارا قائم مقام ہے خداوندا میں سفر اور واپسی
انی اعوذبک من وعثاء السفر وکاٰبۃ المنقلب	کے آلام مصائب اور گھر بار کے مناظر قبیحہ سے تیری پناہ
وسوء المنظر فی الاھل والمال	مانگتا ہوں۔

۱؎ فتح کے بعد اس مقام پر تا اقامت عدل محوریت دفینہ کا وجود ہی اس کے گرد ارکان عسکر اور دیار مفتوحہ کے تداور صحیحہ کو متحقق کرسکتا ہے۔ کیونکہ وہی انجام قتال کے مہیجات متوجہ اور اس کے تاثرات منفعلہ بہ جذب مرکزیہ کی دلیل سے ضبط صحیحہ کو بگرد محور استحکام تداور کو متحقق کرسکتی ہے۔

۲؎ محوریت عسکر کے ادراک وتحریک کو اس کے کوائف فضلیہ کی دلیل سے اہتمام خصوصی کے تحت ہرگونہ موثراتِ خارجیہ سے محفوظ ہونا چاہئے۔ جو ضمانتِ صحتِ تدبیر کی دلیل سے موجب حفظِ محوریت وتداور عسکر یہ ہے۔

جب واپس ہوتے تو اس میں اس قدر اضافہ کر دیتے آئبون تائبون عابدون لربنا حامدون راستے میں جب کسی چوٹی پر چڑھتے تو تکبیر کہتے اور جب اس سے نیچے اترتے تو ترنم ریز تسبیح ہوتے صحابہ بھی آپ کے ہم آواز ہو کر تکبیر و تسبیح[1] کا غلغلہ بلند کرتے جب کسی منزل پر اترتے تو یہ دعا فرماتے۔

یا ارض ربی و ربک اللہ اعوذ باللہ من شرک وشر ما فیک وشر ما خلق فیک وشر ما یدب علیک واعوذ بک من اسد واسود ومن الحیۃ والعقراب ومن ساکنی البلد ومن والد وما ولد

اے زمین میرا اور تیرا پروردگار خدا ہے۔ میں تیری برائی سے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر ہے اور اس چیز کی برائی سے جو تیرے اندر پیدا کی گئی ہے۔ اور اس چیز کی برائی سے جو تجھ پر چلتی ہے۔ پناہ مانگتا ہوں خداوند تجھ سے شیر سانپ بچھو اور اس گاؤں کے رہنے والوں اور آدمیوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

جب کسی آبادی میں داخل ہونا چاہتے تو یہ دعا پڑھتے۔

اللھم رب السموات السبع وما اظللن و رب الارضین السبع وما اقللن ورب الشیاطین وما اظللن ورب الس یاح و ماذرین اسالک خیر ھذہ القریۃ و خیر اھلھا واعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا

خداوندا اے ساتوں آسمان اور ان تمام چیزوں کے پروردگار جن پر وہ سایہ افگن ہیں۔ اے ساتوں زمینوں اور تمام مخلوقات کے پروردگار جو ان پر موجود ہیں اے شیاطین اور ان تمام نفوس کے پروردگار جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں اے ہوا اور ان تمام اشیا کے پروردگار جن کو وہ اڑاتی ہیں میں تجھ سے اس گاؤں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی بھلائی کی درخواست کرتا ہوں اور اس گاؤں اور اس گاؤں کے رہنے والوں کی برائی سے پناہ مانگتا ہوں۔

مدینہ پہنچتے تو پہلے مسجد میں جا کر دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر مکان کے اندر تشریف لے جاتے تمام لوگوں کو حکم تھا کہ سفر سے آنے کے ساتھ ہی گھر کے اندر نہ چلے جائیں۔ تاکہ عورتیں اطمینان کے ساتھ سامان[2] درست کر لیں۔

---

[1] ذکر الٰہی اس دلیل سے کہ وہ عزوجل خالق کائنات اور مبدلو ارواح ہے۔ اس کی مدد کو از روئے فطرت مستلزم ہے اس لئے نشست و برخاست اور ہر حرکت و سکنت کو اس کے ذکر کے ساتھ ملحق کر دینا چاہئے (تا آنکہ میدان جنگ میں آواز و اطلاع و شناخت وغیرہ سے متعلقہ علامات اطلاعی کا بھی اسی قبیل سے ہونا تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ جیسے کہ مشکوٰۃ کتاب الجہاد میں صراحت فرمائی گئی ہے۔

[2] جب سفر دراز سے گھر واپسی ہو تو ارکان خانہ اور متاع خانہ میں سنجیدگی (جو فطرت منزلیہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے اور نفس مسافر کے تقاضاؤں کی مطابقت ہے) تاثرات سفر کو اطمینان سے بدل دیتی ہے۔ ورنہ نامناسب تاثرات کا وجود ممکن ہو جاتا ہے۔

اسیرانِ جنگ

اور

نفسِ دولت سے اخراجِ غلامی

فَاِمَّا مَنًّاۢ بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً (محمد - ۴)

نفس انسانی اساسِ عدل پر استوار ہے۔ اس لئے عدل ہی اصل تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ اور اصول تدریج تخلیق انسانی اور اس کے ماحولِ حیات اور اساس عدل نفس پر تعمیر عدل میں جاری و ساری ہے۔ جیسے کہ جلد اوّل میں عنوان تدریجِ ارتقا وغیرہ کے تحت مفصل بحث کی گئی ہے۔ اس لئے امّتِ وسط اپنی جماعتی فطرتِ وسطیہ کی شہادت کے ساتھ دولتِ وسطیہ اور تمام کائناتِ انسانی میں نفاذ عدل پر از روئے فطرتِ راغبہ مکلّف بالعدل ہے۔ ترشحاتِ عدلیہ الہیہ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ[1] اور وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ[2] اور كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ[3] اور وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[4] کا تطابق متحدہ امّتی نفاذ عدل کی حقیقت پر ناطق بالحق ہے۔

اور تنزیلِ دستور میں تدریج جو انسانی تدریجی صلاحیت قبول کے ساتھ تطابق عدلیہ ہے۔ (جیسے کہ جلد اوّل میں ثابت کیا گیا ہے) نفاذ عدل کے لئے رعایتِ تدریج کو تطابقِ فطرت قرار دیتا ہے۔

پس تمام ابناء و بنات ملّت کے نفوس میں تمکین عدل اور تمام کائناتِ انسانی کے حضور میں ابلاغِ عدل اور اس سے دفع موانع کی جد و جہد کے ساتھ ملّت کے یتیمی اور ایامیٰ اور عبادِ صالحین اور اماءِ صالحات کا معاشرہ و معیّتِ سنّتِ مصطفوی

---

[1] تحقیق ہم نے اپنے رسول بھیجے بیّنٰت کے ساتھ اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ قائم بالقسط ہو جائیں۔ (حدید)

[2] اور ہم نے نہیں بھیجا تجھے مگر تمام انسانوں کی طرف۔ (سبا - ۳ع)

[3] اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا ہے۔ تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو۔

[4] اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ لے آئے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔

[5] پس اللہ جس کے تحت اسکے بھائی کو کر دے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے اور اسے اس قدر کام نہ دے جو وہ نہ کر سکے اور اگر دے تو اس کی مدد کرے (بخاری کتاب الادب ما ینہی من السباب) یعنی عہد قدیم اور اس سے حاصل زمانوں میں جبکہ غلامی نفس معاشرہ کا جزو لاینفک ہو۔ منجملہ آزاد و غلام کا معاشرہ ایک معیار عدل پر معتمد ہونا چاہئے تا آنکہ نفس دولت سے غلامی کو جہد مستدرجہ کے ساتھ خارج کر دیا جائے جو دین عدل کے مقاصد سے ہے۔ نیز ہر گاہ تمام افرادِ دولت کا معاشرہ*

* معیار عدل پر معتمد ہونا چاہئے جس پر اختلاف استعداد موثر نہ ہو سکتی ہو کیونکہ استعداد ہائے افراد میں تفاوت جامعیت ایفائے حقوق کو متحقق کرتی ہے۔

کی وضاحت کے تحت اس معیار عدل پر معتمد ہونا چاہیئے جو تمام افراد ملت کے لئے متعین بالعدل ہے۔ جو ہر گونہ کفالت ایامی و یتیمی کے علاوہ آزادی اساری سے تحقق پا سکتا ہے۔ چنانچہ دہور اوّلین میں جب کہ غلامی معاشرۂ انسانی کا جزو لاینفک قرار پا چکی تھی عادل فعّال اوّل[1] المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ آزادی اساری کے لئے (جو نفس دولت میں منجملہ میزان عدل معاشرہ ہے) تدریج عمل پہ (جو نفس فرد یا نفس معاشرہ کی تدریجی صلاحیت قبول کے ساتھ تطابق بالعدل سے ہے) شاہد بالحق ہے جیسے کہ جلد اوّل جزء "ب" کے مقالۂ آخرین بنیاد مستحکم میں عنوان اسیران جنگ اور دیگر جزئیات سیاست خارجہ کے تحت بحث کی گئی ہے۔ یہاں ترشحات عدلیہ العلیہ کتاب مجید کی روشنی میں اس سے متعلقہ مبادیات اصولی کی وضاحت کی جاتی ہے۔

مرجع فطری عزّوجل نے غلامی سابقہ کو جو معاشرہ کا جزو لاینفک قرار پا چکی تھی۔ بالتدریج نفس معاشرہ سے اس طرح خارج کرنے کیلئے حکم دیا کہ منجملہ اہم جرائم کے عوض عباد و اماء کو آزاد کیا جائے جو از روئے آئین نفس سیاست میں تعطل فرط اور تمکین عدل کے ساتھ معاشرہ میں تمکین عدل کے اہتمامات سے ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ...... الخ (نساء - ع۱۳)

اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک گردن مسلمان کی آزادی اس پر عائد ہوتی ہے اور خون بہا جو مسلّمی اس کے اہل کی طرف ادا ہو گی لیکن یہ کہ وہ صدقہ کر دیں۔ (معاف کر دیں)

وَالَّذِينَ يُظَاهِرُونَ مِنْ نِسَائِهِمْ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَتَمَاسَّا (مجادلہ - ع۱)

جو اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں پھر لوٹ جاتے ہیں طرف اس چیز کے کہ کہا تھا۔ پس ان پر ایک گردن کا آزاد کرنا عائد ہوتا ہے قبل اس کے کہ وہ ایک دوسرے کو مس کریں۔

علیٰ ہٰذا اس آمر بالعدل عزّوجل نے حکم دیا کہ زکوٰۃ کو منجملہ مصارف ہشتگانہ رقاب[2] کے لئے خرچ کیا جائے اور عباد و اماء کا نکاح کرتے ہوئے انہیں احسان کے ساتھ معزز کیا جائے اور ان کی خواہش مکاتبت پر ان سے مکاتبت کرتے ہوئے عطائے مال کے ساتھ آزادی کے لئے ان کی مدد کی جائے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

---

[1] بدر کے اسیران جنگ فتح کے بعد دو دو چار چار کی تعداد میں صحابہ کو تقسیم کئے گئے اور ارشاد ہوا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں۔ صحابہ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفا کرتے۔ آنحضرت صلعم نے ان کو کپڑے دلائے اور انجام کار زر فدیہ ادا کرنے کے بعد وہ رہا کر دیئے گئے۔ علیٰ ھذا غزوہ مریسیع میں فتح کے بعد حضور صلعم کے حضرت جویریہ کے ساتھ نکاح کے سبب تمام اسیران بنو المصطلق کو مسلمانوں نے اس لئے آزاد کر دیا۔ کہ رسول اللہ صلعم نے ان سے رشتۂ مصاہرت قائم کر لیا ہے۔ گویا یہ اس موثر العدل سیاست خارجہ کی تدریجی حیثیت کے ساتھ نفس ملت میں تمکین تھی۔ علیٰ ھذا اس کے بعد چھ ہزار حنین کے اسیران جنگ آزاد کئے گئے۔ اور ان کو چھ ہزار جوڑے عنایت ہوئے یہ تدریجی استعداد انسانی کی مطابقت کے ساتھ تدریجی حیثیت سے اس موثر العدل سیاست خارجہ کی نفسی ملت میں تمکین کے استقلال جاریہ کا اہتمام تھا (اقتباس از سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل جزء ب عنوان اسیران جنگ و دیگر جزئیات سیاست خارجہ)

[2] آزادی گردن۔

Marfat.com

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (توبہ ع)

صدقات فقرا اور مساکین کے لئے اور زکوٰۃ کے شعبہ میں کام کرنے والوں کے لئے اور مولفۃ قلوب کے لئے اور غلام جن کو آزاد کرانا ہے اور مقروض کے لئے اور اللہ کے راستہ میں اور مسافر پر یہ خدا کا فرض ہے اور اللہ علیم وحکیم ہے۔

وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَى مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ (نور ع)

اپنے میں سے بیوگان کا اور اپنے غلاموں اور کنیزگان سے صالحین کا نکاح کرو۔

وَالَّذِينَ يَبْتَغُونَ الْكِتَابَ مِمَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوهُمْ إِنْ عَلِمْتُمْ فِيهِمْ خَيْرًا وَآتُوهُمْ مِنْ مَالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ (نور ع)

اور تمہارے غلاموں میں سے جو لوگ مکاتبت کرنا چاہیں پس ان کے ساتھ مکاتبت کرو اگر تم ان میں اچھائی[1] پاتے ہو اور ان کو اس مال سے دو جو اللہ نے تمہیں دیا ہے۔

یہ فرامین ربانیہ فطرت نفس کے تقاضاؤں اور فطرت نفق کی جدوجہد کی شہادت کے ساتھ غلامیٔ سابقہ کے اخراج تدریجیہ کا اہتمام بالکمال ہے۔ اور اس پر عمل بالاہتمام انجام کار غلامیٔ سابقہ کو ضرور نفس کائنات سے خارج بالفعل قرار دیتا ہے۔ اور آئندہ کے لئے بمطابق فرمان:۔

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّى إِذَا أَثْخَنْتُمُوهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّى تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا (محمد ع)

جب تم کافروں سے دوچار ہو جاؤ تو ان کی گردنیں مارو اور جب ان کو (حملوں کی شدت سے) چور کردو تو مضبوطی کے ساتھ قید کرلو۔ اور جب جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے تو ان کو جزیہ یا عوض لے کر چھوڑ دو یا احسان کردو (احسان کے ساتھ چھوڑ دو)[2] [illegible]

اس عزوجل نے نفس دولت وسطیہ سے غلامی کے امکان کو خارج کردینے کا حکم دیا۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ قتال کا مقصد جادۂ عدل سے دفع موانع ہے۔ اور وہ متحارب قوتوں کے ساتھ کارزار اور جنگ ہے۔ تا آنکہ وہ شمشیر کے فطری فیصلہ کو قبول کریں یا عادل قوت قاہرہ کے حضور میں گردن تصغیر واطاعت جھکا دیں۔

گویا فطرت جنگ فیصل بالعدل ہے۔ کہ کارزار کی شدت اور اس کی ہیبت قاہرہ کے تاثرات غالبہ سے متحارب گروہوں کو مغلوب کرتے ہوئے اسیر کرنا چاہئے جیسے کہ فرمان ربانی متذکرہ بالا ومندرجۂ ذیل اس حقیقت عدلیہ پر ناطق بالحق ہے۔

---

[1] تصغیر فرط کیلئے اساس عدل پر استوار فطرت نفس فیصل بالحق ہے اس لئے فطرت عباد واماء کی آزادی کو علم خیر کے ساتھ مشروط بالعدل قرار دیتی ہے۔ جو فرط مفسدہ کے تاثرات سے موجب تحفظ ہے۔

[2] بدر اور اس کے بعد غزوہ بنو المصطلق اور اس کے بعد غزوہ حنین میں اساریٰ کی آزادی کے عمل مستندرجۂ ارتقائیہ کے متعلق عادل فعال اوّل المسلمین کا اسوۂ فعال شواہد متذکرۂ عنوان ہٰذا کے ساتھ ناطق بالحق ہے۔ جو دین قیم کی حیثیت فطریہ اور دولت عدل کی حیثیت وسطیہ کی شرح متشکل ہے۔

Marfat.com

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ (انفال-ع ۹)

کسی نبی کے لئے ہرگز روا نہیں کہ اس کے لئے قیدی ہوں حتےٰ کہ وہ زمین میں خونریزی کرے تم دنیا کے اسباب چاہتے ہو اور اللہ (تمہارے لئے) آخرت چاہتا ہے۔

گویا دشمن کی پر امن آبادیوں یا راستوں پر حملہ کرتے ہوئے ان کو لوٹ لینا یا قید کر لینا دفاع عدلیہ سے اختلاف بالفرض
چنانچہ عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا۔

اِنَّ من ضیق منزلًا او قطع طریقًا فلا جهاد له ۔ جو لوگوں کو ان کے گھروں میں تنگ کرے یا راستوں کو لوٹے اس کے لئے جہاد نہیں۔ (مشکوٰۃ باب آداب السفر بروائت ابو داؤد)

پس متحارب گروہوں کو جنگ اور اس کی ہیبت سے شکست دیتے ہوئے انہیں ان کے اسباب اور ان کے ماحول کے ساتھ اس وقت تک محصور کر لینا چاہئے جب تک کہ جنگ نقطۂ انجام پر منتہا ہو جیسے اللہ عزّوجل نے حتیٰ تضع الحرب اوزارھا سے مقصود فرمایا ہے۔ اور حالات کے تقاضوں کے ساتھ تطابق عدلیہ کے تحت بمطابق فرمان ربانی فامّا منًّا بعدُ و امّا فدٰاً اساریٰ بعوض اساریٰ آزاد کر دینے چاہئیں جو عدل ہے اور اگر معاوضت کا موقعہ نہ ہو تو احسان کے ساتھ چھوڑ دینا چاہئے جو عدل فعّال ہے اور اساس عدل پر استوار فطرت انسانی پر اپنے ترشحات احسانیہ کے ساتھ موثر قرار پاتا ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کی حیثیت عدلیہ فعّالیہ فطرت (دین قیّم یا عدل) کی طرف ان کے یا ان کی اقوام کے نفوس کی اساس[1] عدلیہ کے رجحان انفعالی کا موجب قرار پاتی ہے۔ گویا کائنات انسانی کے ساتھ تقاضائے تو دد اخوت نوعی کی ایفائے فعّال ہے اور مسلم عادل اپنے فطری تقاضائے فعّال کی معیت میں اس پر مکلّف بالعدل ہے اور عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجنائز فصل اوّل بروائت بخاری) حکم فکّوا العانی (قیدی کو آزاد کر دو) کے تحت اسی عدل فعّال کے اختیار کی وضاحت فرمائی[2] ہے۔ اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اثنائے کارزار میں جب تک کہ اساریٰ دولتِ وسطیہ کے حیطۂ حصر میں مقید ہوں تو ان کی معطل قوتِ تحریکیہ کی دلیل سے جو تعطّل فساد ہے۔ اور ان کو اخوت نوعی کی طرف محتاج قرار دیتی ہے۔ تقاضائے متوددۂ نوعیہ کے تحت دولت وسطیہ پر ان کے ساتھ سلوک احسن بالعدل عائد ہوتا ہے۔ فرمان ربانی:-

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ۔ اور کھانا کھلاتے ہیں اوپر محبت اسکی کے مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔ (دہر-ع ۱)

اسی حقیقت عدلیہ کے نفاذ کے لئے ناطق بالحق ہے اور اسوۂ فعّال مصطفوی اس کے نفاذ کی شرح متشکل[3] ہے۔ جو

---

۱ نفس انسانی میں لطافت و کثافت کا امتزاج اساس عدل ہے۔

۲ دیگر متعدد روایات میں عتق یا آزادی رقاب کی تحسین خصوصی سے اور اس کے لئے جزائے جزیل کے ذکر کے ساتھ گویا نفس ملّت سے اخراج غلامی کی ایک تدریجی منزل طے کی گئی ہے۔ (متعلقہ روایات منجملہ مشکوٰۃ کتاب العتق میں مطالعہ فرمائیں)

۳ بدر کے قیدیوں کے متعلق رسول پاک صلعم نے حکم دیا کہ آرام سے رکھے جائیں۔ چنانچہ صحابہ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ انکو کھانا کھلاتے اور خود کھجور پر اکتفا فرماتے اور آنحضرت صلعم نے انکو کپڑے دلوائے (عنوان ہذا کے حواشی اولین میں وضاحت ہو چکی ہے تفصیل کے لئے "سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر" جلد اوّل جزب "عنوان اسیران جنگ اور دیگر جزئیات سیاست خارجہ مطالعہ فرمائیں۔)

Marfat.com

اساس عدل پر استوار نوعِ انسانی کی اس صنف پراگندہ کو الف حصریۂ الفعالیہ کی شہادت کے ساتھ موثر بالعدل قرار پاتا ہے۔ اور اخوت عنصری کے تقاضاؤں کو پورا کرتے ہوئے کو الف الفعالی کے رجحان الی العدل کی دلیل سے اخوت علوی کے تقاضاؤں کی ایفا بالعدل ہے تاآنکہ بمطابق آیۂ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً احسان فعالیہ ان تاثراتِ عدلیہ کو نفوذ میں مکمل قرار دیتا ہے۔ اور باستثنائے موتیٰ (کہ وہ تموجاتِ کثیف میں بہتے ہوئے موت کشف فکر و تحمل کشف سے ہمکنار ہو چکے ہیں) نفوس نوعی کو فطرت عدل کی طرف جھکا دیتا ہے۔

اب اس کے بعد یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہئے کہ عدل اور فرط میں اختلافِ جنسیت کی دلیل سے ہرگز اجتماع نہیں ہو سکتا چنانچہ مرجع فطری عزّوجل نے بمطابق فرمان لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ[1] اور بمطابق وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ[2] کافرات کے ساتھ نکاح یا استقلال نکاح کو ناجائز قرار دیا ہے۔ تو فطرت کنیزگان کافرات کے ساتھ تمسک کو کیسے روا رکھ سکتی ہے۔ دراں حالیکہ ہر دو کے ساتھ تمسک میں اتحاد مقصد متحقق ہے نیز بمطابق فرمان ربانی

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِيْٓ	اے نبی ہم نے تیری وہ ازواج تیرے لئے حلال کی ہیں۔ جن
اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ	کا تو نے مہر ادا کیا ہے اور تیری ملک یمین جو اللہ تیری
اللّٰهُ عَلَيْكَ .... الخ (احزاب - ع ۶)	طرف پھیر لایا ہے ...... الخ

حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ کے ساتھ رسول اللہ صلعم کے نکاح فرمانے کے بعد اس صلعم کے حرم میں ان کے داخلہ کی شہادت کے ساتھ مومنین کی ملک ایمان کا نکاح کے ساتھ ہی حرمہلۂ مومنین میں داخلہ معیارِ سنتِ عدلیہ پر معتمد ہو سکتا ہے۔ جو مومنین کے ساتھ ان کے نکاح کے بارہ میں ان کے قبول عدل یا قرب[3] عدل کے ساتھ تحقق کو مستلزم ہے کہ وہی مومنین کے لئے ان کے ساتھ اتحاد جنسیت یا قرب جنسیت عدلیہ کو متحقق کر سکتا ہے۔ پس یہ اسوۂ روشن نفس معاشرہ سے غلامی کے اجرائے جدید کے امکان کو خارج قرار دینے کی وضاحتِ ناطق ہے۔

الحاصل اصول عدل اور اصول تدریج ترشحاتِ عدلیہ الہیہ کے نفاذ عدلیہ کے تحت مبداءِ عدل اسوۂ عدلیہ مصطفویہ کی روشنی میں امتدادِ زمانہ کی دلیل سے جو نفس فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت وسیعہ کے کوائف وسیعہ پر ضبط تدریجیہ کو متحقق کرتا ہے۔ آج دورِ حاضر میں غلامی کو یکسر دولتِ وسطیہ سے خارج قرار دیتا ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے فطرت جماعت کے مکمل بالعدل دینِ قیم[4] کے تقاضاہائے نزول کی ایفا بالعدل ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ آیاتِ منسوخ و ناسخ میں ترتیب نزول اور تنزیل فرقان میں تفریق و تدریج علیٰ ہذا نوافل و فرائض میں درجات ممیزّہ اور مباحات اور اوامر اولیٰ میں تمیز انسانی تدریجی صلاحیت

---

[1] (مسلمان) عورتیں کافروں کے لئے حلال نہیں اور نہ وہ (کافر) ان (مسلمان) عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ (ممتحنہ - ع ۲)
[2] اور کافر عورتوں سے مت تمسک قائم رکھو۔ (ممتحنہ - ع ۲)
[3] قرب عدل سے ان محصنٰت کا اہل کتاب ہونا مقصود ہے۔
[4] فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۭ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ڎ (روم - ع ۴)

Marfat.com

کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔ اور فرائض و نوافل و ذکر پر مداومت صبری نوافل اور اوامر اولی کی تعمیل کو بجائے اراہ صبری فطرت راغبہ قرار دیتی ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی تکمیل عدلیہ ہے۔ اور اُس سے عدل (للہیت) فطرت نفس قرار پاتا ہے۔ جو مدعائے تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ اور اساس عدل پر استوارِ نفس انسانی کی تخلیق کا مقصود ہے۔

پس جیسے تدریجی مباحات اور محض فرائض عبادات تکمیلِ نفس کی ضامن نہیں ہو سکتیں تا آنکہ اختیار اولی اور نوافل و ذکر پر مداومت کے ساتھ ذاتِ الٰہی میں استغراق متحقق نہ ہو اسی طرح اسلام کے جملہ قوانین جو بمطابق فرمان ربانی وَمَنْ يَّأْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (نحل ع) اور جو عدل کا حکم دیتا ہے اور وہ صراط مستقیم پر ہے۔ عدلِ محقق ہیں اپنے مدعائے تکمیلیہ کے ساتھ ہرگز تحقق نہیں پا سکتے جب تک تدریج قبول کے مقصد ارتقائیہ یعنی تہذیب شخصی کے بعد تدبیر منزل اور سیاستِ مدن میں تکمیل عدلیہ متحقق نہ ہو اس لئے آزادی اساری اور اخراج[1] غلامی اور یتمی اور ایامی اور جملہ افرادِ ملت کے معاشرہ میں نفاذ عدل سے دولتِ وسطیہ کے معاشرہ کو عدل کے ساتھ مکمل ہو جانا چاہیئے دراں حالیکہ فطرت نفس کی تکمیل عدلیہ ہی جو مرجع فطری عزوجل ہیں داعی الی المرجع کی قوت فعالیۂ متواترہ کے گرد تداورِ صحیحہ کے ساتھ استغراق سے تحقق پاتی ہے عدل باللٰہیت کو فطرت فرد و منزل و مدن قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام کائنات انسانی کو ملتِ وسط کے نفس فعال کے ساتھ منفعلاً ملحق ہوتے ہوئے اختیار فطرت (دین قیم یا عدل) سے فطرتِ نفسِ نوعی کو مکمل قرار دینا چاہیئے۔ جو تقاضائے فطرت نفس کی ایفا بالعدل ہے۔[2]

اس مرحلہ پر یہ حقیقت علیہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ کتاب مجید چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا ترشح ہے۔ اس لئے روحِ الٰہی ہے۔ اور چونکہ اللہ تعالیٰ نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس کی حقیقت بھی نور ہے۔ علیٰ ہذا النفسِ انسانی میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذاتی ترشح یعنی اپنا روح ودیعت[3] فرمایا ہے۔ اور اس کی حقیقت بھی نور ہے۔ جو کتاب مجید میں استغراق سے نفسِ انسانی میں روشن ہو جاتی ہے۔ اور کتاب مجید چونکہ قانونِ عدل ہے۔ اس لئے اس نفسِ انسانی کی حقیقت قانونِ عدل کی نورانی حقیقت کے ساتھ متحد قرار پاتی ہے۔ جس میں روحِ الٰہی اپنے نورانی کشف کے ساتھ روشن ہو جاتا ہے۔ پس اس کی ایک ایک حرکت و سکنت اور اس کی جنبش لب قانون عدل قرار پاتی ہے۔ اور اس کو آئین کی توسیع فرعی کا حق پہنچتا ہے۔ جسے اجتہاد کا نام دیا گیا ہے۔

اور وہ ہر گونہ تمام شعوری ارتقاء منجملہ ہر گونہ علوم و فنون اور فلسفہ و سائینس کو معیار عدل پر معتمد کرتے ہوئے اسلامی تمدن میں مدغم کر سکتا ہے بحالیکہ جملہ علوم و فنون قدیم و حاضر اس روحِ الٰہی

---

[1] چنانچہ خاکسار نے اسی دلیل سے سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد دوم سے ان احکام پر بحث کو خارج قرار دیا ہے۔ جو تدبیر منزل یا سیاست مدنیہ میں عباد و اماء سے تعلق رکھتے ہیں۔

[2] جو کچھ اندر میں ہو اس کا باہر ٹپکنا

[3] فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (اور جب میں اسے بنا چکوں اور اپنا روح اس میں پھونک دوں)۔ (حجر ع ۳)

Marfat.com

کے ترشحات ہیں جو کتاب مجید کی وضاحت کی روشنی میں فطرت شعوریہ کی شہادت کے ساتھ رضائے الٰہی کے تحت نفسِ انسانی میں ودیعت ہے ۔ اور یہی دلیل روشن تمام علوم و فنون قدیم و حاضر کو معیار عدل پر متعدد کرتے ہوئے کتاب مجید کا تابع قرار دیتی ہے ۔

الحاصل مذکورۃ الصدر وضاحت کی روشنی میں صدر دولت اور اراکین شوریٰ اور منصب انصاف پر فائز شخصیتوں اور تمام ملت کے نفوس کو قانونِ عدل (کتاب مجید) کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہو جانا چاہیئے تدریج[1] ایک اصول ہے ۔ جو تخلیق انسانی اور تمام نظامِ کائنات میں جاری و ساری ہے ۔ مثلاً انسان کی پیدائش اس طرح ہے کہ آب مرد سے خون کے لوتھڑے کی صورت اختیار کرتا ہے ۔ پھر ایک سخت گوشت کی ۔ پھر ہڈی کی پھر گوشت پوست اور انسانی اعضاء و جوارح کی تشکیل ہوتی ہے ۔ پھر اس کی روحِ بخاری کے ساتھ روحِ الٰہی متعلق کر دی جاتی ہے ۔ چنانچہ فکر و تدبر اسی کا شعوری ثمر ہے ۔ انسان کی پیدائش کے بعد بچپن میں اس کی شعوری قوت زیادہ بیدار نہیں ہوتی آہستہ آہستہ جوں جوں عمر گذرتی جاتی ہے ۔ وہ شعور مستعد ہوتا جاتا ہے ۔ حتیٰ کہ پختہ عمر تک پہنچ کر اسے استقلال ہو جاتا ہے ۔

اسی طرح نفس جماعت بھی اسی تدریجی ترقی کا آئینہ دار ہے ۔ ابتدا میں بنی آدم کے اسباب معشیت ۔ خورد و پوشش، آلات جنگ وغیرہ کو ابتدائی درجہ حاصل تھا ۔ زمانہ کے گذرنے کے ساتھ ساتھ بالتدریج شعوری ترقی سے آج اس ارتقائی منزل پر یہ سب کچھ پہنچ چکا ہے ۔ کہ گذشتہ جماعتیں اس کے تصور سے بھی قاصر تھیں شعورِ نفسِ جماعت کی تدریجی ترقی بھی انفرادی شعور کے تدریجی ارتقاء کی آئینہ دار ہے ۔ جماعتیں نفوس سے مرتب ہوتی ہیں ۔ اور ایک جماعت یا ایک زمانہ کے افراد جب ایک مقامِ شعور تک پہنچ جاتے ہیں ۔ تو آئندہ نفوس اس مقامِ ارتقا سے مزید ارتقا کی طرف بڑھتے جاتے ہیں ۔ اسی طرح تمام عالم کے افراد کی وسعت اور آبادی میں کثرت اسی تدریجی ترقی پر شاہد ہے علیٰ ہٰذا افراد یا جماعت کو جب کبھی ایک نقطۂ عمل صلح و جنگ پر متفق کرنا مقصود ہوتا ہے تو پہلے افراد یا جماعت کے اذہان میں مناسب حال انقلاب کی ضرورت ہوتی ہے ۔ جب اذہان میں انقلاب رونما ہو جاتا ہے ۔ تو ہنگامۂ عمل کی طرف اقدام ہوتا ہے ۔ گویا ظاہری انقلابات درحقیقت ذہنی انقلابات کے نتائج و آثار ہیں ۔ اور یہ خیال و عمل کا بالتدریج انقلاب اسی تدریجی ارتقا کا آئینہ دار ہے ۔ علیٰ ہٰذا شرائع سابقہ اور گذشتہ ملتوں کے متعلق دستورِ آسمانی کے بعض پہلوؤں کا زیرِ پردہ رہنا اور نفسِ زمانہ کی جامعیت کے ساتھ خاتم النبیین محمدٌ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکمیل دین اور اتمامِ نعمت قیامت تک تمام آئین ہائے اصولی کی وضاحت ہے ۔ اور اس کی بنیادوں پر آئین کی توسیع فرعی نفسِ زمانہ کے تدریجی ارتقا کے تقاضاؤں کو پورا کرتی ہے ۔ گویا فطرتِ کائنات استقلالِ اجتہاد کے لئے فیصل بالحق ہے ۔

اور آج اور قیامت تک ہمیشہ ہم نفس زمانہ کی ترقی یافتہ صورتوں کے مطابق کتاب و سنت کے آئینہائے اصولی کی بنیادوں پر تہذیب نفس کی نورانی قوتِ شعوریہ کے ساتھ جو قانون عدل کتابِ مجید کی نورانی معنویت

---

[1] ہر بات کا رفتہ رفتہ ہونا ۔

کے ساتھ حقیقت نفس کا اتحاد ہے۔ قانونِ انتخاب اور تمام ملکی و معاشرتی قوانین منجملہ تدبیرِ منزل اور میراث اور تعزیرات اور جہاد اور نفس دولت سے اخراجِ غلامی وغیرہ سیاست مدن کے تمام پہلوؤں سے متعلقہ آئین میں اجتہاد بالعدل کے ساتھ توسیع کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ اور اس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی وضاحت کے تحت صحابۂ کرام کا عمل شاہد بالحق[1] ہے۔

---

[1] جیسے کہ عنوان نائبین امارت اور منصب تحکیم العدل کے تحت اس کی وضاحت گذر چکی ہے۔

Marfat.com

ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۲

ترتیب قصاص و حدود

●

دولتِ وسطیہ کی ہیبتِ قاہرہ نفسِ مدان میں
فرطیاتِ جزئی کو دبا دینے کا استحقاق رکھتی ہے!

محمد سعید

Marfat.com

ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۲

ترتیب قصاص و حدود

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰه

تصغیر فرط بالجہاد کو متحقق کرنے کے بعد شرح رذائل تحریکیہ کے ساتھ ان داخلی فرطیاتِ جزئی کو جو تکمیل عدل تک کے درجات تعدیلیہ کے اجتماع سے نفس ملّت میں پائی جاتی ہیں۔ یا وہ اقوام صاعزکی ترشحات فرطیہ ہیں۔ (کہ ان کی ارتقائی صورتیں فساد فی الارض پر نتیجہ پذیر ہوتی ہیں۔ جو دلیل ارتقائیہ سے تمام فرطیاتِ جزئی کی نسبت زیادہ سخت عذاب کی مستوجب ہیں)۔ یہ خاکسار ضابطۂ تصغیر فرط نمبر ۲ یعنی ضابطۂ قصاص و حدود کو ترتیب دیتا ہے۔ جو امیر فرد کی قوتِ فعالیہ اور اہتمام تصرّفِ عدلیہ کی معیت میں اجرائے ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ افرادِ ملّت و ملک کے ادراک و تحریک میں متصرف ہوتا ہوا اور ان کو متاثر کرتا ہوا سیاستِ مدن کو خطرات انتشار سے محفوظ کر لیتا ہے۔ جو محیطۂ عالم توسیع ملی کی بنیاد مستحکم ہے۔

اور چونکہ تمام فرطیاتِ جزئی کی اساس ارضیات کی طرف رجحانِ نفس ہے۔ اور اس سے فکر و ارادہ میں فرط جزئی رونما ہوتا ہے۔ اور پھر اس مفرط قدرت ارادی کے تحت رذائل تحریکیہ کا ارتکاب واقع ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے رذائل اصولیۂ تحریکیہ کے علاوہ (جو رذائل اصولیہ ادراکیہ کے مظاہر ہیں) رذائل تحریکیہ کو فرطیاتِ جزئی قرار دیا گیا ہے۔ پس شہوات عنصری کی طرف متذکرہ رجحان نفس جو مفرط قوت شہوی کا خاصہ ہے۔ اور ایفائے رجحانات کے لئے دفع موانع جو قوتِ غضبیہ کے فرط سے واقع ہوتا ہے۔ ان تمام رذائل تحریکیہ کی بنیاد ہے۔ جن کی تصغیر کے لئے نظامِ اجتماعی کی ہیبتِ قاہرہ متحرک ہوتی ہے۔ پس رجحاناتِ شہوی کی ایفا کے راستہ سے موانع کو ہٹا دینے کے لئے یا کہ تو ماننے نفس کے خلاف کہ تصدیقِ فکری و ارادی کے ساتھ قوتِ شہوی ان کی متحمل ہو جاتی ہے۔ کسی واقعہ کے پیش آنے سے جب غضب شعوری قدرت کی پابندیوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس وقت ایسے ظالمانہ افعال کا ارتکاب کرتا ہے۔ کہ جب اس کی قوتِ شعوریہ کو غضب پر اس کے کمزور ہو جانے سے پھر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ تو ان افعال کے نتائج مفرطہ پر نادم ہوتا ہے۔ مگر اس کی ندامت کچھ سودمند نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کے اعمال مفرطہ کے نتائج انفرادی یا منزلی یا مدنی حیثیت کو متاثر کرتے ہوئے اسے فطرت انسانی اور فطرتِ نظام اجتماعی کی رو سے سزا و عقوبت کا مستوجب قرار دیتے ہیں۔ اور منصب تحکیم العدل کو اہتمام تصرفِ عدلیہ کی معیت علمیہ و احتسابیہ میں اس پر عدل کے ساتھ حکم جاری کر دینا چاہیئے

Marfat.com

علیٰ ہٰذا رجحانات شہوی کے توجہ میں جب وہ تمام عدلی ضوابط کو ایفائے شہوت کے راستہ سے ہٹاتا ہُوا تہذیب شخصی یا تدبیر منزل اور سیاست مدن کا مجرم قرار پاتا ہے۔ تو تحقیق جرم پر حکم بالقسط اس کو ہرگز معاف نہیں کر سکتا۔

پس اشتعال شہوت و غضب کے وقت بمطابق فرمان ربانی [اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ہِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ] [1] اس پر شعوری ضبط کے ساتھ جو روح الٰہی کا ترشح ہے۔ قدرت حاصل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ عادل فعّال محمّد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلم اور وقار [2] کے اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور غضب و رضا کی حالت میں کلمۃ العدل [3] کا اور برے سلوک کے جواب میں ظلم سے اجتناب [4] کا حکم دیا ہے اور مؤمن اسی طرح مہبط محبت [5] قرار پا سکتا ہے۔ جو ہرگاہ ضبطِ شعوری کے استقلال کو مستلزم ہے۔ مرجع فطری اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ	معاف کرنا اختیار کر لے اور معروف کا حکم دے اور
الْجٰہِلِیْنَ وَاِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ	نادانوں سے درگزر کر اور اگر شیطان کی چھیڑ تجھ کو ابھار دے
فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ۝	تو اللہ سے پناہ مانگ۔ (اعراف۔ ع ۲۴)

اس فرمانِ ربانی سے مقصود یہ ہے۔ کہ غضب و شہوت کے خطراتِ فطریہ کو تعوّذ بِاللہ [6] سے دبا دینا چاہیئے جو اس شعوری ضبط کو متحقق کرتا ہے۔ جو ترشح روح الٰہی ہے۔

علیٰ ہٰذا عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے حکم دیا ہے۔ کہ غصّہ کے وقت وضو کر لینا چاہیئے۔ اگر کھڑا ہو تو بیٹھ جائے اور بیٹھا ہو تو لیٹ جائے۔ (یہی حکم عدلیہ شہواتِ عنصری کے اشتعال کے وقت ناطق بالحق ہے۔ کیونکہ غضب و شہوت دونوں قوائے عنصریہ ہیں۔

عناصرِ اربعہ سے تقویم انسانی متحقق ہوتی ہے۔ اس لئے وضو سے کیفیات اشتعالیہ پر نفس کے جزو مائی کی یکسانیت و ضو کی جنسیتِ مائی کے تحقق کی دلیل سے خنکی ماءیت غالب آجاتی ہے۔

اور چونکہ نفس انسانی میں تمکینِ اعتدال مرجع فطری عزّوجل میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے تطہیر کثافت کی دلیل سے جو محل لطافت ہے۔ نفس انسانی کے فطری لگاؤ اور شعوری رجوع کو وضو مرجع فطری عزّوجل

---

[1] تو مٹا دے اسے اس چیز سے کہ وہ بہتر ہے۔ پس تو اور وہ جس کے درمیان دشمنی ہے۔ ایسے ہوگئے جیسے دوست کارسانہ یا خویش مہربان (حم سجدہ ۔ ع ۵)

[2] مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الحذر والتانی فی الامور فصل اوّل

[3] مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب البکاء والخوف فصل سوم

[4] مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الظلم فصل ثانی

[5] مؤمن مہبطِ محبت ہے۔ اور اس میں کچھ اچھائی نہیں جو نہ محبت کرتا ہے اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق فصل ثالث

[6] اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ پڑھنے سے اور اس کی حقیقت معنویہ یعنی مرجع فطری کی طرف رجوع سے۔

کی طرف متوجہ کر دیتا ہے۔ اور توجہ شعوری ضبط کی تمکین کا موجب ہوتی ہے کیونکہ شعور روح الٰہی کا ترشح ہے علیٰ ہذا تبدیل ہیئت سے قوائے جسمیہ اپنی اساسہائے محلیہ سے متزلزل ہو جاتی ہیں۔ اور تحریکات مشتعلہ کے ضعف سے شعوری ضبط عود کرتا ہے۔ پس شہوانی یا غضبانی حرکات کے وقت تعوّذ اور تبدیل ہیئت اور وضو (ضبط شعوری) کے ذریعہ ان کو فرو کر دینا چاہیئے۔ اور جو شخص افراطِ غضب و شہوت کو نہ روک سکیگا۔ تو تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن مدارج جرمیہ کے مطابق اسے مستوجب عذاب قرار دے گی۔ اور منصب تحکیم العدل اس سے متعلقہ آئینہائے عدل اور حدود کو حق کے ساتھ اس پر نافذ کر دے گا۔ اور اس سطح ارض پر اس عذاب الیم سے جو بحیثیت نیابتِ الٰہی فردیتِ امارت کی طرف سے اس کے لئے مقرر کیا جائے گا۔ اس کو ہرگز کوئی نہ بچا سکیگا۔ گویا مجرمین کے لئے منصبِ تحکیم العدل کی ہیبتِ قاہرہ سطح ارض پر نصب میزان العدل جزا ہے۔ اور یہ احاطۂ ملّت و ملک میں ادراک و تحریک کے ترشحات مفسدہ کا تعطل یا ان کی تصغیر ہے۔ جو اساس عدل پر استوارِ فطرتِ نفس کے اس فیصلۂ عدل کی پیروی میں متحقق ہوتی ہے۔ کہ دولتِ وسطیہ کی ہیبتِ قاہرہ نفسِ مدن میں فرطیاتِ جزئی کو دبا دینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ وہ منزل اوّل کی جائزہ واحد صورتِ وسیعہ ہے۔ اور الوالامر (امیر فرد) پر ابوّتِ اعلیٰ کی دلیل سے تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن میں تمکین عدل (جو اساسِ فطرت پر استوارِ کائناتِ انسانی کی تکمیل عدلیہ ہے اور تصغیر فرط کو مستلزم ہے) عائد ہوتی ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ابوّت الناس کو ہی چونکہ فضل ابوّت کے ساتھ تربیت افراد اور تدبیر نظام کا حق پہنچتا ہے۔ اور صرف اسی کو اس پر قدرت صحیحہ حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اجرائے حدود و قصاص اسی کے ساتھ مخصوصیتِ تامہ رکھتی ہے۔ اور افرادِ مدن کو جو فی الحقیقت منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ (وحدتِ مدن) کے ابناء و اطفال ہیں اپنی کیفیت ہائے متوجہ کی دلیل سے قانون و نظام اپنے ہاتھ میں لینے کا ہرگز حق نہیں پہنچتا ورنہ تموّجِ عواطف و جذبات سے احاطۂ سیاستِ مدن فساد سے مملو ہو جائیگا۔ جو وجہ اجرائے حدود ہے۔ پس فطرتِ تہذیب و تدبیر و سیاست۔ فردیتِ امارت یا نظام اجتماعی کے ساتھ اجرائے حدود و قصاص کو مختص کرتی ہوئی افرادِ مدن کے آزاد حق اجرائے حدود و قصاص کو ساقط قرار دیتی ہے۔

فساد

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ
فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ
أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ؕ..... الخ (المائدہ)

نفسِ انسانی میں فطری لگاؤ جو مرجع فطری عزّوجل کے نور یا کشف روح الٰہی کے تحمل کی استعداد ہے۔ اور شہواتِ عنصری کی ایفا بھی اس کا خاصہ ہے۔ تحمّلِ نور اور جملہ فطری تقاضاؤں کی ایفائے عدلیہ کیلئے دافعِ موانع قوّتِ غضبی کے ذریعہ موانعِ حائلہ کو جادۂ ایفا سے ہٹا دیتی ہے۔ گویا قوّتِ شہوی نفس انسانی میں متحمّلِ جمالِ نور ہے اور قوت غضبی شوکتِ جلالیہ ہے۔ اور وہ عدل سے اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتی ہیں۔ مگر جب وہ نقطۂ عدل سے ہٹتی ہوئی جادۂ فرط پر گامزن ہو جاتی ہیں۔ تو فطرت کے تقاضا ہائے صحیحہ (کشفِ شعور اور تحملِ نور اور بالعدل ایفائے حوائجِ عنصری) کے متعلق قوتِ عملی یا ارادہ میں ہرگز صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ قوّتِ غضبی اس وقت شہواتِ عنصری کے فرط میں بہاؤ کی دلیل سے حرصِ نفس یا حرصیات نفس کے راستہ کو افراطِ غضب کے ساتھ بے روک کر دینا چاہتی ہے۔ یا تفریطِ غضب کے ساتھ حاصل کرنا چاہتی ہے۔ کہ وہ جادۂ کشف و تحمّل یا تعدیلِ نفس کی جانب مخالف ہے۔ گویا وہ کائناتِ نفس فرد میں اختلاف تقاضا ہائے فطرت تخلیقیہ کی دلیل سے فساد بپا کر دیتی ہے۔ اور چونکہ فرد اساسِ اجتماع ہے۔ اس لئے گویا سطحِ ارض پر جو قرارگاہ اجتماعِ نوعِ انسانی ہے۔ وہ فساد بپا کر دینے کی بنیاد ہے۔

پس ان تمام فکری و ارادی رذائلِ خسیسہ (جن کا ذکر اوراقِ سابقہ میں گزر چکا ہے۔ اور اس دلیل سے کہ ادراک کو تحریک پر قدرت حاصل ہے۔ وہ تمام رذائلِ غضبیہ اور شہویہ کی اساس ہیں) کی حیثیتہائے اصولی و فروعی کے ترشحات کو پورا کرنے کے لئے قوائے غضبی و شہوی افراط و تفریط کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اور تشحیحِ نفس کی دلیل سے بخل و حسد و بغض اور لذائذ کثیفہ کے تصورات سے مملو ہو کر منصب و جاہ اور علو فی الارض اور حرصِ مال اور ایفائے شہواتِ عنصری کیلئے وہ بعض نفوس یا جماعتیں جنہیں فکرِ صحیحہ حاصل نہیں یا فکرِ صحیحہ کے باوجود اس کے کشفِ کامل فی العدل سے محروم ہیں۔ زمین میں قولی و فعلی فساد بپا کرتے ہوئے جائزۂ واحد دولتِ وسطیہ کو خلل پذیر کرنا چاہتے ہیں۔ جو ان کی قوتِ تحریک کا فرط ہے۔ اور فسادِ غضب و شہوت ہے۔ اور قرارگاہ نفوس یعنی سطحِ ارض کو فساد زدہ کرنے کا ذریعہ ہے۔ اس لئے فطرتِ نفس اور فطرتِ کائنات یہ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ کہ جائزۂ واحد دولتِ وسطیہ کے محور ابوالانس (امیر فرد) کی اس ہیبتِ شمشیر کے ذریعہ جو تقاضائے تادیب الوہتِ فعّال کی ایفا ہے۔ ان مفرط نفوس اور مفرط گروہوں کو ضرور

Marfat.com

اس دلیل قاہرہ کے ساتھ دبا دینا چاہئے کہ امیر فرد واحد مرجع فطری عزوجل کی شہادت اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ...... الخ کے تحت نوعِ انسانی کے تقاضائے وحدتِ مرجعِ فطری ونسلی کی ایفائے قاہرہ کے ساتھ منصب الوتِ الس پر جلال انگیز ہے۔ یعنی آج اس عہد وسطیہ میں عادل فعّال اول المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم نے دلیل کشفِ روح الہٰی اور تحمل کشف سے دستور کامل کی معیت میں (جس کا نفاذ تقاضائے الوت الس کی ایفائے فعّال ہے) اس منصب علیہ پر جلوہ ریز ہو کر کشف و تحمل کو ملت وسط میں تواتر کے ساتھ جاری کرتے ہوئے۔ عہد فردیت استخلاف فی الارض میں فردیت امارت کو وراثت کشف و تحمل کی دلیل سے متذکرہ تصدیق مرجع فطری عزوجل کے ساتھ وضاحت مصطفوی مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَا اللّٰہَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِیِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ[2] کی روشنی میں اپنی قوت فعالیہ کے ساتھ متحد قرار فرمایا ہے۔ جُعِلَتْ لِیَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا وَّطَهُوْرًا[3]۔ جو تمام عہود و دہور کو الیٰ یوم القیمہ محیط ہے اسی حقیقت عقلی کی وضاحت ہے۔

پس امیر فرد کے نفس مبارک میں کشف روح الہٰی اور تحمل کشف جو نزشحات عدلیہ الہیہ (دستور عدل) کی معنویت کے ساتھ اس کی حقیقت نفس کا اتحاد ہے) اس کی اطاعت کو اطاعت الہٰی و مصطفوی اور اس کی معصیت کو معصیت الہٰی و مصطفوی قرار دیتا ہے۔ اور معصیت دلیل تخالف سے مرجع فطری عزوجل اور داعی الی المرجع کے ساتھ یا اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے ساتھ حرب ہے اور تجاوز از عدل کی دلیل سے سعی با الفساد ہے۔ اور الو الالس (امیر فرد) کی تدبیر وسیاست کے ساتھ محاربہ ہے۔ پس تمام انواعِ جرائم قتل۔ فواحش۔ کذبیات۔ سرقہ۔ ڈاکہ و رہزنی اور بغی اپنے درجات خفیفہ و شدیدہ کے ساتھ وضاحت متذکرۃ الصدر عنوان ہٰذا کے تحت انواع فساد ہیں اور آمر بالعدل مرجع فطری عزوجل ان کے درجات تدریجیہ کے مطابق جو ایفائے آئین عدل ہے۔ بعض جرائم (فاحشہ۔ سرقہ۔ افترا) کی وضاحت خصوصی کے ساتھ جو ان کے کوائف جرمیہ کے تقاضاؤں کی ایفائے عدلیہ ہے۔ (اور ان پر بحث ان سے متعلقہ عنوانات کے تحت کی جائے گی) حق کے ساتھ حکم دیتا ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰہَ وَ	تحقیق ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور اس کے رسول کے
رَسُوْلَہٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا	ساتھ لڑتے ہیں اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے
اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ	ہیں یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا اُن کے ہاتھ
وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ	اور پاؤں باہم جوانب مخالف سے کاٹ دئے جائیں

---

[1] اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور تم میں سے جو اولی الامر ہو (نساء - ع ۸)

[2] جس نے میری اطاعت کی اس نے باالتحقیق اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے باالتحقیق اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے باالتحقیق میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے باالتحقیق میری نافرمانی کی ..... الخ (بخاری مسلم)

[3] روئے زمین میرے لئے مسجد و طہور بنا دی گئی۔ (بخاری مسلم)

Marfat.com

الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا
وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝
اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا
عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝
(المائدہ - ع ۵)

یا انہیں زمین سے کھو دیا جائے (قید کر دیا جائے)
یہ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے۔ اور آخرت میں
ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔ مگر جو لوگ توبہ کر لیں قبل
اس کے کہ تم ان پر قدرت پاؤ۔ پس جان لو۔ اللہ
غفور الرحیم ہے۔

تدریج ایک اصول ہے۔ جو تخلیق فطرتِ انسانی اور اس کے ماحول حیات یعنی تمام نظام کائنات میں خالق فطرت عزّ وجل نے جاری وساری فرمایا ہے (جلد اوّل کے مقدمہ فاتحۃ العدل میں اس پر مفصل بحث کی گئی ہے) اسی اصول تدریج کا تقاضا ہے کہ نفس انسانی میں تکمیل عدل تدریج کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اس لئے ملّتِ عدل کے افراد میں تکمیل عدل تک کے مدارج تعدیلیہ گویا ان کے نفوس میں رجحانات کثافت کے امکانات کا موجب ہیں۔ اور اسی دلیل سے اُن کے قوائے تحریک کے ذریعہ فرطیات جزئی کا ظہور واقعہ ہوتا ہے۔ کہ ان پر اجرائے حدود باالعدل تقاضائے فطرتِ عدلیہ کی ایفا ہے۔ اس کے بعد اقوام صاغر کے متعلق یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ افکار اور مبادئ اعمال میں تمکین عدل فعّال باالعدل موثرات فکریہ وعزمیہ اور ان کے ترشحات عدلیہ کے تصرف سے ہی واقع ہو سکتی ہے۔ اور قوائے تحریک پر سختی اُن افکار اور مبادئ اعمال کے اُن نقطہ ہائے مقاصد کو ہرگز نہیں بدل سکتی جو نفوس متعلقہ کا بحیثیت فطرت مفرطہ مرجع قرار پاتے ہیں۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ[1] اسی کیفیت نفسیات کی شرح روشن ہے۔ اس لئے قبول عدل (دینِ حق) کے لئے اقوام صاغر پر شدّت واکراہ فیصلۂ فطرت کی رو سے نا روا ہے۔ اور اسی دلیل سے اقوام صاغر کو ان کے ادیان کے بارہ میں اس تحدید عدلیہ کے ساتھ کامل آزادی ہونی چاہیئے کہ وہ تدبیر منازل اور سیاست مدن کے عدل پر فساد کے ساتھ موثر نہ ہو۔ کیونکہ تمام کائنات انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے عدل تمام کائنات انسانی کا مسلمۂ فطری ہے۔ اور فساد فرطہ ہے۔ یعنی حدّ عدل سے تجاوز ہے۔ اور مسلّمات فطرت نوع انسانی کی خلاف ورزی ہے۔

پس ملّت عدل یا اقوام صاغر کا کوئی فرد انفرادی یا منزلی یا مدنی حیثیت کے ساتھ سیاستِ مدن کے نظامِ عدلیہ کو اگر فساد سے متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ تو اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانی کی تشخیص اور تجزیہ کی شہادت کے ساتھ مسلّمات فطرت کی رو سے اس پر عقوبت عدلیہ نافذ کرتے ہوئے نظامِ مدن میں عدل کو متمکن کرنا چاہیئے کیونکہ اعمالِ مفرطہ جو رجحانات کثافت کا نتیجہ ہیں۔ اور ضبط شعوری کا ضعف ان کے ارتکاب مفرطہ کا موجب ہوتا ہے۔ اس لئے اُن کی جزا باالعدل جو قوتِ تحریک پر شدت باالعدل سے تحقق پاتی ہے۔ نفس مدن میں رجحانات کثافت کے فساد کو قوائے تحریک کے ساتھ کثافت کے اتحاد فطری کی دلیل سے دبا دیتی ہے۔

مثلاً فاحشہ۔ سرقہ۔ رہزنی۔ ڈاکہ۔ بغی۔ کذبیات وغیرہ یہ تمام تر مقاصد رجحانات کثیفہ کے حصول کے لئے قوائے تحریک کے اعمال مفرطہ ہیں۔ اور یہ افعال قبیحہ اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نوعِ انسانی کے فکر وشعور کا بحیثیت فطرت ہرگز

[1] (البقرہ - ع ۳۴)

مرجع قرار نہیں پا سکتے - اس لئے ان کی جزا بالعدل نظامِ مدن میں تاثراتِ عدلیہ سے دفع موانع فرطیہ کے ساتھ موجب تمکین حیوانفہ ہے - اقوام مفرطہ کی تصغیر بالجہاد سے بھی یہی مقصدِ علیہ تحقق پاتا ہے - کہ سلوکِ جادۂ عدل میں ان کی حیثیتِ مانعی کے تحقق پر کہ وہ سطح ارض پر سعی بالفساد ہے - انہیں مسلکِ عدل سے ہٹا دیا جائے - جو تمام کائنات انسانی پر اخوتِ فعّال کے تقاضا ہائے تو دد کی ایفائے رحیم ہے - مگر ان کے ان کوائف فکریہ پر اکراہ مقصود نہیں ہوتا جو ان کی فطرتِ مفرط کا مرجع و مقصود قرار پاتے ہیں - جو فیصلۂ فطرت کی رو سے ناروا ہے - گویا تصغیر بالجہاد سطح ارض سے دفع فساد کے لئے جد و جہد ہے - جو اعمال مفرطہ کو جزا بالعدل کے ساتھ معطل قرار دیتی ہے - یہی اصول اجرائے عقوبت و حدود میں نافذ بالعدل قرار پاتا ہے -

عدل معیارِ قانون ہے - اس لئے عدل ہی ملّتِ وسط اور اقوام صاغر کے درمیان اجرائے عقوبت و حدود کے لئے نظامِ مدن میں جاری ہونا چاہئیے - پس اولاً دستور عدل سے آیۂ متعلقہ سعی بالفساد جو آمر بالعدل عز و جل کا ترشح عدلیہ ہے - فیصلہ فطرت کے ساتھ (جس پر تشخیص و تجزیہ نفس جیسے کہ سطور آئندہ میں وضاحت کی جاتی ہے شاہد بالحق ہے) فساد کو دبا دینے کے لئے میزان العدل آئین ہے - جو جرم و جزا میں تنصیف صحیحہ کو متحق کرتی ہے - اور ثانیاً اس دلیل کے ساتھ کہ اللہ عز و جل نے ابتدائے تخلیق انسانی سے ابوالانس نبیٔ فرد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس تک تمام کائناتِ انسانی کی طرف ھادیان برحق مبعوث فرمائے کہ انہوں نے فطرت یا عدل کی طرف ان اقوام کو دعوت دی جن کی طرف وہ مبعوث ہوئے اور آج سطح ارض پر عدل کا بحیثیت مسلمہ تمام نوعِ انسانی میں سیرانِ اسی خوان نبوت سے معلوم یا غیر معلوم طریق سے خوشہ چینی کا نتیجہ ہے - جیسے کہ جلد اول عنوان تشبہ بہ حکمت میں ثابت کیا گیا ہے - اس لئے اقوامِ صاغر کے جرائم معاشری میں ان کے ادیان سے ہر وہ قانون جو معیار عدل پر معتمد ہو نافذ کرنا چاہئیے اور اسے ان کے ساتھ اس دلیل سے خصوصیت دینی چاہئیے کہ وہ تقاضائے اخوت عہدیہ کی ایفائے موثرہ ہے - جیسے کہ عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی اور ایک یہودیہ تورات کے مطابق جرم فاحشہ کے ارتکاب پر سنگسار کرنے کا حکم دیا - (مشکوٰۃ المصابیح - بخاری و مسلم موطا میں متعلقہ روائت مطالعہ فرمائیں)

اور ثالثاً ایسے افعالِ مفرطہ کو جو معیارِ عدل سے ساقط ہوں اور اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کی شہادت کے ساتھ کائناتِ انسانی کے مسلماتِ عدلیہ کے خلاف ہوں - جیسے نکاحِ محارم وغیرہ اقوام صاغر کے معاشرہ سے خارج کر دینا چاہئیے کیونکہ نوع انسانی کی کثافتِ نفس کا ماحول ارضی کے ساتھ اتحاد جنسی تاثرات کثیفہ کو غلیظ کرتا ہوا انجام کار رجحان الی العدل کو فطرت سے خارج قرار دیتا ہوا غیر منکشف فکر و ارادہ کو فرط کے ساتھ متاثر کرتا ہے - گویا ان افعال مفرطہ کا وجود فطرت نوعِ انسانی پر حملہ ہے - (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الجہاد میں متعلقہ روائتِ مؤیدہ مطالعہ فرمائی جائے) -

علیٰ ہذا ان کے ایسے قوانین کو جو معیار عدل پر راسخ نہ ہوں چھوڑتے ہوئے اس قانونِ عدل کو ان پر نافذ قرار دینا چاہئیے - جو سیاستِ مدن میں تمکینِ عدل کی دلیل سے تقاضائے اخوت انس کی ایفائے فعّال ہے - اور فطرت نفس کی تشخیص و تجزیہ اس کی حقیقتِ عدلیہ پر شاہد بالحق ہے -

Marfat.com

اور ان کے وہ اعمال یا طریقِ عبادات جو سیاستِ مدن پر فساد و فرط کے ساتھ موثر نہ ہوں۔ جدان حالیکہ ان کے افکار اور مبادیٔ اعمال کے نقطہ ہائے مقاصد کے مظاہر ہیں۔ ان کے ساتھ اس دلیل سے تعرض بالاکراہ نہیں کرنا چاہئے کہ وہ ابوتِ انس کے تقاضاہائے تدبیر و سیاست سے جو تمام افرادِ مدن میں میزان متحدہ کے ساتھ نافذ قرار پاتا ہے۔ غیر متعلق قرار پاتے ہیں۔

اب اس کے بعد یہ خاکسار تشخیص و تجزیۂ فطرت کے ساتھ جرائم مفسدہ پر اجرائے عقوبت و حدود کے معیار عدلیہ کی وضاحت کرتا ہے۔ جو آیۂ متعلقہ سعی بالفساد میں مرجع فطری آمر بالعدل عزوجل کی طرف سے نازل بالعدل ہے۔ اور قصاص بالعدل کی حقیقت ہے جو احاطۂ مدن میں تمکینِ میزان العدل آئین ہے۔

نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اس لئے اصول عدل کا احیا گویا احیائے فطرت نفس ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام کائناتِ انسانی کا احیا ہے اس لئے قاتل بالعمد کا بحق مقتول قتل کر دینا نفاذ عدل ہے۔ اور قصاص بالعدل کا مظہر عدلیہ ہے۔ علیٰ ہذا دیگر جرائم مفسدہ پر تشخیص و تجزیہ فطرت کے ساتھ جوانب جرم و جزا میں تنصیف بار کی صحت کو متحقق کرتے ہوئے قصاص بالعدل احیائے اصول فطرت ہے۔ اور نفس مدن میں تمکین عدل سے تمکین اطمینان ہے۔ ورنہ اعمال مفرطہ کو اگر واگذار کر دیا جاتا ہے۔ تو رجحاناتِ مفرطہ کی وسعتِ عملیہ کا فساد انسداد عدلیہ سے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور وہ وسعتِ تدریجیہ کے ساتھ تمام کائناتِ انسانی کو قتل و خون سے ہم کنار کر سکتا ہے۔ اس لئے بدلہ میں زندگی ہے۔ گویا مرجع فطری عزوجل کے ترشح عدلیہ (آیۂ قصاص میں) وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ تطابق فیصلۂ فطرت ہے۔ اور سطح ارض سے فساد کو جو ترشح فرط ہے دبا دینے کیلئے فیصلۂ ناطق بالعدل ہے۔

پس ابوالانس (امیر فرد) پر بالعدل یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ ارتکاب قتل اور فواحش جبریہ کے بارہ میں مجرمین خواہ ملتِ اسلامیہ سے ہوں یا اقوام صائر سے ان پر بغیر کسی قسم کے امتیاز کے قتل و صلیب کا حکم بالعدل نافذ کر دے۔ جو اس دلیل سے عدل ہے۔ کہ نفس کے بدل میں نفس جوانب میزانیہ میں تنصیف بار ہے۔ اور ناموس کو نظام منزلی کی فطرت تدبیریہ و نظامیہ بہائے نفس کے ساتھ شہادتِ ترشحاتِ فطرتِ نفس کے تحت ہم وزن قرار دیتی ہے (قتل سے متعلق مزید بحث عنوانات قتل دیت و اقسام قتل و دیت میں مطالعہ فرمائیں)

علیٰ ہذا اگر نفوسِ مفسدہ رہزنی اور ڈاکہ کے ساتھ جو سرقہ کی ارتقائی اور شدید صورت افراطیہ ہے اور اغوا اور قتل کو نہایت قریب قرار دیتا ہے۔ سیاستِ مدن کو فساد سے متاثر کرتے ہیں۔ تو اس دلیل سے کہ ان کے ہاتھ اور پاؤں افرادِ مدن کے اموال و نفوس و آبرو پر حملہ کی قوائے مفسدہ ہیں۔ اور دست و پا کے نتائج کسبیہ سے افراد کو محروم قرار دیتی ہیں۔ جیسے کہ عنوان سرقہ[1] کے تحت بحث کی گئی ہے۔ اور خطرۂ نفوس و آبرو اس جرم کو شدید ترین قرار دیتا ہے۔ اور ان کے ...... افعال مفرطہ ان کے ایسے مبادیٔ اعمال کے ترشحات ہیں۔ جو فساد و فرط کی لذت سے مملو ہو چکے ہیں اور استقلال فرط عمل کی دلیل سے فرط و فساد ان کی حیثیتِ فطری اختیار کر چکا ہے۔ اس لئے آیۂ سرقہ و آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے اتحاد اجتہادیہ کی شہادت کے ساتھ ان کے قوائے مفسدہ کا قطع و تعطل ہی انہیں اعمال مفسدہ کے ارتکاب

---

[1] عنوان سرقہ اس کے ساتھ متحداً مطالعہ فرمایا جائے۔

سے باز رکھ سکتا ہے۔ پس وہ قویٰ (ہاتھ اور پاؤں) جو کائنات انسانی کے اموال پر حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے نفوس و آبرو کو برباد و فنا کرنے کے لئے کوشاں ہیں اُن کو حسب درجاتِ جرمیہ (باہم جوانب مخالف سے) کاٹ دینا جوانب میزانیہ آئین ہی تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے جو ان کی فطرتِ مستغلہ فی الفرط کو افعال سعی بالفساد سے روک دینے کی جہد عدلیہ ہے۔ اور رجحاناتِ مفرط کی وسعت کو انسدادِ عدلیہ کے ساتھ کائناتِ انسانی پر موثر للعدل ہوتی ہوئی روک سکتی ہے۔ نیز حبس دوام عقوبت متذکرہ کے ساتھ بقائے حیات اور ترتیب نتائج انسدادیہ (یا انتظار) کے اتحاد کی دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ فرمانِ ربانی اَوْ یُنفَوْا مِنَ الْاَرْضِ میں کلمۂ اَوْ اس مرحلہ پر وضاحت متذکرہ کی روشنی میں اس حقیقت خصوصی پر شاہد بالعدل ہے کہ تشخیص نفسیات و ماحول کے ساتھ یہ ہر دو جزا ہائے شدید جوانبِ جرم و جزا میں تنصیف صحیحہ متحقق کرتی ہوئی آئینہ دارِ عدل ہیں۔ دراں حالیکہ نزول حدود میں ترتیب اس دلیل سے مظہر تدریج کوائف جرمیہ و جزائیہ ہے۔ کہ حبس کوائف شدیدہ و خفیفہ (حبس دوام اور حبس تا اصلاح وغیرہ) کی حامل ہے۔ اور جملہ حدود ترتیب کے ساتھ مظاہر شدت و خفت ہیں۔ پس ملتِ اسلامیہ اور اقوام صاغرہ کے درمیان جرائم ڈاکہ اور رہزنی کے وقوع پر اجرائے حدود میں ترک امتیاز اور اُن کے نفاذ بالعدل کی صحت پر اساسِ عدل پر استواری فطرت نفس شاہد بالحق ہے۔

علیٰ ہٰذا جب ڈاکہ اور رہزنی کے ساتھ ان کے لئے جرم قتل یا اغوا بالجبر اور فواحش بالجبر متحقق ہو جاتا ہے۔ تو انہیں قتل کر دینا چاہئے یا تختہ دار پر لٹکا دینا چاہئے۔ جو فنائے نفوس و ناموس کی دلیل سے اُن کے افعال مفرط کی جزا بالعدل ہے۔ اور بہائے نفس کے ساتھ بہائے ناموس کے ہم وزن ہونے پر جلد عبرت تشخیص و تجزیہ نفس کی شہادت کے ساتھ اس دلیل سے فیصل بالحق ہیں کہ ناموس نسل انسانی کے اجرائے متواتر کا ذریعۂ عنصری ہے۔ اور خطرات ارتقائیہ کے ساتھ نقصان اموال کی متذکرہ جزا بالعدل کے بعد جس پر آیۂ سرقہ و آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کا اتحاد اجتہادیہ شاہد ہے نقصان ناموس و نفوس ہی جرم نقصان اموال کے بعد فساد کا درجہ ارتقائیہ ہے۔ اس لئے اس پر نفاذ صلیب و قتل جوانب میزانیۂ جرم و جزا میں تنصیف صحیحہ ہے۔ نیز نقصان ناموس و نفوس کے کوائف مندرجہ قریب غایات کی مطابقت کے ساتھ وضاحت متذکرہ بالا کی روشنی میں حبس دوام بھی تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

اور اگر نفوس مفسدہ کا فساد صراحت بدیہہ یا وضاحتِ منتشرہ کے ساتھ افراد مدن کے اموال و نفوس آبرو کو حملہ سے متاثر کرتا ہوا متحقق ہو جاتا ہے۔ اور ان کی گرفتاری متعذر ہو جاتی ہے۔ یا گرفتاری میں تاخیر یا مہلت خطرۂ متذکرہ کو شدید کر دیتی ہے۔ تو ان کے ہر گاہ قتل بالعدل کے ساتھ ان کی سعی بالفساد کو احاطۂ سیاستِ مدن سے خارج کر دینا چاہئے۔ جو شہادتِ بداہت کے تحت دلیل تحقق جرم پر اجرائے ہیبت عدل ہے۔

یہ تمام متذکرہ انواع جرائم مرجع فطری عزّ و جل اور داعی الی المرجع صلعم یا امیر فرد کے ساتھ افراد مدن کے اموال و ناموس و نفوس پر حملہ کی دلیل توسلیہ سے محاربہ ہیں۔ مگر بغی جو امیر فرد یا نظام مدن کے ساتھ بلا توسل محاربہ ہے۔ اور دولتِ عدل کے حضور میں سطح ارض پر (جو ابوالانس (امیر فرد) کی مسجد و طہور ہے۔ اور قرارگاہ عدل ہے) بداہت محققہ کے ساتھ سعی بالفساد ہے۔ اپنی کیفیت جرمیہ کے جرائم متذکرہ کی نسبت فساد میں

زیادہ شدید قرار دیتا ہے۔ پس جو لوگ بمطابق فرمان مصطفوی[ل] یحسنون القیل ویسیئون الفعل ...... الخ تقریر وتحریر اور اعمال مفسدہ کے ذریعہ احاطۂ دولتِ عدل میں بغی و فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یا بپا کر دیتے ہیں۔ تو ان کے درجات جرمیۂ خفیفہ و شدیدہ کے مطابق حدود آیۂ متعلقہ سعی یا الفساد (قتل اور صلیب اور قطع دست و پا علیٰ خلاف یا اس کی بجائے حبس دوام اور حبس تا اصلاح) کی اجرا انتقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ (عنوان کذب میں مزید وضاحت کی گئی ہے) وضاحت متذکرہ کی دلیل سے فساد تمام جرائم کی اساس مشترک ہے۔ اور رعائتِ تدریج جرم وجزا میں تنصیف صحیحہ متحقق کرتی ہے۔ اس لئے اس کے درجات ابتدائی میں جو بغی اور ڈاکہ اور سرقہ اور اغوا وغیرہ کی سازشوں پر اتحاد افراد و افعال کی کوشش وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا کذبیات کے وہ درجات خفیفہ ہیں یا وہ منجملہ قرب فواحش ہیں دلیل فساد سے ان کے مجرمین پر حبس تا اصلاح اس دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ کہ تجدید اعمال بالعدل قوائے تحریک پر مؤثر ہوتی ہوئی مبادیٔ اعمال کو اس دلیل سے متاثر کرتی ہے کہ نفس انسانی میں کثافت و لطافت اساسِ عدل ہے۔ اور اسی دلیل سے جرائم مجرمین کے مبادیٔ اعمال میں مرجع فطرت قرار نہیں پا سکتے۔ کیونکہ تمام کائناتِ انسانی ان کی حیثیتِ مفسدہ پر متحداً شاہد بالفطرت ہے۔ پس حبس تا اصلاح کو تشخیصِ فطرت نفس ملّتِ اسلامیہ اور اقوام صاغرہ کے افراد پر فساد کے درجاتِ ابتدائیہ میں تا اصلاح نافذ بالعدل قرار دیتی ہے۔ فرمان ربانی اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کا مؤخر النزول ہونا اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔

نیز اس مرحلہ پر اقوام صاغرہ کے متعلق یہ حقیقت عدلیہ ذہن نشین رہنی چاہئے۔ کہ عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللّٰہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فاحشہ پر ایک یہودی مرد اور ایک یہودیہ عورت کو تورات کے حکم کے مطابق سزا دی۔ یہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ جرم فاحشہ کی جزا میں اقوام صاغرہ کے متعلق ان حدود سے جو ملّتِ اسلامیہ کے افراد کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہیں۔ ایک ایسی عقوبت عدلیہ کی طرف انتقال تقاضائے اخوتِ عہدیہ کی ایفا کی دلیل سے عدل ہے۔ کہ اسے وہ اپنے اُن مسلمات کی رو سے جو معیارِ عدل پر معتمد ہوں قبول کرنے کے بارہ میں انکار نہ کر سکتی ہوں۔

کیونکہ افرادِ ملّت کے متعلق دراں حالیکہ قبول عدل ان کے افکار میں تحقق پا لیتا ہے۔ اجرائے حدود میں دفع فساد کے ساتھ (کہ اس پر اجرائے جزا بالعدل شاہد ناطق ہے۔ اور اسی دلیل سے ہر فطرتِ نفس کو اسے قبول کر لینا چاہئے) ان کے نفوس کو استقلال سلوک جادۂ عدل کی طرف متوجہ کرتے ہوئے تکمیلِ فطرتِ عدلیہ کیلئے اُن کے مبادیٔ اعمال میں تجدید افکار بھی مقصود ہوتی ہے۔ جو جرائم فاحشہ و افترائیہ پر اجرائے حدود جلدہ یکدم روحِ عنصری کو ہیبتِ عدلیہ سے متاثر کرنے سے اس دلیل سے تحقق پاتی ہے۔ کہ روحِ عنصری محل روحِ الٰہی ہے۔ اور شعور روحِ الٰہی کا ترشح ہے۔ وَلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ میں اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت روشن ہے۔ پس چونکہ دین الٰہی میں اکراہ نہیں ہے۔ اس لئے ارتکاب فواحش و

ل ابی سعید خدری اور انس ابن مالک سے روائیت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عنقریب میری امت میں اختلاف اور تفرقہ پیدا ہوگا۔ بعض لوگ اچھی باتیں کہیں گے۔ لیکن اُن کے اعمال بُرے ہوں گے وہ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن ان کی گردن سے نیچے نہیں جائیگا۔ وہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ وہ نہیں لوٹینگے حتیٰ کہ تیر اپنے سوفار پر لوٹے وہ بدترین لوگ ہیں۔ مبارک ہے وہ آدمی جو اُن کو قتل کرتا ہے۔ اور وہ اس کو قتل کر دیں وہ کتاب اللہ کی طرف لوگوں کو بلائیں گے۔ لیکن ہم میں سے کوئی شئی ان میں نہیں ہوگی۔

Marfat.com

قربِ فواحش پر اگر اقوامِ صاغر کے مجرمین پر بہ استثنائے جلدہ محض حبس اس مدت اصلاح تک کیلئے نافذ کر دی جائے جو تاثرات جلدہ اور اس عقوبتِ حبسیہ کی جامع ہو جو افرادِ ملّت پر استقلال تاثر کیلئے بعد اجرائے حد جلدہ نافذ بالعدل قرار[ا] پاتی ہے۔ تو حبس سے متعلقہ دلیلِ متذکرہ کی وضاحت کے ساتھ وہ تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ دراں حالیکہ فواحش فیصلۂ فطرت کے ساتھ فرط و فساد ہیں۔ اور اسی دلیل سے ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ کی روشنی میں حبس ان جرائم فاحشہ پر نافذ بالعدل قرار پاتی ہے۔ اور آیۂ وَالَّذٰنِ[۲] يَأْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا حدود سے متعلقہ وضاحتِ اصولی کی حامل ہے۔ مگر فواحش جبریہ پر علیٰ ہٰذا فساد کی تمام انواعِ شدیدہ (ڈاکہ و رہزنی اور اکل مال یتیم[۳] اور اس کے مماثلات اور اعوا و قتل و لبغی) پر اس دلیل سے کہ وہ دولت وسطیہ کے محور ابو الانس یا امیر فرد کے تقاضا ہائے ابوتِ انس یعنی تہذیبِ نفوس اور تدبیر معاشرہ و منازل اور سیاستِ مدن میں تمکین عدل کے ساتھ محاربہ ہیں اور ابنائے دولت کے اموال و ناموس و نفوس کو تباہ و برباد کرنے کی کوششہائے مفسدہ ہیں ابو الانس بہ تقاضائے ابوتِ رحیم ملّتِ اسلامیہ اور اقوامِ صاغر کے درمیان بلا امتیاز حسب درجات جرائم حدود شدیدہ آیۂ سعی بالفساد کے اجرا کو جو تجزیۂ فطرت کے ساتھ معیار عدل پر معتمد اور راسخ ہیں۔ تو دد فعّال کے ساتھ عائد کرتی ہے

اور یہی متذکرہ تودد ابوتِ انس جو ملّت اسلامیہ اور اقوامِ صاغر کے افراد کو ابنائے دولت وسطیہ قرار دیتی ہے کذبیات اور قربِ فواحش اور ہر گونہ فساد کے درجاتِ ابتدائیہ میں حبس تا اصلاح کو افراد ملّت اور اقوام صاغر پر بلا امتیاز نافذ بالعدل کرنے کیلئے فیصل بالرحمت ہے۔ مگر محصنات پر افترا وضاحت متذکرہ کی دلیل سے جو افرادِ ملّت کے ساتھ خصوصیتِ حدود سے تعلق رکھتی ہے۔ افراد ملّت کے اس جرم کے ارتکاب پر حد مخصوصۂ افترا کے اجرا کیلئے فیصل بالعدل ہے۔ دراں حالیکہ فطرتِ عدل اس کی صحت یا معیارِ عدل پر اس کے رسوخ پر شاہد بالحق ہے۔ جیسے کہ عنوان متعلقہ میں بحث کی گئی ہے اور اسی دلیل سے ہر فطرت نفس پر اس کا قبول بالعدل عائد ہوتا ہے۔ مگر اقوام صاغر کے متعلق حبس تا اصلاح کی طرف اس سے متعلقہ وضاحت متذکرہ کی دلیل سے انتقال بھی اخوت عہدیہ کی ایفائے عدلیہ ہے۔ دراں حالیکہ دلیل فساد سے اس کا اجرا منجملۂ حدود سعی بالفساد تحقق پاتا ہے۔

اور کذبیات یا افترا کے درجات خفیفہ یا قربِ فواحش کے ارتکاب سے ملّتِ اسلامیہ کے افراد پر گو بدلیل تماثلِ جرم عقوبتِ مماثل کا اجرا بھی عدل اور فطرت ہے۔ مگر اس دلیل سے کہ فساد کے درجات ابتدائی میں حبس تا اصلاح بھی تحدید اعمال کے ساتھ مبدأ اعمال پر موثر ہوتی ہوئی فساد کی کیفیت ضعیفہ کی شہادت کے ساتھ تجدید افکار عدلیہ کا موجب ہوتی ہے۔ اس لئے ان پر ان مؤخر الذکر جرائم میں اجرائے حبس تا اصلاح بھی تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دولتِ وسطیہ اور دینِ عدل ایک حقیقتِ متحدہ ہے۔ اور اقوام صاغر اتحادِ عہدی کے ذریعہ ابنائے ملّت کی مانند ابنائے دولت قرار پاتے ہیں۔ جو لا اکراہ فی الدین کی ضمانت روشن ہے۔ پس جو شخص دین عدل کو چھوڑ دیتا ہے۔ جو ترکِ جماعت یا ترکِ محور ہے یا دولتِ وسطیہ سے بغی ہے اسے اور اس شخص کو جو اقوام صاغر سے اتحادِ عہدی

ا:۔ تفصیل کیلئے عنوان فاحشہ مطالعہ فرمائیں ۲:۔ وہ دو نفوس جو تم میں سے بے حیائی کے ساتھ آئیں۔ (نساء۔ ع۲)
۳:۔ یتیمی کے ضعف کی دلیل سے اکل اموال یتیمی اور اس کے مماثلات ڈاکہ کی انواع شدیدہ ہیں یعنی اکل مال یتیم سرقہ کی نسبت کیفیت جرم میں شدید ہے۔ چنانچہ عادل فعال محمد الرسول اللہ صلعم نے اسے سبع موبقات سے قرار دیا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر فصل اول مطالعہ فرمائیں)

... کو بغی و فساد یا غیر عادلانہ رویہ کے ساتھ توڑ دیتا ہے۔ اس دلیل سے کہ محور کے گرد استقلال تداور کیلئے جد و جہد تقاضائے استقلال نظام عدل کی ایفائے عدلیہ ہے۔ جادۂ تداور سے ان کے قتل بالحق کے ساتھ ہٹا دینا چاہئیے۔ فرمان صلی اللہ علیہ وسلم ذی مارقٌ لدینہٖ تارکٌ للجماعۃ[1] میں اسی دافع موانع مقصودِ عدلیہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ (یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جو شخص فرمان ربانی إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ ۔ (نحل -۱۰۶) کا مصداق یا مماثل ہو وہ ترک جماعت یا ترک محور کے جرم کا مرتکب قرار نہیں پا سکتا۔ نیز اختلاف ہائے جزئی یا عصیان جزئی کی رو سے کوئی مسلم خارج از ایمان یا خارج از جماعت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ جزئیات میں اجتہاد فکری کو دخل حاصل ہے۔ اور کثافیات مافی النفس کے ساتھ ماحول کثیف کا اتحاد جزئی لغزش ....

کا موجب ہو سکتا ہے۔ فرمان مصطفوی (تین چیزیں ایمان کی جڑ ہیں رک جانا اس شخص سے جو کہتا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ نہ کافر کہو اس کو بہ سبب گناہ کے اور نہ کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے نکال دے الخ مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر) اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ دراں حالیکہ اصلاح بالعدل تقاضائے نفس فرد و جماعت کی ایفا ہے)

وضاحت متذکرہ کے تحت فطرت تداور اس ارتداد کیلئے۔ جو خارج از احاطۂ تداور سیران دولتِ وسطیہ واقع ہو دعوت الی العدل کو مدارج تدریجیہ کی رعائت کے ساتھ (جو رعائت فطرت ہے) ملّت اسلامیہ کے نفس فعّال پر عائد بالعدل کرتی ہے۔ جو تمام کائنات نوعی کیلئے اس کی عادل فطرتِ فعال کے تقاضائے تودد کی ایفائے رحیمیہ ہے۔

جائزہ واحد سیاستِ مدن اس منزل اول کی صورتِ وسیعہ ہے۔ جیسے ابو الانس واحد مرجع نسلی انسان اول نے شکل و صورت دی۔ مگر اس دلیل سے کہ تدریج فطرت نفس اور اس کے ماحول حیات میں جاری و ساری ہے نظامہائے منازل نے متعدد نظامہائے مدن کے ساتھ شکل و صورت پائی جیسے آج دول معروفہ کے اسماء مشہورۂ عالم سے معنون کیا جاتا ہے۔ اور انہیں وحدتِ مرجع نسلی و فطری کے تقاضا سے اس جماعت واحد میں مجتمع ہو جانا چاہئیے جو اساسِ عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا سے قائم بالقسط ہے۔ پس اس تقاضائے فطری کی ایفائے عدلیہ کے تحت دول مسلمہ جب محور فردیت امارت کے گرد صحتِ تداور کے ساتھ متداور ہو جاتی ہیں۔ تو امیر فرد پر تقاضائے الوت انس سے عائد ہوتا ہے۔ کہ ان کے درمیان حقیقتِ اخوتِ اسلامیہ کے جذبات تودد کو اپنی قوت فعالیہ کے ذریعہ سیران مشترک کے ساتھ متحقق کرتا ہوا۔ ان تمام رجحانات مفرطہ اور ان کے ترشحاتِ مفسدہ کو جو محور الوت کے گرد جادۂ تداور صحیحہ میں موانع کثیفہ ہیں۔ شوکتِ تصرف فعال اور اجزائے ہیبت عدلیہ سے ہٹا دے جو موجب استقلال تداور ہے اور ہوا انبہزی[2] اور فشل[3] کے اندیشہ سے ملّت کے نظامِ اجتماعی کا تحفظ ہے۔ اور جائزۂ واحد دولتِ وسطیہ کے استحقاقِ احاطۂ وسعتِ عالم کا استحکام نظام کی شہادت کے ساتھ

---

[1] عبد اللہ ابن مسعود سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کا خون روا نہیں ہو سکتا جو گواہی دیتا ہے۔ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں لیکن تین باتوں سے ایک کی وجہ سے نفس کے بدلے نفس کی صورت میں اور شادی شدہ اگر زنا کا ارتکاب کرے (اس سے متعلقہ تفصیل عنوان فاحشہ میں مطالعہ فرمائیں) اور تیسرا یہ کہ جو شخص دین سے نکل جائے اور جماعت کو چھوڑ دے (مشکوٰۃ کتاب القصاص)

[2-3] وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (انفال - آیت ۴۶)

استقلال متشکل ہے، چنانچہ آمر بالعدل مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَإِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا فَإِنْ بَغَتْ إِحْدَاهُمَا عَلَى الْأُخْرَىٰ فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبْغِي حَتَّىٰ تَفِيءَ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ ۚ فَإِنْ فَاءَتْ فَأَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَأَقْسِطُوا ۖ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (حجرات-ع۱)

اگر مومنین کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کی صلح کرادو اور اگر ان میں ایک دوسرے پہ زیادتی کرے تو اس کے ساتھ لڑو جو زیادتی کرنے والا ہے۔ تاآنکہ وہ حکم الٰہی کی طرف نہ رجوع کرے پھر جب وہ رجوع ہو جائے تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کرادو۔ عدل کرو اللہ تعالیٰ عادلین کو محبوب رکھتا ہے۔

ابوالانس عادل فعّال اوّل المسلمین محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ فعّال سطح ارض پر جو الیٰ یوم القیمہ اس صلعم کی مسجد و طہور ہے۔ جائز واحد دولت وسطیہ اور بین المدائن الاسلامیہ اور بین الدول کوائف سیاسیہ میں تمکین عدل اور اُن سے دفع فساد کے ساتھ حقیقت سجود و طہر کو متمکن کر دینے کی شرح متشکل ہے اور اس صلعم کے تصرف فعّال کے ذریعہ تمام ملّت اسلامیہ میں حقیقت اسلامیہ کا سیران مشترک اور قوت فعّالیہ کا تواتر ملّت اسلامیہ اور اس کے نفس فعّال پر اس کی تبعیت کو عائد بالعدل قرار دیتا ہے عہد نبویہ میں واقعۂ عرنیہ[1] تسیل سرایا۔ واقعہ قریظہ۔ اقوام مفرطہ کی دافع موانع تصغیر بالجہاد دولت وسطیہ کے جادۂ عدل سے داخلی اور خارجی حیثیت کے ساتھ دفع فساد کے اسوۂ ہائے متشکل ہیں۔

پس مفسد و مفرط عناصر سے متاعِ قاہرہ قبضۂ شمشیر کی ہیبت کے ذریعہ جائز واحد اجتماع اور اس کی مسجد و طہور (روئے زمین) کو پاک کر دینا چاہیئے جو ایفائے تقاضائے طہر ہے یعنی دولتِ وسطیہ میں سطح ارض پر تمکین حقیقت سجود سے دفعِ موانع ہے: اور فطرت عدل کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَاةٌ کے مضمون کی جائز واحد سیاست مدن اسلامیہ یا دولت وسطیہ میں بدلیل تمکینِ عدل استقلال داخلی کی شہادت کے ساتھ جو حیاتِ ملّی کی پائندگی کا مستحکم قدم ہے، تمکین قاہرہ ہے۔ اس کے لیے حقائق ذیل کو ہر گاہ ذہن نشین رہنا چاہیئے۔

فساد تمام جرائم کا محور ہے اور حبس دوام یا حبس تااصلاح کثیر جرائم پر عائد بالعدل ہوتی ہے۔

اس لئے حبس تااصلاح کا معیار جرائم کے کوائف خفیفہ و شدیدہ کی مطابقت کے ساتھ معین ہونا چاہیئے اور وہ مسلم عادل (جو منصب تحکیم العدل پر فائز ہو اس کی حقیقتِ نفس کے دستور عدل کے ساتھ اتحادِ منورہ کی دلیل سے)

---

[1] بنی عرینہ سے چند اشخاص آں صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا اور خدمتِ عالیہ میں رہنے لگے۔ بیمار ہو گئے تو حضور صلعم نے انہیں شیردار اونٹوں میں بھیج دیا ان کا دودھ وغیرہ پیتے رہے اور صحت یاب ہو گئے۔ ایک دن انہوں نے بری سازش پر اتفاق کیا۔ اور اونٹ ہانک کر اپنے قبیلہ کی طرف روانہ ہو گئے اور چرواہے کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور قتل کر ڈالا تو حضور صلعم نے ان کے تعاقب کا حکم دیا وہ گرفتار ہو کر آئے تو ان پر آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت حدود متعلقہ جاری کی گئیں۔ (مشکوٰۃ المصابیح یا بخاری و مسلم یا اقضیۃ الرسول مؤلفہ عبداللہ محمد ابن فرج المالکی یا تفسیر حسینی مطالعہ فرمائیں)

کے فکر اجتہادیہ کی رو سے حبس کی وہ مقادیر عدلیہ ہیں جو کوائف جرائم کے مطابق تحدید اعمال کے متاثرات کے ساتھ مجرم کے ادراک و تحریک کو فرطِ عمل سے روک دینے کیلئے سود مند ہو سکتی ہوں۔ نیز تا اصلاح کا معیار عدلیہ قبول تاثر کے مظہر عدلیہ سے تحقق پاتا ہے۔ جو اصرار جرم سے باز رہنے کا عہد معتمد ہے۔

نیز اگر منصب تحکیم العدل اثنائے حبس میں اُن کے نتیجہ کسب خدمت کے ذریعہ نقصانات کی ممکن تلافی کر لیتی ہے اور ان کے متعلق اس عرصۂ طویل کے بعد جو تشخیص طبیعیات کے ساتھ بجائے دوام ہے۔ اصلاح کا یقین معتمد حاصل ہو جاتا ہے۔ تو ان کو واگذار کیا جا سکتا ہے۔ جو تقاضائے عدل کی الیف ہے۔

نیز منصب تحکیم العدل کے فیصلہ تک کے لئے مجرمین کو حبس کے ساتھ یا احتیاط اعتمادی کے ذریعہ زیر ضمانت کرتے ہوئے (جو بجائے حبس ہے) روکنا چونکہ نفاذِ فیصلہ کی فطرت و ضرورت کا تقاضا ہے۔ اور فرمان ربانی اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے تحت بعض جرائم مفسدہ کی سزا حبس تا اصلاح یا حبس دوام نافذ بالعدل ہونی چاہئے۔ اس لئے جائے امساک و حصر و حبس یعنی قید خانہ کا وجود تقاضائے ضرورت تحکیم کی الیف ہے۔ اور سنت[1] مصطفوی قید کرنے پر شاہد بالحق ہے جو مستلزم ظرفیت حبس ہے۔

اور آیۂ فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ[1] معلومہ گھروں کو جائے حبس قرار دیتی ہوئی حقیقت متذکرہ پر بداہت کے ساتھ ناطق ہے۔ (اگرچہ اس آیۂ مقدسہ کو زانیات کے متعلق حبس دوام کیلئے اصول تدریج کے تحت آیات جلدہ وغیرہ کی رو سے ہرگز استقلال نفاذ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ نفس جرم کے متعلق تا فیصلۂ اجرائے حد یا برأت[2] آیۂ متذکرہ وجود حبس کو متحقق کرتی ہے۔ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا منجملہ اس حقیقت متذکرہ کی طرف مشیر بالحق ہے) نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ قید جب جرم اور سزا میں تنصیف صحیحہ متحقق کر دیتی ہے۔ جو عدل ہے۔ اور جادۂ تحفظات فطریہ سے دفع موانع ہے۔ اور پابندئ حدِ عدل اور اہتمام تحفظاتِ فطریہ کے موثرات تحدیدیہ کے ساتھ ادراک و تحریک کو افعال مفرطہ کے ارتکاب سے روکنے کیلئے سود مند ہو سکتی ہے۔ تو ہر قسم کے قیدی کے ساتھ حافظ فطرتِ علوی و عنصری سلوک عدلیہ روا رکھنا چاہئے۔ ورنہ بصورتِ دیگر محبوس کی استعدادِ انفعالی جو عدل کو قبول کر سکتی ہے۔ مخالف فطرت کی دلیل سے ساقط قرار پائیگی اور مقصد حبس بالعدل باطل ہو جائے گا۔

---

[1] انہیں گھروں میں روک رکھو حتیٰ کہ موت ان کو پورا کر دے۔
یا اللہ اُن کے لئے کوئی راستہ نکالے۔ (النساء - ع۳)

[1] بہز ابن حکیم نے اپنے باپ سے اس نے اپنے دادا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص کو تہمت میں قید کیا۔ نسائی اور ترمذی نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ پھر اس کو چھوڑ دیا۔ (مشکوٰۃ المصابیح - کتاب الامارۃ والقضا۔ باب الاقضیہ والشہادات)

[2] کیونکہ شہادات اربعہ قائم ہونے کے بعد نفس شہادت کو قوت تحکیمیہ کے معیارِ عدلیہ پر معتمد کرنا چاہئے اور بمطابق فرمان مصطفوی مسلمین سے حدود کو ہٹا دینا صواب سے قریب ہے (تفصیل کیلئے عنوان فاحشہ مطالعہ فرمائیں) اور تحقق جرم پر حدود کو نافذ کر دینا چاہئے۔

چنانچہ آمر بالعدل عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّاَسِيرًا ۝

(دہر - ع ۱)

(وہ کھانا کھلاتے ہیں اللہ عزّ وجل کی محبت کیلئے مسکین اور یتیم اور قیدی کو (کھانا کھلانے میں جو حفظ فطرت عنصریہ ہے موثر للعدل اللّٰہیت اساس ارادہ وعمل ہونی چاہیئے جو یتیم اور مسکین اور قیدی کے ارادہ وعمل پر موثر ہونے کی دلیل سے اہتمام حفظ فطرت علویہ ہے)

الحاصل عدل کو حیات پائندہ کا حق پہنچتا ہے۔ اور آمر بالعدل عزّ وجل کے ترشحات عدلیہ شرح حیات عدل ہیں۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور تقاضائے وحدتِ مرجع فطری ونسلی کی ایفا جو وحدتِ اجتماع اور فردیت امارت سے تحقق پاتی ہے ایفائے تقاضا کی دلیل سے عدل ہے کیونکہ بار ہر دو جوانب میں تحقق ثقل ہے۔ اور اس کی قوتِ فعّالیہ موجب تکمیل فطرتِ نفس ہے۔ جو تکمیل عدلِ نفس ہے۔ اور مرجع فطری عزّ وجل کے ترشحاتِ عدلیہ ہیں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ اس لئے اس قوتِ فعّالیہ کے تصرفِ فعّال کے ساتھ جو ترشحاتِ الہیہ میں استغراق کو ہرگاہ مستلزم ہے مسخّر نفس یعنی قوتِ ردعِ اجتماع قبضۂ شمشیر کے اتحاد سے جائز واحد اجتماع میں تمکین عدل کو موانع مفسدہ سے پاک اور مطہر کر دینا چاہیئے۔

قتل وقصاص

يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ط ..... الخ (البقرہ ع ۲۲)

نفس فرد کا فرط غضب جب نفسِ کثیف کے مضطرب جذبات شہوی یا غضبی کو پورا کرنے کے لئے ارادی سے جو فعل کو اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق کرتا ہے۔ قتل نفس یا نقصان اعضائے انسانی یا جروح وزخم کا ارتکاب کرتا ہے۔ جو افراد کو متاثر کرتا ہوا سیاستِ مدن میں اس دلیل سے فساد بپا کر دیتا ہے۔ کہ فرد اساس مدن ہے۔ تو اس دلیل سے کہ نفس انسانی اساسِ عدل پر استوار ہے۔ تمام نظامِ مدن عدل سے ہی حقیقت تمدن کے ساتھ استقلال پا سکتا ہے۔ اور جزائے عمل ہی معنی عدل ومساوات کی تمکین ہی نفسِ انسانی کے کوائفِ فرطیہ کو اساسِ تخلیقیہ (عدل) کی طرف لوٹا سکتی ہے۔ اور محور امارت کے گرد افرادِ متاثرہ کے تداورِ صحیحہ کو قائم رکھ سکتی ہے۔ اور نظامِ مدن میں فرد وملّت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے تمکینِ عدل کے ساتھ سکون پیدا کر سکتی ہے۔ اس لئے جروح وزخم کی جزا میں جروح وزخم اور قطع اعضا کے قصاص میں

Marfat.com

قطع اعضا اور قتل کے قصاص میں قتل جو معنیٔ مساوات کی شہادت کے ساتھ دستورِ مدن میں حقیقت عدل ہے۔ رجحانات مفرطہ کو اساسِ تخلیقیۂ نفس یعنی عدل کی طرف چھکائی ہوئی اعمال مفرطہ کا انسداد کر سکتی ہے۔

اور اگر جرم و جزا میں تنصیف صحیحہ متحقق نہیں ہوتی تو جوانب میزانیہ میں قسطاس العدل استقامت صحیحہ سے ساقط قرار پاتا ہے۔ اور مفہوم عدل کا ضعف یا تعطل نظامِ مدن کو فساد کی نہ رکنے والی وسعت کے ساتھ مختل کرتا ہوا کائنات مدن کو کشت و خون یا فساد فی الارض سے مملو کر دیتا ہے۔ گویا بدلہ میں زندگی ہے۔ جو اصول عدل کا احیا ہے۔ کہ وہ اساس تخلیقیۂ نفس ہے۔ اور اسی دلیل سے احیائے عدل تمام کائناتِ انسانی کا احیا ہے۔ فرمان ربانی وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوٰةٌ اسی شوکت عدل کی شرحِ قاہرہ ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ کی تعمیل اس طرح متحقق ہوتی ہے۔ کہ نفس قاتل کو ہی قصاص کے ساتھ خصوصیت دیتے ہوئے صراحت ربانی کے تحت آزاد مقتول یا مرد مقتول کے عوض میں اس غلام یا عورت کو قتل نہ کیا جائے۔ جو اس کی قاتل نہیں۔ یعنی رجحانات برتری کی پیروی نہ کی جائے۔ عَلٰى هٰذا عورت مقتول اور غلام مقتول کے عوض میں اس مرد یا آزاد کو قتل نہ کیا جائے۔ جو اس کا قاتل نہیں یعنی کسی گروہ کے متعلق رجحانات کہتری کی پیروی نہ کی جائے۔ یعنی آزاد کے بدل میں اس آزاد کو ہی قتل کیا جائے۔ جو اس کا قاتل ہے۔ آیۂ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ…… الخ سے اسی اصول کی صراحت مقصود ہے۔ (نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ترشحات عدلیہ الٰہیہ کی روشنی میں اور اسوۂ مصطفوی صلعم کی شہادت کے ساتھ اصول تدریج کے تحت جو تطابق دین فطرت ہے۔ سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر میں غلامی کو نفس ملت خارج قرار دینے کا فیصلۂ ناطق بالحق ہے)

علیٰ ہذا القیاس قصاص اعضاء وغیرہ میں بھی رجحانات برتری و کہتری کی پیروی نہیں کرنی چاہیئے۔ جو منشود آیۂ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ…… الخ ہے۔ اور اجرائے قصاص میں جو عدل ہے۔ حقیقت عدل کی تمکین ہے۔ اور اس دلیل سے کہ ہر امر اپنی حقیقت سے متحقق ہوتا ہے۔ قصاص کا اپنی حقیقت عدلیہ کے ساتھ تحقق ہے۔ اور جوانب جرم و جزا میں قسطاس العدل کی استقامت صحیحہ سے میزان العدل آئین میں تنصیف اوزان کی دلیل سے مفہوم عدل کی تمکین ہے۔ اور اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کے ساتھ تحقق جنسیت عدلیہ کی دلیل سے اس کیلئے وجہ سکون ہے۔ اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت اسے سیاستِ مدن میں وجہ سکون قرار دیتی ہے۔ جو استقلالِ جمعیت قلوب کے ساتھ استقلال نظام کا موجب ہے۔

ے وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ

(المائدہ رکوع)

خون بہا (دیت)

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ.....الخ (بقرہ-ع۲۲)

مجروح و مقتول کے قصاص کا حق اسے یا اس کے ورثا کو پہنچتا ہے۔ اور جب سیاستِ مدن ان کے حق کو یعنی بمطابق فرمانِ ربانی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ[1] (قتل و جروحِ ارادی کے قصاص کو) اپنی اس قوتِ قاہرہ کے ساتھ بالعدل متمکن کر دیتی ہے۔ جو افرادِ مدن کے افکار و اعمال کا محور ہے۔ تو گویا معنیٔ عدل اپنے حقائق کے ساتھ تکمیل پا لیتا ہے۔ اور میزان العدل آئین جوانب میزانیہ میں استقامتِ قسطاس کے ساتھ تنصیفِ صحیح اور تعدیلِ مستقیم کا عمل انجام دیتا ہے۔ جو اس کی فطرتِ میزانیہ یا عدلیہ کا تقاضا ہے۔ اور دستورِ مدن میں حقیقتِ عدل معنیٔ مساوات کی شہادت کے ساتھ متمکن ہو جاتی ہے۔ اور صاحبانِ حقوق اپنے آئینی حقوق کو پا لیتے ہیں۔ پس اس کے بعد چونکہ صاحبِ حق اپنے ہر گونہ ملک پر اختیارِ کامل رکھتا ہے۔ اس لئے اگر وہ اس اخوتِ ملی کی دلیل سے جو تمام ملتِ اسلامیہ میں سیرانِ مشترک کے ساتھ جاری ہے۔ یا اس اخوتِ انسانی کے تقاضا سے جو تمام کائناتِ انسانی میں اتحادِ جنسی کی دلیل سے تمام نوعِ انسانی میں مشترک ہے بمطابق فرمانِ ربانی وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ[2] اور فرمانِ ربانی فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ[3] اپنے بھائی کو اپنے حاصل شدہ حق سے کچھ معاف کر دیتا ہے۔ اور انسانی جسم کے نتائج کسب و جہد یعنی اموال یا بہائے خون و اعضا و جروح و ضرب پر رضامند ہو جاتا ہے۔ تو یہ اس کے اخوت کے تقاضا کی ایفا اور احسان کی دلیل سے اتباعِ معروف (ایفائے فیصلہ و عہد اور احسان مندی) اور ادائے احسانیہ کے لئے فیصل بالعدل ہے۔ پس فطرتِ انسانی کی مطابقت یا تقاضائے عدل کی ایفا کے ساتھ خالقِ فطرت اللہ عزّ و جلّ نے حق کے ساتھ اس فیصلہ کو ناطق فرمایا ہے۔ وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌؕ فَمَنِ اعْتَدٰی بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ وَلَكُمْ فِی الْقِصَاصِ حَیٰوةٌ.....الخ

اس میں یہ مصلحتِ عظمیٰ بھی جو تقاضائے ضرورت کی ایفا کا عمل انجام دیتی ہے۔ متحقق بالعدل ہے۔ کہ مقتول کی کسبی

---

[1] اگر تم بدلہ میں عقوبت دو۔ تو اسی قدر دو جس قدر کہ تمہیں پہنچی ہے۔ (نحل-ع۱۶)
[2] اور اگر تم صبر کرو۔ تو یہ صابرین کے لئے بہتر ہے۔ (نحل-ع۱۶)
[3] جو معاف کر دے۔ اور اصلاح کرے پس اس کا اجر اللہ پر ہے۔ کیونکہ احسان اپنے ترشحاتِ فعالیہ کے ساتھ عداوت کو ولایتِ حمیمیہ کے

Marfat.com

جد وجہد یا معاش سے چونکہ اس کا خاندان کلیتہً یا بصورت قطع اعضاء بالکل یا ایک حد تک محروم ہو جاتا ہے۔ یا جروح و ضرب اس کے فکر و عمل کو متاثر کرتی ہے۔ اس لئے ملّی یا ملکی مفاد کا تقاضا اس میں ہے۔ کہ اس کے وابستگان یا وہ اگر چاہیں تو اس شخص کے نتائج کسب کے ذریعہ اپنی معاشی ضروریات کو ایک عرصۂ ضروریہ تک انجام دیں۔

اور دیت چونکہ جملہ امور میں کفالت نہیں کر سکتی اس لئے گویا اس کا قبول کر لینا ان کا اپنے حق سے ایک حد تک عفو کے مترادف ہے۔ بحالیکہ ان کے حق کا ایفا اسی طرح متحقق ہوتا ہے۔ کہ قاتل کو اس کے وجود سے محروم کر دیا جائے۔ جو میزان العدل آئین میں استقامت قسطاس کا نتیجہ ہے۔ پس عفو چونکہ دیت کے ساتھ متحد ہو کر جوانب میزانیہ آئین میں تنصیف صحیحہ متحقق کر دیتا ہے۔ اس لئے اگر قاتل بعد معاہدہ اور ورثائے مقتول عفو اور دیت کے اتحاد کے بعد زیادتی کریں۔ تو یہ ان کا عمل فسادِ مفرطہ ہے۔ جسے میزان العدل اس عذاب الیم کا مستحق قرار دیتی ہے۔ جو اس سطح ارض پر مطابق درجاتِ جرمیہ اجرائے حدود آیۂ متعلقہ بسعی بالفساد سے تحقق پاتا ہے۔ اور بمطابق فرمان ومن عاقب بمثل ما عوقب بہ ثم بغی علیہ لینصرنہ اللہ ..... امر باللہ عزّوجل کی نصرتِ عدلیہ مظلوم کے لئے نافذ بالعدل قرار پاتی ہے۔

الحاصل یہ تمام تفصیل جو نفس کے عوض نفس اور اعضاء کے بدلے میں اعضاء کے قصاص عدلیہ یا دیت کے ساتھ اتحاد عفو اور بعد عفو و دیت تجاوز از عدل کی صورت میں حسب درجات جرمیہ عقوبت الیم کے ساتھ قصاص بالعدل منتقل ہے اس دلیل سے زندگی ہے۔ کہ یہ اصول عدل کا احیا ہے۔ جس پر فطرت نفس استوار ہے۔ اور اسی دلیل سے (دفعاتِ متذکرہ کے ساتھ) کائنات انسانی میں موجب تمکین امن ہے۔ اور فساد کی وسعت لا متناہی کا انسداد بالعدل ہے۔

اقسام قتل و دیت

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۚ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ..... الخ (النساء ع ۱۳)

مومن کے ہاتھوں مومن کا قتل اس اخوت ملیہ کی رو سے جو تمام ملت اسلامیہ میں میزانِ مشترک کے ساتھ

جاری و ساری ہے۔ ضدِ عدل ہے اور نا روا ہے۔ علیٰ ہذا ایک انسان کا قتل کسی دوسرے انسانوں کے ہاتھوں اس اشتراک نوعی کی دلیل سے کیسے مناسب ہو سکتا ہے۔ جو تمام بنی نوع میں اتحادِ جنسی کا موجب ہے۔ (لیکن مرجعِ فطری عزّ وجل کے حکم کی پیروی میں جو دلیلِ خلق و ربوبیتِ آں عزّ وجل سے تعدیلِ کائناتِ انسانی کے لئے نفاذ کا حق رکھتا ہے) پس اگر مومن کے ہاتھوں ایک مومن کا قتل ارادۂ قتل کے ساتھ واقع ہوتا ہے۔ تو اجرائے قصاص الیفائے تقاضائے عدل ہے۔ اور اگر غلطی سے واقعہ ہو۔ (جس کے متعلق منصبِ تحکیم العدل موقعہ پر فیصلہ کر سکتی ہے) تو اس دلیل سے کہ اس کے ارادہ نے جو عملِ تحریکیہ کی اساس ہے۔ اخوتِ ملی و نوعی کو الی الغایۃ فنا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مگر اس کی قوتِ تحریکہ کے ذریعہ اس کا نتیجۂ عمل فنائے اخوت بالکلیہ کے ساتھ متحد ہے۔ اس لئے اس پر خون بہا الیفائے تقاضائے عدل ہے۔ جو منجملہ ایفائے حق ورثائے مقتول ہے۔ اور غلام کا آزاد کرنا اس مرجعِ فطری اور خالقِ حقیقی عزّ وجل کے حضور میں اس کی استغفارِ متشکل ہے۔ جس کی طرف رجوعِ فطرت میں وہ قاتل و مقتول متحد تھے۔ اور مقتول اس کے دستِ قدرت کے تصرف کا نتیجہ تھا۔ علیٰ ہذا اثنائے حرب میں اس مسلم کے قتل پر جو دشمن قوم کا فرد ہو۔ اور فہم میں اشتباہ پیدا ہو جانے سے قتل ہو جائے۔ اسی استغفارِ متشکل کا حکم ناطق تقاضائے فطرت رجوعیہ ہے (بحالیکہ اس وقت وہ دشمن قوم کے ساتھ عداوت میں متحد العمل نہ ہو۔ کیونکہ ان کے ساتھ اتحادِ عمل اولاً فعّال کے ساتھ عداوت کی دلیل سے اللہ اور اس کے رسول کے محاربین یا گروہ مفسدین میں شمول ہے) نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ استغفار متذکرہ کے بعد اس کے اقربا بوجہ کفر نہ تو اس کی وراثت کا حق رکھتے ہیں۔ اور نہ انہیں عداوت و حرب کی دلیل سے دعوی کا حق پہنچتا ہے۔

اور اگر ایسی مفرط قوم کے فرد کا قتل کسی مسلم کے ہاتھوں واقع ہو جاتا ہے۔ جو ملت کی ہم عہد ہے۔ تو اگرچہ اس دلیل سے کہ میزان العدل پر نفسِ مفرط اس نفس کے ساتھ جو دستورِ عدل کا حامل ہے۔ (گو درجاتِ تدریجیہ نفس کی وجہ سے جزئیات میں وہ عدلِ کامل قائم نہ رکھ سکتا ہو) وزنِ فطرت میں حاملِ تنصیفِ صحیح نہیں ہو سکتا۔ کہ یہی حقیقت تمام مفرط قوموں کی تصغیر پر دلیلِ ناطق ہے۔ مگر اس دلیل سے کہ اتحادِ نوعی کے ساتھ اسے اتحادِ عہدی حاصل ہے) اس کے قتلِ خطا کے عوض خون بہا یا دیتِ مسلمہ (مانند قتلِ مومن بالخطا) الیفائے تقاضائے اتحادِ نوعیہ و عہدیہ ہے۔ جیسے کہ آیۂ متذکرہ بالا سے ارشادِ ربانی خطاً کے تحت صراحتِ مسلسلہ ناطق بالحق ہے۔

نیز اس استغفارِ متشکل یعنی (ایک غلام کی آزادی) کے لئے اس مرجعِ فطری عزّ وجل کا حکم ناطق بالحق ہے۔ جس نے نوعِ انسانی کو خلق فرمایا۔ اور اس قتل میں اس کے اس حکمِ عدل کی خلاف ورزی واقع ہوئی۔ جو دلیلِ تصغیریہ سے یا توثیقِ عہد سے ملت اور اس قوم کے درمیان الیفائے حقوق بالعدل کے لئے نافذ ہو چکا تھا۔ اور ان تمام حالاتِ مذکورہ میں قتلِ خطا پر جو شخص آزادیٔ غلام پر قادر نہ ہو۔ تو دو ماہ تک مسلسل اسے مرجعِ فطری عزّ وجل کے حضور میں صائم رہنا چاہئے۔ جو اس استغفار کی ایک دوسری شکل و صورت ہے۔ اور یہ دو نو صورتیں تاثراتِ صبریہ کے ساتھ ادراک و تحریک کو متاثر کرتی ہیں۔ جو ان

ا۔ چنانچہ فرمانِ ربانی وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ اور فرمان وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (فرقان۔ ع) سے قاتل کی سزائے اخروی کی وضاحت کی گئی ہے۔ دراں حالیکہ قاتلِ مسلم کے متعلق بمطابق اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ امکانِ مغفرت کی ضد نہیں ہو سکتی۔

Marfat.com

کے ارادۂ خطا اور فعل خطا کی جزائے استغفار یہ ہیں ایفائے تقاضائے عدل ہیں۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جرائم کے عوض آزادیٔ اُساریٰ اللہ عزّوجل کی طرف سے اصولِ تدریج کے تحت نفسِ ملّتِ وسط سے اخراجِ غلامی کا اہتمام بالعدل ہے اور جو شخص کسی مسلمان کو ارادۂ قتل کے ساتھ قتل کر دیتا ہے۔ تو اس کے لئے اس سطحِ ارض پر قصاص کا حکم ناطق ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کے ورثا تمکینِ حقِ قصاص بالقتل کے بعد خون بہا پر رضامند ہو جاتے ہیں۔ جو صرف ان کی رضامندی کے ساتھ مشروط ہے۔ تو اتباعِ معروف اور اس کی مستحسن ادائیگی ایفائے تقاضائے عدل ہے۔

مؤمن کا قتل گویا اس اصولِ عدل کی موت ہے۔ جس پر تمام نوعِ انسانی استوار ہے۔ کیونکہ مومن تقاضائے تخلیقیہ کی ایفا سے اساسِ عدل نفس پر قصرِ عدل کو بالتدریج مکمل کر سکتا ہے۔ جو حفظِ فطرت ہے۔ یا حفظِ اصولِ عدل ہے۔

اور معاہد کے ساتھ عہد چونکہ اسے ملّتِ عدل کے ساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ اور اس کا اتحادِ متذکرہ اس کے قوائے فکر و عمل کے لئے گویا انفعالاً قبولِ عدل کی استعداد کا تحقق ہے۔ نیز وہ ابوالانس اور سیاستِ مدن کی جانب سے اس کے مال جان و آبرو کو شریک فی الحفظ قرار دیتا ہے۔ اس لئے اس کے قتل پر فطرتِ عدل اسی جزائے عدلیہ کے نفاذ کیلئے ناطق بالحق ہے جو مؤمن کے قتل پر نافذ بالعدل ہوتی ہے۔ نیز قوائے عنصریہ کا تجاوز از عدل اُن پر نفاذِ امر بالعدل کیلئے فیصل بالحق ہے۔

متذکرہ فرمانِ ربانی میں وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا کے تحت صراحتِ ربانی الی الآخر میں دیتِ مسلمہ اور متذکرہ استغفار متشکل منجملہ اس حقیقت کی وضاحت ہے۔ کہ قتلِ عمد پر قبولِ دیت کے بعد حسبِ قتلِ خطا حکمِ ربانی نافذ بالعدل ہوگا۔

علیٰ ہٰذا جو شخص خود اپنے نفس کے قتل کا ارتکاب کرتا ہے۔ اور منزل و مدن کو نقصان کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔ چونکہ وہ اس اساسِ عدل پر استوار نفسِ انسانی کو منہدم کر دیتا ہے۔ جو بحق خالقِ حقیقی اور مرجعِ فطری عزّوجل مختص ہے۔ اس لئے وہ مستحقِ عذابِ الیم ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ

اور اگر ارتکابِ جرم یا تحقق ہر گونہ قتل سے پہلے مجرم کو کوشش ارتکاب کے مرحلہ پر گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ تو منصبِ تحکیم العدل کو اسے تا اصلاح محبوس کر دینا چاہیئے جو دفعِ فساد کی دلیل سے ایفائے حکم اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ہے اور کوششِ ارتکابِ جرم اور عدمِ تحققِ جرم کی دلیل سے فساد کے مرحلۂ اول پر انسدادِ فساد ہے۔ اور جوانبِ جرم و جزا میں تنصیف صحیح ہے اور عدل ہے۔

نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ کسی فردِ مسلم سے چونکہ اس لئے غیر عادل فعل کا ارتکاب ہو سکتا ہے۔ کہ مدارجِ تعدیلیہ کے طے کرنے تک مہیجاتِ کثیف کی جذبہ انگیزی سے عنصریات کی طرف رجحان ممکن ہے اور اقوامِ صاغر سے اس دلیل سے ہر گاہ افعالِ مفرطہ کا وقوع ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دستورِ عدل کی حامل نہیں ہوتیں جو نفسِ انسانی میں اہتمامِ تمکینِ عدل ہے۔ اس لئے قصاص و دیت کیلئے نفاذِ حکم سے پہلے قاتل کے متعلق چند کوائف متعلقہ قتل پر غور کر لینا چاہیئے۔

اگر مقتول قاتل کے دین یا خون یا مال یا عصمت و آبرو پر حملہ آور ہوا ہو۔ اور یہ امر پایۂ ثبوت تک پہنچ جائے۔ تو حقِ قصاص و دیت ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت حفظِ فطرت کیلئے اور بحقِ سیاستِ مدن ملّت کا ایک فرد ہونے کی حیثیت سے حملہ آور دشمن کے حملہ سے نظامِ مدن کے اس شعبہ کو محفوظ کرنے کا فرض انجام دیتا ہے۔ جس کی ذمہ داری سیاستِ مدن کی جانب سے اس پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ منازل شعبہائے مدن ہیں۔ اور ملّت کا ہر فرد فطری طور پر کوششِ استقلال و وحدتِ اجتماع اور اس کے حفظ پر مکلف ہے۔ چنانچہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

Marfat.com

جو اپنے دین کے عوض مقتول ہو۔ وہ شہید ہے۔ اور جو اپنے خون کے عوض قتل ہو۔ وہ بھی شہید ہے۔ جو اپنے مال کے عوض قتل ہو وہ بھی شہید ہے۔ اور جو اپنے اہل و عیال کے عوض قتل ہو وہ بھی شہید ہے۔ (بروایت۔ ترمذی۔ ابوداؤد و نسائی) علیٰ ہذا "بخاری و مسلم" میں مروی ہے۔ کہ ایک آدمی نے دوسرے کا ہاتھ کاٹ کھایا۔ تو اس نے اس کاٹ کھانے والے کے منہ سے ہاتھ کھینچا۔ اس کے دانت جھڑ گئے۔ تو وہ شخص حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا تاکہ داد حاصل کرے۔ تو حضور نے فرمایا۔ کہ کیا وہ اپنے ہاتھ تیرے منہ میں چھوڑ دیتا۔ کہ تو اونٹ کی مانند انہیں چبائے اور آپ نے اس کے دانتوں کے قصاص کو معاف فرما دیا یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ ایک مسلم کا قتل گویا تمام کائنات انسانی کا قتل ہے۔ نیز قتل نفس کی جزا بالعدل ہی مفرطہ مبادئ اعمال کو فرط ارادی سے معطل قرار دے سکتی ہے۔ اس لئے اگر ایک جماعت بھی ارادۂ قتل کے ساتھ ایک مسلم کو قتل کرتی ہے۔ تو اس تمام جماعت پر قصاص لازم آتا ہے (سب کو قتل کیا جائیگا) کیونکہ ان میں سے ہر شخص اپنے اس ارادۂ قتل کی دلیل سے جو اس کے اس فعل شنیع کا موجب تھا۔ قانونِ عدل کی رُو سے قاتل قرار پاتا ہے۔ (مگر چونکہ افرادِ جماعت میں تفاوت ارادی ممکن ہے) اس لئے منصب تحکیم العدل کو افراد کے مبادی اعمال کے ساتھ ان کے اعمال کا وزن کرتے ہوئے ان کے (اجتماعی اور انفرادی) ارادہ کے متعلق تحقیق کے بعد ارادہ و فعل کی مناسبت کے ساتھ فیصلہ صادر کرنا چاہئیے (صحیح البخاری یا مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص مطالعہ فرماویں)

ہم عہد مقتول کے قاتلین کے متعلق بھی دلائل متذکرہ کی رُو سے یہی حکم ناطق بالحق ہوگا۔

علیٰ ہذا جب کوئی شخص کسی کو پکڑ لیتا ہے۔ اور دوسرا شخص اس کو قتل کر دیتا ہے یا وہ شخص جو مشورہ سے قاتل کے جذبات کو مشتعل کر دیتا ہے۔ تو اس دلیل سے کہ قتل کا فعل ان سے سرزد نہیں ہوا۔ مگر قتل کے لئے ان کے امساک و اشتعال نے مدد کی ہے۔ اس لئے دلیل امساکیہ یا حبسیہ سے ممسک اور اشتعال دہندہ پر قصاص و دیت کی بجائے ان کے افعال امساکیہ و اشتعالیہ کے عوض سزائے قید لازم آئے گی۔ اور قاتل کیلئے قصاص کا حکم نافذ ہوگا۔ اور یہ قتل و قید مفرطہ کوائف نفسیہ کو کوائف جرمیہ کی مطابقت عدلیہ کے ساتھ سطح ارض سے معطل قرار دیتی ہے۔ جو الیفائے تقاضائے عدل ہے۔ چنانچہ بروایت ابن عمر مشکوٰۃ المصابیح میں بحوالہ دار قطنی مرقوم ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک آدمی کسی کو پکڑ لیتا ہے اور دوسرا شخص اس کو قتل کر دیتا ہے۔ تو قاتل قتل کیا جائے۔ اور جس نے روکا ہے۔ اسے قید کیا جائے۔ یہاں منصب تحکیم العدل کیلئے یہ حقیقت غور طلب ہوگی۔ کہ وہ معین قتل کے ارادہ کے متعلق فیصلہ کرے۔ کہ اس نے اس شخص کو قتل کے ارادۂ قطعی کے ساتھ روکا ہے یا اس کا مقصد کیا تھا۔ یا جذبات کو جس نے مشورہ سے برانگیختہ کیا ہے۔ تو اس کے ارادہ میں غائیتِ اشتعالیہ کا مقصد کہاں تک تھا۔

پس اگر ہر دو کا ارادۂ قطعی قتل کے لئے متحقق ہو جاتا ہے۔ تو ان پر قصاص لازم آئے گا۔ جو نص صریح مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا ..... الخ میں فرمان متعمداً (ارادہ کرتے ہوئے) سے مقصود ہے۔ ورنہ وہ سزا جو اس کے کوائف ارادی کے مطابق منصبِ تحکیم العدل کی جانب سے مقرر کی جائے۔ عائد کی جائیگی۔ جیسے اس حدیث بالا میں حکم دیا گیا ہے۔

اگر کوئی شخص یا جماعت لکڑیوں یا پتھراؤ سے کسی شخص کو قتل کر دیتی ہے۔ پس چونکہ اس قسم کے ہتھیاروں کے ساتھ حملہ سے ارادۂ قتل ظاہر نہیں ہوتا۔ بجالیکہ دیگر شواہد سے ارادۂ قتل کا تحقق نہ ہو سکے البتہ اس کے ساتھ مشابہت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لئے ارادۂ قتل کے متحقق نہ ہو سکنے کی وجہ سے قصاص کی بجائے وہ دیت لازم آئے گی۔ جیسے قتل عمد پر اس کے لئے ورثا کے رضامند ہونے کی صورت میں مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اس قسم کا قتل اصلاح قانون میں دلیل ضربیہ سے شبہ عمد ہے

Marfat.com

جو قتل خطا کی شدید قسم ہے۔ مگر یہ دلیل خطا قاتل پر قصاص کی بجائے صرف وہ دیت لازم آئے گی۔ جو قتل عمد کیلئے معین ہے اس قسم کی دیت عہد نبوی میں یکصد اونٹ تھے۔ جن میں چالیس اونٹنیاں حاملہ ہوں۔ اس تفصیل کے ساتھ کہ پچیس دو برس کی اونٹنیاں پچیس جو تیسرے سال میں لگی ہوں۔ اور پچیس جو پانچویں برس میں ہوں اور اس کی بجائے گائے والوں پر گائے دو صد مقرر کی جاتی تھیں۔ اور بکریوں والوں پر بکریاں دو ہزار اور زاں بعد ہر زمانہ میں اجتہاد بالعدل کے تحت حالات کے مطابق ان کی قیمت مقرر کرنی چاہیئے۔ زمانہ ہائے اولیٰ میں دیت اور اس کی قیمت کی تفاصیل کتب احادیث اور ان کی شروح میں مطالعہ فرماویں۔

اس کے بعد ہر وہ قتل جس میں ارادۂ قتل متحقق نہ ہو۔ بلکہ ارادہ کے خلاف فعل کے نتیجہ میں وہ قتل معلومہ واقع ہو جائے۔ وہ قتل خطا ہے۔

طبیب ناقص کے علاج سے اگر موت واقع ہو جاتی ہے۔ وہ بھی اسی قبیل سے ہے۔ یا سوار کے ترک احتیاط سے اگر سواری کے ذریعہ کوئی شخص ہلاک ہو جاتا ہے۔ تو وہ بھی قتل خطا تصور ہوگا۔ مگر سواری یا کسی جانور کے اس قتل سے جس میں سوار یا مالک کی ترک احتیاط کو دخل نہ ہو۔ اس کی سوار پر کچھ ذمہ داری نہیں آتی۔ قتل خطا میں دیت ترک احتیاط کی دلیل سے لازم قرار دی گئی ہے۔ اور وہ تفصیل ذیل کے ساتھ سو اونٹ مروی ہیں۔

بیس دو برس کی اونٹنیاں اور بیس جو تیسرے برس میں لگی ہوں۔ اور بیس جو چوتھے برس میں ہوں اور بیس جو پانچویں برس میں اور بیس اونٹ جو دوسرے سال میں لگے ہوں۔

قتل خطا اور قتل عمد میں یہ امتیاز خصوصی تقاضائے عدل کی ایفا ہے کہ قتل خطا میں قاتل پر دیت اور متذکرہ استغفار متشکل لازم آتی ہے۔ اور قتل عمد پر قصاص بالقتل لازم آتا ہے۔ اور دیت اس میں صرف ورثا کی رضامندی پر موقوف ہے۔ (تفصیل بالا و ذیل کے لئے مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص باب الدیات مطالعہ فرماویں)

اور جب جسم کی کسی ایک قوت سے یا کسی ایک عضو سے جو جسم میں واحد ہے۔ یا اس شخص کے جسم میں واحد ہے۔ مضروب کو کسی شخص کی ضرب محروم کر دیتی ہے۔ تو اس دلیل سے کہ اس نے اس کی اس فطرت تخلیقیہ کو تخریب کے ساتھ شکستہ کر دیا ہے۔ جس پر وہ پیدا کیا گیا تھا۔ اور اس کی کسبی جدوجہد کے نتائج معاشیہ سے اسے محروم کر دیا ہے۔ عمد اور خطا کی رعائت کرتے ہوئے قصاص یا وہ دیت کاملہ لازم آئے گی۔ جو بہائے نفس کی صورت میں معین کی گئی ہے علیٰ ہذا القیاس ہر ایسی قوت اور ہر ایسے عضو (جس کی اوپر تعریف کی گئی ہے) کے ضائع کر دینے سے منفرداً و مستقلاً دیت کی تعداد (دو چند سہ چند الیٰ آخرہ) بڑھتی رہے گی۔ اور اگر جسم میں سے وہ اعضاء جو دو دو ہیں۔ ان سے ایک ضائع کر دیا جاتا ہے۔ تو شکستگی چونکہ اپنی حقیقت میں نصف کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اس پر نصف دیت ایفائے تقاضائے عدل ہے۔

سلہ برا ابن عازب کی ایک اونٹنی نے ایک آدمی کے باغ میں تباہ کاری کی (حضور صلعم نے فرمایا باغوں کے مالکوں پر دن کے وقت باغوں کی حفاظت ضروری ہے۔ اور اگر مواشی رات کے وقت تباہ کاری کریں۔ تو ان کے مالکوں) پر ذمہ داری آتی ہے۔ (موطا)

علیٰ ہذا القیاس ہاتھ اور پاؤں[1] کی انگلیاں چونکہ دس دس ہیں۔ اس لئے ایک انگلی کے ضائع کر دینے پر دسواں حصہ دیت کا لازم آئے گا۔ (اور ہر انگلی کے ایک ایک جوڑ ضائع کرنے پر جوڑوں کی تعداد کے مطابقت کے ساتھ دیت تقسیم ہوگی۔ مگر دانت کے عوض خواہ وہ نکال دیا جائے یا سیاہ ہو جائے۔ بیسواں حصہ دیت کا لازم آئے گا۔ کیونکہ دانت کے ٹوٹنے سے مسوڑھے جنہیں ایک عضو کی الگ حیثیت حاصل ہے۔ شکستہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اس تعداد کا تعین شکستگی ہر دو اعضاء کی نسبت وسطیہ کے ساتھ تطابق ہے

اور اگر جروح و ضرب کے قصاص میں مماثلت ممکن نہ ہو۔ تو دیت یا حالات جرم کے مطابق حبس پر اکتفاء کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مماثلت کا تعذر مفہوم عدل کو ظلم کے ساتھ تبدیل کرسکتا ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (شوریٰ ۔ ع)

برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔ پس جو کوئی معاف کر دے۔ اور درستی کرے تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔ اللہ ظالمین کو پسند نہیں کرتا۔

گویا اس فرمانِ ربانی میں انتباہ ہے۔ کہ قصاصِ اعضا میں مماثلت کاملہ ہونی چاہیئے۔ اور اگر زیادتی ہو تو تجاوز از عدل کی دلیل سے اللہ عزّوجل اسے پسند نہیں کرے گا۔ اگر مماثلت متعذر ہو۔ تو یہ زیادہ ممکن ہے کہ قصاص کا مفہوم عدلیہ ظلم سے تبدیل ہو جائے اس لئے بہتر ہے۔ کہ مدعی اپنے حق سے کچھ یا کلیتہً معاف کر دے اور حالاتِ باہمی میں بہتری پیدا کرے اور اس کا طریق دیت یا عفو کامل ہے۔ چنانچہ اللہ عزّوجل نے مدعی کو اپنے نزدیک ماجور فرماتے ہوئے عفو و اصلاح کی طرف متوجہ فرمایا ہے۔ پس اگر مماثلت متعذر ہو۔ تو تحکیم العدل کو ظلم سے بچنے اور نفاذِ عدل کے لئے تعین دیت کا حق پہنچتا ہے یا اگر جرم کی نوعیت ایسی خفیف ہو۔ کہ دیت متعین نہ ہو سکتی ہو۔ تو اس دلیل سے کہ مدعا علیہ نے ملک کے امن کو فساد سے بدلنے کی کوشش کی ہے۔ کیونکہ فرد اساسِ مدن ہے۔ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے تحت حالات جرم کی مطابقت کے ساتھ حبس تا اصلاح کا حق پہنچتا ہے۔

ضرب سے اگر حمل ضائع ہو جائے تو اس کے متعلق دیت[2] میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے غرہ کا حکم فرمایا (جس سے لونڈی یا غلام مراد ہے) گویا (حمل) نفس کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر چونکہ بنی نوع میں اس کی شمولیت واقع نہیں ہوتی اور اسے ضمنی اور تابعی حیثیت حاصل ہے پس قتل نفس کی بجائے عطائے نفس مملوک کو اس کا قائمقام کیا گیا ہے اس لئے منصب تحکیم العدل خادم کی خدمت مستقلہ کی قیمت ہر زمانہ میں حالات دہر کے مطابق معین کرسکتی ہے۔

کافر اور مسلم جب آپس میں مصروف پیکار ہوں۔ اور کافر اس مسلم کو قتل کرنے یا اس کے عضو کو کاٹنے کے بعد اسلام قبول کر لیتا ہے۔ تو اس نو مسلم پر قصاص و دیت عائد نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلم کا مقصد حقیقت سجود کی تمکین جدوجہد تھی۔ اور کسی قسم کا شخصی یا انفرادی مقصد ہر دو کے مابین موجب نزاع نہ تھا۔ اور کسی ایک طرف ہر گونہ نقصان کا تحقق اس حالت

---

[1] جسم کے مختلف حصوں اور اعضا کے متعلق دیت کی تفصیل کتب احادیث اور منجملہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص باب الدیات میں مطالعہ فرمائیں۔

[2] مشکوٰۃ کتاب القصاص باب الدیات مطالعہ فرمائیں۔

میں ضرور ممکن ہوتا ہے۔ (کتاب القصاص مشکوٰۃ المصابیح فصل اوّل اور دیگر روایات سیرۃ مطالعہ فرماویں)

حق وجہ وجود اور تعلق فطرتی[1] اور تربیت و احسان کی دلیل سے والد سے بیٹے کے قتل میں قصاص کی بجائے دیت لی جائے گی۔ یعنی والد چونکہ بیٹے کے وجود کا موجب ہے۔ اس لئے وہ قصاص میں قتل نہیں ہو سکتا۔ مگر خون بہا کی ادائیگی اس پر لازم ہو گی۔ کیونکہ اس نے نوعی جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ یعنی فطرت انسانی کے حضور میں وہ مجرم ہے۔ اس لئے اسے بہائے نفس ادا کرنی چاہیئے۔

اور جرم قتل کی دلیل سے قاتل مقتول کی میراث سے محروم قرار پائے گا۔ کیونکہ قتل نفس (قاتل و مقتول کے مابین) نوعی تعلق کے تقاضائے مودّت کی حیثیت کو فنا کر دیتا ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے قصاص جہاں تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ جو موت وغیرہ کے عوض میں نتیجتہً موت وغیرہ متحقق کرتا ہے۔ ایسے ہی طریق قتل و قطع اعضاء میں منصب تحکیم العدل کے لئے طریق اجرائے قصاص میں اعتدالِ عمل کا ملحوظ رکھنا تقاضائے منصب عدل کی ایفا ہے۔ یعنی عمل قصاص جو ایفائے تقاضائے رحم ہے۔ اور موجب حیات عدل ہے۔ بے رحمی اور ظلم کا مظہر نہیں ہونا چاہیئے۔

اقضیتہ الرسول (مؤلفہ عبداللہ محمد ابن فرج المالکی) میں منقول ہے۔ کہ ایک شخص رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دوسرے شخص کو رسّے سے کھینچتا ہوا لے کر حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہؐ اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے۔ ابھی ملزم نے جواب نہ دیا تھا۔ کہ حضور نے مدعی سے کہا۔ کہ اگر اس نے اعتراف نہ کیا تو تم کو اس پر شہادت قائم کرنی ہو گی۔ مگر قاتل نے عرض کیا۔ کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کس طرح قتل کیا ہے۔ تو اس نے عرض کی۔ کہ اس نے مجھ کو گالی دی۔ تو مجھے غصہ آگیا۔ میں نے اس کو کلہاڑی ماری۔ پس وہ مر گیا۔ حضور صلعم نے فرمایا۔ تیرے پاس کچھ مال ہے۔ کہ تو اپنی جان کے عوض اسے ادا کرے اس نے کہا میرے پاس اس کمبل اور کلہاڑی کے سوا کچھ نہیں پھر حضور نے فرمایا۔ کیا تیری رائے میں تیری قوم تجھے (خون بہا دیکر) چھوڑائے گی۔ اس نے کہا میری قوم میری اتنی وقعت نہیں سمجھتی۔ تو آپ نے اس کی رسی اس کی طرف پھینک دی اور فرمایا تم جانو اور تمہارا ساتھی تو وہ شخص اس کو لے کر روانہ ہو گیا۔ جب انہوں نے پیٹھ موڑی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر اس نے اس کو قتل کر دیا۔ تو وہ بھی اسی کی طرح قتل کا مرتکب ہو گا .... الخ

یہ حدیث نبوی صلعم ان حقائق عدلیہ پر شاہد ہے کہ فیصلہ مستلزم تحقیق و تجسّس ہے۔ اور کوئی شخص کسی شخص پر حملہ آور تو ہوتا ہے۔ مگر قتل اس کے ارادہ میں نہ ہو۔ تو اس پر صرف دیت کی ادائیگی لازم آتی ہے۔ جو کوائف ارادہ و فعل کی مطابقت کے ساتھ تحقق جزا بالعدل ہے۔ یعنی شبہ عمد میں قصاص بالقتل نافذ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر وہ خود دیت ادا کرنے پر قادر نہ ہو۔ تو اسکی قوم کو اسکی طرف سے دیت ادا کرنی چاہیئے۔ اگر وہ خود یا اس کی قوم یعنی اس کے مددگار دیت ادا نہ کریں۔ تو قاتل کے ورثا کے حق میں اسے ہمیشہ کیلئے پابند کر دینا چاہیئے۔ کہ وہ اپنے دست کسب کے ذریعہ بالاقساط خون بہا نظامِ مدن اور اس کے محور اولالامر (امیر فرد) کی کفالت کے تحت ادا کرے۔ حضور صلعم کا اس مجرم کو اس کے ساتھی (مدعی) کے ہاتھ میں دیتے ہوئے روانہ کر دینا اسی حقیقت کی طرف مشیر ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ کنبہ ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مدد کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ باپ اور بیٹے میں اور پھر ازاں بعد توسیع فروع کے ساتھ مدد کی کیفیت اشتراک کثافت کی وسعت کے ساتھ ساتھ وسیع ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے از روئے فطرت اس شخص کی ذاتِ خاص کے بعد اس کی قوم کو دیت خطا میں خصوصاً اور دیت عمد میں (جو وارث مقتول کی

[1] محبت فطری کا اس پر ہنگامی تاثرات کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ارتکاب جرم سے ہنگامی طور پر اسے باز نہیں رکھ سکتی)

رضامندی محض پر موقوف ہے ؀ دیت ادا کرنے میں مدد کرنی چاہئے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل خطا شبہ عمد میں قاتلہ عورت سے متعلقہ ادائیگی دیت اس کے عصبات پر ڈالی اور بیٹوں اور خاوند کو وارث ٹھہرایا۔

نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ اگر کسی شخص کی قوم ادائیگی دیت کے لئے رضامند نہ ہو۔ کیونکہ فعل اپنے مرتکب کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اور اسی دلیل سے اُن کی رضامندی کے بغیر انہیں اس کی ادائیگی پر مکلّف نہیں کیا جاسکتا جیسے کہ متذکرہ فرمانِ مصطفوی اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔ تو قاتل بحق ورثائے مقتول اپنے کسب دست سے ادائیگی دیت کے لئے پابند کردیا جائے گا۔ دراں حالیکہ قاتل کی ذاتِ خاص یا اس کی قوم کی جانب سے دیت کی ادائیگی پر کوائف قدرت کا تطابق از روئے عدل عائد ہوتا ہے۔ اور وہ تحفص حالات کے بعد ایک وقت میں ادائیگی کا مل ہے یا بالاقساط ادائیگی ہے۔

پس اگر قاتل کو سیاستِ مدن کی رکنیت حاصل ہے۔ یعنی وہ منجملۂ عمّال یا توابع ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو امدادِ باہمی کی دلیل سے نظامِ مدن کو اس کی طرف سے اس خون بہا ادا کرنے کے لئے ایک نظم بالعدل قائم کرنا چاہئے جس کی ذمہ داری دلیل متذکرہ کے ساتھ اس پر عائد ہوتی ہے۔ اور اگر قاتل کو نظامِ سیاست مدن کی رکنیت حاصل نہیں۔ بلکہ وہ ملت یا مدن کا ایک فرد ہے۔ اور نہ اس کی کوئی قوم ہے۔ اور نہ اس کا کوئی مددگار ہے۔ تو بحق ورثائے مقتول اس کے نتائج کسب دست سے (نظامِ مدن کے تحت) بیک وقت یا بالاقساط ادائیگی دیت تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ کیونکہ قدرت کے ساتھ تطابق بالعمل ہر دو بار جوانب بیں تنصیف صحیح ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دیت کے متعلق ورثائے مقتول کو اخذ تصدق کا اختیاز کامل حاصل ہے۔ جیسے کہ آیات متذکرہ اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہیں۔

اقضیۃ الرسول مولفہ عبداللہ محمد ابن فرج المالکی میں منقول ہے۔ کہ حضور صلعم نے مدینہ میں ایک شخص کو خون کی تہمت میں قید کیا اور ایک دوسری روایت کے مطابق اس میں اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ کہ حضور صلعم نے کچھ لوگوں کو قتل کے الزام میں قید کیا۔ گویا منصب تحکیم العدل کیلئے یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی قوت تحکیمیہ میں مجرمین پر اجرائے فیصلہ کیلئے استقلال و استقرار ہو اور وہ عرصہ تحکیم میں ان کو روک دینے یعنی ان کے حبس سے ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ اس لئے وقوع جرم کے ساتھ ہی مجرمین کو محبوس یا احتیاط اعتمادی کے ساتھ پابند (زیر ضمانت) کر لینا چاہئے جو بجائے حبس ہے۔

اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اثبات قتل کیلئے دو صادق شاہدوں کا وجود ضروری قرار فرمایا ہے۔ اگر شہادت صادقہ نہ ہو۔ تو پچاس آدمی مدعیوں سے قسم کھائیں۔ کہ بلاشبہ مدعا علیہم نے قتل کیا ہے یا پھر مدعا علیہم سے پچاس آدمی قسم کھائیں جس سے اثبات یا برأت ثابت ہوسکے اور اگر باوجود اس کے قتل ثابت نہ ہو یا قاتل کی موت واقع ہوجائے بحالیکہ نہ اس کی قوم ہو۔ اور نہ اس کا کوئی مددگار ہو۔ جو رضامندی کے ساتھ متعلقہ دیت کو ادا کرے تو اس دلیل سے کہ نظامِ مدن کا محور (امیر فرد) افرادِ ملت و مدن کے مال و جان و آبرو کا محافظ ہے۔ کیونکہ امارت کو سیاست مدن میں فضل ابوت اعلیٰ حاصل ہے۔ اور مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور احاطۂ مدن میں ابوالانسی پر تربیت نفوس افراد اور ربوبیت بالابوت کی دلیل سے کفالت حوائج انفرادی و اجتماعی سے تمکین عدل عائد ہوتی ہے۔ اسلئے نظامِ مدن کو دیت ادا کرنی چاہئے (متعلقہ احادیث صحیحین یا مشکوٰۃ المصابیح کتاب القصاص باب القسامہ میں مطالعہ فرماویں)

اور اسی دلیل سے جس مقتول کا کوئی وارث نہ ہو۔ امارت کو اس کی کفالت کا فرض ادا کرنا چاہیئے۔ جو ملک و ملت کے ہر فرد کے متعلق بحیثیت ابوت انس اس کے لئے متحقق ہے۔

لہ متفق علیہ بحوالۂ مشکوٰۃ کتاب القصاص۔

فاحشہ

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُھُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ..... الخ (آل عمران آیت ۱۳۴ تا ۱۳۶ - رکوع ۱۴)

اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۠ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَاۗىِٕفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ (نور - آیت ۲ - رکوع ۱)

تدبیر منزل اور سیاست مدن میں تمکین عدل کی بنیاد تعدیل نفس ہے۔ اور وہ حقائق ترکیبیہ یعنی کثافت و لطافت کے ترشحات متحدہ (شعور اور فطری لگاؤ) کے تقاضاؤں کی ایفا سے تحقق پاتی ہے۔ اور وہ ایفائے عادلہ بذریعہ کشف شعور اور تحمل کشف ہے اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کے لئے احتیاج (جو شعور اور فطری لگاؤ کے تقاضا سے تحقق پاتا ہے) باہم اجتماع منزلی و مدنی کی ضرورت پر شہادت دیتا ہے۔ نیز اس لئے کہ نظام مدن اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ منزل اول کی صورت وسیعہ ہے۔ اور ہر منزلی نظام منزل اول کا تتبع فطری ہے۔

پس منزلی نظام کا قیام فطرت احتیاج و اجتماع کی شہادت کے ساتھ مرد و عورت کے درمیان ایک مقدس معاہدہ کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جو فطری لگاؤ پر ضبط شعوری کا تحقق ہے اور اسے نکاح کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ تعقید عہد ہی لوازم اجتماع میں اعتماد ضروریہ کو متحقق کرتی ہے۔ جو ضبط شعوری کے تحت حاجات عنصری کی ایفا کو مستلزم ہے۔ پس اس کے بغیر تدبیر منزل افتتاح نہیں پا سکتی اور اسی دلیل سے اس معاہدہ کی رعایت اور اس کا تحفظ تقاضائے تدبیر منزل اور سیاست مدن کی ایفا ہے۔ اور وہ ایفاء معاہدہ سے حفظ فروج کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ جو اس کے اور تمام لوازم جمعیت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ تدبیر منزل میں تمکین عدل ہے۔ اور سیاست مدن میں استقلال عدل کا موجب ہے۔ کیونکہ فرد و منزل اساس مدن ہیں۔ اور اس معاہدہ کا بطور فطرت حفظ و ایفا تہذیب و تعدیل نفس کو مستلزم ہے۔ (جو کشف شعور اور تحمل کشف ہے۔ یا ایفائے مفہوم عدل ہے) اور فطرت نفس کی تکمیل عدلیہ تک ضبط شعوری کے استقلال جاریہ سے اس کی ایفائے جاریہ متحقق ہوتی ہے۔ جو منجملہ ایفائے تقاضائے تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ پس جو شخص اس نظام عہدیہ کو اپنی شہوت فاحشہ کے ساتھ منہدم کر دیتا ہے۔ فطرت نفس و منزل و مدن اس سے تکمیل العدل

کے حضور میں شہادت ادلیہ کے ساتھ تحقق جرم پر اس کی ادراک و تحریک کو عذاب الیم کا متحقق قرار دیتی ہے۔ اس کی شرح مزید سے پہلے اس حقیقت کا بیان کر دینا مناسب ہوگا۔ کہ نفس ناطقہ جس میں لطافت و کثافت کو ترکیب دیا گیا ہے۔ جب تک وہ کشف شعور اور تحمل کشف سے تحقق نہیں پاتا (جو اسے اور اس کے ماحول کو دلیل تنویر سے نور قدس کے ساتھ منور کر دیتا ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل کی ذات میں استغراق جہد نفس کو مستلزم ہے اور فرض فطری کی ایفا ہے۔ اس وقت تک کثافیاتِ نفس کی طرف اس کا رجحان اس دلیل سے زیادہ اقرب ہے۔ کہ ارضیات اس کا ماحول ہیں۔ اس لئے اس سے مدارج تو ہلیہ کے طے کرنے تک سہو اور عصیان کا ہر وقت امکان ہے۔ جو تقصیر ضبط شعوری کی دلیل سے جرمِ فطرت ہے۔

نیز یہ حقیقت بھی ذہن نشین رہنی چاہئے۔ کہ کشفِ شعور یا تحمل کشف کے بعد اعتدال تحقق پاتا ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ کثافت کا وجود بھی اپنے اعتدالیہ تقاضاؤں کے ساتھ قائم رہتا ہے۔ اس لئے نفس معتدل بھی اگر کمالِ اہتمام کشف کے استقلالِ جاریہ میں غفلت اختیار کرتا ہے (جو ادائے فرض فطری سے تقصیر ہے) تو مہیجات کثیف کی اثر انگیزی ممکن ہے کیونکہ وہ اس کا ماحول ہیں۔ نیز یہ حقیقت کسی وقت فراموش نہیں کرنی چاہئے۔ کہ کثافت معتدلۂ نفس اور کثافت ماحولیہ میں جنسیت کے لحاظ سے اتحاد اساسی متحقق ہے۔ اور ماحول کو ایک مستقل اثر حاصل ہوتا ہے۔ جس پر ہر وقت شعوری ضبط کی قدرت کا تحقق ایفائے تقاضائے فطرت نفس ہے۔ چنانچہ اسی ماحولیہ اندیشہ کی دلیل سے اللہ عزّوجل نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس درخت کے قرب کے نتائج سے کیفیت تنبیہ کے ساتھ آگاہ فرمایا۔

وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ)
اور تم دونو اس درخت کے قریب مت جانا۔ پس تم ظالمین سے ہو جاؤ گے۔

مگر رجحان عنصری(۱) نفس کے ساتھ ماحول اور موثرات خارجیہ کے اتحاد کی وجہ سے وہ نہ رک سکے۔ جو تقصیر ضبط شعوری تھی پس آپ نے بارگاہ الٰہی میں استغفار کی رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ(۲) تو اس عزّوجل نے بمطابق فرمان ربانی فَتَابَ عَلَيْهِ(۳) انسان اوّل آدم علیہ السلام کو معاف کر دیا۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے

فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا (طٰہٰ - ع)
وہ بھول گیا مگر ہم اس کا ارادہ نہیں پاتے تھے۔ (یعنی اس فعل کی وجہ نسیان تھی اور وہ آپ کے ارادہ کا نتیجہ نہیں تھا)

اس لئے اگر ایک مسلم اس تقدیس معاہدہ سے کسی وقت متزلزل ہو جاتا ہے۔ تو اسے مرجع فطری عزّوجل کے حضور میں استغفار کے ساتھ جھک جانا چاہئے جو فطرت نفس میں تقصیر ضبط شعوری کو مرجع شعور عزّوجل کی طرف رجوع سے (جو زمانہ بعد میں استقلال کو ائتلاف شعوریہ کو متلازم ہے) تمکین شعور کے ساتھ بدل دیتا ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ إِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوْا أَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
اور وہ لوگ جب وہ بے حیائی کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ یا اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔ پھر اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ (اسکی طرف رجوع کرتے ہیں)

---

(۱) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ درخت بھی منجملہ عنصر یا نبات ہے۔ اور نفس انسانی میں کثافت و لطافت کو باہم ترکیب دیا گیا ہے۔
(۲) اے ہمارے پروردگار ہم نے اپنے نفوس پر ظلم کیا ہے۔ اگر تو معاف نہ کرے گا۔ اور ہم پہ رحم نہ کرے گا۔ تو ہم گھاٹے والوں سے ہو جائیں گے۔ (اعراف - ع)
(۳) پس وہ اس کی طرف جھک آیا۔

لِذُنُوبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ...... الخ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۶ - ع ۱۴)	پس وہ اپنے گناہوں کی مغفرت چاہتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا گناہ کون بخش سکتا ہے۔ اور اس گناہ پر پھر اصرار نہیں کرتے اور وہ جانتے ہیں۔ ان کے لئے ان کے پروردگار کی طرف سے جزا ہے۔ مغفرت اور ....

پس اسے اولوالامر عہد کے حضور میں اپنی ذاتی شہادات ارلعہ کے ساتھ اپنے گناہ کا اظہار کرنے کی بجائے مرجع فطری کی طرف تجدید عہد ضبط شعوریہ یا استغفار کے ساتھ استقلال سے رجوع کرنا چاہیئے اور وہ مرجع شعور عزّوجل ضرور اسے تجدید ضبطِ شعوریہ کی دلیل سے بخش دے گا۔ چنانچہ داعی الی المرجع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ذیل اسی حقیقت پر شاہد ہیں۔

نمبر۱۔ عزیزوں کی خطائیں معاف کر دیا کرو۔ (یعنی اولوالامر تک پہنچانے سے پہلے) مگر حدود (ابوداؤد) (یعنی جب صاحب اجرائے حدود اولوالامر کے روبرو مستوجب حد فعل متحقق ہو جاتا ہے۔ تو اسے وہ ہرگز رائگاں نہیں چھوڑ سکتا۔ کیونکہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں کسی امر کے حقیقت الامر کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد اس کے نتائج کا تحقق ہی میزان العدل آئین۔ بار جوانب میں تنصیف صحیحہ یا تعدیل وزن کو متحقق کر سکتا ہے۔ جو ایفائے مفہوم عدل ہے)

نمبر۲۔ آپس میں حدود کو معاف کر دیا کرو۔ کیونکہ جب مجھ تک (یعنی اولو الامر تک) معاملہ پہنچ جاتا ہے۔ تو حد لازم قرار پاتی ہے۔ (کیونکہ اجرائے حد پر منصب تحکیم العدل از روئے فطرت میزان العدل مکلف ہے)

نمبر۳۔ علیٰ ہذا حضور صلعم نے فرمایا جہاں تک ممکن ہو مسلمین سے حدود کو ہٹا دو۔ اور اگر مسلم کے لئے کوئی راہ نجات نکل سکتی

لہ بارگاہ الٰہی میں توبہ موت سے پہلے بلاشبہ قبول ہوتی ہے۔ اور موت کے تحقق پر قبول توبہ ممکن نہیں کیونکہ وہ تو محل احتساب ہے۔ دراں حالیکہ موت کا حاضر ہو جانا اس کے تحقق کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اس لئے یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیے کہ فرامین ربانی اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ (نساء ع۳) اور وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ (نساء ع۳) اور الم یعلموا ان اللہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ حقائق احوال کی وضاحتیں ہیں۔ علیٰ ہذا منافقین کے متعلق وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (نساء ع۹) اور استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لھم اور سواء علیھم استغفرت لھم ام لم تستغفر لھم لن یغفر اللہ لھم (منافقون) بھی حقائق متعلقہ کی تدریجی وضاحتیں ہیں۔ کیونکہ زندگی میں استغفار ارادی ضرور قبول سے شرف پاتی ہے اور کفر و نفاق پر موت واقع ہونے پر قبول نہیں پا سکتی مگر تدریجی صلاحیت برداشت کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت اس کی حقیقت احتسابیہ کی بالعدل وضاحت کی گئی ہے۔

Marfat.com

ہو تو اس کی راہ کو بے[1] روک کر دو پس تحقیق امام کا عفو میں خطا کرنا سزا میں خطا کرنے سے بہتر ہے۔ (ترمذی) کیونکہ رجوع یا استغفار جو تقاضائے فطرتِ مسلمہ ہے کا عفو سے اتحاد ضبط شعوریہ یا تجدید شعور کو متحقق کر دیتا ہے۔ مگر سزا میں خطا ظلم کے ساتھ نقصان تلی پر نتیجہ پذیر ہوتی ہے۔ پس اس مرحلہ پر مندرجۂ ذیل حقائق کو ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ

اجرائے حدود کا مقصد نفس ملّت کی اصلاح ہے۔ اور فرد اساس ملّت ہے۔ اس لئے اگر اصلاح رسوائی افراد کے بغیر ممکن ہو تو وہ زیادہ بہتر ہے نیز فرامین نبوی سے الیٰ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ ملّت کا نظام اجتماعی اور انفرادی حیثیت سے ہر مسلم (کہ اسے محور امارت کے گرد متداور رہنا چاہیئے) مقصودِ خطاب ہے۔ اس لئے کہ اجرائے حد کا حق سیاستِ مدن کو پہنچتا ہے۔ اور دہی اپنے تصرف فعالیہ کے ساتھ نفسِ ملّت کی اصلاح کر سکتی ہے۔ جو موجب ارتفاع حاجت اجرائے حدود ہے۔ اور وہی حدود سے راہِ نجات میسر ہونے پر نجات متحقق کر سکتی ہے۔ اور مجرم کے اعتراف یا افراد ملّت کی شہادت کو حد قائم کرنے میں اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ تو محور امارت کے گرد تداور سے تحقق پاتی ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ خود اپنے نفوس کو یا ایک دوسرے کے عیوب کو بمطابق متذکرہ فرامین نبوی اور مندرجۂ ذیل فرمان ربانی:۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ
اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ط وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا
اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا
عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا

اللہ پسند نہیں کرتا کہ بری بات کو ظاہر کیا جائے۔ لیکن جس پر ظلم ہو اور اللہ تعالےٰ سمیع و علیم ہے اگر تم کسی اچھائی کو ظاہر کر دیا چھپاؤ یا کسی برائی کو معاف کر دو۔ تو پس تحقیق اللہ معاف کرنے والا قدیر ہے۔

(النساء - ع ۲۱)

رسوا نہ کریں اور سیاستِ مدن کی جانب کھینچ کر لے جانے کی نسبت استغفار یا فہمائش استغفار کے ساتھ اصلاح کی کوشش کریں۔ کیونکہ تجدید ضبط شعور رغبت فطری کے ساتھ ضامن اصلاح ہو سکتی ہے۔ اور ادراک و تحریک پر براہِ راست موثر بالعدل قرار پاتی ہے۔ مگر اجرائے حدود بالعدل ادراک و تحریک پر ہیبت متابعیہ کے توسط سے مؤثر ہوتی ہیں۔ یعنی اول الذکر مقصد اصلاح بالعدل کیلئے شہادتِ فطرت کے ساتھ زیادہ فائدہ مند ہے:۔

دراں حالیکہ سیاستِ مدن میزان العدل آئین میں تصیف صحیحہ کی تمکین سے ہی نظامِ مدن میں قوتِ عدل کے ساتھ استحکام پا سکتی ہے۔ اور جب کوئی جرم اس کے روبرو آئینی وضاحت کے ساتھ متحقق ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس کی جزا متمکن کرنے سے بچ

---

[1] جیسے مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں بحوالہ بخاری و مسلم مرقوم ہے۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں حد کو پہنچا پس مجھ پر قائم فرمائیے۔ اور آپ نے اس سے کچھ حال نہ پوچھا۔ اور نماز کا وقت آگیا تو اس نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی جب حضور صلعم نماز پڑھ چکے تو وہ شخص کھڑا ہو گیا۔ اور پھر کہا کہ میں حد کو پہنچا ہوں مجھ پر کتاب اللہ قائم کیجئے تو آں صلعم نے فرمایا کہ تو نے کیا ہمارے ساتھ نماز نہیں پڑھی۔ اس نے کہا ہاں تو آپ نے فرمایا اللہ نے تیرا گناہ بخش دیا۔ (حضور صلعم کا اس کے اعتراف کے بعد تجسس کو الگ سے اس کے جرم کو متحقق نہ فرمانا مؤمنین سے حدود کو ہٹا دینے کا .... اسوۂ متشکل ہے)

جوانب میزانیۂ آئین میں تعدیل صحیحہ قائم رکھ سکتی ہے۔ یعنی پھر اسے حق عفو نہیں پہنچتا اور تحقق جرم کے بعد اگر وہ مجرمین کو چھوڑ دیتی ہے۔ تو اسے نقطۂ عدل سے ساقط کر دیا جائے گا۔ اور اساسِ عدل پر استوارِ فطرتِ انسانی اپنے مساماتِ عدلیہ کے ساتھ اسے منصب تحکیم العدل کے استحقاق سے گرادیگی۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تَأْخُذْكُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ (نور - ع۱)

ان دوان کے متعلق اللہ کے دین یعنی اجرائے حد میں تمہیں رافۃ لاحق نہ ہو۔ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ (یہاں رافت سے مراد یہ ہے۔ کہ عذاب دینے میں اعتدال ضرب وغیرہ سے تفریط واقع نہ ہو۔ یا تحقق جرم پر اجرائے حد میں تفریط عدل کا مظاہرہ نہ کیا جائے)

روایت ذیل ان حقائق کی کاملاً مظہر ہے۔ کہ مسلمین سے حدود کو کیسے ہٹایا جاسکتا ہے۔ اور جب سیاستِ مدن کے روبرو جرم متحقق ہو جاتا ہے۔ تو اس کی جزا بالعدل کیسے ضرور واقع ہو جاتی ہے۔

بنی اسلم سے ایک شخص صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ کہ اس بعید از رحمت نے زنا کا ارتکاب کیا ہے۔ پس آپ نے فرمایا کہ اس قصہ کو تو نے میرے سوا کسی سے ذکر تو نہیں کیا؟ اُس نے کہا کہ نہیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے پروردگار کے حضور میں توبہ کر اور پردۂ خداوندی میں ہو جا تحقیق اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ مگر اس کے نفس نے قرار نہ دیا۔ تو وہ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے بھی اسے وہی کچھ فرمایا۔ جو صدیق اکبر نے فرمایا تھا۔ مگر پھر اس کے نفس نے اسے قرار نہ دیا۔ تو وہ رسول اکرم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ کہ اس بعید از رحمت نے زنا کیا ہے۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے تین بار اعراض کیا (یہاں تک یہ واقعہ مسلمین سے حدود کو ہٹا دینے کا اسوۂ حسنہ ہے) تاآنکہ اس نے بہت مبالغہ کیا اور اس کے چہار بار یا اس سے زیادہ اعتراف نے اس کے گناہ کو منصب تحکیم العدل کے روبرو متحقق کر دیا۔ تو رسول پاک نے اس کے قبیلے کی طرف آدمی بھیج کر پچھوایا کہ آیا یہ مریض ہے یا اس کو جنون ہے۔ تو قبیلہ نے کہا کہ یہ تندرست ہے پھر حضور صلعم نے دریافت فرمایا کہ کنوارہ ہے یا بیاہا ہوا۔ تو انہوں نے کہا کہ بیاہا ہوا ہے۔ پس آپ کے حکم سے رجم کر دیا گیا۔ (یہ منصب تحکیم العدل کا تحقق جرم پر نظامِ مدن میں جزا بالعدل سے تمکین میزان العدل ہے۔ چنانچہ مؤطا میں مروی ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے لوگو تمہارے لئے وقت آگیا ہے۔ کہ تم حدودِ الٰہی سے رک جاؤ اور اگر ان نجاسات سے کسی کو کچھ پہنچ جائے۔ تو وہ اللہ کے پردہ میں محفوظ ہو جائے۔ اور یہ درست ہے۔ کہ جو اپنا منہ ہمارے سامنے کر دے گا۔ ہم اس پر کتاب اللہ کو قائم کر دیں گے۔

قوت شہوی اپنے ارضی ماحول میں ایفائے خواہشات کے راستہ سے عدلی موانع کو مفرط قوت غضبی کے ذریعہ ہٹاتی ہوئی

سلہ ماعز اسلمی نے ہزال کی آزاد کردہ کنیزک سے زنا کا ارتکاب کیا۔ تو ہزال ماعز کے اشارہ سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور اعتراف زنا کر کے سنگسار ہوا۔ تو حضور صلعم نے ایک وقت میں ہزال سے فرمایا۔ کہ اگر تم ماعز کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیتے تو وہ تمہارے لئے بہتر تھا (مشکوٰۃ المصابیح اور مؤطا مطالعہ فرمادیں) یہ مضمون مسلمین سے حدود کو ہٹا دینے اور قیام حدود کی شرح مشتمل ہے۔

Marfat.com

فحشاءِ نفس کا زنا کے ساتھ مظاہرہ کرتی ہے۔ جو نفس انسانی پر ظلم (فرط ارادی) کا ایک مظہر ہے۔ کیونکہ نفس انسانی میں ارادہ کو تحریک پر قدرت حاصل ہے۔ اور وہ دونوں جوانب میزانیہ نفس ہیں۔ اور کشف ادراک جو اس کا عدل ہے۔ قوت تحریک میں تحمل کشف کی دلیل سے اعتدال متحقق کر دیتا ہے۔ جو تدبیرِ منزل کے معاہدۂ نکاح اور اس کے متعلقات کے تحفظ کو فطرت نفس قرار دیتا ہے۔ اور قوت شہوی کا فرط اس معاہدہ کے متعلقات کا معیاد تحفظ سے سقوط ہے۔ اور ادراک کی تاریکی کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جو میزان نفس کی جانب ادراکیہ میں خفت کی دلیل سے میزان العدل نفس کو معیاد تنصیف سے ساقط قرار دیتا ہے۔ گویا وہ اس کا حد عدل سے تجاوز ہے۔ اور نفس کی رذیلت ظلمیہ کا نتیجہ ہے۔ یعنی کشف ادراک اور تحمل کشف سے ادراک و تحریک کا تعطل اور تحریکی تقاضاؤں یا خواہشات ارضی سے شہوت جنسی میں ادراک کا تاریک تداولِ شعوری تعطل الیفائے تقاضہائے کشفیہ و تحملیہ کی دلیل سے میزانِ نفس کی ایک جانب کو خفیف کرتے ہوئے اسے حدِ عدل سے متجاوز قرار دیتا ہے جو فحشاءِ نفس کا ایک قبیح ترین منظر ہے۔ اس لئے اللہ عزّوجلّ نے اس کی کامل قباحتِ منظریہ کی دلیل سے اسے فاحشہ کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔ اللہ عزّوجلّ فرماتا ہے۔ وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ[1] پس اگر کوئی نفس زنا کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو گویا اس نے تدبیرِ منزل کے اس نظامِ عدلیہ کو اپنے فعل قبیح کے ساتھ متغیر کر دیا ہے۔ جو نسلِ انسانی کے اجرائے جائز کا ذریعہ ہے۔ اور اس کے وجود کی ضرورت پر اصول تدریج اور وحدت مرجع نسلی اور وحدت منزل اوّل شاہد ہے۔

یعنی اس نفس کے ذریعہ وجود و خلق ہونے کی بجائے جو اس کی ہم عہدہ یا اس کے ہم عہد کے ذریعہ تحقق پا سکتا تھا۔ اس نے غیر معاہد یا غیر معاہدہ کے ذریعہ اس نفس کو وجود میں لانے کی کوشش کی ہے۔ جو نکاح کے عہد مقدس سے غیر متعلق ہے۔ یا اس نے تدبیرِ منزل کے طریقۂ افتتاحیہ کی خلاف ورزی کی ہے۔ اور نظامِ تدبیریہ کی تاسیسی فطرت کو متغیر کر دیا ہے۔ اور ایسے نفس کو وجود میں لانے کی کوشش کی ہے۔ جو مسلمات انسانی اور تقاضائے فطرتِ انسانی کی دلیل سے تعقیدِ معاہدہ کے ساتھ متعلق ہو سکتا تھا۔ گویا اس نے تمام بنی نوع انسانی پر اس کے مسلمات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ظلم کیا ہے۔ اور سیاست مدن کے تحت ایک نظامِ منزل کے ارکان (ہونے والے معاہد یا معاہدہ) کے اس حق کو غصب کیا ہے۔ جو تعقیدِ عہد کے ذریعہ تحقق پا سکتا تھا۔ خواہ وہ خود اس کا وجود ہو۔ کیونکہ اس وقت اسے معاہد کی حیثیت حاصل نہیں تھی۔ اور تعقیدِ عہد سے قبل حقیقت امکانیہ تعقیدِ عہد کو ممکن یا ناممکن قرار دے سکتی ہے۔ گویا اس نے ایک ایسا جرم کیا ہے۔ جو قتل نفس یا غصب حق کے قائممقام ہے۔

مگر قتل نفس اور اس میں یہ فرق ہے۔ کہ قتل نفس سے وجودِ موجود کو سطحِ ارض سے ناپید کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ جائز ذریعہ سے آنے والے نفس متعلقہ کو روک دینے کی کوشش ہے۔ اور اس سے اس کی بجائے ناجائز ذریعہ کے ساتھ عہد سے غیر متعلقہ نفس وجود میں آسکتا ہے۔

نیز اس سے بنی نوع انسانی کی غیرت (جس کے وجود پر احتیاج معاہدہ اور احتیاج تدبیرِ منزل شاہد ہے۔ اور وہ معاہدین کو باہم جذبات خصوصیت کے ساتھ متحد قرار دیتی ہے۔ اور بحیثیت مسلمۂ فطری نوع انسانی میں جاری و ساری ہے

---

[1] فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ (نساء - ع۴) [2] (نساء - ع۳)

پراگندہ ہو جاتی ہے۔ جو نظام ہائے منزلی میں ایسے فساد کا موجب ہے۔ جو ہر گونہ ضرب و قتل و جرح کا سبب ہو سکتا ہے۔ اور چونکہ فرد و منزل اساسِ مدن ہے۔ اس لئے گویا یہ فعلِ شنیع منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ سیاست مدن کو فساد سے پُر کر دینے کا موجب ہے پس منصبِ تحکیم العدل کے مدبر و جب یہ جرم متحقق ہو جاتا ہے۔ تو وہ اس دلیل سے کہ مجرم نے سیاستِ مدن کو فرطِ فساد سے متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس جرم کی سزا کو مجرم پر ناطق کر دیگا۔ جو مرجع فطری آمر بالعدل عزّ و جل کی جانب سے فطرتِ انسانی کے تقاضا ہائے عدلیہ کی مطابقت کے ساتھ نازل کی گئی ہے۔

وہ عزّ و جل فرماتا ہے۔

اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ وَّلَا تَاْخُذْکُمْ بِھِمَا رَاْفَۃٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلْیَشْھَدْ عَذَابَھُمَا طَآئِفَۃٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (نور - ۱)

زانیہ عورت اور زانی مرد کو دونوں میں سے ہر ایک کو سو درّے لگاؤ۔ اور اللہ کے دین میں ان کے متعلق تمہیں رافت نہ آئے اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو عذاب دینے کے وقت مومنین کا ایک گروہ موجود ہو۔

اور یہ اس لئے کہ مجرم کے جسدِ عنصری نے اس فعل شنیع کا ارتکاب کیا ہے۔ جو بجائے قتل نفس ہے۔ اور اس کا جسد عنصری اس سے لذّت اندوز ہوا ہے۔ اس لئے ایسی سزا من جانب اللہ مقرر کی گئی ہے۔ کہ وہ بہ تناسب جرم و جزا ایسا تنبیہ بار ہے۔ اور اس سے مجرم کی روح عنصری یک دم ہیبت عدلیہ سے متاثر ہوتی ہے۔ اور اس کا تاثر ضبط شعوری کو تجدید کے ساتھ تحقق کرتا ہے۔ کیونکہ روح عنصری محل شعور حال ہے۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ تمام جرائم از قبیل فساد ہیں۔ اور ان کے متعلق حدود ان کی کیفیات مخصوصہ کی مطابقت کے ساتھ معین کی گئی ہیں۔ مگر بدلیل فساد جرائم بیشہ سے قریب جرائم پر حسب اصول تدریج سزائے قید جو قوائے نفس کو پابندی کی دلیل سے متاثر کرتی ہے۔ تحت آیۂ متعلقہ سعی بالفساد جاری کی جائے گی۔ منجملہ قربِ فاحشہ کے متعلق یہ سزا تا اصلاح ناطق بالحق ہو گی یا دلیل مماثلت جرم سے منصب تحکیم للعدل حسب کوائف جرم دُرّوں کی مقدار معین کر سکتا ہے۔

اس موقع پر اس مستلزم تجدید مبحث کی طرف توجہ ضروری ہے کہ احادیث صحیحہ میں محصن یا محصنہ (شادی شدہ) کو سنگسار کر دینے اور غیر محصن کو سو درّے لگانے کا عمل مروی ہے۔ اور دستورِ عدل قرآن حکیم میں صرف آیۂ متذکرہ ناطق فی الحد ہے پس رجم سے متعلقہ ایک دو روایات درج ذیل کرنے کے بعد بحث کی جاتی ہے۔ عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا۔ اپنے آپ کو ہلاکت سے محفوظ رکھو۔ اس طرح کہ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم دو حدوں کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے رجم فرمایا اور ہم آپ کی پیروی میں رجم کرتے ہیں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ کہا جائے گا کہ عمر ابن خطاب نے کتاب اللہ میں زیادتی کی ہے۔ تو میں اس آیت (اَلشَّیْخُ وَالشَّیْخَۃُ اِذَا زَنَیَا فَارْجُمُوْھُمَا) کو مصحف میں لکھ دیتا۔ کیونکہ ہم نے اس کو پڑھا ہے۔ (یعنی آپ کا مدّعا یہ تھا۔ کہ یہ آیت منسوخ فی التلاوۃ ہے۔ منسوخ فی الحکم نہیں ہے) علیٰ ھٰذا بخاری و مسلم میں حضرت عمرؓ سے اس طرح روایت کی گئی ہے۔ کہ اللہ نے محمدؐ کو حق کے ساتھ بھیجا اور آپ پر کتاب نازل کی پس جو کچھ اس نے نازل کیا اس میں آیت رجم بھی تھی۔ اور رجم اللہ کی کتاب میں ہے۔ اس پر واقعہ ہو جاتا ہے۔ جو زنا کرے بحالیکہ وہ مرد محصن ہو یا عورت ہو محصنہ اور ثابت ہو جائے

Marfat.com

اس کا گناہ گواہوں کے ذریعہ یا حمل[1] یا اعتراف سے:۔

اب اس کے بعد یہ حقیقت غور طلب ہے۔ کہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا۔ ر
کسی آیت کو منسوخ نہیں کرتے یا بھلا دیتے ہیں۔ تو اس جیسی یا اس سے بہتر اور لے آتے ہیں۔ (بقرہ ۱۳) گویا جس آیت کو مرجع فطری عز
اصول تدریج کے تحت جو نفس فرد و جماعت اور تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے منسوخ قرار دے دیتا ہے۔ نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْ
..... الخ کی شہادت کے ساتھ اس کا حکم تغیرات احوال یا کوائف شدیدہ و خفیفہ کے خفت و شدت کی طرف رجوع مستدرجہ کے سا
اس مطابق کوائف حکم کے نفاذ کیلئے بالعدل تقاضا کرتا ہے۔ جو نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ کا مصداق ہے۔ پس جب آیۂ الشیخ والشیخ
اس کیفیت کے ساتھ منسوخ قرار دے دی گئی۔ کہ وہ کتاب اللہ میں موجود نہیں ہے۔ تو کوائف کی تطابق بالعدل کے تحت
اجرائے حد ہذا سے متعلقہ حکم بالیقین تقاضے کیلئے حالات خفیفہ کی طرف نفس زمانہ کے رجوع کی شرط کے ساتھ آیۂ جلدہ کی طرف
رجوع کرے گا اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ بمطابق فرمان ربانی :۔

فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ — پس جب وہ محصنہ ہو جائیں پھر بے حیائی کا ارتکاب
نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ — کریں تو ان پر اس عذاب کا نصف ہے۔ جو محصنٰت
(نساء ۔ ۴) — کے لئے مقرر کیا گیا ہے ۔

اگر محصنٰت کیلئے منشائے خداوندی میں عذابِ رجم کو دوام حاصل ہوتا تو اس کا نصف[2] سنت مصطفوی سے پچاس
کیسے ثابت ہو سکتا تھا۔ علیٰ ہذا بیمار زانی کے لئے سنت مصطفوی صلعم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس پر اجرائے حد کا طریق یہ ہے
کہ کھجور کی ایسی ٹہنی کے ساتھ اسے مارا جائے جس میں سو شاخیں ہوں۔ تو اس پر اجرائے حد کا منشا پورا ہو جاتا ہے۔ پس اگر منشائے
خداوندی میں منسوخ فی التلاوۃ آیت کے حکم کا کوائف مستدرجہ میں استقلال مقصود ہوتا تو بیمار زانی کے لئے یہ سزا سنت مصطفوی
کی شہادت کے ساتھ کیسے حقیقت واقعہ پر مبنی ہو سکتی تھی۔ خاکسار غور کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا ہے۔ کہ عہد جاہلیت میں زنا
اس کا نشر اس کثرت کے ساتھ تھا کہ سزائے رجم کی ہیبت شدیدہ ہی ان فواحش کو اس وقت روک سکتی تھی اور افکار فاسدہ
میں تغیر پیدا کر سکتی تھی۔ اس حقیقت پر اس وقت کے بعض شعرا کے قصائد شاہد ہیں۔ مشکوٰۃ المصابیح باب الحدود مطالعہ فرمائیں تو معلوم
ہو جائے گا۔ کہ ایک شخص نے کیسے راہ میں گذرتے ہوئے ایک عورت کو اپنی چادر کے نیچے ڈھانپ لیا اور اپنی حاجت کو پورا کیا چنانچہ اس
پر حد جاری کی گئی۔[3] نیز مجرم محصن (شادی شدہ) چونکہ مؤیدات ماحولیہ کی معیت میں اس قسم کے جرائم پر زیادہ بے باک ہوتا
ہے۔ اس لئے اس کے مفرط مبدأ عمل میں تغیر ایسی ہیبت شدیدہ کے ذریعہ ہی ممکن تھا۔ اس لئے آیت رجم کا نزول وا
ہوا۔ اور محصن اور غیر محصن پر اجرائے حد میں امتیاز کیا گیا۔ پس اس وقت تک آیت رجم کے منشاء کو جاری رکھنا مناسب
جب تک کہ افراد کے افکار میں اس جرم کی نوعیت شدیدہ احتساب شدیدہ کے ذریعہ متمکن ہو جائے اور اسے منسوخ فی التلاوۃ اس

---

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ حمل سے اثبات زنا اعتراف کو مستلزم ہے۔ کیونکہ حمل کا ناجائز ہونا عدم جواز کی حقیقت متعلقہ کے تحقق
کو چاہتا ہے اور وہ اعتراف کے بغیر ممکن نہیں۔ کیونکہ وہ دافع شبہات ہے ۔

[2] موطا باب حد العبید والاما مطالعہ فرمائیں ۔

[3] مشکوٰۃ باب الحدود مطالعہ فرمائیں ۔

کر دیا گیا کہ نفوس پر تمکین ہیبت کے بعد آیۂ جلدہ کو (آیہ ایذا سے متعلقہ وضاحت اصولی کے تحت آیۂ حبس کی معیت میں) جو تلاوت و ترتیب و نظمِ قرآن میں وجود کی دلیل سے اس کی بجائے شہادت بِخَيْرٍ مِّنْهَا کے ساتھ اس سے بہتر ہے۔ اور اس میں محصن یا غیر محصن کو ممیز یا مستثنیٰ نہیں کیا گیا جاری فی الحکم کر دیا جائے۔ پس عہد نبوی اور اس کے عہد متصل میں منسوخ فی التلاوۃ آیت کے حکم کو جاری رکھنے میں یہی مصلحت تھی۔ اور کوائف نفس دہر کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت اس کے اجرائے مستقلہ کی تنسیخ پر اس کی نسخ فی التلاوۃ شاہد ہے۔ نیز اس مبحث میں عہد مصطفوی کا یہ واقعہ ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ ماعز اسلمی کو جب سنگسار کیا جا رہا تھا۔ تو وہ اپنی جگہ سے بھاگا اور عبد اللہ ابن انیس نے اونٹ کے پاؤں کی ہڈی سے اسے مار ڈالا ...... اور پھر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا هلّا تركتموه لعلّه ان يتوب فيتوب الله عليه (تم نے اسے کیوں نہ چھوڑ دیا ممکن ہے۔ وہ توبہ کرتا اور اللہ اس کی طرف رجوع کرتا) مشکوٰۃ۔ یعنی یہ واقعہ اور شہادات مصطفوی جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ عند الضرورت حکم رجم کے نسخ فی الاجرا کو مستحکم کرتی ہیں۔ الحاصل عہد نبوی اور اس کے متصلات میں قوت فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کے تصرف عدلیہ کے ذریعہ صحابہ اور ان کے تابعین میں تمکین عدل کے ساتھ جو سیاست مدن وسطیہ میں تمکین عدل کی قوت قاہرہ تھی۔ آیت رجم کی ہیبت کے بغیر عرب کے بے باک فحش کو نہیں روکا جا سکتا تھا۔

نیز ہر نسخ آیت متعلقہ کے مقصود نزول کی تمکین یا ایفا کے بعد اور حالات مستدرجہ کے تطابق بالعدل کے ساتھ واقع ہوا۔ جو ایفائے اصول تدریج ہے۔ اور نفس انسانی کی تدریجی صلاحیت کے تقاضائے ارتقائیہ اور تقاضاہائے انحطاطیۂ متذکرہ کے ساتھ تطابق بالعدل ہے گویا نسخ منسوخات مقاصدِ احکام کے درجہ ہائے اولیٰ کی تمکین اور درجہ ہائے اُخریٰ کے افتتاح کیلئے واقع ہوتا رہا۔ پس دہور مابعد میں متذکرہ آیۂ منسوخ فی التلاوۃ کے مقصد حکم کے درجۂ اولیٰ کی تمکین متحقق ہونے پر اس کے نسخ فی التلاوۃ کی شہادت کے ساتھ وہ بہ تطابق کوائف منسوخ فی الحکم قرار دی جا سکتی ہے اور آیۂ جلدہ جو تلاوت و نظم قرآن میں وجود کی دلیل سے خَيْرٍ مِّنْهَا کی مصداق ہے۔ اس کی قائمقام قرار دی جا سکتی ہے۔ دراں حالیکہ جملہ عہود میں نفس زمانہ کے ساتھ تطابق عدلیہ کے تحت اجرائے حدود میں تطابق بالعدل مقصودِ نسخ و نسی کی ایفا بالعدل ہے۔ اور اسی دلیل سے نسخ رجم کے بعد آیۂ جلدہ کے حکم کو آیۂ ایذا کے مقصد ابرائے عقوبت کے ساتھ جو من جملہ حبس بھی ہے متحد قرار دیا جا سکتا ہے۔ دراں حالیکہ آیۂ جلدہ آیۂ ایذا کی ایک ارتقائی وضاحت ہے۔ اور ایذا جامع جلدہ و حبس ہو سکتی ہے اور آیۂ جلدہ اور آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کا اتحاد ہر دو حدود کے اجتماعِ عدلیہ کی صحت پر ناطق بالحق ہے۔ دراں حالیکہ یہ نسخ اور احکام میں متنازل تدریجیہ ہر دو گونہ انسانی تدریجی صلاحیت کی مطابقت بالعدل ہے۔ (۲۱۰) کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ دولتِ وسطیہ کی تعبیر نو سے متعلقہ عہود و دہور میں ارتکاب فواحش پر ابرائے ایذا و رجم و جلدہ سے متعلقہ احکام بالتدریج مراحل مستدرجہ پر کوائف سعی بالفساد اور متعلقہ حدود کی مطابقت کے ساتھ نافذ بالعدل ہوں گے۔ جیسے کہ عنوان نسخ و نسی کے تحت اصولی وضاحت کی گئی ہے۔ چنانچہ آیۂ رجم کا اس کے منسوخ

ا؎ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ط (نساء-ع۳)

Marfat.com

ہونے کے باوجود نطابق کو الف کے ساتھ عہد مصطفوی اور منصلات میں اجرا اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ہر امر اپنی حقیقت اور شواہد کے ساتھ مستحکم تحقق پاتا ہے۔ اس لئے زنا اعتراف اربعہ یعنی چار مرتبہ مجرم کے اپنے ایسے اعتراف سے جس میں تحقق غائیت زنا کے متعلق کسی قسم کا شبہ باقی نہ رہے۔ جیسے کہ احادیث نبوی سے ظاہر ہے۔ یا چار مسلم شاہدان عادل کی ایسی ہی عینی گواہی سے جو اختلاط فروج کے مشاہدہ پر مبنی ہو متحقق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ پہلے ابتداء پھر وسط تا آنکہ آخر یہ رفتار اظہار و نشرِ فاحشہ کی جو نظام منزلی و مدن کو الف فرطبہ سے متاثر کرتی ہے۔ ارتقائی منزل ہے۔ گویا چوتھا اعتراف یا چوتھی شہادت غایات اظہار سے تجاوز ہے۔ اس لئے سیاست مدن اس بے حیائی کو تحکیم العدل کے ذریعہ روکنے کیلئے مجبور ہو جاتی ہے۔ جس کا نشر غائیت سے متجاوز ہو جاتا ہے۔ گویا جرم زنا پر اجرائے حد نشر فاحشہ کی دلیل سے اس کے متحقق ہونے کے بعد واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَائِفَةٌ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ کثیف کیفیات نشریہ کو صفحۂ سیاست منزل و مدن سے محو کرنے کے لئے حکم ناطق ہے۔ گویا نشر فاحشہ کے بدل ہیں نشر کے ساتھ اجرائے حد سیاست مدن میں استقامت میزان العدل ہے۔ نیز فواحش کے متعلق گفتگوؤں میں چونکہ موحد

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ذاتی فعل کے متعلق فاعل کا اعتراف شہادت کی ضرورت ساقط کر دیتا ہے۔ مگر مرد کی جانب سے اعتراف محض عورت کے انکار پر بہتان کی صورت اختیار کرے گا۔ کیونکہ کسی شخص کا اعتراف اس کے ذاتی فعل کے متعلق یقین کرنے کیلئے کافی ہو سکتا ہے۔ مگر دوسرے نفس متعلقہ کیلئے اس کا وہ اعتراف شہادت سے زیادہ حیثیت نہیں رکھ سکتا۔ پس شہادتِ اربعہ کے بغیر وہ حد بہتان کے اجرا کا مستحق ہوگا۔ نص صریحۂ سورۂ نور میں اجرائے حد زنا کو مطلقاً بیان فرمانا اور آیۂ حدِ بہتان میں چار گواہوں کے تذکرہ سے گناہ کو متحقق قرار دینا ان حقائق پر شہادت ربانی ہے۔ پس کسی عورت کے متعلق شہادت اربعہ کے مہیا نہ ہونے پر اس شخص کے متعلق جو اس عورت کے ساتھ معترف بزنا ہے بہتان کی حد جاری کی جائیگی یعنی اسے مفتری قرار دیا جائے گا۔

جیسے ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ بنی بکر ابن لیث سے ایک شخص حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اس نے ایک عورت کے ساتھ زنا کرنے کا چہار بار اعتراف کیا۔ پس اس کو سو دُرّے مارے گئے۔ اور وہ کنوارہ تھا۔ پھر حضور صلعم نے اس عورت کے متعلق بیّنہ یعنی چار گواہ طلب کئے تو عورت نے کہا کہ یہ جھوٹ بولتا ہے۔ تو حضور صلعم نے بہتان کی حد جاری فرمائی۔ دراں حالیکہ افترا اجرائے حد افترا یعنی کذب دلیل فساد سے کو الف کذبیات کی مطابقت کے ساتھ اجرائے عقوبت بالعدل سے ہی انجام مفسدہ سے معطل قرار پا سکتا ہے۔

نیز حمل اجرائے حد کیلئے دلیل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اعتراف کے ساتھ متحد نہ ہو کیونکہ حمل مشتبہ ذریعہ سے یا ایسے متحق محارم ذریعہ سے بھی ممکن ہے جو عمومیت کے ساتھ مشتہر نہ ہو۔ اور شبہ حد کو ساقط قرار دیتا ہے۔ اور حمل اعتراف کے بغیر وضاحت حال نہیں کر سکتا چنانچہ نصِ صریحہ میں شہادات اربعہ کے بغیر زنا کو متحقق قرار نہ فرمانا اسی حقیقت کی وضاحت کرتا ہے۔ اب خاکسار تسلسل بیان مقصود کی طرف رجوع کرتا ہے۔

بعض احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر محصن کو سو کوڑے لگوانے کے بعد ایک سال کیلئے جلاوطن کر دیا جاتا تھا (جو بجائے حبس ہے) اور وہ آیۂ ينفوا من الارض کے تحت روح عنصری کے یک دم تاثر کے بعد اس کے حال یعنی شعور کے تاثرات کے استقلال کیلئے تھا۔ کیونکہ حبس تحدید اعمال بالعدل کی دلیل سے قوائے تحریک پر موثر ہوتی ہوئی مبادئ اعمال

ؔ جو منصب تحکیم العدل کے معیار اعتماد پر راسخ بالعدل ہو۔ ؎ دراں حالیکہ تعقید نکاح میں ولایت۔ رضائے جانبین اور شہادت منجملہ شرائط نکاح ہیں۔

Marfat.com

کو متاثر کرتی ہے۔ پس یک دم قبول اثر کے بعد اس کا نفاذ موجب استقلال تاثر ہے۔ نیز احاطۂ مدن کو ان تاثرات کثیفہ سے محفوظ قرار دیتی ہے۔ جو نشرِ فاحشہ سے افراد و منازل کو متاثر کرتے ہیں۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئیے کہ دستورِ عدل قرآن حکیم میں چونکہ صرف آیۂ اجرائے حد متذکرہ جلدہ زنی کے ساتھ قائم بالعدل ہے اس لئے آیۂ جلدہ اور آیۂ سعی بالفساد کا نطابق سنت مجتہدۂ مصطفویہ کی پیروی میں منصب تحکیم العدل کی اس قوت اجتہادیہ کے ساتھ مختص قرار پاتا ہے۔ جس کی حقیقتِ منورہ دستور عدل کی معنویت کے ساتھ متحد ہے۔ اس لئے وہ تشخیص نفوس و ماحول کے ساتھ اجرائے ہر دو حدود یا محض اجرائے حد جلدہ یا اقوامِ صاغر کے متعلق اجرائے حبس اپنی اس مدت کے ساتھ جو منصب تحکیم العدل کی جانب سے تشخیص نفسیات و ماحول کے ساتھ انسداد فساد کیلئے موثر بالعدل ہو نافذ بالعدل قرار دے سکتی ہے۔ دراں حالیکہ وَالَّذٰنِ يَأْتِيٰنِهَا مِنكُمْ فَاٰذُوْهُمَا۔۔۔۔۔ الخ (جو زنا یا لواطت پر اجرائے عقوبت کیلئے ناطق بالعدل ہے۔ اور فواحش کے متعلق اجرائے حدود کے بارہ میں وضاحتِ اصولی کی حامل ہے) اور آیۂ جلدہ (جو زنا کے بارہ میں زانی کیلئے عقوبت کی ایک کیفیت کو متعین کرتی ہے) کا اتحاد آیۂ متعلقہ سعی الفساد کے ساتھ نطابق عدلیہ کے تحت بوقت ضرورت یعنی تشخیص نفسیات یا نطابق ماحول کے ساتھ اجرائے حد جلدہ کی معیت میں اجرائے حبس کیلئے ناطق بالعدل ہے۔

اگر کسی عورت کے ساتھ بالجبر فاحشہ کا ارتکاب واقع ہو تو اس عورت پر اس دلیل سے حد واجب نہیں ہو سکتی کہ اس کا ارادہ اس کے فعل کے ساتھ متحد نہ تھا۔ مگر وہ مرد جس نے جبر کیا ہے۔ اس پر حد فاحشہ کے اجرا کے ساتھ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت اسے تختہ دار پر لٹکا دینا چاہئیے کیونکہ بھلائے نفوس کے ساتھ ناموس کے ہم وزن ہونے پر جذبات غیرت تشخیص و تجزیۂ نفس کی شہادت کے ساتھ اس دلیل سے فیصل بالحق ہیں کہ ناموسِ نسلِ انسانی کے اجرائے متواترہ کا ذریعہ ہے۔

کیفیت اعتراف زنا یا شہادت زنا اگر مشتبہ ہو جاتی ہے۔ یا زانی کے فہم یا ارادہ میں اس فعل شنیع کے متعلق اس قسم کا شبہ واقع ہو جاتا ہے۔ کہ اس نے اسے مطلق حرام نہ سمجھا ہو۔ یا حرام سمجھنے میں مشتبہ ہو۔ تو اجرائے حد ساقط قرار پاتی ہے کیونکہ تکمیل اجرائے حد تکمیل فعل یا تحقق فعل سے ہی واقع ہو سکتی ہے۔ جو فعل کے ساتھ ارادہ اور شہادت یا ارادہ و اعتراف کے اتحاد کو مستلزم ہے۔ اور جوانب میزان العدل میں تنصیف صحیحہ اسی طرح متحقق ہو سکتی ہے۔

علیٰ ہذا امتداد زمانہ سے بھی اعتراف اور شہادت کی حیثیت مشتبہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اعتراف یا شہادت میں تاخیر اس فعل کی فطرتِ مہیجۂ احساسات کے منافی ہے۔ البتہ بعض مستثنیٰ حالات میں صاحب تحکیم العدل پر ترتیب کوائفِ حالات مخصوصہ سے ترتیب نتائج بالعدل عائد ہوتی ہے۔

علیٰ ہذا منصب تحکیم العدل یا احاطۂ سیاست مدن اسلامیہ کے علاوہ اگر کسی ایسے ماحول میں یہ فعل فاحشہ واقع ہو جاتا ہے جو سیاستِ مدن اسلامیہ کے احاطۂ نفاذ امر میں بالفعل داخل نہیں یا اس وقت شامل نہ تھا۔ جب کہ فعل واقع ہوا تو اس دلیل سے اجرائے حد کے لئے سیاستِ مدن اسلامیہ مکلف نہیں ہو سکتی کہ وقت ارتکاب اور قوت نفاذ امر اور تمکین حیثیت اجتماعیہ کے ساتھ اجرائے حد مشروط ہے۔ فرمان ربانی اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ[1] اسی حقیقت پر۔

---

[1] اگر ہم ان کو زمین میں تمکین دیتے ہیں۔ تو وہ نماز کو قائم کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور معروف کا حکم دیتے ہیں۔ اور منکرات سے روک دیتے ہیں۔ (حج۔ ع)

بجائیکہ یہ امر شواہد اور دلائل سے متحقق ہو جیسے کہ منجملہ مطلقات کے متعلق کوائف دعرصۂ طلاق میں اُن کے خاوندوں کی جانب سے ایسے افعال کو ممکن الوقوع قرار دیا جا سکتا ہے۔

بداہت کے ساتھ ناطق بالعدل ہے

اور شبہ رونما ہونے پر اس دلیل سے کہ شبہ جانبِ تحقق جرم میں خفت باد ہے۔ منصب تحکیم العدل پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ فرمان اوّل المسلمین صلعم (کہ تم مسلمانوں سے حدود کو ہٹادو جہاں تک ممکن ہو اور اگر کوئی راہِ نجات مل سکتی ہے۔ تو ان کی راہ کو بے روک کر دو تحقیق امام کا عفو میں غلطی کرنا عقوبت میں غلطی کرنے سے بہتر ہے) کی پیروی میں اجرائے حدود کو ساقط کر دے۔

نیز منصب تحکیم العدل چونکہ اپنے اس علم کی بنا پر فیصلہ کر سکتی ہے۔ جو اسے میسر ہو۔ اور اس کے سامنے بیّن کر دیا جائے۔ اس لئے اگر مجرم اسے حالات سے بے خبر رکھتا ہے۔ تو منصب تحکیم العدل کو حالات کے علم سے تاریک رکھنے کا جرم مجرم پر اس کے کذب کی دلیل سے عائد ہوتا ہے۔ اور یہ امر بالعدل کے لئے استحقاق نفاذ مکمد ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود میں ابوداؤد کے حوالہ سے منقول ہے۔ کہ ایک شخص نے ایک عورت سے زنا کا ارتکاب کیا۔ تو حضور صلعم نے اس پر حد جلدہ جاری کی پھر آپ کو خبر دی گئی کہ وہ محصن ہے۔ تو پھر حضور صلعم کے حکم سے وہ سنگسار کر دیا گیا۔ جو عہد نبوی میں نفس دہر کے تقاضاؤں کی ایفا تھی۔ (تفصیل گزر چکی ہے)

نیز اجرائے حد میں منصب تحکیم العدل کے لئے یہ ضروری ہے۔ کہ وہ طریق اجرائے حد میں اعتدال عمل کی تمکین سے فطرت انسانی اور اس کے مسلمات عدلیہ کی مطابقت کرے جیسے جرم کا اس کے روبرو تحقق اسکی جزا کے ساتھ مفہوم عدل کو متحقق کرتا ہے۔ ایسے ہی طریق جزا افراط و تفریط سے اجتناب اور اعتدالِ اجرا کی رعایت سے عدل کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور اسی دلیل سے اساس عدل پر استوار کائناتِ انسانی پر موثر بالعدل قرار پاتا ہے۔ چنانچہ مؤطا میں مروی ہے۔ کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ایک شخص نے زنا کا اعتراف کیا۔ تو حضور صلعم نے کوڑا منگوایا۔ مگر شکستہ کوڑا لایا گیا۔ تو حضور صلعم فرمایا۔ اس سے بہتر لاؤ۔ پھر ایسا نیا کوڑا لایا گیا۔ جس کا ثمرہ بھی ابھی نہیں کاٹا گیا تھا۔ تو پھر حضور صلعم نے اور دوسرا کوڑا لانے کا حکم دیا۔ جو اس سے کمتر ہو۔ پھر ایسا کوڑا حضورِ نبوی میں لایا گیا۔ جو استعمال سے نرم ہو چکا تھا۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے اس کے ساتھ حد جاری کی گئی۔ اس روایت کا مفہوم فیصل بالعدل ہے۔ کہ ضرب میں استعمال قوت بھی معتدل ہونا چاہیئے۔ اور متذکرہ آیۂ جلدہ میں اس موقعہ پر رافت سے مقصود تفریط از عدل ہے جو نہیں ہونی چاہیئے۔ علیٰ ہذا حاملہ عورت پر تازیانہ کی حد جاری کرنے کو اس وقت تک ملتوی کیا گیا۔ تاآنکہ وہ حمل سے اور نفاس سے فارغ ہو۔ اور ایک روایت میں محصنہ پر اجرائے حد کو اس وقت تک ملتوی کیا گیا۔ تاآنکہ بچے کے وہ دودھ چھڑانے سے فارغ ہو۔ (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الحدود مطالعہ فرمادیں) کیونکہ حاملہ اس معیار صحت سے ساقط قرار پاتی ہے۔ جو محل اجرائے حد ہے اور اجرائے حد میں اس نفس کے حقوق نشو و حیات کو ملحوظ رکھنا تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ جو اس جرم سے غیر متعلق ہے۔

اس سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ ایسا بیمار جس کی صحت متوقع ہو۔ اس کی صحت تک اس پر اجرائے حد کے لئے انتظار کرنا چاہیئے۔ تاکہ کوڑوں کی ضرب سے اس کی موت واقع نہ ہو جائے۔ کیونکہ اس حد کے اجراء کا مقصد موت نہیں ہے۔ مگر ایسا بیمار جس کی صحت متوقع نہ ہو۔ اس پر حد جاری کر دینی چاہیئے۔ اس طرح کہ اسے تکلیف اتنی مقدار میں ہی محسوس ہو۔ جس مقدار میں بصورت صحت اسے تکلیف محسوس ہوتی۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیمار زانی کے متعلق حکم دیا۔ کہ کھجور کی ایسی ٹہنی سے اُسے ایک مرتبہ مارا جائے۔ جس میں سو شاخیں ہوں۔ اور بوقت ضرب تمام شاخیں اس کے جسم پر لگیں۔ کیونکہ اجرائے حد معیّن سے بیمار کو اس تکلیف کی نسبت بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ جو ایک

صحت مند کو پہنچ سکتی ہے۔ اس لئے بیمار پر مردِ صحیح کی مانند حد جاری کرنا اعتدالِ عمل کے منافی ہے۔ اور توقع صحت کی صورت میں اس کی صحت کا انتظار کرنا چاہیئے۔ اور صحت و مرگ کا معیار فہم طبیب کامل کا خیال غالب ہے۔ اور چونکہ صحت و مرض وغیرہ ہر حال میں موت کا واقع ہونا ممکن ہے۔ اسلئے ہر مجرم اور مجرم مریض کو حضور خداوندی میں جھک جانا چاہیئے۔ جو غفار الذنوب ہے۔ (تفصیل استغفار و عفو پیچھے گزر چکی ہے۔)

علیٰ ہذا القیاس ان مخصوص اعضا پر کوڑے لگانا بھی اعتدال کے منافی ہے جن سے مخصوص قوتوں کے ضائع ہو جانے یا بدشکل ہو جانے کا یا موت واقعہ ہو جانے کا احتمال ہو۔ کیونکہ یہ اجرائے حد جلدہ کے مقصودِ معینہ یعنی روح عنصری کو نئے اجرائے ہیبت عدلیہ سے متاثر کرنے سے تجاوز ہے۔ اس لئے تجاوز از عدل ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِذَا ضَرَبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَتَّقِ الْوَجْہَ (ابوداؤد)[1]

اجرائے حدود بالعدل اساسِ عدل پر استوار نفسِ انسانی پر مؤثر للعدل ثابت ہوتی ہے۔ اور ان کے اجرا میں تجاوز از عدل مقصد اجرائے حدود کو اس دلیل سے معطل قرار دیتا ہے۔ کہ وہ تطابقِ فطرتِ نفس سے تجاوز ہے۔ پس نفسِ انسانی قبول اثر بالعدل کی بجائے اجرائے مفرطہ کی کیفیتوں اور تاثرات سے مملو ہو جاتا ہے۔ جو گویا نظامِ مدن میں نشر فساد ہے۔

منصب تحکیم العدل کے روبرو تحققِ جرم پر اجرائے حدود و عقوبت سے ہی چونکہ قسطاس میزان العدل مستقیم رہ سکتی ہے۔ اس لئے جرم کے عوض مجرمین کی خیرات یا صدقات منصب تحکیم العدل کے حضور میں ہرگز اعتماد عدل پر راسخ نہیں ہو سکتے۔ پس وہ اُن کی طرف لوٹا دیئے جائیں گے۔ اور اُن پر عقوبت یا حدود جاری کی جائیں گی۔ (بخاری و مسلم یا مشکوٰۃ کتاب الحدود مطالعہ فرمائیں)

دُبر میں بدفعلی یعنی عمل قومِ لوط بلاشبہ جرم عظیم ہے۔ اور اس فطرتِ تحریکیہ کی خلاف ورزی ہے۔ جس پر اللہ عزوجل نے انسان کو خلق فرمایا ہے۔ اور ان اعضاء کا ناجائز استعمال ہے۔ جو حفظ و بقائے احسن الخلق نسل انسانی اور ضروریات مخصوصہ کے لئے جسمِ انسانی میں ودیعت کئے گئے ہیں۔ گویا مرجع فطری عزوجل کی صنع و تخلیق کے مقصد حسنہ کی مخالفت ہے۔ اور خواہشاتِ نفس میں تموج کثیف کا مظاہرہ ہے گویا جرم کے لحاظ سے اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ اس لئے وہ مستحق ایذائے شدیدہ ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا	جو تم میں سے دونوں بے حیائی کے ساتھ آتے ہیں
فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا	یعنی زنا یا عملِ قومِ لوط کرتے ہیں) ان کو تکلیف دو
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا	پس اگر وہ توبہ کریں۔ اور اصلاح کر لیں۔ تو ان
(النساء - ع ۳)	کو چھوڑ دو تحقیق اللہ توّاب اور رحیم ہے۔

اللہ عزوجل نے اس فرمان میں منجملہ عمل قوم لوط کرنے سے مجرمین کے متعلق عذاب کی تمام منازل تدریجیہ کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ ایذا اپنی نوعیت میں ابتدائی حیثیت بھی رکھتی ہے۔ اور انتہائی حیثیت بھی اور انتہائی حیثیت موت پر بھی منتج ہو سکتی

---

[1] جب تم میں سے ایک کسی کو مارے (درّے یعنی حد) تو چاہیئے کہ منہ کو بچائے۔

ہے۔ پس فرمانِ ربّانی کا مدعا یہ ہے۔ کہ ان کو ان کے کوائف جرمیہ کی بڑھتی ہوئی رفتار کی مطابقت کے ساتھ عذاب دینا چاہئے جہاں وہ اس جرم کے ارتکاب سے رُک جائیں۔ تو ان کو چھوڑ دینا چاہئے اور اگر وہ نہ رکیں تو ایذادہی کا آخری مرحلہ قتل ہے اور یہ بدیہہ ہے۔ کہ یہی غائیت ایذا ہے۔ اور یہی اس حدیث نبویہ سے متذکرہ نص صریحہ کی شہادت کے ساتھ مقصود ہے جن سے فاعل و مفعول کو قتل کرنے کا حکم اخذ ہوتا ہے۔ گویا نص صریحہ اور فرمان نبوی کا انطابق جزائے تدریجیہ کو متحقق کرتا ہے یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ آیۂ فَاجْلِدُوْا مِائَةَ جَلْدَةٍ کا اجرائے حد میں صرف زنا کے ساتھ خصوصیت ہے۔ اور آیۂ متذکرہ کو اپنے مقام پر ذاتی استقلال حاصل ہے۔ دراں حالیکہ آیۂ جلدہ زنا پر اجرائے عقوبت کی ایک وضاحت ہے۔ گویا زنا سے متعلقہ اجرائے حدود جلدہ و حبس اور لواطت پر اجرائے عقوبت مستدیجہ کے لئے آیۂ متذکرہ ناطق بالعدل ہے۔ چنانچہ عہد مصطفوی میں اجرائے حدّ جلدہ کے ساتھ ایک سال کیلئے جلاوطنی (کہ حبس اس سے مماثل ہے) اسی حقیقت پر شہادت روشن ہے۔ پس منصب تحکیم العدل حالات جرم کی رفتار کی مطابقت کے تحت مرتکبین لواطت کے لئے ہر گونہ ایذائے عدلیہ تجویز کر سکتی ہے۔

نیز بمطابق وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ بعض دہور و اعصار میں اجرائے حدود ممکن نہیں ہوتا۔ تو اس وقت معاشرۂ وسطیہ کی طرف سے ہر گونہ فواحش پر اس آیۂ متذکرہ کے تحت ایذائے مناسب واقع ہونی چاہئے۔

علیٰ ہذا جانوروں کے ساتھ بدفعلی بھی اسی نوعیت کا ایک جرم ہے۔ پس اس کے مرتکب کو ہیبت عدل کے ساتھ اس کے ارتکاب سے روک دینا چاہئے۔

الحاصل رجحانات عنصری کی حرکات مفرطہ کو جو اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضا ہائے عدلیہ سے تجاوز کی دلیل ہیں تقاضا ہائے فطرت نفس نوع انسانی جائزہ واحد اجتماع (مدن اسلامیہ) میں جو منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ نشر فساد کی موجب ہوتی ہیں۔ اس لئے اجرائے ہیبت قاہرہ سے ان کو دبلتے ہوئے میزان العدل سیاست کو مستقیم رکھنا چاہئے۔

۱-۲ مشکوٰۃ کتاب الحدود مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

سرقہ

إِنَّمَا جَزَآؤُا الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ (المائدہ ۵)

نفسِ انسانی میں مفرط قوتِ شہوی جب اساسِ عدل سے متجاوز ہو جاتی ہے۔ اور اس کی قوتِ غضبی افراطِ غضب کے ساتھ شہواتِ عنصری کے متعلقات الیقائیہ کو حاصل کرنے کیلئے متحرک ہوتی ہے۔ تو اس وقت وہ نفسِ مفسد منجملہ دیگر سعی و کوششہائے مفسدہ لوگوں کے مال اور جان و آبرو پر ان کے گھروں میں یا راستوں کو لوٹتا ہوا حملہ آور ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا افراط و تفریط ممزجہ یا تفریطِ غضب سے اور جبن کے ساتھ وہ شہواتِ عنصری کی متعلقات اموالیہ کو سرقہ کے ساتھ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور یہ ہر دو افعال نتیجہ کی رو سے سیاستِ مدن کو اپنے کوائف افراطیہ و تفریطیہ و شدیدہ و خفیفہ کے ساتھ اس دلیل سے متاثر کرتے ہیں۔ کہ فرد و منزل اساسِ مدن ہے۔ اور مدن منزلِ اول کی صورتِ وسیعہ ہے اور منازل شعبہائے مدن ہیں۔ اور یہ جرائم قبیحہ فرد و منزل کے معاشری حالات کو متغیر کر دیتے ہیں۔ پس ان کا ارتکاب سیاستِ مدن پر حملہ آور ہونے کے مترادف ہے۔ اور اسی دلیل سے یہ فساد فی الارض ہے علیٰ ہٰذا نظامِ مدن کی حیثیتِ اجتماعیہ کے متعلق اگر ان جرائم کا ارتکاب واقع ہوتا ہے۔ تو وہ اسی فساد فی الارض کی صورتِ وسیعہ ہے۔

پس مرجعِ فطری عزّ و جل نے ان کے درجاتِ جرمیۂ فساد کی مطابقت کے ساتھ قتل اور صلیب اور قطع دست و پا علیٰ خلاف اور قید کی سزا ہائے اصولیہ ناطق فرمائی ہیں۔ اور آئین ہائے اصولی کی فروعی تقسیم کو فردیتِ نبوت و خلافتِ مصطفوی اور اوّل المسلمین صلعم کی پیروی میں فردیتِ امارت اسلامیہ کے منصبِ تحکیم العدل کے (دستورِ عدل کی معنویت کے ساتھ ان کی نورانی حقیقتِ نفس کے اتحاد کی دلیل سے) سپرد فرمایا ہے۔ جو نفوسِ دہور و اعصار کے جملہ تقاضاؤں کی ایفا کا اہتمام جاریہ ہے۔

گویا زمین میں سعی بالفساد ان تمام قسم کے جرمہائے شنیعہ کا جامع ہے۔ جو قتل و غارت اور لوٹ مار اور سرقہ اور قول و فعل کے ساتھ اشتعالِ شر (جو ان جرائم کے ارتکاب کا موجب ہوتی ہے) پر مشتمل ہیں۔ یعنی سرقہ درجاتِ فساد میں جرم کا ایک درجہ ہے۔ اور چونکہ وہ لوگوں کے اموال پر (جو وجہ حیاتِ معاشرہ و اقتصاد ہیں۔ اور اسی دلیل سے وجہ حیاتِ عنصری ہیں)

لہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ اور ملک میں فساد مچانے کو دوڑتے پھرتے ہیں۔ ان کی سزا یہی ہے۔ کہ مار ڈالے جائیں یا سولی دئے جائیں یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں ان کا کاٹا جائے یا قید کئے جائیں۔

لہ عنوان فساد مطالعہ فرماویں۔

Marfat.com

پر حملہ سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اس لئے اللہ عزّوجل نے اس کے لئے قتل و جروح وغیرہ (جو حیاتِ عنصری کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) کی مانند حدِ خصوصی کی وضاحت بھی فرمائی ہے۔ جو منجملۂ جزئیاتِ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد ہے۔ اور دربارۂ اجرا اسی دلیلِ خصوصیت سے نصابِ خصوصی کے تعین کے لئے فیصل بالحق ہے۔ دراں حالیکہ اس دلیل سے کہ وہ منجملۂ فساد ہے۔ کو انُف خفیفہ و شدیدہ کی شہادت کے ساتھ اس حدِ خصوصی سے حسبِ درجاتِ جرمیہ بعض دیگر حدودِ آیۂ سعی بالفساد کی طرف انتقال تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل آیۂ متعلقہ سعی بالفساد و آیۂ سرقہ کا تطابق اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔

إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ

(المائدہ۔ ع ۵)

تحقیق ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ لڑتے ہیں۔ اور زمین میں فساد کے لئے دوڑتے ہیں یہ ہے۔ کہ ان کو قتل کر دیا جائے یا پھانسی دے دی جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں باہم جوانب مخالف سے کاٹ دئے جائیں یا انہیں قید کر دیا جائے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِنَ اللَّهِ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ۔

(المائدہ۔ ع ۶)

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت کے ہاتھ کاٹ دو یہ جزا ہے ان کے کسب کی یہ اللہ کی طرف سے عذاب ہے اور اللہ غالب و حکیم ہے۔

چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سپر کو نصابِ سرقہ معین فرمایا اور اس پر قطعِ ید کی حد نافذ فرمائی اور اس سے کم پر اجرائے عقوبت کیلئے حکم دیا جو آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے ساتھ تطابق آیۂ سرقہ پر شاہد بالعدل ہے۔ نیز ارشادِ مصطفوی (کہ اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ وہ ایک انڈا چراتا ہے۔ پس اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور ایک رسی چراتا ہے تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے) سے مراد یہ ہے کہ مطلق فعلِ سرقہ کے عوض قطعِ دست بمطابق آیۂ سرقہ (تجزیۂ فطرت کی شہادت مندرجہ سطورِ آئندہ کے تحت) جوانبِ جرم و جزا میں تنصیف صحیح ہے۔ لیکن اس عزّوجل کی طرف سے آیاتِ فساد و سرقہ کا نزول تطابق ہر دو آیات کی شہادت کے ساتھ اس کیلئے ایک نصابِ معین پر اس دلیل سے اجرائے حد کیلئے شاہد بالعدل ہے کہ نصابِ معین حیثیتِ جرمِ سرقہ کی وضاحت ناطق ہے۔ نیز تطابق متذکرہ شہادت کلمہ اَوْ (بمعنی یا) کے ساتھ سرقہ کو منجملۂ فساد قرار دیتے ہوئے تشخیصِ نفسیات و ماحول کے ساتھ قطعِ ید کہ وہ منجملہ جزئیاتِ حدودِ آیۂ سعی بالفساد ہے اور اجرائے حبس کو بقائے حیات اور ترتیبِ نتائجِ انسدادیہ میں اتحاد کی دلیل سے (دراں حالیکہ تلافیٔ نقصان، بالعدل مجرم پر عائد ہوتی ہے) نافذ بالعدل قرار دیتا ہے۔

دراں حالیکہ نزولِ حدود میں ترتیب مظہرِ ترتیبِ درجاتِ جرمیہ و جزائیہ ہے اور اس مرحلہ پر ترتیبِ نتائجِ انسدادیہ میں ہر دو حدود کا اتحاد ایک جزا کو دوسری جزا کا قائمقام قرار دیتا ہے۔ کیونکہ حبس اس وقت تک منقطع نہیں ہو سکتی جب تک اصلاح متحقق نہ ہو۔

اب اس کے بعد یہ حقیقت بحث طلب ہے کہ مرجعِ فطری اللہ عزّوجل نے سرقہ کیلئے (منجملۂ حدودِ متعلقۂ فساد) ہاتھ کاٹنے کی سزا کیوں معین فرمائی۔ اور وہ اس طرح ہے۔ کہ تحریکی حیثیت کے ساتھ انسان کے ہاتھ کسبِ طیبات کا

ذریعہ ہیں اس لئے سارق بنی نوع کے ہاتھوں کی کوشش کے نتائج کو اپنے اُن ہاتھوں کے ذریعہ جو اُن اموال کے کسب کا ذریعہ نہیں اپنی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے ناجائز طور پر سرقہ کے ساتھ حاصل کرتا ہے۔ یعنی وہ فی الحقیقت نتائج کسب دست کے سرقہ کی دلیل سے مالک اشیاء مسروقہ کے دست کسب کو اپنے ہاتھوں کے ذریعہ کاٹ دیتا ہے۔ اور چونکہ ہر فعل کی حیثیت کاملہ ارادۂ کامل کے ساتھ متحقق ہوتی ہے۔ (منجملہ فعل سرقہ کی حیثیت کاملہ اس ارادۂ کامل کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ کہ سارق کلیتہً دوسرے شخص کے نتائج کسب کو حاصل کر لینا چاہتا ہے۔ اور تحقق کمالِ ارادہ حیثیت کاملہ جرم کی وضاحت چاہتا ہے۔ اور سارق کا ارادہ ایسی مقدار سرقہ سے ایک دوسرے شخص کے نتائج کسب کو کلیتہً حاصل کر لینے کی وضاحت کر سکتا ہے۔ جس کے سرقہ سے وہ شخص مناعی حیثیت کے ساتھ خطرات سے غیر محفوظ قرار پاتا ہو اور سارق اپنے لئے حفاظتِ نفس کا سامان مہیا کر سکتا ہو اس لئے سرقہ کے ایک نصاب معین تک تحقق جرم سرقہ پر سارق ہاتھ کٹوا لینے کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جو فرمان بالا میں جَزَاءً بِمَا كَسَبَا سے مقصود ہے اور جوانب میزانیۂ جرم وجزا میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے دراں حالیکہ اشیائے مسروقہ کے متعلق شرطِ حفاظت کا وجود بھی چونکہ حیثیتِ سرقہ کو مکمل کر سکتا ہے۔ اس لئے اس متذکرہ حدِ خصوصی کا اجرا متذکرہ حیثیتِ جرم کے تحقق کو مستلزم ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ نصاب سرقہ کا تعین حیثیتِ جرم کی وضاحتِ محققہ کیلئے ہے۔ جس کے بغیر حدِ خصوصی کا اجرا نہیں ہو سکتا ویسے عمومیت کے ساتھ یہ استثنائے بعض حالاتِ خصوصی و اضطراریہ سارق کا فعل سرقہ اس کے تکمیل ارادۂ سرقہ پر شہادت دیتا ہے۔ اس لئے تکمیل ارادہ کی دلیل سے بالعموم سارق کی ہر مقدار سرقہ پر اجرائے حدِ خصوصی کا استحقاق قیام پاتا ہے۔ جو متذکرہ حدیث نبوی سے مراد ہے۔ جس میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (کہ اللہ لعنت کرے چور پر کہ وہ انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور ایک رسی چراتا ہے۔ تو اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے) گو بعض حالات میں اس کی استطاعت اس کی کوشش سرقہ کو اسی مقدار کے حصول تک محدود کر دیتی ہے جیسے وہ پا لیتا ہے۔ مگر مال مسروقہ کی چونکہ نصاب سرقہ سے کم مقدار جرم کی وضاحت یعنی تکمیل ارادہ کو مشتبہ کر دیتی ہے۔ جیسے کہ بعض حالاتِ خصوصی و اضطراریہ کا استثنا اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اس لئے اس کم مقدار پر حدِ خصوصی کا اجرا بوجہ شبہ ساقط قرار پاتا ہے۔ کیونکہ حیثیتِ جرم اور وضاحت جرم سرقہ کا تحقق ہی کہ وہ جانب جرم میں ثقل بار ہے۔ دلیل متذکرہ کی رو سے قطع ید کو تقاضائے عدل قرار دیتا ہے۔ جو جانب جزا میں تحقق ثقل ہے۔ البتہ وضاحتِ جرم کی مطابقت کیساتھ عقوبت عدلیہ نافذ بالحق ہوگی عہد مصطفوی صلعم میں وضاحت جرم سرقہ کا معیار سپر (ڈھال) یا اس کی قیمت کو مقرر کیا گیا تھا۔ اور سپر یا اس کی قیمت سے مطابق اشیا کے سرقہ پر ہاتھ کاٹ دیئے جاتے تھے۔ کیونکہ سپر مناعی یا خارجی حیثیت کے ساتھ اس عہد میں ایک قوت حافظہ تھی۔ جو انسان کو خارجی یا مناعی حملوں سے محفوظ رکھ سکتی تھی۔ گویا سارق سرقۂ سپر یا اس کی ہم قیمت اشیا کے سرقہ سے دوسرے شخص کو غیر محفوظ کر دیتا تھا۔ اور اپنے لئے حفاظت کا سامان مہیا کر لیتا تھا۔ نیز سپر کو اپنی جگہ ایک مستقل حیثیت حاصل تھی۔

عہد نبوی میں بقول بعضے سپر کی قیمت دس درہم تھی۔ اور بقول بعضے چار درہم چنانچہ قرون اولیٰ میں اس کی قیمت کو سرقہ کا نصاب مقرر کیا گیا تھا۔ کیونکہ ان قرونِ مبارکہ میں اس قیمت کے ساتھ مستقل حفاظت کا سامان مہیا ہو سکتا تھا۔ اور یہ تعین نصاب سرقہ کی اس مقدار پر ایک مستحکم دلیل تھی۔

Marfat.com

پس آج عہدِ حاضر میں یا ہر زمانہ میں حالاتِ روندہ کی رُو سے سپر کی اس قوتِ حافظہ کو نصابِ سرقہ متعین کرنا چاہیئے جو خارجی یا متاعی حملوں سے انفرادی اور اجتماعی طور پر افراد و نفوس کو محفوظ کر سکتی ہو۔ جیسے عہدِ نبوی میں شمشیر انفرادی اور اجتماعی حملوں کیلئے استعمال کی جاتی تھی۔ اور سپرِ انفرادی اور اجتماعی طور پر محاربین کیلئے قوتِ حافظہ کا کام دیتی ہے۔

پس آج چونکہ سپر بحیثیت قوتِ حافظہ بیکار ہے۔ اور قوائے حافظہ کے معیار کا مقرر کرنا نہایت مشکل ہے۔ پس ملتِ اسلامیہ کا منصب تحکیم العدل (شہادت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1] کے ساتھ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد اور آیۂ متعلقہ سرقہ کی مطابقت سے بحالیکہ آیۂ متعلقہ سرقہ میں نصابِ سرقہ متعین نہیں ہے۔ اور آیۂ سعی بالفساد میں قید کی سزا ناطق بالحق ہے۔ اور سرقہ سے حد خصوصی جو منجملہ جزئیات حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد ہے۔ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد اور آیۂ سرقہ کی مطابقت پر شاہد ہے۔ اور سرقہ کو منجملہ فساد قرار دیتی ہے۔ اور حدیثِ نبوی میں جو بخاری و مسلم کی روایت سے اس طرح مروی ہے۔ کہ اللہ لعنت کرے چور پر کہ وہ انڈا چراتا ہے۔ اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ... الخ نصابِ سرقہ کے غیر متعین کرنے کی وضاحت موجود ہے۔ جو اس حقیقت پر شہادت ہے کہ تعین نصابِ سرقہ سے مقصود وضاحت حیثیت کاملہ جرم سرقہ ہے۔ جو نصاب خصوصی کے ساتھ مختص ہے۔ اور یہ حقائق مقتضیات دہر کے مطابق ہر دو آیاتِ بالا کو متحد قرار دیتے ہوئے درجات جرمیۂ فساد کی مطابقت کے ساتھ حدود مذکورہ ہر دو آیات کے نفاذ پر دلائل ناطق ہیں۔) نصابِ سرقہ کے تعین کی ضرورت کو ساقط قرار دیتا ہوا نفسِ دہر اور نفسیاتِ افراد اور کیفیاتِ جرمیہ (سرقہ۔ ڈاکہ۔ رہزنی۔ اغوا۔ قتل وغیرہ) کی تشخیص کے ساتھ قید اور قطع دست اور قطع دست و پا علیٰ خلاف یا اپنے کوائف کے ساتھ حبس دوام اور صلیب اور قتل کی وضاحت درجات جرائم مفسدہ پر انطباق ہر دو آیات متذکرہ کے ساتھ نافذ کر سکتا ہے۔ دراں حالیکہ حدِ قطع دست متعلق سرقہ جو منجملۂ جزئیات حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد ہے۔ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کی شہادت کے ساتھ فساد کے ایک درجۂ شدیدہ پر نفاذ پا سکتی ہے۔ چنانچہ عہدِ مصطفوی میں قوتِ حافظہ متذکرہ کے سرقہ کو نصابِ سرقہ متعین فرمانا اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ کیونکہ قوتِ حافظہ کا سرقہ فی الحقیقت بالقوہ اتلافِ نفس ہے اور وضاحت حیثیت کاملۂ جرم سرقہ ہے۔ اور آج اس کے نصاب کی وسعت غیر معینہ سرقہ کی مقدار وسیع غیر معین تک سرقہ کے عوض تلافی نقصان مال کے ساتھ جو منجملۂ عدل ہے۔ قید کو نافذ بالحق قرار دیتی ہے۔ اور جرم سرقہ کی حیثیتِ کاملہ کی وضاحت پر بھی حسب دلائل متذکرہ جرم سرقہ کے عوض تلافی نقصان کے ساتھ حبس منجملہ تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ الحاصل ہر دو حدود دو جانب جرمیہ و جزائیہ میں اتحاد نتائج کی دلیل سے معیارِ عدل پر راسخ و متمد ہیں۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ جَزَاءً بِمَا کَسَبَا کے تحت فعل سرقہ وغیرہ کے عوض جو کسب شنیع ہے نفاذِ حد کے ساتھ مال مسروقہ کو اس دلیل سے کہ مال مسروقہ کو الگ مستقل حیثیت حاصل ہے اور اس کا استحقاق اس کے مالک کو پہنچتا ہے۔ مالک مال کی جانب واپس کیا جائے گا۔ اور اتلاف کی صورت میں اس کی قیمت کی ادائیگی لازم آئے گی۔ کیونکہ اجرائے حد کسب شنیع کے عوض نہیں ہے۔ جَزَاءً بِمَا کَسَبَا اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

جیسے کہ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص صاحب حاجت کسی لٹکتے ہوئے پھل کو استعمال کر لیتا ہے۔

---

[1] (المائدہ - ع ۱)

Marfat.com

اور جھولی میں ڈال کر نہیں لے جاتا۔ اس پر گناہ نہیں (یعنی بھوکا یا اس قسم کا کوئی شخص مجبور ہو کر اپنی جان کو بچانے کے لئے لٹکتا ہوا میوہ استعمال کر لیتا ہے تو وہ مجرم نہیں ہو سکتا) فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۱ اسی مجبوری کو رفع کرنے کے لئے حکم ناطق ہے۔ البتہ جھولی میں ڈال کر نہ لے جائے (ورنہ مجرم ہوگا) اور اس پر تاوان اور سزا لازم آئے گی اور اگر وہ پھل خرمن کر لئے گئے ہوں اور کوئی چرا لے اور وہ سپر (قوت حافظہ) کی قیمت تک پہنچ جائیں تو اس پر قطع ید ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب اللقطہ مطالعہ فرمائیں) نیز از فرمان نبوی سے یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ سرقہ کی حیثیت قائم ہونے کے بغیر (جو محفوظ کی ہوئی چیز کو چرانے سے متحقق ہوتی ہے) قطع دست کی سزا نافذ نہیں کی جا سکتی بلکہ عقوبت قید لازم آئے گی جس کی مقدار کا تعین منصب تحکیم العدل کے اجتہاد کے سپرد ہے۔ کہ وہ تشخیص نفوس کے ساتھ نفوس مفسدین کے کے ادراک و تحریک کے فساد کو کس مقدار عقوبت کے ساتھ دبا سکتی ہے۔ اور چونکہ اشیاء کے متعلق شرط حفاظت کا وجود ہی اُن کے متعلق سرقہ کی اس حیثیت کاملہ کو متحقق کر سکتا ہے۔ جس کے لئے قطع دست کا نفاذ واقع ہو سکتا ہے۔ اس لئے کھیتی یا درخت کے لٹکتے ہوئے پھلوں یا آزاد چرنے والے جانوروں جن کے ساتھ کوئی چرواہا نہ ہو۔ یا خیانت کی صورت میں یا ایسی غیر محفوظ اشیاء کو چرا لینے سے جن کی حفاظت کا خاص اہتمام نہ کیا گیا ہو۔ ہاتھ کاٹنے کی سزا نافذ نہیں کی جا سکتی بلکہ قید تایقین اصلاح اور مال (یا اتلاف کی صورت میں اس کی قیمت) کی واپسی لازم آئے گی ؎۔

علیٰ ہذا ذی رحم مجرم یا اس شخص کے فعل سرقہ پر جسے گھر میں آنے جانے کی اجازت ہو یا جہاد میں ایسے جرم کے وقوع پر اشیاء کے متعلق حفاظت کاملہ کے متحقق نہ ہونے کی دلیل سے قطع دست کی بجائے قید جو موجب اصلاح ہو۔ اور واپسی مال کے لئے فیصلہ صادر کرنا چاہیئے۔ (تفصیل کیلئے مشکوٰۃ کتاب الحدود باب السرقہ مطالعہ فرماویں)

مگر ایسی چیز جو راستہ میں گری ہوئی ملے اور اس کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے اٹھا لیا جائے سوائے ایسی چیز کے کہ اس سے اس کا مالک بے نیاز ہو۔ تو ایک سال تک اس کے لئے اشتہار جاری رکھنا چاہیئے۔ جب اس کا مالک آئے تو اس سے علامات دریافت کرتے ہوئے تحقیق کے ساتھ اس کے سپرد کر دی جائے۔ اگر مدت مناسب میں اشتہار کے ساتھ استظہار نہیں کیا جاتا۔ تو گویا وہ جرم کا ارتکاب ؎ بدیہہ ہے۔ (مگر چونکہ اس اٹھائی ہوئی چیز میں حفاظت کی شرط نہیں پائی جاتی اس لئے حدِ قطع دست نافذ نہیں کی جا سکتی۔ البتہ منصب تحکیم العدل اجتہاد عادلہ کے ساتھ سزائے مودبہ یا العدل عائد کر سکتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے۔ کہ گری ہوئی چیز کو اٹھاتے ہی شہادات متعین کرتے ہوئے اسے علی بیت المال کے سپرد کر دیا جائے۔ اور چونکہ اس پر مال فئی کے حکم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ اس لئے فردیت امارت بعد اشتہار و انتظار اس کے نفق ہر گونہ کے متعلق عدل کے ساتھ حکم صادر کر سکتی ہے)

۱؎ (البقرہ - ع ۲۱)

۲؎ تفصیل مشکوٰۃ باب اللقطہ میں مطالعہ فرماویں۔ نیز مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ فصل ثانی روایت عن المقدام ابن معدیکرب کو متحدا مطالعہ فرمائیں جس میں وضاحت کی گئی ہے کہ (...... ولا لقطۃ معاھدٍ الّا ان یستغنی عنھا صاحبھا)

Marfat.com

عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے ایسی چیز کو اٹھانے والے کے سپرد اس کی کفالت اشتہار اور مالک کے ظاہر ہونے پر اس کی اسے واپس سپردگی یا ایک سال کا عرصہ گزر جانے کے بعد استعمال کرنے پر اس کی قیمت کی ادائیگی (اس دلیل سے کہ فرد اساسِ مدن ہے) بحیثیت رکن سیاستِ مدن اس کے سپرد کی ہے۔ جو فی الحقیقت فرائضِ نظامِ اجتماعی کی ایک شق ہے۔

اس لئے ملّی بیت المال کے سپرد کرنا بلاشبہ تقاضائے عدل نظام کی ایفا ہے۔ کیونکہ فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری نسبت متحدہ کے تقاضاؤں کی ایفائے عدلیہ ہے۔ اور جو شخص کفن چراتا ہے۔ چونکہ اس کا جرم شیٔ محفوظہ کے متعلق واقع ہوتا ہے اور وہ تکفین و تدفین کے مقصد کو پراگندہ کر دیتا ہے۔ اور متوفی سے متعلقہ شرعی تحفظات کو وہ کلیتہً چاک کر دیتا ہے اور اس کے جرم سرقہ کی حیثیت کاملہ وضاحت کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے۔ اس لئے منصب تحکیم العدل اس کے کوائفِ جرمیہ و اضطراریہ کی بناء پر قطع دست یا قید تالیقین اصلاح ہر دو حدود سے تشخیص نفسیات و ماحول کے ساتھ حد مناسب نافذ کرنے کا استحقاق رکھتا ہے۔

جب مدعی دعویٰ کو منصبِ تحکیم العدل کے روبرو پیش کر دیتا ہے۔ تو چونکہ منصب تحکیم العدل کی قوت عادلہ کا فرض ہے۔ کہ تحقق جرم پر جو سیاستِ مدن میں فرط ہے۔ ہیبتِ عدل کے ساتھ نفس مدن سے کیفیاتِ فرطیہ کو متاثر ہوئی عدل کو متمکن کر دے۔ اس لئے وہ مدعی کیلئے مدعا علیہ کے حق میں اختیارِ عفو کو باطل قرار دیتی ہے۔ اور اگر مدعی مال مسروقہ سارق کو بخش بھی دیتا ہے۔ تو جَزَآءً بِمَا کَسَبَا کی شہادت کے ساتھ تحقق جرم کی دلیل سے ضرور سزا نافذ کی جائے گی۔ ایک ایسے موقع پر فرمانِ نبوی فَهَلَّا قَبْلَ اَنْ تَاْتِيَنِیْ بِهٖ [1] اس ہیبتِ غالبہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ تحقق جرم کے بعد تحقیق جزا سے ہی ہر دو جوانب میزانیہ میں ثقل کے ساتھ تنصیف بار متحقق ہوتی ہے۔

اور ڈاکو اور راہزن آیۂ یسعون فی الارض فساداً کے تحت اپنے درجاتِ جرمیہ کی مطابقت کے ساتھ قید یا خلاف کے ساتھ قطع دست و پا یا حبس دوام یا پھانسی یا قتل کے مستحق ہیں۔ عنوان فساد کے تحت ان کے متعلق اور سیاستِ مدن اسلامیہ کے ساتھ محاربین کے متعلق (جو اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ جنگ کرتے ہیں۔ اور زمین میں ساعی بالفساد ہیں) بیان گزر چکا ہے۔

عنوانِ اقسام قتل و دیت کے ماتحت اسوۂ حسنۂ مصطفوی کی روشنی میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے۔ کہ نظامِ مدن یا ملّت کا نظامِ اجتماعی افرادِ ملّت کے جان و مال و آبرو کا محافظ ہے۔ اور امارت یا الوہیت اعلیٰ کے وجود کا مقصد تحفظ عدل ہے جو حفظ نوع انسانی ہے۔ اس لئے اگر قتل ثابت نہ ہو سکے۔ تو دیت نظامِ مدن کو ادا کرنی چاہیئے۔

پس اگر نظامِ مدن جرمِ سرقہ کے وقوع پر مجرم کو نہ پا سکتا ہو۔ تو اس پر ادائے نقصان کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی ملّت کا ملہ ہے۔ جو جامع افراد ہے۔ اور منزلِ اول کی صورت وسیعہ ہے۔ اور اسی دلیل سے محور نظامِ اجتماعی پر الوہیت فاضلہ کی دلیل سے افرادِ ملّت و ملک کے حقوقِ ربوبیت کی ادائیگی بالعدل عائد ہوتی ہے۔

نیز سارق پر اجرائے حد کے ساتھ چونکہ یہ از روئے عدل ضروری ہے۔ کہ مال اس کے مالک کی طرف واپس کرنے کے لئے

---

[1] تم نے میرے پاس لانے سے پہلے کیوں ایسا نہ کیا۔ (مشکوٰۃ باب السرقہ مطالعہ فرماویں)
(یعنی اگر تم معاف کرنا چاہتے تھے۔ تو میرے روبرو پیش کرنے سے پہلے معاف کر دیتے)

حکم صادر کیا جائے اور اتلاف کی صورت میں اس کی قیمت کی ادائیگی کیلئے وہ ضرور مکلّف بالعدل ہو۔ پس اگر سارق اور اس کے معاونین یا اس کی قوم ادائیگی نہ کریں۔ دراں حالیکہ معاونین یا قوم کی طرف سے ادائیگی اُن کی رضامندی کے ساتھ مشروط ہے۔ کیونکہ فعل اپنے مرتکب کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے تو سارق مالکِ مال کے حقِ ملکیت کے عوض اس وقت تک پابند بالحبس رہیگا۔ جب تک کہ اس کے نتیجۂ کسبِ خدمت یا الحبس کے ذریعہ مالکِ مال کے استحقاق کی ایفا ہو۔ (جیسے کہ عنوان اقسامِ قتل و دیت میں شہادت اسوۂ حسنۂ مصطفوی کے ساتھ قاتل کی بحق وارثِ مقتول ادائیگی دیت پر بحث گزر چکی ہے۔) اور منصبِ تحکیم العدل اس کے مبدأ اعمال میں تمکین اصلاح کو معیارِ عدل پر راسخ قرار دے جو ایفائے مقصد حبس ہے۔ یعنی صرف تلافیٔ مال حبس کو ساقط نہیں کر سکتی۔ جب تک مبدأ اعمال میں اصلاح متحقق نہ ہو۔ پس اجرائے حدود میں ان تمام نقاطِ عدلیہ کو زیرِ نظر رکھتے ہوئے منصبِ تحکیم العدل کو فیصلہ صادر کرنا چاہئے۔ تاکہ نفسیات اور ماحول کے ساتھ حکم کے کوائف کا تطابق بالعدل اور جوانب میزانیہ جرم و جزا میں تحققِ تنصیف صحیحہ جو مفہوم عدل ہے۔ نظامِ مدن میں تمکین میزان العدل آئین سے استقلال نظام کا موجب ہے جو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کی مطابقت عدلیہ کی دلیل سے تحقق پاتا ہے۔

کذب

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّار ..... (زمر)

نفس انسانی میں قوت شہوی کے رجحانات کثیف کی ایفا کے لئے جب قوت غضبی افراط و تفریط غضب کا مظاہرہ کرتی ہوئی میزانِ نفس کی قسطاس کو استقامت سے گرا دیتی ہے۔ تو نفسِ انسانی میں[1] خوف متحقق ہو جاتا ہے۔ اور فطرتِ نفس کاذب قرار پاتی ہے۔ اور ہر گونہ کذبیاتِ رذیلہ و مجرمہ اس کے کذب فطرت پر شہادت دیتی ہیں۔

پس کاذب حقائقِ نفس کی تصدیق نہ کرتا ہوا۔ فطرت نفس کے فیصلہ کی رو سے اپنے درجاتِ کذبیہ کی مطابقت کے ساتھ ایسی دردناک سزاؤں کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جو اس کی شہوات عنصری کے محرکات کو معطل کرتی ہوئی اسے اہتمامِ عدل کی طرف لوٹا سکیں۔ اور اس کی قوتِ غضبی ان کے اثر سے نقطہ ہائے تفریط سے بلند اور متحرک ہو کر اہتمامِ عدل کی طرف راجع ہو۔

کذب کا اولین درجہ کذبِ فطری ہے۔ یعنی فطرتِ نفس مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف سے اپنے فطری لگاؤ اور شعوری رجوع کو اس خوف کی وجہ سے جو اس اکراہ کے سبب کہ وہ مرجع فطری اور داعی الی المرجع پر ایمان اور عمل صالح کے ابتدائی درجات میں امتزاجِ کثافت و لطافت کی دلیل سے جو وجۂ اضطراب ہے اور تاثرات ماحولیہ کے اثر سے جنہیں اتحادِ جنسی حاصل

---

[1] تفصیل مزید کے لئے عنوانِ خوف مطالعہ فرمائیں)

* کیونکہ حبس ارتکاب جرم کی سزا ہے اور مال کے حق کو اپنے مستحق کیلئے استقلال حاصل ہے۔ اور مالک کو اس کے حق کا پہنچنا جرم کی حیثیت کو ساقط نہیں کر سکتا۔ جب تک اسکی عقوبت بالعدل نافذ نہ ہو۔

ہے۔ نفس انسانی کو لاحق ہوتا ہے) ہٹاتی ہوئی کذب فطرت کی مظاہرہ ہو۔ یعنی تمام اصولی رذائل ادادیہ اور کفران آدمی کو قوائے تحریک کے ذریعہ ظاہر کر دے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ (زمر) بے شک اللہ اس کو راہ نہیں دکھاتا۔ جو جھوٹا اور ناشکرا ہے۔

یعنی جو شخص خواہشات کثیف میں بہتا ہوا اپنی فطرت کو کاذب قرار دیتا ہے۔ وہ مرجع فطری عزوجل کے ان نورانی ترشحات کو نہیں دیکھ سکتا۔ جو نفس انسانی میں کشف روح الہی ہے۔ پس کشف و تحمل سے بے نصیب ہو کر وہ غیر معتدل قرار پاتا ہے۔ اور اساس عدل پر استوار نفس انسانی کے تقاضاہائے عدلیہ کی عدم ایفا اسے کاذب قرار دیتی ہے اور اس کی سزا فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے کذبیات کی شہادت کے ساتھ جائز واجب اجماع کی شمشیر عادل کے ذریعہ کاذب الفطرت گروہوں کی دافع موانع تصغیر کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ جو ان کے ادراک و تحریک کاذبہ کو معطل قرار دیتی ہوئی نوع انسانی کے لئے پیامبر امن ہے۔ اور تقاضائے تو دد اخوت نوعی کی ایفائے فعال ہے مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے۔

قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ۔ (توبہ۔ ع)

لڑائی کرو ان لوگوں سے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان نہیں رکھتے۔ اور اس چیز کو حرام نہیں جانتے۔ جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہے۔ اور دین حق کو نہیں قبول کرتے ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی۔ یہاں تک کہ وہ جزیہ ادا کریں۔ اپنے ہاتھ سے اور ذلیل ہو کر رہیں۔

علی ہذا تمام اصولی و فروعی رذائل ادراکیہ و تحریکیہ اس دلیل سے کذبیات ہیں۔ کہ فطرت نفس کے تمام تقاضاؤں کی ایفا تصدیق فطرت نفس ہے۔ اور دلیل کشف و تحمل سے نفس میں عدل متحقق کرتی ہے۔ اور صرف ایک جانب کی ایفا جس میں درجات ہیں۔ مخالفت فطرت کی دلیل سے موجب رذائل ہے۔ جو اس کا کذب ہے۔ گویا رذائل اصولی کے بعد فساد و قتل و سرقہ جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ اور تمام رذائل اخلاق (جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔ اور سنت مصطفوی میں جو نفس فرد و جماعت میں تمکین عدل کی شرح متشکل ہے۔ ان سے تحفظ کی وضاحت ناطق بالحق ہے (منجملہ مشکوٰۃ کتاب الآداب وغیرہ احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائیں) کذبیات جزئی کے مظاہر ہیں۔

منجملہ ما فی النفس یا حالات خارجیہ کی قول و فعل سے غلط ترجمانی اسی کذب نفس کا ایک مظہر ہے۔ جو کاذب کے ترشحات قولی و فعلی کو معیار اعتماد سے ساقط قرار دیتا ہوا اسے اس دلیل سے سزا کا مستوجب قرار دیتا ہے کہ فرد اساس منزل و مدن ہے اور کسی بھی ایک فرد کی جھوٹی باتیں سیاست مدن میں فساد اور انتشار پیدا کر دیتی ہیں۔

منزل و مدن کا نظم و نسق تمام تر ترشحات ادادیہ (قول و فعل) کے ساتھ متعلق ہے۔ علی ہذا احاطۂ منزل و مدن کی تاثرات مفسدہ سے تطہیر بھی جو استقلال نظم کی موجب ہے۔ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مستلزم ہے۔ اقوال افراد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور وہ محکمۃ العدل کے ترشحات آئینیہ اور شاہدوں کی شہادت ہائے صادقہ ہیں۔ جن کی ہیبت عدل کی

ذریعہ نفوسِ منزلہ کو الٔف فرطیہ سے معطل و صاغر قرار پاتے ہیں۔ اور صفحۂ سیاستِ مدن کو فساد سے پاک کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر ملک کا ایک فرد بھی جھوٹ بولتا ہے۔ یعنی مافی النفس یا حالات خارجہ کی زبان کے ساتھ غلط ترجمانی کرنے کا عادی ہے۔ تو وہ موقع رونما ہونے پر سیاست مدن یا تحکیم العدل کو حالاتِ صحیحہ کے علم سے محروم رکھنے اور خلاف واقعہ حالات کو مطابق واقعہ ظاہر کرنے سے نظامِ مدن میں نشرِ فساد کا موجب ہوگا۔ علیٰ ہذا وہ افراد کے جان، مال و آبرو کے لئے خطرہ پیدا کرتے ہوئے تحکیم العدل اور افرادِ مدن کے درمیان اختلاف کی بنیاد قائم کر دے گا۔ اس لئے وہ تمام نظامِ مدن کا مجرم ہے۔ اور دلائل کے ساتھ تحقق جرم پر وہ دردناک عذاب کا مستحق ہے۔ پس منجملہ اگر وہ کسی مسلم عورت کے ناموس پر اپنی غلط گوئی سے حملہ کرتا ہے۔ یعنی اس پر بہتان تراشتا ہے۔ تو چونکہ ناموس کی حفاظت کے لئے اس دلیل سے نفس کی قربانی روا ہے۔ کہ وہ فطرت نفس کے ان تقاضائے غیرت کی ایفا ہے۔ جو نظامِ منزلی کی تشکیل کا ذریعہ ہیں۔ جو اساس مدن ہے۔ اور نسلِ انسانی کے اجرائے جائز کا ذریعہ ہے۔

فرمانِ نبوی:-

...... وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ

.... (مشکوٰۃ)

اور جو اپنے اہل کے عوض قتل ہوتا ہے۔ وہ شہید ہے۔

اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ تو وہ فرمان ربانی:-

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا
بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ
جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا
وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ
تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (سورہ نور ع۱)

جو لوگ پاک دامن مومن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں۔ اور پھر چار گواہ پیش نہ کر سکیں تو ان کو اسی درے لگاؤ۔ اور ان کی شہادت کبھی قبول نہ کرو۔ لیکن جو اس کے بعد توبہ کر لیں۔ اور اپنی اصلاح کر لیں۔ تو اللہ تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔

کے ماتحت حدِّ مخصوصہ (اسّی درّوں) کی سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔ جو اس کے نفسِ مفتری کے لئے اس کے ایسے کذب کی سزا ہے۔ جو نسلِ انسانی کے اجرائے مقدس کی حافظۂ محصنہ کی آبرو پر حملہ کی دلیل سے اس پر عائد ہوتی ہے۔ یعنی اس کی قوائے تحریکیہ جو اس کے مبداء اعمال کے کوائف کو ظاہر کرتی ہیں۔ ایسی تحریکی ایذا کا مستوجب قرار پاتی ہیں۔ جو حدِ فاحشہ سے قریب تر ہے۔ کیونکہ اس کا جرم سیاستِ مدن میں ترتیب نتائج کے لحاظ سے نتائج زنا کے ساتھ قریب تر ہے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔ کہ زنا ایک جائز نفس متعلقہ کو روکتے ہوئے نفس غیر متعلقہ کو وجود میں لانے کا موجب ہوتا ہے۔ جو تدبیر منزل میں موجب فساد ہے۔ اور فرد و منزل و مدن کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے سیاست مدن اور بنی نوعِ انسانی میں وجہ فساد ہے۔ اور افترا اسی فساد کو جو فاحشہ اور نشر فاحشہ سے مرتب ہو سکتا ہے۔ نظام منزلی اور سیاستِ مدن میں بپا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اس پر زنا سے قریب تر سزا کا نفاذ سیاستِ مدن اور منصب تحکیم العدل کی فطرت کے تقاضاؤں کی مطابقت ہے یعنی تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور اسی لئے خالق فطرت عزّ و جل نے اس جرم کے متعلق ایک حد مخصوصہ و مستقلہ معین فرمائی ہے تاکہ مفتری کے ہیجانِ عنصری اجرائے حد جلدہ سے روحِ عنصری کے تاثر فوریہ سے متاثر ہوں۔ جو رفتار و کیفیت جرم کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔ اور شعورِ حال کے ضبط میں تحدید بالعدل متحقق کرتا ہے۔

پس یہ سزا اس کاذب پر عائد ہو جاتی ہے۔ جو یہ کہہ دیتا ہے۔ کہ فلاں عورت نے فاحشہ کا ارتکاب کیا ہے۔ (شوہر اگر زوجہ کو عیب لگاتا ہے۔ تو اس سے متعلقہ تفصیل جزء ب تدبیر منزل عنوان تعطل حفظ کے تحت مطالعہ فرما دیں) علیٰ ہذا القیاس یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ہر قسم کا بہتان یا افترا اور منصب تحکیم العدل کے حضور میں کسی شخص پر کسی قسم کے افترائے کاذبہ کو ثابت کرنے کی کوشش اس سے پیدا شدہ فسادکے کوائف شدیدہ وخفیفہ اور تحکیم العدل کو باطل کے ساتھ متاثر کرنے کی کوشش کے درجات مستدرجہ کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت مستوجب عقوبت ہے۔ جو نفس معاشرہ اور نفس دولت سے اجرائے ہیبت کے ساتھ دفاع فساد ہے۔ مندرجہ ذیل فرمان مصطفوی میں ان کوائف افترائیہ سے نہی کی وضاحت ناطق بالعدل ہے۔

لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا تمشوا ببری الیٰ ذی سلطان لیقتلہ ولا تسحروا ولا تاکلوا الربا ولا تقذفوا محصنۃ ولا تولوا للفرار یوم الزحف	اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو اور نہ کسی نفس کو قتل کرو جسے اللہ نے حرام کر دیا ہے۔ لیکن حق کے ساتھ اور نہ کسی بے گناہ کو حاکم کے سامنے لے جاؤ کہ وہ اسے قتل کر دے اور نہ جادو کرو۔ اور نہ کسی پاک دامن مومنہ کو بہتان لگاؤ اور نہ جنگ کے دن پیٹھ دکھاؤ۔[1]
(مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر)	

ہر گونہ افترا چونکہ منجملۂ فساد ہے۔ اس لئے حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت اس کے درجات مستدرجہ کے ساتھ تطابق بالعدل سے اس پر اجرائے عقوبت مقادیر جلدہ و مقادیر مماثلاتِ جلدہ اور حبس کی وہ مقادیر مستدرجہ ہیں۔ جو اس کے درجات تدریجیہ کی رو سے منصب تحکیم العدل کی جانب سے اجتہاد بالعدل سے مقرر کی جاتی ہیں اور موجب اصلاح ہیں۔

مثلاً شراب نوشی کے جرم پر (جو کیفیات مفسدہ کاذبہ کا مہیج ہے اور اسی دلیل سے سعی بالفساد کے عوض اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ کے تحت حبس تا اصلاح کا مستوجب قرار پاتا ہے) اگر قید کی بجائے دُرّوں کی سزا دی جائے تو اس دلیل سے چالیس دُرّے حد مقرر کی جا سکتی ہے۔ کہ شراب پینے کے بعد افترا متذکرہ (قذف) ممکن ہو جاتا ہے۔ مگر چونکہ بدمستی اس کے افترا کو اپنی اس حیثیت سے گرا دیتی ہے۔ جو ایک باہوش فرد کے ذریعہ متحقق ہوتی ہے۔ اور ساتھ ہی شراب نوشی طبیعت کی نہج اور روش میں کیفیات افترائیہ کے ساتھ اتحاد کیفی پیدا کر دیتی ہے۔ اس لئے بہتان وافترائے متذکرہ کی سزا کا نصف تقاضائے عدل کی اقلیت ہے۔

شراب کو حرام[2] کرنے کے باوجود اس کے متعلق حد اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں معین نہیں فرمائی۔ اور نہ رسول پاک صلی اللہ

---

[1] یہ تمام معاصیٔ متذکرہ اور اکل مال یتیم۔ یمین غموس۔ شہادت زور۔ عقوق والدین۔ غل (خیانت) ڈاکہ۔ شراب۔ وغیرہ مماثلات (جو مخالفت تقاضاہائے فطرت کی دلیل سے کذبیات ہیں) منجملۂ کبائر اثم ہیں (اور سا بنی کوائف مفسدہ کی دلیل سے حیات انفرادی و منزلی و ملی کیلئے خطرۂ شدیدہ ہیں۔ اور اسی دلیل سے ان کا انسداد بالعدل عائد ہوتا ہے) روایات متعلقہ علم تفصیلی کیلئے مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر اور ابواب متعلقہ مطالعہ فرمائیں۔

[2] یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ کَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَاِثْمُهُمَآ اَکْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا (البقرہ ع۲۷) اور فرمان اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ وَیَصُدَّکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ○ (المائدہ ع۱۲) اور اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ ..... الخ (اعراف ع۴) اصول تدریج کے تحت خمر و میسر کے متعلق وضاحتِ کوائف کے ساتھ تعلیم دی جس سے ان کی حیثیت باطلہ کی نفی ہو گئی

Marfat.com

علیہ وسلم نے اس کا کچھ تعین فرمایا ہے۔ البتہ عہدِ نبوی میں جوتوں اور کھجور کی ٹہنیوں وغیرہ سے (جو مماثلاتِ جلدہ ہیں) پٹیا مردی ہے۔ اس کے بعد صدیق اکبرؓ نے چالیس دُرّے سزا دی۔[1]

گویا شراب نوشی کی سزا اس کے غیر معین ہونے مگر واقع ضرور ہونے کی شہادت کے ساتھ منصب تحکیم العدل کی قوت اجتہادیہ کے سپرد ہے کہ وہ ہر زمانہ میں مقتضیاتِ دہر کے مطابق فہم نفسیات کے ساتھ ایسی سزا تجویز کر سکتا ہے۔ جو اس جرم کو افراد مدن سے اپنی ہیبتِ عدلیہ کے ساتھ فرطِ ادراک و تحریک کو معطل قرار دیتی ہوئی خارج کر سکتی ہو۔ اور وہ تعدادِ بالا کے ساتھ درّے بھی ہو سکتے ہیں۔ اور آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت قید بھی اس کی سزا ہو سکتی ہے۔ تا آنکہ وہ توبہ کرے۔ کیونکہ شراب نوشی کے بعد منجملہ دیگر خواہش کے امکانات کے کلماتِ افترائیہ کا وقوع سرعت کے ساتھ ممکن ہو جاتا ہے۔ جو دلیل اجرائے حد جلدہ و مماثلاتِ جلدہ ہے۔ اور ان کی کیفیت کذبیہ و مفسدہ دلیل اجرائے حبس تا اصلاح ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جیسے بہتان کی سزائے جلدہ نفس مجرم میں تجدید ضبط شعور کیلئے اور افترا کے اندیشہ ناک نتائج کے لحاظ سے مقرر کی گئی ہے۔ اسی طرح شراب کے متعلق سزا سے بھی تجدید ضبط شعوری کے ساتھ ایسے ہی اندیشہ ہائے فساد کے امکانات کی روک تھام مقصود ہے۔ اور حقیقت امکانیہ تضعیف سزا کیلئے فیصل بالحق ہے۔ اور ایک مرتبہ ارتکابِ جرم اور اجرائے عقوبت کے بعد ارتکاب مکرر عقوبت مکرر کیلئے فیصل بالعدل ہے۔ جو موجب استقلال ضبط شعوریہ ہے۔

علیٰ ہذا جوئے وغیرہ سے مشابہ افعال کا ارتکاب بھی انواع کذبیہ ہیں۔ کیونکہ وہ حصول اموال کے ناجائز ذرائع ہیں۔ اور مصارف جائز سے اختلاف جو واقعات سے اختلاف ہے۔ انہیں افعال کا ذبہ قرار دیتا ہے۔ پس فطرت صدق، عادل جو وجہ امن ہے۔ ان کی کیفیاتِ مفسدہ کی مطابقت کے ساتھ منصب تحکیم العدل کی اجتہادی ہیبتِ قاہرہ کے اجرائے مسند جیہ کو لازم کرتے ہوئے ان کے وجود کو سیاستِ مدن سے خارج کر دینے کیلئے فیصل بالحق ہے۔

علیٰ ہذا صاحب منصب تحکیم العدل ہر شہادت کاذبہ کے لئے یا ہر قسم کے جھوٹ کے متعلق ان کے درجات متدرجہ اور ان کے نتائج کی ترتیب اور مطابقت کے ساتھ دلیل فساد یا دلیل تشابہ بہ افترا سے اجتہاد بالعدل کے تحت عقوبت عدلیہ (مقادیر جلدیہ یا مماثلاتِ جلدہ یا مقادیر حبس تا اصلاح) نافذ بالعدل قرار دے سکتا ہے۔

منجملہ اگر کوئی شخص کسی مسلم یا مسلمہ کو گالی نکالتا ہے۔ تو چونکہ وہ کذب ہے۔ اور واقعہ کے خلاف ہے۔ اور ان میں سے بعض شدید قسم کی گالیوں کو اگرچہ بہتان نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن بہتان کے ساتھ ادائے الفاظ کی رُو سے انہیں مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے جرائم کے وقوع پر اسی اصول کے تحت جس کی رو سے شراب نوشی کی سزا چالیس درّے یا قید تا اصلاح مقرر کی گئی ہے۔

درّوں یا قید کی سزا دی جانی چاہئے۔ اور اس کا تعین نفسیات مجرم اور ان مجرمانہ الفاظ یا کذبیات کی کیفیات اور درجات کے مطابق منصب تحکیم العدل اس مقدار کے ساتھ تجویز کر سکتا ہے۔ جو اسے اہتمام اصلاح کی طرف لوٹا دینے کیلئے نتیجہ خیز ہو۔ مگر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ شراب نوشی کے بعد طبیعت کی تہہ میں کیفیت افترایہ کے ساتھ اتحاد کیفی پیدا

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الحدود۔ باب حد الخمر

ہو جاتا ہے۔ مگر گالی میں ان طبعی افترائیہ کیفیات کو دخل نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ غضب کا ایک مفرط مظاہرہ ہے۔ اور صرف الفاظ کی کیفیات اس کو جرم قرار دیتی ہیں۔ اس لئے افترائیہ گالی کی سزا شراب نوشی کی سزا سے نصف ہونی چاہیئے۔ چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی[1] ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص کسی کو یہودی یا مخنث کہے۔ تو اس کو بیس درّے مارو۔ اور جو ذاتِ محرم پر جا پڑے اس کو قتل کر دو۔ اور عادل فعال اول المسلمین صلعم نے حضرت عائشہؓ کے حضرت صفیہؓ کو یہودن کہنے پر حضرت عائشہؓ سے ذالحج اور محرم اور صفر کا کچھ حصہ (بمطابق وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ - نساء - ع) ہجر فرمایا۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب ماینھٰی عنہ من التہاجر مطالعہ فرمائیں)

گو مذکرہ حدیث متعلق جلد ہ غریب ہے۔ لیکن تعین حد کے لحاظ سے مطابق کوائف جرمیہ ہے۔ کیونکہ گالی کی صورت میں یہودی یا مخنث ان قبیح تصوّرات کا جامع ہے۔ جو لوازم افترا ہیں۔ اور ذات محرم کے ساتھ فاحشہ کا مرتکب بلاشبہ واجب القتل ہے۔ کیونکہ وہ اساس عدل، برا توارِ فطرت کائنات انسانی کے مسلمات کو اپنے عمل سے فنا کرتا ہوا منزل و مدن کی فطرت تدبیریہ کو منہدم کر دیتا ہے۔ گویا شکل وصورت میں انسان نظر آنے کے بعد وہ انسانیت کے ایسے مسلمہ کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ جو حیوانیت کے ساتھ بنی نوع میں مشترک ہے۔ اسلئے اس کی فطرت غیر انسانیہ کا یہ کذب متشکل ہے۔ جو اس کے وجود کو احاطہ انسانیت سے خارج قرار دیتا ہے۔

اور حدیث مؤخر الذکر اس حقیقت پر شہادت ہے کہ ایسے اور اس کے مماثل جرائم میں متفاوتات کی کیفیت صنفی کی مطابقت بالعدل کے ساتھ سزا تجویز کرنی چاہیئے۔

اس مرحلہ پر اہمیت عظمیہ کے ساتھ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ نفس انسانی کا ماحول حیات چونکہ جامع اسباب حیات ہے۔ پس اس دلیل سے نفس انسانی اور ماحول حیات میں نسبت اتحادیہ متحقق ہے۔ اسلئے مافی النفس کے خلاف اپنے ماحول حیات کو اپنے قول وفعل سے متاثر کرنے کی کوشش فطرت کاذبہ کا ایک قبیح ترین مظہر کذبیہ ہے۔ یہی نفاق[2] نفس ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔ (منافقین)

اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ منافق جھوٹے ہیں۔ (کیونکہ ان کا اعتراف ان کے مافی النفس کے خلاف ہے گو وہ اعتراف مطابق واقعہ ہونے کی رو سے صادق ہے)

اور اسی دلیل سے انسانیت فطرت صادقہ کے روبرو ان کاذب الفطرت نفوس ذو نفاق کی دافع مواقع[3] تصغیر کے لئے فیصلہ بالحق ہے۔ کیونکہ ان کا وجود مرجع فطری اور داعی الی المرجع کے متعلق ان کے مافی النفس اور قول وفعل میں اختلاف کی دلیل ہے

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الحدود - باب التعزیر

[2] اور نفاق نفس کے علاوہ یہ اور ہر طرح کا جھوٹ خیانت عظیمہ ہے۔ اور خصوصًا اس وقت جبکہ مخاطب متکلم کو صادق تصوّر کرتا ہو۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بہت بڑی خیانت ہے۔ کہ تو اپنے بھائی سے ایسی بات ذکر کرے کہ وہ تجھے صادق سمجھتا ہو۔ اور تو جھوٹ بولتا ہو۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب حفظ اللسان)

[3] ضابطہ تصغیر فرط عنوان نفاق مطالعہ فرماویں

Marfat.com

کائناتِ انسانی کے جائزہ واحد نظامِ مدن کے لئے شدید ترین پُر فریب خطرہ ہے ۔ اور اسی دلیل سے ان کی تصغیر نوعِ انسانی کے ساتھ ایفائے تقاضائے نو دد فعّال ہے ۔

نفوس ذو نفاق کی فطرت میں چونکہ کذب متحقق ہو جاتا ہے ۔ کہ وہ خفت میزان نفس ہے ۔ جو امّ رذائل ہے ۔ اور رذائل اخلاق تموج شہوات عنصری کی دلیل سے کائناتؔ انسانی کی مال و جان و آبرو کے لئے خطرہ ہیں ۔ اس لئے نفاق اصولی کو دباتے ہوئے اُن سے مشابہ جرائم کو جو جزئی کذب فطری کے مظاہر ہیں ۔ اور انہیں جزئیات نفاق کہنا چاہئے اور وہ اس دلیل سے سیاستِ مدن میں موجب نشر فساد ہیں ۔ ہیبتِ عدل کے اجرائے قاہرہ یعنی حسب درجات جزمیۂ مفسدہ اجرائے عقوبت بالعدل (حبس تا اصلاح) اور استحکام نظم و ضبط اور تصرف عدلیہ کے ساتھ نفس ملّت سے خارج کر دینا چاہئے ۔ جو احاطۂ مدن میں تمکین میزان العدل آئین ہے ۔

اور نفاق کا ایک بدترین منظر جسے اصولی حیثیت حاصل ہے ۔ اور متذکرہ نفاق اصولی کی ہی ایک شدید ترین صورت ہے ۔ وہ مرجع فطری عزّ وجل پر افترا بندی ہے ۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ مرجع فطری عزّ وجل کی طرف رجوعِ فطری خاصہ نفس ہے ۔ اور اس عزّ وجل نے نفس انسانی کے اس تقاضا کی ایفاء کے لئے انبیاء مبعوث فرمائے ۔ اور انجام کار محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جانب سے کافۃ النّاس کی طرف بھیجا اور آپ کے تصرف فعّال کے ذریعہ ملّت وسط میں کتاب و حکمت کو جاری فرمایا ہے ۔ جو نفس انسانی میں روح الٰہی کے کشف اور تحمل کشف کو متحقق کرنے والی قوت فعالیہ کی تجلّیِ روشن کی موجب ہے ۔ اور وہ نفوس منور جو ملّت مصطفویہ میں اس سے مایہ دار ہیں ۔ بمطابق فرمانِ ربانی :

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ	جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے ۔ پس
الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ	وہ لوگ ساتھ ہیں ۔ ان کے جن پر خدا نے انعام کیا
وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ	ہے ۔ نبیوں سے صدیقوں سے شہداء سے صالحین سے
وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا (النساء ۔ ع)	اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں ۔

اوّل المسلمین محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقین اور شہداء و صلحائے ملّت ہیں ۔ جو اس قوتِ فعالیۂ مسلسلہ کے ذریعہ (جس کا منبع صدر مبارک مصطفوی صلعم ہے ۔ اور وہی واقعاتِ دہر میں تداول شعوری کے استقلال کے لزوم کے ساتھ منصب امارت اور منصب تحکیم العدل پر فائز قرار دینے کی استعداد ہے) ملّت وسط کے ہر عہد کو اور عہد استخلاف فی الارض میں محورِ فردیت نیابت الٰہیہ کے گرد ندا اور بالعدل سے دولتِ وسطیہ کو اول المسلمین صلعم کے دستِ مبارک پر جمع کرتے ہوئے اس فردیت نبوتِ مصطفوی پر شاہد بالعمل ہیں ۔ جو الیٰ یوم القیمۃ کافۃ النّاس کی طرف مبعوث ہے ۔

گویا وہ مرجع فطرتِ انسانیت عزّ وجل اور کائناتِ انسانی کے درمیانی حجابہائے کثیفہ کو اپنی قوت متصرفہ کے ذریعہ منوّر کر دیتے ہیں ۔ یعنی اُن کے تصرف فعّال کے ذریعہ نورِ الٰہی کشف روحِ الٰہی سے نفوس انسانی میں جگمگا اٹھتا ہے ۔ جو تقاضائے رجوعِ فطری کی تکمیل ہے ۔ اور اس محبت کی غائیت ہے ۔ جو از روئے فطرت نفسِ انسانی میں مرجع فطری عزّ وجل نے خلق فرمائی ہے ۔ اور اس کی منوّر غایات تکمیل کا ایفا مقصود تخلیق ہے جو ان کے ذریعہ متحقق ہوتا ہے ۔ ؎

ہر کجا تاریکی آمد ناسزا از فروغ ما بود شمس الضحیٰ

مگر بعض لوگ اس رجوعِ فطری کے تقاضاؤں کے وجود سے حرصِ نفس کی ایفا کے لئے ناجائز فائدہ حاصل کرتے ہیں ۔

Marfat.com

یعنی ان نفوسِ فعّال کا جامۂ ہدایت جھوٹ کے ساتھ وہ زیب کر لیتے ہیں۔ جس کا انہیں مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے ہرگز نہیں پہنچا۔ کیونکہ ہدایت الی المرجع منور و مشہود اذن من المرجع کو مستلزم ہے۔ فرمان ربانی ہے:

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا (انبیاء ع ۵)

ہم نے انہیں امام بنایا تھا۔ کہ وہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے۔

اسی حقیقتِ عظمیٰ پر شہادت مرجع عزّوجل ہے۔ اور وہ (منبع کشف و تحمل یعنی صدرِ مصطفوی اور اصحاب تواتر کے ذریعہ جو قوت فعّالیۂ مصطفویہ سے بالتسلسل مایہ دار ہیں۔ اور منبع مصطفوی پر اس کے ذریعہ جامع ملت اسلامیہ یعنی خالق فطرت اور مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے ضرور ان نفوسِ فعال کے لئے متحقق ہوتی ہے۔ جنہیں امت مصطفویہ میں ہر عہد میں بحق فردیت رسالت اور عہد استخلاف فی الارض میں بحق فردیت رسالت و فردیت امارت منصب وراثتِ مصطفویہ پر جلوہ گر کیا جاتا ہے)۔

اصحابِ کشف و تحمل یعنی اصحاب تواتر کی اولاد کو خصوصیت کے ساتھ دورِ انحطاط میں (بہ استثنائے بعض۔ جیسے ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت اسحاق اور ان کے بعد حضرت یعقوب اور ان کے بعد حضرت یوسف علیہم السلام جنہیں خالق فطرت عزّوجل کی طرف سے درجات خاصہ کے ساتھ منتخب کر لیا جاتا ہے۔ اور اس انتخاب کے لئے تربیتِ خصوصی تقاضائے فطرت انتخاب ہے۔ یا اجرائے ہدایت کے لئے از روئے تربیت اصحاب کشف و تحمل کے ساتھ قرب نسبی و ماحولیہ کی دلیل سے ان کا انتخاب مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے تحقق پاتا ہے۔)

اس جامہ کذب کے زیب کرنے کا زیادہ موقعہ دستیاب ہو جاتا ہے۔ بحالیکہ انہیں اپنے آبا کے کشف و تحمل یا ان کی قوت فعالیہ کے ساتھ انفعالی تعلق حاصل نہیں ہوتا۔ یا تعلق کے باوجود وہ اپنے حقائق سے تحقق نہیں پاتا۔ مگر ان کی اولاد ہونے کی حیثیت سے وہ نفوسِ فعال کے متمسکین انفعالیہ کا مرجع قرار پاتے ہیں۔ اور وہ اس کو اپنے لئے گوارا کرتے ہوئے کذب فطرت میں بہ جاتے ہیں۔ اور پھر کہیں نہیں تھمتے۔ ؎

تن قفس شکل است وزاں شد خارِ جاں | از فریبِ داخلاں و خارجاں
اسپها دنا مہا چوں دام ہا است | ریگِ شیریں بہر آبِ عمر ما است (رومیؔ)

پس انہیں حرص نفس علو فی الارض اور جلب زر کی کثیف تمناؤں کے ساتھ اس قوت فعالیہ کے باطل دعوی اور اس کے توابع[1] افترائیہ کے ارتکاب مفرطہ سے (جو مانی النفس کے ساتھ اختلافِ قولی و فعلی ہے) انہیں مرجع فطری عزّوجل اور فردیت نبوت مصطفوی کے حضور میں مجرم یعنی قرار دیتی ہے۔ کیونکہ قوت فعالیہ کشفِ روح الہٰی سے تحقق پاتی ہے۔ نفسِ فعّال صلعم کی وراثت کا استحقاق ہے۔ اور اسی کے تصرف عدلیہ کے ذریعہ فردیت امارت تمام ملتِ اسلامیہ کو نفسِ فعّال مصطفوی صلعم پر جمع کرتی ہے۔ گویا اس کے وجود کا دعویٰ باطل فردیتِ الوہیت اور فردیتِ نبوت

---

[1] یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا آباؤکم فایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم رواہ مسلم (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ) زمانۂ انحطاط کی اسی ضلالت واقعہ کی وضاحت ہے۔

مطفوی[1] اور فردیت امارت کے ساتھ حرب ہے۔ اس لئے انہیں ان کے غیر للّہی اعمال کے متحقق ہونے پر احاطہ ملت و مدن
بحسب مواقع آیۂ سعی بالفساد[2] کی جملہ حدود جاری کرتے ہوئے خارج کر دینا چاہیئے۔

علیٰ ہذا ان کے امثال میں بھی یہی حکم ناطق بالحق ہے۔ جو اپنی نسبت اصحاب تواتر سے ظاہر کرتے ہوئے بحالیکہ انہیں
الحقیقت کچھ انفعالی نسبت ان کے ساتھ متحقق نہیں ہوتی۔ اپنی فطرتِ کاذبہ کے ترشحاتِ مفسدہ کے ساتھ انسانیت
انہیں کی مانند دھوکہ دیتے ہیں۔ اور اس دلیل سے یہ متذکرہ منافقین مظہر غضب الٰہی و ضلال ہیں۔ کہ انسانیت حاملِ
روحِ الٰہی ہے۔ اور کشف روح اور اس کا تحمل اس کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ یعنی مقصدِ تخلیق کی ایفائے تکمیلیہ ہے۔ گویا
کشف روح الٰہی کے دعویٰ کاذبہ کے ساتھ خالق فطرت عزّ و جل پر اور روحِ خالق کی حامل مخلوق کے فطری تقاضاؤں کی ایفا
یا مقصد تخلیقِ خالق عزّ و جل پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ اور فطرت کے حقائق سے جہل یعنی ضلال اس کی وجہ اساسی ہے۔ جو انہیں
مظہر غضب الٰہی و ضلال قرار دیتی ہے۔

اصحاب تواتر سے متعلقہ معیار تمیز تذکرہ (مصنفۂ خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن) کے مقدمہ میں عنوانِ تمیز کے تحت مطالعہ فرمایا جائے۔
یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ جب نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے فردیتِ استخلاف فی الارض سطح
زمین پر مستخلف عزّ و جل کے دستِ اجتبائی کے ساتھ جلوہ ریز ہوتی ہے۔ تو اس دلیل سے کہ وہ فردیت الوہیت اور فردیت
نبوت مصطفوی کی نیابتِ قاہرہ ہے۔ اور اسی دلیل سے ضرور مستلزم فردیت ہے۔ اور تمام نوعِ انسانی پر لئے حق طاعت
حاصل ہے۔ اور اپنے عہد میں وہ تمام ملت اسلامیہ کو دستِ مصطفوی پر فردیت کے ساتھ جمع کر دیتی ہے۔ اور نفوس ملت میں
یا قوت فعالیہ کے تصرف سے عدل کو متمکن کرتی ہوئی نظامِ جماعت میں متمکن عدل ہے۔ اس کے ساتھ ملحق بالانفعال صاحب
کشف و تحمل نفوس فعال کو صرف اسی کی طرف سے اور اسی کے لئے بیعت کا حق پہنچتا ہے۔ اور بصورت دیگر فردیت الوہیت اور
فردیت نبوت اور فردیت استخلاف کے حضور میں کذبِ نفاقیہ متذکرہ کے ساتھ جرم بغی کا ارتکاب ہے۔ اس لئے اس بغی مفسدہ
کو آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کی حدود قاہرۂ شدیدہ کے ذریعہ دبا دینا چاہیئے اِذَا بُوْيِعَ لِخَلِيْفَتَيْنِ[3] فَاقْتُلُوا الْاٰخِرَ اسی حقیقت
پر شہادتِ مصطفوی ہے۔

الحاصل کشف روح الٰہی اور تحمل کشف یا قوتِ فعالیہ کے وجود کا دعویٰ باطلہ فطرت کاذبہ کے اخفا اور مافی النفس
کے خلاف باطل مظاہرۂ صدق کی دلیل سے نفاق اصولی ہے۔ اور مرجع فطری عزّ و جل پر افترا غایات نفاق اور ان میں اس

---

[1] علیٰ ہذا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانے میں ایسے لوگ ظاہر ہونگے وہ دنیا کو دین کے ذریعہ طلب کریں گے۔ اور وہ لوگوں کے (دکھانے
کے لئے) صوف (جامۂ درویشی) پہنیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔ مگر اُن کے دل بھیڑیوں کے دل
ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ کیا وہ میری مہلت سے مغرور ہیں یا مجھ پر جرأت کرتے ہیں۔ . . . . الخ
مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریا والسمعہ

[2] اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ
اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ . . . . (المائدہ ع ۵)

[3] جب دو خلیفوں کیلئے بیعت کی جائے۔ تو دوسرے سے لڑو (مسلم)

Marfat.com

شدت کو متحقق کرتا ہے۔ جو سب جرائم نفاقیہ سے شدید ترین ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا (یونس۔ ع۲)

اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا۔ جو اللہ پر افترا بندی کرے۔

عَلٰی ہٰذا ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ اور اس کی شرحِ متشکل سنتِ مصطفوی صلعم کی حیثیتِ لفظیہ کے حاملین وہ علمائے ظاہر یا رہنمایانِ تاریک جن کے صدور اس دلیل سے مریضِ اضطراب قرار پاتے ہیں۔ کہ انہیں قوت فعالیۂ مصطفویہ متواترہ کے ساتھ الحاق الفعالی کے ذریعہ ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراقِ منور حاصل نہیں ہوتا۔ اور وہ ارضیات تاریک میں بہتے جاتے ہیں۔ اور کہیں نہیں تھمتے۔ اس لئے علم الفاظِ کتاب مگر اس کی معنویتِ منورہ سے حرمان اور خواہشاتِ کثیف میں بہاؤ ان کے افکار و اعمال کو مظہرِ نفاق قرار دیتا ہے۔

وہ کتاب اللہ اور اس کی حاملِ ملتِ عدل کے تحفظ کی طرف امراضِ ارضی کو ان میں بہاؤ کی دلیل سے مقصود قرار دیتے ہوئے خلق کو دعوت دیتے ہیں۔ لیکن نورِ نفس سے (جو صدرِ مصطفوی سے الیٰ یوم القیامۃ امتِ مصطفوی میں جاری و ساری ہے اور حقیقت کتاب ہے) حرمان ان کو حقیقتِ منورۂ عدلِ مصطفویہ سے محروم قرار دیتا ہے۔ اور مقاصدِ تاریک کی رو سے یا ان کے افکار و اقوال میں اختلاف کی دلیل سے ان کے اعمال مظاہرِ نفاق قرار پاتے ہیں۔ جو سطحِ ارض پر سعی بالفساد ہے پس مندرجۂ ذیل وضاحتِ مصطفوی مقصودِ حدیث کی مماثلات میں اجرائے عدل کے لئے فیصلِ ناطق ہے۔

عن ابی سعید الخدری وانس ابن مالک قال سیکون فی امتی اختلاف وفرقۃ قوم یحسنون القیل ویسیئون الفعل یقرءون القرآن لا یجاوز تراقیہم یمرقون من الدین مروق السہم من الرمیۃ لا یرجعون حتی یرتد السہم علی فوقہ ہم شر الخلق والخلیقۃ طوبیٰ لمن قتلہم وقتلوہ یدعون الی کتاب اللہ ولیسوا منا فی شیٔ من قاتلہم اولیٰ باللہ منہم قالوا یا رسول اللہ ما سیماہم قال التحلیق (رواہ ابو داؤد) بحوالۂ مشکوٰۃ

ابی سعید خدری اور انس ابن مالک سے روایت ہے کہ رسول پاک صلعم نے فرمایا۔ عن قریب میری امت میں اختلاف اور تفریق رونما ہوگی۔ بعض لوگ باتیں اچھی کریں گے۔ لیکن ان کے اعمال برے ہوں گے۔ وہ قرآن پڑھیں گے لیکن ان کی گردنوں سے آگے نہیں بڑھے گا۔ وہ دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے نکل جاتا ہے۔ وہ دین کی طرف نہیں لوٹیں گے حتیٰ کہ تیر سوفار پر لوٹے بدترین ہیں آدمیوں اور جانوروں سے مبارک ہے وہ آدمی جو ان کو قتل کرتا ہے۔ اور جس کو وہ قتل کرتے ہیں۔ وہ کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ مگر ان میں ہم میں سے کچھ بھی نہیں۔

(یعنی وہ نورِ نفس سے محروم قرار پاتے ہیں۔ جو صدرِ مصطفوی سے بالتواتر الیٰ یوم القیامۃ امتِ مصطفوی میں جاری و ساری ہے)۔۔ الخ

اس لئے ان کے ترشحاتِ نفاقیہ مفسدہ یعنی فساد فی الارض کو حسبِ درجاتِ جرمیہ حدود و متعلقہ آیۂ سعی بالفساد جاری کرتے ہوئے نفسِ مدن سے خارج کر دینا چاہئے۔ ازاں بعد کثیر مظاہر نفاقیہ ہیں۔ جنہیں نفاق میں جزئی اور تدریجی حیثیت حاصل ہے۔ منجملہ اختلافِ قول و عمل ہے۔ کیونکہ قول اپنے حقائق کے ساتھ متعلقہ عمل کے اتحاد سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اگر اقوال کی عملی تصدیق واقع نہیں ہوتی۔ تو وہ بلاشبہ کذب ہے۔ اور اختلافِ قول و عمل اختلافِ ارادہ و قول پر شہادت

دیتا ہُوا اسے مظہرِ نفاق قرار دیتا ہے۔ چنانچہ خالق فطرت عزّوجل فرماتا ہے۔

لِيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ — تاکہ اللہ سچوں کو ان کے سچ کے عوض جزا دے۔ اور
وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ (احزاب) — منافقین کو عذاب دے اگر چاہے

اور عادل فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے چار خصلتیں جس شخص میں ہوں۔ وہ منافق خالص ہے اور جس میں کوئی ایک خصلت ان میں سے ہوگی۔ اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی حتیٰ کہ اس کو چھوڑ دے جب اسے امین بنایا جائے (اسرار و اموال و نفوس و ناموس وغیرہ کا) تو وہ خیانت کرے اور جب بولے تو جھوٹ بولے۔ اور جب وعدہ کرے تو بے وفائی کرے۔ اور جب جھگڑے تو بکواس کرے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر متفق علیہ)

علیٰ ہذا واقعات اور حقائق سے متجاوز مظاہرات ایسے ہی کذبیات نفاقیہ ہیں تا آنکہ مصنوعی بالوں کے ذریعہ ان کی ایسی نمائش کو بھی جو حقیقت کوائف تربیت سے متجاوز ہو۔ اسی کیف نفاقیہ کی دلیل ہے۔ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے زور سے تعبیر فرمایا ہے۔ پس حقیقت سے تجاوز یا تخالف معمولی یا غیر معمولی طور پر اگر گفتگوئے شب و روز اور حالات نشست و برخاست و خورد و نوش و اہل عیال سے متعلقہ کوائف منزلیہ وغیرہ میں واقع ہوتا ہے۔ تو بالطبع وہ معیار اعتماد صدق سے سقوط ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہئے۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب التشدید فی الکذب مطالعہ فرماویں)

علیٰ ہذا ہر سنی ہوئی بات کو تحقیق کے بغیر اپنی زبان سے ادا کر دینا اس کی ذمہ داری کو قائل اور سامع موقن پر ڈالتا ہوا ان کی اعتباری حیثیت کو گرا دیتا ہے۔ کیونکہ امر غیر متحقق کا بیان کر دینا اور اس پر یقین کر لینا امکانات صدق و کذب کے ساتھ جرائم افترائیہ و کذبیہ کے ارتکاب کا موجب ہو سکتا ہے۔ فرمان ربانی سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ[1] میں اور حدیث مصطفوی كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا اَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ[2] میں اسی کیفیت غیر متعمدہ و کاذبہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔

پس سیاست مدن کے محور یعنی امیر فرد کو اس حیثیت سے کہ وہ ابوالملت ہے۔ اور تمام افراد مدن کی تربیت حسن اور تادیب اس پر الوت فاضلہ کی رو سے فیصلۂ فطرت کے ساتھ عائد ہوتی ہے۔ قوت فعالیہ کے تصرف عدلیہ کے ذریعہ تعلیم کتاب و حکمت کے ساتھ اور اجرائے ہیبت قاہرہ سے صفحۂ سیاست مدن کو نقوش مفرطہ کاذبۂ مفسدہ سے مطہر کر دینا چاہئے اور نفوس افراد میں اہتمام عدل کے قبول و اختیار اور ترک فرط کو متمکن کر دینا چاہئے۔ جو کوائف انفعالیہ اور جزئیات فرطیہ کی شہادت کے ساتھ مستلزم تصرف عدلیہ و ہیبت قاہرہ ہے۔

کہ وہ ہر دو ہر گونہ فرطیات کذبیہ کو نفس مدن سے خارج کر سکتی ہیں۔ اور افراد کے ارادوں کو اقوال و افعال کے ساتھ اور جملہ مظاہر قولیہ و فعلیہ کو حقائق فطرت کے ساتھ متحد قرار دیتی ہوئی معیار اعتماد و صدق پر رسوخ عطا کرتی ہیں۔ جو عدل ہے۔ اور اسوۂ متشکل کے ساتھ اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے رجحان الی العدل کا موجب ہے۔ جو بعثت شریعت نبوت مصطفوی صلعم اور جہد توسیع وحدت ملی کا مدعا و مقصود ہے۔ اب اس کے بعد مزید کوائف کذبیہ کی شرح کی جاتی ہے۔

نفس ذو نفاق ما فی النفس یا واقعات خارجیہ کے خلاف قول و فعل سے غلط ترجمانی کے بعد جو فطرت کاذبہ کی کیفیت طبعی

---

[1] جھوٹ کے بڑے سننے والے ہیں۔ (مائدہ۔ ع ۶)

[2] آدمی کیلئے یہ جھوٹ کافی ہے کہ جو سنے وہ کہتا پھرے (مقدمہ صحیح مسلم)

Marfat.com

کا خاصہ ہے۔ خاصیت کذبیۂ طبعی کے تقاضا سے ترشحات، کاذبہ کو استقلال دیتا ہے۔ یعنی وہ نفس انسانی کے مرجع فطری عزّوجل کو اپنے اقوال پر شاہد کرتا ہوا۔ نفوسِ انسانی کو اپنے کذبیات شدیدہ کے ساتھ دھوکہ دیتا ہے۔ جو نفاق کا مظاہرۂ شدیدہ ہے چنانچہ منافقین کے متعلق ان کی تعمیر مسجد ضرار کے موقعہ پر اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ○ (توبہ۔ ع۱۳) — اور وہ قسمیں کھائیں گے۔ کہ ہم نے بھلائی ہی چاہی تھی۔ اور اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ وہ جھوٹے ہیں۔

۴ وَيَحْلِفُونَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُونَ (مجادلہ۔ ع۳) — کیونکہ ۴ وہ جھوٹ پر قسمیں کھاتے ہیں۔ بحالیکہ وہ (حقیقت حال کو) جانتے ہیں۔

٭ اِتَّخَذُوا أَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ○ (مجادلہ ع۳) — اور یہ کیوں اسلئے کہ٭ انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے۔

یعنی وہ مرجع فطری عزّوجل کو شاہد قرار دے کر اپنے کذبیات کے مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ مرجع فطرت کو شاہد قرار دینے سے اساس عدل پر استوار نفس انسانی تمام نوع انسانی میں اساس عدلیہ کے میزان مشترک کی تصورات کے تحت اس سے متاثر ہوتی ہے۔ اس لئے ان کے مفسد مظاہر کذبیات کو اس دلیل سے کہ وہ فسادِ متشکل ہیں۔ مٹا دینا چاہئے۔ عہدِ نبوی میں انہدام مسجد ضرار اسی انسداد فساد اور تمکین عدل پر شہادت مصطفوی ہے۔ اور ان کے ساتھ سیاستِ مدن کا رویہ ایسا ہونا چاہیئے۔ جو عدل میں دلائل شہودیہ کے ساتھ مستحکم ہو۔

پس چونکہ یہ عادت حلافیہ مظہرِ نفاق ہے۔ اس لئے ہر وہ شخص معیارِ اعتبار سے گر جاتا ہے۔ جو اس روشِ نفاق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ○ (قلم) — کسی بہت قسمیں کھانے والے ذلیل کا کہنا مت مان۔

اس لئے منصب تحکیم العدل کے روبرو وہ شاہد کی حیثیت سے پیش ہونے کا استحقاق نہیں رکھتا اور نہ وہ نظام معاشرہ میں اعتبار کے قابل قرار دیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اپنے درجات کذبیہ اور ان کے نتائج مرتبہ کی مطابقت کے ساتھ مستوجب سزا و اصلاح ہے۔ کیونکہ اس کی فطرت کاذبہ حرص نفس کی دلیل سے جیسے اس کے کذب فطری میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ ترجیحی احساسات کی معیت میں تمام ابنائے جنس کی عیب جوئی کرتی ہے۔ یعنی اس کذبِ فطرت یا حرص کی دلیل سے وہ بنی نوع کی فطری طور پر تخریب کے درپے رہتی ہے۔ جو فطرت انسانی کا انہدامِ اخوت کی دلیل سے جرم عظیم ہے۔ علیٰ ہذا کیفیات کذبیہ یا حرصیہ کے تقاضاؤں سے فطرت کے تقاضائے صحیحہ کی الفا کے لئے یا بنی نوع کے لئے جو فطرتِ ممزجۂ انسانیہ کے لحاظ سے اس کے ساتھ میزانِ نوعیت کی دلیل سے متحد فی الاخوت ہیں۔ ہرگز خیر کو جو حقیقت صدق ہے۔ گوارا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ وہ اس کی فطرت کاذبہ کی کیفیتِ کذبیہ کی ضد ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل اس کے کذب فطری کی آیۂ بالا کی ملحقات کے ساتھ شرح فرماتا ہے۔ جو حلاف اور چغل خور کو معیار اعتبار سے ساقط قرار دیتی ہے۔

هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ ۱ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ۱ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (قلم) — آبرو باختہ ہے۔ لوگوں پر طعنے کستا ہے اور چغلیاں لگاتا پھرتا ہے۔ خیر سے روکتا ہے۔ حد سے نکل جانے والا گناہگار، گردن کش اور بے نصیب ہے۔

---

۱ المشاؤن بالنميمة المفسدون بين الاحبة (مسند احمد)

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ نفس صادق کی قسم اس کی فطرتِ صادقہ کی شہادت کے ساتھ چونکہ مرجع فطری عزّوجل کو شاہد قرار دینے کی دلیل سے ایسے معاملات[1] میں جس میں قسم اور ایک شہادت کے ساتھ فیصلہ نافذ ہو سکتا ہے۔ شہادت مکرر کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص منصب تحکیم العدل کے روبرو کسی دعویٰ کے اثنا میں مظاہرۂ صدق کے ساتھ اس شہادت مستحکم و مکرّر کو ناجائز طور پر استعمال کرتا ہے۔ تو نتائج مرتبہ کے لحاظ سے یا جھوٹ کی اس قسم کے لحاظ سے جس کا اس نے ارتکاب کیا ہے۔ وہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں دلیل فساد یا دلیل تشابہ بہ افترا سے مستوجب عقوبت ہوگا۔ چنانچہ عادل فعال محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمین غموس کو کبائر گناہ سے قرار فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان۔ باب الکبائر۔ فصل اوّل مطالعہ فرمائیں)

علیٰ ہذا اسی دلیل سے کہ مرجع فطری عزّوجل کو شاہد قرار دینا قسم کو شہادت الٰہی کی حیثیت عطا کرتا ہے۔ اس لئے قسم کھا لینے کے بعد اگر اس کو انجام دینا ممکن نہ ہو۔ تو اس کی شکست پر مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے ایک نفس کی آزادی[2] اس کا کفارہ مقرر کی گئی ہے۔ ایک نفس کی فطرت کے احساسات کا غلامی کی طرف سے آزادی کی طرف تغیر اس کی سزا اس دلیل سے ہے۔ کہ قسم کا انجام نہ دینا تغیّرِ فطرت (یا کذب) کا مظہر ہے۔ اگر یہ اس شخص کے امکان میں نہ ہو تو دس مساکین کا لباس اگر یہ بھی اس سے نہ ہو سکے تو دس مساکین کا کھانا جو اپنے اہل و عیال کو وہ دیتا ہے۔ اور اگر یہ بھی اس شخص کی طاقت سے باہر ہو تو تین دن بارگاہِ الٰہی میں صائم کی حیثیت سے پیش ہوتا رہے۔ اور یہ تمام سزائیں تغیّرِ فطرت کے جرم کے عوض میں ایسے تغیّرِ فطرت یا تغیّرِ احساس کا موجب ہیں۔ جو مرجع فطری کے حضور میں استغفار متشکل کی حیثیت سے اس کی طرف رجوع فطری میں تجدید و اہمیت پیدا کر دیتا ہے۔ جو اس کی اس کیفیت انحطاطی سے نقطہ عدل کی طرف حرکتِ ارتقائی ہے۔ جو نفس انسانی میں اساسِ فطرت ہے۔

پس اللہ عزّوجل حفظِ ایمان کے لئے (جو اہتمام حفظ فطرت یا صدق کا ایک پہلو ہے) حکم دیتا ہے:۔

وَاحْفَظُوْا اَیْمَانَکُمْ (مائدہ۔ ع۱۲) اپنی قسموں کو محفوظ رکھا کرو۔

اور اگر غلطی سے کسی نامناسب فعل کے لئے قسم کھائی جاتی ہے۔ جو فطرتِ صحیحہ کے ترشحات کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا۔ تو ادائے کفارہ سے جو دلائل بالا کے ساتھ ناطق بالحق ہے۔ اور منجملہ اہتمام حفظ فطرت ہے۔ اس قسم کی حلفی گرہ کو مرجع فطری عزّوجل اسی منجملۂ اہتمام حفظِ فطرت کے لئے کھول دینے کا حکم دیتا ہے۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے

قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ (تحریم ع۱) خدا نے تم کو اپنی قسموں کا کھول دینا مقرر فرمایا ہے۔

اللہ عزّوجل مرجع فطری ہے۔ اس لئے کسی امر کیلئے ترشحات نفس کے ذریعہ اس کو کفیل ٹھہرانا اس قسم یا کفالت کی حفاظت کو فطرت نفس کا فطری فرض قرار دیتا ہے۔ اس لئے حفظ ایمان منجملۂ اہتمام حفظ فطرت ہے۔ اور حفظِ فطرت فرض فطری کی ایفا ہے ایسے ہی تقاضائے فطرت کی ایفائے عدلیہ کیلئے مرجع فطری عزّوجل کی شہادت کے ساتھ اس کو کھول دینا بھی منجملۂ حفظِ فطرت ہے۔ چنانچہ احادیث مصطفوی اس پر ناطق بالحق ہیں۔ (مشکوٰۃ کتاب العتق باب الایمان والنذور فصل اول مطالعہ فرمائیں -

علیٰ ہذا عہد استوار کر لینے کے بعد چونکہ اقوال عہدیہ اتحادِ عمل سے اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتے ہیں۔ اس لئے

---

[1] عنوان تعاون و استشہاد مطالعہ فرمائیں۔

[2] جو نفس ملت سے رسم غلامی کے اخراج کے اہتمام تدریجیہ کی ایک شق ہے۔ المائدہ۔ ع۱۲۔ مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

قول وفعل میں اتحاد چونکہ تحقیقِ صدق ہے۔ اور اختلاف قول وفعل تحقق کذب ہے۔ اور اختلاف ارادہ وقول پرشاہد ہے۔ اسی لئے خلاف عہود و مواثیق گویا رذیلہ کا ذبہٗ نفاقیہ کا ایک مظہر ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ؀ (توبہ۔ ع ۱۰)

پس ان کے دل میں نفاق ڈال دیا۔ اس دن تک جب وہ اس سے ملیں گے۔ اس لئے انہوں نے خدا سے وعدہ کرنے کے بعد اس سے خلاف کیا اور اس لئے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ فطری عہد کی شکست و تقصیر تمام جزئی عہود کے متعلق شکست و قصور کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور اس شکستِ و تقصیرِ فطرت کے بعد ایفائے عہود خلوص ارادی کی بجائے کاملاً یا ایک حد تک احساسات و خواہشات عنصری کے تحفظات کے لئے فطرت نوع انسانی کی اساس عدلیہ کے ساتھ اتحاد اساسی کی وجہ سے واقع ہوتی ہے۔

اور قبول عدل کے بعد چونکہ تکمیل عدل تک کہ وہ ایفائے عہد فطری ہے۔ اور ہر گونہ ایفائے عہد کو فطرت قرار دیتا ہے تدریجی مدارج ہیں۔ اس لئے منازل تدریجیہ تک فطرت کے تقاضاؤں کی ایفائے عدلیہ اندیشہ کے امکانات رکھتی ہے۔ نیز عنصری ماحول کو ایک مستقل اثر حاصل ہے۔ اس لئے مرجع فطری عزوجل حکم دیتا ہے۔

اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا ؀ (بنی سرائیل رکوع ۴)

وعدے ایفا کیا کرو۔ تحقیق عہد سوال کیا جائے گا۔

(دراں حالیکہ وہ عہود فطریہ کی ایفا کو تکث کے ساتھ متاثر نہ کریں۔ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ کوئی شخص کسی سے وعدہ کرے اور ان میں سے ایک نماز کے وقت تک نہ آئے اور وہ دوسرا شخص نماز کے لئے چلا جائے تو اس پر گناہ نہیں (مشکوٰۃ کتاب الادب باب الوعد) فرمان ربانی وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ (المومنون) میں مفہوم رعائت میں ایسے ہی اہم نقاط کو ملحوظ فرمایا گیا ہے) اور ہر گونہ مظاہر خیانت جو مطلق یا جزئی خیانتِ ارادی کے تحت رونما ہوتے ہیں۔ رذائل خبیثہ کذبیہ ہیں۔ کیونکہ امانتِ فطری کی رعائت جو حقیقت صدق ہے۔ خیانت سے رذیلۂ کذب فطری قرار پاتی ہے۔

علی ہذا اسرار و اموال و ناموس اخوت کا کامل تحفظ چونکہ شواہد فطریہ[۱] و قولیہ و ایمانیہ کے تقاضاؤں کی ایفا کی شہادت کے ساتھ رعائت امانت یا صدق ہے۔ اس لئے ان کے تحفظات کا معیار صدق سے سقوط جو خیانت ہے۔ رذیلہ خبیثہ کذب ہے۔ اور مظہر فساد ہے۔ کیونکہ افراد کو جو اساسِ مدن ہیں۔ بے چینی کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔ اور نظام مدن میں موجب خلل ہے۔ یعنی وہ فطرتِ نفس فرد و جماعت پر حملہ ہے۔ اور فطری عہد کی شکست چونکہ عہود جزئی کی شکست کو فطرت قرار دیتی ہے اور کذب ناقص العہد نفوس کی فطرت قرار پاتا ہے۔ اس لئے میثاق عہد کے بعد جو ایک گونہ حالات میں تغیر سکونیہ پیدا کر دیتا ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس کو وہ ناگاہ توڑ دیتے ہیں۔ جو دھوکہ ہے۔ اور کذب کی ایک قبیح ترین نوع ہے۔ اور تقصیر ایفا کی دلیل سے خیانت ہے۔ پس اس کی اور جملہ جزئیات خیانت و نقص عہد کی تصغیر کے لئے سیاستِ مدن کی ہیئت منافیہ

[۱] فطرت اخوت کی رو سے اسرار و اموال و ناموس برادرانِ ملّی و نوعی امانات ہیں۔ اور قول و اشارہ کے ساتھ ان کی سپردگی امی حیثیت امانت کی ضمانت ہے۔ جس کی ایفا صدق ہے۔

کی داخلی وخارجی حرکت تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اس لئے احاطۂ مدن میں افراد مدن کے نقض عہود پر اور ان سے وقوع خیانت پر اس دلیل سے کہ وہ نظامِ مدن میں نشرِ فساد ہے جرائم کے درجات خفیفہ و شدیدہ کی مطابقت کے ساتھ دافع فساد حدود و عقوبتِ ہائے عدلیہ جاری کرتے ہوئے عدل کو استقلال دینا چاہیئے۔

اور کاذب الفطرت جماعتیں چونکہ فطرت انسانی کے تقاضاؤں سے نقطۂ ہائے فرط پر اجتماع پاکر اسباب قوت کو اپنے گرد جمع کرلیتی ہیں۔ اور ان کی فطرت کاذبہ سے ہر وقت دھوکہ ممکن ہے۔ اس لئے مرجع فطری عزّوجل ان کے افعال کذبیہ کی تصغیر کے لئے (جو حامل روحِ الٰہی کائناتِ انسانی میں تمکین عدل سے دفع موانع ہے) عدل کے ساتھ حکم فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ عَاهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ
هُمْ فِیْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا یَتَّقُوْنَ ۝ فَاِمَّا
تَثْقَفَنَّهُمْ فِی الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ
لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ۝ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ
خِیَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَیْهِمْ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ
لَا یُحِبُّ الْخَآىِٕنِیْنَ ۝ (انفال - ۴)

جن سے تونے معاہدہ کیا۔ پھر انہوں نے اپنا عہد ہر بار توڑ ڈالا اور وہ تقویٰ نہیں کرتے سو اگر تو ان کو لڑائی میں پائے تو ان کو ایسی سزا دے کہ ان کے پچھلے دیکھ کر بھاگیں شاید وہ نصیحت حاصل کریں۔ اگر تجھ کو کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو۔ تو ان کو برابر کا جواب دے۔ اللہ دغا بازوں کو پسند نہیں کرتا۔

علیٰ ہذا کسی کی ہنسی اس کے روبرو اڑانا یعنی اس کے ساتھ تمسخر یا غیر معتدل رویہ سے اس کی کیفیات یا اس کے عیوب کا اظہار چونکہ حقیقت حال کے حدِّ اظہار سے تجاوز ہے۔ اس لئے کذب کی ایک نوع ہے۔ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ حدِ اظہار تقاضائے اخوت کی دلیل سے احساسات انفعالیہ کی رعائت کے ساتھ اعتدال بیان کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جو اصلاح نفوس پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اسی طرح پردے کی باتوں کا فحش گوئی کے ساتھ اظہار تحریکی عمل کے معیار اعتدال سے سقوط کا مظہر ہے۔ پس اظہار متذکرہ عدل اور مسلّمات جنسی کے تقاضاؤں یا کوائف کے ساتھ اختلاف کی دلیل سے کذب ہے۔

علیٰ ہذا اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اس کے عیوب کا اظہار یا اس کی موجودگی یا غیر موجودگی میں اسے عیوب سے متہم کرنا چونکہ تقاضائے اخوت انسانی یا ملّی کی مخالفت ہے۔ اور اتحاد نوعی سے متعلقہ اعترافاتِ قولی و فعلی کی جانب مخالف ہے۔ اس لئے یہ بھی ہر دو کذب کی انواع قبیحہ ہیں۔

علیٰ ہذا برے القابات کے ساتھ ایک دوسرے کو پکارنا مسلّمات باہمی یا معروفات عامہ کی ضد ہے۔ اس لئے اظہار کے ساتھ اختلاف مسلمات و معروف کی دلیل سے کذب قبیح ہے۔ اور چونکہ یہ تمام انواع کذب احترامات اخوت کا سقوط ہے۔ اور ان میں کیفیت افترائیہ پائی جاتی ہے۔ اور اسی دلیل سے نظامِ مدن میں کہ وہ جاذبۂ اخوت کے تقاضاؤں سے شکل و صورت پاتا ہے وجہ فساد ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل کے متعلق صحت فکری کے تحقق یعنی ایمان باللہ کے بعد حامل روح الٰہی انسانیت کے احترام پر حملہ ہے۔ اس لئے نہائت ہی فاسقانہ اور برا رویہ ہے۔ اور فرط ہے۔ اور فطرت کے ساتھ بدعہدی کی دلیل سے ایسے مجرم ذلیل کو نہائت ہی رسوا اور ناقابلِ اعتبار قرار دیتا ہے۔ پس ان جرائم کے مرتکب کو اپنے اس بھائی سے عفو طلب

له جیسے کہ احادیث صحیحہ میں وضاحت کی گئی ہے۔ منجملہ مشکوٰۃ کتاب الآداب باب حفظ اللسان فصل ثانی میں احادیث متعلقہ مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

کرنا چاہئے ۔ جس کا وہ مجرم ہے (اور اگر کسی مخصوص وجہ یا حالات کی رو سے یہ ممکن نہ رہا ہے ۔ تو اس بھائی کے لئے استغفار کرنا
چاہئے جس کے حقوق اخوت کو وہ غیبت وغیرہ جرائم سے پامال کر چکا ہے) اور بہ استثنائے عفو جیب یہ جرائم منصب تحکیم العدل کے سامنے
مستحق ہو جائیں گے ۔ تو درجات جرمیۂ فساد و افترا کی مطابقت کے ساتھ مستوجب سزا و عقوبت قرار پائیں گے ۔ جیسے کہ گالیوں
کے بیان میں اس پر بحث گزر چکی ہے ۔ مرجع فطری عزّ وجل نے کتاب مجید میں ان تمام کذبیات کو تفصیل کے ساتھ بیان فرما

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسَىٰ
أَنْ يَكُونُوا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسَىٰ
أَنْ يَكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ ۖ وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ
وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ ۖ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ
بَعْدَ الْإِيمَانِ ۚ وَمَنْ لَمْ يَتُبْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ
الظَّالِمُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا
كَثِيرًا مِنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ ۖ وَلَا
تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ۚ أَيُحِبُّ
أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ ۚ
وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ
رَحِيمٌ ۝ (حجرات ـ ع ۲)

اے مومنین مرد مردوں پر نہ ہنسیں ممکن ہے جن پر وہ
ہنستے ہیں ۔ وہ ان سے بہتر ہوں ۔ اور نہ عورتیں عورتوں پر
ہنسیں ممکن ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں ۔ جن پر وہ ہنستی
ہیں ۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو طعنے مت دو ۔ اور
نہ ایک دوسرے کے نام دھرو ۔ ایمان کے بعد ایسی بد تہذیبی
کا نام ہی برا[2] ہے ۔ (گویا بمطابق خیر الاصحاب[3] عند اللہ
خیرھم لصاحبہ مومن کو اچھا ہمنشین ہونا چاہئے) اور
جو ان (جرائم سے) باز نہ آئیں ۔ پس وہ ظالم ہیں ۔[1] اے
مومنین بہت سے گمانوں سے بچو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں
اور ایک دوسرے کے متعلق تجسّس نہ کیا کرو اور تم میں ایک ایک
کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہے ۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو گوارا کر
سکتا ہے ۔ کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے پس تم
اس سے کراہت کرو اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ رجوع ہونے
والا اور رحم کرنے والا ہے ۔

فرمان بالا میں اللہ عزّ وجل نے جہر السو کیلئے تجسّس عیوب اور غیبت سے (جو بدنامی اور بدگمانیوں کو پھیلا دیتی ہے اور حسد[4] و بغض وحر

---

[1] (مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان مطالعہ فرمائیں)
[2] چنانچہ اس استفسار کے جواب میں ای المسلمون خیر فرمان مصطفوی من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ
(مشکوٰۃ کتاب الایمان فصل اول بحوالہ بخاری ومسلم) اسی کیفیت ایمانیہ کی وضاحت ہے ۔ نیز فرمان مصطفوی لاتسبن احدًا
(تو کسی کو برا مت کہہ) اسی حقیقت عدلیہ کی شرح ہے ۔ چنانچہ جابر ابن سلیم فرماتے ہیں ۔ کہ اس فرمان مصطفوی کے بعد کسی آزاد کو
یا غلام کو حتیٰ کہ کسی اونٹ کو یا بکری تک کو بھی میں نے برا نہیں کہا ۔ (گالی نہیں نکالی) (کیونکہ بنی نوع کے ساتھ اخوت نوعی اور حیوانات
کے ساتھ اشتراک عنصری کی فطرت اسی سلوک عدلیہ کے لئے فیصل بالحق ہے ۔ نیز مظاہرہ فرطیہ اس نفس کی طرف عود کرتا ہے ۔ جو
اس کا مرتکب ہے ۔ اور اسے مستحق عقوبت قرار دیتا ہے) (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب الصدقہ مطالعہ فرمائیں)
[3] وہی شخص اللہ کے نزدیک خیر الاصحاب ہے ۔ جو اپنے ہمنشین کے لئے بہتر ہے ۔ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق)
[4] احادیث صحیحہ میں ان معائب سے بچنے کی وضاحت ناطق بالحق ہے ۔ منجملہ مشکوٰۃ کتاب الادب باب ما ینہیٰ عنہ من التہاجر مطالعہ فرماویں)

Marfat.com

اس کی اساس تخلیق ہے) اور بدگمانی سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ اور اسی میں اس شخص کے لئے جس پر بدگمانی کی جا سکتی ہے۔ مشتبہ اسباب و واقعات کی وضاحت کرنے کا حکم بھی مقصود ہے۔ تاکہ بدگمانی پیدا نہ ہو۔ گویا وہ بھی اجتناب از ظن کی ایک شق ہے۔ یا ظنیات بد کا مطمح قرار پانے سے تحفظ نفس ہے۔ بعض گمان کاذبہ واقعات کے ساتھ اختلاف کی دلیل سے چونکہ کذبیات ہیں۔ پس ان کی نفس انسانی میں تمکین اسے مرجع فطری عزوجل کے حضور میں مستوجب اجتناب قرار دیتی ہے۔ اور وہ ان فسادات کی اصل ہے۔ جو بغض و کینہ کے ساتھ تدبیر منزل اور سیاست مدن کو اس دلیل سے متاثر کرتے ہیں۔ کہ افراد اساس مدن ہیں۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے۔ تو چونکہ اندفاع ظلم عدل ہے۔ اس لئے اس کے ظلم کو منصب تحکیم العدل کے حضور میں حصول عدل کے لئے بیان کرنا منجملہ عدل ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ	اللہ برائی (عیوب) کو منتشر کرنا پسند نہیں کرتا لیکن
اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ (سورہ نساء۔ ع ۲۱)	جو مظلوم ہو۔

اور اسی دلیل سے جس شخص کی کذبیات کے اثر سے نظام منزل و مدن کے متاثر با خلل پذیر ہونے کا اندیشہ ہو۔ اس کے تاثرات کذبیہ سے منزلی و مدنی نظام کو بچانے کے لئے معیار تحفظ کے مطابق اظہار سو، تقاضائے عدل کی ایفاء ہے۔ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے حاضری کے لئے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا اس کو اجازت دو۔ بحالیکہ وہ اپنی قوم کا برا آدمی ہے۔ جب وہ خدمت میں حاضر ہوا۔ تو وہ صلعم اس کے ساتھ نہایت کشادہ روئی سے پیش آئے جب وہ چلا گیا۔ تو حضرت عائشہ نے فرمایا یا رسول اللہ آپ نے تو ایسے فرمایا تھا۔ پھر آپ اس کے ساتھ کشادہ روئی سے ملے۔ تو آپ نے فرمایا تو نے مجھے کب فحش بولنے والا پایا ہے۔ قیامت کے دن وہ شخص از روئے مقام اللہ کے نزدیک شر الناس ہوگا۔ جسے لوگ اس کے شر کے ڈر سے ملنا چھوڑ دیں (متفق علیہ۔ مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان) اور دو رخا پن (سامنے کچھ اور پیچھے کچھ) اختلاف اقوال کی دلیل سے (جو اختلاف ارادہ و اقوال پر شہادت ہے) بدیہی طور پر کذب کی ایک نوع ہے۔ اور مظہر نفاق ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:-

وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ	جب وہ مومنین سے ملتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ ہم ایمان لائے
وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ	اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ علیحدہ ہوتے ہیں۔ تو ان
اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ..... الخ (بقرہ)	سے کہتے ہیں۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور (مومنین سے تو) ہم ٹھٹھا کرتے تھے۔

(رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قیامت کے دن دو رویہ شخص کو بدترین لوگوں سے پاؤ گے وہ آتا ہے۔ ایک جماعت کے پاس ایک منہ سے اور دوسری جماعت کے پاس دوسرے منہ سے) (متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الادب باب حفظ اللسان)

اسی طرح خوشامد حقیقت سے متجاوز ہونے کی دلیل سے کذب ہے۔ کیونکہ خوشامد میں منجملہ ان صفات کے ساتھ بھی

ا؎ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا ۝
اس چیز کی مت پیروی کر جس کا تجھے علم نہیں۔ تحقیق کان آنکھیں اور دل سب سوال کئے جائیں گے۔ (بنی اسرائیل۔ ع ۴)

Marfat.com

مدح کی جاتی ہے۔ جو ممدوح میں موجود نہ ہوں۔ اور چونکہ خوشامد ممدوح کے نفسانی رجحانات قبول کو مستلزم ہے۔ اس لئے مادح و ممدوح دونوں کے نفوس میں اس کے ذریعہ کذب کی کیفیت کا ہوجانا لازم ہوجاتا ہے۔ اور مادح بھی چونکہ جانتا ہے کہ بعض صفات جو وہ بیان کرتا ہے۔ ممدوح میں موجود نہیں۔ اس لئے وہ اختلافِ فکر و عمل کی دلیل سے مظہر نفاق ہے اور ممدوح کا اپنی ذات پر ان صفات کے اطلاق سے خوش ہوجانا باوجود اس کے کہ وہ جانتا ہے۔ کہ وہ صفات اس میں موجود نہیں ہیں۔ گویا اس میں کیفیت نفاقیہ کی پیداوار ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے۔

لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّ يُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ (آل عمران - ع ۱۹)

تم ان لوگوں کے متعلق نہ سمجھنا۔ جو اپنے کارناموں پر خوش ہوتے ہیں۔ اور وہ پسند کرتے ہیں۔ کہ وہ مدح کئے جائیں ان کاموں سے جو انہوں نے نہیں کئے۔ اور بالکل نہ سمجھنا کہ وہ عذاب سے چھٹکارا پاسکیں گے۔ اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے :-

گویا صفت واقعی کی بھی موصوف کے روبرو مدح اس دلیل سے کہ وہ محرکِ احساسات ہے۔ اس میں فرحت کی کیفیت پیدا کرسکتی ہے۔ اور اس تحریکِ احساسات اور فرحت کی ارتقائی صورت یہ ہے۔ کہ وہ ان صفات کی تعریف کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ جو اس میں موجود نہیں جو موجبِ لطرد رہا ہے۔ درآں حالیکہ اخلاقِ عدلیہ اس عزّوجل کی معیتِ عدلیہ کو بحیثیت مبدأ ارواح مستلزم ہیں۔ اس لئے ظہورِ خیر پر اس کے حضور میں شکر کی بجا آوری یعنی فطری لگاؤ اور رجوع شعوری کے ساتھ اس کی ذات میں استغراق تقاضائے عبودیت ہے۔ اور فرحت چونکہ اس تقاضائے فطری کی جانب مخالف ہے۔ اس لئے کذب اور اس کی ارتقائی صورت ارتقائے کیفیت کذب ہے۔ پس ایسے معائب نفاقیہ کو تصرفِ فعال اور تربیتِ قاہرہ کے ذریعہ نفس ملت سے خارج کردینا چاہئے جو ابوالانس کے تقاضا ہائے ابوتِ فعال کی ایفا ہے۔

کسی کا مال ناجائز ذریعہ سے حاصل کرلینا خواہ وہ حکام کو تاریکی میں رکھ کر یا انہیں ناجائز طور پر[1] متاثر کرکے حاصل کیا جائے یا فریب سے ہو یا چوری کے ذریعہ یا رشوت[2] سے ہو۔ یا خیانت[3] سے ہو یا غصب[4] سے ہو۔ یا اثنائے جہاد میں مال

[1-2] وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ۔ معاملہ کو حاکم تک اس لئے نہ پہنچاؤ کہ انہیں قوت استدلالیہ یا سفارش یا رشوت سے متاثر کرتے ہوئے لوگوں کے مال سے باطل کے ساتھ کھا جاؤ۔ اور اس کا معنیٰ جداگانہ حیثیت کے ساتھ رشوت سے امتناعِ خصوصی پر بھی محمول ہے۔ یعنی مال حاکموں تک نہ لے جاؤ۔ تاکہ ...... الخ۔ بقرہ ع ۲۳ نیز صحیح بخاری باب ہدایا العمال اور مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب رزق الولاۃ وہدایاہم مطالعہ فرماویں۔

[3] يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ (انفال - ع ۳)

[4] وَكَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ يَّاْخُذُ كُلَّ سَفِيْنَةٍ غَصْبًا (کہف - ع ۱۰)

Marfat.com

غنیمت سے کچھ امیر اور عسکر سے چھپا کر لے[1] لیا جائے یا ناپ[2] اور تول میں گھٹا کر یا دھوکہ سے حاصل کیا جائے۔ یا سود[3] کے ذریعہ بنی نوع کے اموال کو ظلم کے ساتھ اپنی طرف کھینچ لیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب شہادتِ فرمانِ ربانی لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ[4] بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اس دلیل سے قبائحِ کذبیہ ہیں۔ کہ واقعات اور حقائق کی اضداد ہیں۔ اور ارادہ کی کیفیت فکریہ یا علمیہ سے مختلف ہیں۔ اور چونکہ یہ تمام متذکرہ قبائحِ کذبیہ افراد کو متاثر کرتے ہوئے نظامِ منزل و مدن میں فساد کے ساتھ خلل پیدا کرتی ہیں۔ اس لئے منصبِ تحکیم العدل کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ تحقیق جرائم پر حسب درجات جرائم سزا و عقوبت نافذ کرتی ہوئی صاحبانِ حقوق کی ایفا کرے۔ جو تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

علیٰ ہذا فضول خرچی یا ضرورت سے کم خرچ کرنا بھی اس دلیل سے نوع کذب ہے۔ کہ اس میں اموال کے مصارف جائز سے اختلاف کیا جاتا ہے۔ گویا حقیقت سے اختلاف عملی اسے کذب قرار دیتا ہے۔ یعنی خرچ میں اعتدال اور ذی استحقاق مصارف پر اس کا نفق معتدل یہ حقیقت کے ساتھ اتحادِ عمل کی دلیل سے صدق ہے۔ اور اس سے اختلاف کذب ہے

اور چونکہ افراد اور ان کا مال و جان اساسِ مدن ہے۔ اور ان کا اسراف و اقتر سیاستِ مدن کو فساد کے ساتھ متاثر کرتا ہے۔ اس لئے فردیتِ امارت یا ابوت انس کو افراد کے شخصی اور منزلی حالات کے نظم و ضبط کے ساتھ معیار ہر گونہ مصارفِ خورد و نوش و لباس و علاج و شادی و نکاح و مرگ وغیرہ مقرر کر دینا چاہیئے۔ تاکہ وہ ماحولی تاثرات کی وجہ سے اسراف یا اقتر میں مبتلا ہو کر شخصی ضعف یا بخل کے ساتھ سیاستِ مدن کو متاثر نہ کریں۔

یعنی سیاستِ مدن کو ارکانِ مدن کی جملہ ضروریات و حوائجِ متعلقہ کا اندازہ کرتے ہوئے ان پر نفق کا ایک معیار مقرر کرنا چاہیئے۔ جو تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور ان کو تبذیر یا اقتر کے خطروں سے بچا سکتا ہے۔ مرجعِ فطرت عزّ و جل فرماتا ہے۔

اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ۝ (الفرقان ۔ ع ۶)	جب وہ خرچ کرتے ہیں۔ تو اسراف نہیں کرتے اور نہ کنجوسی کرتے ہیں۔ بلکہ اس کے مابین اعتدال ان کا دام ہے۔

اور چونکہ وحدتِ اجتماع اور فردیتِ امارت تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اس لئے فرامین ربانی سے مقصودِ خطاب افرادِ ملت اور ان کا نظام اجتماعی ہے۔ آیۂ اَطِيْعُوا اللّٰهَ[5] وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ سے تعین فردیت آمریت اسی حقیقت علیہ پر شہادت فردیت الوہیت ہے۔

اس کے بعد ارکین ملت و مدن سے اگر کوئی شخص نفق میں معیار عدل کو چھوڑتے ہوئے فساد کا افتتاح کرتا ہے تو سیاستِ مدن اسلامیہ کو اپنی ہیبت قاہرہ کے ذریعہ میزان العدل نفق کے عمل کو سیاستِ مدن میں تمکینِ مستحکم کے ساتھ انجام

---

۱ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ..... الخ ۔ (آل عمران ۔ ع ۱۷)

۲ وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ ۝ وَاِذَا كَالُوْهُمْ اَوْ وَّزَنُوْهُمْ يُخْسِرُوْنَ ۝ التطفیف

۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا ..... الخ (آل عمران ۔ ع ۱۴)

۴ ایمان والو تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریق سے مت کھاؤ ..... الخ (نساء ۔ ع ۵)

۵ اطاعت کرو اللہ کی اور رسول کی اور جو تم میں سے اولی الامر ہو۔ (النساء)

Marfat.com

دینا چاہیئے۔

مرجعِ فطری آمر بالعدل عزّوجل نے قصاص اور حدود کے آئین ہائے اصولی مقرر کرنے کے بعد ہر فرعی سزا و عقوبت کا تعین اول المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی تبعیت میں فردیت امارت کے سپرد کیا ہے۔ اس دلیل سے کہ نورِ ایمان یا نورِ نفس دستورِ عدل (قرآن حکیم) کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اس لئے کہ اس کے ترشحات کامل دستوری حیثیت رکھتے ہیں۔ پس ہر قسم کی سب سزاؤں کا الگ الگ ایک ایک محور مقرر ہونے کے بعد (جس کے تعین کا اس عزّوجل کی طرف نزول دستورِ عدل میں نفسِ انسانی کے احتیاجِ فطری کی دلیل سے صرف مرجع فطری عزّوجل کو حق پہنچتا ہے) مقتضیاتِ دہر کے مطابق ہر زمانہ میں منصب تحکیم العدل ہر محورِ حدود کے گرد فروعی حدود کو متداور کرسکتا ہے۔ اور جیسے ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ کا نزول اور ان میں استغراق کا طریق صرف اس عزّوجل کے دستِ قائم بالقسط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور استغراق کی عملی تمکین عادل فعال سنتِ مصطفوی سے اور آپ کی پیروی میں ملّتِ وسط کے نفسِ فعال کے عمل سے متحقق ہوتی ہے۔ ایسے ہی سیاستِ مدن میں میزان العدل آئین یعنی ام بلئے آئینِ عدل کا تعین آمر بالعدل عزّوجل کے دستِ قائم بالقسط کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور عمل تنصیف و تقسیم دستِ مصطفوی اور آپ کی پیروی میں آمر بالعدل فردیتِ امارت سے متعلق ہے۔ جیسے (بروایت ترمذی) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ ابن جبل کو یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کس چیز سے مقدمات میں فیصلہ کروگے۔ تو آپ نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اگر اس میں نہ پاؤ تو پھر آپ نے جواب دیا سنت نبوی صلعم سے پھر حضور صلعم نے فرمایا۔ اگر اس میں نہ پاؤ۔ تو آپ نے عرض کی اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس خدا کا شکر ہے۔ جس نے رسول اللہ کے رسول کو اس چیز کی توفیق عطا کی ہے۔ جو اس کے رسول کو محبوب ہے۔

پس منصب تحکیم العدل کی قوتِ تحکیمیہ مجتہدہ پر بالعدل عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ وقوعِ جرائم پر آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے ساتھ آیۂ متعلقۂ سرقہ اور آیۂ جلدہ متعلقہ فاحشہ کے اس دلیل سے تطابقِ عدلیہ کے تحت

(کہ تمام جرائم منجملۂ فساد ہیں۔ اور ملّتِ اسلامیہ کے افرادِ مستدرجہ فی العدل اور اقوام صاغر مثل اجرائے حدود ہیں۔ اور ان کے نفسیات وماحول کی تشخیص اور ادیان اقوام صاغر کی رعایت بالعدل جو تقاضائے اخوتِ عہدیہ کی ایفا ہے۔ منصب تحکیم العدل پر عائد بالعدل ہوتی ہے)

قتل وصلیب اور قطع دست و پا علیٰ خلاف یا حبس دوام اور قطع دست یا حبس تا اصلاح اور جلدہ زنی اور حسب درجاتِ جرائم مقادیر عدلیہ کے ساتھ سزائے حبس تا یقین اصلاح تجویز کرسکتا ہے۔ دراں حالیکہ اس کا نورِ فکر یا نورِ شعور دستورِ عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ اور اسکی ایک ایک جنبش لب ایک ایک حرکت سکنت کامل دستوری حیثیت رکھتی ہے۔ اور دستورِ عدل کی شرح متشکل ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جرائم مفسدہ بھی اصول تدریج کے تحت اپنی ابتدائی حیثیتوں سے ارتقائی کوائف کی طرف بڑھتے ہیں۔ اس لئے لنظام اجتماعی پر عائد ہوتا ہے۔ کہ اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت میں فساد

ملہ جیسے کہ جلد اول میں عنوان تنزیل دستور ...... الخ کے تحت اس پر مفصل بحث گذرچکی ہے۔

کو اپنی ابتدائی درجات میں دبا دے اور چونکہ فساد کے ابتدائی درجات میں حبس تا اصلاح کا نفاذ تقاضائے عدل کی ایفا ہے
اس لئے ضروری ہے۔ کہ گالی گلوچ۔ شراب نوشی۔ قربِ فواحش۔ باہم طعنہ زنی اور القاب فاحشہ وغیرہ۔ خیانت۔ اور
ہر قسم کے جھوٹ وغیرہ کے عوض جن کا ذکر اوپر گذر چکا ہے۔ اگر اُن کے درجات جرمیہ کی مطابقت کے ساتھ سزائے حبس
نافذ با العدل قرار پاتی ہے۔ تو مقادیر مندرجۂ عدلیہ کے ساتھ اس وقت تک جاری رہنی چاہیئے جب تک تجدید اعمال
مبادیٔ اعمال پر متاثر ہوتی ہوئی اُن میں اصلاح متحقق کر دے جو ارتکاب جرائم سے باز رہنے کے عہد صادقہ کے ساتھ متشکل
ہوتی ہے۔
نیز بعض جرائم کذبیہ پر مشابہت افترا یا ان کے ارتکاب سے امکان افترا کی دلیل سے حسب درجاتِ جرمیۂ خفیفہ و
شدیدہ منصب تحکیم العدل ملّتِ اسلامیہ کے افراد مندرجہ فی العدل پر عقوبت جلدہ زنی بھی اس تعداد عدلیہ کے ساتھ نافذ
بالعدل کر سکتی ہے۔ جو ہر دو جوانب میں موجب تنصیف صحیحہ ہو۔ اور وضاحت متذکرۃ الصدر عنوان ہذا کے تحت چونکہ غائیت
جرم افترا کی سزا اسّی دُرّے ہے۔ اس لئے مشابہات افترا یا امکانات افترائیہ کی صورت میں ان کی تعداد حسب درجات مندرجہ
کم ہونی چاہیئے۔ علیٰ ہذا جرائم کے کوائف خفیفہ کی دلیل سے مماثلاتِ جلدہ کا استعمال بھی تطابق عدل و فطرت ہے۔ یہ ہر گونہ حدود
اور عقوبت ہائے عدلیہ نفوس مفرط کے قوائے تحریک کو متاثر کرتے ہوئے ان کے ادراک کو اس دلیل سے کہ تحریک محل ادراک
ہے۔ اختیاراً اہتمام عدل کی طرف لوٹا دینے کی جدوجہد ہے۔
رذائلِ اخلاق یا جرائم کا خاتمہ تو مبادی اعمال میں تمکین عدل سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے فطرت میں عدل متمکن کر
دینا چاہیئے اسی سے فضائل اخلاق کا تحقق ہوتا ہے۔ جو صدقِ فطرت ہے۔ اور مکارم و محاسن نفس عادل و صادق کے ترشحاتِ
فطری قرار پاتے ہیں۔ اور جب مبداءِ اعمال میں کذب واقع ہو جاتا ہے۔ تو کلیات و جزئیات میں ترشحات کاذبہ کے ساتھ
کذب فطرت ظہور پذیر ہوتا ہے۔ اس لئے فطرت سے کذب کو خارج کر دینا چاہیئے۔ اور صدق کو اس میں متمکن کر دینا چاہیئے
جو صادق حقیقی مرجع فطری عزّوجل کی ذات میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ اور یہ اجرائے حدود فرطِ تحریک کی تصغیر و تعطل
سے اختیاراً اہتمام عدل یا اس پر استقلال کیلئے فردیت امارت کی متصرف با العدل قوت فعالیہ کے ساتھ ہیبتِ شمشیر کے اتحاد
کی سیاستِ مدن میں دافع فرط جدوجہد عدلیہ ہے۔
نیز جرم کا تحقق اور اجرائے حد جوانبِ میزانیۂ سیاست ہیں۔ اس لئے تحقق جرم اگر مشتبہ ہو یعنی جب تک منازل
تحقیقیہ طے کرتے ہوئے ثابت نہ ہو جائے۔ اس وقت تک حدود کا نفاذ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ہو تو جوانبِ میزانیۂ سیاست
میں قسطاسِ عدل کا اپنی استقامت سے سقوط ہو گا۔
اس لئے منصب تحکیم العدل کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ہر گونہ جرائم کے عوض اجرائے حدود سے پہلے ان جرائم کو
دلائل اور شواہد سے متحقق کرے۔ اور تحقیق کاملہ کے بغیر ہر گز حکم نافذ نہ کرے اور مجرمین کو وہ تحقیق جرم تک اس دلیل سے
محبوس یا احتیاطِ اعتمادی کے ساتھ جو بجائے حبس ہے۔ پابند یعنی زیرِ ضمانت رکھ سکتا ہے۔ کہ حبس یا احتیاط اعتمادی مجرمین
پر اجرائے امر با العدل کی قدرت قاہرہ کو اندیشۂ ضعف سے محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ مندرجۂ ذیل حدیثِ نبوی انہی حقائق بالا
پر شہادت ہے۔
عَنْ بہز ابن حکیم عن ابیہ عن جدّہٖ — بہز ابن حکیم نے اپنے باپ سے اس نے اس کے دادا

Marfat.com

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم حَبَسَ رجلا فی تھمۃ رواہ ابوداؤد وزادہ ترمذی والنسائی ثمّ خلّی عنہ

سے روایت کی ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو تہمت میں قید کیا اور نسائی اور ترمذی نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ پھر اس کو چھوڑ دیا (یعنی قصور ثابت ہونے پر)

(مشکوٰۃ۔ کتاب الامارۃ والقضا) باب الاقضیہ والشہادات

اور دعویٰ یا جرم کے تحقق کا معیار دلائل و شواہد کی روشنی میں منصب تحکیم العدل کی قوت تحکیمیہ ہے جس کے ذریعہ وہ شاہدوں کی شہادت کو دلائل معیاریہ کے ساتھ باالعدل قبول بھی کر سکتا ہے۔ اور باالعدل سترد بھی کر سکتا ہے۔ اور کسی جرم یا دعویٰ پر کوئی شاہد نہ ہو تو (جرائم فاحشہ یا قتل وغیرہ پر جن کا تحقق شہادات کو مستلزم ہے۔ اور ہر قسم کے جرائم پر وہ معیار عدل پر راسخ دلائلِ محققہ کے نفاذ کا اختیار رکھتا ہے۔ جو اس کی حقیقتِ نفس کے دستور عدل کے ساتھ اتحاد منور کی دلیل سے ازروئے فطرت مطابقت کے ساتھ نفسِ مدن میں موجب تمکینِ عدل ہیں۔ اور دستور عدل کے ساتھ ازروئے نفاذ متحد باالعمل قرار پاتی ہیں۔

چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلّم کا اجرائے واورائے حدود میں تقاضائے فطرتِ فعال کی الفائے فطریہ اور جرائم فاحشہ وافترائیہ کا تعین شہادات کے ساتھ تحقق مدللہ وراسخہ اور جرائم قتل میں بصورت نایابی شہادات محققہ قسامت جیسے کہ عنوان اقسام قتل و دیت میں بحث گذر چکی ہے۔ اور مقدمات اموال میں اس صلعم کا ایک شاہد اور قسم کے ساتھ فیصلہ یا محض اپنی رائے منورہ و مدللہ کے ساتھ نفاذ عدل اور خائن اور خائنہ۔ زانی یا زانیہ کی گواہی کو مسترد فرمانا (کیونکہ اخلاق رذیلہ کذب فطری کا مظاہرہ ہیں) اور شہادت عدو اور شہادت قانع لاھل البیت کا (ان کے رجحانات و توجہات عنصری کی دلیل سے) استرداد انہی حقائق عدلیہ متذکرہ پر شاہد[1] باالحق ہیں

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے چونکہ فیصلہ میں عدل ہر گونہ وضاحت چاہتا ہے۔ پس مدعی یا مدعا علیہ اگر خود اپنے حق کو وضاحت کے ساتھ پیش نہیں کر سکتا۔ تو اس کی طرف سے وکیل کو وضاحت حالات کے ذریعہ امر باالعدل پر معاونت کرنی چاہئے اللہ عزّ وجل فرماتا ہے۔

فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ (البقرہ۔ ع)

پھر جس کے ذمہ حق عائد ہو وہ سفیہہ یا کمزور ہے یا خود ادائے مطلب نہیں کر سکتا۔ تو اس کا وکیل انصاف کے ساتھ مطلب ادا کرنا جائے۔

مگر باطل کو جانتے ہوئے نہ اسے پیش کرنا چاہئے۔ نہ اس پر اصرار کرنا چاہئے۔ کیونکہ منصب تحکیم العدل حالات واضحہ کی بنیاد پر فیصلہ کریگا۔ اس لئے حالات سے تاریک رکھنے کا جرم اس شخص پر عائد ہوگا۔ جو بحیثیت مدعی یا مدعا علیہ یا شاہد یا وکیل باطل پر جھگڑتے ہوئے منصب تحکیم العدل کو دھوکا دیتا ہے۔

پس سیاستِ مدن کو ہیبتِ عدل ایسے مجرمین پر نافذ کر دینی چاہئے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص پر غیر محصن ہونے کی حیثیت سے حد جاری فرمائی پھر معلوم ہوا۔ کہ وہ محصن[2] تھا۔ تو دوبارہ حد نافذ کی گئی۔

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا۔ باب الاقضیہ والشہادات

[2] دراں حالیکہ محصن یا غیر محصن میں یہ امتیاز نفس دہر کے تقاضاؤں کی الفاتی۔ تفصیل گذر چکی ہے۔

Marfat.com

پس حدّ اوّل منصب تحکیم العدل کو خالات سے تاریک رکھنے کے جرم میں محسوب ہوگی۔ اس لئے دعویٰ کاذبہ یا وکالت کاذبہ یا شہادت کاذبہ اپنی فطرتِ کذبیہ کی شہادت کے ساتھ منصب تحکیم العدل اور سیاستِ مدن کے حضور میں مجرم کی حیثیت سے سزا و عقوبت کی مستحق ہیں۔ پس یا تو تشابہ افترا کی دلیل سے اُن پر جلدہ زنی کا نفاذ حسب درجات جرمیہ تقاضائے عدل کی ایفا ہے یا آیۂ يُنفَوْا مِنَ الأَرْضِ کے تحت اس وقت تک ان کو محبوس کر دینا چاہئے جب تک کہ وہ توبہ کریں۔ اور ان کی ادراک و تحریک اہتمام عدل کی طرف رجوع متحقق ہو۔ بخاری و مسلم میں مروی ہے۔ کہ اللہ عزّوجل کے نزدیک الالدّ الخصم (ناحق جھگڑنے والا) بہت مبغوض ہے۔

نیز (بروایت بخاری و مسلم بحوالۂ مشکوٰۃ) آں صلعم نے فرمایا میں تمہاری طرح بشر ہوں (اس میں منصب تحکیم العدل کی طرف اشارہ ہے) اور تم میری طرف جھگڑا لے کر آتے ہو۔ اور ممکن ہے تم میں سے کوئی شخص اچھی طرح اپنے دلائل کے ساتھ تقریر کر سکتا ہو۔ پس میں اگر دلائل مسموعہ کی بنا پر اس کے حق میں حکم دیتا ہوں اور اس کے بھائی کے حق سے کچھ اس کے لئے فیصلہ کر دیتا ہوں۔ تو اس کو چاہئے۔ کہ ہرگز اسے حاصل نہ کرے کیونکہ وہ آگ کا ٹکڑا ہے۔ جو میں نے اس کیلئے قطع کیا ہے۔

ان ہر دو احادیث میں دعوئے کاذبہ اور وکالت کاذبہ کی مجموعی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ علیٰ ہذا متعدد احادیث اس بارہ میں مروی ہیں (مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ باب الاقضیہ والشہادت مطالعہ فرماویں)

اجرائے حدود تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اس لئے جب مجرم پر حد نافذ ہو جاتی ہے۔ تو ایفائے تقاضا کی دلیل سے اس جرم کے بوجھ سے وہ سبکدوش کر دیا جاتا ہے۔ اور اس حقیقت پر میزان العدل آئین کی وہ فطرت شاہد ہے۔ جو جوانب میزانیہ کے وجود سے ہر دو جوانب میں ثقل وزن سے مفہوم عدل کو متحقق کرتی ہے۔ اس لئے محدود کو لعن وطعن کرنا مفہومِ عدل سے تجاوز ہے۔

کتابت و وکالت و شہادت میں امر بالعدل کا مقصد منصب تحکیم العدل کیلئے مقدمات متعلقہ دعویٰ یا جرم کی وضاحت صادقہ مقصود ہوتی ہے۔ اس لئے سفارش یا رشوت[*] سے منصب تحکیم العدل کو متاثر کرنے کی کوشش اس وضاحت صادقہ کے مقصد کو باطل کر دیتی ہے۔ جو اساس صحت تحکیم ہے۔ اور سیاستِ مدن کے استحکام میں نشر ظلم کے امکانات کی دلیل سے موجب خلل ہے۔ جو فساد ہے۔ اس لئے سفارش کرنے والا اور رشوت دینے والا سیاستِ مدن کے مجرم ہیں۔ (احادیث متعلق رشوت و سفارش مشکوٰۃ المصابیح کتاب الامارۃ والقضا میں مطالعہ فرماویں)

اور منصب تحکیم العدل اگر سفارش یا رشوت کو قبول کر لیتا ہے۔ تو یہ اور ہر گونہ اختیار ظلم اسے استحقاق منصب تحکیم سے ساقط کرتا ہوا دیگر مجرمین کی نسبت عقوبتِ شدیدہ کا مستوجب قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ جرم معین کے علاوہ سیاستِ مدن یا ملّت کے نظام اجتماعی کو عہود و مواثیق عدلیہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اپنے فریب میں مبتلا کرتا ہے۔ اور منصب تحکیم العدل پر فائز ہوتے ہوئے امر بالمعروف کی بجائے جادۂ ظلم اختیار کر لیتا ہے۔ پس بحق دولت وسطیہ اسے منصب تحکیم العدل سے دولتِ وسطیہ کی قوت کے ساتھ الگ کرتے ہوئے۔ اور اس کے جرائم کا معیار عدل

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب الاقضیہ والشہادات [2] وَتُدْلُوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ ...... الخ (بقرہ) نیز

[*] مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ فصل اوّل حدیث عن ابی حمید ساعدی اور کتاب الحدود باب الشفاعۃ فی الحدود مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

پر احتساب کرتے ہوئے اس کے لئے عقوبت اصلاحیہ کو نافذ کرنا چاہیئے۔ اور اسی لئے احتساب استعداد میں معیار کشف و تحمل پر ولّا کا اختیار ہی خطراتِ ظلمیہ سے دلیل حفظ ہے۔ کیونکہ تحقق کشف و تحمل جو عدل نفس ہے۔ نفس ناطقہ کو دستورِ عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔ اور اس کے ترشحات کو دستوری حیثیت عطا کرتا ہے۔ جو نوعِ انسانی میں نفاذ امر بالعدل کا استحقاق ہے۔ اور اسی دلیل سے دعوی کی حقیقت اور جرم کے تحقق کا معیار اس کی قوت تکبیبہ قرار پاتی ہے۔ (جیسے کہ وضاحت گذر چکی ہے)

نیز اجرائے حدود میں یہ حقیقت ہر گاہ زیرِ نظر رہنی چاہیئے کہ رعایت تدریج تقاضائے فطرت کی ایفا ہے اس لئے جرائم کے ابتدائی مراحل اور ان کی شدّتِ مستدرجہ کی مطابقت کے ساتھ اجرائے حدود میں تدریجی شدّت اختیار کرنی چاہیئے۔ جو تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور اس کا ترک خلاف عدل ہے۔ اور ظلم ہے۔

الحاصل سیاستِ مدن یا فردیت امارت اسلامیہ کو اپنی قوت فعالیہ کے ذریعہ ملّت کے نفوس میں تمکین عدل کی جدوجہد کے ساتھ جو فضائلِ اخلاق سے اتصاف کا ذریعہ ہے۔ منحرف بالعدل ہوتے ہوئے تکمیل تعدیل تک کے درجاتِ تدریجیۂ نفوس کے خطرات کو نفسِ ملّت سے عادل ہیبتِ مستدرجہ کے ذریعہ یعنی اجرائے حدود و قصاص کی شوکت کے ساتھ خارج کر دینا چاہیئے۔

خوف

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس)

قوت شہوی جب عنصریات کی طرف جھکاؤ میں حد عدل کو چھوڑ دیتی ہے۔ تو عنصری کیف لذیذ میں اس کا انہماک اس کی قوت غضبیہ میں جو اسی کثافت عنصری کی دوسری قوت ہے۔ جادۂ عدل سے دفع موانع کی خاصیت کو (جو اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس کے تقاضاہائے عدلیہ کی ایفا کے لئے اس کا فطری فعل ہے) ضعیف یا معطل قرار دیتی ہے۔ پس جب قوت شہوی نقطہ عدل سے تجاوز اختیار کرتی ہے۔ جو اس کا افراط ہے۔ تو قوتِ غضبی کا جادۂ عدل سے دفع موانع میں تعطل کہ وہ اس کی تفریط ہے۔ اور کثافیات کی ایفا کے لئے دفع موانع (جو اس کا افراط ہے) نفسِ انسانی کو دلیل کیف اضطراریہ سے جو ضد سکون ہے رذیلۂ خوف میں مبتلا کر دیتا ہے۔

علیٰ ہذا قوت شہوی کے ایفائے تقاضائے عنصری میں تفریط سے قوتِ غضبی کا جادۂ عدل سے دفع موانع میں تعطل کا واقع ہونا بھی اسی رذیلۂ خوف کی خاصیت کا مظہر ہے۔

گویا تمام تحریکی رذائل اخلاق جو مظاہر خوف ہیں۔ اسی افراط و تفریط قوتِ شہوی اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے جادۂ تعدیلِ نفس فرد و جماعت سے قوتِ غضبیہ کی خاصیت دفع موانع کے تعطل و تفریط

سے اور اس کے ایک جانب افراط سے رونما ہوتے ہیں۔ (اور اسی دلیل سے رذائلِ تحریکیہ کا بیان فرطِ غضب و شہوت کی وضاحت متحدہ کے ساتھ سپردِ قلم کرنا کافی سمجھا گیا ہے۔

اور چونکہ رذائلِ تحریکیہ کا بیان منجملہ ضابطۂ تعطلِ فرطِ داخلہ کی تشکیل ہے۔ اس لئے جرائم کی تدریجی حیثیتوں کی وضاحت رذائلِ تحریکیہ کی وضاحت کو ضروری قرار دیتی ہے) اور رذائلِ تحریکیہ ہر دو قوائے تحریکیہ کے فرطِ متحدہ کا اس کیفیت کے ساتھ نتیجہ ہیں۔ کہ قوتِ ادراکیہ کی قدرت بحیثیت مبداءِ عمل ان پر متحقق ہوتی ہے۔ اور اس میں خوف قوتِ تحریک کے افراط و تفریط سے واقع ہوتا ہے (یعنی جیسے فضیلتِ اطمینان نفسِ انسانی کی مجموعی جدوجہد سے نفسِ انسانی میں متحقق ہوتی ہے۔ ایسے ہی رذیلۂ خوف نفسِ انسانی کے فرطِ متحدہ کا نتیجہ ہے)

عنصریات کے تقاضاؤں کی ایفا میں قوتِ تحریک کی تفریط کا اوّلین مظہر خوفیہ تحمل نود یا اعتدالِ نفس کی جدوجہد سے (جو مرجعِ فطری کی طرف اس کے فطری لگاؤ کے تقاضا کی ایفا ہے) سقوط ہے۔ جو لذائذ عنصری میں انہماک کی وجہ سے واقع ہوتا ہے۔ نیز حوائجِ عنصری کی ایفا میں قوتِ تحریک کی تفریط بھی اسی رذیلۂ خوفیہ کا ایک مظہر ہے۔ جو نسل و حیاتِ انسانی کے بقاء و وجود پر اثر انداز ہونے کی حیثیت سے جرم انسانیت ہے۔

علیٰ ہذا حوائجِ عنصریات میں قوتِ شہوی کی افراط اور قوتِ غضبی کا جادۂ عدل سے اندفاع موانع میں تعطلِ خوف کی نہایت خطرناک قسم ہے۔ کیونکہ وہ لذائذ عنصری کی ایفا میں قوتِ غضبیہ کو جادۂ ایفائے مفرطات میں دافع موانع حیثیت دیتا ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ فطرتِ صحیحہ کے تقاضاؤں کی ایفا میں وہ ضعیف یا معطل قرار پاتا ہے پس ظلم۔ بطر۔ ریا۔ جہاد میں بے ثباتی۔ بے سکونی اور تہیائے قوت میں ضعف اور بنی نوع کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں بدوضعی اور رفتار و گفتار میں اتراہٹ اور خوشامد یا خوشامد پسندی اور بے حیائی اور فواحش اور اسراف و اقترا (فضول خرچی و کنجوسی) اور کسبِ حرام۔ خفتِ نفس (عزو وقار کی مظاہر اور اختیار لغویات) اور انظلام (ظلم کو قبول کر لینا) اور بدنظمی۔ (تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن میں نظمِ عادل کا قائم نہ رکھ سکنا) لذائذ کثافیات میں بہاؤ اور اضطرارِ نفس جو اطمینان و سکینہ کی ضد ہے اسی رذیلۂ خوف کے مظاہر ہیں۔ جو نفسِ انسانی کا نقطۂ عدل سے سقوط ہے۔

اور چونکہ مرجعِ فطری عزّ وجل آمر بالعدل ہے۔ اور نفسِ انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے آمر بالعدل ملّتِ اسلامیہ کے نفوسِ عادل مرجعِ فطری عزّ وجل میں استغراق کی دلیل سے اپنے نفوس کو عدل سے متحقق کرتے ہوئے خوف کو اپنی فطرت سے خارج قرار دیتے ہیں۔

پس مرجعِ فطری عزّ وجل کے ساتھ انہیں عدلی جنسیت حاصل ہو جاتی ہے۔ جو اس کی ولائیت کو مستلزم ہے۔

من نیم جنس شہنشاہ دور از و — لیک دارم در تجلّی نور از و
نیست جنسیت ز روئے اسم ذات — آب جنس خاک آمد در نبات

پس اس الحکم الحٰکمین عزّ وجل کے ساتھ ملّتِ اسلامیہ کے نفوسِ عادل کی جنسیت کا تحقق جس کا غلبہ و قہر تمام ملکوت ارضی و سماوی میں جاری و ساری ہے۔ انہیں تمام کائناتِ انسانی یا خلائف الارض پر جو جامع حقائق علوی و سفلی ہیں۔ فضل اور برتری کا فطری حق عطا کرتی ہے۔ یہی مقصود آیات ذیل ہے۔

أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ ٱللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ — مطلع ہو جاؤ کہ اللہ کے اولیا (دوست) ان پر خوف

Marfat.com

یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ
لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی
الْاٰخِرَۃِ لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ذٰلِکَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۝ (یونس - ع)

نہیں ہے۔ اور نہ وہ غم کرتے ہیں۔ جو مومن اور متقی ہیں۔
انہیں حیٰوۃِ دنیا میں بھی خوشخبری ہے۔ اور آخرت میں بھی
اللہ کے کلمات بدل نہیں سکتے۔ یہ فوزِ عظیم ہے۔
(خوف نہ ان کے نفوس کو لاحق ہوتا ہے۔ اور نہ حضورِ الٰہی
میں ان کے لئے واقع ہوتا ہے)

وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ
اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ ۝
اِنَّ فِیْ ھٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِیْنَ
(انبیآء - ع)

اور تحقیق ہم نے زبور میں ذکر کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ
تحقیق زمین کے وارث ہونگے میرے عبادِ صالح تحقیق اس
میں قوم عابدین کے لئے (مستخلف عزّ وجل کی طرف سے)
اطلاع ہے۔

(ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اس لئے زمین میں وراثت الٰہی قوت فعالیہ الہیہ اور اس کے تصرف اور اس کے جلال قاہرہ کی وراثت سے جو خلائف الارض میں متصرف ہوتا ہے تحقق پاتی ہے)

یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وحدت مرجع فطری ونسلی اس وحدت اجتماع کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی ایفاء سے قائم بالقسط ہو اور یہی حقیقت علیہ (وحدتِ متذکرہ) اس مکمل فطرت اور عادل فعال ابوت فاضلہ یا امارت کے لئے فردیت بالحق پر شاہد ناطق ہے۔ جو اساسِ عدل پر استوار تمام کائنات انسانی کو سلطان قاہرۂ عدل کے حضور میں جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ یعنی تمام عالم کو ملتِ متحدۂ عدلیہ کی معیت میں اپنے ان صاحب کشف وتحمل صاحب عدل نائبین کے ساتھ احاطہ کرنے کا حق رکھتی ہے۔ جو نورِ نفس یا عدل ادراک و تحریک کے ذریعہ تحکیم العدل کے ساتھ داخلی اور خارجی فرط سے نفس اجتماع اور جادۂ اجتماع عدل کو مطہر اور بے روک کر دیتے ہیں۔ دراں حالیکہ ملتِ وسط کے جملہ افراد امیر فرد کی قوت فعالیہ کے تصرف عادلہ کے ذریعہ (جو براہ راست اور توسیع ملّی کی دلیل سے اس کے نائبین فعال کے توسط سے تحقق پاتا ہے) حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کے تموج اخوت کے ساتھ جو تمام ملت کے نفوسِ مستدرجہ فی العدل میں متحداً سیرانِ عدل ہے۔ داخلی اور خارجی فرط کے اندفاع اور تمکین عدل کے لئے قصرِ وحدتِ اجتماع میں نبیان مرصوص ہیں۔

الحاصل امیر فرد البوالانس کی حیثیت سے نفس دولت میں عدل فعال کے ساتھ متصرف ہوتا ہوا افساد و فرط کو اپنی شوکتِ جلالیہ کے روبرو پست قرار دیتا ہے۔ کہ اس کی وہ تصغیر کائناتِ انسانی کے جادۂ رجوع الی العدل سے دفع موانع ہے۔ اور اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا میں مددگار ہے اور اسی دلیل سے کائنات انسانی میں جہدِ تمکین اصول فطرت ہے۔ جس پر وہ مخلوق ہے۔ اور مسلم عادل کے تقاضائے فطرتِ فعال کی ایفا ہے :-

Marfat.com

تعاون و استشہاد

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا
اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (المائدہ ع۱)

کسی ایک نقطہ مقصود پر اتحاد افکار اس دلیل سے کہ فکر مبداء ارادہ ہے۔ اور ارادہ مبداء عمل ہے۔ فاعل کے عمل برّ و تقویٰ یا اس کے ارتکاب اثم و عدوان کیلئے اس کی حیثیتِ ارادی میں اس نقطۂ مقصود سے متعلق اعمال اور مبادئ اعمال کے اتحاد کی توقعات کے ساتھ استقلال پیدا کر دیتا ہے۔ اس لئے نجویٰ جو ترشح افکار ہے۔ اپنے مبحث کے لئے محرک ثابت ہوتی ہے۔ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا	اے مومنین جب تم سرگوشی کرو تو گناہ اور عدوان اور
تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ	معصیت رسول کے لئے سرگوشی نہ کرو۔ بلکہ سرگوشی کرو
الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (مجادلہ ع۲)	نیکی اور تقویٰ کے لئے۔

اس وضاحتِ متذکرہ کی دلیل سے سرگوشی برّ و تقویٰ یا اثم و عدوان کے لئے تعاون کا مرحلہ اوّل ہے۔ اس کے بعد قول و فعل کے ساتھ ہر گونہ تعاون حسب درجات تدریجیہ جزاء بالعدل کو مستلزم ہے۔ جو بار جوانب میں تنصیف صحیح یا عدل ہے۔ پس افراد ملّت کی استحکام ملّی کے لئے جد و جہد کو قبول عدلیہ کے ساتھ متحقق ہو جانا چاہئے۔ جو اساسِ عدل پر استوار فطرت نفس کے فیصلہ کی رُو سے استحکام ملّی کے لئے جد و جہد کو استقلال مطمئنہ عطا کرتا ہے۔

علیٰ ہٰذا جرائم قتل اور فاحشہ اور سرقہ اور کذبیات یا ہر گونہ فساد میں ان کے لئے نجویٰ سے لیکر تعاون قولی و فعلی کو جزاء بالعدل کے ساتھ محقق ہونا چاہئے جو نفس سیاست میں تمکین میزان العدل آئین ہے۔ اور اسی دلیل سے فرط مفسدہ کو نفس دولت سے خارج قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا	تعاون کرو نیکی اور تقویٰ پر اور ہرگز تعاون نہ کرو گناہ
عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط	اور زیادتی پر اور اللہ سے ڈرو تحقیق اللہ مواخذت میں
اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ○ (المائدہ ع۱)	شدید ہے۔

پس جرائم کے متعلق کوائف نجویٰ اور کوائف اقوال اور حیثیتہائے افعال کے متعلق کوائف ارادی کے درجات تدریجیہ کے احتساب کے ساتھ دلائل و شواہد کی روشنی میں منصب تحکیم العدل اپنی قوت تحکیمیۂ مجتہدہ کے ذریعہ جزا بالعدل کے لئے آیۂ متعلقۂ سعی بالفساد اور آیۂ سرقہ اور آیۂ جلدہ وغیرہ کے تطابق متجددہ کے تحت اُن جرائم اور مماثلاتِ جرائم میں مماثلات عقوبت تدریجیہ وغیرہ کو نافذ بالعدل قرار دے سکتا ہے۔ جو متذکرہ عقوبت شدیدۂ الٰہیہ کے پرتو جلال کا سطحِ ارض پر نفاذ بالعدل ہے۔ یعنی خلائف الارض کائناتِ انسانی میں ہیبتِ الوہیت کے پرتو موّدبہ بالعدل کا نفاذ جلال ہے۔

Marfat.com

اس کے بعد یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ نتیجہ یا فیصلۂ قضا یا ترتیب مقدمات کو مستلزم ہے۔ اور ترتیب مقدمات مستلزم صحتِ مقدمات ہے۔ جو کہ الفِ مقدمات کی وضاحتِ صحیحہ کو ضروری قرار دیتی ہے۔ اور منصب تحکیم العدل کے روبرو جو نفسِ دولت میں تمکین عدل کے لئے معاون اساسی ہے (یا فیصلۂ قضا یا میں محورِ تعاون ہے) شہادت صحیحہ اور ضرورت کے تحت وکالتِ صادقہ اور کتابت راست سے تحقق پاتی ہے۔ جو نظام مدن میں تمکین میزان العدل آئین کے لئے محور فردیت امارت کے گرد افراد ملت کا مّداور صحیحہ ہے۔ یا حاکم عادل کے ساتھ وکلا اور شہدا اور کتّاب کا متعدد تعاون علی البرّ والتقویٰ[1] ہے

پس عدل چونکہ وضاحتِ مقدمات کو مستلزم ہے۔ اس لئے فطرت عدل حاجتِ تمکینہ کی شہادت کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ کہ شہدا اور کتّاب کو علم مقدمات وکتابت کی دلیل سے یہ ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ وہ شہادت یا کتابت سے انکار[2] کریں یا اسے چھپا دیں اور اگر ایسا ہو۔ تو انکار وکتمان کی حیثیت ▪ الغی کو جادۂ نفاذ عدل سے ہٹا دینا چاہیئے۔ دراں حالیکہ ان معاونین عدل کی کسی حیثیت کو خواہ وہ اقتصادی ہو یا معاشرتی یا جسمانی ہو مضرت کے ساتھ[3] متاثر نہیں کرنا چاہیئے۔ جو گویا تعاونِ عدل کو متاثر کرنے کے مترادف ہے۔ اس لئے منصب تحکیم العدل کو اجرائے ہیبت عدلیہ کے ساتھ اس مضرّت مفرطہ کو جادۂ تعاونِ عدل سے ہٹا دینے کا حق پہنچتا ہے۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں وکالت مدعی کی حیثیت کے ساتھ ملحق قرار پاتی ہے۔ اور اسے عدل[4] کے ساتھ فرض وکالت انجام دینا چاہیئے جو تعاون عدل ہے۔ کیونکہ وہ مقدماتِ امور کی وضاحت کو اندیشہ ہائے سفاہت اور ضعف سے محفوظ قرار دیتی ہے۔ دراں حالیکہ وضاحتِ مقدمات منجملہ اساسِ صحتِ فیصلہ ہے۔

علیٰ ہٰذا شاہد کے اخلاق کو معیارِ عدل پر معتمد ہو جانا چاہیئے جو وضاحتِ مقدمات میں لازمۂ صحت وضاحت ہے چنانچہ وہ عزوجل مفتری کے اخلاق کو معیارِ صدق سے ساقط قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا[5]۔ گویا جس شخص کی زبان جھوٹ کی خوگر ہو اس کی گواہی معیارِ قبول سے ساقط قرار دینی چاہیئے علیٰ ہٰذا وہ تمام رذائل اخلاق جو صدق فطرت سے سقوط فرطیہ کے مظاہر ہیں۔ جیسے خیانت نکث عہد۔ افترا فواحش کبیرہ حق استشہا

---

[1] تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى (المائدہ۔ ع ۱)

[2] وَلَا يَأْبَ كَاتِبٌ أَنْ يَكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ..... وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَآءُ إِذَا مَا دُعُوا (البقرہ۔ ع ۳۹)
وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ..... (البقرہ۔ ع ۳۹)

[3] وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيدٌ ۵ (البقرہ۔ ع ۳۹)

[4] فَإِنْ كَانَ الَّذِي عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيهًا أَوْ ضَعِيفًا أَوْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهُ بِالْعَدْلِ ۔ (البقرہ۔ ع ۳۹)

[5] جو لوگ پاک دامن مؤمن عورتوں پر بہتان لگاتے ہیں۔ اور پھر چار گواہ پیش نہیں کر سکتے اللہ عزوجل ان پر اسّی دُرّوں کی سزا نافذ بالعدل فرماتا ہے۔ اور بمطابق آیۂ متذکرہ ان کی شہادت کو معیارِ قبول سے ساقط قرار دیتا ہے۔ سورۂ نور مطالعہ فرمادیں۔

Marfat.com

کو باطل قرار[1] دیتے ہیں۔

کیونکہ یہ تمام رذائل اخلاق مجرمین رذائل کے نفوس میں زور کو فطرت قرار دیتے ہیں۔ اور وہی ان کا بطور فطرت ترشح قرار پاتا ہے۔ جو منصب تحکیم العدل پر اس دلیل سے حملہ ہے۔ کہ مقدمات کی وضاحت میں کذب تلفِ حقوق اور فیصلۂ غیر عادل کا موجب ہو جاتا ہے۔ اور صفحۂ سیاست مدن فساد اور کذبیات سے داغدار ہو جاتی ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔ وَ لَا یَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ اس لئے شاہد کاذب اور اس کے مماثل کے اعمال مفسدہ کو بمطابق متذکرہ فرمان ربانی اور وضاحتِ مصطفوی (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر) منجملہ کبائر اثم ہیں۔ بحق سیاست مدن حسب درجات جرمیہ حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے اجراء کے ساتھ دولت وسطیہ سے خارج کر دینا چاہئے دراں حالیکہ شہادت کے لئے معیار قبول دستور عدل کی معنویت منوّرہ کے ساتھ نفس عادل کی حقیقت منورہ کے اتحاد کی دلیل سے منصب تحکیم العدل کی قوت تحکیمیہ ہے۔ پس اسے اور شاہد عادل کی حقیقت نفس کو دستور عدل میں استغراق منور کے ساتھ وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى کا بالحق مصداق ہو جانا چاہئے کیونکہ قوت تحکیمیہ اجتہاد بالعدل کے ساتھ جوانب میزان العدل میں قسطاس فیصل ہے۔ اور وہی شاہدوں کی مسلمہ پسندیدگی کو جو آیۂ متذکرہ کے معیار صدق پر رسوخ سے متحقق ہو سکتی ہے۔ یعنی خیانت کذب افترا۔ زور۔ اظہار فرطیات اور عداوت اور رجحانات[2] تعلقات عنصریہ وغیرہ سے تطہیر سے تحقق پاتی ہے۔ اور فرمان ربانی مِمَّنْ تَرْضَوْنَ[3] سے مقصود ہے۔ معیار عدل پر معتمد قرار دے سکتی ہے۔ گویا وہی حقائق مدللہ کے ساتھ شہادت کو قبول یا ردّ کر سکتی ہے۔ علیٰ ہذا بصورت نایابیٔ شہادت اسے دلائل محققہ کے نفاذ کا حق پہنچتا ہے۔ جیسے عادل فعّال[4] اوّل المسلمین صلعم نے مقدمات اموال میں ایک شاہد اور ایک قسم کو بجائے شہادت ثانیہ قرار دیتے ہوئے فیصلہ[5] فرمایا اور مقدمات[6] قتل میں بصورت نایابیٔ شہادات پچاس آدمیوں کی قسم کو معیار شہادت قرار دیا دراں حالیکہ مقدمات نکاح اور طلاق اور خلع اور اموال اور قتل اور میراث اور بیوع اور ان کے امثال میں جو حقوق عباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ شاہدین عادلین کی شہادات مستلزم صحت فیصلہ ہیں۔ کیونکہ جیسے عدل جوانب میزانیہ میں تنصیف بادے سے تحقق پاتا ہے۔ اسی طرح شاہدین عادلین کی دو گواہیں مقدمات سے متعلقہ وضاحت مصدقہ کو متحقق کر سکتی ہیں۔ جو گویا وضاحت اور اس کی تصدیق کا اتحاد جامعہ ہے۔ اور اسی دلیل سے ان مقدمات متذکرہ میں دو شہادات عادلہ ضمانت وافیہ ہیں۔ اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں[7] کی گواہی کو اس دلیل سے معیار قبول پر معتمد فرمایا گیا ہے۔ کہ عورتیں اپنی فطرت تخلیقیہ کی رو سے

---

۱ و ۲ مشکوٰۃ کتاب الامارۃ والقضا باب الاقضیہ والشہادات متحداً مطالعہ فرمایا جائے۔

۳ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ (البقرہ ع ۳۹)

۴ و ۵ مشکوٰۃ کتاب الامارت والقضا باب الاقضیہ والشہادات مطالعہ فرمائیں۔

۶ مشکوٰۃ کتاب القصاص باب القسامہ مطالعہ فرمائیں۔

۷ فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى۔ (البقرہ ع ۳۹)

منصب تحکیم العدل کے حضور میں اپنے حواس کے استقلال کے لئے مدد کی حاجتمند قرار پاتی ہیں۔ جس پر ان کی کیفیت تخلیقیہ اور اس کے نتائج بداہت کے ساتھ شاہد بالحق ہیں۔ اور مقدمات فواحش میں چہار مردوں کی گواہی سے کم اس لئے معیار قبول پر راسخ قرار نہیں دی جاسکتی کہ فواحش بھی اگرچہ حقوق عباد سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر ان سے متعلقہ اخبار میں تموّجات عنصری کی حرکات نسبتاً زیادہ شامل ہوجاتی ہیں۔ اس لئے ان کے بارہ میں شہاداتِ[1] اربعہ ہی تحفظ صحت کی ضامن ہوسکتی ہیں۔ درآں حالیکہ شہادت کو ہرگونہ تموّجات اور رجحانات سے مطہر ہونا چاہیئے جیسے رسول پاک صلعم نے دشمن اور قانع لاھل البیت کی شہادت کو اسی دلیل سے معیار قبول سے ساقط قرار فرمایا ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ چونکہ دعویٰ اور جوانب دعویٰ میں مدعی اور مدعا علیہ کے رجحانات عنصری کو دخل ہوسکتا ہے۔ اور شہدا کے ساتھ انقضیہ کا تعلق متاعی ممکن ہے۔ جو رجحانات عنصری کو ممکن قرار دیتا ہے۔ اس لئے منصب تحکیم العدل جوانب میزانیۂ قضایا میں عندالضرورت مدعی اور مدعا علیہم سے شہادت طلب کرسکتا ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ[2] مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللّٰهِ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ۝ فَاِنْ عُثِرَ عَلٰٓى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّآ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَآ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعْتَدَيْنَآ ۖ اِنَّآ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ ..... الخ (المائدہ۔ ع ۱۴)

اے مسلمانو جب تم سے کسی کو موت آنے لگے تو وصیت کے وقت تم میں سے دو صاحبِ عدل آدمیوں کی گواہی ہونی چاہیئے یا اگر تم سفر میں ہو اور وہاں موت کی مصیبت آ لگے تو تمہارے علاوہ اغیار سے دو شخص ہی[3] سہی (تم میں سے کسی کو شک پیدا ہو) تو نماز کے بعد ان دونوں گواہوں کو کھڑا کرو وہ اللہ کی قسم کھائیں ہم کو اس گواہی سے ہرگز یہ منظور نہیں ہے کہ کوئی قیمت حاصل کریں خواہ (جس کے ساتھ گواہی کا تعلق ہے) ذوالقربیٰ سے ہو اور ہم خدا کی گواہی کو ہرگز نہیں چھپائیں گے اگر ہم ایسا کریں تو ہم گناہ گار ہیں۔ پھر اگر معلوم ہو کہ انہوں نے اپنے تئیں گناہ گار کیا ہے۔ تو دو گواہ ان کی جگہ کھڑے ہوں جن کو (میت کے) بہت نزدیک کے رشتہ داروں نے گواہی کے لائق سمجھا ہو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ ہماری گواہی پہلے دونوں گواہوں کی گواہی سے زیادہ معتبر ہے اور ہم نے کوئی ناحق بات نہیں کی ایسا کیا ہو تو بےشک ہم ظالموں میں ہیں۔

---

[1] ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ...... (نور۔ ع ۱)

[2] غیر مسلم کی شہادت کا قبول وسعت ملّی کے حالات مستدرجہ کی رعایت با العدل ہے۔ اس لئے آیۂ متذکرہ اور آیۂ وَّاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ (طلاق) کے احکام کو الفِ مستدرجہ کی مطابقت کے ساتھ ناطق با العدل ہوں گے۔

[3] آیۂ ہذا آیۂ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ کے ساتھ متعارض نہیں ہے کیونکہ یہ منصب تحکیم العدل کی طرف سے شہادت

یہ اصول ہے۔ جو امثال و فروع میں ناطق بالعدل ہے۔

فضائل اخلاق چونکہ عدل نفس کے ترشحات ہیں اور رذائل اخلاق فرط نفس کے نتائج ہیں۔ اس لئے گویا شہدا کے نفوس کا عدل کے ساتھ تحقق ہی مقدمات میں صحت و صناحت کا ضامن ہو سکتا ہے۔ جو از روئے وضاحت علمیہ قضا یا اساسِ صحت فیصلہ ہے چنانچہ آمر بالعدل عزّوجل نے مسائل طلاق میں وَّاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ[1] میں شہدا کے متعلق عدل کے ساتھ تحقق نفوس کو شرط شہادت قرار دیا ہے۔

نفس انسانی چونکہ اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے عدل تمام کائناتِ انسانی کے مسلمہ کی حیثیت رکھتا ہے اگرچہ اقوام مفرطہ میں فواحش اور اس سے متعلقہ رجحانات کثیف کے تموج میں ان کے مسلمات عدلیہ بہہ جاتے ہیں۔ اور وہ افراد صبری کے ساتھ جادۂ عفت اختیار نہیں کر سکتے اور اسی دلیل سے فحش ان کی فطرت قرار پاتا ہے۔ اور اسی دلیل سے فکر و عمل کی رو سے عفت ...... مسلمہ بین الشعوب والقبائل قرار نہیں پا سکتی پس ان کی شہادت نقطۂ عفت پر اتحاد مشترک نہ ہونے کی دلیل سے جو ان کی کیفیت فرطیہ کے ساتھ ان کے نفوس کی کیفیت متموجہ فی الفحش کے اتحاد پر شاہد ہے۔ معیار اعتماد پر اگرچہ راسخ قرار نہیں دی جا سکتی مگر ایسے امور میں جن کا تعلق محض حقوق کے ساتھ ہے۔ اور ان کے لئے شہدائے مسلمین موجود نہ ہوں۔ تو ملت اسلامیہ اور ان میں اجرائے عدل سے متعلقہ مسلمات مشترکہ کی دلیل سے ان کی گواہی اس حیثیت کے ساتھ قابل قبول ہو سکتی ہے کہ وہ ان مسلمات مشترکہ کے عمل کے ساتھ مصدق ہوں اور یہی فرمان ربانی آخران من غیرکم سے مقصود ہے۔ دراں حالیکہ جوانب میزان العدل میں قسطاس فیصل یعنی منصب تحکیم العدل کی قوت تحکیمیہ ان کی شہادت کی صحت یا قبول کیلئے معیار احتساب ہے۔

الحاصل مقدمات امور میں عدل اور اس سے متعلقہ وضاحتوں کو موثرات فرطیہ اور تموجات عنصریہ کے تاثرات کے قبول اثر سے محفوظ کر دینا چاہیئے جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس اور فطرت نوعی کے ساتھ رجحانات عنصریہ سے بلند توّد فطریہ کی بالعدل الیفاء فعال ہے۔ اور دولتِ وسطیہ میں تمکین میزان العدل آئین کی دلیل سے نفسِ دولت میں عدل سیاست کا میزان متموجۂ متحدہ ہے۔ اور رجحانات عنصریہ نسبیہ یک گونہ سے تقدس و طہور کی دلیل سے موجب تحقق وحدت ملّیۂ متحدہ ہے۔ جو وحدت منزل اوّل اور وحدت مرجع نسلی کی دلیل سے تقاضائے فطرت نفس کی ایفا ہے۔ اور وحدت مرجع فطری کی دلیل سے تقاضائے وحدت متحدہ تودلیہ روح الہٰی کی ایفائے جلال ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل کے ساتھ تحقق جنبیت عدلیہ کی دلیل سے موجب عندیت الہٰی ہے۔ چنانچہ فرامین ربانی کُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا یَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[2] اور كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَیْنِ وَالْاَقْرَبِیْنَ[3] اور

---

[1] اور گواہ کروا اپنے میں سے دو صاحبان عدل (طلاق۔ ع ۱)

[2] ہو جاؤ قائم اللہ کیلئے شاہد ہو کر بالعدل اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس بات پر نہ لے آئے کہ تم عدل نہ کرو عدل کرو وہ تقویٰ سے قریب تر ہے

[3] ہو جاؤ تم قائم اللہ کیلئے شاہد ہو کر خواہ اپنے نفوس پر یا اپنے والدین پر یا اپنے اقربا پر۔

Marfat.com

شَهِدَ اللّٰهُ[1] اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ابھی تموج حقیقت نورانیہ پرشاہد بالعدل ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ منصب تحکیم العدل (جو بحق فردیت امارت فیصلۂ قضایا میں محور تعاون ہے) اور مدعی اور مدعاعلیہ اور وکیل اور کاتب اور شاہد یہ تمام دولت وسطیہ میں تمکین میزان العدل کے معاونین ہیں۔ اور محور عدل کے گرد ان کا تدا ور راست واقع ہونا چاہیئے ورنہ بصورت دیگر بحق واحد مرجع فطری عزّوجل دولتِ وسطیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ ترشحات کذبیہ کو اجرائے حدودِ آیۂ سعی بالفساد کے ذریعہ جادۂ عدلیہ بجود وظہور سے ہٹادے۔ جو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس اور فرد وملّت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے فطرتِ فرد وجماعت کے تقاضاؤں کی ایفا بالعدل ہے۔

---

[1] بالعدل اللہ گواہی دیتا ہے۔ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور مَلٰٓئِكَةُ اور اُولُوا الْعِلْمِ

ضابطہ اقتصاد

دولت وسطیہ کا عدل اقتصاد عدل نفوس کے ساتھ اتحادِ
حقیقت کی دلیل سے اس کے معاشرۂ عدلیہ کے ساتھ الحاقِ
نوعِ انسانی کیلئے فیصل بالعدل ہے

محمد سعید

Marfat.com

ضابطۂ اقتصاد

(توبہ ۔ ع ۱۴)

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَاَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ الۡجَنَّۃَ ؕ

اللہ عزّ وجل لطیف ہے۔ اور نورٌ علیٰ نور ہے۔ اور اس نے نفس انسانی میں اپنا روح ودیعت فرمایا ہے۔ جو امانتِ الٰہی ہے۔ اور اس کی نورانی حقیقت کا نفس انسانی میں انکشاف ہی امانتِ الٰہی کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اور یہی نفس انسانی کی تکمیل ہے۔ اور ملّتِ وسط اسی حقیقت کو پورا کرنے کیلئے اجتماع پاتی ہے۔ اور اپنی جمعیت کے راستہ سے رکاوٹوں کو ہٹا دیتی ہے۔ نیز یہی حقیقت نفس انسانی کا مرجع فطری اللہ عزّ وجل کو قرار دیتی ہے اور جو مقدس شخصیت فطری مرجع کی طرف رجوع کیلئے کائنات انسانی کی طرف داعی ہے۔ وہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہیں۔ گویا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائناتِ انسانی پر فضل ابوت حاصل ہے۔ کیونکہ اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ یہ حقیقت ظاہر ہے۔ کہ تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع ایک انسان اوّل ہے۔ اور نوعِ انسانی کی یہ فطرت ابوتِ اعلیٰ کی وحدت کا تقاضا کرتی ہے۔ جو واحد مرجع فطری عزّ وجل کے منصب نیابت پر فائز ہو۔ اور اس مقدس شخصیت کو منصب ابوت پر فائز قرار دیتی ہے۔ جس نے لوازم ابوّت کو اپنے دامن فضل میں مجتمع کر لیا ہو۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تکمیل دین۔ اور نعمت کا پورا ہو جانا (جو تکمیل نفس فرد و جماعت ہے) تمام لوازم ابوّت کا دامن نبوی میں اجتماع ہے۔ اور چونکہ ہر زمانہ میں متذکرہ وحدت مرجع نسلی کی شہادت کے ساتھ ابوتِ اعلیٰ کو متشکل ہونا چاہیئے اس لئے فضائلِ ابوت سے متصف امارت گویا واحد مرجعِ فطری اللہ عزّ وجل اور داعی الی المرجع رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت کا فرض انجام دیتی ہے:۔

اس کے بعد یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ نفس انسانی میں حقائق ارضی (کثافت) کو ترکیب دیا گیا ہے۔ اور روحِ الٰہی ودیعت کی گئی ہے۔ گویا یہ دونوں ترازوئے عدل کے دونوں پلڑے ہیں۔ جو اساس عدل ہے۔ اور کشفِ لطافت بیساتھ تنویرِ کثافت (جو اس کا تحمل کشف ہے۔ اور حوائج ارضی کی ایفا کیلئے عدل کو فطرت نفس قرار دیتا ہے) نفس انسانی کی تکمیل بالعدل ہے۔ جو نورٌ علیٰ نور مرجع فطری آمر بالعدل عزّ وجل کی ذات میں استغراق سے تحقق پاتا ہے۔ جس کی شرحِ متشکل داعی الی المرجع صلعم کا حامل میزان العدل اسوۂ حسنہ ہے اور اس پر احتساب نفس سے یا اس صلعم کی پیروی سے جو اس کی قوتِ فعّالیہ سے الحاق انفعالیہ ہے۔ نفسِ انسانی کی استغراقی جد و جہد عدلِ نفس کے ساتھ انجام پذیر ہوتی ہے۔

گویا مرجعِ فطری عزّ وجل کی طرف دی گئی دعوت رجوعی کو مان لینا (جسے اسلام کے نام سے معنون کیا جاتا ہے) اور نفس انسانی کی تکمیل عدلیہ (جو اسلام کی حقیقتِ منورہ ہے) اس کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور انسانی ادراک و تحریک کی جد و جہد کے نتیجہ میں اس نفس انسانی کے لئے متحقق ہوتی ہے۔ جو اس کے لئے معروف جہد ہے۔ پس فطرتِ نفس فیصل بالحق ہے۔ کہ نفس انسانی کے ادراک و تحریک کے جملہ نتائجِ کسبیہ کا تحقق بھی بحق مرجع فطری عزّ وجل اس نفس

Marfat.com

کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ جو اس کے لئے مصروفِ کوشش ہے۔ یعنی جیسے لطافت کا کشف نور مرجع فطری عزّوجل کی ذات میں مستغرق نفسِ انسانی کو منور کرتا ہے۔ ایسے ہی کوششِ تحریکیہ اور تداولِ شعوریہ کے ذریعہ کسبِ طیبات جب تحقق پاتا ہے۔ تو اس کے نتائج کا حق بھی فطرتِ انسانی کے فیصلہ کے مطابق بحق خالقِ فطرت و مرجع فطری عزّوجل اسی نفس کے لئے خصوصیت رکھتا ہے۔ جو اس کے لئے کوشش میں مصروف ہے۔

یعنی نفسِ انسانی کا مرجع فطری چونکہ اللہ عزّوجل ہے۔ اور داعی الی المرجع عادل فعال محمدٌ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے تتبع میں فردیتِ امارت نیابتِ الوہیت سے عادل سلطان قاہرہ کے ساتھ سطحِ ارض پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اس لئے جس طرح رجوع فطری کی شہادت کے ساتھ اس نفسِ انسانی میں داعی الی المرجع صلعم اور اس کے تتبع میں فردیتِ امارت اپنی قوتِ فعّالیہ کے تصرف سے اس کے ادراک و تحریک کی محور قرار پاتی ہوئی کشف نور کو نورِ ربانی کے ساتھ متحد الحقیقت قرار دیتی ہے۔ ایسے ہی اس کے اور اس کے کسبِ طیب کا مرجع فطری عزّوجل کے لئے تحقق خصوصیت کی شہادت کے ساتھ محورِ نفق فردیتِ امارت قرار پاتی ہے۔

اس اختصار کی کسی قدر تفصیل اس طرح ہے :-

جلد اوّل و دوم میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ تدریج ایک اصول ہے۔ جو تمام کائناتِ انسانی اور نظامِ کائنات میں جاری و ساری ہے۔ چنانچہ یہی تدریجی اصول نظامِ کائنات کا مرجع نسلی صرف ایک انسان کو قرار دیتا ہے اور اسی اصول کی شہادت کے ساتھ اس انسانِ اوّل کی زوجۂ مطہرہ کو اس مرجع فطری عزّوجل کی قوتِ تخلیق نے (جس نے تمام کائنات میں یہ اصولِ تدریج جاری و ساری فرمایا ہے۔ جو مرجع نسلی کی وحدت پر شاہدِ ناطق ہے) اسی واحد انسانِ اوّل سے جنسیت نوعی کو متحقق کرتے ہوئے اس کی زوج کو پیدا فرمایا جو اس اتحادِ جنسی کی دلیل سے اس کی جمعیت و سکون کی موجب ہوئی چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ	خدا وہی ہے جس نے تم کو ایک نفس سے
وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا	پیدا کیا اور اسی سے اس کی زوج کو نکالا تاکہ
لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ○ (اعراف۔ ع ۲۴)	وہ اس کی طرف سکون حاصل کرے۔

پھر اس کے بعد سلسلۂ توالد و تناسل کی تدریجی وسعت کا افتتاح ہوا اور یہ ظاہر ہے کہ سطحِ ارض پر ہبوط کے بعد انسانِ اول کی اپنے اہل و عیال (جو اس کے کسب ادراک و تحریک کا نتیجہ تھی) کے بقائے حیات اور ایفائے حوائج کے لئے جدوجہد فطرت کے تقاضا کی ایفا تھی۔ اور کسبِ طیّبات اور اس کے نتائج کو بحق مرجع فطری عزّوجل اس کے ساتھ خصوصیت تھی۔ یہ منزلِ اوّل کے نظام کی تشکیل تھی۔ جس نے تدریجی وسعت کے ساتھ سیاستِ مدن کی شکل و صورت پائی گویا ہر فرد نظامِ منزل میں اور فردیتِ امارت سیاستِ مدن میں انسانِ اوّل کے مشابہ ہے۔

پس ہر انسان کسبِ طیبات کے نتائج کو بحق مرجع فطری عزّوجل اپنی ذات پر ترتیب دیتے ہوئے اپنے اہل و عیال کے حوائج کو اعتدال کے ساتھ انجام پذیر کرتا ہوا فطرت کے تقاضا کی ایفا کرتا ہے۔ علیٰ ہذا امیر فرد گویا تمام نوعِ انسانی کا باپ ہے۔ اس لئے تمام افرادِ مدن اور ان کی جدوجہد کا وہ اسی طرح محور ہے۔ جیسے تدبیرِ منزل میں ابنیت کسب ابوت قرار پاتی ہوئی محورِ ابوت کے گرد تداور کرتی ہے۔ علیٰ ہذا وہ یعنی فردیتِ امارت تمام افرادِ مدن کے

Marfat.com

حوائجِ علوی و عنصری کے تقاضاؤں کے ایفا کی اسی طرح فطرت نفس کے فیصلہ کی رو سے ذمہ دار قرار پاتی ہے جیسے باپ تمام اہل و عیال کی تربیت و ادب حسنؔ اور پرورش کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ گویا کسب طیبات کے نتائج کا نفس فرد پر رجوع کے ساتھ مرجع فطری فردیت الوہیت (یا دلیل نیابت الوہیت سے محور فردیت امارت کے گرد تداور) نفق اس فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ جس پر انسان اوّل کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور منزل اوّل کو شکل و صورت دی گئی ہے۔ اور چونکہ فرد اساس جماعت ہے۔ اور افراد ہی کا اجتماع تشکیل جماعت پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے اس لئے کسب طیب کے نتائج کی ذات فرد پر ترتیب کے ساتھ فردیت الوہیت کے لئے تخصیص ہی جو تقاضائے فردیت مرجع فطری و وحدت مرجع نسلی سے تعین فردیت محور کو مستلزم ہے۔ تشکیل جماعت اور اس کے استقلال کی قوت ہے۔ جو تداولِ ایّام کے نتائج متقلبہ کے بعد فطری تقاضائے تشکیل جماعت میں اساسی حیثیت قرار پاتی ہے۔

پس بلاشبہ ہر فرد کی جد و جہد اس کی فطرت کے تقاضاؤں کے ساتھ اس کی ذات اور کثافت متحدہ کے سیران کی دلیل سے اس کی اولاد اور کثافت کی اساس سیرانیہ اور وجہ ایفائے سکون عنصری معاہدۂ تزویج کی دلیل سے اس کی ازواج کے ایفائے حوائج اور اخوت نوعی و ملّی کے تقاضاؤں سے افرادِ مدن اور سیاستِ مدن کے انفرادی اور اجتماعی حوائج پیش آئندہ کی ایفا کے لئے فردیت امارت کے گرد بالعدل متد اور ہونی چاہیئے تاکہ امیر فرد وحدت اجتماع کے جملہ افراد کی حیات و بقا کے متعلقات متاعیہ کی کفالت کا میزان العدل پر احتساب معاشی کے ساتھ فرض انجام دے جو اخوت نوعی و ملّی کی دلیل ہے اور فرزندان ملّت کے مابین استعداد کے تفاوت کی دلیل سے (جو انفرادی و ملّی حوائج مختلفہ کی ایفا کی جامعیت کو متحقق کرتی ہے۔ اور اسی دلیل سے منجملہ مظاہر عدلیۂ الہیہ ہے) تمام افراد مدن میں تعدیل معاشرہ کا متقاضی ہے۔ اور آیہ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ سے مقصود فرمایا گیا ہے۔ اور عادل فعّال اول المسلمین صلعم نے متشکل اسوۂ فعال کے ساتھ اس کی وضاحت فرمائی ہے۔ فرمان مصطفوی فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مِمّا یاکل ولیلبسہ مما یلبس ..... الخ[1] اسی حقیقت کی وضاحت عدلیہ ہے۔ دراں حالیکہ یہ وضاحت متذکرہ اس عدل ایثار کو مستلزم ہے جو صاحب ایثار افراد کے معیار اقتصاد یعنی قوت مالیہ پر ضعف کے ساتھ موثر نہ ہو۔ پس اسوۂ فعال کی پیروی میں نائب فردیت نبوت یعنی فردیت امارت کو نظامِ اجتماعی میں سیران عدل اقتصاد کی تمکین کے ساتھ جملہ افراد مدن (اراکین سیاست اور صنّاع و تجّار زراع و مزدور اور خدّام اور سپاہی وغیرہ) کے اخراجاتِ حیات من جملہ خورد و پوش و نکاح و مکان وغیرہ وغیرہ کے متعلق آمدنی کا ایک معیار معینہ مقرر کر دینا چاہیئے جو عدل اور مساوات کی دلیل سے اخوت نوعی و ملّی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور یہ افراد ملّت کے نتائج کسب کی وسعت و قلّت بیّنہ کی دلیل سے متقاضی ایثار عدلیہ ہے۔

پس مرجع فطری عزّ وجل نے اصول تدریج کی دلیل سے جو اس عزّ وجل نے فطرت انسانی اور توسیع

---

[1] پس اللہ جس کے تحت اس کے بھائی کو کر دے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور اُسے اس قدر کام نہ دے جو وہ نہ کر سکے اور اگر اس قدر دے تو اس کی مدد کرے۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النفقات بروایت بخاری و مسلم)

Marfat.com

کائنات انسانی اور تمام نظام کائنات میں جاری وساری فرمایا ہے۔ فردیت مرجع یا فردیت امارت کے لئے نفق اموال ونفوس (ایثار) میں تدریجی درجات مقرر فرمائے ہیں۔

مرحلۂ اوّل استحکامِ جماعت کے لئے جملہ افرادِ ملّت کی داخلی جدوجہد ہے۔ اور تعیّن زکواۃ ہے۔ جو اس دلیل سے افرادِ ملّت اور اس کے نظامِ اجتماعی میں اقتصادی حالات کو معیارِ عدل پر قائم رکھ سکتی ہے۔ کہ ہر فرد کسب طیب کے لئے مکلّف ہے۔ اور بعض حالات یا حادثات کی تلافی کے لئے یا اقتصاد کے معیارِ عدلیہ کے استقلال کے لئے وہ کفالت کر سکتی ہے۔

اور پھر دولت مصطفوی کے ابتدائی حالات کی مانند دولتِ وسطیہ کے تاسیسی اور توسیعی اور تشدیدی تقاضاؤں کی وسعت یا افراد جماعت سے متعلقہ حوائج کی وسعت جو وسعت ایثار کے لئے دلیل قاطع ہے معتدل ایثار اموال ونفوس کے لئے وسعت حوائج کی مطابقت کے ساتھ فیصلہ صادر کرتی ہے۔ جو تقاضائے اخوت نوعی و ملّی کی ایفا ہے۔ اور نفسِ انسانی میں تودلیۂ روح الہٰی کی دلیل سے للّٰہیت ہے۔ اور يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ[1] کا مدعا و مقصود ہے۔ درانحالیکہ زکواۃ نفس فرد و جماعت کی تدریجی صلاحیت قبول کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت جاری فرمائی گئی ہے۔ اور قل العفو کو تکمیلِ نظامِ دولت کے لئے ہر گاہ استقلال نفاذ حاصل ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ (توبہ۔ ع ۱۴)	اللہ نے مومنین کے نفوس اور اموال جنت کے عوض خرید لئے ہیں (جو مرجع فطری عزّوجل کی رضامندی کا مظہر ہے اور مرجع فطری عزّوجل کے لئے نفق اموال ونفوس پر انس عزّوجل کی جانب سے تصدیق بالعدل کا مظہر ہے)

مرجع فطری عزّوجل کا یہ فیصلہ نفس انسانی کے فطری اور تدریجی منازل تعدیلیہ کی مطابقت کے ساتھ صادر کیا گیا ہے۔ اور ملّت کی بڑھتی ہوئی ضروریات کی دلیل سے (افراد کے نظامہائے منازل پر نفق اموال یا کفالت منازل کے ساتھ جو فیصلۂ فطرت کے ساتھ افراد پر اور منازل کے شعبہ ہائے مدن ہونے کی حیثیت سے امیر فرد کے حق الوت پر عائد ہوتا ہے) ایثار اموال ونفوس کو کلیتہً سیاست مدن کا حق قرار دیتا ہے۔ فرامین مصطفوی اِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكٰوةِ (زکواۃ بھی مال کے علاوہ بھی حق ہے) وان تبذل الفضل اسی حقیقت کی وضاحتیں ہے۔ یعنی مرجع فطری عزّوجل فطرت انسانی کے تکمیل تعدیل تک کے درجات تدریجیہ کی مطابقت کرتے ہوئے اس دین مکمّل کے ذریعہ فطرت نفس میں حامل تقاضا ہائے کشف و تحمل کشفِ روحِ الہٰی انسانیت کے لئے ایثار کو جو مبدأ ارواح یا مرجع فطری عزّوجل کے لئے ایثار سے متحقق ہوتا ہے۔ اور دلیل نیابت سے فردیتِ امارت محور و مرجعِ ایثار (زکواۃ اور ایثار نفلیۂ مسند رہیں) قرار پاتی ہے۔ متمکن فرماتے ہوئے اس کے نتائج کسبیہ کو قوت عملی کے عدل یا صدق ارادہ کی معیت میں جو امیر فعالی کی قوّت فعالیہ کے تصرف سے نفوسِ افراد میں کشف و تحمل نور کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل بہ استغراق

---

[1] تجھ سے پوچھتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کیا خرچ کریں تو کہہ دے عفو (جو استقلالِ عدل اقتصاد شخصی سے زائد ہو۔ اور عدل نفس اور عدل ماحول میں اتحاد کی دلیل سے کیفیت نفس کے ساتھ سازگار ہو) (البقرہ۔ ع ۲۷)

Marfat.com

کو مستلزم ہے۔ محور امارت کے گرد متد اور فرمانے کا حکم دیتا ہے۔ جو نفس انسانی کی حیثیت فطریہ کا صدق کے ساتھ تحقق ہے۔

اور لفظ کا معنویت اور جسم کا روح اور نظام کا حقیقت تکمیلیہ کے ساتھ تحقق اتحاد ہے۔ (اور اس پر متشکل عدل فعّال یعنی اسوۂ حسنۂ مصطفوی شاہد بالحق ہے) یعنی دین اعتدال یا اسلام لطافت و کثافت کے جملہ تقاضاؤں کی ایفا کرتا ہوا نفس انسانی کے ادراک و تحریک میں صدق فطرت متحقق کرتا ہے۔ اور ہر اس ناتمام انسانی جد وجہد کی تنسیخ کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو صرف کثافت کے تقاضاؤں کی ایسی ایفائے مفرطہ سے نفس انسانی کو موت سے ہمکنار کر دیتی ہے۔ جس میں ادراک و تحریک کے عدل کا کچھ اہتمام نہیں ہوتا۔ اور وہ صرف خواہشاتِ ارضی کے اضطراب میں بہائے ہے۔ اور اسی دلیل سے اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی موت کا سبب ہے۔ اسلام جو مرجع فطری کی طرف رجوع کا تحقق ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے۔ اپنے جامع قوانین عدلیہ کے ساتھ جو فرائض و نوافل پر مشتمل ہیں مکمل انسانیت ہے۔ اور ان میں فرائض و نوافل کی تمیز اور بمطابق فرمان ربّانی فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ (تغابن) جہد استطاعیہ اور بمطابق فرمان ربّانی یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ (آل عمران-ع) اور بمطابق جَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (حج-ع) حق تقوی و جہد کی مستحقہ[1] ادائیگی تدریجی استعداد انسانی کی مطابقت سے ہے۔ دراں حالیکہ تکمیل انسانیت کے لئے ہر دو یکساں طور پر ضروری ہیں۔ گویا اسلام مکمل یا دین عدل کا مدعائے متشکل اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم ہے۔ جو جامعِ تعمیل فرائض و نوافل ہے۔

اس لئے محض زکوٰۃ فرض کی ادائیگی سے اسلام کا منشائے اقتصاد ہرگز مکمل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اسلام کا اقتصادی منشا ملّی بڑھتی ہوئی ضروریات کے ساتھ افرادِ مدن کے بڑھتے ہوئے اس ایثار نفلیۂ مستدرجۂ معتدلہ کا تقاضا کرتا ہے۔ جو صاحب ایثار کے معیار اقتصاد پر ضعف کے ساتھ موثر نہ ہو کہ وہ اقتصاد ملّی کے جانب غنیٰ و فقر میں میزان عدل ہے پس الوہیت انس اور ابنائے ملّت کے تودد فعّال و منفعل پر بالعدل پر عائد ہوتا ہے۔ کہ ملّت کا ہر فرد محورِ الوہیت انس کے گرد جہد استغراقیہ اور کسب طیبات اور ایثار کے ساتھ تدا ور صحیحہ سے جو عدل ہے تقاضائے لطافت کی ایفائے کشف نور اور تقاضائے کثافت کی ایفائے تحمل نور کے ساتھ بقائے حیاتِ عنصری کے جملہ اسبابِ متعلقہ سے قائمٌ بالعدل ہو۔ یعنی کشفِ روحِ الٰہی اور تحمل کشف چونکہ حامل روحِ الٰہی انسانیت کیلئے ایثار کو فطرت قرار دیتا ہے۔ جو تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفا ہے۔ پس اس ایثار فطری کی معیت میں ملّت کی اجتماعی اور توسیعی اور تشدیدی حوائج کی (جو فطرتِ نفس کے تقاضائے وحدت مرجع فطری و نسلی کی ایفائے فعال ہے) ایثار اموال و نفوس کے ساتھ اہتمام تصرفِ عدلیہ اور شعبہائے ملکی کے ذریعہ ضروریہ کاملاً ایفا بالعدل ہونی چاہئے۔ اس حقیقت پر عادلِ فعال اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ جو مقصد دین عدل کی شرح متشکل ہے۔ شاہد ناطق ہے۔ اور یہی مدعائے اسلام ہے۔ اس لئے تدریجی تمیز یا مباحات سے ناجائز فائدہ

---

[1] سورۂ مزمل میں رکوع اول اور رکوع دوم منجملہ اسی جہد استطاعیہ اور جہد مستحقہ کی وضاحتہائے ناطقہ سے ہیں۔ دراں حالیکہ تکمیل نفوس اور تکمیل نظام مدن میں اتحاد یا العدل جہد استطاعیہ اور جہد مستحقہ کے اجتماعِ متحدہ سے تحقق پاتا ہے۔ جو صراطِ مستقیم کے سلوک مستدرجہ کی تکمیل ہے۔

Marfat.com

حاصل کرتے ہوئے اسلام کے منشائے عدل یا تکمیل انسانیت کو از روئے عملی ناقص صورت میں نہیں پیش کرنا چاہئے جو اساس عدل پر استوار فطرت انسانی پر ظلم ہے۔

پس تمام افرادِ ملّت کے معاشرہ کو عدل کے معیار پر متمد ہوجانا چاہئے صاحب صنعت ۔ تاجر ۔ کاشتکار اور مزدور اور سپاہی اور خدّام اور تمام اراکین سیاستِ مدن اور معلین الحاصل صدر دولت سے لیکر سلطنت کے ایک عام فرد اور ان کے اہل و عیال اور مملکت کے تمام ترتیبی اور مرد و عورت تمام طبقوں کے لئے ضروریاتِ زندگی منجملہ تعلیم اور اخلاق اور ہرگونہ فنون اور صنعتوں کی تربیت اور صحت اور رہائش اور لباس اور ازدواج اور اہتمام توالد و تناسل اور میراث وغیرہ کے متعلقات کے حصول کو ہر شہر اور ہر قریہ کی امن اصلاحی مجالس کے تعاون کی معیت میں جن کا ذکر عنوان اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت کیا گیا ہے ۔ تشخیص کوائف و نفوس کے ساتھ (افراد کے جذبہ ہائے قربانی کی معیت میں جو صدر دولت (ابوالانس) کے نورانی تصرف کے ذریعہ کشف نور سے ضرور نفس انسانی میں متحقق ہوجاتا ہے) ان کے مابین معیار عدل پر متمد ہونا چاہئے کیونکہ معاشرہ میں تمکین عدل عدل کی بنیادوں پر استوار انسانی فطرت کے تقاضاؤں کو پورا کرتی ہے اور اسی لئے تمکین عدل سے انجام کار نفس معاشرہ میں اطمینان اور وحدت ملّیہ کو سیران حاصل ہوجاتا ہے ۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے ۔ چونکہ ہر شخص کا وجود اس کے لئے حاجات اور ان کی ایفا کو ضروری قرار دیتا ہے ۔ اس لئے ملّت کے ہر فرد پر عائد ہوتا ہے کہ وہ روحانی اور جسمانی تقاضاؤں کو پورا کرنے کے لئے جد و جہد کرے ۔ اور فرزندان ملّت کی استعداد کے تفاوت اور فرق کے نتائج کو (اس دلیل سے کہ وہ مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کی جامعیت کو متحقق کرتا ہے گویا نفوس انسانی میں تفاوت ہائے استعداد کی تخلیق مظاہر عدلیۂ الٰہیہ ہیں) اس کی اخوت اپنی قربانی اور ایثار کے ذریعہ معاشرہ اور اقتصاد میں عدل کے ساتھ برابر کردے ۔

عَلٰی ہٰذا اسکی وہ اخوت تمام فرزندان دولت اور تمام کائنات انسانی کی ہرگونہ بہتری کے لئے اپنے مال و جان کو الوتِ فاضلہ (حکومت) کی مرکزیت یا محوریت کے گرد تداور کے ساتھ (گھومتے ہوئے) پیش کردے ۔ اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ ؕ (اللہ نے مومنین کے جان اور مال جنت کے عوض خرید لئے ہیں) اسی حقیقت کی وضاحت ہے ۔ جو روح الٰہی کی حامل اس کی اپنی ذات اور کائناتِ انسانی کی بہتری کے لئے (نائب الٰہی یعنی صدرِ حکومت کی محوریت کے گرد تداور کے ساتھ) کوشش اور کسب و کار کو للّٰہیت قرار دیتی ہے ۔

پس بحق اللہ عزّوجل حدّ اعتدال سے بڑھی ہوئی مفرط جاگیرداری اور تمول کی مانند بیکاری اور سرمایہ داری کے تمام مظاہر کو نفسِ دولت سے خارج کردینا چاہئے یَسْئَلُوْنَکَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ ؕ اسی حقیقتِ عدلیہ کی تمکین کے لئے فرمان ربانی ناطق بالحق ہے ۔ جو نفوس افراد میں قربانی کو فطرت قرار دیتے ہوئے زکوٰۃ کے علاوہ تشکیل ملّت اور اس میں استحکام کی وسیع یا بڑھتی ہوئی ضروریات کے مطابق افرادِ ملّت کے اموال کو مملکت کا حق قرار دیتی ہے ۔ اور ہرگونہ سرمایہ داری کو نفس ملّت سے خارج کرتی ہے ۔

عَلٰی ہٰذا بیکاری کے تمام تر نتائج گداگری اور اس کے مماثلات اور تمام لغویات اور ان تمام نامناسب پیشوں کو نفسِ مملکت سے خارج کردینا چاہئے جو کثیف خواہشوں کی طرف رجحان کے نتیجہ میں سود وغیرہ اور باطل کے ساتھ لوگوں کے مال اور حقوق کے کھاجانے کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں ۔ اور تمام افرادِ دولت کو تربیت اور ہیبت

Marfat.com

عدلیہ کے ذریعہ مہذّب اور بااخلاق اور باکار کر دینا چاہئیے اور جس شخص کو نظامِ حکومت کی کوشش کے باوجود روزگار نہ مل سکے یا وہ معذور ہو اسے وظیفہ دینا چاہئیے تاآنکہ وہ باصحت اور باکار ہو۔ کیونکہ بے کاری اور نامناسب پیشے اور سرمایہ داری اور غلامی سے مشابہ حالات معاشرہ میں ضعف اور نفوس میں پستی پیدا کر دیتے ہیں۔ اور حرّیت اور شجاعت رذائل اخلاق کے ساتھ تبدیل ہو جاتی ہے۔ اور جماعتی قوت جو افراد کے جذبہ ہائے شجاعت کے ساتھ استقلال پاتی ہے انجام کار منہدم ہو جاتی ہے۔ اور ملّی معاشرہ معیارِ عدل سے ساقط قرار پاتا ہے۔ اور عدل کی بنیادوں پر استوار نفس ملّی و نوعی میں اضطراب کی مفسد لہر دوڑ جاتی ہے۔ اس لئے بلاشبہ اس مفسد اضطراب کو اطمینان عدل کی قوت کے ساتھ ضرور دبا دینا چاہئیے۔

وضاحت مذکورہ کے ساتھ یہ بیّن ہے۔ کہ افراد ملّت و ملک کی ہر گونہ اقتصادی جدوجہد بحق سیاستِ مدن ہے۔ جس کی تفصیل مزید اس طرح ہے کہ زمین محل حیاتِ نوعِ انسانی ہے۔ اور تمام اسباب حیات و متعلقات حیات اور اسباب قوت کا مخرج و معدن ہے۔ اس لئے جیسے فیصلۂ فطرت انسانی کی رو سے وحدت اجتماع تحقق ہے۔ ایسے ہی اس کے محل حیات اور اس کے جملہ اسباب کا حق اس وحدتِ اجتماع کو پہنچتا ہے۔ جو محور فردیت امارت کے گرد تقاضا ہائے عدل کی ایفا کے ساتھ متداور ہے۔

عدل مرجع فطری عزّوجلّ کی طرف رجوع شعوری اور تحمل نور سے (جو نفس انسانی میں عنصری تقاضاؤں کی ایفا بالعدل کو فطرت نفس قرار دیتا ہے) تحقق پاتا ہے۔ اور زمین چونکہ نوع انسانی کی جولانگہ حیات ہے۔ اس لئے وہ گویا نوع انسانی کے اس رجوع شعوری اور تحمل نور کی صورت متشکل یعنی سجدہ اور اس کے توابع عدلیہ کے حقائق کی جائے تمکین ہے۔ جو مقصود حدیث جعلت لی الارض مسجداً و طهوراً ہے۔ پس زمین میں تمکین عدل اس کی حیثیت محلیہ کے فطری تقاضا کی ایفا ہے۔ جو دولت وسطیہ یا امیر فعال کے تصرف اور نفاذ امر سے تحقق پاتی ہے کہ وہ بحیثیت ابو الملّت نوع انسانی کے جائز واحد اجتماع کی حاجات کی عدل کے ساتھ کفالت کرتا ہے۔ اور جیسے نفس انسانی میں تمکینِ عدل تقاضا ہائے لطافت و کثافت کے ایفا سے تحقق پاتا ہے۔ ایسے ہی مخرج اسباب حیات یعنی زمین کی افراد مدن میں تقسیم تقاضا ہائے عنصری کی ایفا کے لئے جو بقائے حیات عنصری کا ذریعہ ہیں۔ کہ وہ محل روح الٰہی ہے۔ ایفائے تقاضائے عدل ہے۔ اور ایفائے تقاضائے عدلیۂ انسانی کی از روئے اسباب اساسی ہے۔ چنانچہ اوّل المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اراکین مدن میں اراضی تقسیم فرمائی اور حکم دیا۔ جو کوئی (سیاست مدن کے حیطۂ امر کے تحت) غیر آباد اراضی کو آباد کرتا ہے۔ وہ اس کے لئے ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع مطالعہ فرماویں) پس اراکین سیاست مدن سے جو شخص جہاد بالقتال کے ذریعہ سطح ارض حقیقت عدل کی تمکینی جدوجہد کے راستہ سے دفع موانع کے معاوضہ میں سیاست مدن کی جانب سے اراضی حاصل کرتا جیسے غزوۂ خیبر کے بعد مجاہدین میں تقسیم کی گئی یا آباد کرنے کے عوض[1] اراضی اس کا حق قرار پاتی ہے۔ وہ فی الحقیقت بحق سیاستِ مدن اس کی ملکیت ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ اسے اجارہ پر دے سکتا ہے۔ بجالیکہ وہ خدمتِ مدن میں مصروف بالعدل ہو۔ اس کی حقیقت عشریہ وغیرہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ جو نفس انسانی کی تدریجی صلاحیتوں کی وجہ

۱؎ مزارعت

سیاست مدن یا فردیت امارت کے گرد تدادر نفق کا مرحلۂ اوّل ہے۔

اور تکمیل انسانیت جو فرض فطری کی ایفا ہے۔ فرد کے حوائج ذاتیہ اور حوائج اہل و عیال کی ایفا کو اقتصاد عدلیہ کے معیار پر راسخ قرار دیتے ہوئے اس کے فطری جذبۂ ہائے ایثار کی معیت میں فرد کی ملکیت کو کاملاً سیاست مدن یا اس کے محور یعنی امارت فعّال کے گرد متداور قرار دیتی ہے۔ جو عدل نفس کے ساتھ عدل اقتصاد کی حقیقت کا اتحاد ہے جس پر عہد مصطفوی ناطق بالحق ہے۔ جیسے بحوالۂ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب العطا یا فصل اوّل بمطابق صراحت[1] فَمَا تَأمُرنِی بِهٖ قَالَ (صلعم) اِن شِئتَ حَبَستَ اَصلَهَا وَتَصَدَّقتَ بِهَا) فاروق اعظمؓ نے اپنے حصہ کی اراضی خیبر سیاست مدن کے جملہ حوائج کے لئے (فقرا۔ ذوی القربیٰ۔ اقارب اور فی سبیل اللہ اور مہمانوں کے لئے) وقف فرمائی۔

(جس کا ایفائے حوائج شخصی و منزلی سے زائد ہونے کی دلیل سے وقف فرمانا۔ تمول یا نظام جاگیری کی تنسیخ پر ناطق بالحق ہے جیسے کہ آئندہ صفحات میں وضاحت کی گئی ہے۔ بحالیکہ واقف بحیثیت متولی اس سے خود بھی بقدر ضرورت فائدہ حاصل کرسکتا ہے۔ اور اس سے مال و دولت جمع نہ کرے جو ایثار کی ضد یا جانب مخالف ہے۔ اور اساس تموّل ہے اس لئے خلاف عدل ہے۔ مَن اَدبَرَ وَتَوَلّٰی وَجَمَعَ فَاَوعٰی[2] اسی حقیقت کی وضاحت ناطق ہے۔ (در آنحالیکہ اموال تجارت کا وجود بالعدل عدل اقتصاد کے استقلال کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اور وہ اراضی کی حیثیت مخرج اجناس کے قائم مقام ہے) وَلَا تَجعَل یَدَکَ مَغلُولَةً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبسُطهَا کُلَّ البَسطِ فَتَقعُدَ مَلُومًا مَحسُورًا[3] انہی حقائق عدلیہ کی وضاحت ہے۔

وضاحت بالا سے روشن ہے کہ اگر کوئی شخص اراضی کو فروخت کرتا ہے۔ تو گویا فی الاصل سیاست مدن کی خدمت کا حق تبادل فروخت کرتا ہے۔ جو بحیثیت رکن سیاست مدن اس کی ملکیت ہے۔ اور یہ ایک ناپسندیدہ فعل ہے چنانچہ عادل فعّال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ (بروایت ابن ماجہ و دارمی بحوالہ مشکوٰۃ) کہ جو تم سے گھر یا زمین بیچ دیتا ہے۔ اس کے واسطے برکت نہ ہو مگر یہ کہ اس سے گھر یا زمین کو خریدے۔ (جو اپنے نتائج کی شہادت کے ساتھ عدل اقتصاد شخصی کے استقلال اور انسداد تمول کا اہتمام بالعدل ہے)

اراضی کے بعد تجارت ہے۔ جو اُن اجناس کا باہمی تبادلہ ہے۔ جو مختلف طبقات ارضیہ میں زمین سے پیدا ہوتی ہیں۔ یا نکالی جاتی ہیں۔ اور اسباب حیات فرد و جماعت کی لوازم ہیں۔ کیونکہ زمین کا ایک طبقہ جملہ حاجات حیات عنصری کے لئے کامل طور پر کفالت نہیں کرسکتا بلکہ زمین مجموعی طور پہ اسباب حیات کی کفالت کرتی ہے۔ (جو اس حقیقت پر شہادت فطری ہے کہ تمام عالم کو جماعت واحد ہو جانا چاہیئے جو وحدت اجتماع کے تقاضائے وحدت محلیہ کا تحقق ہے) پس تجارت بقائے حیات عنصری اور بقائے جماعت سے متعلقہ اسباب کے مہیا کرنے کا ایک جامع ذریعہ ہے۔ اس لئے اساس

---

[1] فاروق اعظمؓ نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر فرمایا کہ میں نے خیبر سے ایسی زمین پائی ہے کہ اس جیسا نفیس مال میرے نزدیک مجھے کبھی نہیں ملا۔ پس آپ مجھے اس کے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں۔ تو آپ نے فرمایا کہ اس کے اصل کو وقف کے ساتھ محفوظ کردے (روک دے) اور اس کے حاصل کو تصدق کردے ...... الخ

[2] جس نے پیٹھ موڑی اور روگردانی کی اور جمع کیا۔ اور باردان میں سنبھالا۔ (معارج۔ ع ۱)

[3] اپنے ہاتھوں کو گردن کے ساتھ مت باندھ دے اور نہ ان کو اسراف کے ساتھ کھول دے تاکہ پھر بیٹھ رہے ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر (بنی اسرائیل۔ ع ۳)

Marfat.com

اقتصاد ہے۔ اور تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور تاجر کے لئے حق تبادل کو حق کے ساتھ مقرر کرتی ہے۔ جو سیاست مدن کے رکن کی حیثیت سے اسباب حیات فرد و جماعت کو مہیا کرنے کی خدمت انجام دیتا ہے۔ گویا تاجر یا مزارع سیاستِ مدن کی خدمت بحیثیت رکنِ مدن انجام دیتا ہوا حق خدمت کے طور پر اسباب تجارت یا اراضی کا مالک قرار پاتا ہوا تکمیل انسانیت کے فیصلہ کے مطابق فرمان مصطفوی ۔

من كان لنا عاملاً فليكتسب زوجةً فان لم يكن له خادم فليكتسب خادماً و ان لم يكن له مسكن فليكتسب مسكناً وفي رواية من اتخذ غير ذالك فهو غال (مشکوٰۃ)

ہماری طرف سے جو عامل ہو وہ بیوی حاصل کرے۔ (اگر نہ ہو) اور اگر خادم نہ ہو تو خادم حاصل کرے۔ اور اگر مکان نہ ہو۔ تو مکان حاصل کرے۔ اور ایک روایت میں ہے۔ کہ جو اس کے علاوہ لیتا ہے۔ وہ خائن ہے۔

کی تکمیل میں اسباب متعلقات حیواۃ نفس و اہل عیال کا استحقاق رکھتا ہے۔ اور سیاستِ مدن پر فرض عائد ہوتا ہے کہ اگر وہ اپنی تجارت یا زراعت کے ذریعہ اپنی حاجات کو پورا نہیں کرسکتا۔ تو وہ اس کے اسباب تجارت و زراعت کے تکمیل کی اہتمام تصرف عدلیہ اور شعبہ ہائے ملکی کے نظم و نسق کے ذریعہ ایفا کرے۔

مواخاۃ[1] اسی حقیقت علیہ پر شہادت ناطقہ ہے۔ نیز آں صلعم کا بحیثیت امیر فرد افرادِ ملت کے متعلق ادائگی قرض و دیون کے ساتھ اس حقیقت کو روشن کرتی ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع مطالعہ فرمادیں)

علیٰ ہذا تاجر صدوق پر تکمیل انسانیت کی رو سے یہ فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے اور اہل و عیال کے اسباب حیات اور متعلقات حیات کی اس معیار عدلیہ کے مطابق ایفا کرتا ہوا۔ جو سیاست مدن کی جانب سے افرادِ مدن کے لئے یکساں طور پر مقرر کر دیا گیا ہے۔ اور معاشرہ میں فیصلہ فطرتِ اخوت کے ساتھ وجہ تمکین عدل ہے۔ اور عدل اقتصاد اور عدل نفق کا تحقق اتحاد ہے۔ جملہ اموال کو محور امارت کے گرد ندا و صحیحہ کے ساتھ ادائے حقوق نفس و منزل کے ساتھ حوائج ملّی کے ساتھ تطابق عدلیہ مستند رجہ کے تحت استقلال عدلِ اقتصادِ شخصی کی معیت میں سیاستِ مدن اسلامیہ یا فردیت امارت کا حق قرار دے کر بفحوائے إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ سیاست مدن کے لئے جس کا وہ رکن ہے۔ موجب استحکام ہو۔ درآں حالیکہ اس کے اور اس کے جملہ اہل و عیال کی حوائج حیات و تربیت و تعلیم و مرض کی ہر گونہ کفالت اس کے اور جملہ افرادِ ملت کے نفوس و اموال کے محور امارت کے گرد ندا و صحیحہ سے تحقق پاتی ہے۔

عہد مصطفوی میں واقعۂ مواخاۃ سیاست مدن اسلامیہ کے ان حقوقِ کفالت کی وضاحتِ متشکل ہے۔ جو اس پر افرادِ ملت کے متعلق عائد ہوتے ہیں۔

ایسے ہی کتاب اللہ کی تعلیم پر جو جامع جملہ علوم ہے۔ اجرت لینے سے روک دینے کا فرمان مصطفوی اس حقیقت پر شہادت ہے کہ سیاست مدن اسلامیہ کو تعلیم افرادِ ملت میں کچھ اجرت حاصل نہیں کرنی چاہئے۔ (تفصیل متعلقہ زیر عنوان تصرف عدلیہ مطالعہ فرمائیں)

[1] ہجرت کے فوراً بعد انصار مدینہ اور مہاجرین میں بھائی بندی کا قیام (تفصیل اسی باب کے آخر میں مطالعہ فرمائیں)۔

Marfat.com

علی ہذا فردیت امارتِ عہد مصطفوی میں مسلم اور غیر مسلم مرضیٰ کی عیادت کا پوری پابندی کے ساتھ اہتمام اس حقیقت پر اصول تدریج کی شہادتِ ارتقائیہ کے ساتھ حجت مستقلہ ہے۔ کہ ملّت کے نظام اجتماعی یا فردیت امارت کو آج عیادت مرضیٰ کے لئے مستقل طور پر شعبہ قائم کرنا چاہیئے جو تمام افرادِ ملّت و ملک (ابنائے دولت)[1] کے حالاتِ صحت و مرض کے اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ روزانہ احتساب کیساتھ مسلم اور غیر مسلم مرضیٰ کی روزانہ عیادت کا فرض انجام دے جو حقیقت ملّی و نوعی اور ابوت فاضلہ کی دلیل سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اور صلاحِ جوہری سے متعلقہ کوشش کے لوازم عرضیہ سے ہے۔ ورنہ اسے خالقِ فطرت عزّوجل (واحد مرجعِ فطرت انسانی) کے حضور میں ضرور مستوجب تادیب قرار پانا چاہیئے کیونکہ نفس انسانی حامل روح الہٰی ہے۔ اور وہ عزّوجل مبدأ ارواح ہے۔ چنانچہ داعی الی المرجع عادل فعال نبی فرد صلعم نے اس حقیقت کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔ کہ قیامت کے دن اللہ عزّوجل فرمائے گا۔ کہ اے ابن آدم میں بیمار ہؤا تو نے میری عیادت نہ کی تو وہ کہے گا۔ اے میرے پروردگار میں تیری عیادت کیونکر کرتا۔ پھر وہ (مبدأ ارواح) عزّوجل فرمائے گا۔ کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا۔ مگر تو نے اس کی عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس[2] پاتا۔ (اس حدیث قدسی میں نفس انسانی کے حمولِ روحِ الہٰی کی وضاحت درخشندہ ہے۔ جو انسانیت کیلئے ایثار کو للّٰہیت قرار دیتی ہے) گویا ملّت کے نظام اجتماعی کو اس دلیل سے کہ وہ ملّت و ملک کے افکار و اعمال اور حیات و ممات کا محور ہے۔ ہر گاہ اہتمام تصرّف عدلیہ کے ذریعہ افرادِ ملّت کے حالات مرض و صحت سے باخبر رہنا چاہیئے ورنہ اس فطرت کی رو سے جو شہادت وحدتِ مرجع فطری و نسلی کے ساتھ فردیت جماعت اور فردیت امارت اور وحدتِ ابوتِ انس کے لئے فیصل بالحق ہے وہ فرضِ تودد فعال کی اس ادائیگی سے قاصر قرار دیا جائیگا جو واحد مرجع نسلی پر منتہا نوعِ انسانی میں روح الہٰی کے سیرانِ متحدہ کی دلیل سے اس پر عائد ہوتا ہے۔

الحاصل الوالملّت یعنی نائبِ فعّال لما یرید عزّوجل (امیر فعّال) افرادِ دولت کی حیات عنصری اور اس کی صحت اور اس کے استقلال کے لئے جدوجہد اور اس حیات عنصری (کہ وہ روح فعّال لما یرید عزّوجل (روح الہٰی) کی محل ہے) کے حوائج کی ایفا کا ذمہ دار ہے۔ اور نفوسِ افراد کی تعدیل کا اہتمام جو تکمیل انسانیت ہے۔ اور روح الہٰی کا کشف اور روح بخاری کا تحمل کشف ہے اس دلیل سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے نفس میں منکشف روح الہٰی کی قوت فعالیہ سے مایہ دار ہے۔ کہ وہی فضل ابوّت کا استحقاق ہے۔ اور وہی جائز واحد اجتماع میں اس کی حیثیت محوریہ کی شوکت استحکامیہ ہے۔ اور اسی قوتِ فعالیۂ مستحکمہ کے ساتھ وہ منصب وحدتِ مرجع نسلی یا نیابتِ واحد مرجع فطری پر جلال انگیز ہے۔

اور اسی دلیل سے امیر فعال کو افرادِ ملّت کے ادراک و تحریک پر عدل کے ساتھ تصرف کرتے ہوئے ان کے جذبۂ ایثار کی معیت میں جو عدل نفس کا ترشح فطریہ ہے۔ اور ایثار کی حیثیت صدق کا تحقق ہے ملّت کی مجموعی جدوجہد اور ایثار کے ساتھ جملہ افرادِ ملّت کے جملہ حوائج کی بالعدل ایفا کرنی چاہیئے۔

---

[1] فمن عاد منکم الیوم .... الخ اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقہ بحوالۂ مسلم مطالعہ فرمائیں۔

[2] مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب عیادۃ المریض مطالعہ فرمائیں۔

تجارت یا بیع کا مقصد مختلف اجناس ارضی کا جو قطعات ارض سے پیدا ہوتی ہیں۔ یا نکالی جاتی ہیں۔ افراد بنی نوع کا باہم تبادلہ ہے جو اُن کے حوائج حیات فرد و جماعت بحیثیت اسباب کا جامعیت کے ساتھ وجہ ایفا ہے۔ اور اجرت تبادل گویا ایفائے حوائج کے لئے خدمت انسانیت کی اجرت ہے۔ جو تاجر کو پہنچتی ہے۔ اور حلال اور طیب ہے۔ پس تجارت کو انسانیت کی بقائے حیات عنصری میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ کیونکہ تبادلہ یا تجارت کے بغیر نوعِ انسانی اپنے حاجات عنصری کی کامل ایفا پر قادر نہیں ہوسکتی اس لئے یہ عدل اقتصاد اور اساسِ اقتصاد ہے۔ مگر کسی ایک جنس کا اسی جنس کے ساتھ تبادلہ ایفائے حاجات حیات کے مقصد کو نظر انداز کرتے ہوئے تشحیح نفس کا مظاہرہ ہے۔ اور اخوت نوعی کی شکست ہے۔ اور مقصد بقائے حیات کو باطل کرنا ہوا گویا نوع انسانی کے اقتصاد کو از راہ ظلم موت کے ساتھ ہمکنار کر دینے کے مترادف ہے۔ یہی ربوا ہے۔ کیونکہ ایک جنس جو ایک فرد یا جماعت کے پاس موجود ہے۔ اسے اسی جنس کے بدل میں نفع مندی کے ساتھ اگر فروخت کیا جاتا ہے۔ تو اجناسِ مختلفہ کے باہم تبادلہ سے جو فرد و جماعت سے متعلقہ ضروریاتِ زندگی کو پورا کرنے کے لئے نفس جماعت میں ایک جامعیتِ کفیلہ تحقق پاتی ہے۔ وہ باطل ہو جاتی ہے پس اخوتِ ملی و نوعی ربوا کو ناجائز قرار دیتی ہوئی تعاون باہمی یا مفارضہ یا احسان کے لئے (جسے منجملہ اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ نفس دولت میں ضرور متحقق ہو جانا چاہیئے) فیصل بالحق ہے۔

یہاں یہ امر مکرر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ اس جنس کے علاوہ دوسری جنس کے ساتھ تبادلہ ضرورت کے اس پہلو کا ایفا ہے۔ جس کے بغیر حیات کی جملہ ضروریاتِ متعلقہ انجام نہیں پا سکتیں۔ اور اگر اجناس متحد النوع کا باہم تبادلہ نفع مندی کے ساتھ جائز قرار دیا جاتا ہے۔ تو اس کی بڑھتی ہوئی رفتار انجام کار تشحیح نفس کی بڑھتی ہوئی کیفیت کے ساتھ مقصد بیع کو ضعیف یا فنا کرتے ہوئے حامل روح الہٰی نوعِ انسانی کی حوائج کے ایفا کے مقصد کو باطل کر سکتی ہے۔ اس لئے ربوا گویا انسانیت پر حملہ ہے۔ اور نوع انسانی کی از روئے ظلم موت کا آئینہ دار ہے۔ اور اسی دلیل سے خالق نوع انسانی اور مبدأ ارواح عزوجل کے ساتھ حرب کے مترادف ہے۔ اور (زمین) میں سعی بالفساد کی ایک نوع ہے۔ پس ملتِ اسلامیہ کے افراد مستدرج فی العدل اور اقوام صاغر کے درمیان بلا امتیاز فطرتِ انسانیت کے فیصلہ کے تحت حسب درجات جرمیہ اجرائے حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے ساتھ اسے جائز و احد دولت وسطیہ سے خارج کر دینا چاہیئے۔ اور سکہ چونکہ حاجاتِ عنصری سے متعلقہ اجناس کا جامع کل ہے۔ اس لئے اس کا باہم نفع مندی کے ساتھ تبادلہ گویا اجناسِ کلیہ کا باہم تبادلۂ ظلمیہ ہے۔ اور فطرت انسانی اور اخوت نوعی اسے شہادت عدل اقتصاد کے ساتھ شدت سے ناجائز قرار دیتی ہے۔ پس عدل اور ظلم یا حیات اور موت یا بیع اور ربوا کیسے برابر ہو سکتی ہے۔ مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ (البقرہ ۔ ۳۸ع)	اور یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں بیع بھی سود کی مانند ہے اور اللہ نے بیع حلال کی ہے۔ اور سود حرام کیا ہے۔

پس جب بیع و ربا کا اصول واضح ہو چکا۔ تو اب یہ حقیقت غور طلب ہے۔ کہ اراضی یا مالِ تجارت کو اجرت پر دینا کیسا ہے۔

Marfat.com

جب ایک شخص بحیثیت رکنیت مدن ایک اراضی یا مال تجارت کا معیار عدل پر رسوخ معتمد کے ساتھ بحق خدمت مدن مالک قرار پاتا ہے۔ تو اس کو یہ حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ اراضی کو حوائج حیات کی ایفا کے لئے بحالیکہ اگر وہ خود خدمتِ مدن میں حقیقت عدل کی تمکینی جدوجہد کے لئے مصروف ہو تو دیگر افراد ملک کے توسط سے اس کی آبادی کے لئے کوشاں ہو کیونکہ اس کا بیکار چھوڑ دینا اقتصاد پر نقصان کے ساتھ اثر انداز ہوتا ہے۔ (دراں حالیکہ اس کے متعلق خدمتِ مدن کے عوض تمکین حق ملکیت کے بعد اس کو بدل بالعدل کے بغیر ساقط نہیں کیا جاسکتا۔) اور یہ ایسی تجارت ہے کہ مخرج و معدن اجناس کو اجناس کے ساتھ تبادلہ کرتے ہوئے حق تبادل وصول کیا جاتا ہے۔ گویا تبادلۂ اجناس مختلفہ کی نسبت جو ایفائے حوائج کا جامعیت کے ساتھ کفیل ہے یہ تبادلہ نوع انسانی کے لئے زیادہ سود مند ہے۔ چنانچہ سیاست مدن کا وصول عشر وغیرہ بھی فی الحقیقت اسی اصول کے تحت حق تبادل ہے۔ جو ارکین مدن سے وصول کیا جاتا ہے۔ اسی اصول تبادل کی بنا پر مال تجارت وغیرہ اجرت پر دیتے ہوئے سیاست مدن میں استحکام پیدا کرنا چاہیئے کیونکہ مال تجارت اجناس کے تبادل کا ذریعہ ہے۔ جو ایفائے حوائج کے لئے جامعیت کے ساتھ کفالت کر سکتا ہے۔ مگر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ زمین مخرج اجناس ہے اور اجناس یا مال تجارت محنت کے ذریعہ تحقق پاتا ہے۔

پس ایسے تجارتی ادارے[1] جن میں افراد ملک کی طرف سے سکہ جو جامع اجناس کل ہے۔ مدعائے تجارت کے ساتھ جمع کیا جاتا ہے۔ ان کے منتظمین کا حق اجرت وضع کرنے کے بعد شریک تجارت افراد ملک کے درمیان تمام تر حق تبادل یا اجرت کو بقدر حصص تقسیم کر دینا چاہیئے اور اگر وہ تجارتی ادارے افرادِ ملک کے ساتھ سکہ کی تجارت باہمی کا نفع مندی کے ساتھ فعل انجام دیتے ہیں۔ تو وہ ربٰوا ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اُن تجارتی اداروں کے منتظمین کا حق اجرت بداہت کے ساتھ از روئے عدل واضح ہے۔ جو افراد ملک یا اراکین ادارہ کے حق تبادل سے بطور خدمت و اجرت از روئے معاہدہ یا شرائط واضحہ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اور اراکین ادارہ کو جذبہ ہائے ایثار کے ساتھ فوائد تجارت کے نفق کا محور فردیت امارت قرار دینا چاہیئے بحالیکہ افراد مدن کو ان اداروں کی رکنیت کا حق خدمتِ مدن کے عوض پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ وہ بحق سیاست مدن قیام پاتے ہیں۔ اور ان کی رکنیت افرادِ مدن کے اقتصادی حالات کو تجارتی وسعت اور ارتقا میں شرکت کی دلیل سے محور عدل کے گرد ممتد اور کر دیتی ہے۔ اس لئے سیاست مدن کو افرادِ مدن پر مشتمل ایک متحدہ اور وسیع نظامِ تجارت قائم کرنا چاہیئے۔ جو عادل فعال اول المسلمین صلعم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں اس پر عائد ہوتا ہے۔ (عنوان تجارت تکمیل معیشت جلد اول مطالعہ فرماویں)۔

عادل فعال اول المسلمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اراضی اجرت پر دینے کی اجازت بھی ظاہر ہے اور اس صلعم نے اس سے منع بھی فرمایا ہے۔ اسے اختلاف پر محمول نہیں کرنا چاہیئے بلکہ اس سے مختلف پہلوؤں کی وضاحت مقصود ہے۔

جیسے خیبر کی زمین عہد نبوی میں سیاستِ مدن کی ملکیت قرار پانے پر یہود کو نصف بٹائی پر دے دی گئی بحالیکہ صحابہ میں بحیثیت اراکین مدن اسے تقسیم کر دیا گیا تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ سیاست مدن کا ایک رکن جبکہ وہ ملی خدمات میں مصروف ہو۔ تو اسے سیاست مدن کی رکنیت کے حق کی بنا پر جو اراضی ملتی ہے۔ بٹائی پر دے سکتا ہے علیٰ ہذا بروایت ابوداؤد حضرت زبیر ابن عوام کو اراضی اور کھجوروں کے درخت جو عطا کئے گئے وہ بھی اسی

[1] یعنی نظام بنک وغیرہ اپنے کوائف عدلیہ کے ساتھ۔

Marfat.com

طرح حق خدمت مدن کے تحت تھے یا جیسے آبادیٔ اراضی کی بنا پر جو سیاست مدن کی خدمت ہے۔ اراضی آباد کنندہ کو عطا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ وہ بھی عوض خدمت مدن کی ایک نوع ہے۔ اور اس ہر گونہ اراضی کو بٹائی پر دینے کا سیاست مدن کی رکنیت کی رو سے حق پہنچتا ہے۔ بحالیکہ مالک اراضی کسی دوسری خدمت مدنیہ میں مصروف عمل ہو کیونکہ خدمت مدن کے عوض رکنیت مدن کی رو سے اراضی اس کا حق قرار پاتی ہے۔ اس لئے یہ عدل سے تجاوز ہے۔ کہ وہ اسے بٹائی پر دیتے ہوئے اس حیثیت کے ساتھ فائدہ حاصل کرے کہ رکنیت مدن کے فرائض یعنی خدمت مدن انجام نہ دیتا ہو یعنی بٹائی پر دینے کا حق صرف اسے اس صورت میں پہنچتا ہے کہ وہ رکنیت مدن کے فرائض خدمت ادا کرتا ہو۔ جیسے صحابہ کرام جہاد اور شوریٰ اور قضا وغیرہ وغیرہ کے ساتھ اپنے ملّی فرائض انجام دیتے تھے۔ اور اراضیٔ خیبر وغیرہ پر اُن کا حق مسلّم تھا۔ مگر جو شخص دیگر فرائض مدنیہ کو انجام نہیں دیتا۔ اسے بحیثیت رکن مدن خود کاشت وزراعت کرنی چاہئے۔ کیونکہ ہر شخص کا وجود اس کیلئے حاجات ادران کی ایفا کو ضروری قرار دیتا ہے۔ اور اسی وجہ سے بیکار زندگی معاشرہ پر غیر فطری بار کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے اسے یہ ہر گز حق نہیں پہنچتا کہ وہ معاشرۂ ملّی کا رکن ہوتے ہوئے۔ کسب وکار سے الگ ہو کر اراضی جو بحق مملکت اس کو حاصل ہے۔ بٹائی پر دیتے ہوئے نظام ملّی اور دیگر افرادِ ملّت پر بار ہو کر متمولانہ اور بیکار زندگی بسر کرے اور مخابرت کو ذریعۂ معاش بنالے جو اپنی غیر معین بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ تمول یا سرمایہ داری کی شکل وصورت اختیار کر لیتی ہے۔ (اور اسی لئے عادل فعال اول المسلمین صلعم نے زمین یا مکان کو فروخت کے عوض اس رقم سے مکان یا زمین خریدنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے۔ اور اس کے علاوہ اس کے خرچ پر ناپسندیدگی ظاہر فرمائی ہے۔ کیونکہ وہ انجام کار ایک دوسرے شخص کے تمول پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اور تبدیلیٔ مکان واراضی کی ضرورت بھی چونکہ ممکن ہوتی ہے اس لئے فروخت سے کلیتہً منع بھی نہیں فرمایا) گویا اس دلیل سے کہ جملہ اراکین مدن کو خواہ وہ عامل ہوں یا والی ہوں یا تاجر صدق ہوں یا صنّاع اور کاشتکار یا مزدور ہوں اپنی ذات یا اہل وعیال سے متعلقہ جملہ حوائج کی ایفا کے لئے سیاستِ مدن سے عوضِ خدمت اعتدالِ نفق کے ساتھ حاصل کرنے کا اس طرح حق پہنچتا ہے کہ حدّ اعتدال سے تجاوز نہ ہو عادل فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نہی عن المخابرت کے ساتھ فرط تمولیہ کی اس طرز وطریق کے انسداد کیلئے اہتمام بالعدل فرمایا ہے۔ کہ وہ نفق کے معیار عدلیہ کی تمکین کو متعذر کر دیتا ہے۔ اور بیکاری کو رائج کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جواز مشروط اس دلیل سے معیار عدل پر راسخ اور معتمد ہے۔ کہ وہ آبادیٔ اراضی اور حقِ خدمت مدن کی ادائیگی کے لئے ضامن بالعدل ہے، چنانچہ مندرجہ ذیل احادیث مصطفوی کی مطابقت حقائق جواز ونہی پر شاہد ہے۔

عن عبد اللہ ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دفع الی یہود نخل خیبر وارضہا علی ان یعملوھا من اموالھم ولرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شطر ثمرھا رواہ مسلم وفی

عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود خیبر کو خیبر کی زمین اور کھجور کے درخت اس شرط پر دیئے کہ وہ اپنے خرچ سے اس پر محنت کریں اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس کا آدھا ثمر ہوگا۔ اور بخاری کی روایت

روایۃ البخاری ان رسول اللہ اعطیٰ
خیبرالیھود ان یعملوھا ویزرعوھا
ولھم شطر ما یخرج منھا

(مشکوٰۃ کتاب البیوع باب المساقاۃ والمزارعۃ
فصل اول مطالعہ فرماویں)

میں اس طرح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو خیبر اس شرط پر دیا کہ وہ اس میں محنت کریں اور کھیتی کریں اور اُن کے لئے نصف ہوگا اس سے جو کچھ کہ اس سے نکلے۔

نیز اسی باب میں مروی ہے۔ کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین زراعت کرتے تھے۔ ثلث اور رُبع پر نیز باب المنہی عنہا من البیوع میں بروائت مسلم نقل کیا گیا ہے۔

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
عن المخابرۃ والمحاقلۃ والمزابنۃ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہے۔ مخابرہ اور محاقلہ اور مزابنہ سے۔

(مخابرہ تہائی یا چوتھائی آمدنی کے عوض زمین کرایہ پر دینے کو کہا جاتا ہے۔ جس کی حیثیت مطلقہ اساسِ نظام تمول ہے اور محاقلت کھیتی کو اس کے بالوں میں ہی گندم کے عوض فروخت کردینا ہے۔ اور میووں میں اسی عمل کو مزابنت کہتے ہیں۔ اور یہ دونوں عمل ایک ہی جنس کا نفع مندی کے ساتھ تبادلہ ربائیہ ہے اور اپنے بھائی کے متعلق نقصان کے اندیشہ پر ذاتی نقصان کے اندیشہ کی ترجیح ہے جسے تشحیح نفس کہنا چاہیئے)

نیز مشکوٰۃ کتاب البیوع باب العطایا میں بروائت بخاری و مسلم نقل کیا گیا ہے کہ عمر ابن خطاب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ ! میں نے خیبر سے ایسی زمین پائی ہے کہ اس سے بہتر آج تک میں نے اپنے لئے کوئی چیز حاصل نہیں کی۔ (فما تامرنی بہٖ) پس مجھے اس کے بارہ میں کیا حکم دیتے ہیں تو آپ نے فرمایا۔ اِنْ شِئْتَ حَبَّسْتَ اَصْلَھَا وَتَصَدَّقْتَ بِھَا۔ اگر تو چاہے۔ تو وقف کر اس کے اصل کو محفوظ کرتے ہوئے اور اس کے حاصل کو تصدق کر۔ پس عمرؓ نے اس کو اس طرح صدقہ کیا۔ (یعنی ان شرائط کی وضاحتوں کے ساتھ اراضیٔ مذکورہ وقف فرمائی) کہ اس کا اصل نہیں فروخت کیا جاسکتا۔ اور نہ ہبہ کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ میراث قرار پاسکتا ہے۔ اور اسے تصدق کیا فقرا اور اقربا اور رقاب اور فی سبیل اللہ اور مسافر اور مہمان کے لئے بحالیکہ نہیں گناہ کہ جو اس کا منتظم ہو وہ اس سے معروف کے ساتھ خورد و نوش حاصل کرے بحالیکہ وہ مال کو جمع نہ کرتا ہو۔ جو مقصد تصدق و ایثار کی ضد یا جانب مخالف ہے۔

ان احادیث کے تطابق سے (جو مخابرت کے جواز اور اس کے متعلق نہی پر اور تصدق اراضی پر مشتمل ہیں) یہ واضح ہو جاتا ہے کہ اگر سیاست مدن کا ایک رکن حق خدمتِ مدن کی بنا پر اس قدر اراضی حاصل کر لیتا ہے۔ جو اس کی ضروریات کی کفالت یا تناسب تعمیر زندگی سے متجاوز ہو تو اس دلیل سے کہ سیاستِ مدن اس کے اور تمام افرادِ مدن کے ازدواج اور تعلیم و تربیت اور صحت و مرض وغیرہ جملہ حوائج کی از روئے عدل الوہیت ذمہ دار قرار پاتی ہے۔ اور معیار عدل پر مقادیر تقسیم اراضی کا رسوخِ صادق تقاضائے عدلِ معاشرت کی ایفا ہے۔ از روئے عدل مناسب ہے کہ مقدار عدلیۂ تقسیم و حاجت سے زائد اراضی بحق سیاست مدن تصدق ہو۔ پس روایت مؤخرالذکر آج دولت وسطیہ میں اس اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ جو نفس فرد و نفس دہر اور فطرت

Marfat.com

احکام اور فطرت قبول میں جاری وساری ہے۔ تعین و تحدید مقادیر تقسیم عدلیۂ اراضی کی ضرورت پہ ناطق بالحق ہے۔ جو اس مخابرت سے نہی کے مقصد کو عمل کے ساتھ متحقق کرتی ہے۔ جو روایت متوسط الذکر سے مقصود ہے اور بحق خدمتِ مدن جواز مزارعت بالعدل کی آئینہ دار ہے۔ جس کی روائت اوّل الذکر میں وضاحت کی گئی ہے۔

نیز روائت مؤخر الذکر میں ان شئت سے مقصود امیر فرد کی قوت فعالیہ کے تصرف فعال الخیر کے ذریعہ افرادِ مدن کے جذبات ایثار یا ارادۂ منکشف بالنور کی معیت مقصود ہے۔ جو نظام مدن کی فطرت میں موجب استحکام ہے اور فطرت نفس اور اس کے ماحول اجتماعیہ میں تمکین اتحاد بالعدل ہے۔

الحاصل نہی مخابرۃ سے نظام تموّل کا خاتمہ اور جواز سے سیاستِ مدن کے ایفائے حق رکنیت و خدمتِ مدن کا استقلال مقصود ہے۔ نہی کی حیثیت مطلقہ اور جواز کی حیثیت شرطیہ ان ہر دو مقاصد عظمٰی پر شاہد ہیں۔

حیثیت شرطیہ ارکینِ مدن میں تقسیم اراضی کے کوائف متعلقہ سے ظاہر ہے۔ جو بحق خدمت مدن تحقق پاتی ہے۔ اور مخابرۃ کا مطلق طور پہ ذکر خاتمۂ تموّل کو ثابت کرتا ہے۔ اور فاروق اعظم کے ساتھ مندرجہ بالا مکالمۂ مصطفوی اور اس کا نتیجہ اس حقیقت پر شاہد ناطق ہے۔ گویا مخابرۃ بصورت پیشہ اختیار کرتے ہوئے مدن کی خدمت سے تعطل جو ضعف نظامِ ملّی کا موجب ہے۔ اور نظام تموّل کا جواز ہے۔ اس عدل اقتصاد کی رو سے ناجائز ہے کہ وہ ارکین دولتِ وسطیہ کے حوائج حیات کی بالعدل ایفا کا ذریعہ ہے۔

عہد مصطفوی میں ارکین سیاست مدن کے لئے مشاہرہ کی شکل وصورت عطائے اراضی اور مال غنیمت کی تقسیم تھی۔ جو نظام سیاست مدن کا افتتاح جامع تھا۔ اس لئے ملّی خدمت کو انجام دینے کے لئے از روئے عدل مخرج اجناس کو اجناس کے ساتھ تبادلہ کرتے ہوئے حق تبادل کا وصول کرنا بلاشبہ سیاست مدن کے استحکام کا اس دلیل سے موجب تھا۔ کہ وہ ارکین سیاست مدن دیگر مدنی خدمات میں معروفیت کے عوض اس کے ذریعہ حوائج حیات کو پورا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد تمام قرون مسلسل میں اس دلیل سے کہ اراضی حق سیاست مدن ہے اور مخرج اساس اقتصاد (اجناس) ہے اس کی آبادی کے حق کی بنا پہ (جو خدمت مدن کی ایک بنیادی نوع ہے اور اس حق کا سیاست مدن کی جانب سے قیام و استقلال آبادیٔ اراضی کی ضرورت کی وضاحت و تحریک ہے یا دیگر مدنی خدمات کے عوض میں جو اراضی سیاست مدن کی جانب سے ارکین مدن میں تقسیم کی جاتی ہے۔ ایک حد معین تک (جس قدر وہ آباد کر سکیں اور تناسب تعمیر زرعی کی رو سے مقرر کردی گئی ہو۔ اور ان کی ایفائے حوائج کے لئے کافی کہ ان ہر دو وجوہات تقسیم کی فطرت نہی مخابرت کی شہادت کے ساتھ مقدار مخصوصہ[1] چاہتی ہے اور عوض خدمت دلیل سے تقسیم کے بعد حقوق ملکیت خدمت کو بدل بالعدل کے سوا ساقط نہیں کیا جا سکتا) ان کے لئے مخصوص کر دینی چاہئے اور باقی آباد اراضی جو اس حد عدل سے متجاوز اور نفس دہر کے نظام الخطاطیہ کی وجہ سے ان کے قبضہ میں ہو نظام سیاست مدن کی جانب سے بلا توسط زراعت پر دیتے ہوئے (جیسے اراضی خیبر کہ وہ بحق سیاست مدن یہود کو زراعت پر دی گئی تھی۔ اور صحابہ میں اس کی تقسیم بھی بحق خدمت سیاست مدن تھی) یا دیگر ارکین مدن

لہ جیسے (بحوالۂ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب احیاء الاموات والشرب) حضرت زبیر کو گھوڑے کی ایک دوڑ کے مطابق عطائے اراضی کی مقدار مخصوصہ عرب کے زرعی کوائف اور تناسب اور تقاضائے تعمیر زرعی سے مقرر کی گئی۔

Marfat.com

ہیں زراعت کے لئے تقسیم کرتے ہوئے سیاست مدن میں استحکام پیدا کرنا چاہئے تاکہ عدل اقتصاد کے ساتھ انفرادی اولاً ملی ضروریات پوری ہوں اور نظام تمول کو محاربت کے ساتھ رواج نہ ہو۔ کیونکہ تکمیل انسانیت فرض فطری کی ایفا ہے۔ اور فرائض کے ساتھ نوافل کی پابندی کو مستلزم ہے۔ اس لئے نوافل ایثاریہ کو چھوڑ دینا فطرت تکمیل انسانیت کے فیصلہ کی رو سے جرم بیّن ہے۔ گویا ترک نوافل ایسے فرائض کا ترک ہے۔ جن کی تکمیل انسانیت کے لئے ضرورت ہے۔ کیونکہ اسلام کی حقیقی شکل وصورت جو اسلام کا منشا ہے۔ وہ اول المسلمین صلعم کی سنّتِ فعال ہے۔ اور تکمیل انسانیت کے معیار پر تمام فرائض ونوافل اور مستحبات فرض کا مقام اور درجہ رکھتے ہیں۔ اور وہ سبھی نظامِ اسلام کے ارکان ہیں۔ یعنی اوّل المسلمین صلعم کا جامع فرائض و نوافل اسوۂ فعال معیار نظام ہے۔ اور اول المسلمین صلعم کے ساتھ مکالمۂ عمر ابن خطاب اور اس کا نتیجہ اسی تکمیل نظامِ عدل کی شرح متشکل ہے۔ اور نظام تمول کا خاتمہ ہے۔ اور تکمیل نظام کی دلیل سے ملّتِ اسلامیہ کے لئے دلیل راہ ہے اور مقصد تکمیل نظام کی ایفا کے لئے ملّت کے نظام اجتماعی کو عمل کے لئے مکلف کرتا ہے۔ تاکہ وہ نفوسِ ملّت میں تصرفات عدلیہ کے ساتھ متصرف ہوتے ہوئے نفوسِ افراد میں تمکین عدل کے ساتھ اُن کے عادل مبادئ اعمال کی معیت میں عدل اقتصادِ نظام متحقق کرے۔ کیونکہ عدل کا نظام مدن میں اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق فرد و ملّت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے افراد کے مافی النفوس اور حالات خارجہ کے اتحاد باہمی اور صدق سے تحقق پاتا ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جیسے نماز فرض اور تہجد نفل اور ذکر وغیرہ فضائل اخلاق جو جہد تعدیلیہ کے نتیجہ میں نفس انسانی میں بطور فطرت متحقق ہوتے ہیں۔ تکمیل انسانیت کے لئے یکساں طور پر ضروری ہیں۔ ایسے ہی انسانیت کے نظام مدن کی تکمیل بھی ہر گونہ تکمیلی جد وجہد (زکوٰۃ اور اس کے علاوہ ایثار کامل بالعدل) کی جامعیت کے ساتھ نظام مدن کو مکمل کرتی ہے۔ یعنی اسلامی نظام کا منشا فطرت نفس اور اس کے ماحول میں تمکین عدل ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ حق آبادی کی بنا پر اراضی کی تقسیم اس حقیقت پر شہادت دیتی ہے کہ غیر آباد اراضی کو قیمت کے ساتھ فروخت نہیں کرنا چاہئے کیونکہ فطرت عدل فیصل بالحق ہے۔ کہ اراکین مدن کا اراضی کو آباد کرنا جو تعمیر زدگی ہے۔ ان کے لئے اس کی ملکیت کے حق کو بحق خدمت مدن واضح کر دیتا ہے۔ اور آبادی اراضی پر قدرت کی فطرت ایک معین مقدار چاہتی ہے۔ اور اس پر آبادی کے عوض بحق سیاست مدن حق ملکیت قائم ہونے کے بعد ساقط نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا ہے۔

من احیا امواتا من الارض	جو کسی غیر آباد[1] زمین کو آباد کرتا ہے۔ وہ
فھولہ ...... (مشکوٰۃ)	اس کے لئے ہے۔

علیٰ ہٰذا آبادیٔ اراضی کی مانند دیگر مدنی خدمات کے عوض اراضی کے متعلق بحق سیاست مدن حق ملکیت قائم ہونے کے بعد قوت وصحت کو خدمتِ مدن کے لئے خرچ کرنے کی دلیل سے بیماری یا بوجہ امتداد عمر ضعفِ اعضا

---

[1] آبادی معادن کے متعلق بحث عنوان کسب و نفق کے تحت مطالعہ فرمائیں۔

کی صورت میں بحق سیاست مدن اس کی حق ملکیت کے مزارعت کے ساتھ استعمال کو حسب سابق استقلال نہ ہے گا۔ گویا ضعف اور بیماری وغیرہ میں استقلال عوض خدمت پر عطائے اراضی شاہد بالحق ہے۔ نیز متوفی رکن دولت کی وفات کے بعد اس کے عیال و اطفال کے لئے تا بلوغ و رشد وغیرہ پر استقلال مشاہرہ کے وجوب عدلیہ پر شہادتِ مصطفویہ ہے۔

نیز زمین پر مکانات کی تعمیر بھی مزارعت کی قبیل سے ہے۔ کیونکہ اراضی کے ساتھ ان کا براہِ راست تعلق ہے۔ اور وہ زراعت کا مقام حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

من احاط حائطًا علی الارض فھو لہ — جو زمین پر دیوار سے کسی احاطہ کو گھیر لیتا ہے وہ اس کے لئے ہے (یہ منجملہ ایفائے تقاضائے تعمیر مدن ہے)

(مشکواۃ)

پس تعمیر مکانات اور ان کے کرایہ کے متعلق جملہ احکام مزارعت کا اطلاق ہوگا۔ یعنی ایک شخص اپنی ذات کے لئے اسی قدر مکان تعمیر کر سکتا ہے۔ جو سیاست مدن کی جانب سے معینہ معیار کی نسبت سے زائد نہ ہو۔ البتہ وہ کرایہ پر مکان دینے کے لئے اس قدر تعمیر کر سکتا ہے۔ جس کا معیار بحق خدمت سیاست مدن تناسب مزارعت اور تناسب حوائج مدینہ کے ساتھ مقرر کر دیا گیا ہو یا اس کے حوائج کے لئے کافی ہو بجالیکہ وہ خدمت مدن میں مصروف ہو اور اس معیار کفایت معینہ سے زائد کا جوائج اجتماعیہ کی مطابقت کے ساتھ (جو محور نظام ملّی (الوالاس کے گرد نڈا ور صحیحہ سے وضاحت پاتی ہے) بحق نظام اجتماعی تصدق تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور انسداد تمول ہے (جس کی بحث گذر چکی ہے)

کیونکہ سیاست مدن انفرادی اور ملّی حاجات کی کفالت کرتی ہے۔ اور اسی کی جانب سے اس کے حق ملکیت کو افراد مدن کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور وہی تہذیب و سیاست عدلیہ کی ذمہ دار ہے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا (یہاں فرمان کا خط کشیدہ حصہ مقصود تحریر ہے)

من احیا امواتًا من الارض فھو لہ وعادی — جو غیر آباد زمین کو آباد کرتا ہے وہ اسکے لئے ہے اور غیر آباد زمین اللہ اور اسکے رسول کیلئے اور پھر میری طرف سے تمہارے لئے ہے (فردیت مدن یا سیاست مدن کی جانب سے)

الارض للہ ورسولہ ثم ھی لکم منی (مشکواۃ)

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اراضی کی تقسیم کے متعلق بحق مملکت تعین مقدرہ اس کی حیثیت تحرجیہ کی وجہ سے ہے کیونکہ وہ جملہ اجناس کی اساس ہے یا مخرج و معدن ہے۔ نیز اس کی زراعت ایک حد معین تک ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ اور مقدار تناسب ندگی سے زیادہ کسی ایک شخص کو اراضی کا دے دینا بیکار اور متمولانہ اور مخایرانہ زندگی کا موجب ہو جاتا ہے۔ جو عدل معاشرہ کے معیار معتمدہ سے سقوط مفرطہ کا موجب ہے .... اور تجارت و مواجرت کے فوائد کو اس لئے تعین کے ساتھ خصوصیت نہیں دی گئی[1] کہ وہ اس حق محنت کی بنا پر تحقق پاتے ہیں جو اجناس مختلفہ کے باہم تبادلہ سے (جو اس دلیل سے اساس اقتصاد ہے کہ حوائج حیات عنصری کی جامعیت کے ساتھ کفالت کا موجب ہے) یا خدمت و تعاون باہمی (جو نجات کی مانند وجہ ایفائے حوائج انفرادیہ و منزلیہ و مدنیہ ہے) سے تعلق رکھتا ہے۔ چنانچہ مخابرت سے نہی اور اس کا جواز اور تجارت اور اجرت پہ تجارت کا متشکل اسوۂ مصطفوی اور اجرت پر ہر گونہ خدمت کا عدل معاشرت کے ساتھ جواز مطلق اسی حقیقتِ عدلیہ پر شہادتِ مصطفوی[1] ہے۔ منجملہ بحوالۂ مسلم مشکواۃ میں منقول ہے۔

[1] درآں حالیکہ اراضی یا تجارت کے فوائد کا محور دولت کے گرد نڈا ور بالعدل متمولانہ (سرمایہ دارانہ) زندگی کو نفس دولت سے خارج قرار دیتا ہے۔

نهی عن المزارعة وامر بالمواجرة وقال لا باس بها — آں صلعم نے مزارعہ سے منع فرمایا اور مواجرہ کے لئے حکم دیا اور فرمایا اس میں مضائقہ نہیں۔

(مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الامارۃ)

نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ تجارتی اداروں میں جملہ افرادِ مدن کے لئے رکنیت کا تحقق افرادِ مدن کے اقتصادی حالات کو تجارتی وسعت اور ارتقا میں شرکت کی دلیل سے محورِ عدل کے گرد متند اور کر دیتا ہے الحاصل جو لوگ سطح ارض پر عدل کی تمکینی جدوجہد میں بحیثیت اراکین سیاست مدن مصروف ہیں۔ وہ اس اراضی کو حصہ پر دے سکتے ہیں۔ جو آبادیٔ اراضی یا خدمت مدن کی بنا پر انہیں پہنچی ہو یا انہوں نے خریدنے سے اسکے حق کو (معیار معینہ تک) حاصل کیا ہو پس بٹائی پر دینے کے بعد ان کو اس کے ثمر کا ایک حصہ پہنچیگا اور جو شخص بحیثیت رکن مدن اپنی اس اراضی کو جو خدمت مدن کے عوض اسے پہنچی ہے۔ خود کاشت کرتا ہے اراضی کے تمام ثمر کا فائدہ اس کا حق ہے۔ (بحالیکہ محورِ امارت کے گرد تنداور بالعدل کیساتھ اراضی کے متعلق ادائے عشر اور ایثار رفاقلہ فریضہ ملی کی ایفا ہے) اسلئے اراکین سیاست مدن کو خدمت مدن کے عوض اگر مزید دیا جاتا ہے (جو تقسیم اراضی کے بعد اصول تقسیم غنیمت کے تحت تعین مشاہرہ ہے) تو کاشتکار اس طرح زراعت کے ساتھ اس کی نسبت زیادہ فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ جو بطور کراء الارض اول الذکر کو پہنچتا ہے اور کرایہ پر کاشت کرنے والے مزارعین خواہ اس میں وہ کاشتکار بھی ہوں۔ جنہیں ذاتی طور پر بحق خدمت مدن اراضی حاصل ہے۔ وسعت تعداد اور وسعت کاشت کی دلیل سے جو لازمۂ کسب کاشت ہے۔ ویسا ہی فائدہ حاصل کرتے ہیں۔ جیسے کرایہ پر دینے والا سیاست مدن کا رکن اجتماعی طور پر خدمت مدن سے فائدہ حاصل کرتا ہے۔ بحالیکہ ہر گونہ کاشت میں تحقق وسعت اور اس کے استقلال اور جملہ حالات زراعت میں تمکین عدل کا اہتمام سیاست مدن پر عائد ہوتا ہے۔

اور تجارتی اداروں میں تمام افراد مدن کی شرکت کا تحقق عدل اقتصاد کی تکمیل ہے۔ جو خدمتِ مدن کے عوض جواز مخابرت کی دلیل سے انہیں پہنچتا ہے۔ اور اس تمام نظام متذکرہ کے ساتھ جو سیاست مدن کے اس حق فعال کے تصرف سے شکل و صورت پاتا ہے۔ جس کی رو سے اس پر جملہ ملی اور انفرادی حوائج کی کفالت لازم آتی ہے۔ وہ اسی حق فعال کی دلیل سے افراد مدن کے ارادۂ ایثاریہ کے ساتھ متحد ایسے ایثار معتدل کو ہر وقت دعوت دے سکتی ہے جو صاحب ایثار نفوس کے معیار اقتصاد کو ضعف[1] کے ساتھ متاثر نہ کرتے ہوئے ملت اور اس کے افراد کی پیش آمدہ بڑھتی ہوئی انفرادی یا اجتماعی ضروریات کے ساتھ مطابقت کرتا ہو۔ اور یہ حقائق انفرادی تشخیص اقتصادی کو مستلزم ہیں۔ چنانچہ اخوت ملی کے میراث مشترک کی دلیل سے عہد مصطفوی میں واقعۂ مواخاۃ کے ذریعہ اسباب ایفائے حوائج کی بالعدل تقسیم نظام ملی کے لئے اس صلعم کا (جامع جملہ حقائق بالا) اسوۂ متشکل ہے۔ اور محور امارت مصطفویہ کے گرد تنداور صحیحہ کے ساتھ کمال نفق اموال و نفوس کا آئینہ دار ہے۔ جو من جملہ آیۂ إِنَّ اللّٰهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ سے مرجع فطری عزّ و جل نے مقصود رکھا ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ افراد ملت (اراکین سیاست مدن۔ تاجر۔ صناع۔ زراع اور مزدور وغیرہ) کے ذرائع کسب کا محور چونکہ سیاست مدن یا فردیت امارت ہے۔ اس لئے افرادِ مدن کے حوائج حیات کی ایفا میں تہذیب عدلیہ کے تحقق کی بھی وہ ذمہ دار ہے۔ اور اس پر عائد ہوتا ہے کہ وہ اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت میں اپنی قوت فعالیہ اور

[1] فرمان ربانی وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل۔ ع۳) اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔

Marfat.com

ہیئتِ قاہرہ کے ذریعہ افراد کے ادراک و تحریک میں تمکین عدل سے جو عدل اقتصاد کے ساتھ فطرت نفس کا اتحاد ہے ان کے تقاضائے شعوریہ و رجوعیہ اور حوائج حیات عنصری کی ایفا میں عدل متحقق کردے۔ تاکہ افراد کی ہر گونہ ادراکی و تحریکی قوتوں کی تکمیل عدلیہ اور فرط سے اُن کا تحفظ جو تقاضائے فطرت نفس کی ایفا ہے۔ سیاست مدن میں موجب استحکام ہو اور دولت وسطیہ کے جادۂ تمکین عدل سے موانع مفرطہ کو ہٹا دینے کی قوت شدیدہ میں استقلال پائندہ کے ساتھ جو محیطۂ عالم توسیع ملی کا تاریخی مرحلہ ہے اور تقاضائے فطرت نفس نوع انسانی کی ایفا ہے۔ وہ نفس دہر پر غالب و قاہر ہو۔ اور آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ افراد ملت کے نفوس کی جنسیت عدلیہ کی دلیل سے جو تمام کائنات پر آیۂ غلبہ و قہر ہے۔ اور قوت فعالیۂ مصطفویہ متواترہ سے اس میں تحقق باقی ہے۔ اس کے اراکین عادل کو اس عزّوجل کی عندیت پائندہ کے ساتھ حیات طیبہ حاصل ہو۔

تحفظاتِ عدلیہ

اب اس کے بعد اقتصاد سے متعلقہ تحفظاتِ عدلیہ کو بیان کیا جاتا ہے۔ جو اس کی حقیقتِ صدقیہ کے تحفظ و استقلال کا اہتمام بالعدل ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ اقتصاد کی حقیقتِ صدقیہ کے ساتھ نظامِ مدن میں تمکین و استقلالِ عدل کا موجب ہیں۔ دراں حالیکہ نفسِ انسانی اساسِ عدل پر استوار ہے۔ اس لئے نفسِ انسانی اور اس کے ماحول میں تمکین عدل صدق ہے۔ اور امدادِ عدل سے تحفظ و تقویٰ کو مستلزم ہے۔ مرجع فطری آمر بالعدل عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۠ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ؕ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ - ع ۳۹)

اور بیع کرتے وقت گواہ کر لو اور کاتب اور گواہ کو ضرر نہ پہنچایا جائے اور اگر تم ایسا کروگے تو یہ گناہ ہے۔ اور اللہ سے ڈرو۔ اللہ تم کو تعلیم دیتا ہے اور اللہ تمام باتوں سے واقف ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ (البقرہ - ع ۳۹)

اور اگر تم سفر میں ہو اور کاتب نہ مل سکے تو شئ مقبوضہ گرو ہو اور ایک دوسرے کا اعتبار ہو تو جس کا اعتبار کیا گیا ہے۔ اس کو چاہئے کہ دوسرے کی امانت ادا کرے اور اپنے پروردگار سے ڈرتا رہے۔

اس فرمانِ ربانی میں پہلے معلّمِ حقیقی عزّوجل کی جانب سے بین الشعوب و القبائل یا بین الدول تجارت یا اس

ؔ ان فرامین الہیہ میں تجارت کے اصولی و جزئی پہلوؤں اور تدریجی حیثیتوں کی وضاحت کی گئی ہے۔

اصول تجارت و بیع کی تعلیم دی گئی ہے جو تعقید معاہدات کو تطاول معاملہ کی صورت میں خصوصیت کے ساتھ ضروری قرار دیتی ہے۔ اور اس کی بنیاد پر افراد کے جزئی معاملات اور ان کی تجارت جزئی کی وسعت ان کے حوائج کی ایفا کا ذریعہ قرار پاتی ہے۔ اور چونکہ دست بدست جزئی تجارت میں (خصوصیت کے ساتھ) کتابت و شہادت متعذر ہوتی ہے۔ اس لئے فرمان فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا سے شرط امنیہ کے ساتھ جو حالات جزئیہ میں بالتدریج واقع ہو جاتی ہے تکلیف کتابت و شہادت پر مکلف نہیں فرمایا گیا۔ نیز فرمان ربانی اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً[1] تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ۝ اسی تکلیف سے استثنا کی وضاحت ہے۔

نیز کتابت و شہادت کو چونکہ انجام معاملہ میں اہم حیثیت حاصل ہے۔ اور معاملہ کے ساتھ اس کا تعلق صرف اپنی حیثیت کتابت و شہادتِ صادقہ تک محدود ہوتا ہے۔ اس لئے اس کو اس کی حیثیتِ صدقیہ سے تجاوز کے ساتھ معاملہ میں نامناسب طریق سے مبتلا کرنا یا بہ جبر اس کی حیثیتِ صدقیہ کو متاثر کرنا۔ حدِ عدل سے تجاوز ہے اس لئے فسق ہے۔

نیز بعض جزئی تجارتوں میں بھی چونکہ کتابت و شہادت کی ضرورت پڑتی ہے اس لئے کتابت و شہادت کے مہیا نہ ہونے کی صورت میں یا مطلقاً بعض حالات پیش آیندہ کی وجہ سے رہن کو بھی جائز قرار دیا گیا۔ کیونکہ رہن کی وجہ اساسی کوشش حصول امن آیہ فَاِنْ اَمِنَ...... الخ سے ظاہر ہے۔ جو اس کی اجازت مطلق کو ظاہر کرتی ہے۔

مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ شئے مرہونہ سے فائدہ اس صورت میں اٹھانا چاہئے کہ وہ اس قیمت کے عوض گرو ہو۔ جو بیع کرنے کی صورت میں اسی شئے مرہونہ کے متعلق متعین کی جا سکتی ہے۔ بحالیکہ راہن کے ساتھ اس کے استعمال کے لئے طے کر لیا جائے تو اس صورت میں اس کی صورت گویا ایسی بیع کی ہوگی۔ جو منسوخ بھی ہو سکتی ہے۔ اور قائم بھی رہ سکتی ہے۔ ورنہ بصورت دیگر شئے مرہونہ سے اگر فائدہ اٹھایا جائے تو وہ ربا ہوگا۔ یہ ایسے ہی ہے۔ جیسے رسول اللہ صلعم نے کسی شخص کو قرضہ دینے کے بعد اس سے ہدیہ وغیرہ کے وصول کو ناجائز قرار دیا ہے۔ بحالیکہ ان میں پہلے سے ایسے مراسم نہ ہوں۔ پس جامع اجناس کل (سکہ) کے عوض اگر کسی چیز کو اس کی قیمت کاملۂ معینہ سے کم قیمت کے عوض یعنی احتیاط متذکرہ کے بغیر گرو لیا جاتا ہے۔ اور پھر اس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ جو نظام مدن کی رو سے سکہ کے ذریعہ فائدہ حاصل کرنے کی ہی مانند ہے تو گویا وہ سکہ کی سکہ کے ساتھ نفع مندی یا ربا کے ساتھ تجارت ہے حدیث سعید ابن مسیب جو حبان نے صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں روایت کی ہے۔ کہ شئ مرہونہ کے منافع راہن کے لئے ہیں اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ الحاصل تحفظاتِ عدلیہ کے ساتھ رہن جائز اور روا ہے۔

چنانچہ بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک یہودی سے بوعدۂ مدت معین غلہ لیا اور اس کے پاس زرہ رہن فرمائی

---

[1] مگر جب نقد تجارت ہو کہ اِس ہاتھ دو اور اُس ہاتھ لو تو پھر تم پر گناہ نہیں کہ اگر نہ لکھو۔ (البقرہ - ع ۳۹)

[2] اذا اقرض الرجل فلا یاخذ ھدیۃ رواہ البخاری - (مشکوٰۃ) اذا اقرض احدکم قرضاً فاھدیٰ الیہ او حملہ فلا یرکبہ و لا یقبلھا الا ان یکون جریٰ بینہ و بینہ قبل ذالک۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الربا)

مرجع فطری اللہ عزّوجل آمر بالعدل اور قائماً بالقسط ہے ۔ اور یہ تمام نظام کائنات عدل کے ساتھ مقدر کیا گیا ہے ۔ جو نفس انسانی کے لئے مسخر ہے ۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے اور مرجع فطری عزّوجل کی نیابت عامہ سے مشرف ہے ۔ اس لئے فطرت نفس کی تکمیل اس میں تکمیل عدل کے ساتھ تحقق پاتی ہے ۔ جو استعداد خلافت خاصہ ہے ۔ پس اس کا ہر گونہ نظام انفرادی و منزلی و مدنی بھی عدل کے ساتھ اپنی حقیقت سے متحقق ہوتا ہے ۔

منجملہ تجارت جو اجناس مختلفہ کے تبادلہ سے نوع انسانی کے حوائج حیات عنصری کی جامعیت ایفا کا ذریعہ ہے دراں حالیکہ حیاتِ عنصری محل روح الٰہی ہے ۔ کیل و قسطاس میں عدل کا تقاضا کرتی ہے ۔ کیونکہ حیاتِ عنصری سے متعلقہ اسباب کا حصول بالعدل ہی اساسِ عدل پر استوار نفسِ انسانی کے تقاضا ہائے علوی و عنصری کی ایفا بالعدل کی اساسِ عنصری ہے ۔ آمر بالعدل مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے ۔

اَوْفُوا الْکَیْلَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِیْنَ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَھُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ۔ (شعر ۔ ع۱۰)

پورا کرو ناپ اور نہ ہو نقصان دینے والے اور تولو سیدھی ترازو سے اور مت گھٹا کر دو لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت پھرو ملک میں فساد پھیلاتے ۔

یعنی ناپ اور تول میں کمی و بیشی اور اظہار کوائف اشیا اور حقائق اشیاء میں اختلاف کذبیہ جو ظلم کے ساتھ نقصان حقوق کی دلیل سے منجملہ خسران ہے ۔ سطح ارض پر نشر فساد ہے کیونکہ فرد اساسِ منزل و مدن ہے اور افراد میں سیران ظلم منزل و مدن کو متاثر کرتا ہوا استحکام ملی میں خلل پیدا کر دیتا ہے ۔ نیز بین الدّول تجارت میں اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کے مسلماتِ عدلیہ کی خلاف ورزی بین الدّول نزاع و خصومت پر منتج ہوتی ہے ۔ اس لئے منصب تحکیم العدل کے لئے ضروری ہے کہ وہ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت درجاتِ جرم کی حیثیتہائے تدریجیہ کی مطابقت سے اجرائے ہیبت قاہرہ کے ساتھ اس سعی بالفساد کو مٹا دے ۔

تجارت ہائے اصولیہ یا تجارت بین الدّول وغیرہ میں کتابت و شہادت کو چونکہ ایک گونہ اساسی حیثیت حاصل ہے اور باہم مقارضہ بھی اسی قبیل سے ہے ۔ یعنی تطادل معاملہ و حالات مقارضہ باہم مشابہ ہیں ۔ اور دونوں کی ضرورت حوائج حیات ہر گونہ کی ایفا کے لئے پیش آتی ہے ۔ اور کتابت و شہادت چونکہ ہر گونہ خطرات سے دلیل امن ہے اس لئے مرجع فطری عزّوجل نے اس قسم کی بیع کے بارہ میں کتابت و شہادت کا حکم دیا ہے ۔ علیٰ ہذا مقارضہ باہمی کو بھی کتابت بالعدل کے ساتھ مشروط فرمایا ہے ۔ وہ عزّوجل فرماتا ہے ۔

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَایَنْتُمْ بِدَیْنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکْتُبُوْہُ ؕ وَلْیَکْتُبْ بَّیْنَکُمْ کَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ وَلَا یَاْبَ کَاتِبٌ اَنْ یَّکْتُبَ کَمَا عَلَّمَہُ اللّٰہُ فَلْیَکْتُبْ ۚ وَلْیُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَیْہِ الْحَقُّ وَلْیَتَّقِ اللّٰہَ رَبَّہٗ وَلَا یَبْخَسْ مِنْہُ شَیْئًا ؕ فَاِنْ کَانَ

اے مومنین جب تم آپس میں قرض لو دو ایک مدت معین تک تو اس کو لکھ لو اور تم میں سے لکھنے والا عدل کے ساتھ اس کو لکھے اور کاتب لکھنے سے انکار نہ کرے جیسے کہ اللہ نے اس کو سکھایا ہے پس لکھے اور جس پر حق ہے (دینا آتا ہے) وہ اللہ سے ڈرے اور اس سے کچھ کم نہ کرے اور جس پر حق ہے

الَّذِیْ عَلَیْهِ الْحَقُّ سَفِیْهًا اَوْ ضَعِیْفًا
اَوْ لَا یَسْتَطِیْعُ اَنْ یُّمِلَّ هُوَ فَلْیُمْلِلْ
وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ
مِنْ رِّجَالِكُمْ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ
فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ
مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا
فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰی وَلَا
یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ■
(البقرہ - ع ۳۹)

وہ کم عقل ہو یا کمزور ہو اور خود ادائے مطلب
نہ کرسکتا ہو تو اس کا ولی عدل کے ساتھ اس کی طرف
سے ادائے مطلب کرے۔ اور شاہد کرلو اپنے مردوں
سے دو گواہ اور اگر دو مرد نہ مل سکیں تو ایک مرد
اور دو عورتیں اُن سے جنہیں تم گواہوں سے پسند کرتے
ہو۔ اور اگر ایک اُن میں سے بھول جائے تو دوسرا اس
کو یاد دلا دے اور شاہد انکار نہ کریں جب کہ بلائے جائیں
(کیونکہ شہادت موجب استقلالِ حق ہے اور کتمان شہادت
اجرائے عدل میں کتمان حق و عدل کی دلیل سے مانعی حیثیت
رکھتا ہے۔ گویا شہادت بالحق تقاضائے علم کے ایفا
کی دلیل سے بار جوانب میں ثقل وزن ہے یا تحقق عدل ہے)

گویا کتابت میں عدل شہادت میں عدل وکالت میں عدل جو صدق معاملہ اور صدق نفس یا اُن کے عدل کی آئینہ داری ہے۔ اساس عدل پر استوار نوعِ انسانی کے مکمل عدل جائز واحد نظام تمدن میں تمکین عدل کا موجب ہے۔ پس مدن کا جو رکن (منجملہ کاتب۔ وکیل۔ شاہد) آئینِ عدل کی خلاف ورزی کرتا ہے۔ وہ فساد کو نظام مدن میں پھیلا دیتا ہے ■ اور کوائف ظلمیہ کے ساتھ افرادِ مدن کو متاثر کرتا ہوا استحکام مدن کو خلل پذیر کرتا ہے۔ اس لئے منصب تحکیم العدل ہیبت عدل کے ساتھ دفعِ خلل مفسدہ کے لئے (ان کی حبس تا اصلاح وغیرہ پر) ازروئے فطرت تمکین عدل مکلف ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فرمان ربانی کی روشنی میں سفاہت و ضعف وغیرہ وکالت کی ضرورت کا موجب ہوتا ہے۔ جو گویا حقائقِ امور کی تمکین کو ضعف و خلل سے پاک کر دیتی ہے۔ اس لئے وکالتِ عادلہ کے ذریعہ کتابت بالعدل کے بعد اگر حقوقِ مکتوبہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں امر بالعدل کیلئے پیش ہوں۔ تو مدعی یا مدعا علیہ کے ضعفِ عقل یا سفاہت کی صورت میں وکیل عادل کے ذریعہ دعویٰ یا جواب دعویٰ پیش ہونا چاہیئے۔

نیز قرض وغیرہ کے لئے مدت کا معین کرنا اور اس کی کتابت اس دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ کہ وہ ادائیگی[1] کو شبہ سے پاک کر دیتی ہے۔ چنانچہ آمر بالعدل عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلَا تَسْئَمُوْا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا اَوْ كَبِیْرًا
اِلٰۤی اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ
(البقرہ - ع ۳۹)

اور معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو اس کے معیاد سمیت
لکھنے سے جی مت چراؤ یہ اللہ کے نزدیک بہت
عدل و انصاف ہے۔

نیز چونکہ باہم مفارضۂ حسن تقاضائے اخوت کی ایفا ہے اور اسی دلیل سے منجملہ عدل ہے۔ کیونکہ تقاضائے

---

[1] ادائیگی میں تاخیر کا بیان اسی عنوان کے تحت آئندہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔

فطری کی ایفا حقیقت عدل ہے۔ (جیسے کہ جلد اوّل میں ثابت ہو چکا ہے) پس اخوت کا میزان مشترک مفاد باہمی میں تودد اور اس کے استقلال کو لازم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجل مطابقت فطرت کے ساتھ ترکِ ربائے باقیہ کے ضمن میں رؤس اموال کے متعلق حکم دیتا ہے۔

وَاِنْ كَانَ ذُوْعُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥ (البقرہ۔ ع ۳۸)

اگر وہ (مقروض) صاحب عسرت ہو تو آسانی تک انتظار کرنا چاہیئے۔ اور اگر بخش دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

نیز اس مرحلہ پر یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ ارکان مدن یا افراد ملّت پر رکنیت مدن اور قوت وصحت کی دلائل واضحہ کے ساتھ یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ کسی شخص کو لغویت کے ساتھ بیکار زندگی بسر کرتے ہوئے کے نظام اجتماعی یا افراد ملّت پر بار نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ہر شخص کا وجود اس کے لئے حاجات اور ان کی ایفا ضروری قرار دیتا ہے۔ اس لئے مملکت کے ہر فرد کیلئے ضروری ہے۔ کہ کسب طیبات کے ساتھ جو شخصی اور منزلی اور مدنی تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ انفرادی حیات کے بقا و نمو اور منزلی و مدنی استحکام معروف کا موجب ہو۔ چنانچہ (بروائت بخاری) امیر فرد عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا کہ کسی نے اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا۔ یہ کہ اپنے ہاتھ کے کسب سے کھائے اور نبی اللہ داؤد (جو خلیفۃ اللہ فی الارض تھے) آپ اپنے کسب دست سے کھاتے تھے۔ گویا یہ فرمانِ مصطفوی فردیت خلافت مصطفوی کا فردیت خلافتِ داؤدی کی شہادت کے ساتھ ہر فردیت امارت کے لئے جو تتبع مصطفوی میں سطح ارض پر تمکین پاتی ہے۔ فیصلۂ ناطق ہے کہ ایسے ہی دلیل سے کہ وہ افراد ملّت کا محور فکر و عمل ہے۔ اور موجب استقلال اسباب حیات وصحت و قوت افراد ہے اور مدن میں ہیبت عدل کے ساتھ متصرف ہو کر بیکاری اور لغویت کو نفس ملّت سے خارج کر دینا چاہیئے۔ اور یہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ بیکاری فقر و مفلسی پر منتج ہوتی ہے اور فقر کفر[۱] کے ساتھ انجام پذیر ہوتا ہے۔ چنانچہ منجملہ ذلیل گداگری بیکاری کا ہی نتیجۂ شنیعہ ہے۔ جسے آمر بالعدل عزّوجل نے لَا يَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا[۲] کے حکم بالعدل سے فطرت کے تقاضاؤں کی مطابقت کے ساتھ ناجائز قرار دیا ہے۔ اور اس کی وضاحت کے لئے احادیث صحیحہ ناطق بالحق ہیں۔ منجملہ مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر والصلہ میں مغیرہ شعبہ کی روایت کے ساتھ بخاری و مسلم کے حوالہ سے منقول ہے۔ کہ رسول پاک صلّ اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے تم پر حرام کیا ہے ماؤں کی نافرمانی اور زندہ لڑکیوں کا گاڑنا اور بخل اور گداگری۔ ۔ ۔ ۔ الخ اور اسی لئے عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے مہاجرین صحابہ سے ترک سوال[۳] پر بیعت و عہد کا اہتمام فرماتے ہوئے ہر فردیت امارت کی قوت فعّالہ

[۱] كَادَ الْفَقْرُ اَنْ يَّكُوْنَ كُفْرًا (قریب ہے کہ فقر کفر ہو جائے۔) (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب ما ینہی عنہ من التہاجر)

[۲] (البقرہ۔ ع ۳۷)

[۳] شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنے مشہور رسالہ القول الجمیل میں بیعت اور اس کے مقاصد کی وضاحت فرماتے ہوئے ابن ماجہ کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ فقرائے مہاجرین کے بعض لوگوں سے اس صلعم نے بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال نہیں کریں گے۔ پس اس کے بعد اگر کسی کا کوڑا زمین پر گر جاتا تو وہ خود اپنے گھوڑے پر سے اترتا اور اسے پکڑتا۔ مگر کسی سے سوال نہیں کرتا تھا۔

Marfat.com

کے تصرف عدلیہ اور اجرائے ہیبت کے لئے اسوۂ متشکل کے ساتھ اسے نفس ملّت سے خارج کرنے کی وضاحت فرمائی ہے۔

علیٰ ہذا مخابرت جس پر بحث گذر چکی ہے اسی بے کار زندگی کا مظاہرہ ہے اس لئے اسوۂ فردیت نبوت مصطفوی کے تتبع میں فردیت امارت کی ہیبت عدلیہ کے اجرائے قاہرہ کو نفس ملّت میں متصرف بالعدل ہو کر اسے خارج کرتے ہوئے عدل معاشرہ کو متمکن کر دینا چاہیئے۔

علیٰ ہذا افراد مدن سے کسی فرد کو اسباب حیات مہیا کرنے کے لئے ایسا مسلک اختیار نہیں کرنا چاہیئے جو عدل فطرت کی رو سے ناجائز ہو کیونکہ اکل بالافرط جادۂ تکمیل عدلِ نفس ہیں اس دلیل سے مانع فرطیہ ہے کہ وہ ضد عدل ہے اور چونکہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اس لئے کسب اس حقیقت عدلیہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کے ترشحاتِ عدلیہ کے ساتھ متحد ہو اور وہی نفس انسانی کی تکمیل عدلیہ کے لئے بالعدل بقائے حیات عنصری کی دلیل سے اساس عنصری ہے۔ اس لئے فطرت نفس تمام غیر عادل اور مفرط ذرائع اکل و شرب وغیرہ اسباب حیات کو شدّت کے ساتھ ناجائز قرار دیتی ہے۔

مرجع فطری عزّوجل پر افترا و کذب جو اس عزّوجل میں استغراقی جد و جہد (کہ وہ نفس انسانی میں تمکین عدل کا ذریعہ ہے) کی ضد یا جانب مخالف ہے۔ سب سے بدترین راہ ہے۔ جس کے ذریعہ قوتِ حیات حاصل کی جائے۔ جیسے صاحب کشف و تحمل اصحاب تواتر کے بعد ان کی کشف و تحمل سے نابلد اولاد وغیرہ حرص نفس اور بیکاری کی وجوہات متحرکہ کے تحت جامۂ باطل و نفاق پہن کر ہوائے نفس کی پیروی کرتی ہوئی اپنے لئے اس قوت فعالیہ کے وجود کا غلط دعویٰ کرتی ہے۔ جس کا تصرف نفوس میں موجب کشف نور و تحمل نور ہے۔

دراں حالیکہ وہ اس سے محروم ہوتی ہے۔ گویا وہ اس دلیل سے مرجع فطری عزّوجل پر افترا و کذب اصولی ہے۔ کہ روح فعال لما یرید عزّوجل کے کشف اور تحمل کشف کا دعویٰ باطلہ ہے یہ کذب اصولی ہے۔ اور تمام جزئیات افترائیہ و کذبیہ جو ان سے رونما ہوتی ہیں۔ اس کے توابع ہیں۔ علیٰ ہذا تمام مفتری و کذّاب جو جامۂ قرب الٰہی در بر کرتے ہوئے بنی نوع کو مرجع فطری عزّوجل کے نام پر دھوکہ دیتے ہیں۔ اسی قبیل سے ہیں۔ اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا[1] (اس سے زیادہ ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے) پس بحق مرجع فطری عزّوجل اس بدترین کسب مجرمانہ کو آیۂ سعی بالفساد کی حدودِ قاہرہ کے ذریعہ نفسِ ملّت سے خارج کر دینا چاہیئے۔

علیٰ ہذا ڈاکہ اور فواحش اور چوری فرطِ نفس کے مظاہر کبیرہ ہیں۔ اور سطح ارض پر سعی بالفساد ہے جو سیاستِ مدن میں افراد مدن کے اموال و اعراض و نفوس کو ظلم کے ساتھ متاثر کرتے ہوئے (جو اخوتِ نوعی کی شکست ہے) نظامِ مدن میں نشرِ اضطراب کی دلیل سے موجب ضعف ہے۔ اور اسی دلیل سے ہر گونہ موانعِ مفرطہ کے دفاع کی شدّت کو ضعف کے ساتھ متاثر کرتا ہے پس نفس فرد و جماعت کی فطرت فیصل بالعدل ہے کہ ان بدترین پیشوں کو دولتِ وسطیہ کی ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ نفسِ مدن سے خارج کر دینا چاہیئے۔

[1] (یونس - ع ۲)

اور حرص نفس اور بیکاری کی کہ اسے ان تمام پیشوں کے ارتکاب میں اساسی حیثیت حاصل ہے تصرف عدلیہ اور اجرائے ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ اصلاح کرنی چاہیئے جو الوت انس کی محوریت مؤدّبہ پر بالعدل عائد ہوتی ہے علیٰ ہٰذا حکم الٰہی کے تحت جن چیزوں کو حرام کر دیا گیا ہے۔ اُن کا کھانا اس دلیل سے بڑا اثر رکھتا ہے کہ جملہ مخلوقات کے اجزائے خلقیہ کی خاصیتوں کو اللہ عزّ وجل بحیثیت خالق بہتر جانتا ہے۔ اس لئے اس نے ایسی چیزوں کے کھانے کو (جو نفس انسانی کی کیفیت تخلیقیہ یعنی اساس عدلیۂ نفس کی کیفیت خلقی میں نامناسب اثر کرتی ہیں) حرام کر دیا ہے۔ کیونکہ روح بخاری روحِ الٰہی کا محل ہے۔ اور کھانا حیاتِ بخاری کے استقلال کا ظاہری ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے نامناسب کھانا ارادہ یا مبدأ عمل میں نامناسب اثر کرتا ہے۔

علیٰ ہٰذا ان حرام چیزوں کی خرید و فروخت بھی ویسا ہی نامناسب[1] اور غیر عادلانہ پیشہ ہے۔ کیونکہ وہ فعل مفرطہ کے لئے قوائے ادراک و تحریک کے ترشحات اور افعال کے نتائج مفرطہ فطرتِ نفس میں مرتب کرتا ہے۔

علیٰ ہٰذا رشوت[2] اور سود بھی اسی قبیل سے ہے۔ جو خیانت اور تلفِ حقوقِ اخوتِ نوعی کی دلیل سے نوعِ انسانی پر ظلم کے لئے ادراک و تحریک کے نتائج مفرطہ کو مرتکب کی فطرت میں مرتب کرتے ہوئے دولتِ وسطیہ اور کائنات نوعی کو فسادِ ظلمیہ سے متاثر کرتا ہے۔ اس لئے دولتِ وسطیہ کے محور فعال پر اصلاح متصرفہ کے ساتھ ہیبتِ قاہرہ کے ذریعہ نفسِ مدن سے ان تمام اکسابِ خبیثہ کا اخراج بالعدل عائد ہوتا ہے۔

نفس انسانی چونکہ اساسِ عدل پر استوار ہے اس لئے نفسِ فرد و منزل و مدن میں تمکینِ عدل تقاضائے فطرت کی الفہ ہے۔ اور اسی دلیل سے نفسِ انسانی کے ترشحات جو معیارِ عدل پر معتمد ہوں۔ وہی متذکرہ تمکینِ عدل کو متحقق کر سکتے ہیں۔ اور ہر ایسا قول و فعل جو معیارِ عدل پر راسخ نہ ہو لہو الحدیث[3] اور لغو قرار پاتا ہے۔ اور فطرت اس کے وجود کو ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور نفس فرد اور نفسِ منزلی و مدن میں اپنے کوائفِ فرطیہ و لغویہ کے تاثرات کے ساتھ ایک گونہ فساد اور تضیع وقت کا موجب ہوتا ہے۔ دراں حالیکہ فساد کی ارتقائی صورتیں افرادِ مدن کے اموال و آبرو اور نفوس کو متاثر کرتی ہوئی نظامِ مدن میں ضعف کا موجب ہوتی ہیں۔ اور لغویت نفس انسانی میں ضعف پیدا کرتی ہوئی ایسے اوقات کو جو تمکینِ عدل کے لئے مصروف ہونے چاہئیں ضائع کر دیتی ہے۔ اور نظامِ مدن میں موجب ضعف ہے۔ اس لئے فحش نگاری۔ لمز[4] اور منابزہ اور ظرائفِ مفرطہ اور فسانوں

---

[1] عہد نبوی میں یہودی مردار کی چربی کی خرید و فروخت کرتے تھے۔ چونکہ انکے اخلاق رذیلہ کی وجہ سے غالباً اس قسم کا اندیشہ تھا کہ اسے کھانے میں شامل نہ کر دیں غالباً اسلئے اس سے بھی منع فرما دیا گیا۔ دراں حالیکہ جیسے بمطابق فرمان مصطفوی (کہ وہ مشکوٰۃ کتاب الطہارت باب تطہیر النجاسات میں مرقوم ہے) مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے ایسے ہی مردار کی چربی سے اس کی شئی فائدہ اٹھانا بھی جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔

[2] وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوا بِهَآ إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِّنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ (البقرہ ۲۳) اور کتاب الزکوٰۃ روایت عن ابی حمید الساعدی مطالعہ فرمائیں وغیرہ۔

[3][4] وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لَهْوَ الْحَدِيثِ (لقمان - ع) اور وَالَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۝ (مومنون - ع) اور وَلَا تَلْمِزُوٓا أَنفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوا بِالْأَلْقَابِ (حجرات - ع) نفس دولت میں تمکین عدل کے ساتھ اسی اخراجِ فرط کے لئے احکام ربانی ناطق بالعدل ہیں۔

Marfat.com

وغیرہ پر مشتمل تحریروں[1] یا گفتگوؤں[2] پر مشتمل پیشوں کو نفس دولت کی اصلاح عدلیہ کیساتھ اجرائے ہیبت قاہرہ کے ذریعہ خارج کردینا چاہئیے۔
تبادلۂ اجناس مختلفہ سے ایفائے حوائج حیات عدلِ اقتصاد ہے۔ اور حق تبادل اجرت خدمت ہے۔ اس لئے تبادل اجناس مختلفہ کے بارہ میں کوئی ایسا فعل جو معیار عدل سے ساقط ہو عدل اقتصاد کی رو سے ناجائز ہے اور منجملہ احتکار ہے احتکار کے معنی یہ ہیں۔ کہ ارزانی کے وقت اجناس متعلقۂ بقائے حیات کو اس نیت سے خریدا جائے کہ گراں ہونے پر فروخت کی جائیں یا اپنی اراضی سے پیدا شدہ اجناس کو صرف اس ارادہ کے ساتھ روکا جائے کہ گراں ہونے پر اُن کو فروخت کیا جائیگا۔ یہ احتکار ہے۔ غلّہ کے ساتھ احتکار کو اس لئے زیادہ خصوصیت ہے۔ کہ اس کا اثر جملہ اقتصادی حالات پر مرتب ہوتا ہے کیونکہ وہ اساس بقائے حیات ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئیے کہ جب افراد کے مبادئ اعمال میں یہ مذموم ارادہ تمکین پالیتا ہے۔ تو گرانی کی نیت سے اشیاء کے فروخت کو روکنا استقلال امساک کی دلیل سے ضرور گرانی کا موجب ہوتا ہے جو گویا اسی جنس کی حیثیت ذاتیہ سے فائدہ زائدہ کا حصول ہے۔ اور از قبیل ربوا ہے اور اخوت نوعی اور عدل اقتصاد کی شکست ہے۔ اور نظام مدن میں موجب خلل ہے۔ البتہ اپنی حوائج ذاتیہ کی مطابقت کے ساتھ ذاتی ملکیت سے متعلقہ اجناس کو روکنا اور فروخت کرنا یا ذاتی ضروریات کیلئے خریدنا اور پھر زائد کو فروخت کردینا احتکار نہیں ہے۔ کیونکہ مبدأ عمل میں مقصد احتکار کا وجود اپنی بڑھتی ہوئی رفتار کے ساتھ جو ناجائز حصول منفعت کے ارادہ کا لابدی تقاضا ہے۔ گرانی کا ضرور موجب ہوتا ہے۔ مگر ایفائے حاجت تک تحدید ارادہ جو وجہ اعتدال عمل ہے۔ اقتصادی حالات میں گرانی یا انتشار کا موجب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

الجالب مرزوقٌ والمحتکر ملعون:۔ (مشکوٰۃ۔ رواہ ابن ماجہ والدّارمی) سوداگر رزق دیا گیا ہے۔ اور محتکر ملعون ہے۔

پس منصب تحکیم العدل پر بالعدل عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی عادل قوت قاہرہ کے ساتھ احتکار کو احاطۂ اقتصاد سے خارج کردے اور یہ وضاحت متذکرہ سے ظاہر ہے کہ اس کے بعد نرخ اجناس کے متعلق تحدید کی ضرورت باقی نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ یہ فرمان مصطفوی اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔ جو مشکوٰۃ میں بحوالۂ ابوداؤد وابن ماجہ والدّارمی اس طرح نقل کیا گیا ہے۔ کہ صحابہ نے آں صلعم کی خدمت میں عرض کی۔ کہ آپ ہمارے لئے نرخ مقرر کردیجئے تو حضور صلعم نے فرمایا۔ اللہ نرخ مقرر کرنے والا اور تنگ کرنے والے فراخ کرنے والا اور رزاق ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ اپنے پروردگار سے اس طرح ملاقات کروں کہ تم میں کوئی خون یا مال کا حق طلب کرنے والا نہ ہو۔ پس منصب تحکیم العدل کو حق پہنچتا ہے کہ وہ محتکر کی اجناس جو اس نے ارکان سیاست مدن یا افراد ملت سے روک رکھی ہیں اگر چالیس دن سے زیادہ روکتا ہے۔ تو اس کو بحق سیاست مدن ضبط کرلے چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے فرمایا:۔

---

[1] فرمان نبوی الکاتب السوٌ کالعامل بہٖ (جامع الصغیر سیوطی) کی وضاحت عدلیہ کے تحت نغز نویسی یا فحش نگاری وغیرہ وغیرہ اس دلیل سے ارتکاب نغز و فحش کے مماثل ہے۔ کہ وہ مہیّج فواحش و فساد ہے۔

[2] اصحاب نبوی صلعم سے ایک شخص نے وفات پائی تو ایک شخص نے متوفی کے لئے یہ کہا کہ تجھے جنت کی خوشخبری ہو تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے کیا معلوم ہے کہ شاید اسے کوئی بے فائدہ گفتگو کی ہو ...... الخ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب حفظ اللسان) علیٰ ہذا اس عادل فعّال صلعم نے طول الصمت (طویل خاموشی جو ترک مالا یعنی کی صورت متشکل ہے) کی تعریف و تحسین فرماتے ہوئے ثرثار اور متفیہق (متجاوز از حق ہوکر اور منہ بھر بھر کر باتیں کرنے والوں) کو اپنے سے دور اور موجب بغض قرار فرمایا۔ (مشکوٰۃ باب موصوف مطالعہ فرمائیں) علیٰ ہذا زهد فی الدنیا اور قلۃ منطق (کم گفتگو) کو اس صلعم نے حکمت سے تعبیر فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب الرقاق مطالعہ فرمائیں) دراں حالیکہ یہ اوصاف ان تمام معائب متذکرہ سے تطہیر کے ضامن ہیں۔ اور ذات الٰہی میں استغراق ان اوصاف اور آداب حمیدہ کو فطرت نفس قرار دیتا ہے۔

من احتکر طعاماً اربعین یوماً ثم تصدق بہ لم یکن لہ کفارۃ ۔ (مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الاحتکار)
جو شخص غلہ کو چالیس دن تک روک رکھے پھر اس کو صدقہ کر دے تو اسکے لئے کوئی کفارہ نہ ہوگا یعنی تصدق کے بعد اس سے مزید مواخذات ہوں گی۔

تجارت و بیع میں تحفظاتِ عدلیہ کی جزئیات عادل فعّال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں واضح طور پر روشن و عیاں صفحۂ دہر پر ثبت ہیں۔ اور مسلم عادل کا نفس اپنے تقاضائے فطرت کے ساتھ ان کا مصدق ہے اور منجملہ جزئیات بیع و قرض اور ان کے متعلقات مساہلہ (معاملہ میں آسانی و نرمی) وخیار وغیرہ اور نہی عن الربوا اور نہی عن[1] التشابہ بہ ربوا وغیرہ اور اقسام تجارت و بیع[2] سلم۔ رہن وغیرہ اور جواز شرکت و وکالت و شفعہ[3] اور جواز عاریہ[4] و مضاربہ[5] و اجارہ[6] اور نہی عن الجلب[7] والجنب[8] والشغار[9] والربیہ[10] و نہی عن بیع[11] الحر اور نہی عن التناجش[12] وغیرہ سے سنت مصطفوی صلعم نے آئین سیاست مدن کو واضح طور پر مکمل فرما دیا ہے۔ (تحفظات عدلیہ کے علم تفصیلی کے لئے احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائی جائیں اور فرمان مصطفوی[13] (عن وابصہ ابن العبد) کی روشنی میں اپنے اطمینان نفس سے فتویٰ لیں) جو فرمان ربانی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ[14] دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا کی تصدیق متشکل ہے۔

پس فردیت امارت اسلامیہ پر نیابت مصطفوی کی رو سے یہ عائد ہوتا ہے کہ فعّال قوت متصرفہ کے ساتھ ابنائے ملت کے نفوس میں متصرف ہو کر ان میں تمکین عدل سے منجملہ عدلِ اقتصاد کو فطرت قرار دیتی ہوئی نفس ملت میں عدل کو متمکن کر دے۔ (جیسے کہ اس فرمان مصطفوی سے ظاہر ہے۔ کہ حضور صلعم نے وابصہ[15] سے فرمایا۔ تم نیکی کے متعلق سوال کرتے ہو۔ اس نے عرض کی۔ ہاں۔ تو آپ نے اپنی انگلیوں کو جمع فرما کر اُن کے سینے پر مارا اور فرمایا اپنے نفس سے پوچھ اور اپنے دل سے فتویٰ لے تین بار فرمایا نیکی وہ ہے کہ دل اس کی طرف قرار پکڑے اور مائل ہو اور گناہ وہ ہے۔ کہ جو نفس میں چبھے اور اس سے تردد ہو اگرچہ لوگ اس کے متعلق فتویٰ دیں۔ یعنی نفس انسانی اساسًا عدل پر استوار ہے اور ملت وسط مکمل فطرت یا مکمل عدل ہے۔ اس لئے منجملہ امور اقتصاد میں ہر مرحلہ پر فردیت امارت کے گرد تدا و صحیحہ کے ساتھ اس کے فرد عادل

---

[1] جیسے اچھی جنس کے عوض اس سے کم درجہ کی جنس کا زیادتی کے ساتھ تبادلہ مشابہ بہ ربوا ہے اس لئے اچھی جنس کو فروخت کر کے کم درجہ کی جنس الگ خریدنی چاہیئے۔
[2] سلم یہ ہے کہ قیمت پہلے ادا کر دی جائے اور سال دو سال بعد خرید شدہ مال پہنچا دینے کا معاہدہ ہو۔ [3] شریک اور ہمسایہ کو زمین یا گھر وغیرہ فروخت کرنے سے پہلے آگاہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ شرکت اور ہمسائیگی کی دلیل سے زیادہ احق ہیں۔ ان کے اس حق کو شفعہ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ علیٰ ہٰذا اموال تجارت میں شریک فی المال کے متعلق بھی یہ حق شفعہ واضح ہے (ضرورت وکالت کی وضاحت گذر چکی ہے) [4] کسی سے چیز مانگ کر استعمال کی جائے۔ [5] مضاربہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنا مال تجارت کیلئے کسی کو دے اور محنت کرے اور دونوں باہم نفع ٹھہرالیں [6] اجارہ۔ ٹھیکہ یا اجرت پر کوئی کام کرنا۔ [7] جلب یہ ہے کہ عامل صدقات کی وصولی کیلئے جائے اور کسی مقام پر ٹھہر کر لوگوں کو بلائے کہ وہ صدقات لے کر اسکے پاس جائیں۔ [8] جنب یہ ہے کہ مال والا اپنے مکان سے کہیں چلا جائے اور زکوٰۃ وصول کرنے والے کو تکلیف دے۔ [9] شغار یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی یا بہن کا کسی شخص سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس سے کر دے اور مہر مقرر نہ کیا جائے۔ [10] ربیہ کے معنی شبہ کے ہیں۔ یعنی حلال اور حرام بین ہے۔ اور درمیان میں مشتبہات ہیں۔ جن میں ابتلا حرام میں ابتلا کا موجب ہوتا ہے۔ [11] جیسے لڑکیوں کو بیچ دیا جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الاجارہ میں مطالعہ فرماویں۔ (نہی عن بیع الحر یہ منجملہ انسداد رسم غلامی ہے) [12] تناجش کے معنی یہ ہیں۔ کہ سودا لینا منظور نہ ہو۔ اور خریدنے کا اظہار کیا جائے اس سے نہی کی وضاحت مشکوٰۃ کتاب الآداب باب ما نہی عنہ من التہاجر والتقاطع واتباع العورات فصل اوّل حدیث عن ابی ہریرہ میں مطالعہ فرماویں۔ [13] چند سطور آئندہ چھوڑ کر مطالعہ فرمائیں۔ [14] آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور تمہارے لئے اسلام کو (بحیثیت) دین پسند کر لیا ہے۔ (مائدہ)
[15] مشکوٰۃ کتاب البیوع

Marfat.com

کے فیصلۂ قلب کو اس کے ترشح عدلیہ کی حیثیت سے صفحۂ دولت پر متحقق ہو جانا چاہیئے اور اس کے بعد فردیت امارت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ افرادِ ملت کے درجاتِ تعدیلیہ کی مطابقت کے ساتھ اپنی عادل ہیبتِ قاہرہ کو جاری کرتی ہوئی فرطیاتِ اقتصادیہ کو نفسِ دولت سے خارج کر دے۔ اور حسب درجات جرمیہ حدود آئیہ متعلقہ سعی بالفساد کے اجرا سے حیطۂ دولت میں فرطیات کو دبا دے جو جادۂ تمکین عدل سے دفع موانع ہے۔ چنانچہ منجملہ ادائے قرض میں تاخیر کے متعلق عادل فعال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَیُّ الْوَاجِدِ یُحِلُّ عِرْضَهٗ وَعُقُوْبَتَهٗ
(مشکوٰۃ کتاب البیوع باب الافلاس والانظار)

غنی کی ادائے قرض میں تاخیر اس کی بے آبروئی کو اور عقوبت کو حلال کرتی ہے۔ (کیونکہ وہ افراد مدن میں انتشار پیدا کرنے کی دلیل سے وجہ نشر فساد ہے)

علیٰ ھٰذا سمرہ ابن جندب کے ان درختوں کو انصار کے اس باغ سے اس صلعم نے کاٹ دینے کا حکم دیا۔ کہ وہ ان کی وجہ سے اس باغ میں آنا جانا تھا بحالیکہ اس انصاری کے اہل و عیال اس میں رہتے تھے۔ نہ وہ بیچتا تھا۔ نہ تصدق کرتا تھا نہ ان کا عوض لیتا تھا۔ اس کی یہ حرکت چونکہ سیاست مدن اسلامیہ میں وجہ نشر فساد تھی۔ اس لئے عادل فعال صلعم نے اساس مفسدہ کو مٹا دینے کیلئے حکم نافذ فرمایا۔ جو دفع فساد کی دلیل سے عدل تھا۔ اور اپنی کیفیت نتیجہ کے ساتھ وہ ایک مستقل عقوبت تھی۔ جو مجرم کیلئے ان درختوں کے کاٹ دینے سے نقصان مال کے ساتھ جاری کی گئی۔ گو یا حسب درجات جرمیہ جرمانہ بھی اعمال مفرطہ کے انسداد کے لئے اس دلیل سے مؤثر بالعدل ثابت ہوتا ہے۔ کہ مال ادراک و تحریک کے متحدہ نتائج فکر و کسب سے حصول کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے اس کا بحق سیاست مدن درجۂ جرم کی مطابقت کے ساتھ جو بار جوانب جرم و جزا میں تخفیف صحیح ہے۔ ضبط بالعدل مجرم کے قوائے مدرکہ و محرکہ للجرم پر مؤثر بالعدل قرار پاتا ہے۔ پس یہ ہر دو روایات مذکرہ حبس تا اصلاح نفوس و احوال پر اور جرمانہ (جو ضامن اصلاح نفوس و احوال ہو) کے اجرائے عدلیہ پر شہادت عدلیۂ مصطفویہ ہیں۔ اور جملہ فساداتِ اقتصادیہ کو ان کے مظاہر مفسدہ کی اصلاحِ عدلیہ کے ساتھ آیۂ یسعون فی الارض فساداً کی حدودِ قاہرہ کے ذریعہ آسانی اور شدت کی رعائتِ مستدرجہ کے تحت جو تطابق فطرت ہے (اور اسی دلیل سے کثیر جرائم میں حبس تا اصلاح کو نافذ بالعدل قرار دیتی ہے۔ کیونکہ جرائم بالعموم اپنی ابتدائی حیثیتوں میں کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور ان کا ابتداً ہی انسداد ہو جانا چاہیئے) مٹا دینے کیلئے فیصل بالحق ہیں۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صاحب تحکیم العدل کے نفس عادل کی نورانی حقیقت دستور عدل (کتاب مجید) کی نورانی معنویت کے ساتھ اتحاد منور کی دلیل سے حدود مستدرجہ کی فرعی حیثیتوں کو حسب درجات جرمیہ متعین کرنے کا بالعدل استحقاق رکھتی ہے۔ اور اصولی حیثیتوں کا تعین اور فرعی حیثیتوں میں اعطائے حق اجتہاد و نفاذ امر دلیل تکمیل دستور ہے۔

الحاصل امیر فعال اہتمام تصرف عدلیہ کے ساتھ شعبہائے ملکی کے اتحاد کی معیت میں قوتِ فعالیہ کے تصرف نفاذ اور اجرائے ہیبت قاہرہ سے زکوٰۃ فرض اور صدقات نفل کی شوکت لزوم کو نفس ملت میں تکمیل نظام انسانیت کی فطری ضرورت کی وضاحت کے تحت متمکن کرتا ہوا۔ حرص نفس یا تمول اور فرطیات کسبیہ کو احاطۂ سیاست مدن سے خارج کر دیتا ہے۔ اور مرجع فطری عزوجل کے نور سے افرادِ ملت کے نفوس اس کی قوت متصرفہ کے ذریعہ ذاتِ الٰہی میں استغراق سے منور ہو جاتے ہیں۔ جو ان کے نور نفوس سے کشفِ حجاب ہے۔ اور نفس انسانی کی فطرت کا اپنی حقیقتِ عدلیہ کے نافذ تحقق

ہے - اور اس سے جملہ فطری حقوق کی ادائیگی - تقاضائے فطرت قرار پاتی ہے -

گویا دولتِ وسطیہ کا عدلِ اقتصاد عدل نفوس کے ساتھ اتحادِ حقیقت کی دلیل سے اس کے معاشرۂ عدلیہ کے ساتھ الحاقِ نوعِ انسانی کے لئے فیصل بالعدل ہے - کیونکہ وہ جسم کا روح اور الفاظ کا معنویت اور نظام کا حقیقت تکمیل کے ساتھ تحقق ہے (دراں حالیکہ ہر امر اپنی حقیقت سے تحقق پاتا ہے) پس افراد ملّت اپنے نفوس عادل کے تقاضاؤں سے جملہ جزئیات بیع و تجارت و مزارعت وغیرہ ہر گونہ خدمت مدن میں عدل اقتصاد و معاملہ کے ساتھ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کی حیات عنصری کو جو محل حیات علوی ہے - معتدل نتائج کسبیہ کے ذریعہ قائم رکھتے ہوئے مرجع فطری عزّ وجل کی طرف رجوع شعوری اور فطری لگاؤ یعنی تحمل نور کے تقاضاؤں کی (بدبیل جنسیت عدلیۂ اکل معتدل اور عدل نفس) ایفا سے جو تکمیل عدل ہے - اپنے نفوس کو مکمل کرتے ہوئے تمام کائنات انسانی پر فیصلۂ فطرت کے ساتھ (جو مذکورہ دلائل فطری کے ساتھ استحقاق فضل کو ناطق کر دیتا ہے) محورِ فردیتِ امارت کے گرد تدا ورِ صحیحہ سے سطح ارض پر مضمون خلائف الارض کی حقیقت کو متمکن کر دیتے ہیں - گویا امیر فعال (نیابت الٰہی و مصطفوی کی شوکت قاہرہ کے ساتھ اراکین امارت یا افرادِ ملّت کی معیت میں تمام کائنات انسانی پر دلیل امر بالعدل کے ساتھ جو اساسِ عدل پر استوار نوع انسانی اور نظام کائنات پر حجت فضل ہے - کیونکہ تکمیل فطرتِ انسانی کا ذریعہ ہے - جس کے لئے تمام نظام کائنات مسخر ہے) چھا جاتا ہے -

ہمارے عدل معاشرہ کی ہر نا تمام انسانی نظام پر فضیلت

الحاصل صدیقہ دولت

(ابوالانس) سے لے کر ملت کے ہر فرد کو امیر کی قوت فعالیہ کے سیران عامہ کے ساتھ کشف نور سے منور ہوتے ہوئے جو اندرون نفس ہر فطرت نفس کے تقاضاؤں کی ایفا کی دلیل سے تمکین عدل ہے اور اللہ تعالیٰ اور حامل روح الٰہی انسانیت کے لئے قربانی کو فطرت قرار دیتا ہے - تمام ضروریاتِ زندگی سے بالعدل مستفید ہونا چاہیئے جو عدل نفس کے ساتھ عدل معاشرہ کا اتحاد ہے اور اسی دلیل سے عدل معاشرہ کو وہ ملتِ متحدہ کی فطرت قرار دیتا ہے - اور ایسے تمدن اور معاشرہ کو جو صرف خواہشات پروری یا خواہشات میں اشتراک کا مظہر ہو اور آخرت کے دن کے محاسبہ کے تصور سے بری ہو - معیارِ عدل سے ساقط قرار دیتا ہے - کیونکہ اس میں عدلِ نفس کا کچھ اہتمام نہیں ہوتا - اور نہ وہ مرجع فطری اللہ تعالیٰ کے حضور میں جواب دہ ہونے کے تصور سے حیوانیتِ محض اور بہیمیت کو ترک کر دینے کی ضرورت محسوس کرتا ہے - دراں حالیکہ صرف عدل نفس ہی ارضیاتِ نفس کو نور کے کشف سے منور کرتے ہوئے اور آخرت کے دن کے محاسبہ پر یقین کی دلیل سے اخلاقِ فاضلہ کو بطور فطرت متحقق کرتا ہے - اور خواہشاتِ کثیفہ کے مظاہر یعنی بُرے اخلاق و کردار کو فرد و ملّت کی فطرت سے خارج قرار دیتا ہے - اس لئے ہمیں بہیمیت کے آئینہ دار ہر تمدن اور معاشرہ کی طرف رجحان کو قطعاً چھوڑ کر کلیتہً اس پاکیزہ اسلامی تمدن و معاشرہ کو ہمیشہ کیلئے اختیار کر لینا چاہیئے جو ہماری ایسی ترقی کا ضامن ہے - جو تمام کائنات کو ہمارے معاشرہ کے عدل میں فطرت کی شہادت کے ساتھ مدغم قرار دے گا - انشاء اللہ کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ انسان کے عدم سے وجود اور وجود سے عالم ثانی کی طرف منتقل ہونے پر اور بچپن اور شباب اور پیری میں خوراک کی یکسانیت کے باوجود جب انسان اپنی زندگی اور اس

Marfat.com

کی رفتار پر کچھ اختیار نہیں رکھتا تو وہ اپنے لئے خالق قانون کیسے ہو سکتا ہے۔ بلکہ وہ جیسے اپنے وجود کی ابتداء میں اور اس کی زندگی کی رفتار میں اپنے خالق حقیقی کی طرف محتاج ہے اسی طرح وہ اپنے لئے قانونِ عدل کے بارہ میں بھی مقننِ حقیقی

- -

عزّوجل کی طرف فطری احتیاج رکھتا ہے۔ اور جیسے وہ خود اُن عناصر کا خالق نہیں ہے جن سے وہ مرکب ہے۔ بلکہ اُن سے کام لے سکتا ہے۔ اسی طرح وہ اصولی طور پر قانونِ الٰہی کی پیروی سے اپنے نفس اور ماحول نفس میں تکمین عدل کرتا ہُوا حقیقتِ نفس کو معنویتِ کتاب کے ساتھ نور میں متحد قرار دیتے ہوئے قانونِ عدل کو نافذ کر سکتا ہے۔ اور صرف اسی طرح اس کو اس کی توسیع فرعی کا حق پہنچتا ہے۔ جسے اجتہاد کا نام دیا گیا ہے۔ پس تاریک انسانیت اگر سازگار یا ناسازگار واقعات سے متاثر ہو کر اصولی یا فرعی آئین سازی کی ناتمام کوشش کرتی ہے۔ تو وہ اپنی فطرت مطالعہ نہ کرتے ہوئے غیر فطری فعل کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور فطرتِ نفس اس کے بہیمی کردار کی شہادت کے ساتھ اس کو معیارِ اعتماد سے ساقط قرار دیتی ہے۔ جو ہر نا تمام انسانی نظام منجملہ سرمایہ داری اور اشتراکیت کی شکست فاش ہے۔ پس تمام کائناتِ انسانی کو خالقِ حقیقی عزّوجل کے نظامِ عدل (اسلام) میں مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ جو فطرت کے تقاضاؤں کے تحت جادۂ عدل سے رکاوٹوں کو دُور کرتا ہُوا منادیٔ امن ہے۔

تجارت بین الدّول

کُونُوا قَوَّامِینَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ)

وحدتِ مریج فطری و نسلی کی دلیل سے جیسے اسلام (عدل) پر استوار فطرتِ نفس کی مکمل جائزہ واحد جماعت میں تمام کائناتِ انسانی کا اجتماع اتباعِ فطرت ہے۔ اور تجارت (جو اجناس مختلفہ کے تبادلے ہے جو مختلف طبقاتِ ارضیہ میں پائی جاتی ہیں یا طبقاتِ ارضیہ سے مختلف اوقات میں پیدا

- - - - - - - - - - - - - - - - - - -

ہوتی ہیں نوعِ انسانی کی جملہ حوائج کی کفالتِ جامعہ کا ذریعہ ہے) تمام روئے ارض کی ساکن نوعِ انسانی کے حق میں جائزہ واحد جماعت میں اجتماع کیلئے فیصل بالحق ہے۔ ایسے ہی فطرتِ نفس اور اس کے ماحول حیات کے تجزیہ و تشخیص کی شہادتِ روشن تدریج[1] کو اصولِ فطرت قرار دیتی ہے۔

---

[1] جلد اوّل میں بعنوان تنزیلِ دستور اور اس کی تدریج اور بعنوان تدریجِ ارتقاء و بعنوان تدریجِ اختلاط وغیرہ کے تحت اصولِ تدریج پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور جلد دوم میں بھی متعلقہ مقامات پر مزید وضاحت کی گئی ہے۔

یعنی فطرتِ نفس و فطرتِ اقتصاد گو کافۃ الناس کو واحد مرجع نسلی کی ابوت فاضلہ کے تحت اِلٰی یوم القیٰمۃ جائز واحد جماعت میں مجتمع رہنے کے لئے حکم دیتی ہے مگر نوعِ انسانی میں متعدد گروہ رجحانات کثیف کی وجہ سے اصول عدل سے سقوط کے ساتھ مختلف نقطہ ہائے فرط پر باہم اتحاد فرطیات کی دلیل سے اجتماع پاتے ہیں۔ جو فی الحقیقت فطری تقاضائے اجتماع کی الغا ہے۔ مگر اختلاف و اتحاد افکار مختلف اور متعدد جماعت بندیوں کا موجب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ واحد مرجع فطری عزّ و جل نے ان تقاضاہائے نفس دہر کی دلیل سے اصولِ تدریج کی رعایت کے ساتھ مرسلین مبعوث فرمائے آنکہ بنی فرد محمد رسول اللہ خلیفہ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام کائنات انسانی پر ابوت فاضلہ کی عزت واسعہ عطا کرتے ہوئے اس فطری تقاضائے نوع انسانی کی ایفا فرمائی جو واحد مرجع نسلی کے مقام ابوت پر فائز رسول فرد یا ابوالانس اور امیر فرد کے تحت تمام کائنات انسانی کے اجتماع کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کیونکہ وہ مرور ایام یا تدریجی رفتار دہر کے ساتھ جملہ تقاضاہائے دہر کے مبادیات کی وضاحت کی دلیل سے دستور کامل کا حامل ہے جو اس کی ابوت فاضلہ اور فرد نبوت و امارت کے استحقاق پر دلیل ناطق ہے۔ اس لئے تمام کائناتِ انسانی کو جائز واحد دولت وسطیہ میں مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ جو فطرتِ دہر کے تقاضا سے متقاضیٔ تدریج ہے۔ گویا مراحل مندرجہ پر بین الدّول قوانین عدلیہ وجود و استعمال کیلئے فطرت تدریجیہ فیصل بالحق ہے۔ چنانچہ منجملہ بین الدّول آئین ہائے صلح و جنگ (جن پر جلد اوّل اور دوم میں بحث ہو چکی ہے) آئینِ تجارت بین الدّول بھی تکمیل آئینِ اقتصاد کا ایک ضروری پہلو ہے۔ جو حیاتِ شخصی منزلی و مدنی سے متعلقہ اسباب کی جامعیت کے بالعدل تحقق کا موجب ہے۔ کیونکہ تجارت بین الدّول حامل روح الٰہی انسانیت کے محل یعنی حیات عنصری کے اسباب بقائیہ کو جمع کرتی ہے۔ اور اساسِ عدل پر استوار فطرت کے فیصلہ کے ساتھ مسلّمات معروف یا آئینِ عدل کی متقاضی ہے اور فطرت کی اساسِ عدلیہ یا اس کے حمول روح الٰہی کی دلیل سے مقدس کو للٰہیت یعنی مبدأ ارواح کے ساتھ مختص کردے کے لئے فیصل بالحق ہے (جلد اوّل جزو ب میں عنوان تجارت کے تحت اور جلد دوم ضابطۂ اقتصاد میں بھی قبل ازیں اس پر بحث ہو چکی ہے۔ اس کو متجدداً مطالعہ فرمائیں) اور متذکرہ اصول تدریج جائز واحدِ دولتِ وسطیہ کے تدریجی حالات اجتماعیہ اور دیگر اقوام کے حالات کی مطابقت کے ساتھ معاہدات کو مستلزم ہے۔

چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَاَشْهِدُوْا اِذَا تَبَايَعْتُمْ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ..... الخ۔ (البقرہ ۳۹ ع)	اور بیع کرتے وقت گواہ کر لو اور کاتب اور گواہ کو ضرر نہ پہنچایا جائے۔

اور معاہدات کا وجود جو اپنے حقائق کے ساتھ ایفائے معاہدات سے متحقق ہوتا ہے۔ جو عدل ہے۔ وہ اختلاف افکار کے نتائج کی معاہدات پر اثر انگیزی کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ٥ (المائدہ ۲ ع)	اے مومنین اللہ کے لئے شاہد ہو جاؤ۔ قائم بالعدل ہو کر اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں اس امر پہ آمادہ نہ کر دے کہ تم عدل نہ کرو۔ عدل کرو۔ یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔

Marfat.com

امر بالعدل اساس عدل پر استوار کائنات انسانی کے لئے موثر للعدل قرار پاتا ہے۔ اور ایفائے عہد مسلم فعال کے تقاضا ہائے فطری کی ایفا ہے۔ اور مسلم عادل اس کے لئے از روئے فطرت راغب ہے۔ مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ملت کے فرد مستدرج فی العدل کو تدریجی کو الف نفس کی موثرات کی وجہ سے جو رجحانات کثیف کا موجب ہو سکتی ہیں ایفائے عہود میں محور عدل کو ہر گز نہیں چھوڑنا چاہیئے ورنہ منصب تحکیم العدل آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے تحت عادلِ ہیبتِ قاہرہ کے اجراء سے اسے ستوجب عقوبت شدید قرار دے گا۔ کیونکہ تاجرِ مسلم کا فرط منجملہ نکث عہد اس فساد کے علاوہ جو مطلقاً نکث عہد سے رونما ہو جاتا ہے۔ کائنات انسانی کو قبول عدل کی انفعالی اثر پذیریوں سے محروم کر دیتا ہے اس لئے اس کا فرط اساس عدل پر استوار فطرت کائناتِ انسانی پر حملہ ہے۔ اور سطح ارض پر سعی بالفساد ہے۔

نیز بین الدّول معاہدات تجارت و صلح و جنگ میں مسلّمات نوعی کی بالعدل رعایئت و مطابقت کرنی چاہیئے۔ جن سے جانبین کو اختلاف نہ ہو۔ جو اخوتِ نوعی کے عہد فطری کی ایفا ہے۔ مثلاً ہر دو بایع و مشتری ممالک کے درمیان خدمتِ تجارت کی اجرت کا حق معتدل {جو تجارت کی غرض سے وضاحت مقصد تجارت کے ساتھ (جو نفع و نقصان میں شرکت کو مستلزم ہے) سکّہ کے حصول و انتقال سے اور تقسیم و تسلیم نفع سے (جو اس تجارت سے حاصل ہوتا ہے)} اس بین الدّول ادارہ کیلئے تسلیم کر لینا چاہیئے جو وصلۂ تجارت ہے۔

یہ تدریجی حالات کی رعایئت ہے۔ لیکن دولت و سلیہ کا عدل جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاؤں کی مطابقت ہے۔ جبکہ اس فضل غالب پر حجتِ قاہرۂ عدلیہ کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ کہ اس کو اپنی تجارت میں بین الدّول فضلِ عادل کے ساتھ نفس دہر پر غالب ہو جانا چاہیئے جس کا دوسرا تدریجی مرحلہ یہ ہے کہ اپنے سکہ کے ساتھ (جو جامع اجناس کل ہے) اس کی قیمت کا دوسرے ممالک کے ساتھ تناسب قائم کرتے ہوئے اجناس تجارت کی قیمت ادا کی جائے یا اجناس مختلفہ کا باہم ان کی حیثیتوں کے تناسب کے ساتھ بالعدل تبادلہ ہو۔ تا آنکہ اس کا فضل غالب پر تو عدل کے ساتھ نفس کائنات میں موثر بالعدل ہوتا ہوا جائز واحد ملت وسط کے نظام اجتماعی کی محیطۂ عالم وسعت عادلہ کے تحت تمام کائنات کے حوائج حیات کا جامعیت کے ساتھ کفیل کامل ہو۔

مرجع فطری اللہ عزّ و جل آمر بالعدل ہے۔ اور ملّت وسط اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی تکمیل عدلیہ سے جو للّٰہیت ہے آمر بالعدل عزّ و جل کی وراثتِ غالبہ کے ساتھ حامل روحِ الٰہی انسانیت کے بقائے حیاتِ عنصری سے متعلقہ اسبابِ عنصری کو عدلِ اقتصادی کے ساتھ جو مستلزم عدل تجارت ہے مہیا کرتی ہوئی فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا کی دلیل سے ملّتِ وسط کے جائز واحد عادل نظام اقتصاد کے ساتھ الحاق نوعِ انسانی کے لئے فیصل بالحق ہے۔

Marfat.com

کسب و نفق

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ (بقرہ ع ۳۷)

دستور عدل قرآن حکیم میں آمر بالعدل عزوجل نے ترشح عدلیہ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝[1]
کے رابطہ (اس دلیل سے کہ وقت اور صحت کے تقاضاؤں کی ایفا جو اصول عدل کی تمکین ہے۔ ان کے بحق مرجع فطری
عزوجل نیابت الوہیت یعنی محوریت امیر فرد کے گرد تدا اور صحیحہ کے ساتھ مصروف عمل کر دینے سے متحقق ہوتی ہے) وقت
اور صحت کے بیکار یا لغویت کے ساتھ ضائع کر دینے کو نفس ملت سے خارج کر دینے کا حکم دیا ہے۔
اور عادل فعال اوّل المسلین صلعم کا اسوۂ فعال اس حقیقت پر صورت متشکل کے ساتھ شاہد بالحق ہے جیسے[2]
بروائت ابوداؤد و ابن ماجہ انصار سے ایک شخص آں صلعم کی خدمت میں سائل کی حیثیت سے حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا
کہ تیرے گھر میں کچھ ہے۔ تو اس نے کہا۔ ہاں۔ ایک کملی اور ایک پیالہ ہے۔ تو آپ نے اس کے حاضر کرنے کا حکم دیا
پھر آں صلعم نے ان ہر دو چیزوں کو پکڑ کر فرمایا کہ اسے کون خرید تا ہے۔ ایک شخص نے ایک درہم کے عوض
خریدنا چاہا۔ تو آں صلعم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا۔ کہ کون اس سے زائد دے گا۔ تو ایک شخص نے کہا کہ میں دو درہم کے
عوض اسے خریدتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے وہ دونوں چیزیں اسے دے دیں۔ اور وہ دونوں درہم اس انصاری کو دے
کر فرمایا کہ ایک درہم سے طعام (غلہ) خرید لو اور اپنے گھر والوں کو دے دو۔ اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ شخص کلہاڑی
حضور صلعم کی خدمت میں لایا۔ تو آپ نے اس میں اپنے دست مبارک سے لکڑی اچھی طرح ٹھونک دی پھر فرمایا جا۔ اور لکڑیاں جمع کر کے بیچ اور میں تجھ کو پندرہ
دن تک یہاں نہ دیکھوں پس وہ چلا گیا اور لکڑیاں جمع کر کے بیچتا رہا اور اسے دس درہم حاصل ہوئے تو ان میں سے
اس نے کپڑا اور غلہ خریدا تو آں صلعم نے فرمایا یہ تیرے لئے بہتر ہے۔ اس سے کہ تو قیامت کے دن اس حال میں آئے۔ کہ
سوال کا برا نشان تیرے منہ پر ہو (اس کے بعد مندرجہ ذیل فقرہ سے مزید وضاحت فرمائی گئی ہے)
سوال صرف تین شخصوں کے لئے روا ہے ایسے صاحب احتیاج کے لئے کہ حاجت نے اسے زمین میں ڈال دیا
ہو۔ یا ایسے قرضدار کے لئے کہ قرض بھاری اور باعث ذلت ہو اور ایسے شخص کے لئے جس پر ادائے دیت یا اس
کی ضمانت آئی ہو (اس موقعہ پر روائت متذکرہ کی روشنی میں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے۔ کہ اندیشۂ احتیاج
سے نفس فرد و ملت کو بچانے کے لئے اسباب کسب و معیشت کے ذریعہ سال بھر کے لئے غلہ یا کپڑا مہیا کر لیا جائے۔
اندیشہ سے فراغ خاطر اور فراغ حال کے لئے بہتر بلا حرج ہے۔ درآں حالیکہ اسباب حیٰوۃ کی کاشت اور ان کا تہیہ

---

[1] اور وہ لغو سے بچتے ہیں۔ (مومنون) [2] (بحوالہ مشکوٰۃ)

Marfat.com

اور کسبی اسباب کی رو سے سال بھر کیلئے تحقق پاتا ہے۔ مظاہر حق شرح مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب فضل الفقر میں سنت مصطفوی کی روشنی میں اس کی وضاحت کی گئی ہے۔

علیٰ ہذا بروائت مسلم عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے قبیصہ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔ کہ سوال صرف تین شخصوں کو روا ہے۔ ایک تو وہ جو قرض کا ضامن ہو۔ پس اس کو سوال روا ہے تا آنکہ وہ (ادائے قرض پر) قادر ہو۔ اور پھر (قدرت کے بعد سوال سے) رک جائے اور دوسرا وہ جسے کوئی مصیبت یعنی قحط وغیرہ آئے کہ اس کے مال کو برباد کردے اس کے لئے سوال حلال ہے۔ حتیٰ کہ وہ زندگی (بسر کرنے) پر قادر ہو۔ اور تیسرا وہ شخص جس کو ایسی سخت حاجت پہنچے کہ قوم سے تین شخص اٹھ کر اس کی تصدیق کریں اس کو سوال حلال ہے۔ حتیٰ کہ وہ زندگی پر قادر ہو ان تین شخصوں کے علاوہ سوال حرام ہے۔ اور سائل حرام کھاتا ہے۔

علیٰ ہذا اس عادل فعّال اول المسلمین صلعم نے فرمایا کہ صدقہ غنی اور صحیح[1] الاعضا صاحب قوت کے لئے ہرگز حلال نہیں ہو سکتا۔

علیٰ ہذا اس صلعم نے حجۃ الوداع میں تقسیم[2] صدقہ کے موقعہ پر دو شخصوں کو جو صدقہ کے سائل تھے اوپر سے نیچے تک غور سے دیکھتے ہوئے فرمایا۔ اگر تم چاہتے ہو (یعنی تم کو یہ گوارا ہے۔ کہ ناروا مال کو کھاؤ) تو کیا تمہیں دوں۔ دراں حالیکہ غنی اور صاحب قوت جو کما سکتا ہو اس کے لئے صدقہ میں حصہ نہیں ہے۔

خواجہ چوں بیلے بدست بندہ داد — بے زباں معلوم شد اورا مراد (رومی)

گویا زکوٰۃ اور ایثار سے بیکار لوگوں کی بیکاری اور لغویت میں مدد مقصود نہیں ہے۔ بلکہ بمطابق فرمان ربانی وَفِیْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ[3] وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ[4] ان لوگوں کے اس اقتصادی معیار معاشرہ کی تمکین عدلیہ مقصود ہے۔ جو آفات ناگہانی یا مصائب کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پس اس اصول کے تحت کہ دستور عدل میں تشکیل جماعت کے جملہ مراحل تدریجیہ کی مطابقت کے ساتھ اللہ عزّ وجل ملّت کو اس کی انفرادی اور جماعتی حیثیت کے ساتھ احکام عدلیہ میں مقصود خطاب قرار دیتا ہے۔ جملہ افراد ملت پر اخوت ملّی و نوعی اور فردیت امارت پر اخوت فاضلہ کی دلیل سے یہ ظاہر[5] ہوتا ہے۔ کہ وہ اس اصول کے تحت

---

۱ بروائت ترمذی و ابوداؤد۔ دارمی و احمد و نسائی و ابن ماجہ (بحوالہ مشکوٰۃ) نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ محصور فی سبیل اللہ یا محروم بغیرہ باوجود صحیح الاعضا اور تندرست ہونے کے معاشرہ کے معیار عدلیہ پر متمکن ہونے کے بارہ میں کاملاً قادر متصور نہیں ہو سکتے۔ ۲ بروائت ابوداؤد و نسائی (بحوالہ مشکوٰۃ)

۳ ان کے مال میں سائل اور محروم کے لئے حق ہے۔ (ذاریات)

۴ جیسے اس حدیث نبوی سے یہ حقیقت بداہت کے ساتھ واضح کی گئی ہے۔ ...... الا ان یسأل الرجل ذا سلطان او فی امر لا بد منہ ...... مگر یہ کہ سوال کرے حاکم سے یا ایسے امر میں کہ چارہ نہ رہے۔

Marfat.com

کہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے اور سوال احتیاج حرمانیہ کے ساتھ متحقق بالوجود ہوتا ہے۔ سائلین کی حاجات کو زکواۃ اور بڑھتی ہوئی ضروریات کی دلیل سے ایثار مزید کے ساتھ پورا کرتے ہوئے ان کی قوت کسبیہ کے عمل کی معیت میں انہیں اس معیار معاشرہ پر دوبارہ متمکن کر دیں جو تمام ملت کے لئے بالعدل نظام اجتماعی کی طرف سے متعین کیا گیا ہے یا مومنین کے حالات معیشت کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ نفق زکواۃ حوائج انفرادی و اجتماعی کی مطابقت بالعدل کے تحت جو بارہ جوانب میں تصنیف صحیح ہے۔ بلحاظ مصارف ہشتگانہ حیات انفرادی و اجتماعی کے بقاؤ تحفظ و استقلال وغیرہ کیلئے موجب استقلال حیات ملی ہے۔ کیونکہ حیات فرد و جماعت کو باہم لزوم حاصل ہے۔ (تفصیل مصارف ہشتگانہ کیلئے جلد اول جزء ب عنوان محاصل و مخارج مطالعہ فرمائیں)۔ نیز عدل معاشرہ کی تمکین کیلئے منجملہ آیۂ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَذِي الْقُرْبَىٰ کے تحت زکواۃ کے علاوہ محض نفق ایثاریہ تو دد رحیم کی دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفائے ضروریہ ہے۔ کیونکہ ذوی القربیٰ میں وہ اقربا بھی شامل ہیں جو دلیل اصلیہ یا فرعیہ سے منجملہ مصارف زکواۃ نہیں ہوسکتے۔ مگر اللہ عزوجل اقربا .... میں سیران متحدۂ کثافت عنصریہ کی دلیل سے ان پر احسان کا حکم دیتا ہے۔ جو ایثار خاصہ کو مستلزم ہے۔ اور ایسا تقاضا ہائے فطری کی دلیل سے عدل ہے۔ نیز ملت کی بڑھتی ہوئی انفرادی اور اجتماعی ضروریات کے تحت ایثار فاضلہ بھی تقاضائے تعدیل معاشرہ کی ایفا ہے۔ جیسے کہ وضاحت گذر چکی ہے۔ إِنَّ فِي الْمَالِ لَحَقًّا سِوَى الزَّكوٰة (مال میں زکواۃ کے علاوہ بھی حق ہے) سے یہی نفق ایثاریہ مقصود حدیث ہے۔ جو منجملہ معاشرہ میں تمکین عدل کو متحقق کرتا ہے۔ جیسے ملت عدل کے نظام منازل و مدن میں سیران عدل کے ساتھ ضرور متحقق ہو جانا چاہئے چنانچہ داعی الی المرحمۃ عادل فعال صلعم نے یکسانی خورد پوش کے متعلق ان الفاظ مبارک کے ساتھ فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ..... الخ۔ تعدیل معاشرہ کی حقیقت کو واضح فرمایا ہے جو افراد ملت و مدن میں اساس حیات عنصری کے سیران متحدہ مشترکہ کے تقاضا کی ایفائے عدل ہے۔ دراں حالیکہ ہر حکم ملت کے انفرادی اور اجتماعی حالات کی مطابقت کا جامع کل ہے۔

گویا ملت کے ہر فرد پر فطرت قوت و صحت کی رو سے یہ عائد ہوتا ہے (کہ تشکیل جماعت کے تدریجی حالات کی مطابقت کے ساتھ محور و زینت امارت کے گرد تند او صحیح سے جو وحدت مرجع فطری و نسلی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے) اسباب حیات (جو مسخر نفس ہیں) کے کسب بالعدل میں اپنی قوائے عنصری کو تداول شعوری کے ساتھ مصروف کرتے ہوئے جو فطرت نفس اور اس کے لئے تسخیر اسباب کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ حامل روح الہٰی انسانیت کے لئے والدین۔ اولاد۔ اقربا۔ یتیمی۔ مساکین۔ ذوی القربیٰ۔ ہمسائگان۔ اجنبی ہمسائگان اور ہم نشین اور مسافر اور ملک ایمان (خدام) کے درجات قربیہ و حوائج کی مطابقت کے ساتھ نتائج کسب کے نفق سے

۱؎ کیونکہ وہ منجملہ مصارف ہشتگانہ زکواۃ ہیں۔

۲؎ ترمذی۔ ابن ماجۃ دارمی بحوالہ مشکواۃ

۳؎ پس جس کے تحت اللہ تعالیٰ اس کے بھائی کو کردے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ (بخاری کتاب الادب)

Marfat.com

فطری و قومی تقاضاؤں کو پورا کرتا ہوا سیاستِ مدن میں جو منزل اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ تعدیلِ معاشرہ کی تمکین کے لئے جو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ انسانی کے فیصلہ کی ایفا ہے۔ موجبِ اطمینان ہو۔ چنانچہ مرجعِ فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

اَنۡفِقُوۡا مِنۡ طَیِّبٰتِ مَا کَسَبۡتُمۡ (البقرہ) — خرچ کرو ان طیبات اموال سے جو تم کسب سے مہیا کرتے ہو۔

دراں حالیکہ نفقِ اموال بالعدل جو فرمانِ ربانی وَ لَا تَیَمَّمُوا الۡخَبِیۡثَ مِنۡهُ تُنۡفِقُوۡنَ (البقرہ ۳۷) سے مقصود ہے۔ احسان رکھنے یا تکلیف پہنچانے سے اس دلیل سے باطل قرار پاتا ہے کہ من واذی کثافت تاریک کے مظاہر ہیں۔ اور ریاءَ النّاس کی مانند حاملِ روحِ الٰہی انسانیت کے لئے ایثار کی حقیقت کو معیارِ للّٰہیت سے ساقط قرار دیتے ہوئے نتائجِ ایثار کو موثرات مخالف کے ساتھ باطل کر دیتے ہیں۔

نیز اگرچہ انسانیت کے لئے نفق اس دلیل سے مرجعِ فطری عزّوجل کے لئے نفق ہے کہ وہ روحِ الٰہی کی امین ہے۔ مگر مقصودِ نفق تخلیقِ فطرت اور رجوعِ فطرت کی دلیل سے خالقِ فطرت اور مرجعِ فطری عزّوجل کے لئے مخصوص ہونا چاہیئے جو آیۂ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَ نُسُکِیۡ وَ مَحۡیَایَ وَ مَمَاتِیۡ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ[1] کا مدّعا و مقصود ہے۔ اور منجملہ استغراق ہے۔ گویا للّٰہیت تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور مرجعِ فطری عزّوجل کے ترشحاتِ عدلیہ یا ذکر میں قوائے علوی و عنصری کے ساتھ استغراق جیسے فیصلۂ فطرت کی رو سے میزان العدل کی جانب اولیٰ میں وجہ تمکینِ عدل ہے۔ اسی طرح ان ہر دو گونہ قویٰ کے ساتھ ان کے نتائجِ کسب کا للّٰہیت کے تحت نفق میزان العدل کی جانب اخریٰ میں وجہ تحققِ عدل ہے۔ اور یہ اصول و فروع میں تمکینِ مضمونِ عدل کے ساتھ گویا میزانِ نفس میں جامعیتِ مضمونِ عدل کا تحقق ہے۔ اور یہی اس فرمانِ ربانی سے مقصود ہے۔

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ (آلِ عمران ۹۲) — تم اس وقت تک ہرگز نیکی نہیں پا سکتے جب تک خرچ نہ کرو۔

یعنی معروف و عدل کے ساتھ نفسِ انسانی یا دولتِ وسطیہ اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی یا تہذیب و تدبیر و سیاست میں ہر دو جوانب کے ساتھ اس وقت تک میزان العدل تمکین نہیں پا سکتی جب تک بحق مرجعِ فطری عزّوجل نفسِ فرد و منزل و مدن میں انسانیت کے لئے ایثار متحقق نہ ہو (خطابِ اجتماعی اسی حقیقت پر شہادت ہے)

یعنی ایمان اور عملِ صالح جوانبِ میزانیۂ عدل ہیں اور ایمان کا کشف کے ساتھ اور اعمالِ صالح کا تحمل نور کے ساتھ تحققِ عدلِ ایمان اور عدلِ عمل ہے (اس دلیل سے کہ عدل۔ اصول و فروع میں جاری و ساری ہوتا ہے) پس جیسے مرجعِ فطری عزّوجل میں استغراق کے لئے جہدِ شعوری اور ایثار و نفق کے لئے توجہ فکری کی تمکین جوانبِ میزانیہ

---

[1] تو کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو جہان والوں کا پروردگار ہے۔ (انعام)

Marfat.com

ایمان ہیں۔ اسی طرح عمل کے ساتھ استغراقی جدوجہد اور نفق اموال جو انب میزانیۂ عمل صالح ہیں۔ آیۂ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ (تاکہ جزا دے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے بالعدل۔ الیونس) میں یہی حقیقت عدلیہ جلوہ ریز ہے۔

پس فردیت امارت اور اخوت ملّی پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ ان کے حضور میں سائل کی حیثیت سے پیش ہوں بحالیکہ ان کا سوال متحقق بالحقیقت ہو۔ یعنی انہیں سوال کا حق پہنچتا ہو تو ان کی حاجات کو ضرور[1] روا کریں کیونکہ ابوت انس (فردیت امارت) یا درجات تشکیلیۂ جماعت کی رو سے اخوت ملّی کے حضور میں ہی افراد ملّت کو از روئے فطرت سوال کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے الّا یسئال الرجل[2] ذاسلطان اوفی امر لا بد منہ سے اسی حقیقت فطریہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

پس اس کا القا حامل روح الٰہی انسانیت[3] کے لئے ایثار کی دلیل سے موجب قرب الٰہی ہے حتیٰ کہ انسانیت کے ساتھ اشتراک عنصری کی دلیل سے ہر ذی[4] روح کے لئے ایثار مرجع انسانیت عزّوجل کے قرب کو متحقق کرتا ہے۔ مگر وہ سائل جسے سوال کا حق نہیں پہنچتا وہ اس دلیل سے شرالنّاس ہے کہ وہ ان لوگوں کا مال کھاتا ہے۔ جو از روئے احتیاج اس کے مستحق ہیں مذکورۂ صدر فرامین مصطفویہ میں اسی لئے غیر مستحق لوگوں کے سوال کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا ہے۔ نیز عادل فعال صلعم نے مستحق لوگوں کے لئے معیار تمیز ان ترشحات عدلیہ کے ساتھ معین فرما دیا ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے گرد پھرتا ہے۔ اور اس کو ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک کھجور یا دو کھجوریں لوٹا دیتی ہیں۔ بلکہ مسکین وہ ہے کہ اس

---

[1] سائل کو (کچھ دے کر) لوٹاؤ خواہ جلا ہوا سم ہی ہو۔ یعنی انفرادی یا اجتماعی اقتصادی حالات کی مطابقت کے ساتھ سائل کی مدد ضرور کرنی چاہئے اور وہ بدترین شخص ہے جو انفرادی حیثیت سے یا نظام اجتماعی کی نمائندگی کی حیثیت سے سوال کو روا نہیں کرتا۔ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ میں دیگر متعلقہ احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائی جائیں)

[2] سمرہ ابن جندب سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سوال زخم ہے کہ اس سے انسان اپنے چہرہ کو زخمی کرتا ہے (ذلت سے) پس جو چاہے اپنے چہرہ پر اس کو (آبرو) باقی رکھے اور جو چاہے آبرو کو گرادے۔ لیکن یہ کہ سوال کیا جائے حاکم سے یا ایسی ضرورت کے وقت کہ چارہ نہ ہو (فردیت امارت یعنی ابوت انس کے حضور میں حاجات ضروریہ کی رو سے سوال روا ہو سکتا ہے۔ یا ناگزیر حاجات کی رو سے اخوت ملّی مطمح سوال ہو سکتی ہے)

[3] آں صلعم نے فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو خراماں دیکھا ہے اس کے عوض کہ اس نے ایک درخت کو جو راستے میں لوگوں کی تکلیف کا موجب تھا کاٹ دیا تھا (مسلم) علیٰ ہذا دفع اذیت کیلئے راستہ سے پتھروں کا اور کانٹوں کا اور ہڈیوں کا ہٹا دینا اور نیکی کے لئے حکم اور برائی سے روکنے کی کوشش انسانیت کیلئے ایثار اور صدقہ ہے۔ اور اسی دلیل سے موجب فلاح اخروی ہے احادیث متعلقہ مشکوٰۃ منجملہ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقہ حدیث عن عائشہ مطالعہ فرمائیں)

[4] آں صلعم نے فرمایا ایک بدکار عورت بخش دی گئی اس کے عوض کہ وہ ایک کتے پر گذری جو کنوئیں کے پاس اپنی زبان پیاس سے نکالے کھڑا تھا اور قریب تھا کہ پیاس اس کو ہلاک کر دے تو اس عورت نے اپنا موزہ اتارا اور اپنی اوڑھنی سے باندھ کر اس کے لئے اس سے پانی نکالا پس وہ بخش دی گئی صحابہ نے آں صلعم کی خدمت میں عرض کی کہ بہائم پر احسان کے عوض بھی کیا ہمارے لئے اجر ہے تو آں صلعم نے فرمایا۔ ہر صاحب جگر تر پر (جاندار) پر احسان کے عوض (بخاری جزء ۴ ـ فیض علیم)

کو مال حاصل نہ ہو جو اس کو غنی کر دے اور وہ نہیں پہچانا جا سکتا کہ مسکین ہے۔ تاکہ اس پر صدقہ کیا جائے اور نہ وہ کھڑا ہوتا ہے۔ کہ لوگوں سے سوال کرے (متفق علیہ) یعنی سائل بالالحاف[1] نہیں ہے۔

پس فردیت امارت پر عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کی فردیت امارت کے متشکل اسوۂ حسنہ کی پیروی میں یہ عائد ہوتا ہے۔ اس دلیل سے کہ وہ محورِ تہذیب و تدبیر و سیاست ہے اور منصبِ وراثت نبوی پر ابوالانس کی حیثیت سے جلوہ ریز ہے کہ وہ نظام اجتماعی کے تحت بیکار سائلین کو مصروف کسب کرتی ہوئی (جیسے کہ متذکرۂ الصدر انصاری کے واقعہ سے ظاہر ہے) سوال اور بیکاری سے احاطہ مدن کو پاک کر دے۔

علیٰ ہذا اسی لغویت کے اہتمام خروج پر عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کا ایسا عمل جو افکار و اعمال میں کبر نفس کو بطور فطرت متمکن کرنے کا ذریعہ ہے فیصل بالحق ہے۔ جیسے ابوذر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے مجھے بلایا اور مجھ سے عہد لیا کہ تو لوگوں سے سوال[2] نہ کرے گا۔ میں نے جواب دیا۔ ہاں (ضرور) تو پھر آپ نے فرمایا حتیٰ کہ اگر تیرا کوڑا بھی گر پڑے تا آنکہ تو خود اتر کر پکڑے۔

علیٰ ہذا آں صلعم نے فقرائے مہاجرین سے بیعت لی کہ وہ کسی سے سوال[3] نہیں کریں گے۔ گویا یہ اس بیکاری اور بداخلاقی کا (جو فطرت نفس کے تقاضائے کسب طیب اور فطرتِ اسباب مسخرۂ نفس کے تقاضائے حصول بالکسب کا ضد ہے اور اسی دلیل سے منجملہ آیۂ لِیَجۡزِیَ[4] الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالۡقِسۡطِ کا سقوط ہے) نفسِ ملّت کے ادراک و تحریک سے اخراج کا اہتمام تھا۔ اور عدل نفس یا کبر نفس کی نفس فرد و ملّت میں تمکین قاہرہ تھی۔ الحاصل بیکاری اور لغویت ایک اصل فرعیہ ہے جس کے متعدد فروعی مظاہر ہیں منجملہ سوال اور گداگری اسی کا ایک قبیح منظر ہے۔ علیٰ ہذا مخابرت (جاگیرداری و زراعت) کو بصورت پیشہ اختیار کرنا بھی اسی لغویت اور بیکار زندگی کا ایک مظہر ہے۔ (جیسے کہ اس پر بحث گذر چکی ہے) اور اسی لغویت کا بدترین منظر وہ لوگ ہیں جو قرب الٰہی کا جامہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ بحالیکہ انہیں کشف و تحمل نفس سے کچھ تعلق نہیں ہوتا اور اس کی وجۂ اساسی بھی حرص نفس کے ساتھ بیکاری اور لغویت ہے۔

پس سیاست مدن پر سنت مصطفوی کی روشنی میں یہ عائد ہوتا ہے کہ ہر قوی اور صاحب صحت شخص کو (اہتمام تصرف عدلیہ اور شعبہائے ملکی کے ذریعہ) مدنی خدمات میں مصروف کر دے اور ہرگز کسی شخص کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ از شئے ایثار اس مال کو جو بحق سیاست مدن اس کی ملکیت ہے صاحب صحت اور توانا لوگوں کو بیکاری اور لغویت کی مدد کرتا ہوا دیتا رہے وہ تلف مال ہے اور نفس ملت پر اسی طرح ظلم ہے جیسے حوائج ملّی کے تحقق پر امساک مال ظلم ہے کیونکہ مواقع حاجات پر وہ فی الحقیقت نتائج امساکیہ کو مرتب کرتا ہے۔

پس زکوٰۃ کے ذریعہ جو مصارف ہشتگانہ کے ساتھ ملّت کے انفرادی اور اجتماعی استحکام کا ذریعہ ہے۔ اور ایثار

۱؎ لَا یَسۡـَٔلُوۡنَ النَّاسَ اِلۡحَافًا (البقرہ۔ ع ۳۷)

۲؎ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب من لا تحل لہ المسئلہ ومن تحلہا

۳؎ بحوالہ القول الجمیل مصنفہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی

۴؎ تاکہ جزا دے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے عدل کے ساتھ (یونس)

کے ذریعہ جو بڑھتی ہوئی حاجات کے ساتھ اسی کی پیروی میں مصارف ہشتگانہ کی وسعتِ حوائج کی ایفا کا کفیل قرار پاتا ہے تلف مال سے تحفظ کے ساتھ منجملہ مصارف ہشتگانہ عدلِ معاشرہ میں استقلال قائم کرنا چاہئے۔

وحدت اجتماع اور اس کے حالات و حوائج اجتماعی کی فطرت نظامِ اجتماعی کے تحت جو محور نفق ہے۔ حصول زکواۃ اور نفق زکواۃ کے لئے فیصل بالحق ہے جس پر سیاست فردیتِ امارتِ مصطفوی شاہد ناطق ہے۔ اور اہتمام تصرفِ عدلیہ کا احتساب ہی حاجات کی تصدیق سے صحتِ مصرف کو متحقق کرتا ہے۔ کیونکہ اس پر اپنے اپنے شہر اور محلہ اور قریہ سے متعلقہ افرادِ ملت کے اقتصادی اور معاشری اور اخلاقی کوائف کا احتساب عائد ہوتا ہے۔ تاکہ عدلِ نفوس و عدل معاشرہ و عدلِ اقتصاد کو استقلال پائندہ حاصل ہو۔ یعنی کسی فرد کا معاشرہ اس معیار عدلیہ سے ساقط نہ ہو جو بالعدل تمام ملت کے لئے مقرر کر دیا گیا ہے۔ دراں حالیکہ اس کا مانی النفس اور ما حول نفس جو مسخر نفس ہے عدل میں اتحاد کے ساتھ مصدّق صدقِ فطرت ہو۔

حدیث متعلقہ قبیصہ میں اس فرمان مصطفوی کی حقیقت کہ قوم کے تین شخص اُٹھ کر اس کی حاجت کی تصدیق کریں متذکرہ اہتمام تصرفِ عدلیہ کی معیت شاہدہ (جو مستلزم احتساب ہے) کی وضاحت ہے۔

نیز اخوت ملّی کے تقاضائے تودد کی ایفائے عادلہ کی شہادت بھی مقصود حدیث متذکرہ ہے۔ جو محور الوت کے گرد الوت ملّی کے تدد اور صیحہ کو مستلزم ہے۔ مندرجۂ ذیل فرمان مصطفوی میں محور فردیت امارت یا الوتِ فاضلہ کے گرد حصول و نفق زکواۃ کے تدد اور صیحہ کی وضاحت کی گئی ہے (کیونکہ حامل روح الٰہی انسانیت کے لئے نفق نیابت فردیت الوہیت کی محوریت کے گرد تدد اور کے لئے متقاضی بالحق ہے)

۔۔۔۔ فَاَعْلِمْهُم ان اللّٰه افترض علیهم توخذ من اغنیاءهم وترد الی فقراءهم فان هم اطاعوا لذالک فایاک وکرائم اموالهم ۔۔۔۔۔۔ الخ

(سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم)

پس اُن کو بتلاؤ کہ اللہ نے اُن پر زکواۃ فرض کی ہے جو ان کے اغنیا سے لے کر اُن کے غربا میں تقسیم کی جائیگی اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو ان کے عمدہ مال سے بچو (یعنی زکواۃ کے حصول میں عدل ملحوظ رکھنا چاہئیے جو ان کے مال سے اوسط درجہ مال کے وصول کرنے سے تحقق پاتا ہے)

پس نفس انسانی میں روح عنصری محل روح الٰہی ہے۔ اور اسی دلیل سے حامل روح الٰہی نوع انسانی کے لئے نفق للّٰہیت ہے اور دولت وسطیہ کے کوائف معاشری میں تمکین عدل للّٰہیت قرار پاتا ہے۔ اور اصول تدریج کی رو سے نفق اموال کا مرحلہ اوّل لزوم نفق کی دلیل سے فرضِ الٰہی یا فرض فطری یا فرضِ اخوت کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور بحق فردیت الوہیت اس کا وصول کرنا دولت وسطیہ کے مستحکم نظم وضبط کا تقاضا کرتا ہے۔ اور اس سے متعلقہ تعینات فرضیہ کی وضاحت کو تقاضائے فطرت کی ایفا قرار دیتا ہے۔ چنانچہ شارح فطرتِ اول المسلمین صلعم نے اپنے حافظِ فطرت متشکل اسوۂ فعال کے ساتھ سکہ کے متعلق جو جامع اجناس کل ہے (یعنی سونا اور چاندی اور غلّہ کی جملہ اجناس اعلیٰ و ادنیٰ جو مال تجارت قرار پاتی ہیں۔ اور لباس سے متعلقہ انواع نباتات اور لوہا وغیرہ۔

۔۔۔۔ علیٰ ہذا حیات ہر گونہ سے متعلقہ جملہ اسباب کے حصول کا بہ استقلال وہ جامع کل ہے) دو سو (۲۰۰) درہم نصاب مقرر فرمایا ہے۔

کہ اگر انہیں ایک سال اس حیثیت[1] کے ساتھ گذر جائے کہ وہ حاجات کی ایفا سے زائد ہوں تو اس پر ۵ درہم زکواۃ عائد ہوگی۔

نصاب کے تعین یعنی اس سے کم مال کے استثنا اور ایک مقدار معین کی بطور فرض ادائیگی اور اس سے زائد نفق کے حصر استحبابیہ میں یہ مصلحت ہے کہ تجارت جو اساس اقتصاد ہے۔ مال کو مستلزم ہے گویا مال منجملہ اساس کسب طیب ہے۔ نیز ہنگامی حاجات اور مؤثرات ماحولیۂ حیات کی دلیل سے ہر شخص کو اسقدر مال پر قدرت ہونی چاہیئے کہ اس کا معاشرہ موثرات ماحولیہ سے متاثر ہو کر استقلال اقتصاد کے معیار عدلیہ سے نہ گر جائے گو یا تعین نصاب اور مقدار معین کا فرض قرار دینا اور اس سے زائد کا استحباب کے ساتھ نفق فطرت اقتصاد ہے۔ چنانچہ خالق فطرت عزّ وجل فرماتا ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَ	اور اپنے ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ مت باندھ دے اور
لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا	نہ اس کو کھول دے کلیتہً پس (اس کے نتیجہ میں) تو
مَّحْسُورًا ۝ (بنی اسرائیل - ع۳)	ملامت رسیدہ اور متاسف ہو کر بیٹھ جائے۔

پس افراد ملت کی جانب سے نصاب معین اور نفق معین کے تحت ادائیگی زکواۃ کے علاوہ ملت کی انفرادی واجتماعی حوائج اور افراد کے اقتصادی حالات کی مطابقت عدلیہ کے ساتھ ان کے مبادیٔ اعمال میں تصرف عدلیہ سے تمکین عدل کی معیت میں جو ایثار کو فطرت قرار دیتی ہے ایسے ایثار عدلیہ کی طرف دعوت دینی چاہیئے جو ان کے معیار معاشرہ پر ضعف کے ساتھ اثر انداز نہ ہو۔

چنانچہ عادل فعال اوّل المسلین صلعم نے اس حقیقت کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔ (بروایت مسلم و بخاری)[2] بہترین صدقہ (ایثار) وہ ہے جو غنا کی معیت میں واقع ہو (یعنی اس معیار اقتصاد پر موثر نہ ہو جو حالات ماحولیہ اور حوائج کا مقابلہ کر سکتا ہے) بعد ازاں صلعم نے فرمایا کہ صدقہ (ایثار) شروع کر اس سے جس کیلئے نفق تجھ پر عائد ہوتا ہے۔ یعنی ایثار کی ابتدا اہل و عیال وغیرہ سے ہونی چاہیئے جو تقاضائے فطرت[3] اصلیہ یا قریبہ کی ایفا ہے۔ دراں حالیکہ زاں بعد حالات

---

[1] اگر سال کے اول میں بھی زائد از حوائج دراہم تعداد متذکرہ کے ساتھ موجود ہوں اور درمیان میں نہ رہیں اور پھر سال کے آخر میں بھی ہوں تو ان پر اس دلیل سے زکواۃ عائد ہوگی کہ وہ فی الحقیقت سالانہ ضروریات سے زائد ہیں اور ہنگامی موثرات اصل واقعہ کو متغیر نہیں قرار دے سکتیں۔ علیٰ ہذا ہر وہ مال جو اس نصاب معینہ کے ساتھ مزید ملتا رہے گا وہ اپنی فطرت الحاقیہ کی شہادت کے ساتھ نصاب کے ساتھ اتحاد حقیقت کی دلیل سے واجب الزکواۃ ہوگا یعنی اس پر سال کا گذرنا ضروری نہیں اور اس کے متعلق زکواۃ کی ادائیگی نصاب کے ساتھ تناسب قائم کرتے ہوئے مقرر کی جائے گی۔

[2] بحوالہ مشکواۃ باب: فضل الصدقہ کتاب الزکواۃ

[3] چنانچہ عادل فعال اول المسلین صلعم نے فرمایا کہ جب مسلم اپنے اہل و عیال پر خرچ کرتا ہے۔ اور توقع ثواب رکھتا ہے۔ (للّٰہیت کے ساتھ صرف کرتا ہے) تو وہ اس کے لئے صدقہ قرار پاتی ہے۔ (بخاری و مسلم بحوالہ مشکواۃ)

یعنی تقاضائے فطرت کی ایفا للّٰہیت ہے کیونکہ نفس انسانی میں روح عنصری محل روح الٰہی ہے اس لئے کثافت کے اشتراک متحدہ کی رعایت عدلیہ جو ذوی القربیٰ کے بعد تمام ملت اور تمام کائنات انسانی کو احاطہ کر لیتی ہے للّٰہیت قرار پاتی ہے۔ اور مسلم کا فکر و عمل محور للّٰہیت کے گرد متدا ور

قربیہ اور حوائج کی مطابقت کے ساتھ تمام ملّت اور نوع انسانی از روئے فطرت نوع انسانی ایثار عدلیہ کا مصرف قرار پاتی ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جن لوگوں پر نفق فیصلۂ فطرت کی رو سے نفس فرد پر (اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ اس کے اصول یا فروع ہیں۔ جیسے ماں۔ باپ اور بیٹا بیٹی ...... الخ) عائد ہوتا ہے۔ وہ مصرف زکوٰۃ نہیں ہو سکتے کیونکہ ان پر نفق دلیل اصلیہ و فرعیہ سے اس کی ذات پر نفق کے مترادف ہے اور فطرت نفس فطرت منزلی کی مطابقت کے ساتھ ان پر نفق کو اسی طرح فرض قرار دیتی ہے جیسے اس کا اپنی ذات کے بقا کے لئے اپنی ذات پر نفق تقاضائے فطرت کی الیف ہے۔ علیٰ ہذا شوہر کے لئے زوجہ مصرف زکوٰۃ نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ سکون فطرت کیلئے نفق اموال کی شرط کے ساتھ معاہدۂ تزویج استوار کرتا ہے۔ مگر زوجہ کے لئے شوہر اور اس کی اولاد مصرف زکوٰۃ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ان کے نفق کی کفالت اس پر عائد نہیں ہوتی بحالیکہ وہ صاحب احتیاج و حرمان ہو۔ چنانچہ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقہ حدیث عن زینب امراۃ عبداللہ ابن مسعود (متفق علیہ مطالعہ فرمائی جائے)

اس کے بعد اخوت ملّی و نوعی جو اخوت قرابت نسبی سے افتتاح پاتی ہے۔ درجات قربیہ و حوائج کی مطابقت تقدیمیہ[1] و تاخیریہ کی رعائت کے ساتھ مصرف زکوٰۃ قرار پاتی ہوئی مصرف ایثار قرار پاتی ہے۔ جس میں زکوٰۃ کو فرض کی حیثیت حاصل ہے۔ جو نصاب[2] معین کی شرطِ وجوبیہ کے ساتھ مسلم پر از روئے فطرت عائد ہوتی ہے۔ (اور وہ دو صد درہم پر ایک سال کے بعد پانچ درہم کی ادائیگی ہے) عہد نبوی میں درہم چاندی کے تھے۔ دو صد درہم میں چاندی ساڑھے باون تولہ ہوتی تھی پس ہر زمانہ کے سکہ کو اس معیار پر معتمد کرتے ہوئے نصاب زکوٰۃ معین کرنا چاہیئے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ سونے اور چاندی کا وزن معیار نصاب نہیں ہے بلکہ جامعیت اجناس ہر گونہ تجارت وغیرہ کی دلیل سے سکہ معیار نصاب ہے (گو وہ چاندی اور سونے سے تیار کیا جاتا ہے مگر سکہ کی صورت اختیار کرنے کے بعد اس کی جنسی حیثیت جامعیت کلی کے ساتھ بدل جاتی ہے) پس بلاشبہ سونا اور چاندی منجملہ اسباب تجارت ہے اور سکہ جامع کل ہے۔ اس لئے عہد نبوی میں چونکہ پانچ اوقیہ چاندی اور بیس مثقال سونا کی قیمت دو صد درہم تھی تو دو وقت سونا اور چاندی کے لئے معیار نصاب تھا۔ اور اس کے بعد ہر عہد میں دو صد درہم جو عادل و فعال اوّل المسلمین صلعم معیار نصاب مقرر کیا ہے۔ اس قیمت کے ساتھ سونا اور چاندی اپنے جس وزن سے مطابقت رکھتا ہو چاندی اور سونے کا وہی معیار نصاب ہوگا۔

[1] رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مسکین پر صدقہ صدقہ ہے اور ذی رحم پر صدقہ دوہرا اجر رکھتا ہے۔ صدقہ اور صلہ رحم کا (احمد و ترمذی و نسائی و دارمی بحوالہ مشکوٰۃ) علیٰ ہذا ہمسائیگی اور ہم نشینی وغیرہ حالات کی رعائت تقاضائے عدل کی الیف ہے۔

[2] حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تحقیق میں نے معاف کی زکوٰۃ گھوڑوں میں اور غلاموں میں (دراں حالیکہ غلامی اسوۂ حسنہ کی شہادت کے ساتھ نفس دولت سے خارج قرار دی گئی ہے۔ پس دو زکوٰۃ چاندی کی ہر چالیس درہم میں ایک درہم اور ایک درہم اور ایک سو نوّے درہم پر زکوٰۃ نہیں ہے پس جب وہ دو صد کی تعداد کو پہنچیں تو اس میں پانچ درہم ہیں (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی و ابو داؤد)

Marfat.com

پس جس شخص کے پاس دو صد درہم قیمت کی چاندی یا سونا یا مال تجارت ہوگا۔ اس پر سال کے گذرنے کے ساتھ اس فرض فطری یعنی زکواۃ کی ادائیگی لازم ہوگی کیونکہ سال کی مدت حوائج سالانہ کے ایفا کی احتساب عدلیہ کے لئے ضامن ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ اسباب حیات زراعت وغیرہ کے ذریعہ سال بھر میں اجماع پاتے ہیں۔ اور تجارت جامع تبادلِ اجناس ہے اور سکہ جامع کل ہے۔

اور عادل فعّال اول المسلمین صلعم نے غلہ کے متعلق پانچ وسق معیار نصاب مقرر فرمایا ہے جو حاضرہ تیس من کے۔ اندر مطابقت رکھتے ہیں۔ غلّہ ہر گونہ اجناس طعام کا جامع کل ہے۔ جس میں اعلیٰ اور ادنیٰ ہر قسم کی اجناس شامل ہیں اور انگور خشک اور کھجور خشک بھی اپنے نتائج طعامیہ اور استقلالیہ کی رو سے غلہ کی قبیل سے ہیں۔ اور چونکہ وہ بقائے حیات عنصری کی اساس ہے۔ اس لئے اس کا معیار نصاب عادل فعّال اول المسلمین صلعم نے الگ منفرد حیثیت کے ساتھ اس قدر مقرر فرما دیا ہے۔ جو ایک منزل کے سالانہ اخراجات طعام محض کے لئے اندازۂ وسطیہ کے ساتھ کفایت کرسکتا ہے۔ اس لئے غلّہ کے متعلق اس پر سال نہ گذرنے کی شرط کا متعین کرنا از روئے عدل نظام واضح اور متحقق بالحق ہے:۔

پس اراضی سے غلہ کی پیداوار جب تیس[1] من کی مقدار تک پہنچ جائیگی تو اس کی ہر پیداوار پر عشر (دسواں حصہ) واجب الادا ہوگا۔ گویا تیس من غلّہ کا شتکار کے لئے نصاب معین کیا گیا ہے۔ مگر ایسی اراضی جس کی آبپاشی کے لئے کنوؤں کے ساتھ محنت کی جاتی ہے اس پر اس کی آمدنی کا بیسواں[2] حصہ زکواۃ عائد ہوگی جو گویا (نصف عشر کیساتھ) سیاستِ مدن کی طرف سے آبپاشی کے حق محنت کی ادائیگی ہے۔

علیٰ ہٰذا وہ مویشی[3] جو زراعت کا کام انجام دینے کا ذریعہ ہیں۔ اسی دلیل سے زکواۃ سے مستثنیٰ قرار دئے گئے ہیں کہ وہ اجزائے محنت ہیں۔

علیٰ ہٰذا اسی دلیل سے جب سیاست مدن کی طرف سے آبپاشی کے مخصوص اور وسیع نہری انتظام کئے جایئں۔ جو چاہی آبپاشی کی نسبت بدرجہا زیادہ نافع ہیں تو نصف عشر (بیسویں حصہ) کے علاوہ سیاست مدن کو بحق مملکت آبپاشی سے متعلقہ حق محنت وصول کرنے کا حق ہوگا۔

علیٰ ہٰذا اسی دلیل سے افرادِ مدن کی وہ جملہ حوائج جو نظام اجتماعی کی محنت سے ایفا پاتی ہیں۔ بحق مملکت مستلزم عوضِ خدمت ہیں

---

[1] حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ وسق سے کم میں زکواۃ نہیں ہے۔ ...... الخ مشکواۃ (متفق علیہ) پانچ وسق۔ حاضرہ تیس من کے برابر ہوتا ہے۔

[2] عبد اللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ اس چیز کے بیج کہ جسے آسمان نے پانی پلایا یا چشموں نے سیراب کیا یا وہ زمین تر و تازہ ہو عشر ہے اور جو کنوؤں کے ساتھ پانی پلائی جائے اس میں اس کا نصف ہے (مشکواۃ بحوالہ بخاری)

[3] .... ولیس علی العوامل شئی ..... کام کرنے والے جانوروں پر کچھ نہیں۔ (مشکواۃ باب مایجب فیہ الزکواۃ)

Marfat.com

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ نصاب کا تعین فطرت اقتصاد کی پیروی ہے اور جیسے تجار وغیرہ کے لئے اس اصول استثنائی کی رعائت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مزارعین کے لئے اس کی رعایت بھی تقاضائے فطرت کی ایفا ہے اور غلہ کو چونکہ اساس حیات ہونے کی حیثیت سے مستقل اور منفرد حیثیت حاصل ہے اس لئے مزارعین غلہ کے متعلق نصاب کا تعین بھی منفرداً و مستقلاً تخصیص وزن چاہتا ہے۔ پس اس کی یہ تاویل مناسب نہیں ہے کہ پانچ وسق تجار غلہ کے لئے نصاب معین کیا گیا بلکہ ان کیلئے تو معیار نصاب وہی ہوگا۔ جو سکہ کی رو سے سب تجار کیلئے معین کیا گیا ہے۔ کیونکہ ان کے پاس دیگر اشیائے تجارت کی مانند ہی غلہ بھی منجملہ اسباب تجارت ہے۔ مگر مزارع غلہ کے وجود کا موجب ہے۔ پس مزارع کیلئے جو اجناس طعام کاشت کرتا ہو اتمام نوع انسانی کے لئے افضل الاموال (غلہ) مہیا کرتا ہے فطرت عدل فیصل بالحق ہے کہ اس کے لئے نصاب کا معیار وہ معین کیا جائے۔ جو اوسطاً ایک منزل کے اراکین کے صرف کھانے کے لئے کفائت کر سکتا ہو۔ گھاس اور (خودرو) لکڑیوں اور چند روز سے زیادہ نہ قائم رہنے والی غیر مستقل سبزیوں کو بھی اسی دلیل سے زکواۃ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا ہے۔ کہ گھاس وغیرہ ہر قسم کا چارہ عوامل (کام کرنے والے مویشیوں) کے کام آتا ہے جو اجزائے محنت ہیں۔ اور سبزیاں اور خودرو لکڑی مزارعین کے اجزائے طعام ہیں۔ جو صاحب محنت ہیں۔ مگر جب سبزیاں تجارت کی نیت سے کاشت کی جائیں گی اور انہیں فروخت کیا جائے گا۔ تو فروخت پر جبکہ وہ سکہ کی صورت اختیار کرلیں سکہ کو معیار نصاب مقرر کرتے ہوئے سالانہ احتساب کے بعد ان پر زکواۃ لازم آئے گی۔ کیونکہ سکہ جامع اجناس کل ہے علیٰ ہذا ہر وہ گھاس یا چارہ یا لکڑی جو مال تجارت قرار پاتا ہے۔ اس پر جبکہ وہ سکہ کی صورت اختیار کرلے تو سالانہ احتساب اور رعائت نصاب کے ساتھ زکواۃ عائد کی جائے گی۔ اور ان مزارعین پر جو سبزی کو تجار کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں۔ بعد فروخت اس کی قیمت پر الگ زکواۃ عائد کی جائے گی۔ اور ان تجار پر زکواۃ الگ مقرر کی جائے گی۔ جو بازار میں اسے باقاعدہ تاجر کی حیثیت سے فروخت کرتے ہیں۔ (اسی مثال کی پیروی لکڑی میں بھی تقاضائے حقیقت کی ایفا ہے) سبزی سے متعلقہ اصول متذکرہ کی مزید وضاحت اس طرح ہے کہ ان مزارعین پر جو صرف سبزی کی کاشت کرتے ہیں سالانہ احتساب کے بعد رعائت نصاب کے ساتھ زکواۃ مقرر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُن پر اصول تعین زکواۃ سبزی کی سکہ کے ساتھ تبدیلی ہے اس لئے کہ سبزی اپنی حیثیتِ غیر مستقل کے ساتھ کہ وہ ایک یا چند روز سے زیادہ نہیں رہ سکتی زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے دی گئی ہے۔ پس جب اس کی حیثیت کو سکہ کے ساتھ تبدیلی سے استقلال حاصل ہوجائیگا تو زکواۃ لازم قرار پائے گی۔ دراں حالیکہ تبدیلی کے ساتھ لزوم زکواۃ ایسی نقصان زدہ سبزی کو زکواۃ سے مستثنیٰ قرار دیتی ہے۔ جو اس کی حیثیتِ غیر مستقلہ کی اثنا میں اسے لاحق ہوتے ہیں

۱؎ لیس فی الخضروات صدقۃ ...... الخ مشکواۃ باب ما یجب فیہ الزکواۃ

۲؎ حضرت علیؓ سے روائت ہے کہ ترکاریوں میں زکواۃ نہیں ہے اور نہ عرایا میں زکواۃ ہے اور نہ پانچ وسق (تیس من) سے کم میں زکواۃ ہے اور نہ عوامل (کام کرنے والے مویشیوں) میں زکواۃ ہے اور نہ جبھہ میں زکواۃ ہے۔ جبھہ سے مراد گھوڑا، خچر اور غلام ہے (دراں حالیکہ غلامی اسوۂ حسنۂ مصطفوی کی شہادت کے ساتھ نفس دولت سے خارج کر دی گئی ہے) اور عرایا سے وہ کھجور کے درخت مراد ہیں جنہیں مالک عاریۃً کسی محتاج کو دے دے تاکہ وہ اس سے فائدہ اٹھائے

(دارقطنی بحوالۂ مشکواۃ)

Marfat.com

اور وہ مزارعین جو کثیر اجناس غلّہ کی کاشت کرتے ہیں۔ اور اُن سے اصول استثنائی کی رعائت کے ساتھ ایک مرتبہ زکواۃ حاصل کرلی جاتی ہے۔ سبزیوں کے متعلق بھی اُن پر دیگر اجناس کاشت کی مانند مزید زکواۃ عائد کی جائے گی۔ اس وقت جب کہ اُن کے اور اُن کے مشتریوں کے مابین امن کے ساتھ معاملہ انجام پذیر ہونے کے بعد اُن کی قیمت بصورت سکّہ انہیں موصول ہو جائے مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ایسی سبزیاں جو سال بھر تک رہ سکتی ہیں۔ وہ منجملہ اجناس غلّہ ہیں۔

علیٰ ہذا شہد بھی چونکہ اپنی فطرت میں استقلال رکھتا ہے۔ اور نباتات اس کا مخرج ہیں۔ اس لئے اس میں عشر اس کی فطرت مخرجیہ و استقلالیہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

نیز مزارعین جب ایک سال میں ایک مرتبہ زکواۃ ادا کر چکتے ہیں۔ تو اس کے بعد اگر وہ اپنی اجناس کو سکہ کی صورت میں تبدیل کریں تو ان پر سال میں مکرّر زکواۃ عائد نہیں ہوگی۔ مگر سال آئندہ گذرنے کے بعد وہ سکہ موجب زکواۃ ہوگا۔ جو سال اوّل کے نتائج کاشت کا مابقا ہے۔

علیٰ ہذا تجار جب مال تجارت اور نقد کے ایک سال گذر جانے پر زکواۃ ادا کر چکیں تو اس میں تکرار نہیں ہوگا لیکن سالِ آئندہ اس تمام مال پر زکواۃ عائد ہوگی۔ جو زائد از نصاب ہونے کی دلیل سے موجب زکواۃ ہے۔

اور جہاد چونکہ ملت کے نظام اجتماعی کی جدّوجہد ہے اور اسی کے ذریعہ موانع قرطبیہ کے اندفاع سے ملّت وسط کی تشدید متحقق ہوتی ہے گویا وہ فطرت انسانی کے تقاضائے وحدت اجتماع کی تشکیل محکم اور اس کے تقاضائے وسعتِ محیطۂ عالم کی ایفا کا ذریعہ ہے اور کائنات انسانی سے متعلقہ تقاضاہائے اخوت کا رحم فعال کے ساتھ ایفا ہے۔ گویا وہ حاملِ روح الٰہی فطرتِ انسانی کے لئے تحقق ایثار ہے اور اسی دلیل سے للّٰہیت ہے۔ اس لئے جہاد بمطابق آیۂ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ[1] وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ منجملہ مصارف فریضۂ الٰہیۂ زکواۃ ہے۔ جیسے کہ جلد اوّل میں وضاحت کی گئی ہے۔ پس یہ دلیل قاطع ہے کہ جہاد سے متعلقہ اسباب کو نظام اجتماعی کے ساتھ خصوصیت دیتے ہوئے انہیں زکواۃ سے مستثنیٰ قرار دیا جائے چنانچہ عادل فعّال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے بمطابق قد عفوت عن الخیل[2] منجملہ حقیقت عدلیہ کی وضاحت فرمائی ہے۔ کیونکہ اسباب تمکین للّٰہیت سے ہیں۔ چنانچہ آمر بالعدل اللہ عزّوجل فرماتا ہے۔

---

[1] صدقات فقرا اور مساکین کے لئے ہیں اور ان کے لئے جو عاملین صدقات ہیں اور ان کے لئے جن کا دل اسلام کی طرف رجوع یا اس پر استقلال کے لئے تالیف چاہتا ہو اور گردن چھڑانے میں اور اللہ کے راستہ میں اور مسافر کے لئے ..... الخ (توبہ)
نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ آیۂ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ .... (البقرہ۔ ع۲۶) سے مقصود ایسا نفق ہے۔ جو از روئے میراث کفالتِ متحدۂ قریبہ والدین پر یا ایسے اقربا کے متعلق عائد ہوتا ہے۔ جن کی کفالتِ اوّلیۂ متصلہ کیلئے فطرت نفس فیصل بالحق ہے اور وہ مصرف زکواۃ نہیں ہوسکتے۔ اسلئے آیۂ کو اتحاد آیۂ ہذا کو اپنے اپنے مقامات پر استقلال نفاذ حاصل ہے۔ دراں حالیکہ ہر دو آیات وسعتِ نفق کے کوائف مستدرجہ کی مظاہر ہیں)

[2] میں نے گھوڑوں کے متعلق زکواۃ معاف کر دی ہے۔ (مشکواۃ بحوالۂ ترمذی و ابوداؤد)

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ .... الخ

اور اُن کے لئے جو تم سے ہو سکے یعنی قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے وہ تیار رکھو تاکہ تم اللہ کے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو اور ان کے علاوہ اُنہیں جنہیں تم نہیں جانتے مرعوب کرو۔

(انفال۔ ع ۸)

دولتِ وسطیہ کے جادۂ استحکام عدلیہ سے دفعِ موانع اُن تمام اسباب سفر کو مستلزم ہے جو فرمان ربّانی .... وفی سبیل اللّٰہ وَ ابن السّبیل میں ترتیب بیان کی شہادت کے تحت بلاتوسّل منجملہ لوازمِ دفاع ہیں اور موجبِ استحکام نظام دولت ہیں اسلئے اس متذکرہ فرمانِ ربّانی میں ملّت کے ساتھ خطاب سے سامان جنگ کی اور اس سے متعلقہ اسباب سفر کی تیاری کا اللہ عزّوجل کی طرف سے حکم دیا گیا ہے۔ اور حامل کلمتہ اللہ ملّتِ وسط کی اس عزّوجل کے ساتھ جنسیتِ عدلیہ کی دلیل سے اس عزّوجل اور ملّت کے ساتھ عداوت کو متحد الحقیقت قرار دیا گیا ہے۔

اور اسباب دفاع کی مجموعی وضاحت کے ساتھ گھوڑوں کی حیثیت خصوصی کو ظاہر فرمایا گیا ہے۔ جو رفتار زمانہ کے تدریجی الانتقال کے تحت تماثلات ارتقائیہ کی ضرورتِ خصوصی پر ناطق بالحق ہے۔

نیز اس سے یہ حقیقت بھی تحقق پاتی ہے۔ کہ سامان دفاع اور سامان سفر وغیرہ کی تیاری کا حق دولتِ وسطیہ کے نظامِ صنعتی کے ساتھ مخصوص ہونا چاہیئے۔ کیونکہ دفاعِ موانع اور اس کے لوازم استحکامیہ نظامِ اجتماعی کے ساتھ بلاتوسل خصوصیت رکھتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس فرمان ربانی سے مقصود خطاب دولتِ وسطیہ کا نظام اجتماعی ہے۔

پس سامان جنگ اور تمام ایسے اسباب سفر جو سامان جنگ کی فراہمی اور فوج کے ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف انتقال اور اس سے متعلقہ سامان کی نقل وحمل اور دیگر مدنی نظم ونسق کے ذرائع ہیں ان کو بحق دولتِ وسطیہ زکواۃ[1] سے مستثنیٰ قرار دیتے ہوئے انفرادی ملکیت سے آزاد کر دینا چاہیئے۔

نیز یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ افرادِ مدن کی جدوجہد کا مقصد فردیت امارت کے گرد تد اور صحیحہ کے ساتھ چونکہ بحیثیت رکن دولت اپنی ذات اور اپنے نظام منزلی اور نظامِ مدن کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اس لئے انفرادی اسباب سفر کا افراد کے ساتھ استقلال بھی منجملہ تقاضائے نظامِ مدن کی ایفا ہے۔

گھوڑوں کے علاوہ دوسرے جانور۔ اونٹ۔ گائے بیل۔ بھینس۔ بکریوں وغیرہ پر رعایت نصاب کے ساتھ اس دلیل سے زکواۃ عائد کی گئی ہے۔ کہ وہ منجملہ متاعِ حیات ہیں۔ از انجملہ اونٹ گو سواری کے کام بھی آتا ہے۔ لیکن اس میں سواری کے علاوہ دیگر منافع کی صلاحیتیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے جانوروں کے اقسام کے متعلق اس حکمت الٰہی کی روشنی میں جو حقیقت کتاب ہے۔ شرح زکواۃ مقرر فرمائی۔ اور وہ فرامین جو عہد مصطفوی میں جانوروں کے متعلق تعینات زکواۃ کے لئے جاری کئے گئے کتب صحاح میں موجود ہیں۔ اُن پر بلا اختلاف آج تک عمل جاری ہے۔ (احادیث صحیحہ مطالعہ فرماویں)

---

[1] گھوڑوں اور خچروں اور گدھوں وغیرہ تماثلات کے متعلق زکواۃ سے استثنا بحق دولتِ وسطیہ الٰہی حقائق استثنائیہ کی وضاحت ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جانوروں کو غلہ کی مانند ایک مستقل اور منفرد حیثیت نافع حاصل ہے۔ اس لئے ان کے متعلق تعین نصاب[1] اور شرح[2] زکواۃ منفرد اور مستقل حیثیت کے ساتھ ضروری تھی اور وہ لوگ جو جانوروں کا دودھ فروخت کرتے ہوئے نفع حاصل کرتے ہیں۔ ان کی اس تجارت کا سالانہ احتساب کرنے کے بعد ان کے لئے سکّہ کو معیار نصاب مقرر کرتے ہوئے الگ حیثیت کے ساتھ ان پر زکواۃ عائد کی جائیگی۔ کیونکہ دودھ جانوروں کی حیثیت مستقلہ سے الگ نافع مستقل حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ تاجر جو اس دودھ کو خرید کر بازار میں اس کی مستقل تجارت کرتے ہیں ان کا الگ سالانہ احتساب کیا جائے گا۔ کیونکہ ان کو تجارت کی جُداگانہ حیثیت مستقلہ حاصل ہے۔[3]

نیز یتیمی کے متعلق یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا ہے۔ رفع القلم عن ثلثۃ عن النائم حتّٰی یستیقظ وعن الصبی حتّٰی یبلغ وعن معتوہ حتّٰی یعقل۔ مگر جب ان کے منتظمین (منجملہ شعبۂ اہتمام یتمی) کے ذریعہ اُن کے اموال میں اضافہ کو استقلال حاصل ہو تو اس دلیل سے کہ اقتصاد نافع کا قیام و استقلال مکلّف بالحکم ہے ان کے اموال پر زکواۃ عائد کی جائے گی۔

اور زکواۃ کی تحصیل اس دلیل سے کہ محور نفق فردیت امارت ہے۔ چونکہ سیاست مدن پر عائد ہوتی ہے۔ جس پر رسول فرد اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ شاہد ہے اور اسی دلیل سے بمطابق فرمان ربانی والعاملین علیہا۔ محصلین زکواۃ کی اجرت خدمت بحق سیاست مدن مصرف زکواۃ ہے۔ پس جب وہ سیاست مدن سے بحق نظام اجتماعی اجرت پالیتے ہیں۔ اور وہ حصول اجرت پر جبکہ اُن کے لئے معین کر دی جائے سیاست مدن کی طرف سے مکلف ہیں۔ جو تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ تو اس کے بعد انہیں یہ ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ اراکین سیاست مدن پر جو محکمۂ عمل میں ان کے ساتھ متعلق ہیں یا ان افراد مدن پر جن کے ساتھ تحصیل اموال زکواۃ کا تعلق ہے۔ وہ افضل[4] الاموال یعنی طعام کا یا اور اس قسم کا بوجھ ڈالیں یا اُن سے کسی قسم کے تحائف قبول کریں یہ اس حدّ عدل سے تجاوز ہے۔ جو تعین

---

[1] جانوروں میں پانچ اونٹ یا تیس گائیں یا چالیس بکریاں۔ سوائمہ (جنگل میں چرنے والی) نصاب معینہ ہیں ان سے کم پر زکواۃ نہیں ہے۔

[2] شرح زکواۃ مشکواۃ المصابیح کتاب الزکواۃ باب مایجب فیہ الزکواۃ مطالعہ فرمادیں۔

[3] تین کے متعلق تکلیف کا قلم اٹھا دیا گیا۔ سوتے ہوئے سے۔ حتّٰی کہ وہ جاگے اور بچے کے متعلق حتّٰی کہ وہ بالغ ہو۔ اور مجنوں سے حتّٰی کہ وہ عاقل ہو۔ (مشکواۃ بحوالۂ ترمذی۔ ابوداؤد۔ دارمی۔ ابن ماجہ)

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اسی تمثیل کے تحت اگر کسی کے ذمہ قرض ہو اور اس سمیت قرض خواہ صاحب نصاب قرار پاتا ہو۔ تو اس پر قرض کی اس مقدار کی وصولی کے بعد ہی درمیانی مدت کی زکواۃ عائد ہوسکتی ہے۔ جو اسے صاحب نصاب قرار دیتی ہو۔

[4] عادل فعال اول المسلمین صلعم نے حجۃ الوداع میں اثنائے خطبہ میں ارشاد فرمایا کہ عورت اپنے خاوند کے گھر سے کچھ خرچ نہ کرے مگر اپنے خاوند کی اجازت سے۔ تو آپ سے عرض کی گئی کہ کھانا بھی خرچ نہ کرے۔ تو آں صلعم نے فرمایا کہ وہ تو ہمارے افضل الاموال سے ہے۔ (مشکواۃ باب الزکواۃ بحوالۂ ترمذی)

Marfat.com

اجزئے کے ساتھ سیاستِ مدن اور ان کے درمیان تنصیف بالعدل کے ساتھ مقرر کر دی گئی ہے ۔ اور نفسِ دولت میں معاشرہ کے معیار عدلیہ کو اعتماد صادقہ سے ساقط قرار دیتا ہے ۔ جو گویا دولت وسطیہ کے اقتصاد اور معاشرہ میں سیران ظلم و فساد ہے ۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے عمال و حکام کیلئے اخذ ہدایا سے جو رشوت ہے پُر زور الفاظ کے ساتھ منع فرمایا ہے ۔ پس حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد جاری کرتے ہوئے اس ظلم مفسدہ کو نفسِ دولت سے خارج کر دینا چاہیئے ۔

علیٰ ہٰذا افرادِ مدن پر بحق نظام اجتماعی جو ان کے حیات اجتماعی کے استقلال کا ذریعہ ہے ۔ یہ عائد ہوتا ہے ۔ کہ نظامِ دولت کے استحکام کے تقاضاؤں کی اپنی فطرت عادلہ کے ترشحات راغبہ کے ذریعہ ایفا کریں اور فرطیات فکری و عملی کو اس نظام اجتماعی کے حق کی ادائیگی میں ہرگز دخیل نہ ہونے دیں جو استقلال ہر گونہ حیات کا موجب ہے ۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مشکوٰۃ بحوالۂ ابوداؤد) کہ عاملین زکواۃ جانوروں کو (یا اموال کو) اپنے پاس کشاں کشاں نہ منگوائیں اور نہ صاحب اموال و مویشی اپنے جانوروں یا اموال کو اپنے مقام سے دور لے جائیں بلکہ چاہیئے صدقات ان کے گھروں میں (ان کے مقامات پر) وصول کئے جائیں ۔

گویا ملت اور اس کے نظام اجتماعی میں وحدت اسلامیہ کا سیران مشترک اپنے حقائق فکریہ و عملیہ کے ساتھ متحقق ہونا چاہیئے ۔ اور اراکین سیاستِ مدن اور جملہ افرادِ مدن کو اپنے فرائض اس کامل متعدی کے ساتھ انجام دینا چاہئیں جو بحیثیت افرادِ ملت و مدن اُن پر عائد ہوتی ہے ۔ اور نظام اجتماعی کی طرف سے ان کے حاجات حیات کی کفالت اس پر ان کو بالعدل مکلّف قرار دیتی ہے ۔ اور تقاضا ہائے عدلیہ کی تکمیل ایفا کی دلیل سے بازجانب میں تنصیف صحیحہ ہے ۔

نیز یہ امر خصوصیت کے ساتھ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ ہر گونہ ارضیات سونے اور چاندی کی کانیں جو جامع احتیاج کل (سکہ) کی تشکیل کا موجب ہیں یا لوہا جو ملت کی اجتماعی اور انفرادی حوائج کی کفالت کرتا ہے یا اس کے توابع دوسری دھاتیں اور دیگر ہر قسم کی کانیں جو خالق کائنات عزّوجل نے سطح ارض پر یا اس کے اندر پیدا فرمائی ہیں ۔ وہ اس دلیل سے ملت کے نظام اجتماعی کا حق ہیں کہ وہ جامع ایفائے حوائج اجتماعیہ ہے ۔ اور ان کی تخلیق واحد مرجع فطری عزّوجل کی قوتِ خالقہ کے ساتھ بلا واسطہ تعلق رکھتی ہے ۔ پس بحق واحد مرجع فطری عزّوجل فردیت رسالت مصطفوی کے ساتھ اور اس کے تتبع میں فردیت امارت (جو نظام اجتماعی کا محور ہے) کے ساتھ وہ خصوصیت رکھتی ہیں اور منجملہ مال فی ہیں ۔ خالق فطرت عزّوجل فرماتا ہے ۔

ﻟﮧ ابن اللّتبیۃ ازدی محصّل زکواۃ بعد تحصیل زکواۃ مدینہ منورہ آیا اور کہنے لگا کہ یہ (مال) تمہارا ہے ۔ اور یہ (مال) مجھے ہدیہ دیا گیا ہے تو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور بعد حمد و ثنا فرمایا کہ میں تم میں سے بعض لوگوں کو امور و مہمات پر جن پر خدا نے مجھے حاکم کیا ہے ۔ عامل مقرر کرتا ہوں تو ایک شخص اُن میں سے آکر کہتا ہے کہ یہ تمہارے لئے ہے ۔ اور یہ مجھے تحفہ دیا گیا ہے ۔ پس کیوں نہ وہ اپنے باپ یا اپنی ماں کے گھر بیٹھا ۔ پس دیکھتا کہ کیا تحفہ بھیجا جاتا ہے اس کو یا نہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (متفق علیہ)

Marfat.com

وَمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْهُمْ فَمَا أَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ٥ (حشر)	اور جو کچھ دے آیا اللہ اپنے رسول پر اُن میں سے اور تم نے اس پر گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے ولیکن اللہ مسلط کرتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے۔

تاکہ فردیت امارت معاشرہ اجتماعی میں یتٰمیٰ اور تمام ضعفاء مستحقین کے حالات کو اس سطح معاشری کے ساتھ ہموار کرتا ہوا[1] متمکن عدل ہو جو تمام ملّت کیلئے بالعدل مقرر کی گئی ہے۔ (جس پر آیۃ فی (مذکورہ بالا) الی آخرہٖ اور آیۃ بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى اور حدیث فمن جعل اللّٰہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ...... الخ کا تطابق شاہد بالحق ہے) اور استحکام جمعی کے ساتھ جادۂ عدل کو موانع سے پاک اور بے روک کردے۔

اس کے بعد فردیتِ امارت یا سیاستِ مدن کانوں سے اجتماعی فائدہ حاصل کرنے کے لئے اگر ان کی آبادی افرادِ مدن کے سپرد کرتی ہے۔ تو اجرت کی تعین تقاضائے عدل کی ایفا ہے اور اس کی مقادیر کا تعین مقتضیات دہر کی مطابقت کے ساتھ فردیت امارت کے اجتہاد اور نفاذ امر کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے چنانچہ عہد مصطفوی میں رکاز[2] کے متعلق خمس اور بعض معاون کے متعلق زکوٰۃ محض اسی اختیار مختصہ پر دلیل ناطق ہے۔

تعین خمس اس اصول کے تحت ہے کہ جیسے غنیمت بحق سیاستِ مدن افرادِ عسکر میں تقسیم کی جاتی ہے۔ اور اس میں سے خمس فردیت امارت کے تحت ملّت کے دیگر اجتماعی حوائج کے لئے مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آبادیٔ معادن میں اجرت آبادی کے علاوہ دیگر اجتماعی حوائج کے لئے خمس کو مختص کیا گیا ہے۔ مگر جیسے افرادِ عسکر کی کفالت کاملہ کی دلیل سے غنیمت نظامِ اجتماعی کا حق قرار پاتی ہے۔ اسی طرح آباد کاران معادن کے حوائج اجتماعی کی ایفائے کاملہ کی دلیل سے جو نظام اجتماعی کی طرف سے ادائے اجرت ہے کانوں کے نتائج بحق نظام اجتماعی مخصوص قرار پاتے ہیں۔ بحالیکہ انہیں متذکرہ فرمان ربانی کے فیصلہ کے تحت بحق فردیت امارت یا بحق سیاست مدن خصوصیت حاصل ہے۔ اور اسی دلیل سے نظامِ دولت مقتضیات دہر کی رعائت کے ساتھ اجرت معینہ پر اُن کی آبادی کا مجاز ہے۔ علیٰ ہذا یہ استثنائے خمس بھی آبادیٔ معادن کے لئے اسے اختیار حاصل ہے۔ اور بعض کانوں کو محض زکوٰۃ کے تعین پر بھی آبادی کے لئے دے سکتی ہے جیسے احادیث صحیحہ اس حقیقت پر شاہد ہیں (مشکوٰۃ کتاب البیوع اور کتاب الزکوٰۃ باب مایجب فیہ الزکوٰۃ مطالعہ فرما دیں) یہ فردیت امارت کے حق اجتہاد اور نفاذ امر پر شہادات عدلیۂ مصطفویہ ہیں۔

مکرر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اشیائے تجارت[3] پر اُن کی حیثیتوں کے استقلال کی مطابقت کے ساتھ زکوٰۃ عائد

---

[1] مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ۔ (حشر) صفحات گذشتہ میں اس پر بحث گذر چکی ہے۔

[2] ...... وَفِی الرکاز الخمس (جو زیر زمین ہو اس میں خمس ہے) متفق علیہ۔

[3] سمرہ ابن جندب سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ ہم ہر اس چیز سے زکوٰۃ ادا کریں جو تجارت کے لئے تیار کی جائے۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

کی جائے گی یا ان کی حیثیتوں کی کیفیت ہائے غیر مستقلہ یا استثنائی حیثیتوں کی رو سے اُن کے منافع پر جب وہ سکہ کی صورت اختیار کریں جو جامع اجناس کل ہے۔ زکواۃ[1] ناطق بالحق ہوگی۔

الحاصل ان تمام کوالفِ نفقیہ کے محور الوالانس یا امیر فرد پر عائد ہوتا ہے کہ ان تمام حقائقِ نفقیہ کی قوت کے ساتھ صاحب احتیاج و حرمان افراد کے بقائے حیات و ایفائے حاجات کا فرض کفالت انجام دے۔ اور اپنی قوت فعالیہ کے تصرف بالعدل کے ذریعہ نفوس افراد میں تمکین کتاب و حکمت کے ساتھ تحقق عدل سے اُن کے جذبہ ہائے ایثار کی معیت میں ان کے لئے اس معیارِ اقتصاد کے استقلال کو قائم رکھتے ہوئے جو ضعف اقتصاد سے انہیں محفوظ قرار دیتا ہے۔ بمطابق فرمان ربانی یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ[2] قُلِ الْعَفْوَ اور بمطابق فرمان مصطفوی ان تبذل[3] الفضل ان کی طرف سے زوائد اموال کے ایثارِ عدلیہ کے ذریعہ تمام افرادِ ملت کے معاشرہ کو اس سے لغویت اور بیکاری کو خارج کرتے ہوئے اس سطح معتدل پر ہموار کر دے۔ جو اخوت نوعی و ملی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور اقتصاد میں حقیقت امر بالعدل کی تمکین ہے۔ کیونکہ عدل معاشرہ ولاۃ و خدام اور یتمیٰ و غیر یتمیٰ اور رجال و نساء وغیرہ سے متعلقہ حوائج حیات و متعلقات حیات کی اس ایفائے معروف سے جو انب میزانیہ (تقاضا و ایفا) میں تنصیف صحیحہ سے تحقق پاتا ہے۔ جو کوالفِ استعداد نفوس کے ساتھ تطابق بالعدل سے تمام طبقاتِ دولت میں معیارِ عدل پر معتمد ہو۔ خالق فطرت عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا	اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک مت کرو
وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى	اور والدین کے ساتھ احسان اور ذوی القربیٰ اور یتمیٰ اور
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى	مساکین اور صاحب قرابت ہمسایہ اور اجنبی ہمسایہ اور
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ	مسافر اور ان کے ساتھ جن کے داہنے ہاتھ تمہارے مالک ہیں۔
السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ (النساء ع)	

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صدقات فطر اور قربانی عید الضحیٰ بھی از روئے مقاصد و احکام توابع زکواۃ سے ہیں۔

[2] تجھ سے پوچھتے ہیں کہ اللہ کی راہ میں کیا خرچ کریں تو کہہ دے جو زائد ہو (مجملہ اقتصاد شخصی کو ضعف کے ساتھ متاثر نہ کرتا ہو۔ (البقرہ ع ۲۷)

[3] رسول اللہ صلعم نے فرمایا اے ابن آدم تیرے لئے خرچ کرنا اس مال کو جو (تیری حاجت سے) زائد ہو بہتر ہے اور روکنا تیرے لئے برا ہے۔ اور جس قدر تیرے لئے کفایت کرتا ہے۔ اس پر تجھے ملامت نہیں ہے اور اپنے ایثار کی ابتدا اپنے عیال سے کر۔ (مشکوٰۃ بحوالۂ مسلم کتاب الزکواۃ)

چنانچہ فرمان ربانی ..... بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰى میں اولاد کو قرب مقدم حاصل ہے۔ اور اس پر نفق تقاضائے فطرت متحدہ کی ایفا ہے اور اسی دلیل سے از روئے عدل خالق فطرت عزّ و جل کے نزدیک استحقاق اجر ہے بحالیکہ رجوع فطری کی ایفِ للّٰہیت کو مقصود نفق قرار دیتی ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ زکواۃ اور عفو کا تعلق فرائض و نوافل کے مماثل ہے۔ دراں حالیکہ زوائد اموال کا فی سبیل اللہ نفق اس وقت متحقق ہو جانا چاہئے۔ جب حالات و کوالف دولتِ وسطیہ مصطفویہ کے ابتدائی حالات سے مماثل ہوں۔ جو نفق اموال و نفوس میں وسعت و کثرت کے لئے دلائل راسخہ ہیں۔ اور قل العفو اسی تقاضائے حق کی ایفائے عدلیہ ہے۔ دراں حالیکہ زکواۃ و عفو میں تمیز نفس فرد و جماعت کی تدریجی صلاحیت کی دلیل سے نافذ بالعدل قرار دی گئی ہے۔

Marfat.com

یعنی عبادات الٰہی نفوسِ افراد میں عدل کو متحقق کردیتی ہیں ۔ اس لئے والدین اور اس کے بعد ذوی القربیٰ اور یتامیٰ اور مساکین اور قریبی اور اجنبی ہمسائگان اور مسافر اور خدّام کے معاشرہ کو افرادِ دولت کے عدلِ نفس کے ترشحات عدلیہ نیابتِ الٰہی یا فردیتِ امارت کی محوریت کے گرد تنداور صحیحہ کے ساتھ معیارِ عدل پر متعمد کر دیتے ہیں ۔

گویا اُن کا یہ فکری و عملی ایثار عدلیہ تمام ابنائے نباتِ دولت کو احاطہ کر لیتا ہے ۔ اور اسی لئے دولتِ وسطیہ کا نظامِ معاشری عدلِ نفس اور عدلِ معاشرہ کے اتحاد باہمی کی دلیل سے عدل کو دولت وسطیہ کی فطرت قرار دیتا ہے ۔ جو فرمان ربّانی اِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَاۤءِ ذِي الْقُرْبٰى کی عملی شرح متشکل ہے ۔ اور آمر بالعدل عزّوجل کی استعداد نیابت (جو نفس انسانی میں ودیعت کی گئی ہے) کے تقاضاؤں کی ایفا ہے ۔ اور انسانی نظام ہائے ناقصہ کو (جو صرف خواہشاتِ نفس کی پرورش کے مظاہر ہیں ۔ اور اسی دلیل سے وہ فحشا اور منکر اور بغی کو افراد کے مبادئ اعمال سے خارج نہیں کر سکتے)

معیارِ اعتماد سے ساقط قرار دیتا ہوا تمام نوعِ انسانی کے متعلق دولتِ وسطیہ کے معاشرۂ عدلیہ کے ساتھ الحاق کے لئے فیصل بالعدل ہے ۔

متشکل عدلِ معاشرہ

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[1] ۝ (احزاب)

(فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهٖ فِيْنَا مشکوٰۃ کتاب فضائل القرآن)

نوعِ انسانی کے واحد مرجع نسلی کی ترکیب عنصری کے ساتھ تمام نوع انسانی کا اتحادِ کیفی تمام نوع انسانی میں حوائجِ عنصری کی ایفا سے متعلقہ اسباب کی تقسیم بالعدل پر فطرت نوعی کی شہادت ہے ۔ مگر عنصری رجحانات کی دلیل سے یہ عدل و تنصیفِ اسباب نفوسِ انسانی میں اس وقت تک فطرت قرار نہیں پا سکتا ۔ جب تک نتیجۂ ترکیبِ عناصر یعنی روح بخاری پر روحِ الٰہی منکشف بالنور ہو کر جو نوع انسانی میں تدریجی درجات فضل کے تحقق کا موجب ہے اس کے تقاضائے تحلیہ کی ایفا سے اس میں عدل متمکن نہ کر دے اور وہ ملّت کے نفس فعّال کے تصرّف عدلیہ کو مستلزم ہے جو نفس ملّت میں ہر گونہ عدل کی تمکین سے مساوات کو بطور فطرت متحقق کرتا ہے ۔ چنانچہ ملّتِ اسلامیہ

---

[1] البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ صلعم میں اقتدائے پسندیدہ یا نمونہ پسندیدہ ہے ۔

Marfat.com

کا نفسِ فعّال اوّل محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم دستِ تربیتِ الٰہی سے بلا واسطہ منکشف بالنور اور متحمل نور ہو کر اپنے تصرف فعال کے ساتھ نفسِ ملت میں اس عدلِ معاشری کی تمکین پر اپنے اسوۂ متشکل کے ساتھ شاہد ہے۔ فَجَلَسَ وَسْطَنَا لِيَعْدِلَ بِنَفْسِهِ فِينَا (آں صلعم ہمارے وسط میں تشریف فرما ہو گئے۔ تاکہ اپنی ذات بابرکات کو ہمارے درمیان عدلِ نشست کے ساتھ برابر کر دیں) اسی حقیقتِ عدلیہ کی متشکل وضاحتِ معاشری ہے اور حقائقِ ذیل اسی اسوۂ متشکل کی معاشری جزئیات عدلیہ ہیں۔

۱:- اس عادلِ فعّال صلعم کے لئے کوئی کپڑا تہ کر کے نہیں رکھا جاتا تھا۔ (سیرت النبی[۲])

۲:- عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ ہمارے لئے (ازواج مطہرات کے لئے) صرف ایک ایک جوڑا کپڑا تھا (بخاری)

۳:- ایک مرتبہ کسی شخص نے کمخواب کی قبا بھیجی۔ آں صلعم نے پہن لی اور پھر اتار کر حضرت عمر کے پاس بھیج دی۔ حضرت عمر روتے ہوئے آئے اور عرض کی کہ آپ نے جو چیز ناپسند کی ہے وہ مجھ کو عنایت ہوئی ہے۔ ارشاد ہوا کہ میں نے استعمال کے لئے نہیں بلکہ فروخت کے لئے بھیجی ہے ۔۔۔۔۔۔ الخ (ابوداؤد کتاب اللباس)

۴:- نیز آں صلعم نے فرمایا۔ جو شخص خیلا کے ساتھ (ازروئے استکبار) اپنے کپڑے گھسیٹے گا۔ خدا اس کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

۵:- ایک دفعہ کسی غزوہ میں آں صلعم تشریف لے گئے واپسی پر دیکھا کہ (عائشہ صدیقہ کے) گھر میں چھت گیر لگی ہوئی ہے تو اسی وقت ہٹا ڈالی اور فرمایا کہ خدا نے ہم کو مال اس لئے نہیں دیا کہ اینٹ اور پتھر کو کپڑے پہنائے جائیں۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

۶:- ازواج مطہرات مصطفوی صلعم اور فاطمۃ الزہرا بنت محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کو ہرگز اجازت نہ تھی کہ وہ سونے یا چاندی کے زیور یا پُرتکلف ریشمی لباس پہنیں۔ (سیرۃ النبی جلد دوم مطالعہ فرمادیں)

۷:- ایک موقعہ پر ایک انگوٹھی جس میں نگینہ لگا ہوا تھا۔ آں صلعم کے سامنے آئی تو آپ لکڑی سے اس کو چھوتے تھے۔ مگر ہاتھ لگانا پسند نہیں فرمایا۔ (مسند ابن حنبل)

۸:- اس صلعم کے اہل و عیال متصل کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا[۴] اور آں صلعم اور صحابہ کرام کے پیٹ پر فاقہ کی شدت سے بارہا پتھر بندھے رہتے تھے۔ (تفصیل کے لئے سیرت النبی جلد دوم مطالعہ فرمائیں)۔

سلہ مشکوٰۃ المصابیح کتاب فضائل القرآن باب آخر متعلق با السابق بحوالۂ ابوداؤد

سٰلہ بمندرجہ متن تفاصیل کے لئے سیرۃ النبی میں مطالعہ فرمائیں)

سٰلہ گو قبول ہدیہ کے اظہار کے لئے عادل فعال صلعم نے اچھے کپڑے بھی بعض مواقع پر پہنے ہیں۔ مگر وضاحت مقصد متذکرہ کی دلیل سے اور عمل کے لئے ان کی حیثیت غیر مستقلہ کی شہادت کے ساتھ عدل معاشری کے اصول سے وہ غیر متعلق ہے

سٰلہ عادل فعال صلعم کا متذکرہ اسوۂ حسنہ ایثار واسعہ کی دلیل سے جو نفس معاشرہ میں وجہ تمکین عدل ہے۔ اس فرمان مصطفوی کی شرح متشکل ہے کیا میں تمہیں مطلع کروں کہ تم میں سے برے لوگ کون ہیں۔ جو اکیلا کھائے اور اپنے غلام کو مارے اور اپنے احسان کو روک کر رکھے۔

۹:۔ آں صلعم نے فرمایا کہ گھر میں ایک بستر اپنے لئے اور ایک بیوی کے لئے اور ایک مہمان کے لئے کافی ہے۔ چوتھا شیطان کا حصہ ہے۔ (ابوداؤد)

۱۰:۔ ایک انصاری نے ایک مرتبہ ایک مکان بنوایا جس کا گنبد بہت بلند تھا۔ آپ نے دیکھا تو پوچھا۔ کس نے بنایا ہے۔ لوگوں نے نام بتایا۔ آپ چپ ہو رہے۔ جب وہ حسبِ معمول خدمت میں آئے اور سلام کیا تو آپ نے منہ پھیر لیا۔ انہوں نے پھر سلام کیا۔ آپ نے پھر منہ پھیر لیا۔ وہ سمجھ گئے کہ ناراضگی کی کیا وجہ ہے۔ جا کر گنبد کو زمین کے برابر کر دیا۔ ایک دن آپ بازار میں نکلے تو گنبد نظر نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ انصاری نے اس کو ڈھا دیا ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ ضروری عمارت کے سوا ہر عمارت انسان کے لئے وبال ہے۔ (سیرت النبی بحوالۂ ابوداؤد)
چنانچہ ازواج مطہرات کے حجروں کی تعمیری کیفیت اس حقیقت عدلیہ پر شاہد بالحق ہے۔ کہ وہ کچی اینٹوں کے تھے۔ اور چھتیں اتنی تھیں۔ کہ آدمی کھڑا ہو کر چھو لیتا تھا۔ اور ان میں چراغ نہیں جلتے تھے۔ (سیرت النبی)

۱۱:۔ فاطمۃ الزہرا اس قدر چکی پیستی تھیں کہ ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور بار بار مشک میں پانی بھر کر لانے سے سینے پر گٹے پڑ گئے تھے۔ گھر میں جھاڑو دیتے دیتے کپڑے چکٹ ہو جاتے تھے۔ چولھے کے دھوئیں سے کپڑے سیاہ ہو جاتے تھے۔ لیکن بایں ہمہ جب انہوں نے آنحضرت صلعم سے گھر کے کاروبار کے لئے ایک لونڈی مانگی۔ اور ہاتھ کے چھالے دکھلائے تو آپ نے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ یہ فقرا اور یتیمی کا حق ہے۔
(سیرت النبی بحوالۂ ابوداؤد)

۱۲:۔ اس عادل فعال صلعم نے فاطمۃ الزہرا کو جہیز میں ایک پلنگ اور ایک بستر اور ایک چادر اور ایک مشک اور دو چکیاں عنایت فرمائیں۔

۱۳:۔ غزوہ بدر میں سواریوں کا سامان بہت کم تھا۔ تین تین آدمیوں کے بیچ میں ایک ایک اونٹ تھا۔ لوگ باری باری سے چڑھتے اترتے تھے۔ آں صلعم بھی عام آدمیوں کی طرح ایک اونٹ میں دو اور آدمیوں کے ساتھ شریک تھے۔ ہمراہ جاں نثار اپنی باری پیش کرتے اور عرض کرتے کہ یا رسول اللہ آپ سوار رہیں۔ حضور کے بدلے ہم پیادہ چلیں گے۔ ارشاد ہوتا کہ نہ تم مجھ سے زیادہ پیادہ چل سکتے ہو۔ اور نہ میں تم سے کم ثواب کا محتاج ہوں۔ (سیرت النبی بحوالۂ مسند ابن حنبل)

۱۴:۔ ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ تمام صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ لکڑی لانے کا کام آنحضرت صلعم نے اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کام ہم خدام کر لیں گے۔ فرمایا ہاں سچ ہے۔ لیکن مجھے۔ یہ پسند نہیں کہ میں تم کو اپنے سے ممتاز کروں خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے۔ (سیرۃ النبی بحوالۂ زرقانی جلد ۴)
چنانچہ وہ صلعم اپنی جوتی خود گانٹھ لیتے۔ اور اپنے کپڑے خود سی لیتے اپنی بکری خود دودھ لیتے یعنی اپنی ذات شریف کی خود خدمت فرما لیتے۔ اور نہ اپنے ہم نشین سے زانو آگے بڑھا کر بیٹھتے۔ حضرت انس جنہوں نے آنحضرت صلعم کی دس سال خدمت انجام دی ہے فرماتے ہیں۔ کہ آنحضرت نے مجھے کبھی اُف نہیں فرمایا۔ اور نہ کبھی یہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا۔ اور یہ کیوں نہیں کیا۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن، باب اخلاقہ وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم)

Marfat.com

پس ملّتِ اسلامیہ کے نفس فعال اوّل صلعم کی پیروی میں اس دلیل سے کہ نظام اجتماعی کی تشکیل فردیت نبوت مصطفوی صلعم کی پیروی میں تقاضائے فطرت وحدت اجتماع کی ایفا ہے۔ اور فردیت امارت پر اس دلیل سے کہ وہ قوت فعالیۂ مصطفوی کی وراثت سے منصب الوہیت نوعی پر متمکن ہوتی ہے۔ یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ جیسے عہد مصطفوی میں ملّت کے مجموعی حالات کی مطابقت کے ساتھ کپڑوں کے ایک جوڑے پر اکتفا ملّت میں تعدیل معاشرہ کا آئینہ دار تھا۔ اسی طرح تمام ملّت کے لئے لباس کا وہ معیار معین کرے جو ملّت کے ہر فرد کو دستیاب ہو سکتا ہو۔ علیٰ ہٰذا ہر اس لباس یا ایسے زیورات یا جواہرات کے استعمال سے تمام افرادِ ملّت کو روک دے جن کا ہر فرد کو دستیاب ہونا ممکن نہ ہو۔

نیز لباس فاخرہ اور اس میں بھڑک اور خوبصورتی اور امتیاز یہ عدل نفس کے ساتھ (جو تجمل نور کی دلیل سے نفسِ انسانی میں ایک ایسی ہموار اور غیر مضطرب کیفیت کی تمکین کا موجب ہوتا ہے۔ جو فرحت و یاس اور موثرات خارجیہ سے متاثر ہو کر معیار اطمینان سے نہیں گر سکتا) ماحول نفس کا اختلاف ہے۔ اور چونکہ ماحول الفت کو ماحول ✱ کی رو سے نفس کی خارجی اور ارتقائی حیثیت حاصل ہے۔ اور اس لئے وہ کو الف نفس پر رجحانات مفرطہ کے ساتھ موثر قرار پاتا ہے اور نفس کو ان رجحانات کثیف میں بہا دیتا ہے۔ جو ان اسباب کثیف کی فطرت مفرطہ ہیں۔ پس ان لذات کثیفہ کے تاثرات سے اس کی دافع موانع شجاعت اثر پذیر ہوتی ہوئی اپنی قوت دافعہ کی رو سے ضعیف قرار پاتی ہے۔ اور وہ تشدید ملّی سے متعلقہ عزم مستحکم اور ثبات پائندہ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔

نیز بنی نوع پر موثرات امتیازیہ کی دلیل سے وہ غیر متعدل استکباری کو الف کا مظاہرہ کرتا ہوا۔ اخوت ملّی کے تقاضاؤں کی ایفا سے سمت مخالف اختیار کرتا ہے۔ جو زمین پر مفرط رفتار مرجبہ کی موجب ہے۔ جس سے آمر باری عزّ و جلّ نے فرمان عدل کا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا (لقمان) کے ساتھ روک دیا ہے۔ گویا اساس عدل پر استوار دنیا انسانی اسے معیار انسانیت سے اس دلیل سے ساقط قرار دیتی ہے۔ کہ انسانیت اساس عدل پر استوار ہے۔ اور وہ شکست اخوت اور رجحانات کثیفہ کی دلیل سے غرطہ ہے۔ اس لئے بلاشبہ لباس فاخرہ یا زیورات یا جواہرات کے عاشرے کے معیار عدلیہ سے متجاوز استعمال کو افراد ملّت (نفوس ذکور و اناث) سے اول المسلمین عادل فعال صلعم کی پیروی میں خارج کر دینا چاہیئے اور اس صلعم کی پیروی میں سادگی۔ پاکیزگی[1]۔ صفائی۔ وقار[2] کی شرائط عدلیہ کے ساتھ جو کو الف عدل نفس کے ساتھ کو الف ماحولیہ کا تحقق اتحاد ہے۔ تمام افراد ملّت کے لئے ایسا معیار مقرر کر دینا چاہیئے۔ جو غیر عادل امتیازات سے پاک اور مقدس ہو اور دیگر افرادِ ملّت کی نسبت اُن میں کچھ امتیاز خصوصی یا نمائش ہرگز نہ پائی جاتی ہو۔ اور وہ آسانی کے ساتھ ملّت کے افراد کو دستیاب ہو سکتا ہو۔ اور آں صلعم کا صرف ایک جوڑے پر اکتفا اسی حقیقت پر شہادت ہے کہ افرادِ ملّت سے بعض کو صرف ایک جوڑا دستیاب ہو سکتا تھا۔ اس لئے اس آخری امکان حصول کو عادل فعال صلعم

---

[1] عادل فعال صلعم نے ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہوتا کہ کپڑے دھو لیا کرے۔ (سیرۃ النبی بحوالۂ شمائل ترمذی)

[2] ایک شخص کے بال پریشان دیکھے تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں ہو سکتا کہ بالوں کو درست کرے۔ (ابوداؤد کتاب اللباس)

Marfat.com

نے اپنے لئے اختیار فرمایا اور صحابہ کرام کا اس عدل معاشری کو بطور فطرت اختیار کر لینا اس صلعم کے تصرف عدلیہ پر شاہد ہے۔ جو اس صلعم کی پیروی میں ملت کے نفس فعال اور تمام ملت منفعلہ کے لئے اسوۂ پسندیدہ ہے۔
علیٰ ہذا کپڑے کا لغویت کے ساتھ ناجائز خرچ اسی دلیل سے ضد عدل ہے۔ کہ وہ ضرورت مند افراد ملت کے حقوق کا تلف ہے۔

علیٰ ہذا اس عادل فعال صلعم اور آپ کے اہل وعیال کی مسلسل کئی کئی رات تک فاقہ کشی اس حقیقت عدلیہ پر شہادت ہے کہ ملت کے نظام اجتماعی پر اور اس کے محور امیر فرد پر اسکے منصب ایالت الس کی حیثیت سے یہ عائد ہوتا ہے کہ تمام افراد ملت کے ساتھ قوت حیات میں تعدیل صحیحہ کو متحقق کر دے۔ اور اسباب حیات کو اس حد تک بالعدل ان میں تقسیم کر دے۔ کہ وہ سب تہیلۂ اسباب میں شریک بالعدل ہوں۔ اس صلعم کی فاقہ کشی اس ایثار کی وجہ سے جو افراد ملت میں عدل معاشری کی تمکین کا ذریعہ تھا۔ فاقہ کش افراد کے ساتھ معیشی شرکت کا تحقق تھا۔ اور صحابہ کرام کی فاقہ کشی اس صلعم کے تصرف عدلیہ پر شاہد ہے۔ جس نے ان کے نفوس میں ایثار کو تمکین دی گویا اس عادل فعال صلعم کی پیروی میں ملت کے نفس فعال اور ان کے نائبین فعال پر عائد ہوتا ہے۔ کہ فاقہ کشی وغیرہ مصائب معیشیہ کو نفس ملت سے خارج کرتے ہوئے اپنے اور تمام افراد ملت کے درمیان معیشی عدل کو متحقق کر دیں۔ فمن جعل[1] اللہ اخاہ تحت یدیہ فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس..... الخ اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔ علیٰ ہذا اسباب منزل کے متعلق بھی ضروریات منزلی کی مطابقت کے ساتھ تہیلۂ اسباب عدل ہے۔ اور نقطۂ حاجت سے تجاوز فرط ہے۔

علیٰ ہذا اس عادل فعال صلعم کی پیروی میں مکان کے متعلق بھی یہی اصول، رلیہ یعنی تطابق حاجات کے احتساب عدلیہ کے ساتھ اس معیار عدل کے مطابق تمام افراد ملت میں تعدیل استعمال عمارات کو متحقق کر دینا چاہئے۔ جو افراد کے منزلی حاجات کی بالعدل ایفا کا ضامن ہو سکتا ہو۔ اور اس مقدار استعمال سے تجاوز اور فرط کو نفس ملت سے خارج کر دینا چاہئے آں صلعم کے ازواج مطہرات کے حجرات کی تعمیری سادگی وقلت اسی حقیقت عدلیہ کی نفس ملت میں تمکین کا اسوۂ متشکل ہے۔ جس سے کم وسعت مکانیہ بے فائدہ قرار پاتی ہے۔ گویا یہ تعمیر مکانات میں اس صلعم کی معیشی شرکت عدلیہ کا تحقق تھا۔ اور اس انصاری کا اپنے گنبد بلند کو گرا دینا نفس ملت میں تصرف عدلیہ مصطفوی پر شاہد ہے۔
علیٰ ہذا عادل فعال صلعم کا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے متعلق معاشری کوائف کی سادگی کے استقلال کے لئے اعطائے کنیزک سے انکار ان حقائق عدلیہ پر شہادت ہے کہ منازل ملی کے نظام معاشری میں ایسی بالعدل مساوات متحقق ہونی چاہئے۔ جس پر ملت کا ہر فرد قادر ہو سکتا ہو۔ اور غلامی کو نفس مدن اور ملت سے خارج کر دینا چاہئے۔ جو اخوت نوعی کے تقاضائے عدلیہ کی ایفا ہے۔ اور آقا و مولیٰ کے امتیازات کثیفہ کا خاتمہ ہے۔ اور مساوات اخوت نوعی کا تحقق ہے۔

---

[1] پس اللہ جس کے تحت اس کے بھائی کو کر دے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے۔ جو خود پہنتا ہے .... الخ (بخاری کتاب الادب)

Marfat.com

علیٰ ہذا فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے جہیز میں سادگی اخراجات نکاح کے متعلق اس معیارِ عدلیہ کے تعین پر شاہد بالحق ہے۔ جس پر اقتصادی حالات کی مطابقت کے ساتھ ملّت کا ہر فرد قادر ہو سکتا ہے۔ اور اس سے تجاوز تحقیدِ تزویج میں موانع کثیفہ کے وجود کو مستلزم ہے۔ جو نفس ملّت و منزل میں ہیجانات فرطیہ کا موجب ہے۔ اور رجحانات کثیفہ و ممیزہ کے ساتھ افرادِ ملّت کے معاشری فکر و عمل میں ظہورِ فرطیات کے ساتھ ضبط منازل کو متاثر کرتا ہوا۔ جانبین تزویج میں مودّت و اتحاد کے احساسات کو فساد کے ساتھ متاثر کر دیتا ہے۔ اس لئے عادل فعّال اول المسلمین صلعم کی پیروی میں ملّت کے نفسِ فعّال پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی ہیبت قاہرہ کے اجرا کے ساتھ نکاح سے متعلقہ اس معیارِ نفق سے (جس پر ملّت کے ہر فرد کو قدرت میسّر ہو سکتی ہو) تجاوز کو روک دے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ حضور صلعم کا ایک جوڑا اپنے لئے اختیار فرمانا یا زوجہ و شوہر اور مہمان تک کی حوائج کا ذکر فرماتے ہوئے تین بستروں تک منزلی اسباب کی تحدید وغیرہ وغیرہ سے تعین تعدادِ لباس و اسباب مقصود نہیں ہے۔ بلکہ عدل معاشری کی تمکین اور تقاضائے حاجات کی ایفائے عدلیہ کی وضاحت مقصود ہے۔ کیونکہ حالات کی مطابقت کے ساتھ تقاضہائے حاجات بڑھتے رہتے ہیں۔ جو تقاضائے اصول تدریج ہے۔ اس عادل فعّال صلعم نے مبادیاتِ اصول کی وضاحت فرمائی ہے۔ جس کی فرعی توسیع نفس دہر کا تقاضائے مبرم ہے۔

علیٰ ہٰذا اس دلیل سے کہ تمام ملّت میں حقیقت عدل کا میران مشترک اخوتِ ملّی کی حقیقت پر شاہد بالحق ہے۔ تمام افرادِ ملّت پر ان فرائض کی ادائیگی عدل عملی کے ساتھ عائد ہوتی ہے۔ جو ان کے سپرد کئے جائیں اور کسی فرد کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اسباب عنصری اور ان اعمالِ مفوّضہ میں عنصری برتری کے ساتھ افرادِ ملّت پر اپنی کوائف ممیزہ کا مظاہرہ کرے خواہ لباس فاخرہ کے ذریعہ ہو یا خدمت مدن میں یا مجلس مدنیہ میں حیثیت متوفقہ و ممیزہ کے اظہار کے ساتھ ہو خواہ مجالس میں آداب شائستہ و عادلہ کے علاوہ آقا و غلام کے سے غیر عادل یا غیر اسلامی کوائف آداب پر مکلف بالجبر کرنے کے ساتھ ہو۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اخوت ملّی اور اخوت نوعی حقیقت عدل یا اساسِ عدلیہ نفس کے تمام ملّت یا تمام نوعِ انسانی میں میران مشترک کی دلیل سے مودّت باہمی کو خاصۂ فطرت قرار دیتی ہے۔ چنانچہ عادل فعّال صلعم بعض افرادِ ملّت یا کرائم الناس کی آمد پر اٹھ کھڑے ہوتے اور چادر مبارک بچھا دیتے یہ اس حقیقت پر شہادت ہے کہ تعظیم باہمی کا اصول مودّت ملّی و نوعی کی ایفا ہے۔ مگر اس عادل فعّال صلعم نے عجمیوں کی مانند صدر مجلس کے روبرو غلامانہ انداز کے ساتھ قیام سے (اور سینہ پر ہاتھ رکھنے وغیرہ کی ذلیل کوائف سے) شدّت کے ساتھ روک دیا ہے۔ (ابو داؤد کتاب الادب میں واقعات متعلقہ مطالعہ فرماویں)

اور بمطابق فرمان ربّانی مَا یَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ* اپنے اسوۂ متشکل کی شہادت کے ساتھ مجالس میں ادب[1] ۔ وقار[2] ۔ سنجیدگی[3] ۔ ترتیب گفتگو[4] ۔ جائز تمکین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

---

*: وہ صلعم خواہش سے گفتگو نہیں کرتا۔ نہیں وہ مگر وحی کہ بھیجی جاتی ہے۔ (نجم)

۱-۲-۳-۴ سیرت النبی جلد دوم باب مجالس نبوی مطالعہ فرماویں۔

نشست[1] کے بعد حق نشست کے استقلال اور حق استقلال[2] اتحاد جلوس اور تیمّن[3] کے ساتھ جو اساس عدل برا ستوار فطرت نفس کے مسلمات عدلیہ کی دلیل سے عدل نفس کے مظاہر ہیں۔ مجالس میں تمکین عدل کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور لوازم خطاب جو ضرورت شناخت مقرر[4] اور ضرورت تہیج اثر کی دلیل سے حالات کی مطابقت کے ساتھ ذکر اور آلات جنگ اور ممبر وغیرہ کو مستلزم ہیں۔ کے اختیار عملی کی وضاحت استثنائیہ سے امتیاز اور برتری کے مظاہر کثیف سے تقدس کے لئے اور نجوی[5] سے (دو آدمیوں کی ایسی مخفی گفتگو جو تیسرے شخص کے دل میں بددلی اور بدگمانی پیدا کرے) اجتناب کے لئے حکم دیا ہے۔ جو الفائے و رعایت حق نوعی کی دلیل سے فرط اخلاقیہ سے تحفظ ہے۔ اور مجالس میں افراد شاملہ کے لئے وسعت مجلسی کے حق عدلیہ کی تمکین سے جو الفائے تقاضائے فطرت ملّی و نوعی کی دلیل سے بمطابق فرمان[6] ربانی عدل ہے۔ مجالس کو اس فطری اتحاد کا مظہر قرار دیا ہے۔ جو وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے فردیت نبوت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت کے محور[7] عدلیہ کے گرد تدا ور اجتماعیہ کے ساتھ تحقق پاتی ہیں۔ اور فعال تصرف محوریہ سے نفس ملت میں تمکین عدل کے ساتھ نظام ملت میں تمکین عدل کے تحقق کا موجب ہیں۔

الحاصل واحد مرجع عزّوجل کی جلوہ گاہ عدل (جو دلیل فردیت الوہیت سے متقاضی فردیت ہے) فردیت نبوت مصطفوی نے بنی نوع انسانی کے ساتھ اشتراک نوعی کی دلیل سے اپنے اسوۂ متشکل کی شہادت کے ساتھ تصرف عدلیہ سے عدل معاشرہ کو متحقق کرتے ہوئے فردیت امارت بہ وراثت فردیت نبوت کی دلیل سے اور تمام ملت اسلامیہ پر حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کی ... ساطعہ کے ساتھ جو نیابت فردیت نبوت یعنی فردیت امارت پر اجماع ملت اسلامیہ کو مستلزم ہے۔ اپنے اسوۂ حسنہ کی جو دستور عدل کی شرح متشکل ہے۔ (بمطابق فرمان آمر بالعدل عزّوجل لَقَدْ كَانَ[8] لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) پیروی کو لازم قرار دیا ہے۔ جو مکمل فطرت نفس فعال صلعم

---

[1] ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی الاتکاء اور ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء ان یقام الرجل من مجلسہ ثم یجلس اور ترمذی ابواب الاستیذان اذا قام الرجل من مجلسہ ثم رجع ھو احق بہٖ۔ ادب المفرد باب یجلس الرجل حیث انتہی بحوالہ سیرت النبی۔

[2] ترمذی ابواب الاستیذان باب ماجاء کراھیۃ الجلوس بین الرجلین بغیر اذنھما۔

[3] داہنے ہاتھ سے یا داہنی طرف سے افتتاح و اجرائے ہر گونہ کار جس پر فطرت قوی و فطرت مسلّمات شاہد ہے اور مجلسی اور غیر مجلسی حالات کو محیط ہے۔

[4] سیرت النبی باب مجالس نبوی اور خطابت نبوی مطالعہ فرماویں۔

[5] إِنَّمَا النَّجْوَىٰ مِنَ الشَّيْطَانِ لِيَحْزُنَ الَّذِينَ آمَنُوا ....(مجادلہ ع۲) اور ابوداؤد کتاب الادب باب فی التناجی مطالعہ فرمائیں۔

[6] يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجَالِسِ فَافْسَحُوا ...... الخ (مجادلہ۔ ع۲)

[7] عنوان فضل امارت مطالعہ فرماویں۔

[8] البتہ تحقیق تمہارے لئے رسول اللہ صلعم میں اقتدائے پسندیدہ یا نمونہ پسندیدہ ہے۔ (احزاب)

Marfat.com

کے ساتھ الحاق انفعالیہ کی دلیل ہے (جو دستورِ عدل میں استغراق کو مستلزم ہے) موجب تکمیل فطرت نفس ہے۔ اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت اور اسوۂ حسنہ کی تکمیل دستوریہ کی دلیل سے تکمیل نفس منزل و مدن ہے۔ اور سطح ارض پر مدعائے آیہ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ[1] وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا الآیہ کی تمکین قاہرہ ہے۔

تکملۂ اقتصاد

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ (حجرات)

جریر ابن عبداللہ البجلی[2] سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اقام صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ اور ہر مسلمان کی خیر خواہی کے لئے جو گویا محور بیت الوتِ اعلیٰ کے گرد تدا ور بالعدل کے تحت نفس فرد میں تمکین عدل کی جد وجہد کے عہد کے ساتھ تمام اخوان ملّت کی صلاحِ جوہری و عرضی کے لئے جد وجہد کا عہد تھا اور نفسِ ملّت میں اسی سیرانِ اخوت کی بنیادِ متشکل واقعۂ مواخاۃ ہے۔ یعنی عادل فعّال اوّل المسلمین صلعم نے ہجرت کے بعد جو توسیع ملّی کا اہتمام بزرگ ہے۔ اور نورانی بحر کشف و تحمّل کی سیرانی شوکت کا تموج وسیع ہے تعمیر مسجد کا حکم دیا اور جب مسجد قریب الاختتام ہوئی تو حضرت انس کے مکان پر مہاجرین اور انصار کو جمع فرما کر ان کے درمیان حقیقت اخوتِ اسلامیہ کو مواخاۃ کی ظاہری شکل و صورت دی اور مہاجرین اور انصار سے ایک ایک شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔

پس انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دیا کہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے۔ سعد ابن الربیع نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن ابن عوف کو کہا کہ میں اپنی دو بیویوں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں۔ آپ اس سے نکاح کر لیجئے لیکن انہوں نے احسان مندی کے ساتھ انکار فرمایا۔

علیٰ ہٰذا انصار نے آں صلعم سے درخواست کی کہ ہمارے نخلستان ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم فرمائیے۔۔۔۔۔

داعی الی المرجع صلعم نے اپنی قوتِ فعالیہ کے تصرف سے حقیقت سجود کو نفوس ملّت میں جلوہ گر فرماتے ہوئے۔ جو مرجع فی عزّ وجل میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے۔ اور تقاضائے فطرت کی الغا ہے۔ تعمیر جائے سجود (مسجد نبوی) کی تکمیلی انتہا

---

[1] آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے۔ اور اسلام کو دین کی حیثیت سے تمہارے لئے پسند کر لیا ہے۔ (مائدہ)

[2] مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الشفقہ والرحمۃ علی الخلق بحوالۂ بخاری و مسلم

Marfat.com

میں جو سجود متشکل کے لئے لازمۂ ظرفیت کی ایفا ہے۔ اور عدل نفوس پر شہادت مکانیہ ہے۔ کیونکہ جسم مستلزم مکانیت ہے۔ اس اخوت اسلامیہ کو ظاہری شکل و صورت دی۔ جو حقیقت سجود کا اس صلعم کے تصرف فعال سے نفسِ ملت میں سیران مشترک ہے اور جسم چونکہ روح الٰہی کا محل ہے اور اس میں روح الٰہی کا کشف اس کے روح بخاری پر تحقق پاتا ہے اسلئے اسکے تقاضہائے عنصری کی ایفاسے متعلقہ اسباب میں حقیقت عدل کی تمکین فیصلۂ فطرت اخوت کی ایفا ہے جو تمام اسباب حوائج عنصری میں تنصیف عدلیہ سے تحقق پاتی ہے۔ اس لئے اس صلعم نے ان انفرادی حوائج کی دلیل سے جو نفسِ ملت میں افراد مہاجرین کو لاحق تھے تقسیم اسباب حیات کو بالعدل متحقق فرمایا اور جب اس عمل سے انہیں انفرادی حالات میں استقلال حاصل ہو گیا تو اس عدل اقتصاد کے ساتھ جو عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کے اسوۂ متشکل بالعدل سے متحقق ہے۔ اور صفحات گذشتہ میں اس پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ملّت کے اقتصادی یا معاشری حالات میں استقلال عدل کے ساتھ فرطیات کو نفس مدن سے خارج فرمایا۔

پس اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ جو امت کے لئے الیٰ یوم القیٰمہ دلیل راہ ہے۔ فیصل بالحق ہے کہ جب نفس دہر کے انحطاطی تقاضاؤں سے افراد ملّت میں تمول یا سرمایہ داری یا نظام جاگیرداری اس طرح دخل پا جائے کہ اسلامی نظام عدلیہ کی حقیقت پردہائے کثافیات میں محجوب ہو جائے۔ تو ملّت کے نفس فعال پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے فعال فطری تقاضاؤں کے ساتھ نفوسِ ملّت میں اپنی قوت فعالیہ کے ذریعہ تمکین عدل سے اس صلعم کے اس (اسلامی) اخوت کے عدلِ متشکل کو نفس ملت میں جاری فرما کر عدلِ اقتصاد کو متمکن کر دے۔ اور تمام افرادِ مدن۔ یعنی اراکین سیاست اور خدام اور مزدور اور صنّاع اور تجّار اور زرّاع اور اراکین عسکر وغیرہ کے خورد و پوش و نوش و نکاح وغیرہ متعلقات حیات و ممات میں یکساں طور پر نفق کا ایک معیار معینہ بالعدل مقرر کرے جو لازمۂ عدلِ معاشرہ ہے۔ اور اس کی حقیقت عدلیہ پر عادل فعال اول المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ جو متشکل عدل معاشری ہے۔ شاہد بالحق ہے۔ پس ہر دو عدل نفس اور عدل معاشرہ کا اتحاد فرطیات تمول و ضعف کو ضرور نفس ملّت سے خارج کرتے ہوئے اس کی تمکین عدلیہ کا موجب ہوگا۔ جو اساس تشدید ملّی ہے۔

اور چونکہ نفس فعال اول صلعم کی دلیل وراثت سے فردیت امارت سیاست مدن کا محور ہے۔ اور عدل اقتصاد کے حقائق افراد ملّت کے حوائج عنصری کی کاملاً ایفائے عدلیہ سے تحقق پاتے ہیں۔ اس لئے نفس دہر کے تدریجی تقاضاؤں کی مطابقت کے ساتھ ایسے اصول عدل اقتصاد جاری کرنے کے بعد (جو اراکین سیاست مدن اور تجّار اور صنّاع اور زرّاع اور ہر قسم کے مزدوروں کے متعلق اہتمام تصرّف عدلیہ کی مدد کے اس سیرانِ وسیعہ سے جو افضلائے مدن کو محیط ہو۔ اور تمام اجزائے مدن میں جو بصورت سیران علم ہو شعبہ ہائے ملکی منجملہ شعبہ ہائے متعلقہ سیاست و صنعت و حرفت و زراعت وغیرہ کے ذریعہ ایک باقاعدہ نظم و نسق کا تقاضا کرتا ہے) اہتمام تصرفِ عدلیہ کے احتساب عامہ کے ذریعہ افراد ملّت کے جملہ اقتصادی حالات کی (تمام اجزائے مدن میں سیران علم کی قوت کے ساتھ) نگہداشت کرنی چاہیئے۔ تاکہ ملّت کا کوئی فرد اس اقتصادی معیار سے نہ گرے جو تمام افرادِ مدن کے لئے بالعدل مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ ایک تو تغیرات و حوادث دہریہ کی وجہ سے ایسا ممکن ہے اس لئے ایسی صورت میں افرادِ ملّت کے متعلق اگر اقتصادی ضعف رونما ہو تو بمطابق فرمان وَفِیْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ لِّلسَّآئِلِ وَالْمَحْرُوْمِ اور وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ

۱؎ شعبۂ رفاہ عامہ جلد اول مطالعہ فرماویں۔

Marfat.com

تصدیق اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت میں شعبہ رفاہ عامہ کے ذریعہ ان کے اقتصادی حالات کو اس معیار عدلیہ پہ بلیغ و مستحکم کر دینا چاہئے جو ان کے لئے معین کیا گیا ہے۔ اور اگر اس اقتصادی ضعف کی وجہ فرطیات نفس ہوں یا فرط نفق ہو جسے صرف احتساب اہتمام تصرف عدلیہ پا سکتا ہے۔ تو ہیبت عدل کے اجرا کے ذریعہ اس ہر گونہ فرط کو نفس ملت سے خارج قرار دیتے ہوئے اقتصادیات افراد میں استقلال قائم رکھنا چاہئے۔ نیز اس مرحلہ پہ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ تداور نفق میں صحت ایثار (جو زکوٰۃ فرض اور صدقات نفل پر مشتمل ہے) کا استقلال چونکہ مستلزم علم ہے۔ اور علم مستلزم احتساب ہے۔ اس لئے احتساب تقاضائے فطرت مدن کی ایفا ہے۔

یہ ظاہر ہے کہ تدبیر منزل فطری تقاضا کی ایفا ہے جو انسان اول کی فطرت کے تقاضاؤں کی ہر عہد میں صورت متشکل ہے۔ اور سیاستِ مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے یا اس کی قائمقام ہے۔ اس لئے فرد کے نتائج کسب کا اس کی ذات پر رجوع کے ساتھ بحق مرجع فطری عزّ وجل متعلقات فطری پر نفق تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔

اس لئے ابوالمنزل کے نتائج کسب کو بحق مرجع فطری عزّ وجل اس کی ذات کے ساتھ خصوصیت دیتے ہوئے محور نفق یعنی نیابت فردیت الوہیت یا فردیت امارت یا ابو الملّت کے گرد منداور کرنا چاہئے یہ فطرت کی پیروی ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے اور اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ انسان اول کا نظام منزلی اور اس کی وسعت حاضرہ (سیاست مدن) اس فطرت کی کیفیت کے مصدّق ہیں۔ اور نفس انسانی کی استغراقی جدوجہد سے کشف نور یا کشفِ روحِ الٰہی و تحمل نور کا اس کی ذات کے لئے تحقق اس پر شہادت بکمال فطرت نفس ہے۔ جو تقاضائے کشف نور و تحمل نور کے ایفا کی دلیل سے نفس انسانی میں تمکین عدل ہے۔ اور مبدأ ارواح و مرجع فطری عزّ وجل کے لئے ایثار کو یعنی نائب فردیت الوہیت اور ابوتِ انس فردیت امارت کے گردِ تداور نفق کو جو حامِل روح الٰہی انسانیت کے لئے ایثار ہے۔ فطرت کا تقاضائے عدلیہ قرار دیتا ہے۔ جو عدل نفس اور عدل اقتصاد کا اتحاد ہے۔

اور عدل اقتصاد چونکہ داخلی نظام ملّی کی تمکین مستحکم ہے۔ جو جادۂ تشدید اجتماع عدل سے دفع موانع اور عالمگیر توسیع ملّی کی اساس نظمیہ ہے۔ اس لئے اس کا عدل نفس کے ساتھ اتحاد الفاظ کی معنویت اور قوت کی نور اور جسم کی روح کے ساتھ جامعیت کی دلیل سے فطرتِ نوع انسانی کی بکمّل جائز واحد دولت وسطیہ کے نظام اجتماعی کی تکمیل ہے۔ جس میں اجتماع کے لئے اساس عدل پر استوار فطرتِ انسانیت

(دولت وسطیہ میں اہتمام تکمیل نفس اور تکمیل نظام کی دلیل سے جو مانی النفس اور اس کے ماحول متاعیہ کا تحقق اتحاد ہے۔ اور جوانب میزانیۂ حیات یعنی نفس و اسباب میں قبضۂ شمشیر کے ساتھ متحدہ تصرف فعال کے ذریعہ استقامت قسطاس میزان اوّل کے ساتھ تحقق عدل ہے)

شہادات وحدت مرجع فطری و وحدت مرجع نسلی کے ساتھ عدل کیساتھ حکم دیتی ہے۔

اور یہ عدلِ جامع جو آمر بالعدل مستخلف عزّ وجل کی تدبیر عدلیہ کا پر تو جلال ہے۔ اس وقت ضرور سطح ارض پر قدرت قاہرہ کے ساتھ نافذ ہو جاتا ہے۔ جب دستِ مستخلف عزّ وجل شوکتِ استخلاف فی الارض کو فردیت کے ساتھ متمکن کر دیتا ہے۔ جو عادل فعّال اول المسلمین صلعم کی عادلہ قوتِ فعّالیہ کی وراثت سے تمام ملّت عدل کو متبع عدل یعنی ذات مصطفوی پہ جمع کر دیتا ہے۔ اور اپنے عہد مقدس میں انسانیت کے مرجع نسلی کی وحدت کے تقاضا ہائے فطریہ کی مظہر ابنی ابوتِ اعلیٰ کے ذریعہ فردیت نبوت

مصطفوی کی الوتِ انس پر تمام نوعِ انسانی کے تقاضائے اجتماع کی ایفا قرار پاتا ہے۔ اور تصرفاتِ فعّال کے ساتھ نفوسِ افراد اور ان کے نظامِ اجتماعی میں عدل کو متمکن کر دیتا ہے۔ پس تمام فرزندانِ انسانیت کو الوالملّت والانس کے حضور میں اعتراف ابنیت کے ساتھ گردن اطاعت جھکا دینی چاہئے جو تقاضائے فطرت کی ایفا ہے اور ذریعہ ایفائے تقاضا ہائے فطری ہے۔

اقتصادِ معاہد

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ (مائدہ ع ۲)

مرسلین کی بعثت اور اُن کا مرجعِ فطری مبدأ ارواح عزّوجل کی طرف کائناتِ انسانی کو دعوت کا مقصد حاملِ روحِ الٰہی نوعِ انسانی کی صلاح و فلاح ہے۔ جو خالقِ حقیقی اور مرجعِ فطری عزّوجل کی جانب سے رحمِ فعال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ دراں حالیکہ وہ کشفِ روحِ الٰہی کی دلیل سے منکشف بالنور اور متحمل نور نفوسِ فعال (انبیاء۔ صدیقین۔ شہدا۔ صالحین) کا تقاضائے فطری قرار پاتا ہے۔ جو کائناتِ انسانی کے ساتھ تودِ اخوتِ نوعی کے تقاضا ہائے رحمیۂ مودّت کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ یہ مرجعِ فطری اور مبدأ ارواح عزّوجل کی طرف سے اس کے عباد کے حق میں فلاحِ اصولی کا اہتمام ہے۔ جس کا نفاذ فعال آج داعی الی المرجع صلعم اور اس عادل فعّال صلعم کی پیروی میں قوتِ فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ کی دلیل سے جو نفوسِ امّت میں اہتمام تواترِ کشف و تحمل ہے۔ تمام ملّت اسلامیہ پر فردیتِ نبوتِ مصطفوی یا بعد ما بعد میں نیابتِ فردیتِ مصطفوی یعنی فردیتِ امارت اور الوتِ انس کے محورِ عدل کے گرد تداورِ صحیحہ کے ساتھ اُس کی فطرتِ فعال کے تقاضائے فطری کے طور پر عائد ہوتا ہے۔

علیٰ ہٰذا اصلاحِ فروعی جسے جوہر کشف و تحمل کے ساتھ عرض کی حیثیت حاصل ہے بلا ریب فعّال لِمَا یرید عزّوجل کے رحمِ فعال کے حکم کے تحت تمام کائناتِ انسانی میں سیرانِ عامہ کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ لباس۔ خورد و پوش و نوش اور جملہ حوائجِ عنصری کی ایفا کے لئے بلا تخصیص اطاعت و فسق رزقِ الٰہی اسی حقیقتِ رحمیہ پر دلیل روشن ہے۔

پس دولتِ وسطیہ پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اہتمامِ تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ ملّتِ اسلامیہ سے متعلق تودِ اخوتِ ملّی کے تقاضاؤں کی ایفائے عدلیہ کے ساتھ اقوامِ صاغر کے حالاتِ اقتصاد کی نگہداشت سے اُن کے اقتصاد کو اس معیارِ عدل پر (جو ملّتِ اسلامیہ کے لئے بالعدل مقرر کیا گیا ہے) راسخ و معتمد قرار دیتی ہوئی مفرطاتِ مفسدہ کو ان کے حالاتِ اقتصاد (زراعت و تجارت و انواعِ اکساب وغیرہ) سے خارج کر دے۔ جو الوتِ فاضلہ کی جانب سے ابنائے دولت کیلئے تقاضائے تودِ الوتِ اعلیٰ کی ایفا ہے۔ اور جائز واحد دولتِ وسطیہ میں الوالانس کی جانب سے تمکینِ عدل کی جہد فعال ہے۔ یعنی اختلافِ ادیان کو اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس اور وحدتِ مرجعِ نسلی کی دلیل سے فطرت وحدتِ امارت کے فیصلہ کے تحت نفسِ مدن میں تمکینِ عدلِ معاشرہ و اقتصاد پر (جو آئینی ایفائے تقاضائے حوائجِ حیات کی دلیل سے جوانب میں تنصیفِ صحیحہ ہے اور الوالناس (امیر فرد) فطرتِ مدن کی رو سے (دراں حالیکہ مدن منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے) اس کی تمکین پر مکلف بالعدل ہے) موثر بالفرط نہیں ہونا چاہئے چنانچہ آمر بالعدل عزّوجل فرماتا ہے۔

Marfat.com

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰٓ اَلَّا تَعْدِلُوْا ۭ اِعْدِلُوْا ۣ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (مائدہ - ۲ع)

اور کسی قوم کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کر دے۔ کہ عدل نہ کرو۔ عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب تر ہے۔

(لا یحل اموال المعاهد[1] الا بحقها اسی اصل عظمیٰ کی ایک وضاحت عدلیہ ہے)

اور بالعدل صراحت مصطفوی فمن جعل اللہ اخاہ تحت یدیہ[2] فلیطعمہ مما یاکل ولیلبسہ مما یلبس ہ اور اس علیم کا ایک یہودی خاندان کی صدقہ سے مدد[3] اور یہودی مریضوں کی عیادت[4] اور انکے جنازوں کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جانا[5] اسی حقیقت عدلیہ کی شرح متشکل ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ملت وسط کی انفرادی اور اجتماعی حوائج سے متعلقہ مصارف زکوٰۃ کے ساتھ جو فلاح اصولی کا استقلال ہے۔ ایک مصرف اسلام یا عدل کی طرف رجحان یا اس پر استقلال کے لئے فرمان ربانی وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ سے مقصود فرمایا گیا ہے۔ جو توسیع ملی اور استقلالِ توسیع یا بنی نوع کی فلاح اصولی کی وسعت محیطۂ عالم کا اہتمام فعال ہے۔ جو بنی نوع کے لئے ان اسباب یا مؤثرات کے تہیا سے تحقق پاتا ہے۔ جن سے وہ ایک حد تک یا کسی حد تک محروم ہیں۔ مثلاً ایسے نفوس جو بقائے حیات عنصری اور اس کے لوازم سے متعلقہ حوائج کے اسباب البقائیہ سے مایہ دار ہوں۔ مگر صحت فکر سے کلیتہً یا ایک حد تک محروم ہوں یا صحتِ فکر پر اُن کو استقلال حاصل نہ ہو تو اُن کے لئے عادل مؤثراتِ فکریہ کا تہیا ان کے عدلِ فکر سے حرمان کلی یا جزئی کی دلیل ہے (جو فلاح اصولی کے متعلق ان کو فقرا و مساکین قرار دیتی ہے) منجملہ مصارف زکوٰۃ قرار پاتا ہے۔

یا اگر اس کے ساتھ وہ متذکرہ اسباب حیات عنصری کیلئے بھی محتاج ہوں تو اس دلیل سے (کہ البقائے آئینہ حاجات عنصری کیلئے عدل کے ساتھ مدد شعور انسانی کو عدل کی طرف جھکا دیتی ہے۔ کیونکہ کثافت محل شعور ہے۔ اور نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے) تالیف قلوب للعدل کی دلیل سے (دراں حالیکہ عدل فطرت ہے) وہ منجملہ مصارف زکوٰۃ قرار پاتے ہیں (دراں حالیکہ مصرف استقلالِ قلوب علی العدل کو حیثیت اولیہ حاصل ہے)

نیز پیش کش ہدایا بوجہ آمر بالعدل عزّ وجل چونکہ تو دد عدلیہ کا ترشح فعال ہے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت نفس پر موثر قرار پاتی ہے۔ اس لئے بنی نوع کو تاثرات عدلیہ سے مملو کرنے کیلئے جو فی الاصل ان کی فلاح اصولی کیلئے جدوجہد ہے۔ اور ان کو صحت فکریہ سے حرمان کلی یا جزئی کی دلیل سے تقاضائے اخوت مودت رحیم کی ایلغ ہے۔ اس لئے اس کو اسلام یا عدل کی طرف تالیف قلوب کے مدعائے رحیم کے تحت مصرف زکوٰۃ قرار دیا گیا ہے۔ (دراں حالیکہ وہ تشخیص کوائف دانش و شعور و حسیات نفوس کے ساتھ تطابق کوائف سے پیش کئے جائیں۔ تاکہ افکار اور مبادی اعمال پر موثر للعدل ہوں۔

---

[1] ہم عہد کا مال حلال نہیں ہو سکتا لیکن اُن کے حق کے ساتھ (مشکوٰۃ کتاب الصید والذبائح باب ما یحل اکلہ وما یحرم فصل ثانی)

[2] پس اللہ جس کے تحت اس کے بھائی کو کر دے اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے۔ اور اسے اس قدر کام نہ دے جو وہ نہ کر سکے اور اگر اس قدر دے تو اس کی مدد کرے۔ (بخاری کتاب الادب باب ما ینہی عن السباب)

[3] بحوالہ سیرۃ النبی جلد ششم (باب انسانی برادری کا حق) [4] بحوالہ مشکوٰۃ الجنائز باب عیادۃ المریض و ثواب المریض فصل ثالث حدیث عن انس ....) [5] بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الجنائز باب المشی بالجنازہ فصل اول حدیث عن جابر

یعنی تالیف قلوب الی الاسلام کیلئے فرمان ربانی کے تحت نفق زکوٰۃ کہ اس پر سنت مصطفوی شاہد بالحق ہے۔ اس حقیقت عدلیہ پر دلیل راسخہ ہے۔ کہ بنی نوع کی صلاح و فلاح جوہری و عرضی کیلئے جد و جہد تقاضائے تودد فعال ہے۔ جو نفس انسانی میں تودیعۂ روحِ الٰہی کی دلیل سے کشف روحِ الٰہی یا نفسِ انسانی کی صلاح جوہری کی طرف اس کے رجحان فکر کیلئے جہد عدلیہ کو بوجہ جوہر و عرض کے لزوم غیر منفک کی دلیل سے جس پر نفس انسانی میں تحمل کشف روحِ الٰہی کی استعداد شاہد بالحق ہے۔ نفس انسانی کی صلاح عرضی کے لئے کوشش کو للّٰہیت قرار دیتا ہے۔

یہ تمام متذکرہ وضاحتِ عدلیہ فیصل بالحق ہے۔ کہ ملّت عدل کے بعد منجملہ اقوام صاغر تالیف قلوب کیلئے دلیل اخوت نوعیہ و عہدیہ سے یہ حق رکھتی ہیں۔ کہ ان کے اقتصاد اور معاشرہ کو اہتمام تصرف عدلیہ کے احتساب شاہدہ کے ذریعہ ضعف و فرط سے محفوظ قرار دیا جائے جو نفسِ مدن میں تمکین عدل ہے گویا اختلافِ ادیان کو جادۂ نفق خیر اور تمکین عدل میں ہرگز مانع نہیں ہونا چاہئے۔ کیونکہ اصولِ عدل پر فطرتِ نفس مخلوق ہے جو تمام کائناتِ انسانی میں اساس مشترک ہے اس لئے نفسِ مدن میں تمکین عدل بلاشبہ تقاضائے تودد کی ایفائے فعال ہے۔ چنانچہ آمر بالعدل عزّ و جل فرماتا ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۤءُ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ (البقرہ ۔ ع)

ان کو ہدایت پر لانا تیرے اختیار کی بات نہیں لیکن اللہ (بحیثیت مبدأ ارواح) جسے چاہتا ہے ہدایت پر لاتا ہے۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو وہ تمہارے لئے ہے (یعنی وہ فطرتِ فعالیہ کا استقلال محکم ہے۔ جو رحیم فعال عزّ و جل کے ساتھ جنسیت عدلیہ کے تحقق کی دلیل سے مستحق جزائے قرب آں عزّ و جل ہے)

اس عزّ و جل نے اس منشورِ ناطق بالعدل کے ساتھ اختلاف افکار کی مانعیت کو جادۂ عدلیۂ نفق خیر سے ہٹا دیا ہے۔ جو اس رحیم اور آمر بالعدل مستخلف عزّ و جل کے رحم فعّال کی نیابت رحمیہ کے ترشحات کا نوع انسانی میں سیران عامہ کے ساتھ نفاذ بالعدل ہے۔ یعنی اس دلیل سے کہ مستخلف عزّ و جل رحیم فعال ہے اس لئے مکمل استعدادِ استخلاف فی الارض ملّت عدل پر عائد ہوتا ہے۔ کہ تمام کائنات ارضی میں محیطۂ عالم رحم فعال کو اپنی فطرتِ راغبۂ فعالیہ کے ساتھ بالعدل جاری و ساری کرتی ہوئی کائنات انسانی کے افکار و اعمال پر شاہد ہو۔

اس مرحلہ پر یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہئے کہ کائنات انسانی کی صلاح و فلاح جوہری کیلئے جادۂ عدل سے دفع موانع کیلئے ایثار نفوس (جو مستلزم ایثار اموال ہے) یا جہاد للّٰہیت عظمیٰ کا مظہر پر شکوہ ہے۔ اور مسلم فعّال اپنی فطرت راغبہ کے ساتھ حاملِ روحِ الٰہی کائناتِ انسانی کے لئے نفق نفس سے مستحق عندیت الٰہی قرار پاتا ہے۔ پس بلاشبہ بنی نوع کے لئے تالیفاً نفق اموال بھی نفق ہر دو گونہ میں تحقق وحدت مقصد کی دلیل سے ضرور مستحق کرامت ہے۔ چنانچہ داعی الی المرجع عادل فعّال محمد رسول اللہ صلعم نے ملّت عدل سے مخاطب ہوتے ہوئے اس کی رحمتِ عامہ کے نفاذ جاریہ کی حقیقتِ عدلیہ کو اس طرح واضح فرمایا ہے۔

لا یؤمن احدکم حتی یحب للناس ما یحب لنفسہ وحتی یحب المرء لا یحبہ الا للہ عز وجل

(مسند احمد بحوالہ سیرۃ النبی جلد ششم)

تم میں سے کوئی اس وقت تک پورا مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اور لوگوں کیلئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جبتک وہ آدمی کو اللہ کیلئے محبت نہ کرے (کیونکہ نفسِ انسانی حاملِ روحِ الٰہی ہے)

Marfat.com

پس تقاضائے اخوتِ نوعی کی ایفا توجہ اللہ للہبیت ہے۔ جو منکشف بالنور اور متمثل نورِ ملّت عدل کے رحمِ فعّال اور محبتِ عامہ کو روئتِ حقیقتِ متذکرہ کی دلیل سے تمام کائنات انسانی کے لئے وسیع کرتی ہوئی صلاح و فلاحِ انسانی کیلئے ہر گونہ تدریجی جدوجہد عدلیہ اور دفعِ موانع کو محبتِ رحیم کے ترشحاتِ فعّال قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ کائنات انسانی کے لئے پیام بر حفظِ فطرت ہے اور دفعِ موانع کے ساتھ منادئ امن ہے۔ اور یہی حبیطۂ عالم توسیع ملّی کا استحقاق بیّن ہے۔ جو اس متذکرہ وضاحت محققہ کے ساتھ تمام کائنات انسانی کو اس کی صلاح و فلاح جوہری و عرضی کے لئے جائز واحد دولتِ وسطیہ یا ملّت عدل میں اجتماع کے لیے ناطق بالحق ہے:-

ضابطۂ میراث

ابوالانس (امیرفرد) تدبیر منزل اور اس کی جائز واحد صورتِ
وسیعہ دولتِ وسطیہ میں اپنی ابوتِ فاضلہ کے تجسّس عادلہ
کے ساتھ ضعیف کے حقوق کو متمکن بالعدل کرنے کا فطری
حق رکھتا ہے۔

محمد سعید

Marfat.com

ضابطۂ میراث

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝ وَإِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ أُولُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَالْمَسَاكِينُ فَارْزُقُوهُم مِّنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ (سورۃ نساء ع)

اصول تدریج جو تمام کائنات انسانی کا نسلی مرجع انسان واحد کو قرار دیتی ہے۔ (جیسے کہ ثابت ہو چکا ہے) جو اپنی زوجۂ مطہرہ اور اپنے اہل و عیال کے ساتھ منزل اول کا موسس تھا۔ اور اس نے واحد مرجع فطری عزوجل کے دستِ خلق سے وجود پایا۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد میں تزویج ذکور و اناث اور توالد و تناسل کی تدریجی وسعت نے تمام روئے زمین کو احاطہ کیا۔ پس ہر منزلی نظام اس فطری نظام منزلی کی مانند ہے۔ جس کی انسان اوّل نے تشکیل فرمائی اور جائز واحد سیاست مدن منزل اوّل کی قائمقام ہے۔ اور تمام عالم میں پھیلے ہوئے نظام ہائے منزلی اور ان کی صورِ ارتقائیہ نظام ہائے شعوب و قبائل کی وسعت کو اپنے اندر جمع کرتی ہوئی گویا منزل اوّل کی ہی صورت متشکل و منضبط ہے۔ پس ہر نظام منزلی اور فردیت دولت وسطیہ کی تشکیل تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور یہی فطری حقیقت مرجع فطری عزوجل اور داعی الی المرجع محمد رسول اللہ اور اس کے تتبع میں فردیت امارت کے گرد کسب طیبات اور نفق کے تداور صحیحہ کے ساتھ فرد کیلئے اپنے اہل و عیال پر نفق کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور اسی دلیل سے کسب طیبات کے ثمرات کا صاحب منزل کے اس عالم فانی سے عالم آخرت کی طرف انتقال کے بعد ان اسامی اور ان کے توابع ...... میں جن کی رکنیت منزلی ہے کے ذریعہ نظام منزلی نے قیام و تمکین اور پھر وسعت پائی اور جو ان اسامی صالحہ کے وجود و خلق کا ذریعہ تھے۔ اولاً اقربا التقدیم محور فردیت امارت کے گرد تداور کے ساتھ تقسیم صحیحہ تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ	تم کو اللہ اولاد کے بارہ میں حکم دیتا ہے۔ کہ مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔ اور اگر دو سے زیادہ صرف عورتیں

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ آیۂ میراث کے نزول کے بعد آیہ كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِن تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ (بقرہ ع۲۲) میں حکم معروف کو تعین حصص کا ہم معنی قرار دینا چاہیے یعنی آیت میراث وضاحت معروف متذکرہ ہے۔

Marfat.com

فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً
فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ
مِنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِنْ كَانَ لَهُ
وَلَدٌ ۚ فَإِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ
أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ
فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي
بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ
أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِنَ اللَّهِ ۗ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۔ وَلَكُمْ نِصْفُ
مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَ
لَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ
مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا
أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ
لَمْ يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ
فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ ٥ (النساء - ع)

ہی ہوں۔ تو ان سب کے لئے ترکہ کی دو تہائی ہے۔ اور اگر صرف ایک ہو۔ تو اس کے لئے نصف ہے اور ترکہ میں اس کے ماں باپ سے ہر ایک کے لئے سدس ہے اگر اس کی اولاد ہو۔ اور اگر اس کی اولاد نہ ہو اور اس کے ماں باپ اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کے لئے ثلث ہے اور اگر اس کے بھائی بہن ہوں۔ تو اس کی ماں کیلئے سدس ہے (یہ سب حصے میت کی وصیّت کو جو اس نے کی تھی۔ پورا کرنے اور قرض ادا کرنے کے بعد کئے جائیں) تم اپنے باپ اور بیٹوں سے نہیں جانتے کہ تمہارے لئے کون زیادہ نفع دینے والا ہے۔ اور تمہارے لئے نصف ہے۔ جو تمہاری بیویاں چھوڑ دیں۔ اگر ان کی اولاد نہ ہو۔ اور اگر ان کی اولاد ہے۔ تو تمہارے لئے اُن کے ترکہ سے چوتھا حصہ ہے۔ (وصیت کے بعد جو وہ کریں یا قرضہ ادا کرنے کے بعد) اور ان کے لئے تمہارے ترکہ سے چوتھا حصہ ہے اگر تمہاری اولاد نہ ہو اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے تمہارے ترکہ سے وصیت کے ادا کرنے کے بعد جو تم کرو یا قرض ادا کرنے کے بعد جو تمہارے ذمہ ہو۔

مرجع فطری عزّ وجل نے فرمان بالا میں متذکرۃ الصدر اراکین منزل میں ترکہ کی تقسیم فطری معین فرماتے ہوئے۔ بھائیوں یا بہنوں کے قرب نظام منزلی کی حیثیت ظاہر فرمائی ہے۔ جو نظام منزلی کی فطرت کے ساتھ مطابقت ہے۔ اور اراکین منزل کے بعد ان کے حقوق قریبۂ مؤخرہ کا تعین ہے۔ ازاں بعد فرامین ذیل میں بھی اسی حقیقتِ قریبہ کی ضروری وضاحت فرمائی گئی ہے۔

وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ
وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ
شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ
وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ٥
(النساء - ع)

اور اگر وہ مرد یا عورت کہ جس کا ورثہ لیا جاتا ہے۔ کلالہ[1] ہو۔ اور اس کا ایک بھائی یا بہن (اخیافی)[2] ہو۔ تو ان میں سے ہر ایک کے لئے سدس ہے۔ اور اگر وہ اس سے زیادہ ہوں۔ تو وہ ثلث میں شریک ہوں گے۔ اس وصیت کے بعد جو کی گئی ہو۔ یا قرض کے بعد (بغیر ضرر دینے کے) یہ اللہ کی طرف سے تعین ہے۔ اور اللہ علیم حلیم ہے۔

---

۱ جس کی اولاد نہ ہو
۲ مادری بھائی بہن

Marfat.com

يَسْتَفْتُونَكَ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَا إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهَا وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ ۚ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِجَالًا وَنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ۗ (النساء ۔ ع ۲۴)

تجھ سے پوچھتے ہیں۔ تو کہہ دے اللہ کلالہ کے بارے میں حکم دیتا ہے۔ کہ اگر کوئی مرد مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو۔ اور اس کی صرف ایک بہن (علاتی[1]) ہو۔ تو اس کے لئے ترکہ سے نصف ہے اور (اگر وہ عورت مر جائے تو) وہ (اس کا علاتی بھائی) وارث ہوگا۔ اگر اس کی اولاد نہ ہو۔ اور اگر (کلالہ کے وارث) کئی بہن بھائی مرد اور عورتیں ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔

عدل اقتصاد کی رو سے (جس کی بحث گزر چکی ہے) جب تمام افرادِ مدن سیاستِ مدن کی خدمت کے ذریعہ اپنے منزلی حالات میں اپنی اور اپنے اہل و عیال کے جملہ حوائج کی معیارِ عدل پر معتمد ایفا کے بعد مقدار وسیعہ یا قلیلہ میں ترکہ چھوڑ دیتے ہیں۔ تو منزل و مدن کا ہر رکن خواہ وہ مرد ہے یا عورت باپ ہے یا بیٹا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

اس تحدید کی وجہ سے جو حصوں میں کی گئی ہے۔ (اور اصول کی پیروی میں فروع کو محیط ہے) ترکہ کے حصص میں سے مقادیرِ قلیلہ و وسیعہ کی مطابقت کے ساتھ تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن کی جانب سے اعتدال کے ساتھ اپنا مجموعی حصہ پاتا ہے۔ جو ایک حصۂ وسیعہ یا متعدد حصص قلیل المقدار کے ذریعہ اس کے لئے تحقق پاتا ہے۔ اور ابو الملّت محورِ امارت کے گردِ تداورِ نظامِ مدن مجموعی حیثیت کے ساتھ تقسیم بالعدل کو متحقق کر دیتا ہے۔ اور لزوم وصیت (جس کی بحث آگے آتی ہے) نظامِ مدن میں وسعت سے اخوّتِ ملّی کے حقائق کو متحقق کرتی ہوئی عدل کو متمکن کر دیتی ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ تمام طبقات دولت کے معاشرہ میں ایفائے حوائج کیلئے نفق کو معیارِ عدل پر معتمد ہونا چاہیئے اور کسی فرد کے اقتصاد کو اس معیارِ عدلیہ سے ساقط نہیں ہونا چاہیئے جو تمام افرادِ دولت کے لئے مقرر کیا گیا ہو۔ دراں حالیکہ ادراکی و کسبی جدوجہد کے نتیجہ میں کسب مال میں وسعت ضرور ممکن ہے کہ وہی ملّی بڑھتی ہوئی ضروریات کے تحت ایثار مستدرجہ کا تقاضا کرتی ہے۔

نیز ضابطہ اقتصاد میں یہ ثابت ہو چکا ہے کہ ہر فرد نظامِ منزلی میں اور امیر فرد سیاستِ مدن میں انسان اوّل کے مشابہ ہے۔ گویا امیر فرد اس جائز واحد اجتماع کا باپ ہے۔ جس کا حق وسعت تمام کائنات انسانی کو احاطہ کر لینے کا استحقاق رکھتا ہے۔ اس لئے تقسیم میراث امیر فرد کی قوتِ نظام مدنیہ (اہتمام تصرفِ عدلیہ یا بصورتِ اندیشہ طوالت نزاع شعبۂ فصلِ قضایا) کے ذریعہ واقع ہونی چاہیئے کیونکہ صرف اسی کی ہیبتِ فصل جزئیات فرطیہ کو احاطۂ سیاست مدن سے خارج کر سکتی ہے۔ کیونکہ صرف وہی کائنات انسانی کے مرجع فطری آمر بالعدل عزّ وجل کے خلیفہ یعنی نوع انسانی کے واحد مرجع نسلی (انسان اوّل) کے فرائض اس سطح ارض پر وراثت مصطفوی صلعم کی دلیل سے دستور کامل کے ساتھ انجام دیتا ہے۔ نیز چونکہ اس ماحول کثیف میں کثافت نفس کا اتحاد جنسی تکمیل عدل تک کے درجات مابینیہ میں رجحانات کثافت کا موجب ہو کر نفس انسانی میں کیفیت حرصیہ پیدا کرتا ہوا تقسیم میراث میں محورِ عدل کے گردِ فکر و عمل کے تداور کو صحت سے گرا سکتا ہے۔ اس لئے ابو الانس تدبیر منزل اور اس کی جائز واحد صورتِ وسیعہ دولت وسطیہ میں (اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ) اپنی ابوت فاضلہ کے تجسس عادلہ کیساتھ ضعیف کے حقوق کو

---

[1] پدری بھائی بہن

متمکن بالعدل کرنے کا فطری حق رکھتا ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ رجحان کثیف کا ایک مظاہرہ یہ ہے۔ کہ بعض غیر معتدل نفوس صرف بیٹوں کے متعلق یگانگت منزلی کے تصورات کے ساتھ اور سلسلۂ نظام منزل کے اجرا کو اپنی ذات کے بعد ان کے ساتھ خصوصیت تامہ دیتے ہوئے نوع انسانی کی صنفِ تعمیر یہ یعنی بیٹیوں کو محروم الارث کر دینا چاہتے ہیں۔ پس وہ اپنی حیات میں اسباب حیات کو بیٹوں کی طرف منتقل کر دیتے ہیں۔ اس لئے امیر فعال اور نائبین امارت یعنی دولت وسطیہ پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ ہر شخص کی موت کے بعد اس کے حالات وصیت اور کوائف تقسیم میراث کا اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ معائنہ کرتے ہوئے تقسیم میراث کا عمل انجام دے اور جنف و ضرر کو صفحۂ میراث سے مٹا دے۔ یہی اسی فرمان ربانی سے مقصود ہے۔

مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَآرٍّ (النساء۔ ع۲)

وصیت کے بعد جو اس نے کی ہے یا قرض کے بعد جبکہ اس میں ضرر نہ پہنچایا گیا ہو۔

پس ایسی مضرت کو دور کر دینے کے لئے مرجع فطری عزّوجل حکم دیتا ہے۔ جس سے مقصود خطاب ہر فرد کے بعد اس دلیل کے ساتھ ملّت کا نظام اجتماعی ہے۔ کہ جماعت دستور عدل اور اس کی شرح متشکل سنت مصطفوی کی روشنی میں تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۔ (البقرہ۔ ع۲۳)

پس جو وصیت کرنے والے سے خطا یا گناہ محسوس کرے تو وہ اصلاح کر دے پس اس پر کچھ گناہ نہیں۔

اور وصیت کے لئے مرجع فطری عزّوجل نے اس لئے اپنا حکم ناطق فرمایا ہے۔ کہ مالکِ مال کو چاہیئے کہ اثنائے حیات میں کسب طیّبات وغیرہ معاملات منزلی و مدنی میں اخوان مدن کے حقوق معاشری کے متعلق جو اس کے ذمہ ہوں ادا کرنے کے لئے وصیت کرتا ہوا بار حقوق سے سبکدوش ہو۔ جو ایفائے تقاضائے حقوق کی دلیل سے بار رجوع ... صحیح ہے۔ جو مفہوم عدل ہے۔ چنانچہ داعی الی المرجع محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مرد مسلمان کے لئے یہ ہرگز مناسب نہیں ہے۔ کہ کوئی حق کسی مرد مسلم کے متعلق اس پر عائد ہوتا ہو تو وہ دو راتیں اس صورت میں گذار دے۔ کہ وصیت مکتوب اس کے پاس موجود نہ ہو۔[1]

نیز ابو المنزل کے کسب طیّبات کے ثمرات میں فطرت اُن تمام فطری تعلقات کے حقوق کے ساتھ اس کا ذاتی حق بھی متعین کرتی ہے۔ اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ تمام فطری تعلقات کے حقوق فطری کو ہرگز ساقط نہیں کر سکتا۔ یعنی جیسے اس کا نفس ازروئے فیصلۂ فطرت اس کے مال پر حق رکھتا ہے۔ ایسے ہی دیگر اراکین منزل یا متعلقاتِ نفس کا اس کے مال پر ازروئے فطرتِ متحدہ حسب درجات حق ہے۔ پس وہ اپنے ذاتی حق کو محدود عدل کے گرد تدا اور صحیح کے ساتھ استعمال کر سکتا ہے۔ اور اسے ضرور کرنا چاہیئے اور وہ مرجع فطری آمر بالعدل عزّوجل کے لئے اس کا نفق ہے۔ جو اس کی فطرت کے رجوع صحیح یا تقاضائے فطرت کی ایفا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص وصیت کرتے ہوئے وفات پاتا ہے۔ اس کی موت صراط مستقیم اور تقویٰ اور شہادت پر واقع ہوتی ہے۔ اور

[1] مشکوٰۃ باب الوصایا۔ (بحوالہ بخاری ومسلم)　[2] مشکوٰۃ باب الوصایا (بحوالۂ ابن ماجہ)

Marfat.com

اسے بخش دیا جاتا ہے۔ (کیونکہ وہ اپنے ذاتی حق کو صحت یا عدل کے ساتھ خرچ کرتا ہے)

نیز مالک مال کے حق فطری کی وضاحت اور اس کے تعلق کی مرجع فطری کے لئے خصوصیت اس طرح مروی ہے کہ سعد ابن وقاص فرماتے ہیں۔ کہ میں سال فتح میں بیمار ہوگیا۔ اور مجھے موت کا اندیشہ لاحق ہونے لگا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے تو میں نے عرض کی یارسول اللہ میرے پاس کافی مال ہے۔ اور میری وارث صرف ایک لڑکی ہے۔ مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے تمام مال (تفق فی سبیل اللہ کی غرض سے) وصیت کروں آپ نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کی کہ دو تہائی مال کی اجازت فرمائیے آپ نے فرمایا نہیں! پھر میں نے عرض کیا نصف آں صلعم نے فرمایا نہیں پھر میں نے عرض کیا تہائی تو آں صلعم نے فرمایا اچھا تہائی کیلئے وصیت کردو۔ اور یہ بھی بہت ہے۔ تحقیق تو یہ کہ چھوڑے اپنے وارثوں کو اس حال میں کہ وہ غنی ہوں۔ بہتر ہے۔ اس سے کہ وہ مفلس ہوں اور لوگوں کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ تحقیق تو جو کچھ بھی خرچ کرے گا۔ اور اس میں رضامندئ الٰہی تیرا مقصود ہوگی تجھے ضرور اجر دیا جائے گا حتی کہ ایک لقمہ بھی اگر تو اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے۔ (تو اس پر اجر ملے گا) یعنی اراکین منزل کے حقوق کی ادائگی فطرت کے حقوق کی ایفا ہے۔ اور اُن حقوق کی ادائیگی مرجع فطری عزوجل کی رضامندی کا موجب ہوتی ہے۔ اور اُن حقوق کا ساقط کردینا اس کی نارضامندی کا موجب ہوتا ہے۔ جیسے آں صلعم نے فرمایا[۳] جو اپنے ورثا کی میراث کو قطع کر دیتا ہے۔ مرجع فطری عزوجل جنت سے اس کی میراث کو ساقط کر دیتا ہے۔ (جو فطرت پر اس کے ظلم کے عوض تقاضئے عدل کی ایفا ہے) پس یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ آمر بالعدل مرجع فطری عزوجل نے جب تمام اراکین منزل کے لئے فطری حقوق کو فطرت کی مطابقت کے ساتھ از روئے عدل واضح طور پر معین فرما دیا ہے۔ تو کسی شخص کو یہ حق ہرگز نہیں پہنچتا کہ وہ ورثا کیلئے اُن حقوق سے کچھ زیادہ یا کم کے لئے وصیت کرے۔ جو اللہ عزوجل نے ان کے لئے دستور میراث میں معین فرمائے ہیں۔ پس نہ ایسی وصیت قابل عمل ہو سکتی ہے۔ اور نہ ایسے عمل کو استقلال ہونا چاہئے جو تقسیم ترکہ سے پہلے اپنے کثیف رجحانات کی ایفا کے لئے کسی شخص نے تقسیم ترکہ میں جاری کیا ہو۔ اس لئے امیر فعال اور اس کے نائبین پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ اجرائے تقسیم ترکہ سے پہلے جملہ حالات ضرر وجنف اور اثم کے مطالعہ سے خواہ وہ عملاً وصیت کی صورت میں نافذ ہو چکے ہوں۔ یا اُن کا نفاذ موصی کی طرف سے معین کر دیا گیا ہو۔ اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ مطالعہ کرنے اور ان کی اصلاح کرنے کے بعد تقسیم بالعدل کو جاری کریں۔ داعی الی المرجع صلعم نے فرمایا ہے۔ اللہ[۴] نے صاحبان حقوق کو ان کے حقوق عطا کر دیئے ہیں۔ اس لئے وارث کے حق میں وصیت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ روایت بعضے اس طرح ہے۔ کہ وارث کے لئے وصیت جائز نہیں ہو سکتی۔ مگر یہ کہ ورثا چاہیں (کیونکہ ان کی رضامندی ان کے اپنے حقوق کی عطا ہے۔ جن کا حق صرف انہی کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے)

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ جب کوئی شخص ضرر یا خطا یا اثم کا ارادہ کرتا ہے۔ تو وہ اپنے کثیف جذبات مفردہ کے ساتھ اپنی زندگی میں ہی اس ارادہ اثمیہ کو بالعموم عملی جامہ پہنا دینا چاہتا ہے۔ اس لئے گویا اس کا وہ عمل وصیت مشکل سی ہے۔ باشکل وصورت یافتہ جنف وضرر ہے۔ اس لئے اس کی شکست تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ پس اس کے مٹا دینے

---

۱ مشکوٰۃ باب الوصایا (بحوالہ بخاری ومسلم) ۲ اور اسی دلیل سے اقتصادی ضعف کی صورت میں اس تہائی مال کے بھی اولاً و بالتقدیم وہ مستحق قرار پاتے ہیں جیسے وصیت منجملہ تقویٰ ہے۔ اور موجب مغفرت ہے۔ ۳ مشکوٰۃ باب الوصایا ۴ مشکوٰۃ باب الوصایا

سے پہلے ہرگز ترکہ کو تقسیم نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے فیصلہ کے ساتھ فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے سیاست مدن کا مدعا تمکین عدل ہے۔ اس لئے اس پر از روئے عدل یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ تقسیم ترکہ میں اس کا امر بالعدل خطرات فرطیہ سے پاک و منزہ ہو اور اسی دلیل سے تفحص حالات کے لئے مظلوم مدعا علیہ کی طرف سے دعویٰ کا وجود دلیل نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ سیاست عدل کی فطرت آمریہ سیاست مدن کے اہتمام تصرف عدلیہ پر تفحص و تحقیق کے لئے فرض عائد کرتی ہے۔ ورنہ وہ مرجع فطری عزّوجل کے حضور میں اس دلیل سے جواب دہ ہوگی۔ کہ اس نے حکم بالعدل یا امر بالقسط میں قصور کا ارتکاب کیا ہے۔ جو اس پر آمر بالعدل عزّوجل کی طرف سے شہادت فطرت کے ساتھ مقرر کیا گیا ہے۔ کیونکہ وہ اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کے تقاضائے وحدت اجتماع کی صورت متشکل ہے۔

پس بلا شبہ اسے اہتمام تصرفِ عدلیہ سے ہر گاہ ہر گونہ حالات و کوائف عدلیہ و فرطیہ سے باخبر رہتے ہوئے اپنا فطری فرضِ فعّال ادا کرنا چاہیئے۔ عورتوں کی حیثیت ستریہ اور ان کی کیفیت فطری مردوں کے مقابلہ میں اپنے حقوق حاصل کرنے میں چونکہ ضعیف واقع ہوئی ہے۔ اس لئے جانب ضعیف کی قوت کی تمکین الوت الانس یا سیاست مدن پر عائد ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا کئی دیگر اسباب کی بنا پر بعض ورثائے ضعیف اپنے حقوق کو حاصل کرنے پر قدرت نہیں پا سکتے۔ اس لئے ان کے حقوق کی ایفا از روئے فطرت امیر فرد یا الوالانس پر عائد ہوتی ہے۔ جیسے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی ایک موقعہ پر فرمایا:۔ (بروایت مشکوٰۃ کتاب البیوع) ..... کہ مجھے اللہ نے پھر اس وقت کیوں بھیجا ہے۔ (اگر میں ضعیف کا حق قائم نہ کروں) بالتحقیق اللہ کسی امت کو اس وقت تک ہرگز پاک نہیں کرتا۔ جب تک کہ ان میں ضعیف کا حق حاصل نہ کیا جائے۔ چنانچہ منجملہ یتمیٰ کے حقوق کی ایفا بھی اسی قبیل سے ہے۔ جو میراث و معاشرہ میں تمکین قیام بالقسط ہے۔

اس کے بعد یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ مرجع فطری عزّوجل نے وصیت کی حیثیت کو کیوں واضح فرمایا ہے۔ وہ اس لئے کہ فطرت[1] کی جانب سے مالک مال کو جو حق پہنچتا ہے۔ کثرت مال کی صورت میں خواہ وہ تہائی ہو یا ورثا کے حالات اور مال کی مقدار کی مطابقت کے ساتھ اس سے کم ہو[2]۔ اس دلیل سے کہ آمر بالعدل اللہ عزّوجل فطرت کا مرجع ہے۔ ورثائے مسلم کے لئے وصیت معروف کے بعد جو بطابق فرمان ربانی یوصیکم اللہ ...... تقسیم حصص ہے۔ اور ایفائے تقاضائے فطری اور حکم مرجعی عزّوجل کی تعمیل کی دلیل سے للّٰہیت ہے۔ وہ مال اسے مرجع فطری کے حضور میں وصیت کے ساتھ پیش کر دینا چاہیئے۔ جس کا نفق فیصلۂ فطرت کے ساتھ منجملۂ مصارف جمعیۂ جو بدلیل تمکین جمعیتِ عدل للّٰہیت ہیں۔ ان اقربا اور یتمیٰ اور مساکین کیلئے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ جو قریبی عزیز یا اخوت ملّی کی دلیل سے اپنے حالات حوائج کی بنا پر اسکے ضرورت مند ہیں۔ علاوہ ازیں چونکہ سطح ارض پر فردیت امارت مرجع فطری عزّوجل کی نیابت کا فرض تا ہمہ انجام دیتی ہے۔ اسلئے افراد ملت کے نفق کا محور بالعدل فردیت امارت ہے۔ پس ایک مسلم کے مال میں جہاں اسکے اراکین منزل کو فطری حق پہنچتا ہے وہاں سیاست مدن جو جامع افراد ہے۔ اس کے مال میں اس کی وصیت کے مطابق صاحب حق قرار پاتی ہوئی منجملہ دیگر مصارف للّٰہیہ اس کے نفق کو ان فطری درجات کی رعایت کرتے ہوئے جو متوفی کے ساتھ تمام افرادِ مدن کے متعلق تدریجی حیثیتوں سے متحقق ہیں۔ ان کے حالات حوائج کی مطابقت کے ساتھ اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ ان پر

---

[1] دراں حالیکہ فطرت مالک مال اور اس کے ورثا کے درمیان کشافت کے میراں متحدہ کی دلیل سے اس کے ورثا کو اس کے مال میں شریک قرار دیتی ہے۔ [2] جیسے کہ سعد ابن وقاص رضی اللہ عنہ سے متعلقہ روایت میں وضاحت کی گئی ہے۔

خرچ کر سکتی ہے۔ چنانچہ داعی الی المرجع صلعم نے اس قسم کی وصیت کے متعلق فرمایا ہے۔

من مات علیٰ وصیۃ مات علیٰ سبیل وسنۃ
ومات علیٰ تقی و شھادۃ ومات مغفوراً لہ

جس کی موت وصیت پر واقع ہوتی ہے۔ وہ طریق مستقیم
اور سنت اور تقویٰ اور شہادت پر وفات پاتا ہے۔

(رواہ ابن ماجہ بحوالہٗ مشکوٰۃ)

گویا ایسی وصیت تقاضائے عدل یعنی تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور اخوت جمعیت ملّی کے تقاضاؤں کی ایفا جوانب میزانیہ میں ثقل بار کی دلیل سے اس کے عدل پر شاہد ناطق ہے۔ جو تمام نظام مدن میں اپنی وسعت محیط کے ساتھ تمکین عدل سے موجب استحکام ہے۔ اور مرجع فطری عزّوجل کے مندرجہ ذیل حکم عدلیہ کی تعمیل کا ذریعہ ہے۔

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى
وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ○ (نسآء - ع)

جب ترکہ حاضر ہو تو اقربا اور یتٰمیٰ اور مساکین کو دو۔ اور
ان کے ساتھ قول معروف سے گفتگو کرو۔

پس بمطابق فرمان ربانی اِنْ تَرَكَ خَيْرًا (صاحب مال کثیر) مسلم پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ موت سے قبل مرجع فطری عزّوجل کے حضور میں ورثائے مسلم اور ان کی محود یعنی تقاضائے فطرت انسانی جائز واحد اجتماع عدل اور اس کے ان دیگر افراد (یعنی اس مسلم کے اُن اقربا اور یتٰمیٰ اور مساکین) پر جن کا حق وراثت بحیثیت اراکین منزل متعین نہیں کیا گیا تیسرے یا اس سے کم حصہ کے نفق اموال کی ایسی وصیت کے ساتھ حاضر ہو جو حاجت اور استطاعت اور اموال متعلقہ میں مطابقت عدلیہ کے ساتھ معنی عدل پر معتمد ہو۔ کیونکہ حامل روح الٰہی انسانیت کے اجتماع جائز کے لئے ایثار للٰہیت ہے۔ اور ورثا کو ملوم و محسور کرنا از روئے فطرت متحدہ اور سیران مشترک ناروا ہے[1]۔ اور اسی دلیل سے صاحب مال کی وصیت ضعیف ورثا چھوڑنے کی صورت میں تو فقط مسلّم کے لئے مخصوص ہونی چاہئے۔ دراں حالیکہ اس کے ورثا کی مسکنت اور قرب نسبی اور وضاحت متذکرہ اس حقیقت عدل کے نفاذ کے لئے مؤید ہے۔ نیز آیۂ ترکہ میں ہر گونہ تقسیم سے پہلے وصیت کی ادائیگی کو منجملہ اس لئے لزوم حاصل ہے۔ کہ اس وصیت کا کسی مسلم کے اس حق کے ساتھ تعلق ہو سکتا ہے۔ جس کی ادائیگی نفس متوفی پر از روئے عدل لازم آتی ہے۔ منجملہ فرمان ربانی میں اَوْ دَيْنٍ سے قرضہ کی خصوصیت و اہمیت کو اسی دلیل سے واضح کیا گیا ہے۔

نیز اساسی حیثیت کے ساتھ وصیت معروف مرجع فطری عزّوجل کے لئے تخصیص نفق ہے۔ پس ان دلائل کے تحت اور (وصیت کی فطرت کے تقاضاؤں کی دلیل سے) ادائے وصیت کی ان خصوصی جزئیات کو مقدم فی العمل ہونا چاہئے جو اس نفق میں للٰہیت کو بداہت کے ساتھ واضح کرتی ہیں[2]۔ دراں حالیکہ تقسیم حصص وصیت معروف کی جزئیات کی وضاحت ہے اور للٰہیت ہے۔ کیونکہ ادائے حقوق فطرت ہے۔

پس فردیت امارت پر یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ جملہ اراکین مدن کے لئے فرامین ربانی اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور يُوْصِيْكُمُ ... الخ کی تعمیل کے لئے وصیت کو لازم کرتے ہوئے افراد مدن کے حالات میں استقلال اور نظام مدن میں موجب تقویت ہو۔ کیونکہ فرد اساس ملّت ہے۔ آیات ترکہ میں آیات وصیت اور قرض کی ادائیگی کے بعد تقسیم ترکہ کے حکم کا بیان اس

[1] منجملہ روایت سعد ابن وقاص اسی حقیقت عدلیہ کی تائید کرتی ہے۔ (صفحہ ۳۱۶ مطالعہ فرمائیں) [2] جیسے کہ عنوان نسخ وصی کے تحت وضاحت کی گئی

Marfat.com

نفاذ عدل کے لئے فیصل بالحق ہے۔ ابن عباس۔ شعبی۔ نخعی۔ زہری۔ مجاہد اور ایک جماعت محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ آیۂ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ ..... الخ آیات محکمات سے ہے۔ اور اس پر لوگوں نے عمل چھوڑ رکھا ہے۔ اور اس حقیقت پر عادل فعال اوّل المسلمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا متشکل عدل معاشرہ جو نفس دولت میں عدل اقتصاد اور تعدیل معاشرہ کے میران مشترک کیلئے اسوۂ فعال ہے۔ ناطق بالحق ہے۔ فرمان الٰہیہ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ اسی حقیقت عدلیہ کی تمکین کی وضاحت بالعدل ہے [1]

پس صاحب مال کثیر متوفی کی حسب وصیت یا اگر وہ وصیت نہ کرسکے تو بھی ورثا پر از روئے عدل اس فرمان ربانی کی دلیل سے لازم آتا ہے کہ وہ اپنے کوائف حاجات واستطاعت اور ترکہ کی مطابقت بالعدل کے ساتھ جو بار جوانب میں تنصیف بھیجہ ہے۔ تہائی یا اس سے کم محور امارت کے گرد تدا ور نفق کے ساتھ منجملہ اُن اقربا پر (جو از روئے فرائض مقدرہ) حصہ نہیں پاتے اور یتمیٰ اور مساکین پر اپنی فطرت راغبہ کے ترشحات کے ساتھ خرچ کرتے ہوئے سیاست مدن کے نظام عدل کے تحت نفق متذکرہ اور میراث کی تقسیم باہمی سے بہرہ ور ہوں۔ اور انہیں یہ غور کرنا چاہیے کہ اگر وہ خود مر جائیں۔ اور ان کے چھوٹے چھوٹے بچے ان کے پیچھے رہیں۔ تو اس تصور سے ان کی کیا کیفیت ہو گی۔ اس لئے انہیں ملت کے یتمیٰ پر جو اخوت ملی کی دلیل سے اُن کے ان بچوں کی مانند ہیں۔ جن کے وہ باپ ہیں۔ اخوت ملّیہ کے میران مشترک کے ترشحات کے ذریعہ محبت و رافت کے ساتھ رقیق ہو جانا چاہیئے۔ جو اخوت ملّی کے تقاضا کی ایفا کی دلیل سے عدل ہے۔ فرمان ربانی .....

فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ [2] وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ اسی حقیقت کی ایفا کے لئے امر بالعدل ہے اور فرمان ربانی وَلْيَخْشَ [3] الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ اسی متقاضی رحم و عدل حقیقت اخوت ملّیہ کی وضاحت ہے۔

نوٹ: یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ عاشر یتمیٰ کے اموال ترکہ کے متعلق اُن کے بلوغ تک کہ وہی نفق اموال کی صحت عدلیہ کے فہم صحیحہ کے متعلق معیارِ اعتماد ہے ...... منجملہ وہ احکام حفظیہ نافذ بالعمل ہوں گے۔ جن کی وضاحت تدبیر منزل میں کی گئی ہے۔ [4] وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ اسی حقیقت حافظہ کی وضاحت ہے پس یتمیٰ کا اُن کے اموال کے متعلق تہائی یا اس سے کم کا نفق جو حوائج اور مال کے ساتھ مطابقت عدلیہ رکھتا ہو۔ اُن کے بلوغ اور ان کے کوائف معاشری کے استقلال کے بعد نافذ ہو گا [5]

---

[1] یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فرمان ربانی وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ (النساء۔ ع۵) کا حکم آیۂ میراث کے احکام ناطقہ کی دلیل سے تقسیم حصص میں نافذ نہیں ہو سکتا۔ مگر تحلیف کے حقوق۔ وفائیہ کی ادائگی کے استقلال پر ناطق بالحق ہے۔ چنانچہ فرمان ربانی وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ...... وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ۔ (النساء۔ ع) اسی حق وفائیہ کے لئے مؤید بالعدل ہے۔

[2] انہیں دو اور ان کے ساتھ معروف سے گفتگو کرو۔ (النساء۔ ع)

[3] اور [illegible] لوگ ڈریں اس لئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ضعیف بچے چھوڑ جائیں اور ان کے متعلق وہ اندیشہ ناک ہوں۔ (النساء۔ ع)

[4] فرمان ربانی وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (النساء۔ ع) فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ۔ (النساء۔ ع) اسی حقیقت کی وضاحت ہائے ناطق ہیں۔

[5] وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ ...... الخ (النساء۔ ع) اسی حقیقت حافظہ کی وضاحت روشن ہے۔ (النساء ع) مطالعہ فرمائیں۔

[6] کیونکہ اقتصادی ضعف کی صورت میں ورثائے مسلم اس تہائی مال کے اولین بالتقدیم مستحق قرار پاتے ہیں۔ جس کے متعلق وصیت تقربی ہے۔ اور موجب مغفرت ہے۔

تحفظاتِ عدلیہ

(الف)

اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ط (النسآء ع)[۱]

خالقِ فطرت اور مرجع فطری عزّوجل نے فطرتِ انسانی کی مطابقت کے ساتھ اصولی طور پر دستورِ میراث کی حیثیت سے آیاتِ ترکہ میں تقدیرِ حصص فرما دی ہے۔ جس کی فروع اور جزئیات نسلی وسعتوں کو اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ کاملاً احاطہ کئے ہیں۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ میراث کے متعلق عہدِ مصطفوی میں چند واقعات کا پیش آنا اُن واقعات معدودہ میں جملہ فروعی وسعتوں کو جمع نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی اسقدر قلیل عرصہ میں ایسے جملہ واقعات کا رونما ہونا ممکن ہے۔ جو میراث کے متعلقہ تمام وضاحتوں کو جامعیت کے ساتھ احاطہ کرلیں۔ اس لئے آئینِ میراث میں صرف آیاتِ ترکہ کو مقصود قرار دیتے ہوئے (جو خالق وشناسائے فطرتِ نفس اور خالق وشناسائے ماحول نفس کی طرف سے میراث کا دستور کامل معین کیا گیا ہے۔ اور مبادیاتِ اصولی کی وضاحت ہے۔ اور تمام فروعی وسعتوں کا جامع کل ہے) واقعاتِ میراث میں تقسیم حصص سے متعلقہ عمل مصطفوی صلعم کو اجتہاد اور نفاذِ امر کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دینا چاہئے۔

پس اس کے بعد اجتہاد اور نفاذ امر کے بارہ میں تحفظاتِ عدلیہ کی رعایت اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کے فطری تقاضاؤں کی ایفا کی دلیل ہے سیاستِ مدن میں موجبِ استحکام ہے۔ کیونکہ فرد اساسِ منزل و مدن ہے۔ نیز امیر فرد چونکہ سیاستِ مدن میں جو نظامِ منزل کی ارتقائی صورت ہے۔ ابوت فاضلہ کے منصبِ علیہ پر جلال انگیز ہے اس لئے فرد کی پیدائش اور اس کے بعد تدریجی ارتقائی کیفیتوں کے ساتھ اس کے سن بلوغ تک پہنچنے اور عالمِ ثانی تک انتقال تک کے کے تمام عرصہ کے لئے امیر فرد کی ابوتِ فاضلہ اپنے تصرف فعال کو اسبابِ حیاتِ فرد کے اجتماع کے لئے ضروری قرار دیتی ہے۔ اس لئے ابو الملت والانس کا یہ فطری فرض ہے۔ کہ وہ انسانیت کے جائز واحد اجتماع کے فرزندان ضعیف کے حقوق کو متمکن کرتے ہوئے نفس مدن میں تمکین عدل کا موجب ہو۔ لہٰذا سیاست مدن کو اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ تقسیم میراث میں ضعفا اور یتامیٰ کے حقوق کی تفحص کاملہ اور جستجوئے محققہ کے ساتھ حفاظت کرنی چاہیئے۔ کیونکہ تکمیل عدل تک کے درجات تدریجیۂ نفس کے دوران میں عناصر نفس کا اسبابِ عنصری کے ساتھ اتحاد جنسی رجحانات کثیف کا موجب ہو کر حرص نفس کی تحریک کا باعث ہو سکتا ہے۔ جس کے ہیجانات کی انگیزیوں کی وجہ سے بعض قوی ورثا ورثائے ضعیف کو محروم کرسکتے ہیں جو اُن کے ضعف میں شدت کے سبب ظلم ہلاکت آفرین ہے۔ چنانچہ مرجع فطری آمر بالعدل عزّوجل نے

[۱] جو لوگ یتیموں کا مال از روئے ظلم کھا جاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔

Marfat.com

ان تموجاتِ کثیفۂ مفرطہ میں بہ جانے سے رک جانے کے لئے حکم نافذ فرمایا ہے۔ اور وہ لوگ جو یتیمیٰ کو ان کے حقوق سے ظلماً محروم کر دینا چاہتے ہیں۔ سُنیں وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

وَلْيَخْشَ الَّذِينَ لَوْ تَرَكُوا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعَافًا خَافُوا عَلَيْهِمْ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلْيَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا ۖ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا ۝
(النساء۔ع ۱)

اور وہ لوگ ڈریں اس لئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جائیں اور ان کے متعلق وہ اندیشہ ناک ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور بات کہو اچھی۔ جو لوگ یتیموں کا مال از رہئے ظلم کھا جاتے ہیں۔ تحقیق وہ اپنے پیٹ میں آگ کھاتے ہیں۔ اور عنقریب وہ آگ میں جلیں گے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمتہ اللہ علیہ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں۔ کہ مرشد ابن زید غطفانی اپنے کم سن بھتیجے کا مال کھا گیا۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ گویا اس آیت کا شان نزول ایک ایسا واقعہ ہے۔ جس میں ایک چچا نے اپنے یتیم بھتیجے کو تباہ و برباد کرنا چاہا۔ پس اس آیت کا شان نزول مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے اس کثیف فطرت کی طرف اشارہ ہے۔ جو ایسے مواقع پر ضعفا اور یتیمیٰ کے مال کو کھا جانا چاہتی ہے۔ اس لئے مجتہدین امت کو اپنی احتیاطِ بالغہ کی معیت میں یہ نقطہ بھی ہر گاہ زیر نگاہ فرمانا چاہئے۔ پس دادا کی موجودگی میں اگر ایک بیٹا مر جاتا ہے۔ اور اپنے یتیم بچے چھوڑ جاتا ہے۔ تو اس کے بعد متوفی کی یتیم اولاد کو محروم کر دینا اور اس کے چچاؤں وغیرہ کو کلیتہً میراث کا تقسیم کرنا کیسے مناسب اور معیار عدل پر معتمد ہو سکتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

عادل فعال اوّل المسلمین رحمت اللعٰلمین صلے اللہ علیہ وسلم سے جو یتیموں کے ماویٰ اور غریبوں کے ملجا اور ضعیفوں کی قوت ہیں۔ اس قسم کی کوئی حدیث مروی نہیں ہو سکتی۔ اور آمر بالعدل عزّوجل يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ کے حکم ناطق کے ساتھ متوفی کی اولاد میں تقسیم میراث کے لئے اپنا حکم ناطق کرتا ہے۔ جو بمطابق حصص نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتی جاتی ہے۔

کیا یتیم پوتا دادا کی اولاد سے خارج ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ اس کے درمیان اب کوئی حجاب نہیں ہے۔ بخاری کتاب الفرائض میں منقول ہے۔ زید نے کہا پوتے بیٹوں کی مانند ہیں (جب بیٹے نہ ہوں) ان کا مرد ان کے مرد کی مانند ہے۔ اور ان کی عورتیں ان کی عورتوں کی مانند ہیں۔ اور وہ ایسے ہی وارث ہوں گے۔ جیسے وہ اور وہ ایسے ہی محجوب ہوں گے۔ جیسے وہ

یعنی بیٹوں کی غیر موجودگی میں پوتے بیٹے قرار پائیں گے۔ پس بالیقین وہ پوتا جس کا باپ مر گیا ہو۔ اپنے باپ کی بجائے ضرور بیٹا قرار دیا جائے گا۔

اور اگر ایسا نہیں تو کیا وہ اپنے باپ کے مر جانے کے بعد دادا کی اولاد سے خارج ہے۔ ہرگز نہیں۔ اور جب دادا کی اولاد سے ہے۔ اور اس کے متوفی بیٹے کی مانند ہے۔ تو اس کے باپ کا مقدرہ حصہ اسے ضرور پہنچے گا۔ اور اگر زیادہ ہوں تو ان کے متوفی باپ کو جس قدر حصہ پہنچ سکتا ہے۔ وہ ان سب میں اسی اصول کے ساتھ تقسیم کیا جائے گا۔

Marfat.com

جو آیات میراث میں نازل ہے - کیونکہ وہ بلاشبہ اپنے دادا کے اس بیٹے کی مانند ہیں - جو مر چکا ہے - اور وہ ان کا باپ تھا اپنے باپ کے مر جانے کے بعد وہ پوتا بلاشبہ دادا کے اسی طرح قریب ہے - جیسے وہ متوفی بیٹا اس کے قریب تھا - کیا اس بداہت سے کوئی انکار کر سکتا ہے - ہرگز نہیں -

عَن والصبه ابن معبد ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال والصبه جئت تسال عن البر والاثم قلت نعم - قال فجمع اصابعه فضرب بها صدرہ وقال استفت نفسك استفت قلبك ثلثاً البر ما اطمانت الیه النفس واطمأن الیه القلب والاثم ماحاك فی النفس وتردد فی الصدر وان افتاك الناس - (رواہ احمد والدارمی)

والصبه ابن معبد سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے والصبه تو آیا ہے - تاکہ نیکی و گناہ کے متعلق سوال کرے ہم نے عرض کیا ہاں پھر آپ نے اپنی انگلیاں جمع فرما کر ان کے سینہ پہ ماریں اور فرمایا اپنے نفس سے فتویٰ لے اور اپنے دل سے سوال کر (تین مرتبہ فرمایا) نیکی وہ ہے جس کی طرف دل اور نفس مطمئن ہو - اور گناہ وہ ہے - جو نفس میں کھٹکے اور سینہ میں تردد پیدا کرے - خواہ لوگ تجھے فتویٰ دیں -

(نیز ایک موقعہ پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہ وہ ہے - جو تیرے دل میں کھٹکے اور تو اسے ناپسند کرے کہ لوگ اس سے واقف ہوں (مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الرفق) کیونکہ معروف کا مفہوم و مقصد یہی ہے - کہ فطرتِ انسانی اُن سے شناسا ہو اور انہیں مسلمہ انسانیت کی حیثیت حاصل ہو - فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۚ فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ (روم - ع) میں اسی شوکتِ عدلیۂ فطریہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے)

ان فرامین عدلیہ کی روشنی میں خاکسار تمام عالم اسلام سے سوال کرتا ہے کہ کیا یتیم پوتا محروم الارث ہو سکتا ہے؟ بالیقین مسلم کا نفس عادل (اس دلیل سے کہ نفس انسانی اساساً عدل پر استوار ہے - اور اسلام مکمل فطرت ہے) اسے ہرگز محروم قرار نہیں دے سکتا - اور خاکسار اپنے قلب اور ملتِ اسلامیہ کے قلوبِ عامہ کی شہادت کے ساتھ یہ یقین رکھتا ہے - کہ جن مجتہدین نے یتیم پوتے کو محروم الارث قرار دیا ہے - ان کے قلوب اس حرمان ارث کے ساتھ ہرگز متفق نہیں ہو سکتے - ان کے فہم کی دقیق روی اور احتیاط میں مبالغہ اس غیر مطمئن فیصلہ کا موجب ہے پس یہ خاکسار تمام ملت اسلامیہ کے نفوس عادل کی شہادت کے ساتھ یتیم پوتے کو اپنے دادا سے اس کے متوفی بیٹے کی مانند وارث کرتا ہوًا یتیم پوتے کے حرمان ارث کو شدت کے ساتھ از روئے عدل ناجائز قرار دیتا ہے - علیٰ ہذا عصبات[1] میں بھی یہی فیصلۂ ناطق نافذ بالحق ہے -

---

[1] وہ اقربا جن کے حصے ذوی الفروض کی طرح مقرر نہیں اور ذوی الفروض سے جو بچے وہ پاتے ہیں - اور در صورت نہ ہونے ذوی الفروض کے کل مال پاتے ہیں -

(ب)

مرجع فطری عزّوجل پاک اور منزّہ اور بلند و برتر اور بزرگ ہے۔ اور داعی الی المرجع صلعم اس کے دست خاص کی تربیت کی دلیل سے غلطی سے پاک اور حق کے ساتھ نافذ الامر ہے۔ اور بحوالۂ مشکوٰۃ باب ثواب ہذا الامت میں مروی ہے کہ اس صلعم نے فرمایا۔ میری امت بارش کی مانند ہے۔ نہیں معلوم ہو سکتا کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے۔ یا آخری حصہ۔ نیز اسی باب میں مروی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا۔ اس امت کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے۔ جن کا اجر اولین کی مانند ہوگا۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں گے۔ اور اہل فتن سے لڑینگے۔ علیٰ ہذا جامع الصغیر سیوطی میں مروی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا خَيْرُ أُمَّتِي أَوَّلُهَا وَآخِرُهَا وَفِي وَسْطِهَا الْكَدَرُ۔ (میری امت کا بہترین حصہ اس کا اوّل ہے۔ اور آخر ہے۔ اور درمیان مختلط ہے۔

یہ فرامین مصطفوی منجملہ حقائق عظمیٰ جو سطح ارض پر آمر بالعدل عزّوجل کی تجلیہائے نیابت کی تمکین قاہرہ پر مشتمل ہیں۔ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ کہ زمانۂ آخرین کا اجتہاد اور نفاذ امر بھی اجتبائے ربانی کی خصوصیت کی وجہ سے ملّت اسلامیہ کے گروہ اوّل خلافت راشدہ کی مانند ہوگا۔ اور وہ دستور عدل کے ساتھ حقیقت نفس کے اتحاد معنوی کی دلیل سے مقتضیات دہر کی مدعائے عدل کے ساتھ مطابقت کرتا ہوا فراز گاہِ نوعِ انسانی سطح ارض پر قسط و عدل کے ساتھ نافذ الامر کی حیثیت سے چھا جائے گا۔ جو اساس عدل پر استوائ نوعِ انسانی کے ساتھ تقاضائے تودۂ اخوت کی الیفائے فعال ہے۔ پس چونکہ علم و عدل کا دریائے بے پایاں منبع صدر مصطفوی سے امت وسط کے مجتہدین فعّال بالعدل کے صدور مجری الجود میں الی القیامہ جاری و ساری ہے۔ اور نفس ملّت میں تدریجی درجات تعدیلیہ یا تاثرات ماحولیہ کے تعدد کی دلیل سے ہر دور میں اجتہادی لغزش ممکن الوقوع ہے۔ اس لئے امت کے ہر دور کے اجتہاد کا معیار عدل پر احتساب کرنا چاہئے اور ہر اس اجتہاد کو جو معیار عدل پر معتمد نہ ہو یعنی بمطابق روایت متذکرہ عن والصبہ ابن معبد امت وسط کے نفوس عادلہ کے معیار احتساب پر صادق و راسخ نہ ہو۔ اسے حق قانون سے ساقط قرار دے دینا چاہئے۔

اس موقعہ پر یہ خاکسار صحابۂ کبار رضوان علیہم اجمعین اور منجملہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے علم اور ان کی مسلّمہ فضیلت کا اعتراف کرتے ہوئے اور اجتہادی اختلاف رائے کو وضاحت ہائے آئندہ کی روشنی میں ان کی فضیلتہائے عظمےٰ پر متاثر نہ قرار دیتے ہوئے۔ مندرجہ ذیل روائت کے متعلق جو بخاری اور دیگر کتب احادیث میں نقل کی گئی ہے۔ دور حاضر میں اپنی رائے ملّت اسلامیہ کی عمومی رائے کے ترجمان کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ دراں حالیکہ ان اصحاب کبار کی فضیلت کو کوئی ایسی روائت اپنی حیثیت کی شہادت کے ساتھ متاثر نہیں کر سکتی۔ جو عدل نفس یا قران و سنت کے مبادیات عدلیہ کے ساتھ متحد نہ ہو۔ کیونکہ وہ اصحاب کبار اطاعت مصطفوی کے اولین اسوہ ہائے متشکل ہیں۔ وہ روایت یہ ہے۔

Marfat.com

ابوموسیٰ سے بیٹی اور پوتی اور بہن میں تقسیم میراث کے متعلق دریافت کیا گیا۔ تو انہوں نے بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف قرار دیتے ہوئے پوتی کو محروم کیا۔ اور پھر اس سائل سے کہا کہ عبداللہ ابن مسعود کے پاس جاؤ۔ وہ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ تو عبداللہ ابن مسعود نے فرمایا کہ میں گمراہ ہوں گا۔ اگر یہ فیصلہ کروں۔ میں قضائے نبوی صلعم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ بیٹی کے لئے نصف اور پوتی کے لئے سدس ہے تاکہ دو ثلث پورے ہوں (تکملہ الثلثین) اور باقی بہن کے لئے۔ پھر ہم آئے۔ ابوموسیٰ کے پاس اور ان کو خبر دی کہ عبداللہ ابن مسعود نے یہ کہا ہے۔ تو ابوموسیٰ نے کہا کہ جب تک یہ علامہ تمہارے درمیان میں موجود ہے۔ مجھ سے نہ پوچھا کرو۔

نیز بخاری میں مزید مروی ہے۔ کہ عبداللہ ابن مسعود نے یا تو اس طرح کہا کہ میں قضائے نبوی صلعم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ یا ایسے کہا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بیٹی کے لئے نصف اور پوتی کے لئے سدس اور باقی بہن کے لئے۔

تقسیم میراث واقعۂ متشکل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے عہد نبوی میں میراث کی تقسیم سے متعلقہ جس قدر واقعات پیش آئے ان سے جلیل القدر اور مقرب صحابہ کا ناواقف ہونا قرین عقل نہیں ہے اگر رسول پاک صلعم نے اس روایت بالا کے مطابق ترکہ متذکرۃ الصدر عورتوں میں تقسیم فرمایا ہوتا۔ تو ضروری تھا۔ کہ ابوموسیٰ جیسا جلیل القدر صحابی ضرور اس واقعہ متشکلہ سے واقف ہوتا۔ یا عبداللہ ابن مسعود اس کا حوالہ دیتے۔ چونکہ نہ انہوں نے اس واقعہ کا حوالہ دیا ہے۔ اور نہ ابوموسیٰ اس سے واقف تھے اس لئے قول عبداللہ ابن مسعود سے (کہ میں قضائے نبوی کے مطابق فیصلہ کروں گا۔) دستورِ میراث کی پیروی ان کی اپنی اجتہادی شرح کے ساتھ مقصود ہے۔[1]

پس روایت کا یہ حصہ کہ یا آں صلعم نے اس طرح فرمایا کہ بیٹی کے لئے .... الخ اشتباہ کی وجہ سے اور اس دلیل بالا کی رو سے مطابق واقعہ یا قرین صحت نہیں ہو سکتا اس لئے بلاشبہ اس روایت کی حیثیت زیادہ سے زیادہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے آگے نہیں بڑھ سکتی اور امت کے اجتہاد کا احتساب ہر وقت ہو سکتا ہے۔ جیسے حضرت ابوموسیٰ رض کے اجتہاد کو حضرت عبداللہ ابن مسعود رض نے قرین صحت نہ قرار دیتے ہوئے اپنی رائے ظاہر فرمائی۔ اور حضرت ابوموسیٰ نے اُن کے ساتھ اتفاق فرمایا۔

اس کے بعد یہ خاکسار تمام ملت اسلامیہ کے قلوب سے سوال کرتا ہے۔ کہ پوتی اور بیٹی اور بہن جب تینوں عورتیں وارث موجود ہوں۔ تو تقسیم ترکہ میں وہ پوتی کو کیا درجہ دیں گے۔ جس کے دادا کے درمیان اس کے باپ کا واسطہ موجود نہیں ہے۔ اور وہ بیٹی کی مانند وارث ہے۔ بالیقین دل اسی فیصلہ پہ مطمئن ہوں گے۔ کہ بیٹی اور پوتی دونوں ثلثین میں برابر شریک ہیں۔ پس بمطابق فرمان مصطفوی علیہ السلام عن والصبا ابن معبل ....

---

[1] ضابطۂ میراث تحفظات ۱۰ میں مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

اس فیصلہ سے ملّت اسلامیہ کے قلوب کا اطمینان عمومی فیصل بالحق ہے۔ کہ بیٹی اور پوتی میں دو ثلث پورا کرنے کے لئے بیٹی اور پوتی کو ایک درجہ دینا چاہئے۔ اور بہن کے لئے باقی ثلث تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

اگر پوتی کو دادا کی اولاد قرار دے کر ثلثین میں شریک کیا جاتا ہے۔ تو اس کے لئے سدس یعنی چھٹا حصہ مقرر کرنے کی کیا دلیل ہے؟ بالیقین کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ ثلثین میں دوسری بیٹی کی بجائے پوتی کی شرکت کی فطرت ہی اس حقیقت پر دلیل قاطع ہے۔ کہ وہ بیٹی کے ساتھ برابر کی شریک ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صحابۂ کبار کے مناقب عظمیٰ کو باہم اجتہادی اختلافِ رائے نقص کے ساتھ متاثر نہیں کر سکتی۔ کیونکہ کتاب و سنت کی اساس پر مسائل کا استنباط جسے اجتہاد کا نام دیا گیا ہے۔ شعور و فہم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ اور نفوس متعددہ کے افہام و افکار اختلافِ ماحول کی وجہ سے واقعاتِ دہر میں متعدد طریقہائے فکر کے ساتھ تداول کرتے ہیں۔ اور اسی دلیل سے مشورہ کو اللہ عزّوجل نے لازمۂ تدبیر قرار فرمایا ہے۔ اور اس کے لئے حکم دیا ہے۔ اور انہی تداولہائے شعوریہ کو اختلافِ اجتہادیہ کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔

جسے ملّتِ اسلامیہ کے تشاور وسیع کی حیثیت حاصل ہے۔ اور اسے ہر عہد میں انجام کار وحدتِ محور کے گرد تداورِ صحیحہ کے ساتھ ایک نقطۂ متحدۂ صادقہ پر مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ اس پر واقعاتِ عہد مصطفوی[1] شاہد ہیں۔ اور قرآن حکیم اس کی صحت[2] پر ناطق بالحق ہے۔

الحاصل چونکہ یہ ایک اصول ہے۔ کہ اگر کوئی روایت یا اس کے مفہوم کی صحت کو عدلِ نفس تسلیم کرنے میں متذبذب ہو۔ تو اس کو چھوڑ کر دستورِ عدل قرآن حکیم اور سنتِ مصطفوی کے مبادیاتِ عدلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ کیونکہ عدلِ دستور اور دستورِ عدل میں مستغرق فطرتِ عادلہ کی شہادت عدلیہ متحد الحقیقت ہیں۔

اور دستورِ عدل (جو مرجعِ فطری عزّوجل کی ذات پاک کا ترشح نور ہے) اور سنتِ مصطفوی صلعم (جو اس کی صورت متشکل ہے۔ اور اس کی نورانی حقیقت دستور عدل کی نورانی معنویت کے ساتھ متحد الحقیقت ہے) ملّت وسط کے لئے دلیلِ راہ ہیں۔ اور اس کے بعد منصبِ ابوت انس یا نیابتِ مصطفوی پر فائز فردیت امارت یا استخلاف فی الارض کا ہر وہ حکم واجب التعمیل

---

[1] تفصیل کیلئے غزوۂ احزاب سیرۃ النبی از علامہ شبلی جلد اول میں بنو غطفان کے ساتھ معاہدہ کرنے یا نہ کرنے کے متعلق مشورہ کی کیفیت مطالعہ فرمائی جائے۔

[2] وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ (النساء ع)

Marfat.com

میراث معاہد

اخوتِ عہدیہ کے تحت اقوامِ معاہد کے ادیان کے متعلق اُن پر اکراہ سے اجتناب بالعدل (جو فیصلۂ تکوینی فطرت ہے۔ کیونکہ اخوتِ عہدیہ و ذمیہ تابعیت بالعدل کیلئے فیصل بالحق ہے) اور نفس دولت میں شناسائے فطرت امور کی تحسین اور ناشناسائے فطرت امور کے اخراج کے لئے اساسِ عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضاہائے عدلیہ کے باہم تطابق بالعدل سے (عہد تصغیر کے ساتھ) معاہد اقوام کے میراث و ترکہ کو اس ظلم و فرط سے (جو ضعفا اور یتمیٰ اور عورتوں کے حقوق کو بے رحمی اور ظلم کے ساتھ متاثر کرتا ہے) اہتمام تصرفِ عدلیہ کی اس معیت میں جو اراکین اہتمام متذکرہ کی جانب سے تقاضاہائے اخوت نوعی کی ایفا ہے۔ تفحصاتِ عدلیہ کے ساتھ جو فردیت امارت کی الوہتِ فاضلہ پر ابنائے دولت کے متعلق عائد ہوتا ہے۔ پاک کر دینا چاہیے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْکَرِ کی وسعت کافۃ الناس کو اس دلیل سے محیط ہے کہ اساس عدل پر استوار فطرت تمام کائناتِ انسانی میں مشترک ہے۔ پس جو فعل فطرت کے ساتھ شناسا ہو یعنی وہ معروف ہو۔ عادل فعال الوالانس (امیر فرد) کو فیصلۂ فطرت کی رو سے جذبۂ الوہیت رحیم کے ساتھ اس کے نفاذ کا حق پہنچتا ہے۔ اور ہر ایسے فعل کو جو اساسِ عدل پر استوار فطرت سے ناشناسا ہو فیصلۂ فطرت کی رو سے الوالانس فعال نفس دولت سے خارج کر دینے کا حق رکھتا ہے۔ جو ابنائے دولت پر رحم فعال ہے۔

آیۂ بالا میں اقامِ صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ پر استقلال کے لئے وضاحت ربانی اس عزّ و جل کے ترشحاتِ عدلیہ میں مسلم عادل کے اس استغراق پر شہادت الٰہیہ ہے۔ جو مسلم عادل کے نفس کی حقیقت منوّرہ کو دستورِ عدل (ترشحِ عدلیہ الٰہیہ) کی حقیقتِ نورانیہ کیساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل اس کے نفس کا ترشحِ راغبہ قرار پاتا ہے۔ پس تشخیص و تجزیہ فطرت کی شہادت کے ساتھ جیسے کہ جلد اوّل میں وضاحت ہو چکی ہے۔ اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس سطحِ ارض پر اسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جائز حق عطا کرتی ہے۔ جس کے روبرو تمام کائناتِ انسانی کو گردن تسلیم و اطاعت جھکا دینی چاہیئے۔

عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کے عہد مبارک میں یہود کے مابین نفاذ فیصلہ ہائے عدلیہ سے متعلقہ واقعات جیسے کہ احادیث صحیحہ میں ان کی وضاحت کی گئی ہے۔ اقوام معاہد صاغر سے متعلقہ اخوتِ نوعی کے معاشرہ میں

Marfat.com

جہد تمکین عدل کے اسوۂ ہائے متشکل ہیں - کہ اُن کی پیروی تہذیب و تدبیر و سیاست سے متعلقہ جہد علیہ میں اس صلعم کے تتبع پر تکلیف بالعدل کی دلیل سے فردیت امارت پر باالعدل عائد ہوتی ہے - جو اس کی ابوت فاضلہ کی ابنائے دولت کے متعلق رحیم و قاہر تربیت فعّال ہے - اور اس حقیقت پر راسخ دلیل ہے کہ تمام ابنائے نوع انسانی کو ابوتِ مصطفوی اور نیابتِ مصطفوی کی صورت متشکل فردیت امارت کی ابوتِ فاضلہ کے ساتھ ملحق ہو جانا چاہیئے تاکہ علوی و عنصری تقاضاؤں کی الفا اُن کے نفوس میں عدل کو متمکن کردے - یہ حفظِ فطرت کا پیام ہے - جو نوع انسانی کے لئے ندائے امن ہے -

خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَاءً ... (النساء)

جزء

ب

تدبیر منزل

جامعہ عالیہ صدیقیہ
آلو مہار شریف ضلع سیالکوٹ

(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف والنشر

Marfat.com

ابوالانس (امیر فرد) قوتِ فعّالیہ کے تصرّفِ عدلیہ اور اجرائے

ہیبت قاہرہ سے نظامہائے منازل میں عدل کو متمکن کرتا ہوًا

فرطیات مفسدہ کو انسے خارج کر دینے کا ابوت فاضلہ کی رو

سے استحقاق رکھتا ہے!

محمد سعید

Marfat.com

تدبیرِ منزل

یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ..... الخ۔ نساء ع ۱

سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول[1] میں اور جلد دوم جزء الف سیاست مدن میں یہ ثابت ہوچکا ہے۔ کہ کائنات انسانی کی فطرت اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ فیصل بالحق ہے۔ کہ تمام نوع انسانی کا مرجع نسلی ایک ہے۔ اور وہ انسان اول ہے۔ اور اس کا خالق واحد مرجع فطری عزوجل ہے۔ اور اسی دلیل سے فطرت نفس واحد مرجع نسلی کے مقام الوہیت پر فائز داعی الی المرجع عادل فعال محمد الرسول اللہ صلعم اور بعد ہٗ صلعم کبریٰ میں عادل فعال امیر فرد کی وحدت محوریت کے گرد تند اور انفعالی کے ساتھ اس عزوجل کی طرف توجہ و رجوع کے لئے جو اکراہ صبری کی دلیل سے تقویٰ کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ فیصل بالحق ہے اس عزوجل نے اصول تدریج کی رعایت کے تقاضا سے پہلے انسان اول کو اور اس کے بعد اس کے جسم سے اس کی زوج کو خلق فرمایا۔ تاکہ وہ اس کی طرف حیثیت نوعی و ذاتی اور اتحاد عنصری کی دلیل سے سکون[2] حاصل کرے۔ اور اس کے بعد اس کی اولاد نے تزویج[3] ذکور و اناث کے ساتھ سطح ارض کو احاطہ کیا۔ جو تمام کائنات انسانی کو باہم اولو الارحام قرار دیتی ہے۔ اور اخوت رحمیہ کے حقوق کی ادائیگی کے لئے فیصل بالحق ہے۔ گویا یہ تمام نظام ہائے منزلی جنہوں نے آج سطح ارض کو مملو کردیا ہے۔ تعلق ہائے ارحام کی انتہائے باہمی کے تحت تشکیل منزل کے فطری التقاضا کے ایفا کے مقصد عظیمہ (بقائے نسل انسانی) کی صورت متشکل ہیں۔ یا اساس تسلسل نسل ہیں۔ اور اسی دلیل سے تزویج دین فطرت کی نصف[4] ہے کیونکہ مقصد دین فطرت کشف و تحلیل نفس ہے جو واحد مرجع فطری عزوجل کی طرف۔ توجہ و رجوع فطری کی منور الفائے عدلیہ ہے۔ اور تزویج تسلسل نسل سے وجود نفوس کا ذریعہ ہے۔ اور اس مقدس عہد کے ذریعہ

---

[1] جلد اول فاتحۃ العدل میں کثافت ارضی و حقیقت علوی اور تنزل و ستولد اس کی تدریج اور تمام انسانی جد و جہد ملاحظہ فرمائیں۔

[2] هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا (اعراف رکوع ۲۴)

[3] ..... خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً (النساء)

[4] عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی النصف الباقی (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

تعقید پاتی ہے۔ جسے نکاح کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بدلیل ایوب مدبرہ فاضلہ عادل فعال امیر فرد کو اور بحق فردیت امارت موسس منزل کے اہتمام کو فطرت اس تعقید عہد میں جو تقاضائے قوائے ادراک وتحریک[۵۱] کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اساسی حیثیت عطا کرتی ہے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا۔

لَا نِکَاحَ اِلَّا بِوَلِیٍّ — نہیں نکاح مگر ولی کے توسط سے — (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

اور چونکہ یہ مقدس تعقید جو نوعِ انسانی کے بقائے نسل کا ذریعہ ہے۔ مرد و عورت کی ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس لئے ان کی رضامندی اور اجازت کو مستلزم ہے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ موسس منزل فی الحقیقت اس منزل وسیعہ کے مدبر اعلیٰ کے مثل کی حیثیت سے فرض تربیت و ربوبیت و ولائت انجام دیتا ہے۔ جو تمام نظام ہائے منازل کی جامع ہے۔ اور منزل اوّل کی قائمقام ہے۔ اور جسے اصولِ تدریج نے دولتِ وسطیہ کی حیثیت عطا کی ہے۔ اور اس کا مدبر امیر فرد ہے۔ جسے تمام نوعِ انسانی پر اوّت فاضلہ حاصل ہے۔ پس اس دلیل قاطعہ کے ساتھ کہ جملہ منازل شعبائے نظام مدن ہیں۔ امیر فرد (ابو الانس) قوتِ فعالیہ کے تصرف عدلیہ اور اجرائے ہیئت قاہرہ سے نظام ہائے منازل میں فعال عدل کو متمکن کرتا ہوا فرطیاتِ مفسدہ کو ان سے خارج کر دینے کا ابوتِ فاضلہ کی رُو سے استحقاق فعال رکھتا ہے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا۔

عن عائشۃ ایّما امراۃ نکحت نفسھا بغیر اذن ولیّھا فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فنکاحھا باطل فان دخل بھا فلھا المھر بما استحل من فرجھا فان اشتجروا فالسّلطان ولی من لا ولی لہ

(رواہ احمد و ترمذی و ابو داؤد و ابن ماجہ)

جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرتی ہے۔ پس اس کا نکاح باطل ہے۔ پس اس کا نکاح باطل ہے پس اس کا نکاح باطل ہے۔ اگر وہ اس میں دخل کرتا ہے۔ تو اس کیلئے مہر ہے۔ اسکے عوض کہ اس نے اس کی شرمگاہ کو حلال کیا ہے۔ اور اگر وہ اختلاف کریں۔ تو سلطان ولی ہے۔ جس کا کوئی ولی نہ ہو۔

فطرت موسس منزل یا اس کے قائمقام کو تاسیس و ترتیب منزل یا اس کے استقلال وغیرہ کی دلیل سے بحق امیر فرد حق ولائت عطا کرتی ہے۔ اور اگر ولی اور متعلقین معاہدۂ نکاح (ہونے والے زوج و زوجہ) کے درمیان اختلاف ہو جاتا ہے یا ان میں سے ایک کو ولائت مذکورہ حاصل نہیں ہوتی۔ تو سلطان ابو الملّت کی حیثیت سے اپنی حیثیتِ ولائت کو نافذ قرار دیتا ہے۔ کیونکہ جیسے ترتیب و تاسیس منزل کی رو سے معاہدین نکاح پر موسس منزل کا حق ولائت قائم ہوتا ہے۔ اسی طرح فطرت تاسیس و تدبیر مدن درحالیکہ مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور منازل شعبہائے مدن ہیں) ابو الملّت کو ولائت فاضلہ کا حق عطا کرتی ہے۔ اس لئے بمطابق فرمانِ ربّانی۔ وَلٰکِنْ لَّا تُوَاعِدُوْھُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا[۵۲] (اور لیکن ان کے ساتھ مخفی طور پر وعدہ مت کرو۔ بلکہ گفتگو قول معروف کے ساتھ ہونی چاہیئے) (بقرہ - ۲۸)

---

۵۱ جلد اوّل جزء الف میں عنوان حفظ مطالعہ فرمائیں۔

۵۲ درحالیکہ فرمانِ ربّانی ولا جناح علیکم فیما عرضتم بہ من خطبۃ النساء .... الخ میں عمومیت بیان تمام عورتوں کے لئے اس فرمان ربّانی کو ناطق بالفصل قرار دیتی ہے۔

عقد نکاح ولائت معروف کے تحت انجام پذیر ہونا چاہیئے۔ اور تزویج میں قولِ معروف مؤسسِ منزل یا مدبر اعلیٰ (جسے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حیثیت فاضلہ حاصل ہے) کی ولائت عرفیہ کے تحت انجام تزویج سے تحقق پاتا ہے۔ جو احاطہ منزل و مدن میں معروفات عدلیہ یا مسلمات مشترکہ کی رعائت ہے۔ اور تدبیر منزل اور نظامِ مدن میں موجب سکون و استحکام ہے۔ اور اس کو چھوڑ دینے سے جو معروفات مشترکہ کی خلاف ورزی ہے، منازل اور مدن میں فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اور اسی دلیل سے نکاح سے متعلق مخفیانہ وعدہ جرمِ مدن ہے۔ اس لئے مسلماتِ معروفہ کے تحت تزویج فطرتِ نفس و منزل و مدن کی اقتضاء اور ایفائے عدلیہ ہے۔ ورنہ معروفات مسلمہ کی خلاف ورزی پر امیر فرد ابو الانس کو حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ ایسے نکاح کو فسخ کر دے جو ولائت معروف کے تحت تعقید نہیں پاتا۔ اور اس کی ہیبت موجبہ پر عاید ہوتا ہے۔ کہ حسب درجات جرمیہ رعائت تدریج کے ساتھ جو تطابق فطرتِ نفس و ماحولِ نفس ہے۔ آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کی حدود کو جاری کرتے ہوئے اس نشرِ فساد کو احاطۂ منزل و مدن سے خارج کر دے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ تعقیدِ تزویج میں فضلِ ولائت کے اہتمام کے ساتھ ذکور و اناث ہر دو کو فطرتِ منزلیہ پابند قرار دیتی ہے۔ مگر اناث کی وہ خصوصی کیفیتِ صنفیہ (جو اپنی فطرتِ تخلیقیہ کے ساتھ تاسیسِ منزل میں ان کے متعلق معیارِ اعتماد ہے۔ اور انہیں عزتِ ملی کی شہادت کے ساتھ ناموسِ محفوظ قرار دیتی ہے سورۂ نور میں آیاتِ متعلقہ افک ان کے متعلق اسی اہتمام تحفظ عدلیہ کی وضاحت ہائے ناطقہ ہیں) ان کے متعلق فضل ولائت کے اہتمام کو اہمیت خصوصی کے ساتھ پابند کرتی ہے۔ اور اسی لئے عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے ان کے متعلق حیثیتِ ولائت کی متذکرہ مخصوص وضاحت فرمائی ہے۔ نیز ذکور و اناث ہر دو کے متعلق چونکہ جامعیت کے ساتھ اہتمامِ ولائت اور اناث کے متعلق اس کی وضاحت خصوصی اور امیر فرد کی ولائت فاضلہ کے متعلق احادیث متذکرۃ الصدر شاہد ناطق ہیں۔ اور عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کی عملی شہادت امیر فرد یا مدبر اعلیٰ کی حیثیت ولائت فاضلہ کی تمکین کا اسوۂ متشکل ہے۔ جو مؤسسین منازل کے حق ولائت پر مدبر اعلیٰ یا امیر فرد کو از روئے فطرت فضل غالب عطا کرتا ہے۔ جیسے بروائت ابن عباس بحوالہ ابو داؤد بنی بکر کی ایک لڑکی ابو الملّت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور عرض کی۔ کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ بحالیکہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ تو حضور صلعم نے اسے اختیار دیا کہ وہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔

(یہ امیر فرد کی اس ولائت فاضلہ کی قدرتِ غالبہ کا نفاذ ہے۔ جو اسے تعقید تزویج اور اس کی شکست پر ابو الانس کی حیثیت سے حاصل ہے) اس لئے وضاحت متذکرہ کی روشنی میں اس دلیل سے کہ فطرتِ ابو الملّت کو تدبیر منزل میں تصرف عدلیہ کا حق عطا کرتی ہے۔ ضروری ہے۔ کہ تعقید نکاح اہتمام تصرفِ عدلیہ کے تحت انجام پذیر ہو۔ اور بوقت نکاح۔ . . .

. . . .

امیر فرد کی حیثیت ولائت کی وضاحت کے ساتھ نکاح و نفقہ اور عشرت معروف خلع و طلاق میں اس کے اختیار ولائت کے نفاذ اور احتساب عدلیہ کے حق فاضلہ کی وضاحت کو من جملہ شرائط نکاح قرار دیتے ہوئے سطوتِ ہیبتِ عدل کو نفوس افراد میں متمکن کر دیا جائے۔ جو اصول تدریج کے تحت تدبیر منزل میں ابوتِ اعلیٰ کے نفاذ عدل کا دیباچۂ تحقق بالعدل ہے۔ اور اس ابوتِ اعلیٰ کی فطرتِ فاضلہ متقاضی بالحق ہے۔ کہ ازدواج کے بعد اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ ازدواج کے ہر گونہ حالات باہمی سے وہ واقف ہوتے ہوئے ان میں آمر بالعدل ہو۔

Marfat.com

فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا عدل ہے۔ اور کشف وتحمل اسی کی حقیقت تکمیلیہ ہے۔ من جملہ لقائے نسل انسانی سے متعلقہ فطرت کے تقاضا کی ایفا عدل کی ایک جانب ہے۔ جو اس کے نصف دین ہونے کی حقیقت ہے۔ اور اس کا ایفا فرطیات[1] سے تحفظ کی دلیل کے ساتھ اسی حقیقت پر شہادت ہے۔

پس موسسین منازل پر یعنی امیر فرد بلوغ ذکور واناث پر ان تقاضاہائے عنصری کے تحقق سے جو توا تر نسل کا ذریعہ ہیں۔ ان کی تزویج کا اہتمام عاید ہوتا ہے۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے فرمایا۔ کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو اسے چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے۔ اور اس کی اچھی تادیب وتربیت کرے۔ اور جب سن بلوغ کو پہنچے۔ تو اس کی تزویج کرے۔ اور اگر نہیں کرتا۔ اور وہ کسی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو اس کا گناہ اس کے باپ[2] پر ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ نظام منازل کے مدبر اعلیٰ یعنی امیر فرد پر عاید ہوتا ہے۔ کہ تمام احاطۂ ملت و ملک میں پھیلے ہوئے نظام ہائے منزلی میں موسسین منازل کے درمیان عدل تقصاد اور عدل معاشرہ کی تمکین سیر انہم کے ساتھ تزویج باہمی سے متعلقہ نفقات کا ایک معیار محقق فی العدل مقرر کر دے۔ اور ابنائے دولت میں اپنی حیثیت مدبرہ فاضلہ کو نافذ بالعدل قرار دیتے ہوئے تمکین شوکت ابوت فاضلہ کا مصدق ہو۔ تاکہ فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا میں اسراف واقتار سے متعلقہ موانع ابنائے دولت کے عدل ایفائے حوائج میں حائل نہ ہوں۔ یعنی ابو الانس پر عاید ہوتا ہے کہ ان تمام فرطیات نفق کو نظام ہائے منازل سے اہتمام تصرف عدلیہ اور ہیبت فعال کے ذریعہ خارج کر دے۔ جو فطری تقاضاؤں کی ایفا بالعدل کو روک سکتی ہیں۔ اسوۂ حسنہ مصطفوی صلعم نفق کے اس معیار عدل پر شہادت دیتا ہے جس پر عمل سے ملت کا ہر فرد اپنے فطری تقاضاؤں کو ایک مدت تک معطل نہ کرتا ہوا۔ تقاضائے فطری کی اس جانب کو عدل کے ساتھ انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے نکاح پر اس صلعم نے ایک پلنگ اور ایک بستر اور دو چکیاں اور ایک مشک جہیز میں دی۔ اور اس صلعم کے حکم سے صرف زرہ کی قیمت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مہر اور متعلقہ اخراجات کو بالعدل انجام دیا۔ جو اس صلعم کی بحیثیت امیر فرد نفق کے اس معیار عدلیہ کی تقدیر بھی جس پر ملت کے ہر فرد کو اس وقت قدرت ممکن تھی۔ نیز یہ اس صلعم کی ابوت فاضلہ کی جانب سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے تدبیر عادلہ کا نفاذ بالعدل تھا۔ علیٰ ھذا اس شوکت مدبرہ پر کثرت واقعات عہد مصطفوی شاہد ہیں پس امیر فرد کی قدرت نفعا کے تحت تمام فرطیات جزئی کو دباتے ہوئے دولت وسطیہ کو تزویج ذکور واناث انجام دینی چاہیئے۔ اور صرف اسی طرح تدبیر منزل میں تحفظ عدل ممکن ہے۔ کہ ہر تزویج امیر فعال کے تصرف تدبیریہ کے تحت (جو نائبین فعال اور اہتمام تصرف عدلیہ کے توسط کو وسعت ملی کی دلیل سے ضروری قرار دیتا ہے) انجام پذیر ہو۔ تاکہ فرطیات جزئی خلقی تقاضاؤں کی ایفا میں حائل نہ ہو سکیں۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلین صلعم نے فرمایا۔

إِذَا خَطَبَ إِلَيْكُمْ مَنْ تَرْضَوْنَ دِينَهُ وَخُلُقَهُ فَزَوِّجُوهُ إِنْ لَا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيضٌ (مشکوٰة)

جب تمہاری طرف کوئی شخص پیغام بھیجے۔ جس کے دین کو اور خلق کو پسند کرتے ہو۔ تو نکاح کر دو۔ اگر ایسا نہ کروگے۔ تو زمین میں فتنہ اور فساد

ف۱ اے معشر شباب جسے تزویج سے متعلقہ استطاعتیں حاصل ہوں۔ اسے چاہیئے۔ کہ نکاح کرے۔ کیونکہ وہ حافظ بصر اور فرج ہے۔ اور جو استطاعت نہ رکھتا ہو۔ اسے صائم الدہر رہنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ خصا ہے۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

ف۲ (مشکوٰۃ کتاب النکاح)

کیونکہ اس تصرف قاہرہ کی قدرت کے بغیر دین اور اخلاق کے علاوہ دیگر رجحانات کثیف اپنی مانعی حیثیت کے ساتھ تدریج میں باعث تاخیر ہو کر کثافت نفس کے تقاضاؤں کو تعطل اہتمام ایفائے عدلیہ کی وجہ سے ایفا یا الفرط کی طرف جھکا دیتے ہیں۔ جو وجہ فساد فی الارض ہے۔

علیٰ ہذا چونکہ مرد اور عورت کی تدریج بقائے نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔ اور معاہدۂ نکاح نظام منزل کی تشکیل کو متحقق کرتا ہے۔ اور استحکام نظام مودت باہمی کو ضروری قرار دیتا ہے۔ جو تعلق کی فطرت کا تقاضا ہے اس لئے عادل فعال صلعم نے (رجوا لہٗ ابو داؤد) فرمایا کہ جو شخص عورت کو مرد کے خلاف بدراہ کرتا ہے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ .... الخ

کیونکہ وہ فطرت کی مخالفت کرتا ہے۔ اور دین حق فطرت ہے۔ اور ایسی بدرہی فساد منازل کی بنیاد پر سیاست مدن میں فساد بپا کر دیتی ہے۔ اس لئے مؤسسین منازل کیونکہ اس عنصریت مشترکہ کی وجہ سے جو بحیثیت اولیاء اناث اور ان کے متعلقین میں پائی جاتی ہے۔ اور ذکور کے اس فضل کی وجہ سے جو اناث پر فطری طور پر انہیں حاصل ہے۔ بالعموم یہ مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ پس انہیں چاہیئے۔ کہ محرکات عنصری پر قدرت شعوری کے تحقق سے نظام منازل و مدن وجہ استقلال اطمینان ہوں۔ اور اگر وہ خطرۂ مقصدہ اپنا مذموم نتیجہ مرتب کر دیتا ہے۔ تو امیر فعال اور اس کے اہتمام تصرف عدلیہ پر عاید ہوتا ہے۔ کہ اس سے احاطۂ منزل و مدن کو پاک کر دے چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ اس حقیقت پر شاہد عادل ہے۔ کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا میں کبھی خانگی معاملات کے متعلق رنجش ہو جاتی تو آنحضرت صلعم دونوں میں صلح کرا دیتے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا۔ آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ اور صفائی کرا دی۔ تو مطمئن اور مسرور باہر نکلے۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ گھر میں گئے تھے۔ تو اور حالت تھی۔ اب آپ اس قدر خوش کیوں ہیں۔ فرمایا میں نے ان دو شخصوں میں مصالحت کرائی ہے۔ جو مجھ کو محبوب تر ہیں۔

اور یہ بحیثیت مؤسس منزل اور بحیثیت ابو الملت (یعنی ہر دو حیثیتوں کے ساتھ) آپ کا امر بالعدل تھا۔

جلد اوّل میں یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ نفس انسانی میں تمکین عدل خواہش کو فطرت نفس سے خارج قرار دیتی ہے۔ یعنی کشف نور اور تحمل نور سے تقاضا ہائے عنصری کی ایفا میں ہوائے نفس یا رجحانات تاریک و کثیف کو دخل نہیں رہتا۔ بلکہ فطرت اپنے اس تقاضا کو بالعدل پورا کرتی ہے۔ جو بقائے حیات انسانی یا بقائے نسل انسانی کا ذریعہ ہے۔

یہی معاہدہ نکاح کا بنیادی اور مقدس اصول ہے۔ (تعقید معاہدہ کی ضرورت کو جلد اوّل عنوان حفظ اور جلد دوم عنوان فاحشہ کے تحت متحقق کر دیا گیا ہے)

پس چونکہ یہ اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضائے عنصری کی ایفا کا ذریعہ ہے۔ اور اسی سے نسل انسانی میں تسلسل قائم رہتا ہے۔ اور وسعت تحقق پاتی ہے۔ پس اس کی بنیادی حیثیت کے ساتھ تعقید بلا لحاظ ہی اس کی جزئیات میں تمکین عدل کے تحقق کا موجب ہو سکتی ہے۔ یہی فرمان ربانی۔

وَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ ذٰلِكَ اَدْنٰۤی اَلَّا تَعُوْلُوْا وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً

(النساء رکوع ۱)

اگر اندیشہ ہو کہ تم یتیمی میں عدل قائم نہیں رکھ سکو گے۔ تو نکاح کرو عورتوں میں سے جو تمہیں پسندیدہ ہوں۔ دو تین چار اور اگر تمہیں اندیشہ ہو۔ کہ عدل قائم نہ رکھ سکو گے۔ تو ایک ہی کافی ہے اور جو ملک یمین ہو یہ زیادہ قریب ہے۔ اس کے کہ تم ظلم نہ کرو۔ (حد عدل سے تجاوز نہ ہو) اور عورتوں کے مہر خوشی سے ادا کرو۔

اہتمام یتمیٰ پر بحث جلد اول جزء ب عنوانِ تدبیر منزل اور شعبۂ اہتمام یتمیٰ کے تحت بھی گزر چکی ہے۔ یتمیٰ ابو الملت امیر فرد کے تحت اس منزل وسیعہ کے رکن ہیں [جو تمام نظام ہائے منزلی کی محیط ہے۔ اور اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی اور فرد و ملت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نفس ملت کی تکمیل عدلیہ اسے دولتِ وسطیہ کے نام سے معنون کرتی ہے) اور اس رکنیت عدلیہ پر آیۂ مقدسہ وان تخالطوھم فاخوانکم ناطق بالحق ہے۔ اس لئے بحق دولت وسطیہ اُن موسیس منازل کو جو گویا دولت وسطیہ کے شعبہ ہائے منزلیہ کے ذمہ دار ہیں۔ اور قرابت رحمیہ کی دلیل حافظہ سے یتمیٰ کی تولیت اُن پر عاید ہوتی ہے۔ یہ ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ کہ یتیم الرکیا کا معیار عدل سے ساقط حیثیت کے ساتھ نکاح کریں۔ اور ان کی اس حیثیت مساویہ سے اُن کو گرا دیں۔ جو غیر یتمیٰ میں متحقق ہے اس لئے ابو الملت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ افراد ملت کو ایسے اعمال مفرطہ سے روک دے۔ کیونکہ از روئے فطرت تمام افراد مدن پر اسے حق ابوتِ اعلیٰ حاصل ہے۔ اور اسی دلیل سے ان کی تہذیب و تادیب اس پر عائد ہوتی ہے۔ علیٰ ہٰذا یتمیٰ کے جملہ حوائج جزئی خورد و نوش و اکل و شرب و لباس میں ان کے ساتھ سلوک اس معیار عدل پر معتمد ہونا چاہیئے۔ جو منازل ملی میں غیر یتمیٰ کے لئے متحقق ہے۔ جو معاشرہ دولت میں تنصیف صحیحہ یا جوانب میزانیہ میں تساوی ثقل کی دلیل سے تمکین حقیقت عدل ہے۔ اور آیۂ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ کا مدعا و مقصود ہے۔ اور فرمانِ ربانی فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ پر فرمان اللہ کَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ وَلَا تَحٰٓضُّوْنَ عَلٰى طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ معاشرۂ عدلیہ کی نفس دولت میں تمکین کو فرطیات سے محفوظ قرار دینے کے لئے ناطق بالحق ہے پس واحد مرجع فطری عزوجل کی نیابت فاضلہ پر فائز ابو الانس امیر فرد پر عائد ہوتا ہے۔ کہ بحق واحد مرجع فطری عزوجل واحد مرجع نسلی کے منصب ابوت پر فائز ہونے کی دلیل سے نفسِ دولت میں یتمیٰ اور مساکین کے معاشرہ کو اس معیارِ عدل پر معتمد قرار دیتے ہوئے جو دیگر ابنائے دولت کے لئے متحقق ہے۔ اپنی ابوت فاضلہ کے تقاضا ہائے رحمیہ کی ایفائے فعال سے جملہ ابنائے دولت کے لئے موجب اطمینان ہو۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ قرآن حکیم انفرادی اور تشکیل جماعت کے جملہ تدریجی کوائف اجتماعیہ کی مطابقت و رعایت سے جامعیت کے ساتھ حکم نافذ کرتا ہے۔

پس دولت وسطیہ اور اس کے محور ابو الانس امیر فرد کو وحدت منزل اول اور اس کی محیطۂ عالم وسعت اور وحدتِ ابوت الانس کی دلیل سے اس نگہداشت عدلیہ کے لئے اہتمام تصرف عدلیہ سے متحد نظام مدن کے تحت بالاستقلال والانفراد شعبۂ اہتمام یتمیٰ خصوصی طور پر قائم کرنا چاہیئے۔ جو ان کی ہر گونہ حفاظت و کفالت عدلیہ کا فرض انجام دے۔ (اور یہ حقیقت علیہ ارکین تحفظ و تکفل شعبۂ یتمیٰ کے متعلق آیۂ حجاب سورۂ نور کے تحت صنفی تحفظات کی رعایت کو مستلزم ہے۔ جو خدمتِ ذکور و اناثِ یتمیٰ کے لئے اتحادِ نوعی و جنسی کو ضروری قرار دیتی ہے)

پس شعبۂ اہتمام یتمیٰ کی فطرت تشکیلیہ کا مقصد اس پر یہ فرض عائد کرتا ہے۔ کہ تا نسلی بخشش اہتمام منزلی کی صورت میں وہ

ف۱ یتمیٰ کے لئے قائم بالقسط ہو جاؤ۔ (میزان عدل یتمیٰ اور غیر یتمیٰ کے متعلق کسی ایک طرف جھکنے نہ پائے) (النساء ع ۱۹)

ف۲ پس یتیم کو حقیر مت کر (والضحیٰ)

ف۳ نہیں نہیں بلکہ تم یتیم کی عزت نہیں کرتے اور نہ مسکین کے کھانے کی طرف رغبت دلاتے ہو۔ (فجر)

ف۴ عنوان تصرف عدلیہ مطالعہ فرمائیں۔ ف۵ (احادیث مصطفوی کی شہادت کے تحت) ایسی قابل تعریف بیوگان جو یتمیٰ کی پرورش کے

× اپنے آپ کو روکتی ہوئی ان کے لئے اس نظام منزلی کو قائم رکھتی ہیں۔ جس کے وہ افراد تھے۔ اُن کو شعبۂ اہتمام یتمیٰ کے حصص قرار پائیں گے الیں اُن کے تحفظ کی ذمہ دار قرار پائے گی۔ اور اس مرحلہ عورتوں کی وہ علمی و فنی تربیت جسے اثنائے پرورش و تربیت میں واقع ہو جانا چاہئے

خود اپنے بلا واسطہ اہتمام کے ساتھ ان کی تربیت عدلیہ اور نکاح اور تعلیم اور ان کے لئے خدمت مدن کی سپردگی کا کفیل کامل ہو۔ اور دیگر اہتمامات منزلیہ کی صورت میں جو قرابت حافظہ کی دلیل سے یتیمی کے لئے تحقق پاتے ہیں۔ وہ ان کی تعلیم و تربیت نکاح اور سپردگی خدمت مدن کے متعلق احتساب کا ذمہ دار ہو۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ

(نساء - ۱)

اور بیوقوفوں کو اپنا مال جسے اللہ نے تمہارے قیام کا ذریعہ بنایا ہے۔ مت سپرد کرو۔ اور ان کو (یتیمی کو) کھلاتے اور پلاتے رہو۔ اور ان سے معروف کے ساتھ گفتگو کرو۔ اور یتیمی کو جانچتے رہو۔ حتیٰ کہ جب وہ نکاح کی عمر کو پہنچیں اور تم ان میں رشد (اچھائی) محسوس کرلو۔ تو ان کے اموال ان کی طرف لوٹا دو۔

ملت کے ساتھ مجموعی خطاب سے یتیمی کے اموال کو ان کی رکنیت ملّی کی دلیل سے ملت کا مال قرار دیتے ہوئے ملت کے نظام اجتماعی پر خالق فطرت عزّ وجلّ نے یتیمی کی کفالت مخصوصہ کا فرض عاید کیا ہے۔ اور ابتلائے یتیمی سے مقصود ان کے اہتمامات تربیت اور نتائج تربیت کا احتساب ہے۔ اور ابلاغ نکاح اور مانس رشد اور دفع مال سے مقصود صحت تربیت کی دلیل سے نکاح کے لئے ان کی عمر طبعی کی رعایت کے ساتھ ان کی طرف دفع مال، سے ان کے لئے اہتمام ازدواج ہے۔ اور اہتمام تجارت۔ وغیرہ (اہتمام خدمت مدن) ہے۔ کیونکہ مال فی الحقیقت بحق سیاست مدن حاصل کرنے کی دلیل سے جو ان کے آبا کی حق خدمت مدن کے عوض استقلال جاریہ کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ بحق سیاست مدن ان کی ملکیت ہے۔ جس پر مضمون وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمْ شاہد بالحق ہے اور تجارت اساس اقتصاد ہے۔ اور دیگر اسباب اقتصاد اس کے توابع ہیں۔ کیونکہ اثمار زراعت اور جملہ اسباب عنصری کا تبادلہ تجارت سے تحقق پاتا ہے۔ جو جامعیت کے ساتھ حوائج حیات کی کفالت کرتا ہے۔ اور اسی دلیل سے یتیمی کے متعلق تجارت (خدمت مدن) اور اس کے توابع (جو من جملہ سیاست مدن ہیں اور ذریعہ ایفائے حوائج عنصری ہیں) کی سپردگی ملت کے نظام اجتماعی پر صحت ابتلاء کے ساتھ عاید ہوتی ہے

آیات آئندہ میں خالق فطرت عزّ وجلّ نے یتیمی کے محتاج منتظمین (یا شعبہ مخصوصہ) کے لئے بحق سیاست ان خدمت یتیمی کے عوض ان کے یا سیاست مدن کے اقتصادی حالات یا معیار کی مطابقت کے ساتھ اجرت معروف بلا اسراف کے حاصل کرنے کی اجازت دی ہے۔ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔ وَلَا تَاْكُلُوْهَاۤ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۚ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ .... الخ

یعنی یتیمی کے متعلق عوض خدمت میں عدل نفس اور ایسے عدل عوض کو جو بدلیل احتیاج تحقق پاتا ہے۔ متحد کرتے ہوئے۔ اسی طرح عوض خدمت کا حق اس دلیل سے ان منتظمین کو پہنچتا ہے۔ کہ وہ یتیمی کی تربیت حسن اور ان کی تادیب عدلیہ کے لئے ذمہ دار قرار پاتے ہیں۔ اور ان پر نفق معروف کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے) ان کی طرف ان کے مال کا عود نظم و ضبط کے تحت ہونا چاہیے جو فرمان ربانی وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ سے مقصود بالعدل ہے

---

[1] اور ان کے بڑا ہو جانے کے خیال سے ان کے مال کو اسراف سے مت کھا جاؤ۔ اور جو غنی ہو وہ اس سے بچے اور جو فقیر ہو۔ وہ معروف و عدل سے کھائے پس جب تم ان کے اموال انکی طرف لوٹاؤ۔ تو اس پر شہادت قائم کرو۔ النساء مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النفقات فصل ثانی حدیث ملاحظہ ہو۔

[2] یتیم کے مال کے قریب مت جاؤ۔ مگر بطریق احسن سے حتیٰ کہ وہ اپنی نہایت قوت تک پہنچے۔ (بنی اسرائیل ۴)

نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ قرآن حکیم میں نزول احکام انفرادی اور تشکیل جماعت کے مدارج تدریجیہ (تاسیس و توسیع و تشدید ملی) کے جملہ کوائف کی مطابقت کے ساتھ جامعیت کاملہ کی کفالت کرتا ہے۔ اور تمدن کے مدارج معاشری میں اقرب بالعدل ہے۔

نیز تمدن و معاشرہ کی بنیاد چونکہ تشکیل نظام منزل ہے۔ یا معاہدہ نکاح ہے۔ جو اساس تسلسل نسل ہے۔ اس لئے تعقید نکاح میں یتیمیٰ پر ظلم جو فرط معاشری ہے۔ ہرگز دخیل نہیں ہونا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اصول میں سیران ظلم کی دلیل سے فروع میں سیران ظلم کا موجب ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا فرمانِ مصطفوی استحلو فروج النساء باطیب اموالکم[1] سے یہی تحفظ عدلیہ مقصود رکھا گیا ہے۔ یعنی اٰتوا النساء صدقٰتھن نحلۃ کی ایفا اس مال کے ذریعہ ہونی چاہیئے۔ جو کسب بالعمل کی دلیل سے طیّب ہو۔ آیت مذکرہ میں اس تحفظ عدلیہ کی وضاحت کے بعد اس عزّوجلّ نے دو تین چار تک ازدواج کی اس طرح صراحت فرمائی ہے۔ کہ ازواج کی چار تک تحدید اور امکان ضعف نظرت کے اندیشہ سے ایک تک اکتفا حدّ عدل سے قریب تر ہے۔ پس جیسے ہر فرد کی ابوتِ فاضلہ کی دلیل سے (جس کا تصرف تدبیریہ معیار عدل ہے) تمام ابناؤ بنات دولت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ محور ابوت کے گرد تداور صحیحہ کے ساتھ عقد نکاح کی توثیق کریں۔ اسی طرح ایک سے زاید نکاح کا اذن بالعدل بھی ابوتِ فاضلہ کے گرد تداور بالعدل کے ساتھ جو معیار عدل پر اس کی توثیق اعتمادیہ ہے" مشروط ہونا چاہیئے۔ دراں حالیکہ امت کو تعداد اربعہ تک مجاز فرمانا ان مصالح کی بنا پر ہے۔ جو ملّی اور معاشری حالات کی وجہ سے پیش آتے ہیں۔ اور جن کی وجہ سے کثیر مستورات شوہروں اور اقربا کی سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ جلد اوّل میں عنوان تدبیر منزل کے تحت اسوۂ مصطفوی پر تبصرہ کرتے ہوئے اس پر بحث کی گئی ہے:-

نیز وضاحت ماطاب لکم کے ساتھ خالق نظرت عزّوجلّ نے تزویج کو رضامندیٔ جانبین کے ساتھ مشروط فرمایا کیونکہ ذکور کی اناث کے متعلق پسند و انتخاب جوان کے حق فاضلہ کی وضاحت ہے۔ اناث کے ذکور کے متعلق پسند و انتخاب کی اس کیفیت کو مستلزم ہے۔ جو ذکور میں پسند کے جذبہ کو متعلق کرتی ہے۔

اور چار تک ذکر میں قرب بالعدل کی وجہ قایم کرتے ہوئے تحدید اور زاید کے متعلق نہی کا مذکور نہ ہونا اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ صرف وہ ذات مصطفوی صلعم جسے چار سے زاید کی صورت میں بھی عدل پر قدرت کاملہ ممکن تھی۔ اور اس کا اسوۂ حسنہ جملہ جزئیات منزلی میں تکمیل متشکل چاہتا تھا۔ تاکہ اُمت کے لئے دلیل راہ ہو۔ اور عملی تکمیل کے بغیر چونکہ اسوۂ حسنہ شکل و صورت نہیں پا سکتا اس لئے بمطابق آیہ۔

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَاءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُصَافِحِيْنَ ؁

(النساء ع)

اور ان کے علاوہ (محرمات کے علاوہ) تم پر حلال کر دی گئی ہیں (عورتیں) کہ تم اپنے مال کے ساتھ مہر سے اُن کو اختیار کرو۔ حفاظت میں لاتے ہوئے نہ کہ ہوائے نفس کو پورا کرتے ہوئے۔

چار سے زاید ازدواج کے لئے امت میں معاشری عدل کی تعلیم کو اسوۂ متشکل کے ساتھ مکمل کرنے کے لئے وہ عادل فعال صلعم الخ

---

[1] عورتوں کی فروج کو اپنے پاکیزہ اموال سے حلال کرو۔ (جامع الصغیر)

[2] اور اسی دلیل سے النظر الی المخطوبہ کو جواز حاصل ہے۔

عزوجل کے حکم سے اختیار رکھتا ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اس پردۂ غیب کی دلیل سے جو امتزاج لطافت وکثافت کے نتیجہ میں اس کے رُخ شعوری کو محجوب کر دیتا ہے۔ نمونۂ متشکل کے بغیر راہ نہیں پاسکتا۔ جیسے خطبۂ حجۃ الوداع میں آں صلعم نے جاہلیت کے تمام انتقامیہ کے خون اسوۂ متشکل کی شہادت کے اس اعلان عام کے ساتھ باطل فرمائے۔

دماء الجاهلية موضوعة وان اول دم اضع من دمائنا دم ابن ربيعة بن الحارث
(سیرۃ النبی بحوالہ مسلم و ابو داؤد)

جاہلیت کے تمام خون (انتقامیہ خون) باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ ابن حارث کے بیٹے کا خون باطل کرتا ہوں۔

علیٰ ہذا اس عادل فعال صلعم نے جاہلیت کے تمام سود اسوۂ متشکل کی شہادت ذیل کے ذریعہ باطل قرار دیئے۔

وربا الجاهلية موضوع واول ربا اضع ربانا ربا عباس ابن عبد المطلب
(سیرۃ النبی بحوالہ مسلم و ابو داؤد)

جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے (اپنے خاندان کا سود) عباس ابن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

علیٰ ہذا اس موقعہ پر اس عادل فعال صلعم نے عورتوں کے متعلق اپنے اس عادل اسوۂ متشکل کی شہادت کے ساتھ جس سے ہر مسلمان بطور عمل مصطفوی واقف اور باخبر تھا۔ عدل معاشرہ کی وضاحت فرماتے ہوئے حکم دیا۔

فَاتقوا اللّٰه فِي النِّسَاءِ (سیرۃ النبی بحوالہ مسلم و ابو داؤد)
عورتوں کے بارہ میں خدا سے ڈرو۔

اِنَّ لَكُمْ عَلٰى نِسَاءِكُمْ حَقًّا وَ لَهُنَّ عليكم حقًا (سیرۃ النبی بحوالہ طبری)
تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔

چنانچہ وہ صلعم (بحوالہ سیرۃ النبی) مرض موت میں بھی پانچ دن از راہ عدل و کرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے[1] .... الخ

گویا وہ صلعم خالق فطرت عزّ وجلّ کے حکم کی تعمیل میں جو فطرت انسانی کے تقاضاؤں کی مطابقت تھی۔ تہذیب شخصی اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں اپنے اسوۂ متشکل کے ساتھ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوا۔ چنانچہ من جملہ تدبیر منزل کے متعلق مندرجہ ذیل فرمان ربانی اسی حقیقت پر شہادت ہے۔ جس میں اللہ عزّ وجلّ نے صیغۂ تکلم سے نفاذ امر میں خصوصیت ذاتی کو ظاہر فرمایا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآىِٕهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا۔
(احزاب ع ۵)

پھر جب زید اس سے اپنی حاجت پوری کر چکا تو ہم نے اس کا تیرے ساتھ نکاح کیا تاکہ مومنین کو ان کے ادعیاء (منہ بولے بیٹوں) کی ازواج کے متعلق حرج نہ ہو۔ جبکہ وہ اپنی حاجت ان سے پوری کر چکیں۔

اس فرمان ربانی میں لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ ازواج مطہرات کے آں صلعم کے ساتھ نکاحوں میں امت کے ہر عہد میں معاشری مصالح عظمیٰ کو مکمل کرنے کے لئے اقتدائے پسندیدہ ملحوظ رکھی گئی ہے کیونکہ نفس انسانی اقتدائے عملی میں قانون متشکل کی طرف فطری احتیاج رکھتا ہے۔ چنانچہ نوع انسانی کی طرف اسی میں سے مرسلین کی بعثت

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم باب وفات مطالعہ فرمادیں۔

Marfat.com

اس حقیقت پر فطرت کی ایک مستقل شہادت ہے۔ پس داعی الی المرجع صلعم کا مرجع فطری میں استغراق اور اس صلعم کا خلق نافعہ امت کے لئے فعال عدل متشکل ہے۔ اور الی یوم القیمہ اس صلعم کی امت میں اس صلعم کا تصرف متشکلہ تو اتر عدل کا ذریعہ ہے۔ علیٰ ہذا نظام منزل و مدن میں اس کی تدبیر و سیاستِ متشکل ہی فاتحۃ العدل تدبیر و سیاست ہو سکتی ہے۔

کیونکہ دستور غیر متشکل مقصد قانون کے محجوب ہونے کی وجہ سے اس سے ناآشنا سا فطرتِ نفس کی رہنمائی کے لئے کفالت نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے متشکل ہونے سے اس کا مقصد بے حجاب ہو جاتا ہے۔ اور وہی اس کی تکمیل نزولی ہے۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ اگر صرف نزول دستور کفایت کر سکتا۔ تو بعثت انبیا کی کچھ ضرورت نہ تھی۔ پس جیسے نماز۔ روزہ۔ ذکر۔ تہجد۔ حج زکوٰۃ وغیرہ استغراقی جد و جہد کے لئے اس صلعم کا عمل متشکل ہی امت کے لئے دلیل راہ ہے۔ اسی طرح نظام منزل میں بمطابق فرمان مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسَافِحِيْنَ (حفاظت میں لانے والے نہ کہ ہوائے نفس کو پورا کرنے والے) اور بمطابق شہادت عائشہ رضی اللہ عنہا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنَ اس صلعم کی تدبیر متشکل ہی جملہ مصالح[1] معاشری کی رہنمائی کے لئے فطرت کے تقاضاؤں کو پورا کر سکتی تھی۔ الحاصل ان آیات کے تطابق سے یہ نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ کہ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ۔ اول المسلمین صلعم کے متعلق مصالح بالا کی دلیل سے چار سے زائد ازواج کے متعلق حق جواز محقق ہے۔ اور چار سے زائد کے متعلق نہی کا وارد نہ ہونا حکم بالا کو اس صلعم کے متعلق مصالح متذکرہ کی روشنی میں نافذ قرار دیتا ہے۔

پس جب اس صلعم کے اسوۂ متشکل کے ذریعہ آمر بالعدل عزّ و جلّ نے عدلِ منزل کو کہ سیاستِ مدن اسی کی صورتِ وسیعہ ہے کائناتِ انسانی کے لئے متشکل فرما کر منزل سے متعلقہ مقصد بعثت کی ایفا فرمائی تو ضروری تھا۔ کہ امت کے لئے ازدواج میں تحدید و تقدیر معینہ کو نافذ قرار دیا جاتا جو نفسِ ملت کے فطرتِ انسانی کی تکمیل عدلیہ تک کے درجات تدریجیہ کے اجتماعی تقاضا کی ایفا ہے۔ چنانچہ فرمان متذکرہ میں چار تک تحدید ازواج اور اندیشۂ سقوطِ عدل سے ایک تک تحدیدِ نفسِ منزل میں تمکینِ حقیقتِ قربیہ بالعدل کی وضاحت ہے۔ . . . . فرمانِ متذکرہ میں ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا سے یہی حقیقتِ قربیہ بالعدل مقصود فرمائی گئی ہے۔ جس کی اس عزّ و جلّ نے دوسرے مقام پر اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ (النساء ۱۹)

اور اگر تم کتنا ہی چاہو۔ کہ عورتوں کے درمیان عدل کر سکو۔ نہیں کر سکتے۔ پس کسی ایک طرف بالکل ہی نہ جھک جاؤ۔ اور دوسری کو ایسا کر دو۔ جیسے وہ درمیان میں لٹکتی ہوئی ہو۔

پس اگر رجحان عنصری میں اختیار ممکن نہیں۔ تو رجحان متذکرہ پر ضبط شعوری جو ارادہ کی حقیقت ہے۔ فطرتِ نفس کی شہادت کے ساتھ عمل پر اختیار ارادی کو ضرور محقق کر دیتا ہے۔ اس لئے عمل معاشری کو نقطۂ عدل سے ساقط نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ

اور ان کو مت لٹکائے رکھو ظلم کی نیت سے اور جو ایسا

---

[1] جلد اول میں اس حقیقتِ عدلیہ پر مفصل بحث گذر چکی ہے۔

[2] جلد اول میں شعبۂ تدبیر منزل بھی ملاحظہ فرمایا جائے۔

Marfat.com

فقد ظلم نفسہٗ (البقرۃ) کرے گا وہ اپنی جان پر ظلم[1] کرتا ہے۔

فرمانِ ربانی فَاِنۡ لَّمۡ تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَۃً اور فرمانِ ربانی وَلَنۡ تَسۡتَطِیۡعُوۡۤا اَنۡ تَعۡدِلُوۡا بَیۡنَ النِّسَآءِ ...... الخ کا تطابق اس حقیقت پر دلیل ہے۔ کہ خالقِ فطرت عزّ وجلّ نے فطرتِ نفس کی وضاحت کے ساتھ ایک زوج پر اکتفا کو فطرت کے مطابق قرار دیا ہے۔ مگر چونکہ بعض معاشری حالات کی وجہ سے فطری تحفظات کے لئے ایک سے زائد نکاح کی ضرورت ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس لئے عدل متشکل اسوۂ حسنہ مصطفوی کی شہادت کے ساتھ ایک سے زائد نکاح کی اجازت دیتے ہوئے معاشری عمل کو معیارِ قریبہ عدل پر معتمد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مگر ایسے مصالح معاشری کا معیار اعتماد فردیت امارت کی قوت فیصلہ ہے۔ کیونکہ وہ معاشرۂ وسطیہ کی محور ہے۔ چنانچہ عادل فعال ابوالانس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کو نکاحِ ثانی سے روک دینا دولتِ وسطیہ میں فردیتِ امارت کے لئے اسی حقیقتِ عدلیہ کا اسوۂ متشکل ہے۔ (مشکوٰۃ باب مناقب اہلِ بیت النبی فصل اول حدیث عن المسور ابن مخرمہ) کا اسی واقعۂ منع کے ساتھ تعلق ہے۔

یہ امر ہرگاہ ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ابوالملّت کو تدبیرِ منزل وسیعہ یا ابوتِ فاضلہ اور ولایتِ اعلیٰ کی دلیل سے حق پہنچتا ہے۔ کہ افرادِ مدن سے جو شخص اپنی زوج کے متعلق متذکرہ ظلم یعنی امساک للضرر کا مرتکب ہو۔ اس پر ہیبتِ تربیتِ ابوتِ قاہرہ کے نفاذ سے عدل فی المنزل کو متحقق کرے۔ جو بحیثیت آمر بالعدل اس کی نظرتِ فعال کے فرض کی ایفا ہے۔ اور یہ صرف اسی طرح ممکن ہے۔ کہ اس کا اہتمام تصرّف عدلیہ اور شعبۂ فصل قضایا معاشری یا منزلی کو الفت کی تحقیقِ جاریہ واحتسابِ مستقلہ کے ساتھ فرطیاتِ منزلی سے وقوف بہم پہنچاتا ہوا انہیں نفسِ ملّت سے خارج کر دے۔ کیونکہ عورتیں اپنی حیثیت ستریہ وضعیفیہ کی دلیل سے ظلم کا شکار ہو جاتی ہیں۔ اور عدل حاصل کرنے پر قدرت نہیں پا سکتیں۔ پس ان فرطیات کے احتساب اور تحقیق کے لئے سیاستِ مدن کو دعویٰ کی دلیل سے بے نیاز ہو کر ان مظلومہ عورتوں کو استقلالِ ایفائے حقوق یا فسخ نکاح وغیرہ کے ذریعہ پنجۂ ظلم سے اپنے اس فرض کی ایفا کرتے ہوئے نجات عطا کرنی چاہیئے۔ جو نفاذ عدل اور تدبیر اعلیٰ اور ابوتِ فاضلہ کی رو سے اس پر عاید ہوتا ہے۔

دراں حالیکہ فسخ نکاح کا جو منجملہ رفع ظلم ہے۔ امیر فرد کی طرف سے عورت کو اختیار دینے پر اسوۂ[2] مصطفوی صلعم شاہد ہے جیسے بنی بکر کی اس لڑکی کو فسخ نکاح کا آپ نے اختیار دیا۔ جو اس نکاح پر راضی نہ تھی۔ اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ عورت کو خود فسخ پر اختیار نہیں ہو سکتا۔ جیسے وہ خود اپنی ولی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ فطرتِ تاسیس وتدبیر منزل اس دلیل سے کہ وہ تخلیق وپرورش وتربیت کا ذریعہ ہے۔ اور منازل شعبہائے مدن ہیں۔ اور نظام مدن منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ اس کو نظام وسیاست سے آزاد گوارا نہیں کر سکتی اور نہ ہی فطرتِ نفس جو وحدت مرجع کی شہادت کے ساتھ ابوتِ انس یا فردیتِ امارت کو وحدتِ اجتماع کا محور قرار دیتی ہے۔ اس کی حیثیت محوریہ یا ولایتِ اعلیٰ کے گرد تمدّد و صحیحہ سے سقوط کو جائز قرار دے سکتی ہے۔ جو فساد ہے اور حسب درجات جرمیہ دلیل اجرائے عقوبت مستدعیہ ہے۔

---

[1] جب کسی آدمی کے تحت دو عورتیں ہوں۔ اور اُن کے درمیان عدل نہ کرے۔ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئیگا۔ کہ اسکی ایک جانب ساقط ہوگی۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ نسائی۔ ابن ماجہ۔ دارمی بحوالہ مشکوٰۃ۔

[2] مشکوٰۃ (بحوالہ ابوداؤد) کتاب النکاح باب الولی فی النکاح۔

Marfat.com

یہ حقیقت اس واقعہ سے واضح طور پر بین ہو جاتی ہے۔ کہ جیسے لڑکی کی نارضامندی کی دلیل سے سیاست مدن اسے فسخ کا اختیار دے سکتی ہے۔ اس طرح ہر وہ عمل جو از قبیل فرط ہو۔ اس کی بنا پر سیاست مدن تحقیق کو الیف کے ساتھ بمطابق فرمانِ ربانی
یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ[1] (جو فردیت امارت کے حق آمر سے خطاب ہے) فسخ نکاح یا خلع طلاق کیلئے حکم جاری کر سکتی ہے۔ کیونکہ بمطابق فرمانِ ربانی فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً[2] نکاح کی اساس عدل ہے۔ اس لئے کہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور نفس فرد اساس منزل و مدن ہے۔ اور نکاح وجہ تسلسل نفوس انسانی ہے۔ پس انحطاط عدل انحطاط اساس نکاح کی دلیل سے مدبر مدن کو اپنے محور عدلیہ کے گرد تعداد نظام میں صحت و استقامت کی طرف جہد رجوعی کا اختیار عطا کرتا ہے یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ضعف صنفی کی دلیل سے عورتوں اور یتیمی کے حقوق کی حفاظت بالعدل سیاست مدن کی قوت کے بغیر دیگر افراد مدن کے ساتھ میزان العدل قوت پر تنفیذ عدلیہ میں ایفا نہیں پا سکتی۔ پس تزویج اور اس کے بعد عدل معاشری کے احتساب اور مفرط رویہ کی صورت میں تفریق پر سیاست مدن کو اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت میں تنفیذ و احتساب و اصلاح و فسخ کے لئے اپنا حکم ناطق جاری کر دینا چاہیئے۔

اور شرائط تزویج میں اس دلیل سے اس ولایت اعلیٰ اور اختیار ناطق کی وضاحت لازمۂ عقد تزویج ہے۔ کہ فردیت امارت یا ابوت فاضلہ منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ یعنی سیاستِ مدن کی محور ہے۔ اور انسانِ اوّل ابو الناس واحد مرجع نسلی کے منصب علیہ پر ربوبیت و تربیتِ فاضلہ کے ساتھ جلال انگیز ہے۔

آیت بالا متعلقہ نکاح میں وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے۔ کہ اگر تم عدل نہ کر سکو۔ تو ایک پر اکتفا کرنی چاہیئے۔ یا ملک یمین پر۔ اس سے پہلے یہ ثابت کر دیا گیا ہے۔ کہ اسلام کا منشا و مقصود تکمیل انسانیت ہے۔ اور اس کی شکل و صورت اسوۂ حسنۂ مصطفوی صلعم ہے۔ اور اصولِ تدریج نفس انسانی اور تمام نظام کائنات میں جاری و ساری ہے۔ کنیزگان اور غلام قرن اولیٰ میں تمام دنیا کے معاشرہ میں اس حیثیت کے ساتھ داخل ہو چکے تھے۔ کہ ان کا فوراً خارج کر دینا اصول تدریج یا فطرتِ انسانی کے تقاضاؤں کی رو سے ممکن نہ تھا۔

چنانچہ مرجع فطری عزّ و جلّ نے مصارف زکوٰۃ میں سے ایک مصرف آزادی رقاب[3] کے ذریعہ اور اہم جرائم کے عوض آزادی اساری کو مقرر فرماتے ہوئے اور مکاتبت[4] اور عطائے مال بالاحسان کے ساتھ غلامی کے رواج کہنہ کو نفس دہر سے تدریج کے ساتھ مطلقاً خارج کرنے کا اہتمام فرمایا۔ اور آئندہ کے لئے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً[5] کے ساتھ غلامی کے اجرائے جدید کے خاتمہ کا حکم دیا۔

چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔ کہ اگر اسلام کا منشا کنیزگان کے تمتع جاریہ پر محمول ہوتا۔ تو آں صلعم حضرت صفیہ۔ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کو کنیز کی حیثیت سے داخل حرم فرماتے۔ کیونکہ یہ ازواج مطہرات بحیثیت ملک یمین سیاست مدن کے اختیار میں آئی تھیں۔ ریحانہ قریظیہ کے متعلق جو روایات منقول ہیں

---

[1] جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ تو ان کو عدت کی رعایت کے ساتھ طلاق دو۔ (ایسے وقت میں طلاق دو۔ جبکہ انکی عدت شروع ہو جائے) الطلاق
[2] اگر تمہیں اندیشہ ہو۔ کہ عدل نہ کر سکو گے۔ تو ایک ہی (النساء ع)
[3] سورہ توبہ [4] سورہ نور [5] پس اس کے بعد احسان سے یا فدیہ لے کر چھوڑ دو۔ سورہ محمد

Marfat.com

علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت النبی میں ان پر بحث کی ہے۔ اور ثابت کیا ہے۔ کہ اس صلعم نے اُن کے ساتھ نکاح فرماکر داخل حرم فرمایا۔ نیز علامہ موصوف نے ماریہ قبطیہ کے قبول اسلام کی دلیل سے اس صلعم کے ساتھ نکاح کے ذریعہ ان کا داخلہ حرم قرار دیا ہے۔ نیز حضرت صفیہ و جویریہ کے واقعات اس حقیقت پر دلائل روشن ہیں۔ کہ وہ صلعم اپنے اس عادل رویہ میں کیسے اختلاف فرما سکتے تھے۔ جو ملک یمین کے متعلق آپ نے اختیار فرمایا تھا۔ بلکہ اسلام اسوۂ حسنہ مصطفوی کی پیروی میں جو عدل متشکل ہے۔ ملک یمین کے رضامندی سے قبول اسلام کی شرط کے ساتھ ان کو نکاح کے ذریعہ اراکین منزل قرار دینے پر ناطق بالحق ہے۔ اور یہی آیۂ ذیل سے مقصود ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ اللَّاتِي آتَيْتَ أُجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّاتِكَ وَبَنَاتِ خَالِكَ وَبَنَاتِ خَالَاتِكَ اللَّاتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ (احزاب رکوع ۶)

اے نبی ہم نے وہ ازواج تیرے لئے حلال کی ہیں۔ جن کا تو نے مہر ادا کیا ہے۔ اور تیری ملک یمین جو اللہ تیری طرف پھیر لایا ہے۔ اور تیری چچازاد یا پھوپھی زاد یا ماموں زاد یا خالہ زاد وہ جنہوں نے تیرے ساتھ ہجرت کی اور وہ مومنہ عورت جو اپنے نفس کو نبی کے لئے ہبہ کر دیتی ہے۔ اگر نبی اس کے ساتھ نکاح کا ارادہ کرے۔ تیرے لئے خالص مومنین کے سوا۔

یہ ظاہر ہے۔ کہ ان مذکورۃ الصدر مستورات کی حلّت نکاح سے تحقق پاتی ہے۔ اور ملک یمین کی تذکرہ میں سطح کی برابری اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ وہ نکاح کے ذریعہ ہی حرم نبوی میں داخل ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ کا حرم نبوی میں داخلہ ان حقائق پر بداہت کے ساتھ شاہد ہے۔ اور اشتباہات سے اسوۂ حسنہ کو پاک اور منزّہ قرار دیتا ہے۔

پس ناقابل اعتبار روایات کو پایۂ اعتماد سے ساقط قرار دیتے ہوئے اسلام کے مقدس دامن کو داغدار نہیں کرنا چاہیئے اور نہ ملّت اسلامیہ کو ان تدریجی مباحات سے ناجائز فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ جنہیں اصول کی تدریج کی رو سے مرجع فطری عزّ و جلّ نے اس وقت جاری رکھتے ہوئے غایت مقصد کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور ان کو ترک کر دینے پر عادل فعال اسوۂ حسنۂ مصطفوی شاہد ناطق ہے۔

نیز قرآن! وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ[1] مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسَافِحِينَ وَلَا مُتَّخِذِي أَخْدَانٍ میں بھی نفس ملّت کے نفوس کی تدریجی کیفیات کی رعایت فرماتے ہوئے اس عزّ و جلّ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کی اجازت عطا فرمائی۔ مگر اسوۂ حسنہ مصطفوی اس دلیل سے کہ کمال عدل کی شرح منشکلہ ہے اس تدریجی اباحت کے اختیار پر شاہد بالعمل نہیں ہے۔ کیونکہ محصنات اہل کتاب میں حمول کتاب کی دلیل سے اگرچہ ایک گونہ جنسیت عدلیہ متحقق ہوتی ہے۔ جو ان کے ساتھ وجہ جواز ازدواج ہے۔ مگر چونکہ صاحب دستور کامل عادل فعال اول المسلمین کی رسالت کی تصدیق جو تکمیل فکر صحیحہ ہے۔ اور عمل میں کمال عدل کے تحقق کی وجہ اساسی ہے۔ ان کے نفوس میں متحقق نہیں ہوتی۔ اس لئے نفس کامل فی العمل کے ساتھ اہل کتاب محصنہ کی تزویج تقاضائے کمال عدل نفس کے ساتھ تطابق کامل نہیں کر سکتی۔

---

[1] اور تم پر حلال ہیں۔ مسلمان پاکدامن بی بیاں اور تم سے پہلے جن کو کتاب دیگئی ان میں سے پاکدامن بی بیاں جب تم ان کا مہر نہیں دے دو حفاظت میں لاتے ہوئے نہ کہ ہوائے نفس کو پورا کرتے ہوئے۔ اور نہ مخفی شناسا اختیار کرتے ہوئے (مائدہ ع ۱)

Marfat.com

اس لئے ہر گاہ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ کمال انسانیت عادل فعال اول المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ ہے۔ اور تدریجی اباحات نفس جماعت کے کوائف مستدرجہ کے ساتھ تطابق بالعدل ہے۔

پس احکام متعلقہ ملک یمین میں بھی اسی تدریجی مصلحت کو زیر نظر رکھتے ہوئے آج اجرائے غلامی کو احاطۂ ملت سے خارج قرار دینا چاہیئے۔ جو اس بارہ میں عدل یا اسلام کا مدعا و مقصود ہے۔

فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً اسوۂ حسنہ کی شہادت کے ساتھ اسی حقیقت پر ناطق بالحق ہے۔

(عنوان اسیران جنگ اور نفس دولت سے اخراج غلامی کے تحت اس مضمون کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے)

نیز اسوۂ حسنہ مصطفوی اس حقیقت پر شاہد بالعدل ہے۔ کہ ملت کی بیوگان کا بمطابق فرمان ربانی وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ (اپنے میں سے بیوگان کا نکاح کرو۔ نور) ان کی اجازت صریح کے ساتھ جو رضائے صریحی کی آئینہ دار ہو۔ جو شرط نکاح ہے۔ ضرور نکاح کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ وہ ان کے متعلق فطری نظم ونسق کا قیام ہے۔ مگر اس کے ساتھ ہی ان کے یتیم بچوں کی تربیت اور ان کے کھانے پینے اور تعلیم وغیرہ کی ذمہ داری اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ ملت کے نظام اجتماعی کے تعاون کاملہ واحتساب کاملہ کے تحت جو یتیمی اور ان کے آبا کی رکنیت مدن کی دلیل سے اس پر عائد ہوتی ہے۔ اس شوہر و زوجہ پر ہونی چاہیئے۔ جو معاہدہ تزویج کے ساتھ جدید نظام منزل کو شکل وصورت دیتے ہیں۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا وغیرہ کا عادل فعال اول الناس صلعم کے ساتھ نکاح اسی نظم ونسق کا اسوۂ متشکل ہے۔

اور اگر ایسا قابل اطمینان ازدواج ممکن نہ ہو۔ تو اس دلیل سے کہ بمطابق فرمان ربانی وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ اَمْوَالَكُمُ یتیمی کے اموال اور ان سے متعلقہ نظم ونسق سفیہ اور غیر عادل لوگوں کے سپرد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ بیوگان جو تربیت یتیمی کی غرض سے نکاح جدید کے لئے رضامند نہ ہوں۔ فرمان مصطفوی[1] کی شہادت کے ساتھ نکاح جدید سے مستثنیٰ قرار دی جا سکتی ہیں۔ اور ان کا نظام جو یتیمی اور ان کی امہات پر مشتمل ہوگا۔ سیاست مدن کا ایک شعبہ قرار پائیگا۔ اور فردیت امارت اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ اس سے متعلقہ نظم و نفق و تربیت کی ذمہ دار قرار پائیگی۔ کیونکہ وہ ابوت فاضلہ کے ساتھ افراد مدن کے افکار و اعمال اور حیات و موت کا محور ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ بیوگان اور یتیمی کے متعلق ہر گونہ نظم و حفظ و نفق و تربیت یتیمی کی ذمہ دار قرار پاتی ہے فرمان مصطفوی (بروایت بخاری و مسلم و موطا) الساعی علی الارملۃ کالساعی (کالمجاہد) فی سبیل اللہ اسی کفالت عظمیٰ کے لزوم عائدہ پر شہادت مصطفوی ہے۔ کیونکہ جہاد فی سبیل اللہ فردیت امارت کی تدبیر قاہرہ کے تصرف محوریہ کو مستلزم ہے۔ گویا امارت فعال کو اپنے نائبین فعال کی معیت میں اہتمام تصرف عدلیہ اور شعبۂ اہتمام یتیمی کے ذریعہ ابوت فاضلہ سے متعلقہ جملہ ذمہ داریوں کو ادا کرنا چاہیئے۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ہر حکم سے مقصود خطاب ہر فرد مسلم اور ملت کا نظام اجتماعی ہے۔ کیونکہ تشدید جماعت بتجزیۂ فطرت نوع انسانی یا وحدت مرجع نسلی اور وحدت منزل اول کی روشنی میں اسوۂ مصطفوی کی شہادت اور فرامین نبویہ کی شوکت جلالیہ کے تحت تقاضائے فطرت کی ابتغا ہے۔ اور جماعت کے فکر و عمل کا محور چونکہ مرجع فطری عز و جل کے حکم اور داعی الی المرجع کے اسوۂ متشکل کی شہادت کے تحت ازروئے فیصلۂ فطرت فردیت امارت ہے۔ اس لئے اسے تدبیر منازل میں اپنے تصرف فاضلہ کے ساتھ نکاح ایامیٰ و کفالت یتیمی و ایامیٰ۔ اور تمام حوائج منزلیہ کی احتساب اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ تحقیق کرتے ہوئے ملت کے ذکور و اناث میں اس فطری نظم ونسق کے قیام اور کفالت یتیمی و ایامیٰ کے لئے جد و جہد کے ساتھ اپنے اس فرض کو ادا کرنا چاہیئے۔ جو ازروئے فطرت ابوت اس پر عائد ہوتا ہے۔

[1] سنن ابو داؤد کتاب الادب باب فضل من عال یتیماً۔

Marfat.com

قواعد تزویج

مرجع فطری عزّ وجلّ کی طرف نفس انسانی کے فطری لگاؤ اور شعوری توجہ کی استقامت تقاضائے فطرت کی ایفاء سے باستحقاق انسانیت ہے۔ اس لئے ازدواج میں اس صحت فکری کی مطابقت باہمی جو اتحاد فطری ہے۔ بارجوانب میں تفضیل صحیحہ کی دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفاء ہے۔

اور چونکہ مرجع شعور عزّ وجلّ کی جانب سے سقوط شعوری انہدام انسانیت ہے۔ یعنی ضلال ہے۔ جو انعام کی غیر شعوری کیفیت کی مانند ہے۔

بلکہ اس سے اپنی نوعیت میں اس دلیل سے زیادہ شدید ہے۔ کہ مرجع فطری عزّ وجلّ کی طرف سے سقوط شعوری ارضیات میں نفس کے بہاؤ سے واقع ہوتا ہے۔ کہ وہ اس فطری لگاؤ کا سقوط ہے۔ جو بحیثیت مخلوق نفس انسانی کو اپنے خالق فطری کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جملہ مخلوق اس جاذبۂ فطری کے ذریعہ خالق حقیقی کی تسبیح غیر شعوری و غیر ارادی میں مصروف ہیں۔ اور منجملہ کائنات انسانی اس خالق حقیقی عزّ وجلّ کی طرف اپنے تمام کوائف تخلیقیہ اور کوائف حیات و موت وغیرہ میں اس عزّ وجلّ کی طرف فطری احتیاج رکھتی ہے۔ اگرچہ کثیر نفوس انسانی اس عزّ وجلّ کی طرف سے سقوط رجوع کی دلیل سے حیثیت تخلیقیہ سے ساقط قرار پاتے ہیں۔ مگر احتیاج فطری خالق حقیقی کے حضور میں اُن کا سجدۂ[1] غیر ارادی قرار پاتا ہے۔ درآں حالانکہ فطرت تخلیقیہ سے سقوط انہیں انعام سے بدتر قرار دیتا ہے۔

اس لئے تزویج میں انسانیت اور حیوانیت محض کا اتحاد فطرت کے خلاف ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ۔ (البقرہ ع ۲۷)

مشرک عورتوں کے ساتھ ہرگز نکاح نہ کرو۔ حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں۔ اور مومنہ کنیز بہتر ہے۔ ایک مشرکہ آزاد عورت سے اور مشرک مردوں سے مت نکاح کرو۔ حتیٰ کہ وہ ایمان لائیں۔ اور مومن غلام مشرک آزاد سے بہتر ہے۔ خواہ تمہیں اچھا معلوم ہوتا ہو۔ وہ آگ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ اپنے حکم سے جنت اور مغفرۃ کی طرف بلاتا ہے۔

پس فیصلۂ فطرت کی رو سے جو مرجع فطری عزّ وجلّ کے تشریح عادلیہ کے ساتھ متحد الحقیقت ہے۔ انسان اور انعام ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے یا انہیں اراکین منزل قرار نہیں دیا جا سکتا۔

---

[1] وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ۔ (النحل ع ۵)

علیٰ ہٰذا چونکہ فواحش کا ارتکاب مستمرہ انہدام انسانیت ہے۔ اور ضد احسان ہے۔ اور انہی دلیل سے زانیات کے ساتھ نکاح مومن عادل کی فطرت طیبہ کے لئے اختلاف جنسیت کی دلیل سے بمطابق ما طاب لکم من النساء ..... الخ ہرگز پسندیدہ نہیں ہو سکتا تا آنکہ وہ اصلاح کریں۔ (دراں حالیکہ دولت وسطیہ میں منصب تحکیم العدل تحقق جرائم بر اجرائے حدود کے لئے مکلف بالعدل ہے۔ جو بار جوانب جرم و جزا میں تنصیف صحیح ہے۔) اس لئے زانی مرد کے ساتھ مومنہ صالحہ اور مومن مرد کے ساتھ زانیہ فاحشہ عورت کا نکاح از روئے عدل ناجائز ہے۔ اور اگر ایسا واقع ہو جاتا ہے۔ تو اولوالملت کو تدبیر اعلیٰ یا مرجع فطری عزّ وجلّ کی دلیل نیابت سے تعین حکمین کے ساتھ تحقیق حالات متعلقہ سے دلائل واضح قائم کرتے ہوئے نفاذِ عدل کا حق پہنچتا ہے۔ مرجع فطری عز وجلّ فرماتا ہے۔

اَلزَّانِیْ لَا یَنْکِحُ اِلَّا زَانِیَۃً اَوْ مُشْرِکَۃً وَّالزَّانِیَۃُ	زانی نہیں نکاح کرتا مگر زانیہ یا مشرک عورت سے
لَا یَنْکِحُهَا اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِکٌ وَحُرِّمَ ذٰلِکَ	اور زانیہ عورت نہیں کرتی۔ مگر زانی یا مشرک مرد سے
عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (النور)	اور یہ مومنین پر حرام کر دیا گیا ہے۔

آیۂ سابق الذکر میں مرجع فطری عزّ وجلّ نے مومنہ کنیز اور مومن غلام سے نکاح کو مشرک مرد یا مشرکہ عورت سے نکاح کی نسبت بہتر قرار فرماتے ہوئے فطری مصلحت مذکورہ کی رو سے ملک ایمان کے ساتھ نکاح کی دیگر اناث معاشرہ کے ساتھ حیثیت مساویہ کے استقلال کو مقصود فرمایا ہے۔ جو قدیم رسم غلامی کے خاتمہ کی ایک شق ہے۔ نیز میزان عدل کی دلیل سے مساوات ملی کو متحقق کیا گیا ہے۔ جو اتحاد کوائف فطری کی دلیل سے مرجع فطری عزّ وجلّ کی طرف فطرتِ نفس کے تقاضائے رجوعی کی ایفا میں مددگار ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ کوائف فطری کا اختلاف ایفائے رجوعی میں اختلاف کیفی کی دلیل سے رکاوٹ پیدا کر دیتا ہے۔ جسے فطرت مستوجب عقوبت قرار دیتی ہے۔ فرمانِ ربانی اُولٰٓئِکَ یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ سے اسی عقوبت الیم کی وضاحت مقصود ہے۔ مگر اہل کتاب سے محصنت کے ساتھ نفس ملت کے درجات تدریجیہ کی رعایت ملحوظ فرماتے ہوئے۔ اس لئے نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ کہ ان کا دعوت الی المرجع کو مان لینا۔ ان کے ساتھ ایک گونہ کیفی اتحاد قائم کر دیتا ہے۔ اور اتحاد منزلی جنسیت کیفی اور فضل عدل کی دلیل سے ان کے نفوس میں دعوت الی المرجع کے متعلق اس غایت تبلیغیہ کو مکمل کر سکتا ہے۔ جو صاحب دستور کامل داعی الی المرجع صلعم کی صحت دعوت کے قبول سے متحقق ہوتی ہے۔ پس مرجع فطری عز وجل نے اس تدریجی اباحت کے لئے حکم ناطق فرمایا ہے۔

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِیْنَ	اور تم پر حلال ہیں) مسلمان (آزاد یا پاک دامن
اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ ...... الخ	بی بیاں اور تم سے پہلے جن کو کتاب دی گئی ان میں سے آزاد
(المائدہ) ع۱	پاکدامن بی بیاں۔

نفس کامل عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ جو تکمیل انسانیت کی شرح متشکل ہے۔ ان تدریجی مباحث کے اختیار سے ارفع ہے۔ مگر نفس ملت میں درجات تدریجیہ کے وجود کی وجہ سے اور اہل کتاب کے ساتھ ان کے قرب صحیح فکر کی دلیل سے اختلاط معاشری کے امکانات کی وجہ سے اور من جملہ اہل کتاب اقوام مفتوحہ کی ایسی مستورات کی وجہ سے جو اپنے شوہروں یا اقربا کی سرپرستی سے قطعاً محروم ہو جاتی ہیں۔ اور فطری نظم و نسق کے علاوہ کوئی دوسرا انتظام تدبیر منزلی

Marfat.com

فکر و عمل کے تداورِ صحیحہ کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ خالقِ فطرت عزّ وجلّ نے اس منشورِ ناطق کے ساتھ دوجات تدریجیہ کے تقاضاؤں اور اس نظامِ فطری کی وضاحت فرمائی ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ تزویج میں جانبین کی رضامندی کو اساسی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے یہ نص صریحہ اہلِ کتاب سے ملک ایمان کے متعلق جوازِ تزویج کی دلیل سے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً کی شہادت عادلہ کے تحت رسم غلامی کے اس خاتمہ کے لئے جو اسلامی نظام کے تکمیلی منشاء کا ایک پہلو ہے۔ فیصل بالحق ہے۔

نیز اس موقعہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ جب مرجع فطری عزّ وجلّ نے مشرکنت کے ساتھ نکاح کو اختلاف کوائف عدلیہ و قرطیہ کی دلیل سے ناجائز قرار دیا ہے۔ تو ان کے ساتھ بحیثیت ملک یمین ویسا ہی اتحاد معاشری جو اپنی صنفی جوائج کی ایفا کا حامل ہے۔ جو ازواج کے ذریعہ تحقق پاتی ہے۔ کیسے روا ہو سکتا ہے۔ اس لئے فطرت فعال کے تقاضاؤں کے ساتھ ان کے متعلق وہ جد و جہد جو تمام عالم انسانیت کے متعلق ملّت کے نفسِ فعال پر عائد ہوتی ہے۔ جاری رہنی چاہیئے۔ تاآنکہ حَتّٰی یُؤْمِنَّ کی وہ مصداق ہوں۔ یہ حقیقتِ عدلیہ نفسِ ملّت سے رسم غلامی کے اجرائے جدید کے اخراج کاملہ پر شاہد ناطق ہے۔ کیونکہ ملک ایمان کی آیات متذکرہ عنوان سابقہ میں نکاح کے ساتھ حرم نبویؐ میں داخلہ کی وضاحت اسی حقیقت عدلیہ کی ترجمان ہے۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے (کہ اقوام صاعر سے ایسی عورتیں جو شوہروں اور اقربا کی سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ تو معرطات کثیف کی رکاوٹیں ان کی انفعالی استعداد قبول کے راستہ سے بالعموم جلد ہٹ جاتی ہیں۔)

نیز اہلِ کتاب سے محصنت جو اتحادِ کیفی کی دلیل سے اساس رضامندی پر مومنین کے حیطۂ تزویج میں داخل ہو جاتی ہیں۔ قبول للعدل کے لئے ان کی انفعالی استعداد زیادہ اقرب ہو جاتی ہے۔ مگر اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ جبر کے ذریعہ نکاح ناجائز ہے۔ علیٰ ہٰذا قبولِ عدل کے لئے جبر بمطابق لَاۤ اِكْرَاهَ فِی الدِّیْنِ[1] از روئے عدل ناروا ہے (کیونکہ تسلیم انعطافِ فکری کو مستلزم ہے۔ اور اختلافِ تسلیم و فکر حقیقتِ تسلیمیہ کو نقطۂ صحت یا عدل سے ساقط قرار دیتا ہے۔) اس لئے اقوام صاعر سے جو عورتیں اپنے شوہروں یا اقربا کی سرپرستی سے محروم ہو جاتی ہیں۔ ان پر ہر قسم کا جبر (قبول عدل یا قبول نکاح کے لئے) از روئے عدل ناجائز ہے اور مظہر فرط ہے۔

جب یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ زوجین میں اتحادِ صحت کوائف فطری (جو دعوت الی المرجع کی تصدیق سے تحقق پاتی ہے) نکاح کے معاہدۂ مقدس کی اساس تعقیدیہ ہے۔ اس لئے بوقت تزویج صحت فکر (ایمان) کی تصدیق اعترافی مستلزم تعقید نکاح ہے۔ اور یہی بوقت تعقید نکاح کلمات طیبات کے ساتھ توحید و رسالت پر شہادت اعترافی سے مقصود ہے۔

اور یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے۔ کہ جن ہر دو ارکین منزل ماں باپ کے ذریعہ ایک شخص کا وجود عالم ظاہر میں تحقق پاتا ہے۔ وہ اور ان کے ایسے متعلقات جو اس حیثیت فضل یا حرمت میں ان کے ساتھ شریک ہیں۔ ان کی اس منزل جدید کی تاسیس میں رکنیت ان کی حیثیت فضل و حرمت کے منافی ہے۔ علیٰ ہٰذا معاہدہ تزویج کے ساتھ بحیثیت ارکین منزل ایسے نفوس کا اجتماع بھی اس فطرت فضلیہ یا حرمت کی رو سے خلاف عدل ہے۔ جن کے نفوس میں وہ کیف محرم سیران مشترک کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا وہ محصنت جو عقد تزویج کے ساتھ پابند ہو جاتی ہیں۔ تعقید معاہدہ تزویج

---

[1] البقرہ۔

کی فطرت تمام ملت کے نفوس کے لئے ان کی حرمت کو (ان کا رکنیت منزل یا نظری نظم و نسق کی تکمیل کی دلیل سے جو حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک کی بنیادوں پر محقق پاتی ہے۔ کہ وہ انہیں اخوت ملی کی امانت قرار دیتا ہے) متحقق کرتی ہے۔ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ

(النسآء)

حرام کر دی گئیں تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری لڑکیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری دودھ کی مائیں اور دودھ کی بہنیں اور تمہاری عورتوں کی مائیں (اور تمہاری) وہ پالتو لڑکیاں جو تمہاری اُن عورتوں سے ہوں۔ جن میں تم نے دخول کیا ہو۔ اور اگر تم نے دخول نہ کیا ہو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور تمہارے اُن بیٹوں کی بیویاں جو تمہاری صلب سے ہوں۔ اور یہ کہ دو بہنوں کو تم جمع کرو۔ لیکن جو کچھ گذر چکا۔ تحقیق اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور خاوندوں والی عورتیں مگر جو بطور ملک یمین تمہارے قبضہ میں آئیں (یعنی ان سے نکاح ہو سکتا ہے۔ کیونکہ قبول اسلام سے اُن کے ازدواج سابقہ کے ساتھ اختلاف دین اُن کے رشتہ کو توڑ دیتا ہے) یہ اللہ عزّ وجلّ کا تمہارے لئے حکم ہے۔

نیز وہ عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ آبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّمَقْتًا وَّسَآءَ سَبِيْلًا ۝

(النسآء ع)

اور ان عورتوں سے نکاح مت کرو۔ جن سے تمہارے آبا نے نکاح کیا ہو۔ لیکن جو کچھ گذر چکا تحقیق یہ بہت ہی تجاوز از عدل (بے حیائی) ہے۔ اور غضب ہے اور بہت بُرا رستہ ہے۔

پس اُن محرمات کو جنہیں فطرت ازدواج کے لئے ناجائز قرار دیتی ہے۔ اور مرجع فطری عزّ وجلّ نے مطابقت فطرت کے بالالزام سے تزویج کو ناروا قرار دیا ہے۔ مستثنیٰ کرتے ہوئے اُن کے علاوہ دوسری مستورات سے جن کے ساتھ متذکرۃ الصدر اتحاد فکری متحقق ہو۔ اعتراف صحت فکر اور مذکورہ تحدید عدلیہ کی رعائت کے ساتھ تزویج تقاضائے فطرت کی ادا ہے۔ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

وَأُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ أَنْ تَبْتَغُوْا بِأَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۝

(النسآء ع)

اور حلال کر دی گئیں، اُن (محرمات) کے علاوہ دوسری عورتیں کہ تم ان کو اموال سے (ادائے مہر کے ساتھ) اختیار کرو۔ حفاظت میں لاتے ہوئے نہ کہ ہوائے نفس کو پورا کرتے ہوئے[1]۔

بحالیکہ طریق تزویج میں ظلم نہ ہو۔ جیسا کہ تعقید تزویج میں آیۂ اِنْ لَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی کے تحت تبصرہ ہو چکا ہے۔ اور

[1] محصنین غیر مسافحین پر بحث جلد اول تدبیر منزل میں متعدد مواقع پر گذر چکی ہے۔ اور اس عنوان کے تحت بھی اس پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

Marfat.com

عدل کی اہمیت اساسی کی دلیل سے اس کا اور بعض دیگر متعلقات عدلیہ قواعد تزویج کا اب مکرر ایراد ہوتا ہے۔ جو ہر دو عنوانا تعقید تزویج و قواعد تزویج کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ پس یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے۔ کہ تزویج مبرعدل اساسی اس دلیل سے کہ تزویج ذریعہ تخلیق نفس ہے۔ اساس عدل پر استوار نفس انسانی کی تکمیل میں از روئے فطرت مددگار ہوتا ہے۔ اور یہ اتباع فطرت ہے۔

اور اموال چونکہ جسم انسانی کے بقا میں بنیاد عنصری ہیں۔ اور اسی دلیل سے نسل انسانی کی تکمیل عدلیہ میں ان کے کو الف عدلیہ کو فطری مدد کی حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے عادل فعال داعی الی المرجع صلعم نے تزویج سے متعلقہ نفقات کو فرمان اِسْتَحِلُّوا فُرُوجَ النِّسَاءِ بِأَطْيَبِ أَمْوَالِكُمْ[1] سے اموال طیبہ کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ازواج مطہرات کے مہر میں یکسانی امیر فرد کے لئے تدبیر منزل میں بالعدل تعیّن معیار مہر پر شہادت متشکل ہے۔ اور حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کے مہر میں ذکر اس صلعم سے ان کی تزویج نجاشی حبش کے ذریعہ ہوئی۔) اور حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تزویج پر ان کے مہر میں نسبتاً تفاوت یا عہد مصطفوی میں دیگر صحابہ کرام اور ان کی ازواج کے درمیان کم سے کم مہر پر عادل فعال امیر فرد صلعم کی اجازت سے تعقید نکاح اس حقیقت پر شہادت مصطفوی ہے۔ کہ اختلاف ماحول کی وجہ سے جو تعدد شعوب و قبائل کی دلیل سے دولت وسطیہ کے تحت متعدد نظامہائے مدن میں واقع ہوجاتا ہے۔ بار تقا و اختلاط کیفیت اقتصاد کی دلیل سے مہر سے متعلقہ معیار شہنہ میں فردیت امارت کی تدبیر اعلیٰ کے تحت اضافہ و کمی ہو سکتی ہے۔

اور ابو المنزل یا ابو الملّت کو چونکہ اراکین منزل یا مدن کے اسباب حیات میں نفق اموال اور اجرائے تدبیر و تہذیب کی دلیل سے حیثیت نفعل ایت حاصل ہے۔ اس لئے تزویج میں ان کی اجازت شرط تزویج ہے ملک ایمان کے متعلق ارشاد ربانی فَانْكِحُوهُنَّ بِإِذْنِ أَهْلِهِنَّ (ان سے نکاح کرو ان کے اہل کی اجازت سے) اسی دلیل نفقہ و تدبیر بہ کی رو سے اجازت اہل کی ضرورت عدلیہ پر ناطق بالحق ہے۔ اور نظام منزل و مدن میں بہ دلیل نفقہ و تدبیر جو ملک ایمان کے متعلق کو الف نفق و تدبیر کی نسبت دیگر افراد مدن میں زیادہ اہمیت کے ساتھ پائی جاتی ہے اپنے استدلال محکم کی شہادت سے اجازت اہل کو ضروری قرار دیتی ہے۔ جو بار جوانب میں تنصیف صحیح کی دلیل سے نظام منازل کو اندیشہ ہائے فساد سے محفوظ کر دیتی ہے۔ اس لئے عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے فرمایا ہے۔ (بروایت ابن ماجہ) جو عورت خود اپنا نکاح کرتی ہے۔ ■ زنا کا ارتکاب کرتی ہے۔ اور ابو الانس امیر فرد منزل اوّل کی صورت وسیعہ یعنی دولت وسطیہ کے مدبر اعلیٰ کی حیثیت سے ہر اس نکاح کو فسخ کر سکتا ہے[2]۔ جو اجازت اہل یا جانبین تزویج کی رضامندی کے بغیر تعقید پاتا ہے۔

---

[1] عورتوں کی شرمگاہوں کو اپنے اموال طیبہ کے ساتھ حلال کرو۔ (جامع الصغیر)

[2] جیسے بنی بکر کی ایک لڑکی عادل فعال ابو الانس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اس نے عرض کی۔ کہ اس کے والد نے اس کا نکاح کر دیا ہے۔ حالانکہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ تو آپ نے اسے اختیار دیا کہ وہ نکاح کو فسخ کر سکتی ہے۔ ۱۲۴

[illegible]

اور ولیمہ جو کیفیت اجتماعیہ کی شہادت کے ساتھ اعلانِ نکاح کا اہتمام ہے ویسے ہی مسلّمات معروفہ کی تمکین کے لئے ہے۔ جو نظامِ منازل یا معاشرہ میں سکون مطمئنہ کا موجب ہیں۔ اور اشتباہات سے موجب تحفظ ہیں۔ اور اختیار اشتباہات سے تحفظات کے اختیار کی طرف مشیر ہیں۔ علیٰ ہذا اعلانِ نکاح کے اہتمام خصوصی سے بھی جو مقام تزویج میں دف کے ذریعہ تحقق پاتا ہے۔ ایسے ہی معروفات معاشری کی تمکین اور ان کا استقلال مقصود ہے۔

الحاصل ہر منزل جدید کی تاسیس جو منزل اوّل کی پیروی میں تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ ابو المنزل یا اس کے قائم مقام اور وحدتِ مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے ابو الملّت کے نظام تدبیر و سیاست کے تحت جو مستلزم اعلان ہے۔ کلماتِ طیّبات سے تصدیق صحت فکر کے ساتھ اموال طیبّہ کو حق مہر میں ادا کرتے ہوئے اور ان کے نفق معتدل سے جس کا معیار ابو الملّت کی طرف سے نظام ہائے منازل کے لئے معیّن کر دیا گیا ہو۔ (جن کے تعیّن پر عدل اقتصاد حقیقت مواخات کی شہادت کے ساتھ ناطق بالحق ہے۔ جس پر بحث گزر چکی ہے) اور ابو الملّت کے فاصل حق دلیّانہ کی وضاحت کرتے ہوئے جسے تعقیدِ نکاح اور اس کے فسخ پر مرجع فطری عزّ و جلّ کی طرف سے قدرت و ولایت عطا کی گئی ہے۔ ایفائے عنصریات بالعدل کے لئے جو تعقیدِ نکاح کو ہوائے نفس کی پیروی سے آزاد قرار دیتی ہے۔ بالعدل متحقق ہونی چاہیئے۔ جو نظامِ منزل میں وجہ اطمینان ہے۔ اور اس سے انحراف فرطیہ کو جو وجہ فساد مضطربہ ہے۔ ہیئت عدلیہ کی شوکت قاہرہ کے ذریعہ دبا دینا چاہیئے۔

حقوق تزویج

اصول تدریج تمام کائنات انسانی کو منزل اوّل کی وسعت میں گم قرار دیتا ہے۔ اور انسان اوّل کی حیثیت فضل میں اس کی زوجۂ مطہرہ کے ادغام پر شاہد بالحق ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جلّ کا فرمان وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا اسی فطرتِ تخلیقیہ کی وضاحت ہے پس یہ فطرتِ تخلیقیہ ذکور کو اناث پر حق فضل عطا کرتی ہے۔ مرجع فطری عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ

(النّسآء رکوع ۶)

مرد عورتوں پر حاکم ہیں (اس کلیہ کے تحت) کہ بعضوں کو بعض پر اللہ نے فضیلت عطا کی اور اس دلیل سے کہ وہ اُن پر اموال خرچ کرتے ہیں۔ پس صالحہ عورتیں اُن کا حکم مانتی ہیں)۔ اور اُن کے غیب کی حفاظت کرتی ہیں۔ اس کے عوض کہ اللہ نے ان کو محفوظ کیا ہے۔

Marfat.com

ذکور کی فطرتِ تخلیقیہ (فاضل استقلال فکری و عملی کی دلیل سے) اناث پر ان کی حیثیت فضل کی مصدق ہے۔ اور کسب طیبات کی قوت مستقلہ جو انہیں حاصل ہے۔ اس حقیقت پر شاہد بالحق ہے۔ جو ان کی حیثیت فضل کا استقرار ہے۔ اور اسی دلیل سے بمطابق وَ بِمَا اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ازدواج میں اناث کے اخراجات کی کفالت معروف کیساتھ ذکور پر عائد ہوتی ہے۔ کیونکہ اصول تدریج فرمانِ ربانی وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا کے تحت اتحادِ فطرت تخلیقیہ کی دلیل سے جس کا مقصد شوہر کا زوجہ کی طرف حصول سکون ہے۔ جو تقاضائے نفس کی ایفا ہے۔ اناث کے ساتھ سلوک منزلی میں تحسین کیلئے فیصل بالحق ہے۔ جو مسلمۂ فطرت کی دلیل سے معروف ہے یعنی ذکور پر از روئے عدل عائد ہوتا ہے۔ کہ اناث کے لئے جملہ ازدواجی تعلقات کی ایفا سے ایسا ہی سکون مہیا کریں جیسے وہ اناث کے ذریعہ ہر گونہ سکون اور منجملہ صنفی سکون حاصل کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمان ربانی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (عورتوں کا بھی مردوں پر اسی طرح حق ہے معروف کیساتھ جیسے مردوں کو عورتوں پر حق حاصل ہے۔ البقرہ ع ۲۸) یعنی عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ جو مردوں پر از روئے عدل عائد ہوتی ہے۔ اور معروف ہے۔ مردوں کے حقوق فضل خلقیہ اور حقوق نفق و احسان و سکون عورتوں کی طرف سے ادائیگی تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے معروف ہے۔ پس ذکور و اناث کی جانب سے ان حقوق معروف کا ترک امیر فرد یا اولو الملت کے اہتمام تصرف عدلیہ اور ہیبت قاہرہ کے عملِ احتساب و اصلاح و حدود کے اجرا کو ضروری قرار دیتا ہے۔ کیونکہ وہ اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ فیصلۂ فطرت کی رو سے واحد مرجع نسلی کے مقام آلوت سے آمر بالعدل ہے۔ اور اس سے فطرت کے مسلمات عدلیہ یا عدل حقوق کو جو شناسائی فطرت کے مظاہر ہیں۔ نوعِ انسانی کی جائز واحد جماعت میں۔ اہتمام تصرفِ عدلیہ اور ہیبت قاہرہ کے ساتھ متمکن کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ ترک حقوق افراد و منازل کو پراگندگی و انتشار کے ساتھ متاثر کرتا ہوا۔ اس دلیل سے نظام مدن میں فساد کر دیتا ہے۔ کہ فرد و منزل اساس مدن ہیں۔ چنانچہ مرجع فطری عزّ و جلّ حکم دیتا ہے۔ (دراں حالیکہ مرجع فطری عزّ و جلّ کے ترشحات عدلیہ میں افرادِ ملت کی انفرادی اور تشکیل جماعت کے درجات تدریجیہ کی مطابقت کے ساتھ ملت کی اجتماعی حیثیت کے ساتھ خطاب مقصود ہوتا ہے۔

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ — اُن کے ساتھ تمہارا معاشرہ معروف کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

(النساء رکوع ۳) — (جو فطرت کے تقاضا ہائے تسکینیہ کو پورا کرتا ہے)

علیٰ ہٰذا داعی الی المرجع عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے معاشرہ معروف کے اسوۂ متشکل کی شہادت کے ساتھ حکم دیا ہے۔ جو عشرت معروف کی تمکین کے لئے فردیت امارت کے نفاذ امر بالعدل پر حجت روشن ہے۔

خیرکم خیرکم لاھلہٖ وانا خیرکم لاھلی۔ — تم میں سے بہترین وہ ہے۔ جو اپنے اہل کے لئے بہتر ہے

(ابن ماجہ) — اور میں اپنے اہل کے لئے بہتر ہوں۔

(کیونکہ یہ فطرت تخلیقیہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے) اور فرمایا (بروایت ترمذی)

کامل ترین مومن وہ ہے۔ جو از روئے خلق (اخلاق فاضلہ) بہتر ہے۔ اور اپنے اہل کے لئے وہ الطف ہے (کیونکہ یہ اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے تقاضا ہائے عدلیہ کی ایفا اور فطرت تخلیقیہ کی پیروی ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے)

علیٰ ہٰذا چونکہ ذکور کسب طیبات پر قوت کی دلیل سے نفق اموال کی شرط کے ساتھ اناث سے عقدِ تزویج استوار

Marfat.com

کرتے ہیں۔ پس ان پر نفق کے ساتھ اپنی اولاد پر نفق کی کفالت از روئے فطرتِ متحدہ جو والد و مولود کے درمیان والد کی قوت منصرفہ کے ذریعہ فطرت تخلیقیہ کی رو سے متحقق ہے ان پر عائد ہوتی ہے۔ اور اسی دلیل سے والدات کے ذریعہ مولود کی رضاعت ان کی فطرت منفعلہ کے تقاضاؤں کی ایک ہے۔ جسے پرورش میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔ بحالیکہ والد کو اس کا تصرف فاعل نفق و تربیت کا فطرت کی رو سے ذمہ دار ٹھہراتا ہے۔ مرجع فطری عزّ و جل فرماتا ہے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌ ۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ (البقرہ - ع ۳۰)

اور جو شخص اپنی اولاد کو پوری مدت تک دودھ پلانا چاہے تو مائیں دو برس کامل تک دودھ پلائیں اور بچہ کے باپ پر معروف کے ساتھ کپڑا اور کھانا ہے کوئی نفس اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہ دیا جائے نہ ماں کو اس کے بچہ کی وجہ نقصان دیا جائے اور نہ باپ کو اس کے بچہ کی وجہ سے (اگر بچہ کا باپ نہ ہو) تو اس کے وارث کیلئے یہی حکم ہے اور اگر ماں باپ مشورہ اور رضامندی کے ساتھ دو سال سے پہلے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں اور اگر تم اپنی اولاد کو (ماں کے سوا) دوسری جگہ سے دودھ پلانا چاہو۔ تو تم پر کوئی گناہ نہیں بحالیکہ تم معروف کیساتھ دے دو۔ (جو کچھ چاہیے) اور جان لو کہ اللہ تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔

یعنی وَبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ کے حکم ناطق کے تحت فیصلہٗ فطرت کے ساتھ اناث کے متعلق نفق بالمعروف کی کفالت مرد پر عائد ہوتی ہے۔ اور اس کے ساتھ مولود کی شمولیت ان کے نفق کی ذمہ داری کو ایک مزید حیثیت عطا کرتی ہے۔ جو تولّد سے رضاعت تک۔ عورت کے قویٰ کی مولود کے ساتھ خصوصیت نافعہ کی وجہ سے تحقق پاتی ہے۔ جس کی ذمہ داری اس شخص پر عائد ہوتی ہے۔ جس کا وہ مولود ہے۔ پس اس کا ترک اجرائے ہیبتِ قاہرہ کے ساتھ عقوبتِ عدلیہ کو اس دلیل سے لازم قرار دیتا ہے۔ کہ ترکِ ادائیگی حقوقِ پرورش و تربیت انتشارِ کوائفِ حیاتِ افراد کی دلیل سے سیاستِ مدن میں وجہ فساد ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ وہ والدہ جو بچہ کی رضاعت (یا پرورش تا بلوغ) وغیرہ کی خدمت انجام دیتی ہے۔ جس کا اسے حق پہنچتا ہے۔ خواہ اثنائے رضاعت میں یا تا اثنائے بلوغ وہ والد مولود کے نکاح میں رہے یا الگ ہو جائے اس کے نفق کی ذمہ داری والد مولود پر بحق خدمت عائد ہوگی۔ (اور اگر مولود کی والدہ[2] اس کے والد کے نکاح سے الگ ہو چکی ہو۔ تو مولود کو بعد بلوغ اختیار ہوگا۔ کہ وہ والد یا والدہ کے ساتھ اپنے تعلق کی یکسانیت کی وجہ سے جس کو چاہیئے اختیار کرے)

الحاصل مولود کی ایسی تربیت و تادیب جس کے ذریعہ کسب طیّب پر اسے قدرت حاصل ہو اس پر تا حصول قدرت والد

۱-۲ مشکوا کتاب النکاح باب بلوغ الصغیر فصل ثانی و ثالث مطالعہ فرمادیں۔

مولود کے نفق کا از روئے عدل ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس کے ہاں بچہ پیدا ہو۔ پس اس کے باپ کو چاہیئے کہ اس کا اچھا نام رکھے۔ اور حسنِ ادب کے ساتھ اس کی تہذیب کرے اور جب وہ سنِ بلوغ کو پہنچے۔ تو اس کی تزویج کرے۔ اگر بلوغ کے بعد وہ اس کا نکاح نہیں کرتا اور وہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو اس کا گناہ اس کے باپ کے ذمہ ہے۔ (مشکواۃ کتاب النکاح)

جس نام سے مرجع فطری عزّوجلّ اور داعی الی المرجع کی طرف فکری انعطاف واقع ہوتا ہو۔ وہ از روئے فطرت بہترین نام ہے۔ گویا حسنِ اسم سے مولود کے فکر میں صحت اساسی تمکین پاتی ہے۔ جو اساس ارادہ و تحریک ہے۔

ازاں بعد حسنِ ادب افکار و اعمال کی مجموعی تہذیب سے تحقق پاتا ہے۔ اور سنِ بلوغ تک کا حصۂ عمر اساس تعمیر فکری و عملی ہے۔ جس پر قصرِ نفس ادراک و تحریک کی ارتقائی کیفیتوں کے ساتھ تعمیر ہوتا ہے۔ یعنی وہی صحت فکر کی تمکین کا وقت ہے۔ اور اس کی بنیاد پر صحتِ عمل اور کسب طیبات کے کوائف کا قوائے ادراک و تحریک کے ساتھ وہ اتحاد ارتقائی متحقق ہوتا ہے۔ جو نفسِ انسانی اور اسباب خارجیہ میں تقاضائے اصولِ تدریج ارتقاء کے تحت متحقق ہے۔ گویا سنِ بلوغ تک حسنِ ادب کی تکمیل ہو جانی چاہیئے۔ پھر اس کے بعد حقِ فضل ابوت کی رو سے جو تزویج کو اس کی ولائت اعلیٰ کے ساتھ مشروط قرار دیتی ہے۔ موسسین منازل پر ان کی اولادوں میں تزویج ذکور و اناث کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے۔ اور اس کے بعد ان کی تربیت ارتقائی اور ان کے اخلاق فاضلہ اور اقتصاد عدلیہ کے تحفظ کے لئے استقلال جہد ان کی ابوتِ اعلیٰ کے حق فضل کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔

یہ تمام اہتمام متذکرہ ان کے فکر و عمل میں تمکین عدل کی جد و جہد ہے۔ جو فطرت تاسیس منزلی و حق ابوت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عزّوجلّ فرماتا ہے۔

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ ..... الخ — اے مومنین اپنے نفوس اور اپنے اہل و عیال کو آگ سے بچاؤ۔ (التحریم۔ رکوع ۱)

اس فرمانِ ربانی میں اسی فکری اور ارادی اور عملی تربیت و ادب کی تحسین کا اس عزّوجلّ نے حکم دیا ہے۔ جو ابو المنزل پر اس کی فطرت فاضلہ کی رُو سے عاید ہوتا ہے۔ اور چونکہ سیاست مدن منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔

اس لئے امیر فرد پر بحیثیت ابو الملت تدبیر اعلیٰ کی ذمہ داری عاید ہوتی ہے جو بحق واحد مرجع فطری عزّوجلّ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی حیثیت آمریہ ہے۔ جو واحد مرجع نسلی یا ابو الانس کے مقام فضل پر اس کی تمکین کی دلیل کے ساتھ اسے واحد مرجع فطری عزّوجلّ کی طرف سے حاصل ہے۔

پس وہ اپنی قوتِ فعالیہ اور اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ نفس ملت میں حقیقت عدل کے سریان مشترک اور تمکین عدل کے تماد سے نفوس افرادِ ملت میں تمکین ہر گونہ عدل کے ساتھ معیار نفق تزویج مقرر کرتا ہوا تمام موانع مفرطہ کو تعمیل فطرت کے جادۂ عدل سے ہٹا دیتا ہے۔

اب جبکہ موسس منزل یا ابو المنزل سے متعلقہ ذمہ داریوں کی وضاحت ہو چکی ہے۔ تو یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ نظرتِ منزلی اس دلیل سے کہ امیر فرد کی تدبیر اعلیٰ محور تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ اور ابو المنزل کو دلیل نفق و تربیت حسنہ سے ارکین منزل پر حق فضل حاصل ہے۔ تمام ارکین منزل پر محور فردیت امارت کے گرد تداور صحیحہ کے ساتھ جو اطاعت الٰہی و نبوی کی نیابتہ ہے۔ ابو المنزل کی اطاعت کاملہ کے حق فاضلہ کو عاید کرتی ہے۔ جو متذکرۃ الصدر فرمان ربانی کے دوسرے حصہ

فالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ[1] میں تاسیس منزل کے رکن اخری (زوجہ) کے متعلق ناطق بالحق ہے بحالیکہ اولاد کی اطاعت وسعت تدریجیہ کے تحت اسکی تحت تبعیت میں از روئے فطرت واقع ہونی چاہیئے۔ جو مقصود آیۂ ذیل ہے

وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝

(بنی اسرائیل رکوع ۳)

اور تیرے پروردگار نے یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ تو نہ عبادت کرے مگر اس کی اور والدین کے ساتھ احسان اگر دونوں میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بوڑھے ہوجائیں تو ان کو اُف بھی مت کہہ اور انہیں مت جھڑک کر بول اور ان کے ساتھ قول کریم کے ساتھ گفتگو کر اور رحمت سے اطاعت کے بازو ان کے لئے بچھا دے۔ اور کہہ اے میرے پروردگار ان پر رحم کر جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے۔

(اس شخص کے متعلق جس کے والدین یا ان میں سے ایک فوت ہو جائے۔ اور وہ اُن کا نافرمان ہو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ہمیشہ ان کے لئے دعا اور استغفار کرتا رہے۔ (جو منجملہ رب ارحمھما کے مقصود کی ایفا ہے) حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیکوکار لکھدے۔ (مشکوٰۃ کتاب الادب باب البر والصلۃ)}

علیٰ ہذا اقربا پر احسان اسی منزلی فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ جو بمطابق آیہ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّذِی الْقُرْبٰی ...... الخ[2] تقدیم وتاخیر کے ساتھ جو کو الف تعلق دوارح کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ تمام نوع انسانی کو ابوت انس کے فضل فطری کے تحت کثافت کے سیران متحدہ کی دلیل سے احاطہ کرنے پر شاہد ہے۔ کیونکہ کائنات انسانی کا جائز واحد اجتماع ہو جامع نظام منازل ہے۔ اس منزل اول کی تدریجی صورت وسیعہ ہے۔ جس پر ابوالانس یا امیر فرد کو حیثیت فاضلہ حاصل ہے۔ گویا تمام نوع

---

۱ پس صالح عورتیں (اپنے شوہروں کا) حکم مانتی ہیں۔ اور ان کے غیب کی حفاظت کرتی ہیں۔ اس کے عوض کہ اللہ نے انہیں محفوظ فرمایا ہے۔ (النساء رکوع ۶)

۲ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰكِیْنِ وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ (النساء ع) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ فیصلہ کو الف منزلیہ کے تحت غلام (جو بجائے ملک ایمان ہیں) میں عدل و مساوات تدبیر منزل کی ایک مستقل شق ہے۔

چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے فرمایا۔ (بروایت بخاری) یہ جن کو تم غلام کہتے ہو یہ بھی تمہارے بھائی ہیں۔ جن کو خدا نے تمہارے تحت میں کر دیا ہے۔ پس جس کو خدا نے تمہارے تحت فرمایا ہے۔ تو اس کو وہ کھلاؤ جو خود کھاتے ہو۔ اور وہی پہناؤ۔ جو خود پہنتے ہو۔ اور اس کو اتنا کام نہ دو۔ جو اس پر بھاری ہو جائے۔ اور جو بھاری کام دے تو اس میں خود شریک ہو کر اس کی مدد کرے۔ مزید اخراج غلامی پر بحث عنوان متعلقہ میں مطالعہ فرماویں) نیز اس استفسار پر کہ ہم کتنی دفعہ خادم کو معاف کریں۔ عادل فعال صلعم نے فرمایا یومیہ ستر مرتبہ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب النفقات فصل اول) اور حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ میں نے اس صلعم کی دس سال تک خدمت کی۔ لیکن اس اثنا میں آپ نے مجھے اُف تک نہیں فرمایا۔ اور نہ یہ فرمایا۔ کہ یہ کام کیوں کیا۔ اور یہ کیوں نہ کیا۔ (مشکوٰۃ کتاب الفتن باب اخلاقہ وشمائلہ)

انسانی کی صلاح جوہری و عرضی کے لئے جد وجہد اور اس کے راستہ سے دفع موانع حقوق صلۂ رحم کی ایفا ہے۔ اور اس کا ترک فیصلۂ فطرت کی رو سے مستوجب[1] عقوبت ہے۔ (علیٰ ہٰذا ہر ذی روح متنفس اور من جملہ جوارحِ منزلیہ کی ایفا میں مددگار ہے۔ حیوانی فطرتِ متحدہ اور تعاون نافعہ و شربیہ کی رو سے اپنے لئے بالعدل متقاضیٔ احسان ہے۔ چنانچہ عادل فعال ابوالانس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ[2] فِی هٰذِهِ الْبَهَائِمِ الْمُعْجَمَةِ فَارْكَبُوهَا صَالِحَةً وَاتْرُكُوهَا صَالِحَةً اور بہائم کے متعلق اجر کے بارہ میں استفسار کے جواب میں آں صلعم نے فرمایا فِی كُلِّ ذَاتِ كَبِدٍ رَطْبَةٍ (ہر صاحب جگر تر میں اجر ہے۔ مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقہ مطالعہ فرمائیں) پس من جملہ موذی جانوروں کا طریق اندفاع بھی بے رحمانہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اِرْحَمُوا مَنْ فِی الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِی السَّمَاءِ (مشکوٰۃ کتاب الاداب باب الشفقۃ) اسی حقیقت عدلیہ رحمیہ کی وضاحت ناطقہ ہے۔

اور ارکین و توابع منازل اور متعلقات منازل کے لئے ادائے حقوق میں بحق مرجع فطری عز وجل نیابت الٰہی یا فردیت امارت یا ابوت الانس کے محور فعال کے گرد تداورِ صحیحہ کی حقیقت لزومیہ پر (اس دلیل سے کہ ازدواج نوع انسانی کے تعلقات کی اصل ہے اور ذریعۂ تناسل ہے) مؤمنین اور مومنات کے درمیان نفس انسانی کی اس عز وجل کے ساتھ نسبت تخلیقیہ اور اس عز وجل کی طرف کیفیت رجوعیہ کے تقاضائیں کے تحت قواعد تزویج میں صحتِ فکر (ایمان علی المرجع) کے ساتھ تزویج کا مشروط ہونا مستحکم شہادت ہے۔ کیونکہ فردیت امارت یا ابوت الانس مقام مرجع نسلی سے مرجع فطری کی طرف صحتِ رجوع کے تحقق کے لئے نیابت مرجع فطری کی حیثیت سے امر بالعدل کا فطری فرض انجام دیتی ہے جو تہذیب نفس اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں وجہ تمکین عدل ہے۔ علیٰ ہٰذا جو نہیں معاہدۂ تزویج میں مرجع فطری عز وجل کے متعلق اختلاف افکار کی صورت میں تعقید تزویج کا از روئے عدل یعنی فیصلۂ فطرت کے تحت ناروا ہونا یا معاہدۂ تزویج کی شکست ارکین منزل اور توابع و متعلقات منزل کے لئے محور نیابت الٰہی یا ابوت الانس کے گرد تداور مستقلہ کے لزوم پر حجت بین ہے۔ جو تصرف محوریہ کی دلیل سے صحت تداور اور اس کے استقلال عدلیہ کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ مرجع فطری عز وجل فرماتا ہے۔

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ...... الخ (نساء) اللہ کی اطاعت کرو۔ اور اس کے رسول کی۔ اور تم میں سے جو اولی الامر ہو۔

یعنی مرجع فطری عز وجل کی طرف فطرت تخلیقیہ کے فیصلہ کی رو سے توجہ فطری اور رجوع شعوری کی ایفا عدل ہے۔ اور وہ فردیت نبوت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت کی قوت فعالیہ کے تصرفِ عدلیہ کو اس دلیل سے مستلزم ہے۔ کہ وہ نفس امارت میں کشف روح الٰہی سے تحقق پاتی ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس انسانی میں تمکین للٰہیت یا عدل کا ذریعہ ہے۔ گویا وہ تصرف فعال فردیت نبوت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت کی حیثیت محوریہ ہے۔ جو اس کے گرد صحت تداور سے سقوط کو از روئے عدل ناجائز قرار دیتی ہے۔ چنانچہ فرمان ربانی وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا[3] وَاِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَيْسَ لَكَ

---

[1] اور اس پر احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔ منجملہ (مشکوٰۃ کتاب الادب احادیث متعلقہ مطالعہ فرمائیں۔

[2] ان بے زبان چارپاؤں کے بارہ میں اللہ سے ڈرو۔ ان پر سواری کرو۔ اس حال میں کہ وہ اس کے قابل ہوں۔ اور انکی سواری چھوڑ دو بحالیکہ وہ قوی اور قابل ہوں۔

[3] ہم نے انسان کو اس کے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور اگر وہ زبردستی سے چاہیں۔ کہ تو میرا شریک بنائے۔ جس کا تجھے علم نہیں ہے۔ پس تو ان کی پیروی مت کر میری طرف ہی تمہارا رجوع ہے۔ پھر میں بتلاؤنگا۔ جو کچھ تم کرتے رہے۔ (العنکبوت۔ ع ۱)

بہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ اور فرمان ربانی صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا وَّاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ اسی حقیقت علیہ کے نفاذ کے لئے اُمر بالعدل ہے۔

پس عادل فعال ابوالانس اول المسلمین صلعم نے اس فضل فطری کی جو امیر فرد یا ابوالانس کی اطاعت پر اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ دلیل روشن ہے۔ اور اناث پر فضل ذکور کی وضاحت ہے۔ اس طرح (بروایت ترمذی) شرح فرمائی ہے۔ کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے۔ تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ خاوند کو سجدہ کرے۔ کیونکہ صاحب منزل کے حضور میں اس کی اطاعت کا اصول فرزندان دولت کی اس اطاعت کی اساس ہے۔ جو خلیفۃ اللہ فی الارض واحد مرجع نسلی انسان اول اور انجام کار اکمال دین اور اتمام نعمت کی دلیل سے فردیت رسالت مصطفوی صلعم اور اس کی پیروی میں فردیت امارت کی ابوت فاضلہ کے حضور میں تمام ابنائے دولت کی اس دلیل سے اعتراف ابنیت ہے۔ کہ جملہ نظام ہائے منازل منزل اول کے شعبہ ہائے وسیعہ ہیں اور زوجہ کی صاحب منزل کے حضور میں اطاعت ابنائے منزل کے لئے اسوۂ متشکل قرار پاتا ہے۔ جو صاحب منزل اور امیر فرد کے حضور میں فرزندان دولت کی اطاعت کو ان کے نفوس کی فطرت میں داخل کر دیتا ہے۔ گویا اصول اساسی کی تمکین فروع میں استقلال تدبیر و سیاست کو متحقق کرتی ہے۔ جو سیاست مدن میں موجب استقلال تہذیب و تدبیر و سیاست ہے۔ اور اسی دلیل سے یہ اصول اطاعت واحد مرجع فطری عزوجل کے متعلق اراکین منزل اور توابع منزل کے نفوس میں دلیل حسن ادب سے صحت فکر کے تحقق کا تدبیری ذریعہ ہے جو آیۂ قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا سے مقصود رکھا گیا ہے۔

چنانچہ داعی الی المرجع عادل فعال ابوالانس محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زوجہ کے عصیان کو ملائکہ کی لعنت کا موجب قرار فرمایا ہے۔ کیونکہ جب وہ منجملہ زوج کی اپنے فراش کی طرف دعوت کو مسترد کر دیتی ہے۔ تو گویا اس کے حصول سکون کو باطل کر دیتی ہے۔ اور اس عصیان منجملہ دیگر فساد منزلی و مدنی استقلال نسل انسانی کے مقصد تسلسل کو روک دیتا ہے۔ بحالیکہ نوع انسانی کی تخلیق کا مقصد سطح ارض پر نیابت مرجع کے حقائق کشفیہ و تحلیلیہ کی تمکین ہے۔ جو نفس الثانی میں روح متخلف کے کشف اور روح ارضی کے تحمل کشف سے تحقق پاتا ہے۔

اس فطری سکون کا حصول چونکہ تقاضائے عنصریت کی ایفا سے تحفظ عدل کو خلل سے محفوظ کر لیتا ہے۔ اس لئے آپ صلعم نے (بروایت ترمذی) حکم دیا کہ اگر زوجہ تنور پر بھی ہو۔ تو اسے اس بارہ میں زوج کے حکم کی فوری تعمیل کرنی چاہیئے۔ چنانچہ عادل فعال صلعم کے فرامین عالیہ لَا تَصُوْمُ الْمَرْاَةُ اِلَّا بِاِذْنِ زَوْجِهَا اور لَا يَحِلُّ لِامْرَاَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ اَنْ تُحِدَّ عَلٰى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلٰثِ لَيَالٍ اِلَّا عَلٰى زَوْجٍ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا اسی تحفظ عدل کا اہتمام ہے۔

اور زوج کا زوجہ کی طرف سکون چونکہ تقاضائے فطرت کی ایفا کی دلیل سے عدل ہے۔ اور موجب تسلسل نسل انسانی اور

۱؎ اور اگر وہ کوشش کریں کہ تو میرے ساتھ شرک کرے۔ کہ اس کا تجھے علم نہیں پس ان کی اطاعت نہ کر اور ان کے ساتھ دنیا میں صحبت رکھ پسندیدہ اور پیروی کر اس شخص کے راہ کی جو میری طرف متوجہ ہے۔ (لقمٰن - ۲)

۲؎ کسی عورت کے لئے یہ روا نہیں کہ وہ صوم نفل اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر رکھے۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

۳؎ کسی عورت کے لئے یہ حلال نہیں (جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتی ہے) کہ وہ کسی میت پر تین رات سے زیادہ سوگ کرے۔ لیکن خاوند پر چار ماہ اور دس دن (متفق علیہ)

Marfat.com

موجب تحفظ عدل ہے۔ اس لئے آں صلعم نے کیفیت اساسی کی مذکورہ بالا شرح خصوصی فرماتے ہوئے جامعیت کے ساتھ سکونِ زوج کی اس طرح توضیح فرمائی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قیل لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای النساء خیر قال التی تسرہ اذا نظر و تطیعہ اذا امر ولا تخالفہ فی نفسھا ولا فی مالھا بما یکرہ (مشکوٰۃ)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلعم سے پوچھا گیا۔ کہ کونسی عورت بہتر ہے۔ تو آں صلعم نے فرمایا۔ جب شوہر اسے دیکھے تو مسرور کردے۔ اور جب حکم دے تو بجا لائے اور اپنے نفس میں اور اپنے مال سے اسکے ساتھ مخالفت نہ کرے

علیٰ ہذا خطبۂ حجۃ الوداع میں عادل فعال صلعم نے اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت فرماتے ہوئے حکم دیا کہ کوئی عورت اپنے خاوند کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر ہرگز خرچ نہ کرے۔ تو صحابہؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا کھانا بھی۔ تو آں صلعم نے فرمایا۔ کہ کھانا ہمارے افضل الاموال سے ہے[1] یہ تمام احادیث متذکرہ فرمانِ ربانی فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ کی شرح روشن ہیں۔

الحاصل مسلمۂ صالحہ اطاعت شوہر کے ساتھ اپنے فطری فرض کو ادا کرتی ہے۔ اور اس کے حضور و غیب میں اس مقدس معاہدۂ معاشری (نکاح) اور اس کے جملہ متعلقات کی حفاظت اور ایفا سے ان تمام تقاضاؤں کو پورا کرتی ہے۔ جو فرمانِ ربانی لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا کے تحت فیصلۂ فطرت کی رو سے اس پر عاید ہوتے ہیں۔ اور منزل اوّل کی پیروی میں ہر منزلی نظام اُن کی ایفا پر مکلف ہے۔ کیونکہ مؤسس منزل یعنی زوج کے ذریعہ مرجع فطری عز وجل اس کی رفیقۂ منزل کے جملہ فطری تقاضاؤں یعنی تقویٰ[2] و راس پر استقلال سے جو داعی الی المرجع صلعم کی قوت فعالیۂ متواترہ کے تصرف کو مستلزم ہے۔ اور حوائجِ صنفی وغیرہ دیگر حوائجِ عنصری کی ایفا سے اس کی فطرت کو حفظ کے ساتھ سکون عطا کرتا ہے۔ جو نفس انسانی میں کثافت و لطافت ممزجہ کے ترشح اضطرابیہ کا (ایفائے تقاضا ہائے نفس کی دلیل سے اطمینان ہے)۔ گویا زوج اس کے نفس کی اساس عدلیہ پر تعمیر قصر عدل میں مددگار ہوتا ہے۔ اس لئے عدل کہ وہ جوانب میزانیہ میں تنصیف صحیحہ کو مستلزم ہے۔ زوجہ کے لئے غیب و حضور میں اس کی اطاعت کے ساتھ جواب جزیل کو ضروری قرار دیتا ہے۔ دراں حالیکہ شوہر زوجہ کے متعلق تمام حقوق سکونیہ کی ادائیگی پر حسب وضاحت متذکرۂ صدر (عنوان ہذا) مکلف بالعدل قرار پاتا ہے پس ان ہر دو کے مابین اور ان کے متعلقات اور فروع میں تقاضا ہائے عدلیہ کی ایفا سے تدبیر منزل میں استقلال نظام تحقق پاتا ہے۔ اور اس سے انحراف فرطیہ افراد اور منازل میں پراگندگی و انتشار کا موجب ہوتا ہے۔ اور چونکہ فرد اساس منزل۔ مدن ہے اور نظام مدن منزلِ اوّل کی صورتِ وسیعہ ہے۔ اس لئے مدن میں وجہ فساد ہے۔ پس فرط و فساد کو دبا دینے کیلئے امیر فرد ابو الانس کی جانب سے اہتمام تصرفِ عدلیہ اور ہیئت قاہرہ کے تحت حسب درجات جرمیہ عقوبت مندرجہ کا اجرا تقاضائے تربیت عدلیہ کی ایفا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ مطالعہ فرمادیں۔

[2] قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (التحریم ع ۱)

شکستِ تزویج

نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اس لئے تکمیل عدل فطرت تخلیقہ کے تقاضا کی ایفا ہے۔ اور معاہدہ نکاح اساس عدل پر استوار نسل انسانی کی بقاء و وسعت کا ذریعہ ہے۔ یعنی جوانب میزانیۂ نفس سے جہاں ایک جانب کثف و تحمل نور سے ثقل کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ جو اس میں تمکین عدل ہے۔ اس کی جانب اخریٰ اس معاہدہ اور اس کی غایات کے ذریعہ ثقل وزن سے متحقق ہوتی ہے۔ (بحالیکہ بقائے حیات عنصری سے متعلقہ حوائج عنصری کی ایفائیں اس کی توابع ہیں) گویا عدل ایک روح ساریہ ہے۔ جو اصول و فروع اور کلیات و جزئیات اور اجتماعی اور انفرادی حیثیتوں میں مستقل کیفیتوں کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ یعنی نفوس انسانی کی تعدیل اصولی کو متحقق کرتا ہے۔ جس میں لطافت و کثافت کو جوانب میزانیہ قرار دیا گیا ہے۔ اور ان کے قوئے نظری و عملی غضبی و شہوی کی تعدیل فروعی کو مستقل حیثیتیں عطا کرتا ہے۔ گو ہر قوت کا عدل دوسری قوت کے عدل کو مستلزم ہے۔ اسی طرح نظام منزل اور اس کی ارتقائی صورت و سیعہ نظام مدن جو ارکین منزل و مدن یعنی افراد اور ہر گونہ حیات سے متعلقہ اسباب کا جائے اجتماع ہے۔ عدل اس کے اصول و فروع میں ممیز حیثیتوں کے ساتھ جاری ہوتا ہے۔ اور اس کی تدبیر و سیاست میں استحکام متمکن کر دیتا ہے۔

پس جیسے تزویج سے تقاضائے عدل کی ایفا اصولی طور پر تکمیل پاتی ہے۔ ایسے ہی اس کی ہر فرع کی اساس اور اس کی تکمیل میں عدل کو موسسہ اور مکملہ حیثیت حاصل ہے۔ عدل کے معنی یہ ہیں کہ وزن کو ایسے دو برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے۔ کہ کوئی کسی طرف جھکنے نہ پائے۔ اور اس کے لئے میزان العدل کا وجود ضروری ہے۔ جو معیار تنصیف ہے۔ معاہدہ نکاح اور نظام منزل میں زوجین کا وجود گویا میزان العدل ہے۔ اور ان ہر دو کی رضامندی سے معاہدۂ نکاح میں اساسی طور پر تنصیف صحیحہ متحقق ہوتی ہے۔ اور صرف ایک جانب کی رضامندی کی صورت میں معاہدۂ نکاح متحقق نہیں ہو سکتا۔ پس اگر عورت کی رضامندی کے بغیر اس کا ولی معاہدہ تزویج استوار کر دیتا ہے۔ تو گویا اس معاہدہ کی حیثیت وجود حیثیت عدل سے ساقط قرار پاتی ہے۔ اس لئے امیر فرد جسے ولی اعلیٰ کی حیثیت حاصل ہے۔ ایسے معاہدہ کو منسوخ قرار دے سکتا ہے۔ کیونکہ اصول تدرزیج جو وحدت مرجع نسلی پر شاہد بالحق ہے۔ اور واحد مرجع نسلی کے وجود میں تمام نوع انسانی کو اور تمام نظامہائے منازل کو منزل اوّل کی وسعت میں مدغم قرار دیتا ہے۔ اسی دلیل قاطعہ کے ساتھ وحدت جماعت اور فردیت امارت کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو واحد مرجع نسلی کے مقام پر فاضل حق ابوت کی دلیل سے آمر بالعدل ہے۔ چنانچہ دستور عدل اور اسکی شرح متشکل اسوۂ حسنہ فردیت مصطفوی اس حقیقت پر شاہد بالحق ہے۔ پس معاہدۂ نکاح کا وجود چونکہ ایفائے تقاضائے عدل ہے۔ اور اس کا مقصد معاشری عدل کے ساتھ متحقق ہونا ہے اس لئے زوجین میں سے کسی کی معاشرت کا معیار عدل سے سقوط امیر فرد ابو الملت کو اس کی فردیت آمر بالعدل یا اولی

فاضلہ نظامِ منزلی میں تصرفِ عدلیہ اور ہیئت قاہرہ کے ساتھ تمکین عدل کا حق عطا کرتی ہوئی حق تفسیخ معاہدہ پر اس شرح کے ساتھ اعطائے قدرت کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کہ نظام مدن میں جو جامع منازل ہے۔ امیر فرد محور ہے۔ جس کے گرد اس کا تداورِ صحیح تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے۔ (علیٰ ہذا بحق امیر فرد اس کے نائبین فعال اس کی ابوّت اعلیٰ سے متعلقہ فرائض تدبیریہ کو انجام دیتے ہوئے اس کی نیابت قاہرہ سے تدبیر منازل میں عدل متمکن کر دیتے ہیں۔) پس وہ بمطابق فرمانِ ربانی فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا[1] (جو ملّت کے نظام اجتماعی سے خطاب ہے)۔ اہتمام تصرفِ عدلیہ کے تحت معاہدہ کے معیار عدل سے انہدام پر تمکین تصدیق و شہادت کے ساتھ اصلاح منازل کے لئے جو استقلال تزویج یعنی نظامِ منزلی میں تصرف عدلیہ اور ہیئت قاہرہ کے ذریعہ تمکین عدل مبنی یا شکست تزویج کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ بحثیت حکمین اور بمطابق فرمان وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ اقامت شہادت سے شرائط انتظاریہ[2] کے ساتھ خلع و طلاق یا فسخ نکاح کے لئے حکم جاری کر سکتے ہیں۔ یہاں پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ حکمین کی حیثیت حکمیہ نیابت منصب تحکیم العدل کے لئے یعنی بحق فردیت امارت آخری فیصلہ جاری کرنے کے لئے استحقاق پر شاہد ہے۔

چنانچہ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ ۖ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَن يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ	اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو تو ایسے وقت میں طلاق دو۔ جبکہ ان کی عدت شروع ہو جائے۔ اور عدت کا حساب کرتے رہو۔ اور اللہ سے ڈرو جو تمہارا رب ہے۔ ان کو ان کے گھروں سے مت نکالو۔ (ایام عدت میں) اور نہ وہ خود نکلیں۔ مگر جب کھلم کھلا بدکاری کریں۔ اور اپنے میں سے دو نفوس عادل

وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ .... الخ (الطلاق) کو شاہد کرو۔

اللہ عزّ وجلّ نے اپنے اس خطاب میں رسول پاک صلی اللہ وسلم کی فردیت نبوت کو اولاً مقصود خطاب قرار فرماتے ہوئے بالتبع مومنین کو مخاطب فرمایا ہے۔ یعنی اولاً وحدت کے ساتھ فردیت نبوت اور اس کے تبع میں اس کے منصب نیابت پر فائز فردیت امارت کے ساتھ وضاحت خطابیہ مقصود ہے۔ جو ایسے اجالۂ دولت میں طلاق خلع اور فسخ نکاح پر قدرت فاضلہ عطا کرتی ہے۔ اور ثانیاً اس کی حیثیت جامعی کے ساتھ مومنین کو اس میں شریک کیا گیا ہے۔ جو فردیت امارت کے ساتھ اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت کا تحقق ہے نیز یہ فرمان ربانی مومنین کی اس انفرادی قدرت طلاق کا بھی ترجمان ہے۔ جو ہر شوہر کو حق تاسیس منزلی کی دلیل سے پہنچتی ہے۔ اور ایسے آیہ متذکرہ کے طرز خطاب کی وضاحت کے تحت محور امارت کے گرد متداور ہونا چاہیئے[3]۔ جو تقاضائے فطرت نوع انسانی کی ایفا ہے۔ گویا نبوت اور اس کی پیروی میں وراثت نبوی کی دلیل سے فردیت امارت مومنین کے نظام مدن کا (جو جامع منازل ہے) محور ہے۔ اس لئے تزویج کی تعقید و شکست اس کے گرد تداور کے ساتھ متحقق ہونی چاہیئے۔ یعنی جیسے تزویج اور اس کی شکست سے متعلقہ قوانین عدلیہ کا منبع نفاذ صدر مصطفوی ہے۔ اور اس صلعم کی فردیت امارت کے ذریعہ وہ الیٰ یوم القیامۃ دستوری حیثیت کے ساتھ جاری کر دیئے گئے ہیں۔ ایسے ہی نیابت مصطفوی کی دلیل سے آپ کی امت میں فردیت امارت ہی ان کے نفاذ کا استحقاق رکھتی ہے۔ اس لئے نکاح و طلاق

---

[1] پس ایک حکم مرد کے اہل سے اور ایک حکم عورت کے اہل سے مقرر کرو۔ (النساء ۴)

[2] آئندہ صفحات میں مطالعہ فرمائیں۔ [3] اور اسی دلیل سے نکاح کے وقت ابو الانس امیر فرد اور ابوت انس (حکومت) اور بحق امیر فرد حکمین کی اس ٭

٭ حیثیت کی وضاحت کو نکاح کی شرائط سے قرار دینا چاہیئے کہ انسے تعقید نکاح اور طلاق اور خلع اور فسخ نکاح پر قدرت عادلہ حاصل ہے۔ تاکہ اس فرمان ربانی کا منشا جس میں فردیت امارت اور مومنین کو متحداً مخاطب کیا ہے۔ عمل کے ساتھ متحقق ہو۔ فرمان ربانی اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم اسی حقیقت کے لئے مؤید ہے کہ متذکرہ وضاحت کو شرائط نکاح سے قرار دینا چاہیئے۔

Marfat.com

محورِ امارت کے گرد تداد صحیحہ کے ساتھ متحقق ہونا چاہیئے۔ پس جیسے امیر فرد کو ملت کے ذکور و اناث کی تزویج پر اپنی تدبیر اعلیٰ کی دلیل سے حق ولایت حاصل ہے۔ ایسے ہی وہ معاہدۂ تزویج کو اس کی اساسہائے عدلیہ کے انہدام کی دلیل سے منسوخ قرار دے سکتا ہے۔ جیسے (بروایت ابوداؤد) بنی بکر سے ایک شخص نے اپنی لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کا نکاح کر دیا۔ تو اس لڑکی کی شکایت پر آں صلعم اس لڑکی کو اس نکاح کے بارہ میں اختیار عطا فرمایا۔ (کہ خواہ قائم رکھے یا منسوخ کر دے) یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ لڑکی کی نارضامندی کے باوجود اس وقت معاہدۂ تزویج میں شریک ہونا اس کی ایسی قبولیت کا مظہر ہے۔ جیسے بعض دفعہ بعض وجوہات کی بنا پر نارضامندی کے باوجود بعض معاہدات طے پاتے ہیں۔ اور انکار کر دینے سے وہ طے نہیں بھی پا سکتے۔ اور انکار چونکہ گونہ تکالیف کا موجب ہو جاتا ہے۔ اس لئے ایسے معاہدات میں گویا ایک گونہ اکراہ کو دخیل سمجھنا چاہیئے۔ مگر چونکہ انکار ممکن ہوتا ہے۔ اس لئے معاہدہ کی حیثیت کو بھی وجود حاصل ہوتا ہے۔ نیز فضل ابوت کی دلیل سے باپ کے فعل یعنی نکاح معقودہ کو حیثیت معتمدہ حاصل ہوتی ہے۔ جیسے کہ اقضیہ[1]

گویا شرطِ عدل کے فقدان کی دلیل سے آں صلعم نے اس معاہدۂ نکاح کو اس کی حیثیت عہدی کے باوجود منسوخ قرار فرمایا۔ اور اسی دلیل سے آں صلعم کی پیروی میں امیر فرد یا بحق خود اپنے نائبین فعال کے ذریعہ تقیید نکاح کے بعد ہر اس معاہدہ نکاح کو جو شرائط عدلیہ سے ساقط ہو جائے۔ اہتمام تصرفِ عدلیہ کے ذریعہ تشخیص حالات کے ساتھ (خلع یا طلاق یا فسخ سے) منسوخ قرار دے سکتا ہے۔ اور فسخ نکاح پر صرف اسے ہی تدبیر اعلیٰ کی دلیل سے شہادت يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ سے اختیار حاصل ہے۔ اور فرمان ربانی فَابْعَثُوا حَكَمًا مِّنْ أَهْلِهِ وَحَكَمًا مِّنْ أَهْلِهَا اسی اختیار اعلیٰ پر دلیل ناطق ہے۔

پس زوج کی طرف سے جب ان حقوق کی ادائیگی سے جو فطرت اس پر عاید کرتی ہے۔ تعطل یا تقصیر معاہدۂ نکاح کو حیثیت عدلیہ سے ساقط قرار دیتی ہے۔ منجملہ وہ تکلیف پہنچانے کی غرض سے اس کو لٹکائے رکھتا ہے۔ جیسے اللہ عز وجل فرماتا ہے وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوا (اور ان کو مت روک رکھو تکلیف پہنچانے کی غرض سے: البقرۃ ع ۲۹) یہ فرمان ربانی اشکالِ طلاق میں وارد ہوا ہے اور عقل سلیم شاہد ہے۔ کہ جملہ کوائف امساکیہ کا جامع کل ہے۔ اسلئے یہ حکم معاشرت ازدواجی کے متعلق جامعیت کیساتھ ناطق ہوگا۔

پس اگر زوج ظلم کے ساتھ اپنی بیوی کو اس کے والدین یا اولیا کے گھر بٹھا دیتا ہے۔ اور اس کے نان و نفقہ اور صنفی حوائج کے ایفا کی ذمہ داری محسوس نہیں کرتا۔ یا اپنے گھر میں روکتے ہوئے اپنے طرز عمل کو معیار معروف سے گرا دیتا ہے۔ یا زوجہ کے مشورہ اور رضامندی اور اطلاع کے بغیر اس کو بالعمد کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ کر مفقود الخبر ہو جاتا ہے علیٰ ہذا تمام ایسے حالات میں جو امساک للفرد کے لئے واقع ہوتے ہیں۔

ابو الانس (امیر فرد) آمر بالعدل عز وجل کے فرمان يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ کے مطابق اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت بعثت حکمین یا اقامت شہادت سے شرائط انتظاریہ کی رعایت کے ساتھ (جن کی بحث مستقل عنوان کے تحت آئندہ آئے گی) فسخ نکاح کے لئے اپنا حکم نافذ کر سکتا ہے۔ جس کا حق اسے منزل اول کی صورت وسیعہ یعنی سیاست مدن کی تدابیر اعلیٰ کی دلیل سے جو اس کی ابوت فاضلہ ہے۔ فیصلۂ فطرت کے ساتھ پہنچتا ہے۔

اور اگر امساک للفرد واقع نہ ہو۔ بلکہ باہمی سرد مہری کی وجہ سے اور اختلاف طبائع اور عدم مودت کی وجہ سے باہم حقوق نفس کی ایفا کے متعلق اندیشہ ہو۔ کہ نہ ہو سکے گی۔ بحالیکہ خاوند زوجہ پر ظلم نہ کرتا ہو۔ اور بوجہ مہر طلاق بھی نہ دے سکتا ہو۔ اور زوجہ اس سے رستگاری کی خواہشمند ہو۔ تو امیر فرد کو اجرائے خلع کے ساتھ جو مہر[2] کی واپسی سے واقع ہوتی ہے۔ طلاق دینے کا حکم دینا چاہیئے

[2] خلع کی صورت میں مہر کی واپسی رضامندی کے ساتھ مشروط ہے۔ مگر تعلقات میں خاوند کا ظلم مہر کی واپسی کو جبر پر محمول تصور کرنے کا موجب ہوگا۔

[1] علیٰ ہذا موطا اور بخاری اور مسلم اور مصنف عبد الرزاق میں (بحوالہ اقضیۃ الرسول مؤلفہ عبد اللہ محمد ابن فرج) خنساء بنت حذام انصاریہ سے روایت ہے کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ اسے پہلے سے جانتی تھی۔ اور وہ اسے ناپسند کرتی تھی۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی۔ اور فسخ نکاح کی درخواست کی آپ نے اس کا نکاح فسخ کر دیا۔ علیٰ ہذا متعدد روایات اس بارہ میں مروی ہیں۔

یا ان مخدوش و پراگندہ حالات کی ارتقائی صورتوں میں بعثت حکمین اور اقامت شہادات کے ساتھ حالات کے ساتھ تطابق بالعدل کے تحت خلع یا طلاق کی صورت میں (شرائط انتظاریہ کی رعایت کرتے ہوئے) فسخ نکاح کے لئے حکم جاری کرنا چاہیئے۔ چنانچہ مرجع فطری عز و جل فرماتا ہے۔

وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا

(البقرہ ۲۹:۲)

تمہارے لئے یہ حلال نہیں کہ تم ان سے کچھ واپس لو۔ اس سے جو تم انہیں دے چکے ہو۔ لیکن جبکہ وہ (مرد و زن) خوفناک ہوں۔ کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو ان پر گناہ نہیں ہے۔ کہ اگر عورت (آزادی حاصل کرنے کے لئے) کچھ دے یہ اللہ کی حدود ہیں۔ پس ان سے تجاوز مت کر۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ زوج کو موسس منزل کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ بحالیکہ ہر منزل کی تشکیل منزل اول کی پیروی میں تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ پس از روئے فطرت طلاق و خلع پر اسے اقتدار حاصل ہے۔ اور امیر فرد ابوالانس کی حیثیت سے منزل اول کی صورت وسیعہ یعنی سیاست مدن کا محور ہے۔ اس لئے اس کی ابوت اعلیٰ یا محور امامت کے گرد اس کا انداد نوع انسانی کی فطرت کے تقاضا کی ایفا ہے۔ پس جب ان کو الفت بالا کے تحت زوجین کے مابین اندیشہ شقاق واقع ہو جائے۔ مگر امیر فرد امساک للضرر نہ ہونے کی وجہ سے از روئے عدل نکاح کو فسخ نہ کر سکتا ہو۔ اور موسس منزل کے راستہ سے مہر کی رکاوٹ کو دور کرتے ہوئے اسے طلاق دینے کا حکم نافذ کرے۔ تو اسے بمطابق اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ اس کی تعمیل کرنی چاہیئے۔ اور امیر فرد کی ولایت اعلیٰ کے اجرائے حکم پر اسوۂ حسنہ مصطفوی شاہد بالحق ہے۔ جیسے بروایت بخاری ثابت ابن قیس کی زوجہ آں صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ میں ثابت ابن قیس کے خلق اور دین پر عیب نہیں لگاتی۔ لیکن میں کفر کو اسلام میں ناپسند کرتی ہوں (یعنی عدم محبت کی وجہ سے میں اس کی اطاعت کو قائم نہ رکھ سکوں گی۔ جو کفران ہے)، تو آں صلعم نے فرمایا کہ اس کا باغ کیا تم اس کو واپس کر سکتی ہو؟ تو اس نے کہا ہاں! تو آں صلعم نے ثابت ابن قیس سے فرمایا۔ کہ باغ قبول کرو۔ اور طلاق دے دو۔ (مشکوٰۃ کتاب النکاح باب الخلع مطالعہ فرما دیں۔)

اور اگر زوج امیر فرد کے حکم کی اطاعت نہیں کرتا تو اس دلیل سے کہ محور امارت کے گرد انداد صحیحہ سے سقوط فساد ہے۔ وہ مستوجب عقوبت قرار پاتا ہے۔ اور امیر فرد فرمان فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ کی پیروی میں جواد ائے فدیہ یعنی ترک مہر وغیرہ کی دلیل سے خلع کو واجب الاجرا قرار دیتا ہے۔ اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت بعثت حکمین کے ساتھ اجرائے خلع کیلئے حکم نافذ کر سکتا ہے۔ کیونکہ جب میزان تزویج استقامت صحیحہ سے گر جاتی تو عہد تزویج معیار عدل سے ساقط قرار پاتا ہے۔ جو عہد کی حیثیت اساسیہ استقلالیہ ہے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ معاہدۂ نکاح کی تنسیخ کا حق یا تو زوج کو پہنچتا ہے۔ جو واحد مرجع نسلی کی مانند اس کی فطری پیروی میں موسس منزل ہے۔ یا حسب وضاحت متذکرہ فردیت امارت کی حیثیت آمرہ بالعدل کو پہنچتا ہے۔ جو واحد مرجع نسل کے مقام پر نوع انسانی اور اس کے افکار و اعمال کی اپنے تفضل ابوت کے تحت جامع کل ہونے کا استحقاق رکھتی ہے۔ یعنی زوجہ خود اس معاہدہ کو منسوخ قرار نہیں

Marfat.com

دے سکتی۔ کیونکہ فطرت نفس شوہر اور اصول تدریج ارتقا کے تحت امیر فرد کے لئے حق فضل کی تصدیق کرتی ہے علیٰ ہذا امساک للضرر کے وقوع پر جس کا ایسے حالات متذکرہ میں یقین غالب ہوتا ہے۔ امیر فرد معاہدۂ نکاح کو زوجہ کی جانب سے ترک مہر کے بغیر منسوخ قرار دے سکتا ہے۔ جو حالات روندہ کی مطابقت کے ساتھ امیر کی سرعت رفتار عدلیہ ہے۔ گویا خاوند کو طلاق و خلع پر اقتدار اور اس پر امیر فرد کو اقتدار اعلیٰ فطرت منزلیہ اور فطرت وسعت تدریجیہ کے تقاضاؤں کی ایفاء ہے۔

علیٰ ہذا جب زوجہ کے نشوز (نافرمانی) کا اندیشہ لاحق ہو۔ تو اس دلیل سے کہ زوج کو بس منزل کی حیثیت سے احاطۂ منزل یا اپنے شعبہ میں امیر فرد کا قائمقام ہے۔ زوجہ کی اصلاح کے لئے اسے صحت تدبیر کے ساتھ کوشش کرنی چاہیئے۔ چنانچہ مرجع فطری عزوجل فرماتا ہے۔

وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا۝

(نساء رکوع ۶)

اور جن کی نافرمانی کے متعلق تمہیں اندیشہ ہو۔ تو (۱) ان کو (پہلے) سمجھاؤ اور (پھر) ان کو ان کی خوابگاہوں میں چھوڑ دو۔ (اور پھر) مارو پس اگر وہ اطاعت قبول کر لیں۔ تو ان پر کوئی راہ اختیار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ علی و کبیر ہے۔

یہ مرجع فطری عزوجل کی طرف سے زوج کو اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ مرجع نسلی اور امیر فرد کا احاطہ منزل میں قائمقام ہے۔ تدبیر منزل کا دستوری حق عطا کیا گیا ہے۔ اور اس کا نفاذ اصول تدریج کی رعایت و مطابقت کے ساتھ ہونا چاہیئے۔ جو نفس انسانی اور تمام کائنات کی فطرت تخلیقیہ میں کارفرما ہے۔

پس تادیب میں اختیار رعایات جو ترک تدریج ہے۔ ناقابل برداشت ہونے کی دلیل سے سود مند نہیں ہو سکتی فرمان ربانی میں ترتیب بیان ترتیب عمل پر اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ فیصل اللحق ہے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ وَاضْرِبُوْهُنَّ سے بھی فردیت امارت تادیب بالعدل مقصود ہے۔ اور حکم ضرب اس کی اس حیثیت معتدلہ پر شہادت ہے۔ جس سے اس کے کسی عضو کو کسی قسم کا نقصان نہ پہونچے جو دلیل تجاوز سے فرط ہے۔ اور زوج کو فردیت امارت کے حضور میں جوابدہ قرار دیتا ہے۔ علیٰ ہذا اس فرمان ربانی کے تحت تمام تدریجی منازل کو چھوڑتے ہوئے ضرب کو عادت بنا لینے کی اجازت نہیں دی گئی۔ چنانچہ احادیث مصطفوی اس حقیقت پر شاہد بالحق ہیں۔ تفصیل کے لئے مشکوٰۃ کتاب النکاح مطالعہ فرماویں۔

من جملہ لا تضربوا اماء اللہ۔ اللہ کی بندیوں کو مت مارا کرو۔ اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔ پس اگر وہ اس اطاعت کو اختیار کر لیں جو از روئے فطرت اُن پر عائد ہوتی ہے۔ تو بہتر ورنہ اس کے بعد اب امیر فرد کی تدبیر قاہرہ نافذ الامر ہوگی۔ اس کے بعد مرجع فطری اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَکَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَکَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ یُّرِیْدَا اِصْلَاحًا یُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَیْنَهُمَا

(النساء رکوع)

اور اگر تم زوجین میں اختلاف کے متعلق اندیشہ محسوس کرو تو زوج کے اہل سے ایک فیصل اور زوجہ کے اہل سے ایک فیصل مقرر کرو۔ اگر وہ اصلاح کا ارادہ کریں۔ تو اللہ توفیق عطا فرمائے گا۔

---

(۱) اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ ہجر فی المضاجع کی صورت میں عورتوں کو گھروں سے باہر نہیں نکالنا چاہیئے۔

Marfat.com

اِنْ خِفْتُمْ سے تمام اُمت کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے۔ اس لئے بلاشبہ مقصود خطاب ملت کا نظام اجتماعی ہے۔ پس مرجع فطری عزوجل کے اس حکم کے تحت امیر فرد پر مدبر اعلیٰ ہونے کی حیثیت سے یہ عاید ہوتا ہے۔

کہ وہ تمام ملت کے نظام ہائے منزلی کا اہتمام تصرف[1] عدلیہ

ذکر اس کے اراکین والدین ازدواج کے بعد اہل ہائے زوجین قرار پاتے ہیں۔ جس پر آیۂ متعلقہ اہتمام تصرف عدلیہ میں صراحت فِرْقَةٌ[2] اور قَوْمُهُمْ شاہد بالحق ہے)

کے تحت احتساب کرتے ہوئے اندیشہ ہائے شقاقیہ سے ہر گاہ باخبر رہ کر نظام ہائے منزلی میں متمکن عدل ہو۔ اور عدل چونکہ ضعیف کے حقوق کی ادائیگی اور اس کی معیار زوت پر تمکین سے متحقق ہوتا ہے۔ اس لئے امیر فرد کو اہتمام تصرف عدلیہ کے ذریعہ اپنے نائبین فعال کے ساتھ جملہ حالات و کوائف منازل کی ضرورت دعوے سے بے نیاز ہو کر تحقیق و تفتیش کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ضعف دعوے پر قدرت سے تعلق کا ہم معنی ہے۔ ورنہ اس دلیل سے کہ وہ سطح ارض پر واحد مرجع فطری عزوجل کی جانب سے واحد مرجع نسلی کے مقام پر ابوالانس کی حیثیت سے جلوہ ریز ہے۔ جوابدہ ہوگا۔

پس بلاشبہ سیاست مدن کے تحت شعبۂ تدبیر منازل کو خصوصی طور پر ترتیب دیتے ہوئے جملہ نظامہائے منازل کی تفتیش اور احتساب کے ساتھ ان کی اصلاح کرنی چاہیئے۔ قرآن خِفْتُمْ سے بداہت کے ساتھ متحقق ہے۔ کہ ملت کا نظام اجتماعی جب اپنی حقیقت عدلیہ کے ساتھ متحقق بالعدل ہو جاتا ہے۔ تو از روئے فطرت ہر گاہ وہ ہر منزلی نظام کے کوائف سے باخبر ہوتا ہے۔ اور اسے اندیشہ شقاق یا اختلاف کے رونما ہونے پر جو تصدیق اعترافی سے متحقق پا سکتا ہے۔ فوری اصلاح کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ دستور مدل میں نکاح۔ طلاق۔ خلع کا نزول اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ یہ سب نظام منزلی کے اصلاحی پہلو ہیں۔ اور جب حَكَمٌ یا فیصل اصلاح کے لئے بڑھتے ہیں۔ (بحالیکہ ہر عمل اپنے ارادہ کے ساتھ تحقق پاتا ہے) تو مرجع فطری فعال لما یرید عزوجل انہیں نقطۂ اصلاح پر ضرور متفق فرما دیتا ہے۔ پس وہ بھی فردیت امارت اگر شوہر اور زوجہ میں اتحاد ممکن نہ ہو۔ تو خلع۔ طلاق یا فسخ کا فیصلہ نقطۂ اصلاح پر اتفاق کی شرط کے ساتھ صادر کر سکتے ہیں۔

کیونکہ مرجع فطری عزوجل نے ان کو سیاست مدن یا فردیت امارت کی جانب سے حکم کی حیثیت عطا کی ہے۔ اور حکم کو فیصلہ کا حق پہنچتا ہے۔ اور اگر وہ ضعف ارادی کی وجہ سے کسی نقطۂ اصلاح پر متفق نہ ہو سکیں۔ تو امیر فرد بمطابق یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ ہر گونہ فیصلہ حکمین کی حیثیت شاہدہ کو استعمال کرتے ہوئے جو آیۂ متصلہ وَأَشْهِدُوا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنكُمْ سے مقصود ہے۔ اور اس سے مقصود خطاب فردیت نبوت اور اس کی پیروی میں فردیت امارت ہے۔ جاری کر سکتا ہے۔ اور اس پر بس فرمان ربانی فَابْعَثُوا حَكَمًا ...... الخ میں ملت یعنی اس کے نظام اجتماعی سے خطاب (اور اس میں اعطائے حق بعثت حکم) فطری دلائل کے ساتھ شاہد ہے۔ اور اگر ایسا شقاق کسی ایسی جگہ واقع ہو۔ جہاں ملت کا نظام اجتماعی متشکل نہیں ہے۔ تو اِنْ خِفْتُمْ میں جمع مخاطب کی دلیل سے مسلمین کا اجتماع (جسے اہتمام تصرف عدلیہ کا قائمقام رہنا چاہیئے) اپنی اس حیثیت کے ساتھ جو اسے حاصل ہے۔ بعثت حکمین

---

[1] عنوان اہتمام تصرف عدلیہ حط العرفرمئیں۔

[2] وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝ (توبہ رکوع ۱۵)

اور فیصلہ کا اختیار رکھتا ہے۔ (بحالیکہ تحقق اجتماع عدل تدریجی حیثیتوں کے ساتھ فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے)

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ شقاق باہمی کئی صورتوں کے ساتھ واقع ہو سکتا ہے۔ منجملہ ایسا شوہر جو ارادہ سے مفقود الخبر یا وہ عنین بھی ایسی ہر صورت بھی وجہ شقاق ہے۔ یعنی زوجہ جب شوہر کے متعلق بے خبری یا ازدواجی تعلقات کی ایفا سے سقوط کی دلیل سے اختلاف کے لئے مستعد ہو جاتی ہے۔ تو وہ اندیشہ شقاق ہے۔ اور اس کے حالات متعلقہ کی تحقیق اور اس کے متعلق فیصلہ بھی حکمین کے سپرد کیا جا سکتا ہے۔ اور وہ شرائط اعلانیہ اور شرائط انتظاریہ کی ایفا کے ساتھ فسخ نکاح کیلئے حکم جاری کر سکتے ہیں یا انجام کار امیر فرد کا حکم انہی شرائط بالا کی رعائت کے ساتھ ناطق بالحق ہو جانا چاہیئے۔

پس اگر نصیحت اور خوابگاہوں میں ہجر اور زاں بعد ضرب جملہ منازل تادیبیہ طے کرنے کے بعد طلاق کی ضرورت اس طرح متحقق ہو جاتی ہے۔ کہ تادیب کچھ سود مند نہیں ہو سکتی۔ تو شوہر کو چاہیئے۔ کہ طلاق کے لئے عزم اور قول اور فعل کو متحد کرتے ہوئے اور قول ناطق کو فعل طلاق کے ساتھ اتحاد ارادہ پر دلیل قرار دیتے ہوئے۔ زوجہ کو حلقہ تزویج سے آزاد کر دے۔ (بحالیکہ اس کا فعل طلاق محور امارت کے گرد متداول ہو) کیونکہ جواز طلاق کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ ناخوشگوار حالات میں معاہدہ تزویج ہرگز لٹکتا نہیں رہنا چاہیئے۔ گویا حکم طلاق کا وجود فرمان ربانی فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ (کسی ایک طرف بالکل نہ جھک جاؤ۔ اور اس کو چھوڑ دو لٹکتی ہوئی۔ النساء ع ۱۹) کی تصدیق کے ساتھ تعلیق ازواج کو از روئے عدل ناجائز قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس دلیل بالا کے ساتھ فردیت امارت کو فسخ نکاح میں حجتہائے قاطعہ کے قائم ہو جانے پر ہرگز تاخیر نہ کرنی چاہیئے۔ اور تقاضائے نظریہ اس کی قدوت ناسخہ کے اجرا پر دلائل راسخہ ہیں۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ ناخوشگوار حالات کے متحقق ہو جانے پر محور امارت کے گرد تداول عمل سے طلاق کو معروف (عدل) کے ساتھ واقع کرنا چاہیئے۔ جس کی تفصیل اس طرح ہے۔

(۱) میزان تزویج میں جانبین کی رضامندی اور محبت باہمی تنصیف وزن ہے۔ نیز دوسری حیثیت سے تزویج اور محبت جوانب میزانیہ ہیں۔ پس جب ایک جانب یعنی محبت خفیف ہو جاتی ہے۔ تو امساک للضرر نہیں ہونا چاہیئے۔ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا اسی حقیقت کی وضاحت ہے۔

اور ادائے مہر کے ساتھ جو زوج کی قوت کسبیہ کی فطرت کی وجہ سے اس پر عاید ہوتا ہے۔ جب وہ زوجہ کے وجود سے اپنی حاجت کو پورا کرتا ہے۔ جو گویا جوانب میزانیہ کی تمکین ہے۔ تو فائدہ حاصل کرنے کے بعد اسے ہرگز حق نہیں پہنچتا۔ کہ وہ بطابق وَلَا تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ امساک للضرر کے ذریعہ ان سے اس مہر وغیرہ کو چھین لے۔ فرمان ربانی فَلَا تَأْخُذُوا

---

۵۱ کیونکہ افعال حقائق ارادیہ کے ساتھ اتحاد کی دلیل سے ہی اپنے مقاصد کے ساتھ متحقق قرار پا سکتے ہیں۔ فرمان ربانی وَإِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ (بقرہ ع) اسی حقیقت واقعہ کی وضاحت ہے۔ درآں حالیکہ ارادہ اور وسوسہ اپنے حقائق کی رو سے مختلف ہیں جیسے مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الوسوسہ میں بروایت ابی داؤد منقول ہے۔ کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی کہ میرے دل میں ایسی ایسی باتیں آتی ہیں۔ کہ ان کے اظہار کی نسبت میں جل کر کوئلہ ہو جانا پسند کرتا ہوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے بات وسوسہ کی طرف لوٹا دی۔

۵۲ اور ان کو مت قید کرو۔ اس نیت سے کہ جو تم نے انہیں دیا ہے۔ اس سے کچھ چھین لو۔ (النساء ع ۳۴)

۵۳ پس اس میں ان سے کچھ نہ لو کیا تم بہتان اور اثم مبین لینا چاہتے ہو (النساء ع ۳)

Marfat.com

مِنْهُ شَيْئًا اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا میں اسی حقیقت کی مزید وضاحت کی گئی ہے۔ جو میزانِ تزوّج کے جوانب کا مفہوم عدل سے سقوط ہے۔

گویا اگر زوجہ طلاق کی خواہشمند نہیں ہے۔ اور خاوند سرد مہری کی وجہ سے اسے طلاق دینا چاہتا ہے۔ تو اسے اس کے مہر پر ظالمانہ حملہ نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ اسے اس نیت سے لٹکائے رکھنا چاہیئے۔ تاکہ وہ مجبور ہو کر مہر کو چھوڑ دے۔ ورنہ اس صورت میں امساک للضرر کی دلیل سے فردیت امارت پر عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ طلاق کے ساتھ فسخ نکاح کا حکم جاری کر دے۔

دراں حالیکہ اگر طلاق مس سے قبل واقع ہو۔ تو مہر معینہ کا نصف یا مہر معین نہ ہونے کی صورت میں حسب استطاعت نفع رسانی اس دلیل سے واجب الادا قرار پاتی ہے۔ کہ نکاح حلت ازدواج کو متحقق کر دیتا ہے۔ خواہ بالفعل متحقق نہ ہو۔ پس ادائے نصف مہر وغیرہ) جوانب میزانیہ میں تنصیف بار کی دلیل سے عدل ہے۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ عفو باہمی احسان فعال کی دلیل سے تاثراتِ حسن کا موجب ہوتا ہے۔ دراں حالیکہ بمطابق فرمانِ ربانی لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَة اس درجہ فضل کو عفو میں زیر نگاہ رکھنا چاہیئے۔ جو مردوں کو عورتوں پر حاصل ہے۔ (سورہ بقر ع ۳۱) مطالعہ فرمائیں۔

علیٰ ہذا جب شوہر اپنی زوجہ سے اپنی حاجت کو پورا کر لیتا ہے۔ (جو اس پر ادائے مہر کو بالعدل عائد کرتی ہے) اور پھر طلاق دینا چاہتا ہے۔ تو از روئے عدل اس پر عائد ہوتا ہے۔ کہ افتتاح عدت کے وقت (طہر میں) طلاق دے۔ اور اس کو اپنے گھر سے اختتام عدت تک جو تین طہر کامل پر مشتمل ہوتی ہے۔ ہرگز باہر نہ نکالے۔ کیونکہ ایام عدت تک انتظار نتیجہ اس کی ایفائے حاجت کی وجہ سے جو تا طلاق ہرگاہ ممکن ہے۔ مطلقہ پر عائد ہوتا ہے۔ (گو طلاق ایسے طہر میں دینی چاہیئے جس میں صنفی تعلقات کی ایفانہ کی جائے) اس لئے از روئے عدل شوہر اختتام عدت تک اس کے نفقہ اور اس کی حفاظت ہر گونہ کا ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ (پس بصورت حمل تا تولد مولود اس کی والدہ کا نفق اسی دلیل سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ اور اسی دلیل سے تا وضع حمل تمام وقت عدت میں شمار ہوگا اور شوہر نفق کا ذمہ دار قرار پائیگا۔) چنانچہ آمر بالعدل عز و جل فرماتا ہے۔

يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ ۚ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ؕ

(اے نبی جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ تو ایسے وقت پر طلاق دو۔ جبکہ اُن کی عدت شروع ہو جائے۔ اور عدت کا حساب کرتے رہو اور اللہ سے ڈرو۔ جو تمہارا مالک ہے۔ اور انہیں ان کے گھروں سے مت نکالو۔ اور نہ وہ خود نکلیں۔ لیکن یہ کہ وہ مبینہ بدکاری کریں)

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ فاحشہ مبینہ بمطابق فرمان ربانی ایام عدت کی کفالت نفقیہ وغیرہ کو از روئے عدل شوہر سے ساقط قرار دیتی ہے۔ کیونکہ اس وقت وہ اس کے ان حقوق زوجیت کو جس کے نتیجہ میں ایام عدت کا انتظار اس پر عائد ہوتا ہے۔ اپنے عمل کے ساتھ مٹا دیتی ہے۔

الغرض شرائط شقاق کے تحقق پر اصول تدریج کی اس مطابقت کے ساتھ جو فطرت نفس اور اس کے ماحول خارجہ کی تدریجی کیفیتوں کی مطابقت بالعدل ہے۔ اور ابتدا اور وسط اور غائت تکمیلیہ سے تحقق پاتی ہے۔ طلاق واقع کرنی چاہیئے۔ چنانچہ دستور عدل قرآن حکیم میں تین طلاقوں کا بیان تدریجیہ ترتیب بیان کی شہادت کے ساتھ اس حقیقت پر ناطق بالحق ہے۔ مرجع فطری عز و جل فرماتا ہے۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ
وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ
اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ
اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ
وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ
عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ
فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ
لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ
يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا
حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ
حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ
فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ
مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ
اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝

طلاق یافتہ عورتیں (جن کو ایک طلاق دی گئی ہے) اپنے نفوس کیلئے تین حیض تک انتظار کریں۔ اور ان کے لئے یہ حلال نہیں ہے۔ کہ وہ اس چیز کو چھپائیں۔ جو اللہ نے ان کے ارحام میں پیدا کی ہے۔ اور ان کے خاوند انہیں لوٹا لینے کے لئے زیادہ حقدار ہیں۔ اس مدت میں اگر وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔ (ایام عدت میں رجعت بالعمل کافی ہے نکاح ثانی کی ضرورت نہیں) اور جیسے مردوں کا حق عورتوں پر ہے۔ ایسے ہی معروف کے ساتھ عورتوں کا بھی مردوں پر حق ہے۔ اور مردوں کو ان پر فضیلت حاصل ہے اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ طلاق دو مرتبہ ہے (جس میں ایک طلاق کی مانند عدت میں رجعت بغیر نکاح کے ہوسکتی ہے) پھر اس کے بعد یا تو معروف کے ساتھ (عورتوں) کو روک لینا ہے۔ یا احسان کے ساتھ رخصت کر دینا اور تمہارے لئے ہرگز حلال نہیں ہے۔ کہ تم اس چیز سے کچھ ان سے لو جو تم انہیں دے چکے ہو۔ لیکن جبکہ وہ (زوجین) اندیشہ ناک ہوں کہ اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکینگے۔ تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں بیچ اس چیز کے کہ عورت اس کے ساتھ فدیہ دے۔ (خلع کی صورت میں مہر کی واپسی جو زوج سے طلاق حاصل کرنے کے لئے عورت دیتی ہے۔ تاکہ شوہر اپنے نفقہ کیوجہ سے طوالت تزویج کے لئے مجبور نہ ہو۔ بجائیکہ شوہر ضرر کے ساتھ اسے روکتے ہوئے اس پر زیادتی نہ کرتا ہو۔ اور ان کے درمیان محبت بھی نہ ہو۔ وغیرہ وغیرہ خلع کی صورت میں اگر زوجین باہم نکاح کیلئے رضامند ہوں۔ تو اس دلیل سے نکاح ثانی کی ضرورت پڑیگی۔ کہ خلع عورت کی استقلال تزویج کے متعلق نارضامندی کی دلیل سے واقع ہوتا ہے۔ اور خاوند اسکی نارضامندی کی حیثیت کو تسلیم کرلیتا ہے) پس اگر اب طلاق دے دیتا ہے۔ (تیسری مرتبہ) تو وہ اس کے لئے اس کے بعد ہرگز حلال نہیں ہوسکتی۔ حتے کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے۔ (اور مقصد نکاح اپنی غایت کے ساتھ پورا ہو۔ جو صنفی تعلق

Marfat.com

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ
وَلَا تَتَّخِذُوْا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ
اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ
يَعِظُكُمْ بِهٖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا
تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ذٰلِكَ يُوْعَظُ بِهٖ
مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ
ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ
لَا تَعْلَمُوْنَ ۝　　(البقرہ - ع ۲۹)

کی ایفائے باہمی[شہ] ہے) پس اگر وہ طلاق دے تو پھر ان دونوں پر گناہ نہیں ہے۔ کہ وہ رجوع کریں۔ اگر وہ خیال رکھتے ہوں۔ کہ اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکینگے یہ ہیں اللہ کی حدود جنہیں وہ واضح کرتا ہے تاکہ لوگ جان لیں (اس دلیل سے کہ ہر فعل ارادہ سے تحقق پاتا ہے۔ طلاق بھی ارادہ سے متحقق ہوتی ہے۔ اور ارادہ شرائط اکراہیہ کی پابندیوں سے آزاد ہوکر تحقق پاتا ہے۔ پس اگر اس کا ارادہ اسکے فعل کیساتھ متحد ہے۔ تو فعل طلاق تحقق پائیگا ورنہ نہیں اسی دلیل سے طلاق بالاکراہ[۲ہ] اور طلاق نائم از روئے فطرت ناجائز ہے اور اس پر مکمل فطرت ترشحات مصطفوی شاہد بالعدل ہیں) اور جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ اور وہ اپنی عدت پوری کر چکیں (بحالیکہ عدت کے دنوں میں انہیں گھر سے نہیں نکالا جا سکتا) تو یا معروف کے ساتھ انہیں روک لو یا معروف کے ساتھ انہیں رخصت کر دو۔ اور ان کو مت روک رکھو۔ تکلیف پہنچانے کیلئے اور جو اس حرکت کا ارتکاب کریگا۔ وہ اپنی جان پر ظلم کریگا۔ اور اللہ کی آیات کو ٹھٹھا مت بناؤ۔ اور اسکی نعمتوں کو یاد کرو۔ جو اس نے تم پر نازل فرمائی ہیں۔ اور تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے وہ تمہیں نصیحت دیتا ہے۔ اور اس سے ڈرو اور جان لو۔ کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو۔ اور اپنی عدت پوری کر چکیں (ایک یا دو طلاق کے بعد) تو ان کو مت روکو۔ کہ وہ اپنے خاوندوں سے نکاح کریں۔ جبکہ وہ باہم معروف کے ساتھ رضامند ہوں (کیونکہ بعض حالات میں جب ناگوار موانع اُن کے امتزاج محبت سے دور ہو جاتی ہیں تو ان میں تعلق والفت کا سیران مختفہ پھر تجدید کے ساتھ متموج ہو جاتا ہے۔ اور اس کے خلاف اکراہ ناخوشگوار تاثرات اور نتائج کا موجب ہوتا ہے۔ (دراں حالیکہ رضائے باہمی کو تزویج میں اساسی حیثیت حاصل ہے۔) ...... الخ

رفاعہ کی بیوی مطلقہ ثلثہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور دوسرے خاوند سے نکاح کے کوائف کی تفصیل بیان کرنے کے بعد خاوند اول کی طرف رجوع کی خواہش کی تو آں صلعم نے فرمایا۔ کہ تو اس کی طرف نہیں لوٹ سکتی۔ جب تک کہ شوہر ثانی کی لذت تو نہ چکھ لے۔ اور وہ تیری لذت نہ چکھے۔ (بخاری و مسلم مطالعہ فرمائیں)

۲ہ لاطلاق ولا عتاق فی اغلاق (ابوداؤد) اغلاق کے معنے اکراہ کے ہیں یعنی جبر کے ساتھ طلاق و عتاق نہیں ہو سکتا۔ نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ اکراہ و جبر کے علاوہ اگر کوئی شخص از روئے ہزل طلاق دیتا ہے۔ تو وہ واقع ہو جائیگی۔ کیونکہ نفس انسانی کے صاحب ارادہ ہونے کی دلیل سے اس کا ہزل اور لغو کا وقوع بھی حیثیت ارادی کے تحت محسوب ہونا چاہیئے۔ اور اسی دلیل سے لغو اور ہزل نفس انسانی اور اس کے ماحول سے خارج کر دینا چاہیئے۔ علیٰ ہذا طلاق بالکنایہ۔ یعنی ایسی طلاق جس میں حیثیت طلاق بیّن نہ ہو اور مقصد مشتبہ ہو۔ ارادۂ طلاق کے ساتھ اگر واقعہ ہو۔ تو وہ ضرور طلاق محسوب ہوگی۔

الحاصل فرمانِ ربانی میں بیان طلاق کی ترتیب اس حقیقت پر شہادت قاطعہ ہے۔ کہ ایک وقت میں صرف ایک طلاق ہی واقع ہو سکتی ہے۔ اور پھر دوسری طلاق دوسرے وقت میں ہی واقع ہوگی۔ اور پھر تیسری طلاق تیسرے وقت میں واقع ہوگی۔ چنانچہ صحیح المسلم اسی حقیقت پر اس طرح شہادت دیتی ہے۔ کہ عہد نبوی میں اور عہد صدیق میں اور عہد فاروقی میں دو سال تک تین طلاق (اگر ایک وقت میں دی جائیں تو) ایک ہی شمار ہوتی تھی۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ .... الخ

یہ تمام مفصل بیان اس حقیقت پر بداہت کے ساتھ ناطق ہے۔ کہ جب عورت کو قید نکاح سے آزاد کیا جاتا ہے۔ تو واقعۂ اول اپنی حیثیت اولیہ تک تحدید کی دلیل سے حیثیت ثانیہ اور حیثیت ثالثہ کی کیسے ترجمانی کر سکتا ہے۔ اور دو یا تین طلاق کے الفاظ استعمال کرنے سے ایک واقعہ کی حیثیت دو یا تین واقعات کے ظہور پر کیسے محمول ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ہر سہ واقعات طلاق کا جداگانہ استقلال فرمانِ ربانی کی ترتیب سے ظاہر ہے۔ کہ واقعۂ طلاق اول سے متعلقہ کوائف کی تفصیل بیان کرنے کے بعد پھر عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ .... الخ پھر متعلقہ تفصیل بیان فرمانے کے بعد ارشادِ ربانی میں فَاِنْ طَلَّقَهَا کے ساتھ واقعۂ ثالثہ کی شرح کی گئی ہے۔ .... الخ

پس ایک وقت میں ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ اور رجعت یا نکاح ثانیہ کے بعد اگر پھر کسی موقعہ پر واقعۂ طلاق رونما ہو۔ تو واقعۂ اول بھی شمار ہوگا۔ دستورِ عدل (کتاب مجید) میں شوہر کے لئے تین طلاق کے حق کا تحدید کے ساتھ تعین اس حقیقت پر شاہد ہے۔ اور جو شخص ایک وقت میں ایک سے زائد طلاق دیتا ہے۔ وہ منصب تحکیم العدل کے حضور میں مجرم ہے۔ اور حدود عدلیہ الٰہیہ سے تجاوز مفسدہ کی دلیل سے مستوجب عقوبت ہے۔ کیونکہ وقت اور واقعۂ جوانب میزانیۂ طلاق ہیں۔ اور تنفیذ صحیحہ کو متلازم ہیں۔ اور تقاضائے مصلحت اور اس کی ایفاء سے اور ایک وقت میں ایک واقعہ طلاق کے تحقق سے جوانب میزانیہ کے بارے میں تنفیذ صحیحہ تحقق پاتی ہے۔ اور اصولِ تدریج کی رعائت فطرتِ نفس اور دواعی نفس کے ساتھ مطابقت کی دلیل سے عدل ہے۔ اور نظام منزل و مدن کو اسی دلیل سے فساد سے محفوظ قرار دیتی ہے۔ یعنی اس کا ترک تقاضائے کوائف کے ساتھ تطابق عمل سے تجاوز کی دلیل سے افراد منازل کو فرط کے ساتھ متاثر کرتا ہوا سیاستِ مدن میں فساد رونما کرتا ہے۔

علیٰ ہذا فَطَلِّقُوْهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ اسی حقیقتِ متذکرہ پر شاہد ہے۔ کہ طلاق کے ہر واقعہ کو الگ مستقل حیثیت حاصل ہے۔ اس لئے ہر طلاق طہر میں ہونی چاہیئے۔ حیض یا حمل میں نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ عدت کا افتتاح اور اس کا شمار خلل پذیر اور متعذر ہو جاتا ہے۔ احادیث نبویہ اس حقیقت پر بداہت کے ساتھ شاہد ہیں۔ مرجع فطری عزّ و جلّ نے اصول تدریج کو نفس انسانی اور تمام نظام کائنات میں جاری و ساری فرمایا ہے۔ پیغام تزویج اور رضامندی اولیاء و ازواج اور تعقید تزویج یہ تدریجی منازل ہیں۔ جو نفس انسانی اور نظام کائنات کی فطرت کے ساتھ مطابقت ہے۔ اور تعقید تزویج کو مستحکم ارادی قواعد

ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ

ف وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ اور اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ اور فَاِنْ طَلَّقَهَا کا تطابق اور ترتیب بیان اس حقیقت پر ناطق بالحق ہے کہ اوقات ثلاثہ میں طلاق حاصل کرنے والی عورت کے لئے رجعت نہیں ہو سکتی در انحالیکہ ان ارادہ اصلاحاً کے مفہوم کی فرمان الطلاق مرتٰن کے ساتھ وضاحت فرما دی گئی ہے۔ اور ایسی طلاق جو حدود باالعدل کرتے ہوئے اہتمام اصلاح کے لئے رجعت کو ناطق کر دیا گیا ہے۔

کے ساتھ استوار کرتی ہے۔ علیٰ ہذا شکستِ تزویج میں بھی مرجع فطری عزّ وجلّ نے اسی اصول سارِیہ اور تطابقِ فطرتِ نفس کی رعایت فرمانے کا حکم دیا ہے۔ تاکہ تعقید تزویج کی مانند شکستِ تزویج میں قوتِ ارادی مؤثراتِ خارجیہ کے ہنگامی تاثرات سے پاک ہو کر آخری فیصلہ صادر کرے۔ جو کوائفِ متعلقہ کے ساتھ مطابق ہو۔ گویا ارادہ رجوعیتِ شعوری سے متحقق ہوتا ہے۔ اور کوائفِ متعلقہ سے تطابق کو مستلزم ہے) اور عمل کے اتحاد کی دلیل سے طلاق کی ہر سہ تدریجی منازل کا لحاظ تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ کیونکہ ادراک وتحریک جوانبِ میزانیۂ نفس ہیں۔ اور عمل میں ان کا اتحاد یا العدل عدل عمل کو متحقق کر سکتا ہے۔ اور اسی دلیل سے بیک وقت ہر سہ طلاق کا وقوع از روئے فرط وظلم وجہ فساد ہے۔ اور امیر فرد کی ہیبت کے اجزا کو لازم قرار دیتا ہے۔ چنانچہ بروایت نسائی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو تین طلاقیں بیک وقت دیں۔ تو آں صلعم غصہ سے کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ کیا وہ اللہ عزّ وجلّ کی کتاب کے ساتھ تمسخر کرتا ہے۔ بحالیکہ میں تمہارے درمیان میں ہوں۔ حتیٰ کہ ایک شخص اُٹھ کھڑا ہو۔ اور اس نے عرض کی یا رسول اللہ کیا میں اُس کو قتل کر دوں۔

اور منجملہ دیگر مصالح اِس دلیل سے مرجع فطری عزّ وجلّ نے مطلقٰت کے لئے تین قرء عدت کی مدت مقرر فرمائی ہے۔ کہ ارادہ ہنگامی تاثرات سے پاک ہو کر صحیح فیصلہ کر سکے۔ نیز اس لئے کہ فَطَلِّقُوهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ کے تحت از روئے عدل یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ اس وقت طلاق دینی چاہیئے۔ جب عدّت کا افتتاح ہو سکے اور اس کا افتتاح ایسے طہر میں ہی ممکن ہے جس میں باہمی صنفی تعلق کی ایفا نہ کی جائے۔ علیٰ ہذا حاملہ ہونیکی صورت میں بھی عدت کا افتتاح متعذر ہو جاتا ہے۔ اس لئے حمل میں طلاق نہیں دینی چاہیئے۔

حمل کی صورت میں زوج نفق کا از روئے فطرت ذمہ دار قرار پاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کے ازدواجی تعلق کا نتیجہ ہے۔ اور اسی دلیل سے وضعِ حمل کے بعد عورت کی عدت ختم ہوتی ہے۔ اس لئے بلاشبہ شوہر اپنے ازدواجی تعلق کے نتائج میں عورت کو مبتلا کرنے کے بعد اسی دوران میں اگر طلاق دیتا ہے۔ تو وہ ظلم ہے۔ اور حدِ عدل سے تجاوز ہے۔ اور میزان العدل آئین کی استقامتِ قسطاس کے تصرفِ قاہرہ کو مستلزم ہے۔ یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ صنفی تعلقات سے منزہ طہر میں طلاق اسی لئے تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ کہ عورت اس کے ازدواجی تعلق کے ابتلا سے پاکیزگی کا افتتاح کر سکتی ہے۔ اور اسی وقت عدّت کا شمار شروع ہو سکتا ہے۔ تا آنکہ مکمل ہو۔ ورنہ حمل کی صورت میں وضاحت متذکرہ کے تحت تا وضعِ حمل شوہر پر ہر گونہ نفق معروف کی از روئے فطرت ذمہ داری عائد ہو گی۔ مرجع فطری عزّ وجلّ فرماتا ہے۔

أَسْكِنُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ
وَلَا تُضَارُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ وَإِن
كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ
حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ
وَأْتَمِرُوا بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَ
تُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ۞ لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن
سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ ۝

اُن کو اپنے مقدور کے موافق جہاں تم رہتے ہو۔ وہیں رکھو اور اُنکو ستانے کے لئے تکلیف مت دو۔ اور اگر وہ صاحب حمل ہوں۔ تو وضعِ حمل تک ان کو خرچ دو۔ پھر اگر وہ (جن کو طلاق دی گئی ہے) تمہاری اولاد کو دودھ پلائیں۔ تو اُن کو دودھ پلانے کا حق ادا کرو۔ اور معروف کے ساتھ اس حق کو مقرر کر لو۔ اور اگر تم باہم ضد اور تکلیف پیدا کرو۔ تو کوئی دوسری عورت دودھ پلائے۔ پس

فَلْيُنْفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللّٰهُ ...... الخ (الطلاق ع ۱)

صاحب وسعت اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرے۔ اور جس پر رزق (باندازہ) مقدر ہے۔ تو وہ خرچ کرے۔ جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے۔

وَإِنْ تَعَاسَرْتُمْ سے مرجع فطری عزّ وجلّ نے ان پریشانیوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ جو ایسے حالات میں طبعی یا کیفی اختلافات کی وجہ سے پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اس فطرت کے تقاضاؤں کی مطابقت کے ساتھ عمل متعذر ہو جاتا ہے۔ جو والدہ اور مولود کے کے درمیان کثافت متحدہ کی دلیل سے متحقق ہے۔ چنانچہ عادل فعال صلعم نے اس فطرت کی شکست کی جزائے عدلیہ کی اس طرح وضاحت فرمائی ہے۔ من فرّق[۵۱] بین والدۃ وولدھا فرّق اللہ بینہ وبین احبتہ یوم القیمۃ۔ اس صراحت عدلیہ مصطفوی سے یہ حقیقت روشن ہو جاتی ہے۔ کہ صاحب اولاد شوہر اور زوجہ میں تفریق جو والدہ اور اولاد میں کسی حد تک تفریق کو مستلزم ہے۔ خلاف فطرت ہے۔ اور خصوصاً وہ دودھ پینے والے بچے جو اپنی پرورش کے لئے والدات کی طرف احتیاج رکھتے ہیں۔ اُن کی والدات سے علیحدگی دردناک تفریق کی آئینہ دار ہے۔ اس لئے اگر حالات باہمی کی وجہ سے زوجہ اور شوہر میں تفریق کی ضرورت متحقق ہو جائے۔ تو حکم فَطَلِّقُوهُنَّ لِقُبُلِ عِدَّتِهِنَّ کی تعمیل اس متذکرہ اندیشہ سے بچا لیتی ہے۔ کیونکہ فارغ طہر میں طلاق کا واقع ہونا اور عدت کا اختتام شوہر اور زوجہ دونوں کو ازدواجی تعلقات اور ان کے نتائج کی ذمہ داری سے فارغ قرار دیتا ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ نفس ملت میں درجات تدریجیہ کا وجود اساس عدل پر استوار فطرت کے تقاضائے عدلیہ کی پیروی کے لئے چونکہ تکمیل فطرت امیر فرد کی قوت فعالیہ اور ہیئت قاہرہ کے تصرّف کو مستلزم ہے۔ اس لئے امیر فرد پر اس کی ابوت فاضلہ کی دلیل سے یہ عائد ہوتا ہے۔ کہ شکست تزویج کو اپنی تدبیر اعلیٰ کے تحت انجام دینے کے لئے نظام ہائے منازل کو مکلف قرار دے۔ اور اپنی ہیئت قاہرہ کے اجرا سے فرطیات کو نظام ہائے منزلی سے خارج کرتا ہوا ہر منزل میں عدل کو متحقق کر دے۔ اور یہ تحقق اس طرح شکل و صورت پاتا ہے۔ کہ خواہ امیر فرد کسی معاہدہ نکاح کو اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت حکمین یا شاہدین کی معیت میں منسوخ قرار دیتا ہے۔ یا فردیت امارت کے گرد تعداد صحیح کے ساتھ جو اراکین اہتمام تصرّف عدلیہ کی حیثیت حکمیہ یا شاہدیہ کو مستلزم ہے۔ شوہر خود اپنی زوجہ کو طلاق دینا چاہتا ہے تو ان تمام حالات میں تدریج اور عدل کی مطابقت مذکورہ کو جو تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور صحت تدبیر سے ملحوظ رکھا جائے۔

اور منقطع الحیض[۵۲] عورتوں کے متعلق اور ایسی لڑکیوں کے متعلق جو ابھی حائض نہیں ہوئیں۔ مرجع فطری عزّ وجلّ نے متذکرہ وضاحت کے تحت تین قروء کے مماثل تین ماہ عدت مقرر فرمائی ہے۔ جو ارادہ کے استحکام کو موثرات خارجیہ سے پاک قرار دیتی ہے۔

اور جس عورت کا خاوند فوت ہو جاتا ہے۔ مرجع فطری عزّ وجلّ نے اس کے لئے بمطابق فرمان وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ[۵۳]

---

۵۱ جو والدہ اور اس کے ولد میں تفریق کر دیتا ہے۔ قیامت کے دن اللہ اس کے اور اس کے احباب کے درمیان تفریق کر دیگا۔ (ترمذی اور دارمی)

۵۲ وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِنْ نِسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي لَمْ يَحِضْنَ۔

۵۳ جو لوگ تم سے مرجائیں۔ اور اپنی بیبیاں چھوڑ جائیں۔ وہ اپنے نفوس کے لئے چار ماہ اور دس دن تک انتظار کریں۔ (البقرہ ع ۳۰)

مِنکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا چار ماہ اور دس دن عدت کی مدت انتظار و تاسف کے اتحاد کی دلیل سے معین فرمائی ہے۔ اور یہ کیفیت تاسف اس کے لئے ایام عدت میں زینت[۵۱] کو اس کے لئے جائز قرار دیتی ہے۔ جس پر احادیث صحیحہ شاہد ہیں۔ مشکوٰۃ کتاب النکاح مطالعہ فرمائیں۔

اور فرمانِ ربانی وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (حمل والیوں کی مدت اس وقت تک معین ہے جب تک کہ وہ حمل سے فارغ ہوں۔ طلاق) میں حالات خواہ مطلقات ہوں۔ یا بیوگان ہوں۔ ہر دو کے لئے مدت عدت تا وضع حمل معین کی گئی ہے۔ کیونکہ وضع حمل شوہر اوّل کے ازدواجی تعلقات کے نتائج سے عورت کو فارغ قرار دیتا ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ تمام پابندیوں سے آزاد ہو جاتی ہے۔ جو انتظار[۵۲] اور تاسف کی رُو سے اس پر عاید ہوتی ہیں۔

علیٰ ہذا اگر نکاح کے بعد مس سے قبل طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ تو مصلحت متذکرہ انتظاریہ کی ضرورت واقع نہیں ہوتی۔ اس لئے ایسی مطلقات کو مقنن حقیقی عزوجل نے انتظار مدت عدت سے فارغ کر دیا[۵۳] ہے۔

یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ وحدت مرجع فطری و نسلی کی دلیل سے تشکیل جماعت فطرت کے تقاضاؤں کی ایک باب ہے چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے جماعت کی تمکین کے لئے یہ حکم دیا ہے۔ کہ جو شخص ایک بالشت بھی جماعت سے ہٹتا ہے اس کی موت جاہلیت پر واقع ہوتی ہے۔ یعنی اس کی فطرت تخلیقیہ مسخ ہو جاتی ہے۔ اور اساس عدل سے ساقط قرار پاتی ہے اس لئے ان تمام فطری دلائل کی روشنی میں جن کی وضاحت گذر چکی ہے۔ دستور عدل قرآن حکیم میں ملت سے مجموعی خطاب کے ساتھ ملت کے نظام اجتماعی کو منجملہ مقصود خطاب قرار فرمایا گیا ہے۔ کہ اس میں فردیت امارت محدود نظام ہے۔ جو بمطابق فرمانِ ربانی اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ اپنے گرد ملت کے جمعاً تمدن و افکار و اعمال کو تمکین صحت کے لئے ضروری قرار دیتا ہے

پس تعقید تزویج و شکست تزویج میں صحت تدبیریہ ملت کے نظام اجتماعی کے تحت ہی متحقق ہو سکتی ہے۔ اور ایسے ممالک میں جہاں مومنین کا نظام اجتماعی اس قوت کے ساتھ متشکل نہ ہو۔ جو لازمہ تشدید جماعت ہے۔ تو انہیں اپنی تدریجی حیثیتوں کے ساتھ اتحاد جمعی کو قائم رکھنا چاہیئے۔ جو اساس عدل پر استوار فطرت کے تقاضا ہائے عدلیہ کی رُو سے ان پر عائد ہوتا ہے۔ پس مومنین کے وہ اجتماعات عادلہ فرطیات ظلمیہ کے وقوع پر بعثت حکمین سے نظام منازل میں شکست تزویج کے لئے اپنا حکم جاری کر سکتے ہیں۔ اور ان کا فیصلہ ضرور قابل عمل ہو سکتا ہے۔

۵۱ خوشبودار تیل یا خضاب اور رنگدار کپڑے استعمال نہ کئے جائیں۔ علیٰ ہذا سر اور چہرہ کو تابناک ظاہر نہ کیا جائے۔ مشکوٰۃ باب العدۃ مطالعہ فرمائیں۔ یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ فرمانِ ربانی وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ (البقرہ ۳۱۴) شوہر کی طرف سے زوجہ کے حق میں دیگر ورثا کے متعلق وصیت معروف کیلئے ناطق بالحق ہے۔ دراں حالیکہ ترکہ اور عدت کو اپنے مقام پر استقلال حاصل ہے کیونکہ ترکہ کی بعض قلیل حیثیتیں نان و نفقہ وغیرہ کی کفیل نہیں ہو سکیں نیز فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فِیْ مَا فَعَلْنَ فِیْۤ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ (البقرہ ۳۱۴) عدت کے علاوہ اس حکم کے استقلال منفرد پر شاہد ناطق ہے۔

۵۲ سبیعہ اسلمیہ نے اپنے خاوند کی وفات کے چند دن بعد بچہ جنا اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ تو آں صلعم نے اسے نکاح کی اجازت دی۔

۵۳ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نَکَحْتُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَکُمْ عَلَیْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا...... (احزاب ۴۹)

Marfat.com

اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِھِمَا اس حقیقت پر شاہد بالحق ہے۔ کہ طلاق یا فسخ نکاح ملت کی مجموعی قوت کی توجہ تدبیریہ کو دعوت دیتا ہے کیونکہ وہ منزل اوّل کی صورتِ وسیعہ (سیاستِ مدن) کے ایک شعبۂ منزلیہ کی شکست و ریخت ہے۔ اس لئے انفرادی طور پر ہنگامی واقعات کے تاثرات کے ماتحت طلاق دادگی نظامِ منزل کی فطرت سے مخالفت ہے۔ گو طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ زوج کو اپنے شعبہ یا نظامِ منزل میں واحد مرجع نسلی اور مدبر اعلیٰ کے قائمقام کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ مگر چونکہ وہ تدبیرِ اعلیٰ کے محور فطری کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور اسی دلیل سے ندا و نظامیہ سے سقوط اسے فساد قرار دیتا ہے۔ اس لئے مستوجب عقوبت قرار پاتا ہے۔ پس امیر فرد کو انفرادی اختیار طلاق کے تصورات اور اس پر عمل کو اپنی ہیبت قاہرہ کے ساتھ نفسِ ملت سے خارج کر دینا چاہیئے۔

اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ تعقید تزویج اور قواعد تزویج اور حقوق تزویج اور شکست تزویج میں معیار عدل سے سقوط

جو اس دلیل سے نظامِ مدن میں وجہ فساد ہے کہ نفسِ انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ اور مسلّماتِ عدلیہ سے انحراف اور معیارِ عدل سے سقوط (جو تلفِ حقوق اور خیانت اور بد عہدی وغیرہ رذائلِ اخلاق کا جامع ہے) نفوسِ افراد و منازل میں اضطراب پیدا کر دیتا ہے۔ درانحالیکہ فرد و منزل اساس مدن ہیں۔ اور مدن منزل اول کی صورت وسیعہ ہے۔

آیۂ سعی بالفساد اور آیۂ جلدہ وغیرہ کے تحت حسب درجات جرمیہ اجرائے[1] ... عقوبت مستدرجہ کو ضروری قرار دیتا ہے جو میزان العدل آئین کی تمکین اور قسطاس میزان کی استقامت صحیحہ ہے۔

نیز ہیبت عدل کا اجرا اگر شکست تزویج سے متعلقہ اُن کوائف فرطیہ کو عدل کی جانب لوٹا دیتا ہے۔ جن کی بنیاد پر فسخ نکاح وغیرہ کا حکم واجب الاجرا قرار پا سکتا ہے۔ تو سقوطِ شرائط کی دلیل سے شکستِ تزویج کی ضرورت ساقط قرار پاتی ہے۔ کیونکہ زوجہ و شوہر نظامِ منزل کے ارکین اساسی ہیں۔ اور ان کی رُکنیت کی اساس اُن دونوں کی باہمی رضامندی کے ساتھ متحقق ہوتی ہے اور محبت باہمی سے اس کی تعمیر واقع ہوتی ہے۔ اور ہونی چاہیئے۔ مگر بعض دفعہ مؤثرات خارجہ کے ہنگامی تاثرات اس محبت کو خلل کے ساتھ متاثر کر دیتے ہیں۔ بحالیکہ اساسِ تعلق اور اسکی کیفیتوں کو استقلال کا حق حاصل ہے۔ اس لئے ہنگامی مؤثرات کو جادۂ محبت باہمی سے ہٹاتے ہوئے اصل فطرت کی طرف دونوں کو رجوع کر دینے کی کوشش گویا فطرت کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور طلاق کا واقع ہونا ازروئے فطرت ناپسندیدہ فعل ہے۔ جو نظامِ منزل اور اس کے ماحول کو ناخوشگوار اثرات کے ساتھ متاثر کرتا ہے اور منزل اوّلین کے کوائف استقلالیہ کی شہادت فطری کے تحت احوالِ قریب کے جذبات کو غیرت کے ساتھ برانگیختہ کر دیتا ہے۔ جو وحدتِ اسلامیہ کے تموج کو گویا اپنی کیفیات کے ساتھ متاثر کر سکتا ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے طلاق کو ابغض الحلال فرمایا ہے۔ اس لئے دولتِ وسطیہ کو بحق امیر فرد اپنے نظامِ اجتماعی اور اہتمام تصرف عدلیہ اور لجنت حکمین کے ساتھ اندیشۂ شقاق کے واقعہ ہوتے پر اولین طور پر زوجہ و شوہر کے مابین اصلاح باہمی کی جد و جہد کرنی چاہیئے۔ اور اگر یہ ممکن نہ ہو سکے۔ تو طلاق یا خلع یا فسخ نکاح کے ساتھ ظلم مفسدہ کو جادۂ عدل سے ہٹا دینا چاہیئے۔

اور ان تمام مفرطات مفسدہ کو حسب درجات جرائم عقوبت مستدرجہ کے ذریعہ احاطۂ منازل سے ضرور خارج کر دینا چاہیئے۔ جو تعقید نکاح یا قواعد نکاح یا حقوق نکاح یا شکست نکاح کے عادل راستوں میں فساد انگیز ہوں۔ کیونکہ جرائم کی جزا عقوبت کے ساتھ متحقق ہونے سے ہی میزان عدل کے دونوں جوانب کے بارے میں تنصیف صحیحہ متحقق کر سکتی ہے۔ اور نفسِ دولت میں اسی طرح امن صحیحہ کے تحفظ کو استقلال حاصل ہو سکتا ہے بحالیکہ عدل و امن آمر بالعدل عزّ و جلّ میں استغراق سے ہی فطرتِ نفس قرار پا سکتا ہے۔ اور قرار پاتا ہے۔

[1] ایسی تدریجی جد و جہد جو درجات احوال کی مطابقت کے ساتھ تالیف قلوب اور اجرائے ہیبت و عقوبت پر مشتمل ہو۔

شکست تزویج کیلئے امیر فرد کے اجرائے حکم سے متعلقہ شرائط انتظاریہ

اس سے پہلے یہ بیان گزرچکا ہے۔ کہ اندیشۂ شقاق کے وقوع پر امیر فرد بہ حیثیت مدبر اعلےٰ استقلال تزویج یا شکست تزویج کے لئے اہتمام تصرف عدلیہ کے تحت بعثت حکمین یا اقامت شہادات کے ساتھ حکم جاری کرسکتا ہے۔ پس جو لوگ امساک للضرر کے ساتھ اپنی ازواج کو معلق کردیتے ہیں۔ اس فرمانِ ربانی لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ الرَّحِيْمٌ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ جو لوگ اپنی عورتوں سے ایلاء[1] کرتے ہیں۔ ان کے لئے چار ماہ کی مہلت ہے۔ پس اگر اس مدت میں لوٹ جائیں۔ تو اللہ تعالےٰ غفور رحیم ہے۔ اور اگر وہ طلاق کا ارادہ کرلیں تو اللہ تعالےٰ سمیع اور علیم ہے۔ البقرہ ۲۲۶ کے مطابق ان کی تعلیق علی شہادت کے ساتھ ایلا میں شامل ہوگی۔

اگر کوئی شخص یہ قسم کھا لیتا ہے۔ کہ وہ اپنی عورت کے قریب نہیں جائیگا۔ تو اس کا نتیجہ بغیر قسم کھانے کے امساک للضرر کے ساتھ متحد قرار پاتا ہے۔ گویا مرجع فطری عزّ وجلّ نے اپنے فرمانِ ناطق کے ساتھ چار ماہ سے زیادہ تعلیق کی مدت میں طوالت انتظار کی ضرورت کو ختم کردیا ہے۔ اور اگر عورت کی طرف سے نشوز کی وجہ سے خاوند ایلا کرتا ہے۔ تو بھی اس فرمان ربانی کے ماتحت اس کے لئے مہلت انتظاریہ گویا چار ماہ تک معین کردی گئی ہے۔

اس کے بعد دولت وسطیہ کا نظامِ اجتماعی منجملہ منصب تحکیم العدل اور اہتمام تصرف عدلیہ بحق امیر فرد بعثت حکمین وغیرہ کے ذریعہ ہر دو کے مابین مؤدت باہمی کی طرف عود کرنے کے لئے کوشش کے بعد فرمانِ ربانی يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ اور فرمانِ ربانی وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ اور فرمانِ ربانی فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا بعثت حکمین اور اقامت شہادات کے ساتھ حسب کوائف طلاق یا خلع یا فسخ نکاح کے لئے حکم جاری کرسکتا ہے۔ اس حقیقت پر تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ شاہد بالحق ہے۔ یعنی چار ماہ کے بعد مرجع فطری عزّ وجلّ کا حکم ناطق شوہر کے اقتدار اعلےٰ کو اس کے مقصد تزویج سے تعطل کی دلیل سے مدبر اعلےٰ یعنی ابوالاس یا امیر فرد کے سپرد کرتا ہے۔ اور انتظار کے اختتام کے لئے فیصل بالحق ہے۔ کیونکہ اختتام انتظار آخری فیصلہ چاہتا ہے۔ اور آخری فیصلہ ان کے مابین اصلاح باہمی کی کوشش کے بعد طلاق یا خلع یا فسخ نکاح سے ہی انجام پذیر ہوسکتا ہے۔ جو اپنی تدریجی رفتار عدلیہ کے ساتھ جاری ہوگا۔ جو آیات طلاق میں مذکور ہے راس مدت میں واپس نہ لوٹنا تعین مدت کی دلیل سے عزم طلاق

[1] نصیحت کے بعد ہجر فی المضاجع اگر مقصود اصلاح کے تحت واقع ہوتا ہے تو اسے ایلا قرار نہیں دیا جاسکتا اس لئے ہجر فی المضاجع کو امساک للضرر کے تحت واقع نہیں ہونا چاہئے اور اس اثنا میں عورتوں کو گھروں سے باہر نکالنا چاہئے اور نہ نفقہ معروف کو متاثر کرنا چاہئے۔ ورنہ وہ امساک للضرر کی قبیل سے منسوب ہوگا۔

Marfat.com

پر محمول کیا جائے گا۔ اور اس کے بعد امیر فرد کا اجرائے طلاق و خلع و فسخ ارادہ کے ساتھ عمل متشکل کو متحد کر دینے کی دلیل سے تقاضائے عدل کی ایفا ہے)

اور اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو چھوڑ کر امساک للضرر کے ارادہ کے ساتھ مفقود الخبر ہو جاتا ہے۔ یا عنین ہے۔ تو اس دلیل سے کہ وہ مقصود تزویج سے معطل قرار پاتا ہے۔ مگر کوالف خارجہ کو اس کے تعطل میں دخل حاصل ہے۔ اور اتمام حجت اس تعلیق کے ساتھ اسباب تعطل کے اندفاع کے ساتھ متحقق ہو سکتی ہے۔ اعلان اور نتیجۂ انتظار اعلان یا علاج اور نتیجۂ انتظار علاج کے ساتھ اَرْبَعَۃَ اَشْهُرٍ کی مدت کو سہ چند قرار دیتے ہوئے ایک سال کی مہلت دینی چاہیے۔

نیز ان تمام حالات یا اُن کے مماثلات میں دولتِ وسطیہ کو بحق امیر فرد (ابو الانس) اپنے نظامِ اجتماعی یعنی منصب تحکیم العدل[۵۱] اور اہتمام تصرفِ عدلیہ یا بعثِ حکمین (جو منجملہ منصب تحکیم العدل پر فائز قرار پاتے ہیں) وغیرہ کے ذریعہ اجتہاد بالعدل کے تحت تقاضائے کوالف کی مطابقتِ عدلیہ کے تحت زوجہ و شوہر کے اصلاح باہمی کے استقلال یا طلاق و خلع یا فسخ نکاح یا متذکرہ انتظار میں طوالت مناسب کے لئے اپنا حکم عدل کے ساتھ نافذ کرنے کا حق پہنچتا ہے۔ جو اُنس کے تقاضائے رحمت و مودت و تربیت و تادیب کی ایفا بالعدل ہے۔

تعطلِ حفظ

معاہدۂ تزویج اعتبارِ معاہدۂ سے حفظِ فروج کو مستلزم ہے۔ جو نظام منزل میں میزان تدبیر کی استقامت صحیحہ سے استحکام نظام کا موجب ہے۔ کیونکہ معاہدۂ تزویج زوجین کو باہم حِلّتِ فروج کا حق خصوصی عطا کرتا ہے۔ پس اگر وہ معیارِ حفظ سے معطل ہو جاتا ہے۔ تو فطرتِ انسانی نفوس ناکث العہد کو مستوجب عذاب قرار دیتی ہے۔ جو تدبیر منزل میں قسطاس میزان العدل کی صحت و استقامت کے لئے جد و جہد ہے۔ (جلد اوّل عنوان حفظ اور جلد دوم میں عنوان فاحشہ مطالعہ فرمائیں) یعنی صنفی تعلق کی ازواج کے ساتھ خصوصیت چونکہ ایفائے تقاضائے عہد تزویج ہے۔ اور شوہر کے حضور و غیب میں زوجہ کے لئے دلیلِ نفق و حفظ سے اس کی اطاعت اور حفظِ غیب کو مستلزم ہے پس اگر وہ حافظۃ الغیب کی حیثیت سے گر جاتی ہے۔ اور شوہر اس پر اپنی ذات کے سوا گواہ پیش نہیں کر سکتا تو مرجع فطری عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاۤءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍ

اور جو لوگ اپنی بیویوں کو زنا کا عیب لگاتے ہیں اور ان کے پاس اپنے سوا اور شاہد نہیں ہوتے تو ان میں سے

---

[۵۱] درآں حالیکہ مناصب تحکیم العدل اور مناصب ولاۃ و حکام دولت وسطیہ کے نظامِ اجتماعی کی تدریجی کیفیتوں کے تقاضاؤں کے تحت تدریجی درجات پر فائز قرار پاتے ہیں۔

بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۔ وَالْخَامِسَۃُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰہِ عَلَیْہِ اِنْ کَانَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَیَدْرَؤُا عَنْھَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْھَدَ اَرْبَعَ شَھٰدٰتٍۭ بِاللّٰہِ اِنَّہٗ لَمِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَالْخَامِسَۃَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰہِ عَلَیْھَا اِنْ کَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝

(النور ۱۴)

ایک ایک کی گواہی اس طرح ہے۔ کہ مرد اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر چار بار گواہی دے (کہ وہ اپنے بیان میں سچا ہے) اور پانچویں بار یوں کہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس پر اگر وہ جھوٹا ہو۔ اور عورت پر سے سزا (زنا کی حد ایسے ٹلے گی) کہ ۔ چار بار اللہ کی قسم کھا کر گواہی دے کہ وہ (اس کا خاوند) جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ اس پر خدا کا غضب ہو۔ اگر وہ (اس کا خاوند) سچا ہو۔

اس کو اصطلاح شریعت میں لعان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس اگر عورت خاوند کی شہادت کے بعد زنا کا اعتراف کر لیتی ہے۔ تو اس پر حد زنا جاری کی جائے گی۔ اور اگر اس طرح جواب میں خاوند کو کاذب ٹھہراتی ہے۔ تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

شوہر مؤسس منزل اور اس کے مدبر کی حیثیت سے زوجہ کے متعلق اگر بے حیائی دیکھتا ہے۔ تو چار گواہوں کی شہادت کا مہیا کرنا اس کے لئے ضروری نہیں ہے۔ وہ سیاست مدن کے حضور میں اپنی شہادات اربعہ کے بعد شہادت خامسہ کے ساتھ زوجہ کے جرم کی حیثیت کو مکمل کر سکتا ہے۔ علیٰ ہذا چونکہ زوجہ کو منزل میں ثانوی حیثیت حاصل ہے۔ اور قرطیات کذبیہ کا وجود ممکن ہے۔ اس لئے وہ اس طرح اپنے جرم سے صفائی پر بھی شہادت دے سکتی ہے۔ پس جب لعان اپنے الفاظ مبینہ کے ساتھ حفظ فروج کو جسے معاہدۂ تزویج میں اساسی حیثیت عدلیہ حاصل ہے۔ معیار صحت سے ساقط قرار دیتا ہے۔ تو اس کے بعد معاہدۂ تزویج قائم نہیں رہ سکتا۔ (بجالیکہ شوہر اس سے ازدواجی فائدہ حاصل کرنے کی دلیل سے اس سے مہر واپس نہیں لے سکتا) اس لئے فردیت امارت کو از روئے عدل دونو کو جدا کر دینا چاہیئے۔ چنانچہ احادیث نبویہ ان حقائق پر شاہد ہیں۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ پانچویں گواہی تفریق کو واجب کر دیتی ہے۔ جو لعان کی تکمیل ہے۔ اور تفریق کا حق تاسیس منزلی یا حق تعقید کی دلیل سے شوہر کو یا ولایت اعلیٰ کی دلیل سے مدبر اعلیٰ یا امیر فرد کو پہنچتا ہے۔ نیز لعان گو مستلزم تفریق ہے۔ لیکن تفریق کو الگ مستقل حیثیت حاصل ہے۔ اور واقع کرنے سے ہی وہ متحقق ہو سکتی ہے۔ جس پر مفہوم لعان و مفہوم تفریق کا امتیاز معنوی بداہت کے ساتھ شاہد ہے۔ اور اگر خاوند بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو ملت کا نظام اجتماعی بحق امیر فرد اس پر اقامت شہادات کے ساتھ حدود جاری کر سکتا ہے۔ اور زوجہ سے بے حیائی کا ارتکاب پر خاوند کو لعان کا حق اسے مؤسس منزل یا مرجع نسلی یا امیر فرد کے قائمقام کی حیثیت سے پہنچتا ہے۔ اور امیر فرد کے لئے اقتدار اعلیٰ اس کی حیثیت نیابت کو وضوح حالات تک محدود قرار دیتا ہے۔ اور اسی دلیل

ف اور جہاں نظام اجتماعی متشکل نہ ہو۔ وہاں مسلین کا اجتماع جسے اہتمام تصرف عدلیہ کا قائمقام کہنا چاہیئے۔ لعان اور تفریق کا حکم جاری کر سکتا ہے۔ (کیونکہ اسے تحقق اجتماع عدل کی ایک حیثیت مستدرجہ حاصل ہے۔)

سے خاوند اپنے جذباتِ غیرت کے تحت امارت کے اقتدارِ اعلیٰ کو استعمال کرنے کا حق٭ نہیں رکھتا۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ مولود کے نسب کو اس شخص سے جس نے اپنی زوجہ کے متعلق لعان کیا ہے۔ دلائل بدیہہ کی روشنی میں (اگر متحقق ہوں۔) امیر فرد یا منصب تحکیم العدل منسوخ قرار دے سکتا ہے۔ (تفصیل کے لئے مشکوٰۃ کتاب النکاح باب اللعان مطالعہ فرمادیں)

تحفظاتِ عدلیہ

معاہدۂ تزویج زوجین کے فروج کو باہم حلال کرتا ہے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کو محرمات کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے۔ تو واقعات کے خلاف جھوٹ بولتا ہے۔ اس لئے اس کا کذب فاحشہ مستوجب عقوبت قرار پاتا ہے چنانچہ مرجع فطری عزّ وجل نے ایسے شخص پر بطور کفارہ یہ عائد فرمایا ہے۔ کہ وہ ایک غلام کو آزاد کرے۔[1] کیونکہ اس نے تزویج کی فطرت پر حملہ کیا ہے۔ جو حقیقت زوجیت کی تبدیلئ کاذب کی کوشش کے ہم معنی ہے پس اس کو چاہیئے کہ ایک ایسے نفس کے حالات کو آزادی کے ساتھ متبدل کردے۔ جو اس سے محروم ہے۔ تاکہ دلیل لفق سے اس کے ادراک و تحریک کا تاثر اس کے کیف کاذبہ کی تبدیلی کا موجب ہو۔ اور اگر اس پر اسے قدرت نہ ہو۔ تو دو ماہ مسلسل روزہ رکھ کر اپنے نفس سے کثیف کیفیات کذبیہ کو تعذیب عنصریات نفس کے ساتھ خارج کردے۔

اور اگر اسے دو ماہ صیام مسلسل پر (ان وجوہات کی دلیل سے جو صیام کی بجائے فدیۂ مسکین کو بدل میں جائز قرار دیتی ہیں) قدرت نہ ہو۔ تو ساٹھ مسکینوں کا کھانا بوجہ اللہ مساکین میں تقسیم کرے۔ تاکہ لفق سے جو اس کے کسب طیّب کا نتیجہ ہے۔ اس کے ادراک و تحریک میں تاثرات نفقیہ کے ساتھ تبدیلئ صدق پیدا ہو۔ اسے اپنی زوجہ کے ساتھ مس کرنے سے پہلے یہ کفارہ ادا کرنا چاہیئے۔ (سورۂ مجادلہ رکوع ۱ مطالعہ فرمائیں) تاکہ اس کے قوائے نفس کو ان میں تبدیلئ صدق سے کوائف معاہدۂ تزویج کے ساتھ پھر سے وہ اتحاد متحقق ہو۔ جو فطرت معاہدۂ تزویج میں حیثیت معروفہ کے ساتھ قسطاس العدل ہے۔

مرجع فطری عزّ وجلّ نے نکاح کا مقصد آیۂ مُحْصِنِیْنَ غَیْرَ مُسَافِحِیْنَ (حفاظت میں لانے والے نہ کہ مستی نکالنے والے کے ساتھ ہوائے نفس سے مقدس قرار فرماتے ہوئے باالعدل ایفائے حاجت صنفی کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر سنت مصطفوی شاہد باالعدل ہے اس لئے ضبط اولاد کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ صنفی تعلق کے تقاضاؤں کی ایفاد جو استقلال نسل بنسل کی ضرورت پر شہادتِ فطرت ہے۔ اور ضبط اولاد کی کوشش کو اپنے فطری وجود یا فیصلۂ فطرت کے ساتھ ناجائز قرار دیتی ہے

---

[1] نیز یہ غلامی کی رسم کہنہ کے اخراج کے اہتمامات سے ہے۔ جیسے کہ عنوان متعلقہ میں وضاحت کی گئی ہے۔

٭ اور اگر جذبات غیرت کے تحت وہ تلوار کو فیصلِ استعمال کرتا ہے۔ تو منصب تحکیم العدل کی قوت تحکیمیہ حالات کی تشخیص و تجزیہ کے بعد اگر اسے صادق ثابت کر دیتی ہے تو ہر دو حالات یا مہلت دوں کہ چار گواہ لاؤں تو رسول اللہ صلعم یہ کہتے کہتے رک گئے۔ کہ تلوار کا شاہد ہونا کافی ہے۔ اس کے بعد فرمایا اگر غیرت مند اور بے قابو آدمی تنہا [illegible]

اور اس کے ساتھ ضبطِ اولاد کی کوشش مظہر ہوائے نفس ہونے کے علاوہ گویا ایک گونہ قتل اولاد کے قائمقام ہے۔ کیونکہ مقصد اور نتیجہ میں یہ دونوں فعل متحد ہیں)۔ چنانچہ مربی فطری عزّ وجل قتل اولاد کے مقصد کو واضح فرماتے ہوئے (جو انفرادی طور پر افراد کا اور اجتماعی حیثیت کے ساتھ آبادی کی بڑھتی ہوئی وسعت کے تحت نفس جماعت کا مطمح نظر قرار پا سکتا ہے۔) اس سے نہی کا حکم دیتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل ۴ع)	محتاجی کے ڈر سے اپنے بچوں کو نہ مار ڈالو ہم ان کی اور تمہاری روزی کے ذمہ دار ہیں۔ تحقیق اُن کا قتل خطائے کبیر ہے۔

کفالتِ الٰہی پر زمین کی وسعت اور نوعِ انسانی کا وسعتِ سیر کے ذریعہ اس کا احاطہ یعنی اس عزّ و جل کی طرف سے زمین کی وسعتِ سیر پر نوعِ انسانی کے لئے اعطاء مقدرت اور نفسِ انسانی میں استعدادِ جہدار تقا کی ودیعت اور اللہ عزّ وجل کے دستِ مبارک سے نوعِ انسانی اور تمام کائنات[لہ] کے مخلوق ہونے کی دلیل سے تجدید و تخلیقِ اسباب شہادت ہائے ناطقہ ہیں۔

عادل فعال اول المسلمین محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گناہ (قتل اولاد) کی حیثیت کبیرہ اور اس کے مقتضا ارتکاب کی ان الفاظ کے ساتھ وضاحت فرمائی ہے۔ جب کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا کہ سب سے بڑا گناہ کیا ہے تو آپ نے فرمایا۔ کہ تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے۔ دراں حالیکہ اس نے تجھے پیدا فرمایا ہے۔ پھر اس شخص نے عرض کی کہ اس کے بعد کونسا بڑا گناہ ہے۔ تو آں صلعم نے فرمایا۔ کہ تو اپنی اولاد کو اس اندیشہ سے قتل کر دے۔ کہ وہ تیرے ساتھ کھانے میں شریک ہوگی۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان باب الکبائر)

اس ضبطِ اولاد کی ایک نامناسب کوشش کا نام عزل بھی ہے۔ جس سے عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے متعدد مواقع پر اس طرح باز رکھنے کے لئے حکم دیا ہے۔

(ا) تمہیں کوئی نقصان نہیں اگر تم یہ (عزل) نہ کرو۔ کیونکہ قیامت تک ہر نفس جو پیدا ہونے والا ہے۔ وہ ضرور پیدا ہو کر رہے گا۔

(ب) جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ فرما لیتا ہے۔ تو کوئی چیز اسے نہیں روک سکتی۔

(عزل کے متعلق استفسار پر آپ نے فرمایا بروائت مسلم)

(ج) اور ایک موقع پر آں صلعم نے وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ عزل کرنا بچہ کو گویا پوشیدہ طور پر زندہ گاڑ دینا ہے۔ (یعنی زندہ گاڑ دینے کے قائمقام ہے) (بروائت مسلم)

پس عزل پر اور بالارادہ اسقاطِ حمل پر جو عزل کی نسبت جرم میں زیادہ شدید ہے۔ اجرائے عقوبت تقاضائے ملک کی ایذا ہے۔ اور امیر قرد کو اجرائے ہیئت کے ساتھ اس فرطِ شہوت کو تدبیرِ منزل سے خارج کر دینا چاہیئے۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ جرم قتل نفس اور اس میں یہ فرق ہے۔ کہ قتل سے ذی روح کو بے جان کر دیا

لہ نفسِ انسانی میں تو دلعیۂ روحِ الٰہی جو تمام کائنات کو نفسِ انسانی کے لئے مسخر قرار دیتا ہے (جیسے کہ سیرت النبوی پر ایک محققانہ نظر میں بحث کی گئی ہے) اللہ عزّ وجل کے دستِ قدرت سے تخلیقِ کائنات پر شاہد با الحق ہے۔

جاتا ہے۔ اور عزل و اسقاط کے ساتھ نشو جسم اور نفخ روح یا تکمیل نفخ کو روک دیا جاتا ہے۔ اس لئے اس جرم کی ابتدائی حیثیت کی شہادت کے ساتھ حبس تا اصلاح تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔

عورتوں کے اجسام میں خالق حقیقی اللہ عزّ و جلّ نے جس طرح مردوں اور عورتوں اور تمام حیوانات کے اجسام میں خوراک سے تولید خون اور نشو و نما کی قوائے مرتبہ جسم میں مدغم کرنے کے بعد فضلہ ہائے خوراک کو خارج کرنے کا اہتمام فرمایا ہے اسی طرح اس عزّ و جلّ نے عورتوں کے اجسام میں انسان کی ترکیب ممیزہ کے تقاضاؤں سے تولید سے متعلقہ نشوی اجزائے منتجہ کو حیض کے ذریعہ اس وقت تک خارج ہونے کی قوت ودیعت کی ہے۔ جب تک وہ اپنے مصرف تولیدیہ میں صرف ہو (جو نوع انسانی میں مرد و عورت کے دیگر تقاضا ہائے صنفی کی معیّت اساسی میں استقلال تسلسل نسل کی ضرورت متواترہ پر نفس انسانی کی خلقی شہادت ہے۔ اور متذکرہ تقاضا ہائے صنفی کے ساتھ ضبط اولاد کی کوشش کو تقاضا ئے خلقی یا فطرت کے مخالف قرار دیتی ہے) نیز اسی دلیل سے اس کے خروج کے اوقات میں اہتمام تناسل یعنی عورتوں سے قرب ترکیب خلقی سے مخالف ہے۔ جو عورت اور مرد دونوں کے اجزائے جنسیہ مضرت کے ساتھ اثرانداز ہوتا ہے۔ اس لئے حیض میں ہرگز مقاربت نہیں کرنی چاہیئے۔ چنانچہ وہ عزّ و جلّ فرماتا ہے۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى	تجھ سے حیض کے متعلق پوچھتے ہیں تو کہہ دے کہ وہ
فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ	مضرت ہے۔ پس حیض میں عورتوں سے الگ رہو۔

اور امیر فرد پر اجتہاد بالعدل کے ساتھ تربیت مؤدبہ بالعدل عائد ہوتی ہے۔ جو اس کی الوت فاضلہ کے تقاضاؤں کی ایفائے عدل ہے۔ چنانچہ رسول پاک صلعم نے ایک وقت میں ایک یا نصف دینار کے صدقہ کا حکم فرمایا ۔ جو بالعدل نفی کسب دست کی دلیل سے ادراک و تحریک پر مؤثر بالعدل قرار پاتا ہے۔ (کتاب مشکوٰۃ الطہارۃ باب الحیض مطالعہ فرماویں)

اور اپنی بیٹی یا بہن کے ساتھ نکاح کے عوض دوسرے شخص کی بہن یا بیٹی کے ساتھ اس طرح نکاح کیا جائے کہ مابین کچھ مہر نہ ہو۔ یہ شغار ہے۔ اور اس سے عادل فعال رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔

کیونکہ وہ گویا بیع النفس ہے اور منشائے اسلام (نوع انسانی میں تمکین عدل) کی سمت مخالف ہے۔ اور ایفائے حاجت کے لئے حق ولایت کے ناجائز استعمال سے اپنی بہن یا بیٹی کے حق پر ناجائز تصرف کیا جاتا ہے۔ گویا تلف حقوق کی دلیل سے فساد ہے۔ اس لئے اس کے مرتکب کو حبس تا اصلاح کے ساتھ مستوجب عقوبت قرار دینا چاہیئے۔

اصول تدریج نفس انسانی اور نظام کائنات اور نظام مدن میں از روئے فطرت جاری و ساری ہے منجملہ پیغام نکاح ازاں بعد رضائے جانبین پھر تعقید تزویج یہ تدریجی منازل ہیں۔ کہ ان میں آخری مرحلہ عقد تزویج ہے پس جیسے محصنات (وہ مسلم عورتیں جو عقد نکاح سے محفوظ ہو چکی ہیں۔ اور ان کے مراحل متعلقہ تعقید تزویج طے پا چکے ہیں)

---

۵۲ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں قیامت کے دن تین شخصوں سے جھگڑونگا۔ ایک وہ جو میرے نام کے ساتھ عہد دے اور پھر بدعہدی کرے اور دوسرا جو آزاد کو بیچ ڈالے پھر اسکی قیمت کھائے اور تیسرا وہ جو کسی مزدور سے کام لے اور اس کا اجرت نہ دے (مشکوٰۃ بحوالہ بخاری) شغار سے متعلقہ نہی مشکوٰۃ کتاب البیوع اور کتاب النکاح میں مطالعہ فرمائیں۔

اپنے شوہر کے سوا تمام مسلمانوں کے لئے محرمات ہیں۔ اسی طرح عقد تزویج کے مراحل ابتدائیہ یا وسطیہ پر یعنی ایک مسلمان بھائی کے پیغام پر یا انکی باہمی رضامندی کے تحقق پر وغیرہ وغیرہ دوسرے مسلم کو ہرگز پیغام نکاح نہیں بھیجنا چاہیئے۔ یہ امر مہیجات غیرت کو مستلزم ہے۔ اس لئے وجہ فساد فی الارض ہے۔ پس یہ حرکت دلیل فساد سے مستلزم عقوبت (جنس تا اصلاح) ہے۔ چنانچہ عادل فعال اول المسلمین صلعم نے (بروایت بخاری و مسلم) فرمایا کہ کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام پر ہرگز پیغام نہ بھیجے حتیٰ کہ وہ نکاح کرے یا چھوڑ دے "

الحاصل تزویج کے متعلق پیغام اور اس کے متعلق عہد اور اس کی تعقید کے لئے محور امارت کے گرد اہتمام تصرف عدلیہ کی معیت میں جو قوت تداور ہے۔ تداور صحیحہ کے ساتھ تدبیر منزل کو متداور رہنا چاہیئے۔ جو تمام فطریات سے وجہ تحفظ ہے۔

پس اس تداور عدلیہ سے سقوط متدرجہ پر احکام متعلقہ کو اپنی تدریجی حیثیتوں کے ساتھ فردیت امارت کی ہیبت قاہرہ کے ذریعہ نافذ کر دینا چاہیئے جو صحت تداور کی طرف رجوع افراد کے لئے جاذبۂ محوریت کی جد و جہد ہے۔

واحد مرجع فطری عز و جل نے سیاست مدن میں واحد مرجع نسلی کے قائمقام اعلےٰ امیر فرد اور تدبیر منزل میں موسس منزل یعنی شوہر اور اس کی رفیقہ منزل زوجہ کے متعلق جملہ احکام تزویج اور اس کے متعلقہ حقوق اور شکست تزویج اور اس سے متعلقہ احکام عدت وغیرہ کی کاملاً صراحت فرماتے ہوئے تعقید تزویج کو مشتبہ اختلافات سے پاک اور منزہ فرما دیا ہے۔ منجملہ ہر نکاح کے بعد اس سے آزادی مستلزم مدت عدت ہے۔ اور ہر نکاح اجرت (مہر) کو ضروری قرار دیتا ہے بس لئے نکاح مستقل اور نکاح تا مدت معینہ کے اختلاف کی حیثیت ختم ہو جاتی ہے۔ کوئی نکاح نہ مہر کے بغیر استوار ہو سکتا ہے اور نہ اس سے آزادی کے بعد عدت کی ضرورت کسی صورت میں ساقط ہو سکتی ہے۔ اور عدت نتائج نکاح کو واشگاف کرتی ہوئی مشتبہات اور اندیشوں سے تدبیر منزل اور سیاست مدن کو پاک اور منزہ قرار دیتی ہے۔ اور عدل نفس یا فطرت عدل اس حقیقت پر شاہد ہے۔ کہ نکاح سے آزادی مولود کے متعلق نسب کے تعین کی دلیل سے عدت کو ضروری قرار دیتی ہے۔ جو اندیشہ ہائے محرمہ سے تقدس و طہور کو متحقق کرتی ہے۔ پس بلاشبہ مسلم عادل کے نفس کو اس کے ساتھ کچھ اختلاف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دستور عدل کی معنویت اساس عدل پر استوار فطرت نفس کی حقیقت تکمیلہ کے ساتھ متحد فی النور ہے۔ اس لئے دستور عدل کے قوانین عدلیہ اور فطرت عادلہ کے ترشحات میں اتحاد اور یک جہتی از روئے فطرت تحقق پاتی ہے۔ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ (پھر نہ پاویں اپنے نفوس میں حرج اس کے متعلق جس کا تو فیصلہ کرے) اسی حقیقت پر شہادت ربانی ہے۔ کیونکہ قضائے نبوی نے دستور عدل (کتاب مجید) کی پیروی میں اس کے ساتھ اتحاد معنوی کی دلیل سے بالعدل تحقق پایا ہے۔ اور اس صلعم کی پیروی میں مسلم کی فطرت عادلہ دستور عدل کے ساتھ متحد الحقیقت قرار پاتی ہے۔ پس بلاشبہ مجلہ دستور عدل ان تمام آئین ہائے متعلقہ تعقید تزویج و حقوق تزویج و شکست تزویج کی اس حقیقت عدلیہ پر مسلم عادل بلا اختلاف و بلا حرج نفس شاہد بالعدل ہے۔ جو سیاست مدن اور تدبیر منزل کو مشتبہات حرمیہ اور اندیشوں اور اختلال سے محفوظ قرار دیتی ہے۔ جیسے وابصہ ابن معبد کے استفسار پر عادل فعال اول المسلمین صلعم نے فرمایا (بروائت احمد و دارمی) نیکی وہ ہے۔ جس کی طرف دل مطمئن ہو۔ اور گناہ وہ ہے۔ جو قلب میں کھٹکے اور سینہ

ـه فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (النسآء رکوع ۴)

میں تردد پیدا کرے۔

الحاصل دستورِ عدل کے تمام قوانینِ عدلیہ اور منجملہ اُن آئین ہائے عدلیہ پر (جو تعقیدِ حقوق و شکستِ تزویج کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) فطرتِ عدل شاہد بالحق ہے۔ کہ تدبیرِ منزل میں ان کی تکمیل سیرا نیہ ہی تحفظ عدل اور تکمیل عدل کا موجب ہو سکتی ہے :۔

اور کسی ایک جزئی آئینی پہلو کا تعطّل تدبیرِ منزل اور سیاستِ مدن کو شتبہات اور فساد اور ظلم اور اندیشوں سے خلل پذیر کر دیتا ہے۔ اس لئے امیر فرد کو اپنے اقتدارِ اعلیٰ کے ذریعہ احاطۂ سیاستِ مدن اور اس کے شعبہ ہائے منزلیہ سے فرطیاتِ جزئی کو ہیبتِ قاہرہ کے اجزا کے ساتھ خارج قرار دیتے ہوئے نظامِ منزلی میں تقدسِ عدلیہ محقق کر دینا چاہیئے۔ اور اپنی قوتِ فعالیہ کے تصرف کے ذریعہ نفوسِ افراد میں تمکینِ عدل سے عدلِ منازل کو اتحادِ حقیقت عطا کرنا چاہیئے۔ جو افراد کے ما فی النفوس اور ان کے ماحول کا باہم تحقق اتحاد ہے۔ اور تکمیل تدبیر و سیاست ہے۔ اور لفظ کو معنی اور جسم کو روح کے ساتھ جمعیت عطا کرتا ہے۔

اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ اقوامِ صاغر کے نظام ہائے منازل کو چونکہ تعقیدِ عہدِ اطاعت کی دلیل سے دولتِ وسطیہ کے شعبۂ ہائے منزلیہ کی حیثیت حاصل ہوتی ہے۔ اور امیر فرد (ابوالانس) اساسِ عدل پر استوار فطرتِ نفس کے ترشحاتِ عدلیہ کو کہ وہ اصطلاحِ الٰہی میں معروف کے نام سے معنون کئے گئے ہیں ابوتِ فاضلہ کی قوتِ محوریہ کے ساتھ نافذ بالعدل قرار دینے پر مکلّف بالعدل ہے۔ اور ان تمام مفرطات کو (جو تشخیصِ فطرت کی رو سے معیارِ عدلیۂ فطرت پر معتمد نہ ہوں۔ اور انہیں اصطلاحِ ربّانی میں منکر کے نام سے معنون کیا گیا ہے) دولتِ وسطیہ اور اس کے شعبہ ہائے منزلیہ سے خارج قرار دینے کا فرضِ فعال بفضلِ ابوت کی رو سے امیر فرد پر عاید ہوتا ہے۔

اس لئے فردیتِ امارت کی ہیبتِ قاہرہ یہ استحقاق رکھتی ہے۔ کہ فواحش اور نکاحِ محارم اور ہر گونہ مفرطاتِ ظلمیہ کو (جن کی ابواب گذشتہ میں وضاحت کی گئی ہے۔ اور وہ سطحِ ارض پر سعی بالفساد ہے) اہتمامِ تصرفِ عدلیہ کی اس معیت میں جو اراکینِ اہتمام متذکرہ کی جانب سے تقاضائے اخوت کی ایفا ہے۔ نفاذ امر بالعدل کے ساتھ (جو حدود متعلقہ سعی بالفساد کے اجرائے مستدرجہ یا اہلِ کتاب میں وضاحت کتبِ مقدسۂ سماویہ کی روشنی میں اجرائے عقوبت ہائے عدلیہ کے ذریعہ سطحِ ارض سے دفعِ فساد ہے) اقوامِ صاغر کے شعبہ ہائے منزلیہ سے خارج کرتی ہوئی نفسِ سیاستِ مدن کو اندیشہ ہائے مفرطہ سے پاک کر دے جو اخوتِ عہدیہ اور بنی نوع میں اساسِ عدل پر استوار فطرت کے میران مشترک کی دلیل سے اخوتِ نوعیہ اور اہلِ کتاب کے ساتھ اخوت ہائے متذکرہ کی معیت میں اخوتِ کتابیۂ سماویہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ جیسے کہ یہود کے ایک فرد اور ایک عورت کے ارتکابِ فاحشہ پر عہدِ مصطفوی میں توراتِ مقدس کی روشنی میں اجرائے ہیبتِ عدل (موطا جلد دوم باب رجم الذمی) اسی سطوتِ عدلیہ کے نفاذ کا اسوۂ عادلہ ہے اور وہ بفضل ابوتِ اعلیٰ کی رو سے دولتِ وسطیہ (جو منزل اول کی صورتِ وسیعہ ہے) اور شعبہ ہائے منازل (جو منزل اول کی صورتِ وسیعہ کے از روئے فطرتِ توالد و تناسل مستدرجہ شعبہ ہائے متبعہ ہیں) اور افرادِ مدن (جو ابنائے دولت ہیں) کے متعلق اس پر عائد ہوتا ہے دراں حالیکہ بفضلِ تربیتِ ابوت اور تقاضائے تمکینِ عدل ضرورتِ دعوئٰ ہے۔ فردیتِ امارت کے امر بالعدل کو فارغ و بلند قرار دیتی ہے۔ یعنی ایفائے تقاضائے تمکینِ عدل کے تحت تفحص و تجسس عدلیہ کا فرضِ فعالِ ابوتِ فاضلہ

Marfat.com

پر بالعدل عاید ہوتا ہے۔ اور وہ اقوام صاغرہ کے نفوس کو عدل کی طرف رجس پر فطرتِ نفس استوار ہے اور افرادِ ملت میں اس کی حقیقت منورہ کے تحقق کے ساتھ اس عدلِ نظامِ منزل و مدن کے اتحاد سے وہ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ جو امیر فرد کی ہیبت قاہرہ کے نفاذِ عدلیہ سے نفس دولت میں تحقق پاتا ہے) رجحان کے لئے جہدِ فعال ہے جو ایفائے تودّدِ اخوت متحدہ ہے۔ دراں حالیکہ عدل نفس کی حقیقتِ منورہ اور عدل نظام کا اتحاد ہی تکمیل تہذیب تدبیر و سیاست ہے اور نفسِ ملت میں ابوالانس امیر فرد کے فضل ابوت کی تربیت عادلۂ قاہرہ کے فرائض عدلیہ کا ادائیگی عدلیہ کے ساتھ تحقق جلالیہ ہے۔ جسے فیصلۂ فطرت کے ساتھ ضرور واقع ہو جانا چاہیئے۔

فرائض و آدابِ منزلیہ

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (نور)

اس سے پہلے یہ ثابت ہو چکا ہے۔ کہ سیاستِ مدن منزل اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور ہر منزلی نظام کی تشکیل منزل اوّل کی پیروی میں تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور وہ تربیت گاہ افراد ہے۔ پس نظام منازل سے دفع فرط اور اس میں تمکین عدل سیاستِ مدن کی تعدیل کو متحقق کرتا ہے۔ چنانچہ مرجع فطری اللہ عزوجل نے سورہ نور میں اس کی حیثیت فرضیہ و بیّنہ کے تعین محکمہ کے اظہار کے بعد نظامِ منازل سے دفع فرط کی وضاحت فرماتے ہوئے جو میزان العدل آئین میں استقامت صحیحہ کا موجب ہے۔ منازل سے متعلقہ آداب کے نزول سے نظامِ عدلیۂ مدن کی تکمیل فرمائی ہے۔

اور اس سورہ میں ذات نور علیٰ نور کا بیان روشن ہے۔ کیونکہ وہ عزوجل واحد مرجع فطری ہے۔ علیٰ ہذا اس میں تصرف فعالیہ الٰہیہ کے ذریعہ تکمیل تنویر نوع انسانی کی شرح کی گئی ہے۔ جو فردیت استخلاف فی الارض (اول المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم اور اس صلعم کی پیروی میں فردیت امارت) کے منکشف بالنور روحِ الٰہی کی متحمل کشف قوت فعالیہ کے ذریعہ تحقق پاتی ہے۔ کہ وہ ابوّتِ فاضلہ کی جانب سے تربیت رحیم و فعال ہے اور اسی دلیل سے اس سورہ میں بیان ذات مستخلف عزّوجل کے بعد فردیت استخلاف کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ جو دولتِ وسطیہ (کہ وہ منزلِ اوّل کی جائز وحدت صورت ارتقائیہ ہے۔ یعنی اپنی حیثیت وسیعہ کے ساتھ

منزل اوّل ہے) کے نفوس افراد یا ابنائے دولت کی واحد مرجع فطری عزّوجل کے نائب اور واحد مرجع نسلی کے منصبِ ابوت پر فائز ابوالانس (امیر فرد) کی تولیتِ فعالیہ کے ذریعہ تعدیل کے اہتمام کا بیان روشن ہے۔ جو مانی النفوس اور ان کے ماحول میں تمکین عدل سے نفسِ دولت میں عدل کو اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق قرار دیتا ہے۔

اور اس میں فردیتِ نبوت (کہ اس کی پیروی میں فردیت امارت اس کے ساتھ متحد قرار پاتی ہے۔) آداب متعلقہ کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ جو محور ابوتِ فاضلہ کے گرد صحت تداور ابنائے دولت کی تمکین متشکل ہیں۔

اور چونکہ نظامِ منازل فردیتِ امارت اور تمام مِلّت کی تربیت گاہ ہے۔ اس لئے آدابِ منازل اور فردیتِ امارت اور اس سے متعلقہ آداب کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ جو لوازم و مستلزمات کا بیان متحدہ ہے۔

سب سے پہلے خالق فطرت عزوجل نے سورۂ نور کی حیثیت فرضیہ و بیّنہ کی وضاحت فرمانے کے بعد معاہدۂ تزویج کے حفظ کو فرض قرار دیتے ہوئے تعطلِ حفظ کو یکصد جلدہ زنی کے ساتھ احاطۂ منزل سے خارج کرنے کا حکم دیا ہے۔ (عنوان فاحشہ مطالعہ فرمائیں) کیونکہ سیاستِ مدن نظام منزل کی ارتقائی صورت ہے۔ یعنی اصول تدریج کی شہادت کے ساتھ وہ اساس مدن ہے۔ اور نظام مدن اجتماع منازل سے تحقق پاتا ہے۔ اور تمام منازل شعبہ ہائے مدن ہیں۔ پس منازل میں فساد گویا نظام مدن میں ہیجان فساد کا موجب ہوتا ہے۔ یعنی نظام مدن بہ حیثیت منزل اوّل اس سے خلل کے ساتھ متاثر ہوتی ہے۔ نیز اس لئے کہ حفظ معاہدۂ تزویج مودتِ باہمی کے استقلال کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور اس میں خلل افرادِ منازل کے درمیان سے اس مودت کو ہٹا دیتی ہے۔ جو از روئے تقاضائے فطرت قرب نسبیہ ان میں تحقق پاتی ہے۔ اور وہ شبانہ روز کی منزلی حیات یا تقاضا ہائے معشیت کے ایفا کا مودتِ قربیہ کے ساتھ ایک بہترین ذریعہ ہے۔

پھر اس عزوجل نے آیۂ ۳ میں مؤمنین اور مشرکات اور مشرکین اور مؤمنات کے مابین معاہدۂ تزویج کو از روئے فطرت ناجائز قرار دیا ہے (تفصیل قواعد تزویج کے تحت گزر چکی ہے) اور دوسرے موقعہ پر ہر دو جانب تزویج میں جنسیت عدلیہ یا ان میں باہم جنسیت فطریہ کے اتحاد کی وضاحت فرمائی ہے۔ جو تقاضائے اتحاد جنسی ہے۔ (سورۂ نور ۲۶ مطالعہ فرمائیں)

علیٰ ہذا اس عزّوجل نے پاکدامن مؤمنہ عورت پر افترا بندی کو جرم منزلیہ قرار دیتے ہوئے نشر و ہیجان فساد کی دلیل سے احاطۂ مدن سے ۸۰ دُرّوں کی سزا کے ساتھ خارج کرنے کا حکم دیا ہے۔ (عنوان کذب مطالعہ فرمائیں) اور مؤمنین کو ظنِ خیر کے لئے نصیحت فرمائی ہے۔ جو نظام منزل کا نشر فساد سے تقدس وطہور ہے۔ وہ عزوجل فرماتا ہے

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝

کیوں نہ تم نے جبکہ اس (بہتان) کو سنا تو مؤمنین اور مؤمنات پر نیک گمان کیا اور کیوں نہ کہا انہوں نے کہ یہ بہتان ظاہر ہے۔

(علم تفصیل کے لئے سورۂ نور آیات ۱۳-۱۴-۱۵-۱۶-۱۷-۱۸-۱۹ مطالعہ فرمائیں) پھر وہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ

کیوں نہ جس وقت سنا تم نے یہ کہا ہوتا نہیں مناسب

Marfat.com

بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (نور) ہم کو کہ ہم ایسی گفتگو کریں (اے اللہ العالمین) پاکی ہے۔ تجھ کو یہ بہتان عظیم ہے۔

فطرت انسانی جب تک عدل کے ساتھ تکمیل نہیں پالیتی۔ اس میں کثافت کی طرف رجحانی کیفیات موجود رہتی ہے۔ اور کثافیات میں اس کے تداول شعوری و عملی کا موجب ہوتی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے نفوس انسانی افترائی کوائف میں تداول سے اپنے رجحانات کے ساتھ لذتِ کثیفہ حاصل کرتے ہیں۔ جو اس کے نشر وسیعہ پر منتج ہوتی ہے۔ اور چونکہ افترا کی وسعت منجملہ جذبات انتقامیہ کے ساتھ انجام کار ہر منزل کو اپنے نتائجِ مفسدۂ افترائیہ کے ساتھ احاطہ کر سکتی ہے۔ نیز چونکہ سُن لینا مان لینے کا ابتدائی مرحلہ ہے۔ اس لئے جذبات غیرت کے ساتھ نظامہائے منازل کو شکست کے اندیشوں سے قریب کر دیتی ہے۔ گویا افترا اتمام نظام مدن کو خلل پذیر کرتا ہے۔ اس لئے خالق فطرت عزوجل نے اس نشر فساد کو روک دینے کا اسے اہمیت کبیرہ دیتے ہوئے احکام بالا کے ساتھ اہتمام فرمایا ہے۔ اور اگر واقعہ ہو جائے تو جلدہ زنی کے ساتھ اس کے تاثرات قرطبیہ سے نظام منزل و مدن کو پاک کر دینے کا حکم دیا ہے۔ جو ادراک و تحریک پر مؤثر ہونیکی دلیل ہے رجحانات کثیفہ کو اعتدال عمل پر مکلف کرنے کی جد و جہد ہے۔ یعنی واقعات کے حقائق کے ساتھ اتحاد اور تجاوز از حقائق سے انسداد کے لئے کوشش ہے۔ (سورۂ نور آیت ۱۱ اور عنوان کذب مطالعہ فرمائیں)

بعض افراد سے تکمیل تعدیل تک کے منازل تدریجیۂ نفس میں تاثرات کثیفہ کی وجہ سے چونکہ لغزش واقع ہو جاتی ہے۔ اور اس کا انسداد بھی تقاضائے عدل کا ایفا ہے۔ مگر اس عقوبتِ عدلیہ کے علاوہ ان پر عقوبت معینہ سے تجاوز کے ساتھ اسباب حیات کو مسدود نہیں کرنا چاہیئے۔ جو تجاوز از عدل ہے۔ چنانچہ خالق فطرت عزوجل فرماتا ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ يُؤْتُوْا أُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا أَلَا تُحِبُّوْنَ أَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (نور)

صاحب فضل و وسعت نہ قسم کھالیں کہ وہ اقربا اور مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ کو (عطاوغیرہ) نہیں دینگے۔ اور چاہیئے کہ معاف کردیں۔ اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ دوست نہیں رکھتے کہ اللہ تمہیں بخش دے۔ اور اللہ غفور اور رحیم ہے۔

یعنی ان کے اس جرم کی پاداش میں جو عقوبت خالق فطرت کی طرف سے مقرر کی گئی ہے اس کے اجرا پر منصب تحکیم العدل مکلف بالعدل ہے کہ وہ جوانب جرم و جزا میں تنصیف یار ہے۔ اس لئے اس کے علاوہ اولوالفضل (فردیت امارت اور اس کے نائبین فعال) کو اپنے جذبات و احساساتِ غضبیہ ان کے متعلق فرو کر دینا چاہیں۔ یعنی متذکرہ محرکات نفس نفوس فعال کے ز مجرمین سے متعلق عادل ملزمہ یہ پر مؤثر نہیں ہونی چاہئیں۔ بلکہ ان صاحب فضل و وسعت نفوس فعال کو یہ امر ہرگاہ زیر نظر رکھتے ہوئے کہ ہر نفس عادل تکمیل تعدیل تک منازل تدریجیہ کو طے کرتا ہے۔ اور اس لئے رجحانات کثیف ممکن الوقوع ہیں۔ اور ہر فطرت نفس پر مرجع فطری عزوجل قاہر و غالب ہے۔ اس لئے آئین عدل متذکرہ کے ساتھ ترک غضب یا عفو و درگذر تقاضائے عدل کی ایفا ہے۔ جو جزائے احسان کے عوض مستلزم جزا ہے۔ اور آمر بالعدل عزوجل کے عفو کو مماثلات تقصیریہ میں جو آمر بالعدل عزوجل کے حضور میں رونما ہوتی ہیں

Marfat.com

ان کے لئے بطور استحقاق ضروری قرار دیتا ہے۔ (بحالیکہ وہ عزّ و جل اپنی ذاتِ اکبر کے ساتھ ہر حال میں عفوّ اور غفور ہے) اس لئے نظامِ مدن میں فعال اولوالامر کو حدِ عدل و احسان سے ہرگز تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔

اس کے بعد خالقِ فطرت عزّ و جل ان تحفظات اور آداب کا ذکر فرماتا ہے۔ جو خطرات فساد سے منزل و مدن کے لئے موجبات حفظ ہیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِن قِيلَ لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ۝ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

(نور)

اے مومنین اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں مت داخل ہو۔ حتیٰ کہ اجازت حاصل کرو۔ اور اہلِ خانہ پر سلام بھیجو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ ممکن ہے۔ تم نصیحت حاصل کرو۔ اگر تم وہاں کسی کو نہ پاؤ۔ تو مت داخل ہو۔ حتیٰ کہ تمہیں اجازت دی جائے۔ اور اگر تم کو کہا جائے کہ لوٹ جاؤ۔ تو لوٹ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے پاکیزہ تر ہے اور اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو۔ تم پر کوئی گناہ نہیں۔ کہ تم داخل ہو ایسے گھروں میں جن میں کوئی نہیں رہتا اور وہاں تمہارا سامان ہے اور اللہ جانتا ہے۔ جو تم ظاہر کرتے ہو اور چھپاتے ہو۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ معاہدۂ تزویج سے متعلقہ جانبین یعنی ہر دو ازواج کے ساتھ نظامِ منزل شکل و صورت پاتا ہے۔ اور ان کی اولاد وغیرہ متعلقین اس کے توابع ہیں۔ اس لئے شوہر اور زوجہ کے ساتھ جب ایک منزلی نظام متشکل ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس کی اولاد میں نظام ہائے منزلی کی جداگانہ تشکیل ہوتی ہے۔ تو ماں باپ۔ بیٹا اور اس کی زوجہ اور بھائی اور اس کی زوجہ وغیرہ وغیرہ سب الگ الگ بیوت یا منازل کے تشکیل دہندہ ہیں۔ اور ان میں سے ہر شخص کو دوسرے کے گھر میں قولِ حسن[۵۱] کے ساتھ اجازت و سلام کے بغیر داخل نہیں ہونا چاہیئے۔ علیٰ ہٰذا جملہ اقربا اور مومنین کے گھروں میں داخلہ کے متعلق یہی حکم ناطق بالحق ہے۔ کیونکہ ازواج کے منفی اور منزلی تعلقات کی کیفیتیں اغیار معاہدۂ تزویج سے مستلزم حجاب ہیں۔ اور محرمات کے علاوہ دیگر محصنات مومنات کے متعلق حجاب خصوصی (جس کا آئندہ سطور میں ذکر آئیگا) کی رعایت تقاضائے عدل کی ایفا ہے نیز اس لئے کہ ذکور میں باہم اور اناث میں باہم حجابِ عورت[۵۲] محرکات کثیف سے وجہ تحفظ ہے۔

نیز یہ تحفظات مذکرہ حفظِ ناموس کے ساتھ من جملہ موجباتِ حفظ اموال ہیں اس لئے گویا مہیجات فساد سے وجہ تحفظ ہیں۔

نیز اگر یہ ضبط درمیان سے ہٹ جائے۔ تو ایسے ظنون اندیشہ ناک کا وقوع ممکن ہو جاتا ہے۔ جو اراکین منازل

---

۵۱ وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔ (البقرہ ع ۱۰)

۵۲ لا ینظر الرجل الی عورت الرجل ولا المرأة الی عورت المرأة ولا یفضی الرجل الی الرجل فی ثوب واحد ولا تفضی المرأة الی المرأة فی ثوب واحد

کی مؤدّت رحیم کو خطرۂ فساد سے متأثر کر سکتے ہیں۔ چنانچہ غیر محرم عورتوں کے ساتھ ملاقات کے لئے اُن کے شوہروں کی اجازت انہیں آداب حافظہ کی ایک نوع ہے۔ (ترمذی کتاب الاستیذان مطالعہ فرمائیں)

علیٰ ہذا خالق فطرت عزوجل نے اس کے بعد ان خطرات فرطیہ سے افراد منازل کو محفوظ ہونے کا حکم دیا ہے۔ جو تقدسِ تزویج یا عدل معاہدہ کے نقطۂ وسط سے ہیجاتِ کثیف کی اثر انگیزیوں سے تزلزل یا سقوط کا موجب ہو سکتے ہیں۔

نفس انسانی میں لطافت و کثافت کو ترکیب دیا گیا ہے۔ اور مقتضیات لطافت و کثافت کا ایفائے عدلیہ کو اُنس لطیفہ و کثیفہ کے نتائج علیہ سے تحقق پاتا ہے۔ اور عمل وجوہات محرکہ اور لوازم تحریک کو مستلزم ہے۔ پس چونکہ ازواج کے مابین وجوہاتِ محرکہ یا لوازم تحریک کا وجود صنفی تعلق کے ایفا کا موجب ہوتا ہے۔

اس لئے مردوں کے لئے ضروری ہے کہ حلائل یا ازواج کے علاوہ (محرمات کو مستثنٰے کرتے ہوئے کیونکہ ادراک و تحریک میں ان کی حرمت تحقق پالیتی ہے۔ اس لئے ان کا وجود ادراک میں ان کے استقلال حرمت کی دلیل سے محرمین کے لئے لوازم تحریک یا وجوہات محرکہ کا حامل نہیں ہونا چاہیئے۔) دوسری عورتوں کی طرف سے نظر کو محفوظ رکھا جائے۔ اور اُن کی زینت غیر ظاہرہ کو نہ دیکھا جائے۔ کیونکہ ہر گونہ نگاہ لوازم تحریک صنفی سے قریب تر ہے۔ علیٰ ہذا عورتیں اپنی نظر اور زینت غیر ظاہرہ کو (اپنے ازواج اور محرمین یا جن کے متعلق صنفی ہیجات کا اندیشہ لاحق نہ ہو کے علاوہ) محفوظ رکھیں تاکہ جانبین تزویج کے علاوہ دوسرے نفس کے متعلق لوازم تحریک صنفی یا وجوہات محرکہ میں ہیجان (جو فرط ہے) نظام منزل یا اس کی تدبیر پر فساد کے ساتھ مؤثر نہ ہو۔

الحاصل زینت غیر ظاہرہ کے متعلق حجاب کی فطری ضرورت پر صنفی تعلق کی ایفا کے لئے وجوہاتِ محرکہ یا لوازم تحریک کا لزوم وجود یہ جو منجملہ افتتاحاً نظر کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ فیصلۂ فطرت کے ساتھ ناطق بالعدل ہے۔ چنانچہ خالق فطرت عزوجل فرماتا ہے۔

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ۚ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝
وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۖ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ
اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا
يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ .... الخ

ه مومنین سے کہہ دے کہ اپنی آنکھیں بند رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ اور مومن عورتوں سے کہ دے کہ وہ آنکھوں کو محفوظ رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔ مگر جو (خود بخود) ظاہر ہے۔ اور اپنے گریبانوں پر چادریں اوڑھیں۔ اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں لیکن اپنے خاوندوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں :

Marfat.com

نیز خالقِ فطرت اللہ عزوجل نے اپنی مصالح متذکرہ کے تحت غیر محرم[۱] مردوں کے سامنے اور باہر نکلنے کے اوقات میں چادریں اوڑھنے کا حکم دیا ہے۔

علیٰ ہذا وہ خالقِ فطرت عزوجل فرماتا ہے۔ وَاَنْکِحُوا الْاَیَامٰی مِنْکُمْ .... الخ اپنے سے بیوگان کا نکاح کردو کیونکہ فطری نظام کی تمکین ہی اس دلیل سے منزلی عدل کو قائم اور مستحکم رکھ سکتی ہے۔ کہ تقاضا ہائے نفس از روئے فطرت ایفا چاہتے ہیں۔ اس لئے ان کی رضامندی کے ساتھ جو شرطِ معاہدہ تزویج ہے۔ اور ان کی اولادِ یتیمی سے متعلقہ حالاتِ نظم و ضبط و تربیت کے تحفظ کو (جو معاشرہ میں آئہ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰی بِالْقِسْطِ کے اہتمام سے ہے اور ان کی رضامندی کا جزو لاینفک ہے۔ انہیں فطری نظام میں منسلک کر دینا چاہیئے۔ دستورِ عدل کی شرح متشکل یعنی اسوۂ حسنۂ مصطفوی تدبیرِ منزل میں اس تبعِ فطرت پر شاہد بالعدل ہے۔

اس کے بعد خالقِ فطرت اللہ عزوجل ان لوگوں کو پاک دامنی کا حکم دیتا ہے۔ جنہیں نکاح میسر نہیں تا آنکہ آمر بالعدل عزوجل انہیں ضبطِ عدلیہ کے عوض اپنی مدد عدلیہ کے ساتھ بے نیاز کردے۔ سورہ نور ع ۴۳ .... الخ مطالعہ فرمائیں۔

اس کے بعد خالقِ فطرت عزوجل غلامی کی رسمِ کہنہ کو اصولِ تدریج کی مطابقت کے ساتھ احاطہ منزل و مدن سے خارج قرار دینے کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اگر وہ تم سے کتابت کرنا چاہیں۔ یعنی اس شرط پر کہ وہ مال کی مقدار معینہ تمہیں مہیا کر دینگے۔ اور تم ان کو آزاد کر دو گے۔ (درآں حالیکہ تمہیں ان کے متعلق علمِ خیر میسر ہو) تو ان کے ساتھ مکاتبت کر لو۔ اور ان کی مدد کرو۔ اس مال سے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے۔ گویا یہ حکم ربانی تدریجی حیثیت کے ساتھ (جو نفسِ انسانی کی استعداد تدریجیہ کی مطابقت ہے۔ اور تنزیل دستور میں اور تفریق فرائض و نوافل میں تدریج اسی تقاضائے فطرت کی مطابقت ہے) غلاموں کی آزادی کیلئے ناطق بالحق ہے۔ جرائم کے عوض آزادئ اساری حتیٰ کہ طمانچہ مارنے کے عوض ان کی آزادی کے لئے فیصلہ[۲] غلامی کے رسمِ کہنہ کے اختتام پر شہادات ناطقہ ہیں۔ علیٰ ہذا مصارف زکوٰۃ سے آزادئ رقاب بھی معاشرہ میں اسی حقیقت عدلیہ کی تمکین کی وضاحت ہے) اور اس آزادی کو علمِ خیر کے ساتھ مشروط فرمانا ان کی کوشش تہذیب نفس اور اس پر استقلال کے لئے ہے۔ تاکہ من جملہ جہد تعدیل النفس (جو فرضِ فطری کی ایفا ہے) کے تاثرات کی وجہ سے آزادی کے حصول کے بعد ان کی کیفیت نفس توران فرحت کی وجہ سے اس معتدل سطح سے متجاوز نہ ہو۔ جو ہر نفس کے لئے اخلاق عدلیہ کا معیار ہے۔ سورہ نور آیت ۳۳ مطالعہ فرمائیں:۔

(بقیہ صفحہ ۳۸۵) کے لئے یا اپنے بھتیجوں کے لئے یا اپنے بھانجوں کے لئے یا اپنی بہنوں کے لئے یا ملک ایمان (مؤنث) کے سامنے یا ساتھ رہنے والے غیر حاجت مردوں کے لئے یا ایسے لڑکوں کے سامنے جو عورتوں کے مخفیات سے واقف نہیں اور نہ زمین پر اس طرح پاؤں مار کر چلیں۔ کہ اُن کی زینت مخفیہ ظاہر ہو۔ .... الخ (نور۔ ع ۴)

۱ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْهِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ (احزاب۔ ع ۸)

۲ (بروایت مسلم)

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ غلامی کے اجرائے جدید کو مرجعِ فطری عزوجل نے فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاءً[1] کے حکمِ ناطق کے تحت اور اسوۂ مصطفوی کی شہادت کے ساتھ اسلام کے نظامِ عدلیہ سے خارج[2] قرار دینے کو مقصود رکھا ہے۔ درآں حالیکہ جواز منجملہ مباحات تدریجیہ ہے۔

اس کے بعد خالقِ فطرت عزوجل نے آیۂ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور آیت ۳۳) کے حکمِ ناطق کے ساتھ فواحش (جو تجاوز از عدل ہے) کے ذریعہ حصولِ منفعت کو ناجائز قرار فرمانے کی وضاحت فرمائی ہے۔ کیونکہ وہ اساسِ عدل پر استوار نفوسِ انسانی کو اکلِ غیر طیب کے تاثراتِ سیرابیہ کے ساتھ فطرتِ تخلیقیہ سے ساقط قرار دیتی ہے۔ جو خواہشاتِ کثیف میں بہاؤ کے ساتھ فطرتِ نفس کی مرگ ہے۔ اور نفوسِ متاثرہ میں کثافیاتِ محض کی القائے فرطیہ کو فطرتِ فاحشہ قرار دیتی ہوئی منزل و مدن میں نشرِ فحشاء و فساد کا ذریعہ ہے۔

اس کے بعد مرجعِ فطری عزوجل اپنی ذات نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ سے امثال کے ساتھ نوعِ انسانی کو شغلا سا کرتے ہوئے اپنے نورِ ذات سے تنویرِ نوعِ انسانی کے حقائق کو آشکارا کرتا ہے۔ جو نفسِ انسانی میں کشفِ روحِ الٰہی اور روحِ بخاری کے تحمل کشف کی دلیل سے تمکین عدل ہے۔ کہ وہ فضائلِ اخلاق کو فطرت قرار دیتا ہے۔ اس کی جامع مختصر وضاحت اس طرح ہے۔ کہ اس ذات نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ کے دستِ تربیت سے (جو مقصودِ آیۂ[3] يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ہے) بلا واسطۂ نبی برحق صلعم نے منور ہو کر اپنے نفسِ مبارک کے منکشف رُوحِ الٰہی کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ نوعِ انسانی میں بمطابق يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[4] ...... الخ تنویرِ نفوس کو جاری فرمایا۔ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ[5] ...... الخ اسی منور قوت فعالیہ کے تسلسل کی وضاحت ہے۔ جو قوت فعالیہ مصطفویۂ متواترہ کے تصرف سے ذکر اور نماز اور زکوٰۃ اور جملہ لوازمِ عدلیہ کی پابندی کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ اور يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ کی درخشانی مسلسل کا ذریعہ ہے۔

اور فطرتِ نفس اور نظامِ منزل و مدن میں عدل کو فطرت قرار دیتی ہے۔ اور ان صاحب قوت فعالیہ نفوس منور کا بیوت یا نظامِ منازل کے ساتھ تعلق عظمتِ نظامِ منزلیہ اور اس کی حیثیتِ اساسیہ کی وضاحت ہے۔

اللہ عزوجل کی ذات بزرگ و برتر نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ اس عزوجل کی یہ تعریف روشن اس کی کلامِ پاک کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہے۔ اور وہ اپنی ذات کی عظمت اور بزرگی سے واقف تر ہے۔ اور اس تبارک وتعالےٰ نے نفسِ انسانی

---

[1] سورۂ محمد (ع ۱)

[2] تفصیل کے لئے عنوان نفس دولت سے اخراج غلامی مطالعہ فرمائیں۔

[3-4-5] قریب ہے کہ اس کا تیل جل اٹھے۔ اگرچہ اس کو آگ نہ لگائی جلائے۔ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور اللہ انسانوں کیلئے امثال پیش کرتا ہے۔ اور وہ ہر چیز سے علیم ہے) ایسے گھروں میں جن میں اللہ نے حکم دیا ہے کہ اسکا نام اُن میں بلند کیا جائے اور ذکر کیا جائے۔ اور اس کی تسبیح کرتے ہیں۔ (ان میں) صبح و شام وہ لوگ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کے ذکر اور قیام نماز اور ایتاء زکوٰۃ سے نہیں روک سکتی۔ (اصل آیت سورہ نور میں مطالعہ فرمائی جائے)

Marfat.com

کو اس طرح خلق فرمایا ہے۔ کہ پہلے اس نے اپنے دستِ قدرت کے ذریعہ مٹی اور اس کے ساتھ کے دوسرے عناصر آگ، پانی اور ہوا کو جو منجملہ ارضیات ہیں۔ ترکیب دی۔ اس ترکیب کے نتیجہ میں ایک لطیف بھاپ پیدا فرمائی۔ جو حیوانی زندگی کا ذریعہ ہے۔ اور اسے طب میں روحِ بخاری کا نام دیا جاتا ہے۔ طب کے تمام احکام اسی روح میں جاری ہوتے ہیں یہی حیوانی زندگی اور اس کی بقا کا ضامن قرار پاتا ہے۔ اور تمام حیوانی حاجات اسی سے متعلقہ مشابہ بہ عقل نظری لگاؤ اور اسی کی متعلقہ قوتوں کے ذریعہ انجام پذیر ہوتے ہیں۔ مگر اس روح بخاری کے ساتھ اسی تبارک و تعالیٰ نے اپنی روح متعلق فرمائی۔ چنانچہ انسانی عقل و شعور اسی روحِ الٰہی کے تدبیری نتائج ہیں۔

پس جب اصل ارواح اللہ عز و جل کے تصرف کے ذریعہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں وہ روحِ الٰہی کشفِ نور سے اپنی حقیقت کے ساتھ روشن ہوگیا۔ تو اس کی مثال سورۂ نور کی شرح کے مطابق اس طرح ہے۔ جیسے کہ وہ روحِ الٰہی ایک روشن گیس ہے۔ جو شیشہ کے اندر چمک رہا ہے۔ اور شیشہ روح بخاری ہے۔ جو صیقل ہوکر روحِ الٰہی کی نورانی تابش کو ہر چہار سو منتشر کر رہا ہے۔ اور وہ شیشہ شمع دان میں ہے۔ اور وہ شمع دان جسم نبوی صلعم ہے۔ پس نورٌ علیٰ نور عز و جل کے نورانی تصرف نے اس صلعم کے صدر مبارک میں بمطابق یَکَادُ زَیْتُهَا یُضِیْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ روح الٰہی کو آفتاب درخشاں کی حیثیت سے روشن فرمایا۔ اور چونکہ وہ اللہ عز و جل اپنی غالب قدرت کے ساتھ تصرف فعال پر ہر گاہ قدرت رکھتا ہے۔ پس روح الٰہی کے نورانی کشف کی وجہ سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں وہ نافذ اور متصرف ہونے والی قوتِ فعالیہ پیدا ہوئی۔ جو گویا مصطفوی آفتابِ ہدایت کی نور افشانی کو تمام کائنات انسانی کے لئے حدودِ مرز و بوم سے آزاد کرتا ہے۔ اور نور یابی کا محل قرار دیتا ہے۔

اور اس کے ساتھ صحابہ کرام ملحق ہو گئے اور چونکہ ہر نفس انسانی میں روحِ الٰہی ودیعت کی گئی ہے۔ اس لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی تصرف کے ذریعہ صحابہ کرامؓ کے سینوں میں بھی وہ نورانی آفتاب روشن ہوگیا۔ پس اس کے بعد جو لوگ ان اصحاب کرام سے ملحق ہوئے۔ ان میں متواتر وہ آفتاب حق درخشاں ہوتا گیا ہے۔ جو سورہ نور کی آیت متعلقہ فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ...... الخ کا مدعا و مقصود ہے۔ اس لئے ہمیں دولت اور امارت میں جمعیت و وحدت کو متحقق کرتے ہوئے ہر عہد میں ان آفتابہائے حق یعنی صلحائے امت سے ان کی اطاعت کے ساتھ جو اطاعتِ سنتِ مصطفوی اور اطاعت فردیت امارت ہے۔ ملحق ہوجانا چاہیئے۔ جن کے سینوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے لے کر آج تک آفتاب نور درخشاں ہوتا چلا آیا ہے۔ اور آئندہ ہوتا چلا جائے گا۔ درآں حالیکہ یھدی اللہ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اور مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ میں نُوْرِہٖ اور مَثَلُ نُوْرِہٖ میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ضمیر کی وحدت تصرف الٰہی کے تحت نفس انسانی میں نور الٰہی کی درخشانی کی وضاحت ہے۔ اور معرفت الٰہی اور نفس انسانی کی حقیقت کو نور میں متحد قرار دیتی ہے۔ جو ھدی للمتقین کی نورانی معنویت ہے

علیٰ ہذا اس سورہ میں خالق فطرت متخلف عز و جل نیابت فردیتِ الوہیت (استخلاف فی الارض) کی وضاحت فرماتا ہے۔ کیونکہ وہ منزل اوّل کی صورتِ وسیعہ (جائز واحد و دولتِ وسطیہ) میں منصب ابوتِ فاضلہ کی وضاحت ہے۔ جو حاملِ استعدادِ استخلاف فی الارض نوعِ انسانی کی فطرت کے لئے فردیتِ نیابت الوہیت کی تشکیت

Marfat.com

فعالیۂ منفرقہ اور سلوک جادۂ عدل سے دافع موانع ہیبت قاہرہ کے ساتھ تکمیلِ فعال ہے۔ اور اسی دلیل سے نوعِ انسانی کا حاصل وثمر ہے۔ اور اس سے آج عادل فعال اوّل المسلمین صلعم اور اس صلعم کی پیروی میں تسلسل قوتِ فعالیۂ مصطفویہ کی دلیل سے امتِ وسط مایہ دار ہے۔ (مُنْشُوْدَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ...... الخ سورۃ نور آیت ۵۵ مطالعہ فرمائیں)

عَلٰی ہٰذا مستخلف عزوجل فرمان وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ[1] کے ساتھ محور فردیت استخلاف (ابوت انس) کے گرد ارکین شوریٰ اور جملہ ابنائے دولت کے تدادر صحیحہ کے (جو سیاستِ مدن میں استحکام نظم وضبط ہے۔ اور افکار و اعمال جمعی کی صحت حرکت ہے۔ اور فطرتِ وحدتِ اجتماع (جو فردیتِ محور کو مستلزم ہے) کے تقاضا کی ایفا ہے اور تمکین اجتماع عدل کی دلیل سے اس کے استحقاق احاطۂ وسعتِ عالم کے حصول عدلیہ و تحقق وسطیہ کا ذریعہ ہے) استقلال کا حکم دیتا ہے۔

عَلٰی ہٰذا مستخلف عزّوجل عادل فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم یا اوّلین خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے متعلق ملّت وسط کیلئے ان آداب انفعالی کی وضاحت کرتا ہے۔ جن کی فردیت استخلاف کے حضور میں بجاآوری لوازم تمدن دولتِ وسطیہ ہے۔ کیونکہ فردیت رسالت مصطفوی مستخلف فعال اللہ عزّوجل کی نیابت قاہرہ سے مایہ دار ہے۔ اور واحد مرجع نسلی کے مقام ابوت پر فائز ہے۔ اور اس کی امت میں فردیت استخلاف اس صلعم کی قوت فعالیہ اور ہیبتِ قاہرہ سے وراثت پاتی ہے۔ پس منزل اول کی جائز واحد صورت وسیعہ یعنی دولتِ وسطیہ میں ابنائے دولت کو آداب انفعالی کے ساتھ متمدن ہوجانا چاہیئے جو تقاضاہائے ابوت و بنوّت کی ایفائے عدلیہ ہے۔ اور اسی دلیل سے استحکام دولتِ جائز وسطیہ کے تحقق کا ذریعہ ہے۔ مستخلف عزّوجل فرماتا ہے۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝

سورہ نور

پیغمبر کو ایسے مت پکارا کرو[2]۔ جیسے کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ (اس صلعم کی آواز مبارک سے آواز بلند کرنا اور حجرات کے پیچھے سے پکارنا آداب فضل میں تفسیر وغیرہ) تحقیق اللہ جانتا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو تم میں سے نظر بچا کر نکل جاتے ہیں پس وہ لوگ جو اسکے حکم کی مخالفت کرتے ہیں بچیں اس سے کہ انہیں فتنہ یا دردناک عذاب پہنچ جائے۔

سطح ارض پر فردیت استخلاف کی تمکین نظام منزل کی تشکیل کے ساتھ واقع ہوئی۔ جو نوع انسانی کے وجد

---

[1] جب وہ کسی امر جامع کے تحت اس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ تو ہرگز نہ جائیں جب تک کہ اجازت حاصل نہ کریں (نور)

[2] لاترفعوا صواتکم فوق صوت النبی ولا تجہر وا بالقول کجہر بعضکم لبعض ...... الخ سورہ حجرات کی اسی شوکت آداب کی وضاحت بالحق ہے۔ الی الاخر مطالعہ فرمائی جائے۔

مرجع نسلی انسانِ اوّل کی بحیثیت خلیفۃ اللہ فی الارض اپنی زوجۂ مطہرہ کے ساتھ سطحِ ارض پر جلوہ گری سے ظاہر ہے۔ اور ازاں بعد ہر فردیت استخلاف اس فطری نظام کی پیروی میں نظام منزل کی رکنیت فاضلہ کے ساتھ جو افتتاح معیشت اور اس کی تکمیل ہے۔ تعدیل سیاست مدن کے فطری فرض کی ادائیگی سے جو اس کی فطرت عادلہ کے تقاضا ہائے فعالیہ کی رو سے اس پر عائد ہوتا ہے۔ تعدیل نفوس افراد کے فرض فعال کو ادا کرتے ہوئے منازل و مدن میں نظام عدل کو اپنی حقیقت کے ساتھ متمکن کر دیتی ہے۔ نیز منزل (بحیثیت شعبۂ مدن) تمام افراد ملت اور فردیت استخلاف اور اس کے نائبین فعال کی تربیت گاہ ہے۔ پس ان دلائل محققہ کی رو سے نفس ملت و مدن میں آداب منزلیہ کا سیران سیاست مدن میں تمکین عدل کے لئے فاتحۃ الابواب ہے۔ چنانچہ خالق فطرت مستخلف عز و جل نے سورۂ متذکرہ میں منازل کے تقدس و عدل کو فردیت استخلاف اور اس سے متعلقہ آداب کے ساتھ متحداً واضح فرمایا ہے۔ نیز اس لئے کہ حسب وضاحت متذکرہ مدن اسلامیہ منزلِ اوّل کی صورت وسیعہ ہے۔ اور امیر فرد مرجع نسلی (موسس منزل اوّل) کے مقام پر ابوالانس کی حیثیت نفل کے ساتھ متمکن اور جلوہ ریز ہوتا ہے۔

زاں بعد خالق فطرت عز و جل اس سورۂ متذکرہ میں حکم دیتا ہے۔ کہ ملک یمین اور وہ بچے (توابع منازل) جو ابھی سن بلوغ تک نہیں پہنچے۔ وہ تین مواقع پر تم سے اجازت حاصل کریں۔ فجر کی نماز سے پہلے اور دوپہر کے وقت جبکہ تم کپڑے اُتار دیتے ہو۔ اور عشا کی نماز کے بعد یہ تین تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ تم پر اور ان پر ایک دوسرے کے گرد چلنے پھرنے میں کچھ حرج نہیں۔ سورۂ نور آیت ۵۸ مطالعہ فرمائیں۔

یہ اوقات مخصوصہ ہیں۔ جو معاہدین تزویج کے صنفی تعلقات یا صنفی حوائج سے متعلقہ ہیجات کی اثر انگیزی کے مرجع ہیں۔ اس لئے ان اوقات میں حجاب خصوصی تقاضائے مصلحت کی ایفائے عدلیہ ہے۔ اور بچے جب سن بلوغ تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو ان کے لئے اذن اور سلام کے ساتھ اپنے والدین اور بھائیوں وغیرہ کے گھروں میں داخل ہونا ان منزلی کوائف مخصوصہ کی وجہ سے ضروری ہو جاتا ہے۔ جو ازواج کے علاوہ ہر دوسرے متنفس سے متلازم حجاب ہیں۔ اور اجازت سے جو متلزم اطلاع ہے۔ ان کو الف کو اس ضبط حجابیہ کے ساتھ پابند کر دیا جاتا ہے۔ جس کا اجرا (اغیار معاہدہ تزویج جس میں توابع منزل وغیرہ شامل ہیں کے متعلق) نفس انسانی کی خاصیت حیائیہ کے تقاضا کی ایفائے عدلیہ ہے۔ سورہ نور آیت ۵۹ مطالعہ فرماویں۔ (فضیلت حیا کے متعلق جلد اوّل میں عنوان حیا کے تحت بحث ہو چکی ہے)

پس وہ عورتیں جو اپنے ازدواجی حوائج سے بے نیاز ہو جاتی ہیں۔ وہ اپنی بے نیاز تحریکی قوتوں اور کیفیتوں کے ساتھ اپنی ادراکی قویٰ کو بھی زینت اور ایسے محسوسات کثیفہ سے متعلقہ تخیل و ارادہ سے بے نیاز قرار دیتے ہوئے ضبط حجابیہ کی اس حد تک پابندی اگر نہ کریں۔ جو از روئے فطرت قویٰ ادراکیہ و تحریکیہ ان عورتوں پر عائد ہوتی ہیں۔ جو ان حوائج سے بے نیاز نہیں ہیں۔ تو ان پر کچھ گناہ یا حرج نہیں ہے۔ مگر بہرحال احتیاط اندیشوں سے محفوظ تر قرار دیتی ہے۔ اور اس کی وضاحت اس لئے کی گئی ہے۔ کہ

Marfat.com

ہر گونہ کوائف کی تشخیص کے ساتھ صراحت قوانین متعلقہ تقاضائے ضرورت کی ایفائے عدلیہ ہے) سورۂ نور آیت ملنہ۶۰ مطالعہ فرمائیں۔

اندھے۔ لنگڑے اور بیمار پر اور ہر شخص پر کچھ حرج نہیں۔ کہ اگر وہ اپنے گھروں یعنی اپنی ازواج کے ہاں سے یا اپنے آبا کے گھروں یا اپنی ماؤں کے گھروں یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں یا اپنے چچاؤں کے گھروں یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں یا اپنے ماموؤں کے گھروں یا اپنی خالاؤں کے گھروں یا جن گھروں کی چابیاں ان کی ملک میں ہیں۔ یا اپنے پُرخلوص احباب کے گھروں سے کھائیں۔ اور اس میں کچھ ہرج نہیں۔ کہ اکٹھے کھائیں یا الگ الگ۔ سورۂ نور آیت ملنہ۶۱ مطالعہ فرمائیں۔

مجبور اور مریض کو رافت اخوت نوعی و ملّی کی رو سے حق پہنچتا ہے۔ کہ وہ اپنے احباب کے ہاں سے کھانا کھا کر اپنی حیات کو قائم رکھ سکے۔ اور وہ لوگ جن کے ساتھ انہیں قرابت رحمی و نسبی حاصل ہے۔ وہ ان کے ذریعہ بقائے حیات عنصری سے متعلقہ حوائجِ خورد و نوش کی ایفا کے لئے دلیل قرب نسبیہ کی رو سے زیادہ اقرب ہیں۔ اور اس کے بعد ہر شخص کو اپنے اقربا و احباب کے ہاں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ انہی دلائل قربیہ کی رو سے اس ضرورت کے پیش نظر جو ہر شخص کو ان تعلقات کی رُو سے جو اقربا و احباب کے ساتھ میزانِ کثافت و میزانِ حقیقت اسلامیہ کی رو سے متحقق ہیں۔ ضرور پیش آتی ہے۔ کھانا کھانے میں کچھ حرج نہیں محسوس کرنا چاہیئے۔

مجبور و مریض کے حالات مخصوصہ کی رو سے بنی نوع یا اقربا پر اخوت ملّی و نوعی یا تعلق قرب رحمی کی دلیل سے ان کے نقصان جسمی کے نتائج کی ان کے لئے اسباب حیات کے مہیّا کے ساتھ تلافی جو معاشرہ کا معیار عدل پر رسوخ و صدق سے عائد ہوتی ہے۔ اور اسی دلیل سے دیگر احباب و اقربا کی نسبت وہ زیادہ احق ہیں۔ چنانچہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے (بروائت بخاری و مسلم) فرمایا کہ ایسا طعام ولیمہ بُرا طعام ہے۔ جس میں اغنیا کو مدعو کیا جائے۔ اور فقرا کو چھوڑ دیا جائے۔ نیز آں صلعم نے فرمایا۔ کہ جو شخص دعوت کو چھوڑ دیتا ہے۔ وہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کا ارتکاب کرتا ہے۔ کیونکہ دعوت اخوت ملّی کا مظہر ہے اس لئے اس کا ترک گویا حقیقت اسلامیہ کے میزان مشترک کی تسلیم سے ایک گونہ انکار ہے۔ مگر جس شخص کو دعوت دی جاتی ہے۔ اس پر عائد ہوتا ہے۔ کہ میزبان کے حالات اور اس کے معاہدۂ دعوت کی رعائت اور پابندی کرتا ہوا اس حد عدل سے متجاوز نہ ہو۔ جو میزبان اور مہمان کے درمیان اطلاع کے ساتھ معیّن کر دی گئی ہے۔ چنانچہ (بروائت بخاری و مسلم) ایک موقعہ پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی ابو شعیب انصاری نے مزید چار اصحاب کے ساتھ دعوت کی ایک شخص اور اتفاق سے ساتھ مل گیا۔ تو حضور صلعم نے ان سے فرمایا۔ کہ ایک شخص ہمارے ساتھ ہو لیا ہے۔ اگر آپ چاہیں۔ تو اسے اجازت دیں۔ اور چاہیں تو روک دیں۔ تو انہوں نے اجازت دیدی۔۔

مله فرمان ربانی لَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً .... الخ (نسآء) باطل کے ساتھ نفع مندی سے اجتناب کے لئے ناطق بالعدل ہے۔ اس لئے ہر دو آیات کو اپنے اپنے مقام پر استقلال نفاذ حاصل ہے۔

علیٰ ہٰذا اس صلعم نے (بحوالہ سیرۃ النبی جلد ششم) ایک دن اور ایک رات یا بخاصۃ تین دن تک کسی کے ہاں مہمانی کی ہنگامی طور پر لقا ضا ہائے حوائج کے ساتھ مطابقت ایفائیہ کی غایات کی دلیل سے اجازت کو محدود فرماتے ہوئے زائد قیام کو صدقہ قرار دیا ہے کیونکہ وہ حد مہمانی سے تجاوز ہے۔ گویا مہمانی کی اس حدّ عدلیہ سے ہرگز نہیں بڑھنا چاہیئے جو ہنگامی ضرورت کی ہنگامی طور پر کفالت کرتی ہے۔ اور نہ یہ مناسب ہے کہ کھانا کھانے کیلئے دعوت والے گھر بغیر اجازت حاصل کئے اور بغیر بلائے داخل ہو۔ اور نہ یہ مناسب ہے۔ کہ کھانے کے بعد وہاں باتیں کرنے کیلئے بے فائدہ بیٹھا رہے۔ کیونکہ وہ اس طرح اہل خانہ کیلئے وجہ انقباض اور باعث تکلیف ہوگا۔

اور عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے (بروائت ابوداؤد) ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے روک دیا ہے۔ جو فخر اور مقابلہ کے لئے کھانا پکاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں اخوت ملّی کا میزان مشترک وجہ دعوت نہیں رہتا۔ بلکہ نفس کی کیفیات فرطیہ موجبات دعوت قرار پاتی ہیں۔ اس لئے عدل اور فرط کا اجتماع از روئے فطرت ناجائز ہے (نیز اس عادل فعال اوّل المسلمین صلعم نے کھانا تیار کرنے والے کے متعلق اخوت ملّی اور نوعی کی تکمین اور جزائے عدلیہ کے تحقق کے لئے (بروائت مسلم) حکم دیا ہے۔ کہ اس کو ساتھ بٹھا کر کھلایا جائے۔ اگر کھانا کم ہو۔ تو بقدر مناسب اس کے ہاتھ پر رکھ دیا جائے۔ یہ معیار معاشرہ میں تمکین عدل سے ہے اور اس حقیقت عدلیہ پر شہادت مصطفوی ہے کہ معاشری یا ملّی خدمات سے کو الُفت کو معاشری مساوات یا عدل معروف پر (جو قول حَسَن کو مستلزم ہے۔ اور تمام اراکین مدن یعنی صاحبان سیاست اور خدام اور صناع اور تجار اور زراع کے لئے معیار نفق یا معیار معاشرہ خور و نوش و پوش میں یکسانی اور مساوات کے لئے فیصل بالحق ہے) موثر نہیں ہونا چاہیئے۔ چنانچہ عادل فعال اوّل المسلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حقیقت کی مزید وضاحت ان الفاظ کے ساتھ فرمائی ہے۔ فَمَنْ جَعَلَ اللّٰہُ اَخَاہُ تَحْتَ یَدَیْہِ فَلْیُطْعِمْہُ مِمَّا یَاکُلُ وَلْیُلْبِسْہُ مِمَّا یَلْبَسُ ...... الخ

علیٰ ہٰذا خالق فطرت عزّوجل نے حقیقت اسلامیہ کے میزان مشترک (جس کا افراد منزل میں تحقق تقاضائے فطرت منزلی کی ایفا ہے) کی تصدیق کا گھر میں داخلہ کے وقت حکم دیا ہے۔ جو اتحاد اور اک وتحریک پر شہادت کے ساتھ مودّت باہمی کی آئینہ داری ہے۔ چنانچہ وہ عزّوجل فرماتا ہے۔

اِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِکُمْ تَحِیَّۃً مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُبٰرَکَۃً طَیِّبَۃً (نور)	جب تم گھروں میں داخل ہو۔ تو آپس میں سلام بھیجو۔ اس دُعا کے ساتھ جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے پاکیزہ اور برکت والی۔

یعنی گھر میں داخلہ کے وقت السلام علیکم کہتے ہوئے داخل ہونا چاہیئے۔ اور اہل خانہ کو بھی اسی سلام مسنون کے ساتھ استقبال کرنا چاہیئے۔

---

۵۱ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰىہُ وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ (احزاب - ۷)

۵۲ پس اللہ جس کے تحت اس کے بھائی کو کر دے۔ وہ اسے وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے۔ اور وہی پہنائے جو خود پہنتا ہے (بخاری کتاب الادب

(علیٰ ہذا دوسرے گھروں میں داخلہ کے وقت بھی اجازت اور سلام مسنون کا پیش کرنا بھی تقاضائے اخوت ملی کی ایفا ہے)۔

یہ نظام منزل سے متعلقہ آداب ہیں۔ جن کی شرح متشکل عادل فعال اوّل المسلمین صلعم کی سیرت طیبہ ہے اور فروعی شرح کے ساتھ کتب احادیث میں موجود ہے۔ اور ان صاحبان کشف وتحمل کا اسوۂ حسنہ جو قوت فعالیۂ مصطفویہ کی وراثت کا ملہ سے ہر عہد میں مایہ دار ہیں۔ نوع انسانی کے لئے دستورِ متشکل ہے۔ اور ان کی قوت فعالیہ نفس منفعل مستغرق میں اس تصرف جذبیہ کا ذریعہ ہے۔ جو کشف وتحمل نور کے ساتھ تہذیب اخلاق یا عدل ادراک وتحریک کو فطرت قرار دیتا ہے۔ خالق فطرت عز وجل نے آیۂ فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ يُسَبِّحُ لَهٗ فِيْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ......الخ میں اسی حقیقت علیہ کی وضاحت فرمائی ہے۔

؎ صحبت از علم کتابی خوشتر است — صحبت مردان حرّ آدم گر است (اقبال رح)

پس جب مستخلف عزّ وجل اسی قوت فعالیہ مصطفویہ متوازنہ سے مشرف فردیت استخلاف فی الارض کو سطح ارض پر اس کے تصرفات عدلیہ اور ہیئت قاہرہ کے ساتھ متمکن فرما دیتا ہے۔ تو وہ تہذیب نفوس اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں ان حقائق عدلیہ کو تکمیل کے ساتھ جلوہ ریز کر دیتی ہے۔ جو آمر بالعدل عزّ وجل کے پرتوِ قدرت کے ساتھ اساس تخلیق نفس ہیں۔ اور اُن کی تکمیل اس دلیل سے کہ فرد اساس منزل و مدن ہے۔ جائز واحد دولت وسطیہ کی (جو تمام وسعت عالم کو احاطہ کر لینے کا دلیل عدل کے ساتھ استحقاق رکھتی ہے۔ کیونکہ نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے) تکمیل شدیدۂ قاہرہ ہے۔

تکملۂ دستور

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ - ۱)

نفس انسانی کا (اور تمام کائنات کا جو مسخر نفس ہے) خالق آمر بالعدل اللہ عز وجل ہے۔ (جیسے جلد اول میں دلائل محققہ اور براہین ساطعہ کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے) اور اسی دلیل سے وہ مرجع فطرت نفس ہے۔ اور اسی دلیل سے نفس انسانی جو اساس عدل پر مخلوق ہے۔ اسی کی طرف رجوع (جو اس کی ذات میں استغراق سے متحقق ہوتا ہے

سے تکمیل پاتا ہے۔ اور چونکہ حیات عنصری جو روحِ الٰہی کا محل ہے۔ اسباب عنصری کو مستلزم ہے۔ اس لئے کسب طیبات کے ساتھ ان کا حصول تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور چونکہ فطرت نوع انسانی وحدت مرجع نسلی کی دلیل سے فردیت امارت کی محوریت کے تحت منزل اوّل کی صورت وسیعہ یعنی وحدت مدن میں اجتماع افراد کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور اس دلیل سے کہ فرد اساس مدن ہے اور اس کی حیات مستلزم اسبابِ عنصری ہے۔ وحدت مدن میں اجتماع افراد مستلزم اسباب ہے۔ اور اسباب کا محور قبضۂ شمشیر ہے۔ جو فطرت نوع انسانی کے ساتھ مطابقت فطرتِ اسباب ہے۔ اس لئے تہذیب نفس اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کی تکمیل عدلیہ سے ہی دستور کی تکمیل تحقق پاتی ہے۔ جو فطرتِ نفس اور اسباب مسخرۂ نفس میں تحقق عدل ہے۔

پس آج اس مرجع فطری عز وجل نے اوّل المسلمین محمد الرسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ جو واحد مرجع فطری عز وجل کی فردیتِ قاہرہ کا وسطِ ارض پر نیابت فردیتِ الوہیت کی دلیل سے فردیت نبوت وخلافت کے ساتھ ابو الانس کی حیثیت سے) جلوہ گاہ ہے ۔(اس دلیل سے کہ نفس انسانی تنزیلِ دستور اور اسوۂ متشکل کی طرف فطری احتیاج رکھتا ہے۔) دستور عدل قرآن حکیم اور اس صلعم کے اسوۂ حسنہ کے ساتھ جو دستورِ عدل کی شرح متشکل ہے۔ دستور ہر گونہ حیات کو مکمل فرما دیا ہے۔ (اور اس پر سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل و دوم شاہدین ناطقین ہیں) اور دستورِ حیات پر عمل کا محور ادراک و تحریک اور قول و فعل اور اسباب کی مرجع فطری عز وجل کے لئے خصوصیت کاملہ کا تحقق ہے۔ جو تقاضائے فطرتِ نفس کی ایفا ہے۔ پس فردیتِ نبوت اور اس کے تتبع میں فردیت امارت نیابت الوہیت کی دلیل سے افکار و اعمال و اسباب متعلقۂ نفس کا محور قرار پاتی ہے۔ اور قائم بالقسط و آمر بالعدل مرجع فطری عز وجل کے لئے نفس فرد و جماعت کے افکار و اعمال و اسباب کی خصوصیت متحقق بالتقل جانبین میزانیۂ عدل کے ساتھ تحقق پاتی ہے۔ جو نیابت قیام بالقسط الوہیت کے تقاضا کی ایفا ہے۔ ایک جانب تو مرجع فطری عز وجل کی ذات پر ایمان یعنی فکر صحیح کے ساتھ (تسلیم دعوت داعی الی المرجع سے) ترشحات عدلیہ الہیہ میں استغراق کے ذریعہ استغراق بالحب سے متحقق بالتقل ہوتا ہے۔ جو طہارت و نماز فرض و نفل اور ذکر اسم ذات و صوم و حج وغیرہ عبادات پر مشتمل ہے۔ جو توجہ شعوری و عنصری کے ساتھ ترشحات الٰہیہ میں استغراق منور کے سیرانِ مشترک سے (جو نفسِ انسانی میں تسفیل کثافت اور تجلی کشفِ لطافت ہے۔) متشکل وحدت اسلامیہ کے مظاہر ہیں۔

اور جانب اخری تمام اسباب میں جو نفس انسانی کے لئے مسخر ہیں۔ اور تمام نوعی اور صنفی تعلقات میں جو کثافت متحدہ کی دلیل سے تحقق پاتے ہیں۔ یا باہمی تعلقات میں جو حقیقت اسلامیہ کے سیران مشترک سے متحقق ہیں۔ تقاضا ہائے متاعیہ و ملیہ و نوعیہ کی سیاست وحدتِ اسلامیہ کے تحت ایفائے عدلیہ سے تحقق پاتی ہے۔ جو کسب طیب اور ایفائے تقاضا ہائے صنفیات ذکور و اناث اور نفق اموال و نفوس اور دفع فرط اور تحفظات عدلیہ کو مستلزم ہے۔ جو گویا فی الاصل ترشحات عدلیۂ الہیہ یا مرجع فطری عز وجل

ﻟﮧ عنوان تنزیلِ دستور اور اس کی تدریج ..... جلد اوّل میں مطالعہ فرمائیں۔

کے تعینات فطریہ کی (ان میں استغراقی جد وجہد سے اُن کے ساتھ اتحادِ حقیقت نفس کے ساتھ جو لزوم جانب اولیٰ ہے) از روئے فطرت پیروی ہے۔ یہ اس کی ذات میں استغراق کی متحقق بالفعل جانب اخریٰ ہے۔ اور یہ ہر دو جوانب میزانیہ (کہ ان پر قسطاس مستقیم فردیت امارت وسطیہ ہے) تہذیب نفس اور تدبیر منزل اور اس کی صورت وسیعہ سیاست مدن کی حاملین ہیں۔ یعنی شہادت استغراقیہ سے جو تقاضائے فطرت نفس کی ایفا ہے۔ جملہ عبادات و ایفائے حقوق کا محور فعال لمایرید مرجع فطری عزوجل ہے۔ اور اس کی نیابت فاضلہ کی دلیل سے ملت اسلامیہ کا نفس فعال اوّل نبیُ فرد صلعم اور اس کے تتبع میں فردیت امارت سطح ارض پر دلیل امر بالعدل کے ساتھ ان کا محورِ عدلیہ ہے۔ جو قوتِ فعالیہ کے تصرف فعال اور ہیبت قاہرہ کے اجرائے عادلہ سے سطح ارض پر متمکن ہو جاتا ہے۔ اور محور دولت وسطیہ ہے۔

... عبادات اپنے لوازم اور فروعی شرحوں کے ساتھ امت مصطفویہ کے ہر عہد میں تواتر تزکیہ و تعلم کے ذریعہ متواتر جاری وساری ہیں۔ اور کتب احادیث صحیحہ میں بھی ان کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔

علیٰ ہٰذا فرطیات سے منزہ اور مظہر للہیت یا عدل نفس ہر گونہ آداب طہارت و آداب شکل و صورت[۵۱] من جملہ تسریح لحیہ اور تکریم شعر و آداب اذن و داخلۂ بیوت[۵۲] آداب رفتار و گفتار و آداب لباس[۵۳] و آداب مسرت[۵۴] و آداب[۵۵] ماتم و آداب[۵۶] مجلس۔ لغویات[۵۷] سے اعراض حسن۔

---

۵۱ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (ع ۴) حضور صلعم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ نیز فرمایا داڑھی رکھو اور مونچھیں کترواؤ۔ (تا حد مناسب بلا تعین مقدار) اور آں صلعم سر میں تیل اور ریش مبارک میں کنگھی کرنے میں کثرت فرماتے علیٰ ہٰذا حضور صلعم نے فرمایا۔ جس کے بال ہوں۔ اسے چاہیئے۔ کہ ان کی عزت کرے۔ (مشکوٰۃ کتاب اللباس وغیرہ مطالعہ فرمائیں

۵۲ لَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۔ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ۔ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (بقرہ ع ۱۰) عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (فرقان ع ۶) قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ (احزاب ع ۹)

۵۳ لِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ (اعراف ع ۳) (اس میں طہارت و عدل ہو۔ اور ریا و نمائش اور تکلف اور اجنبیت و امتیاز نہ ہو۔ جو مرح فی الارض کا موجب ہوتا ہے۔ اور مظہر فرط نفس اور فساد نفس ہے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم باب شمائل میں تفصیل مطالعہ فرمائیں) جیسے من جملہ سرخ رنگ اور ریشمی لباس اور چادر کے بستر نرم سے اس صلعم نے نفرت فرمائی۔ مگر لباس مبارک میں اس صلعم کا التزام معین نہ فرمانا۔ لباس کے بارہ میں تقاضائے ضرورت کی مطابقت پر شہادت مصطفویہ ہے ۵۴ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ (قصص ۔ ع) اس لئے فرحت یا بطر فرط نے بجائے شکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ فرحت ضد عدل یا ضد اطمینان نفس ہے۔

۵۵ لِكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ (حدید ع ۳) اس لئے جزع و فزع نہیں کرنی چاہیئے۔ جو مظہر اضطراب نفس ہے اور ضد اطمینان ہے۔

۵۶ (ا) يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوْا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا ......الخ (مجادلہ ع ۲)

(ب) اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مجادلہ ع ۲) جب تم تین آدمی ہو۔ تو تم میں سے دو آدمی سرگوشی نہ کریں۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹۶

Marfat.com

و آداب[۵] ملاقات و آداب[۶] خواب کو علیٰ ہذا تمام ہر گونہ آداب کو۔

(جو نوع انسانی کے لئے اُن کی منزلی یا مدنی مجلسوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ کہ یہی مرجع فطری عز و جل ان کے ظاہر (ان کی صور متشکل ہیں) اور ان کے باطن میں (جو افراد کے افکار اور مبادی اعمال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں) فطرت نفس تکمین ہیئت کے لئے فیصل بالحق ہے۔)

علیٰ ہذا شرائط و آداب[۳] خور و نوش اور آداب متعلقات متابعہ خور و نوش کو۔

ذکر ان میں ذکر اسم[۴] الہیٰ کے لئے جو اصول رجوع فطرت کا مظہر تسلیمیہ ہے۔ فطرت نفس اس دلیل سے فیصل بالحق ہے۔ کہ وہ بقائے قوائے عنصری کا ذریعہ ہیں۔ جو محل روح الہیٰ ہے۔)

دستور عدل قرآن حکیم میں متابعت اسوۂ مصطفوی کے لزوم کی وضاحت کے ساتھ اصولی طور پر اور متشکل شرح فروعی کے ساتھ اسوۂ حسنہ مصطفوی کے تزکیہ و تعلیم متواترہ کے ذریعہ امت کے نفوس نقال میں متحقق کر دیا گیا ہے۔ اور وہ تمام تر اوراق کتاب مجید و احادیث صحیحہ میں موجود ہیں۔ اور عدل نفس ان کی روح طیبہ ہے۔ اور صلحائے امت کے نفوس میں ان کا وقوع عدل متشکل ہے۔ گویا وہ کثافیات مفرطہ سے تقدس و طہور کے مظاہر ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۳۹۵) (تیسرے کو چھوڑتے ہوئے یعنی اس کو غمگین کرتے ہوئے) حتیٰ کہ تم لوگوں سے مختلط ہو جاؤ۔ (مشکوٰۃ کتاب الآداب)

علیٰ ہذا بودار چیزیں کھا کر گندہ اور بودار لباس پہنکر اور پریشان بال اور پریشان حالی صورت میں مجالس میں آنا۔ آداب مجلس کے خلاف ہے۔ (سیرۃ النبی جلد دوم باب شمائل مطالعہ فرمادیں۔) کیونکہ بمطابق فرمان ربانی وثیابک فطہر جیسے تقدس انوار کی درخشانی طہارت لباس سے مشروط ہے۔ اسی طرح ترشح روح الہیٰ یعنی شعور کو طہارت کے ساتھ ہی از روئے فطرت گوارائی ہو سکتی ہے۔

(۲) فرامین ربانی واذا رایت الذین یخوضون فی آیٰتنا فاعرض عنهم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیره ...... وما علی الذین یتقون من حسابهم من شیٔ ...... فلا تقعدوا معهم حتیٰ یخوضوا فی حدیث غیره ....

کو الف نفوس و احوال نفوس کے ساتھ عمل کے تطابق بالعدل کی وضاحت ہے۔

سه من جملہ واذا رایت الذین یخوضون .... (انعام ع ۱۲) اور والذین هم عن اللغو معرضون میں حقیقت و تاریخ حسن کی ذکر

سله واذا حییتم بتحیة فحیوا باحسن منها او ردوها (نساء ع) جملہ تفاصیل کے لئے قرآن حکیم اور اس کی متشکل سنت مصطفوی اور اسوہ ہائے متبعین سنت) مطالعہ فرمادیں جیسے من جملہ سلام میں سبقت اور گفتگوئے حسن اور ایسی تکریم وغیرہ جو فرمان مصطفوی انزلوا الناس منازلهم (لوگوں کو ان کے درجات علمیہ و فضلیہ منورہ وغیرہ کے مطابق مشکوٰۃ کتاب الآداب باب الرحمۃ والشفقت) سے مقصود ہے۔

سله ومن اٰیٰته منامکم باللیل (روم ع ۳) حین تضعون ثیابکم من الظهیرة (سورہ نور آیت ۵۸) اور کانوا قلیلا من اللیل ما یهجعون (ذاریات ع ۱)

سله شرائط متعلقہ کے لئے سورہ مائدہ رکوع اول وغیرہ آیات کتاب مجید مطالعہ فرمادیں۔

سله فکلوا مما ذکر اسم الله علیه ان کنتم بآیٰته مؤمنین (انعام ع ۱۴) ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه وانه لفسق (انعام ع ۱۴)

Marfat.com

علیٰ ہذا تمام نوعِ انسانی[۱] کے ایفائے حقوق کی (جو اخوتِ نوعی کی دلیل سے ہر متنفس عادل پر عاید ہوتی ہے۔ اور اس کی فطرتِ فعال کے فطری تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور ہر گونہ رحم کو مستلزم ہے۔ چنانچہ اصلاح نوعی کے لئے جد و جہد انہیں حقوق کی ایفا کے لئے واقع ہوتی ہے۔ اور ہر گونہ سلوک میں رحم یا عدل کا تقاضا کرتی ہے) یا ہر ذی روح[۲] حیوان کے ایفائے حقوق کی (جو اشتراک عنصریت اور منافع کی دلیل سے مسلم پر از روئے عدل عائد ہوتی ہے۔ اور فطری تقاضائے رحم کی ایفا ہے۔ اور اقربا[۳]۔ یتیمیٰ۔ بیوگان۔ مہمان۔ مسافر، ہمسایۂ خدام کے ایفائے حقوق کی (جو اخوت رحمی و نوعی و ملی کی دلیل سے انسانیت اور اس کے نظام میں تمکین عدل کے تقاضا سے جو ایفائے تقاضائے فطرتِ نفس ہے۔ مکمل فطرت مسلم عادل پر عائد ہوتی ہے۔ جو اس کی فطرتِ فعال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے) دستورِ عدل قرآن حکیم اور اس کی شرح متشکل اسوۂ مصطفوی[۴] میں وضاحت کی گئی ہے۔

علیٰ ہذا کتاب کی شرح متشکل سنت مصطفوی میں اسباب عنصری کی (جو بقائے حیات عنصری کا ذریعہ ہیں۔ اور اجتماع منازل و مدن کے قیام و استمرار میں اساس منافع ہیں۔) کتاب کے اصول عدلیہ کی پیروی میں تقسیم بالعدل کی بطور تکمیل دستور وضاحت کی گئی ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی کی قوتوں میں تمکین عدل کے ساتھ اسباب میں سیرانِ عدل کا اتحاد باہمی تکمیل دستور کی روح رواں ہے۔ اس لئے خاکسار نے قوت فعالیہ مصطفوی کے تصرف عادلہ کے ذریعہ (جو ترشح عدل نفس ہے۔ اور تواتر قوتِ فعالیہ کے ساتھ ہر عہد میں تحقق پاتا ہے۔) نفس ملت میں کیفیت تمکین عدل کی شرح کرتے ہوئے۔ جو نفس ملت میں منکشف بالنور اور متحمل نور تہذیب اخلاق کا تحقق ہے۔ (جو مکارم و محاسن کو فطرت نفس قرار دیتا ہے) اسباب سے متعلقہ دائغ ذط ضابطۂ عدلیہ کی شرح کی ہے۔ کہ ہر دو کا اتحاد جسم کا روح اور لفظ کا معنیٰ اور نور کا قوت کے ساتھ اتحاد عدلیہ ہے۔ اور سطح ارض پر تمکین میزان العدل مصطفوی کی شرح درخشندہ ہے۔ اور ملت وسط (عدل) میں آمر بالعدل مستخلف عز و جل کی نیابت قاہرہ یعنی

---

[۱] لا یومن احدکم حتیٰ یحب للناس ما یحب لنفسہ (مسند احمد)

[۲] اتقوا اللہ فی ھٰذہٖ البھائم المعجمہ .... الخ (ابوداؤد)
قیل ان لنا فی البھائم اجرًا قال فی کل ذاتِ کبدٍ رطبۃٍ (متفق علیہ)
بروایت ابی ہریرہؓ (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ باب فضل الصدقہ فصل اول۔

[۳] وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ (النساء)

[۴] جملہ آداب اور ایفائے حقوق وغیرہ سے متعلقہ علم تفصیل کے لئے کتاب مجید اور اس کی شرح متشکل یعنی اسوۂ مصطفوی مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

استخلاف فی الارض کے اس استحقاق کی تمکین فاضلہ ہے۔ جو دستور عدل کو نفس کے ساتھ متحد الحقیقت قرار دیتا ہے۔

پس مسلم کا عدل نفس تمام حقوقِ فطری و نوعی و ملّی کی ادائیگی میں ایفا کو اور تمام آداب شخصی و منزلی و مدنی میں تعدیل کو نتیجۂ فطرت قرار دیتا ہے۔ اور وہ قوت فعالیۂ مصطفویہ کے تواتر متشکل کی دلیل سے جو صلحائے امت کے ذریعہ ہر عہد میں تعلیم کتاب و حکمت کا تحقق ہے۔ اکمالِ دین اور اتمام نعمت یعنی اختتام نبوت پر فردیت استخلاف کی تمام عالم کو احاطہ کرنے والی مکمل انسانیت شوکت قاہرہ کی شہادت کے ساتھ حجت قاطع ہے اس لئے تمام کائناتِ انسانی کو اس جائز واحد ملت اسلامیہ میں جمع ہو جانا چاہیئے۔ جو تقاضا ہائے فطرتِ نفس و جماعت کی ایفا بالعدل سے تمام کائنات انسانی کے لئے پیام بر حفظ فطرت ہے۔ اور دفع موانع کے ساتھ منادیٔ امن ہے۔

دعویٰ اپنے لئے حقیقت صحیحہ کے وجود کا تقاضا کرتا ہے۔ اور دلائل واقعہ اور شہاداتِ عادلہ اس کو متحقق کر دیتی ہیں۔ پس رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدر مبارک سے اس نورانی قوت فعالیۂ مصطفویہ کا الیٰ یوم القیمۃ صلحائے امت میں تواتر جو قوت تزکیۂ نفوس اور قوت تعلیم کتاب و حکمت ہے اور اسی قوت فعالیہ کی نورانی لمعات کی روشنی میں ملتِ اسلامیہ کی (دستوری توسیع فرعی کے لئے) قوت اجتہادیہ ...... اکمال دین اور اتمام نعمت یا اختتام نبوت پر دلائل راسخہ ہیں۔

اور آج اس زمانہ میں سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل اور جلد دوم تقاضا ہائے دور حاضر کی ایفائے عدلیہ کی دلیل سے اس حقیقت کبریٰ پہ شاہدین عادلین ہیں۔ اس لئے[1] تمام کائنات انسانی کو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت نبوت پر مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نفس اور ماحول نفس میں عدل کو متمکن کر دیتی ہے۔ جو کائنات انسانی کے لئے سطح ارض پر دافع موانع پیام امن اور دار آخرت میں موجب عزت ابدی ہے۔

محمد سعید

---

[1] جس پر تذکرہ مصنفہ خاکسار پرنسپل محمد صغیر حسن شاہد ناطق ہے۔

سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر

جلد اوّل جزء ب

مصنفہ خلیفہ محمد سعید مترجمہ بزبان انگریزی از حکیم محمد ظفر

جس میں

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوانح طیبہ پر تبصرہ سے دستورِ تعمیرِ ملّی کو مرتب کیا گیا ہے۔ اور آئینہائے صلح وجنگ اور قوانین نظم وضبط کی تشکیل وتحدید کی گئی ہے۔

اور وہ ماہنامہ الرفیق کے ذریعہ دسمبر ۱۹۵۲ء سے لیکر نومبر ۱۹۵۳ء تک ترتیب صفحات کے ساتھ ہر ماہ شائع ہوتی رہی۔ اور جلیل القدر عمائد دولت پاکستان کی خدمت میں پیش ہوتی رہی۔ اور جولائی ۱۹۵۳ء اور نومبر ۱۹۵۳ء میں اس کے متعلقہ حصص عمائد دولتِ پاکستان کے علاوہ تمام عالم کی سلطنتوں کے جلیل القدر اراکین اور فضلا اور بین الاقوامی اداروں کی خدمت میں پیش کئے گئے۔

اپنی مکمل صورت کے ساتھ بزبان انگریزی جامعۂ عالیۂ صدیقیہ سے اس وقت مل سکتی ہے۔

نائب ناظم دار التصنیف والنشر جامعۂ عالیہ صدیقیہ آلومہار شریف

ضلع سیالکوٹ

Marfat.com

کتاب عدل

(بُک آف ایکوپیائز)

از

خلیفہ محمد سعید بزبان اُردو مترجمہ بزبان انگریزی از حکیم محمد ظفر

و پرنسپل محمد صغیر حسن

برائے

موتمر ثقافتِ اسلامیہ و فرمانروایانِ دولِ عالم و موّیدینِ عدل و وضاحت مکاتیب بر عمائد دولتِ علّیہ پاکستان

یعنی

وہ کالوکیم آن اسلامک کلچر منعقدہ زیر اہتمام لائبریری آف کانگرس واشنگٹن اور پرنسٹن یونیورسٹی

از ۸ ستمبر تا ۱۹ ستمبر ۱۹۵۳ء

کے استفسار تحصیل و انتقال ایمان کے جواب میں شائع کی گئی اور وہ دولتِ پاکستان کے عمائد کے نام اُن مکاتیب کی وضاحت ہے۔ جو جامعۂ عالیۂ صدیقیہ کی جانب سے ملّتِ اسلامیہ اور تمام دولِ عالم کے جلیل القدر فضلا و عمائد کے حضور میں نشرِ علومِ اسلامیہ کے بعد ۱۹۵۴ء میں جاری کئے گئے تھے

نائب ناظم دار التصنیف و النشر جامعۂ عالیہ صدّیقیہ

آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ۔ (مغربی پاکستان)

Marfat.com

مَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

جزء

ج

اہتمامِ تہذیبِ نفس

●

(خلیفہ) محمد سعید
دار التصنیف و النشر

جامعہ عالیہ صدّیقیہ
آلو مہار شریف

Marfat.com

اہتمام تہذیب نفس فرد و جماعت کے ساتھ تقاضا ہائے ابوّت

کی ایفائے کاملہ اس صلعم کی ابوّت فاضلہ اور فردیت نبوت

پر الی یوم القیمہ شاہد بالحق ہے!

محمد سعید

Marfat.com

اہتمام تہذیبِ نفس

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ (سبا)

مستخلف فعّال لِمَا يُرِيْدُ عزّ وجل کا حکم جب کسی امر کا ارادہ کر لیتا ہے۔ تو فرماتا ہے۔ کُنْ پس وہ واقع ہو جاتا ہے۔ اور اس مستخلف فعّال لِمَا يُرِيْدُ قائم بالقسط اور آمر بالعدل عزّ وجل نے نفس انسانی میں بمطابق لِمَا خَلَقْتُ بِيَدَيَّ[1] قدرتِ سفلی کے دستِ غالبہ کے ذریعہ معتدل ترکیب عناصر سے اپنے اعتدال ذاتی کے ساتھ نسبتِ عدلیہ[2] قائم فرماتے ہوئے اس میں دستِ قدرتِ علوی سے اپنی روح ودیعت فرمائی[3] نوعِ انسانی کو عیالُ اللہ قرار دیتی ہے۔ اور نفسِ انسانی میں بمطابق فرمانِ ربانی فَسَوّٰكَ فَعَدَلَكَ[4] جو اب میزانیۂ نفس یا اساس عدلیہ نفس کا تحقق ہے۔ اور آمر بالعدل فعّال لِمَا يُرِيْدُ عزّ وجل کی حیثیت ارادی کا نفسِ انسانی میں تودیعہ ہے۔ جو گویا تجزیۂ متذکرہ کی دلیل سے بمطابق وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ[5] استعداد استخلاف فی الارض ہے اور مستخلف عزّ وجل کے مبدأ ارواح ہونے کی وضاحت ہے۔ اور اسی دلیل سے عزّ وجل مبدأ ارادۂ نفس انسانی ہے۔ گویا حمولِ روحِ[6] الٰہی کی دلیل سے نفس انسانی کے ارادہ کو مستقل حیثیت حاصل ہے۔ جو مبدأ ارواح عزّ وجل کے حضور میں نوعِ انسانی کے ارادہ و اعمال کے لئے دلیل احتساب ہے۔ اور عناصر یا فضلۂ ارضی میں اس کے تصرف کی قوتِ شعوریہ و ارادیہ ہے۔ منجملہ فلسفہ و سائنس اسی مستلزمِ احتساب ارادۂ مختار کے ترشحات ہیں۔ جو مبدأ ارواح عزّ وجل نے اپنی رضائے غالبہ کے تحت نفسِ انسانی میں ودیعت کیا ہے۔ اور چونکہ مستخلف عزّ وجل مبدأ ارادہ ہے۔ اس لئے اس کی حیثیت مستقلہ کی نسبت فطرتِ تخلیقیہ کی رو سے اس عزّ وجل کی طرف عود کرتی ہے۔ پس اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ نفس انسانی کی معتدل ترکیب کثافت میں یہ تو روحِ الٰہی کے اثر سے وہ اپنی حیثیت ارادی میں استقلال پا لینے کے بعد اگر اپنی اس فطرت کی پیروی کرتا ہے۔ جس پہ اسے پیدا کیا گیا ہے۔ تو وہ جادۂ عدل

---

[1] جسے ہم نے اپنے دونوں ہاتھوں سے پیدا کیا۔ (ص - ۴۰)

[2] خَلَقَ اللّٰهُ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (متفق علیہ مشکوٰۃ کتاب الاداب باب السلام) اسی حقیقتِ عدلیہ کا شرح و بیان ہے۔

[3] مشکوٰۃ کتاب آداب باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق مطالعہ فرمائیں۔

[4] تجھے استوار کیا اور اعتدال بخشا۔ (انفطار)

[5] اسی نے تمہیں زمین میں خلفا بنایا۔ (انعام)

[6] فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ (حجر)

پرگامزن ہوجاتا ہے۔ اور اگر کثافیات ارضی میں بہ جاتا ہے تو اس وقت وہ گویا جادۂ اعتدال کو چھوڑ دیتا ہے۔ اور تموج فرط میں بہتا جاتا ہے۔ اور کہیں نہیں تھمتا۔ اور اس کی ہدائیت وضلال کی نسبت اسکی مستقل ارادی حیثیت کیساتھ مبدأ ارواح عزّ وجل کیطرف عود کرتی ہے۔ گویا اسی عزّ وجل کی حیثیت مبدائی اعمال رجال میں قضاء مقدرہ کی حقیقت کی وضاحت کرتی ہے۔ پس اس کے بعد جب ہدائیت الی المرجع کا نورِ کشفِ روح مبدائی ہے۔ اور مقصود آیہ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ[1] ہے۔ اس کے نفس میں جگمگا اٹھتا ہے۔ بحالیکہ مبدأ ارواح عزّ وجل کا اہدائے نور اور کشف روح متحد الحقیقت ہے۔ تا آنکہ تکمیل عدل کی دلیل سے مبدأ ارواح عزّ وجل اس کے عدل کی تصدیق کر دیتا ہے۔ تو پھر اس کی گمراہی واقع نہیں ہوسکتی ہے۔ اور بصورت دیگر جب وہ تموج فرط میں بہتا جاتا ہے۔ اور مبدأ ارواح عزّ وجل کے ساتھ اس کی جنسیت عدلیہ جو از روئے فطرت متحقق تھی ساقط قرار پاتی ہے۔ تا آنکہ مبدأ ارواح عزّ وجل اس کی کیفیت فرطیہ کی تصدیق کر دیتا ہے تو اس کا ضلال ہدائیت سے نہیں بدل سکتا یہی مقصود آیہ ذیل ہے۔

مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ	جس کو اللہ ھدائیت دے پس وہی ہدائیت یافتہ ہے
يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ (اعراف ۲۲)	اور جس کو وہ گمراہ کر دے پس وہ گھاٹے والے ہیں۔

اور یہی مقصود ختم وحجاب ہے۔ مگر اس دلیل سے کہ وہ عزّ وجل مبدأ ارواح ہے۔ اور قائم بالقسط اور آمر بالعدل ہے۔ ارادۂ انسانی کا امر بالعدل جنسیت عدلیہ کی دلیل سے از روئے فطرتِ تخلیقیہ مبدأ ارواح عزّ وجل کی معیت عدلیہ سے متحقق ہوتا ہے۔ جو مقصود آیہ ذیل ہے۔

وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا	ہم ہرگز ہدائیت نہ پاسکتے اگر اللہ ہم کو ہدائیت
اللّٰهُ ۚ ط (اعراف - ۵)	نہ بخشتا۔

یعنی فطرت نفس اپنے تخلیقی تقاضاؤں کے فیصلہ سے تعدیل نفس کے لئے بحیثیت مبدأ ارواح اس آمر بالعدل عزّ وجل کی معیت کو لازم قرار دیتی ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ[2] سے یہی مقصود ہے۔ کہ بحیثیت مبدأ ارواح وہی عزّ وجل (از روئے فطرت تخلیقیۂ نفس) معیت عدلیہ کے ساتھ ہادیٔ مطلق ہے اور اس کے سوا کوئی دوسری مقدس شخصیت جس کے نفس میں گو روح الہٰی منکشف بالنور ہو۔ اس دلیل سے کہ وہ از روئے فطرت مبدأ ارواح نہیں ہے۔ بحیثیت مبدأ ارواح موجب ہدائیت نہیں ہوسکتی۔

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ[3] میں اسی شوکت جنسیت عدلیہ کی وضاحت مقصود ہے۔ اور ضلال جو فرط ہے۔ نفس انسانی میں اس کے پرتو عدل کی جانب مخالف ہے۔ اس لئے وہ از روئے فطرت جنسیتِ عدلیہ الٰہیہ سے انقطاع کی آئینہ دار ہے۔ - - - - - - - - - - - - - -

---

[1] اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی جانب ہدائیت فرماتا ہے۔ (نور)
[2] تحقیق جسے تو چاہے ہدائیت پر نہیں لاسکتا ولیکن جسے اللہ چاہتا ہے۔ ہدائیت پر لاتا ہے۔ (قصص - ۶)
[3] نہیں اوپر تیرے ہدائیت کرنا ان کا اور لیکن اللہ ہدائیت کرتا ہے۔ جس کو چاہے۔ (البقرہ - ۶)

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا[1] اور فرمان ربانی وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ[2] میں الٰہی حقائق یقینیہ کی وضاحت ہے۔

یعنی ہدائیت کی فعال لِمَا يُرِيْدُ خالق فطرت عزّوجل کی طرف نسبت اور اس کا اس کی طرف سے تحقق اس عزّوجل کے ساتھ جنسیت عدلیہ کی رو سے بطور فطرت ارادی واقع ہوتا ہے۔ جو آیہ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ[3] کی حقیقت ہے۔ مگر فسق کہ اس کا معنی نفس انسانی کا ترک عدل ہے۔ بمطابق ترشح عدلیہ آں عزّوجل وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ۙ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۭ[4] ضلال کو اس دلیل سے مستلزم ہے کہ اس مبدأ ارواح عزّوجل سے ارادۂ نفس انسانی کی جنسیت عدلیہ کو منقطع قرار دیتا ہے۔ اور اسی دلیل سے مَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ[5] کی حقیقت ہے۔ اور اس انقطاع کی (جو فسق کی جزا بالعدل ہے) آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ اختلاف جنسیت کی دلیل سے اس عزّوجل کی شوکت مبدائی فاعل ہے۔ اس لئے شوکت ذاتیۂ عزّوجل کی وہ فاعلہ صفت انقطاعیہ ضلال کی نسبت اس عزّوجل کی طرف اس کے مبدأ ارواح کی حیثیت سے لوٹاتی ہے۔ الحاصل ہدائیت وضلال اس عزّوجل کی طرف سے اس کے تصرف خالقیہ سے واقع نہیں ہوتا۔ بلکہ ہدائیت بحیثیت مبدأ ارواح فطرت تخلیقیہ کی جاذبیت فطری کی وجہ سے اس عزّوجل کی معیت عدلیہ کو مستلزم ہے۔ اور ضلال عدل کے ساتھ اختلاف کی دلیل سے اس کی جنسیت مبدائی سے موجب انقطاع ہے۔ دراں حالیکہ اس عزّوجل کی حیثیت مبدأ ارواح اس انقطاع کی فاعل قرار پاتی ہے۔ اور وہ عزّوجل بحیثیت خالق متصرف نہیں ہوتا۔ آیہ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ[6] سے یہی مقصود ہے کہ میں (عزّوجل) تصرف خالقیہ کے ساتھ تم کو بصیرت یا عمی نہیں دیتا۔

---

[1] کہ برائی ارادہ کی گئی ہے۔ ان لوگوں کے متعلق جو زمین میں ہیں یا ان کے پروردگار نے ان کے متعلق اچھائی کا ارادہ فرمایا ہے (جن - ع ۱) اس سورۂ جن میں اللہ تعالیٰ نے جنات کے کوائف کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس لئے اس مرحلہ پر یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ جنات کو چونکہ اللہ عزّوجل نے آگ سے پیدا فرمایا ہے جو نور کی روشنی اور اس کے سوز حرارت کی معنویت اور حقیقت کا پرتو مجازیہ ہے۔ اس لئے جنات اپنی مخصوص استعداد تخلیقیہ اور اپنے مادۂ تخلیق کی وجہ سے عبادت الٰہی اور عرفان الٰہی کے حصول پر مکلف قرار پاتے ہیں جو مجاز کے ساتھ حقیقت کے اتحاد کے تقاضا کی ایفا بالعدل ہے۔ اور جنات میں آگ کی قوت غائبہ (استعداد مخصوص) کا تحقق انہیں اس پر مکلف قرار دیتا ہے۔

[2] وہ اپنے بندوں کے متعلق کفر کو پسند نہیں کرتا۔ (زمر - ع ۱) [3] جو پہنچتی ہے تجھ کو بھلائی سے پس خدا کی طرف سے ہے (النساء - ع ۱۱) [4] اور نہیں گمراہ کرتا مگر فاسقوں کو جو کہ توڑتے ہیں۔ عہد الٰہی کو اس کے میثاق کے بعد اور اس کو کاٹتے ہیں۔ جس کے ملانے کا اللہ نے حکم دیا ہے۔ اور زمین میں فساد کرتے ہیں۔ (البقرہ - ع ۳) [5] اور جو پہنچتی ہے تجھ کو برائی پس وہ تیرے نفس کی جانب سے ہے۔ (النساء - ع ۱۱) [6] تحقیق آئی ہیں تمہارے پاس دلیلیں پروردگار تمہارے کی طرف سے پس جو بصیر ہو گیا۔ اس کی اپنی جان کیلئے ہے اور جو اندھا رہا۔ پس وہ اس کی اپنی جان پر ہے اور میں تمہارے لئے حفیظ نہیں ہوں۔ (انعام - ع ۱۳)

Marfat.com

بلکہ بحیثیت مبدأ ارواح میرے ساتھ جنسیت عدلیہ از روئے فطرت متحقق ہوتی ہے یا منقطع ہو جاتی ہے۔ یہی فرمان ربانی وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى[1] کا مقصود بالعدل ہے۔ ہدایت و ضلال کے مشیت الٰہی کے تحت وقوع کی یہی کیفیت ہے۔ جس کے نتیجہ میں فیصلہ ہائے خیر و شر مشیت الٰہی کے تحت مقرر کئے گئے ہیں۔ جو اس کی ذات قدیم اور علم قدیم اور تصرف قدیم کے ترشحات ہیں۔ اور بحیثیت خالق فطرت و مرجع فطری فیصلۂ فطرت کے ساتھ اس کی طرف عود کرتے ہیں۔ اور اس کی ذات قائمہ و قدیم و واسع ان کو اپنی قدرت واسعہ کے تحت احاطہ کئے ہے۔ یہی وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ[2] کی حقیقت ہے۔ اور ہدایت و ضلال اور مسخرات نفس یعنی جملہ امور سے متعلقہ نسبت فاعلہ کو اس کی حیثیت مبدأ ارواح کی طرف لوٹاتی ہے۔ یہ وہ فطرت ہے جس پر انسان کو پیدا کیا گیا ہے۔ اور تجزیہ فطرت نفس کی شہادت کے تحت اپنے کوائف ارادیہ و استقلالیہ کے ساتھ بمطابق فرمان ربانی قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ[3] اسے مستوجب احتساب قرار دیتی ہے۔ اور اپنے حقائق یقینیہ کے ساتھ متحقق غور عمیق کے بغیر اس سے انکار بمطابق فرمان ربانی..... اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ[4] اتباع ظن محض ہے۔ اور کذب فاحش ہے۔

یہاں پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ اس عزّ وجل کا تصرف خالقیہ تمام نوع انسانی کی ہدایت پر قدرت رکھتا ہے۔ اور فطرت تخلیقیہ اس حقیقت کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو آیہ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ[5] سے مقصود ہے۔ مگر اس تصرف خالقیہ کے اجرائے سے نوعِ انسانی کی وہ ارادی حیثیت معیار استقلال سے ساقط قرار پاتی ہے۔ اور اس احتساب عدلیہ کی ضرورت باطل ہو جاتی ہے۔ جو شوکت استخلاف کی فطرت کا تقاضا ہے کیونکہ مستخلف فعال لِمَا يُرِيْدُ عزّ وجل کو نفس انسانی میں معتدل ترکیب عناصر پر صاحب ارادہ روحِ الٰہی کے نفخ کی دلیل سے خلیفہ کے اعمال کے احتساب کا حق پہنچتا ہے۔ (یعنی حقائق مستخلفیہ اور حقائق محل استخلاف (زمین) کی ودیعت سے جو گویا مستخلف عزّ وجل کی فطرتِ ذاتیہ اور اس عزّ وجل کی تدبیر اعلیٰ اور لوازم تدبیر و نفاذ کے ساتھ اس کی شوکت نفاذہ کا پرتو ہے اور نفسِ انسانی میں تودیعۂ روح الٰہی کی دلیل سے اس ارادی کیفیت مستقلہ کے ساتھ وہ امانت[6] الٰہی ہے۔ جو نیابت مستخلف عزّ وجل کی استعداد ہے۔ اور تقدیر الٰہی کے نفاذ اور ارادۂ انسانی کی حرکت کو لازم و ملزوم[7] اور متحد الحقیقت قرار دیتی ہے۔ مستخلف اللہ عزّ وجل کائناتِ انسانی کے مبادیٔ اعمال اور اعمال کے احتساب[8] کا حق رکھتا ہے۔

---

[1] وہ لوگوں کو نہیں روکتا کہ ایمان لائیں جب اُن کے پاس ہدایت آتی ہے۔ [2] اور امور اللہ کی طرف لوٹتے ہیں۔ (البقرہ۔ ع۲۵)
[3] تو کہہ دے اللہ کے لئے ہے دلیل محکم۔ (انعام۔ ع۱۸) [4] وہ کہتے ہیں۔ کہ اگر رحمٰن چاہتا تو ہم ان کی پرستش نہ کرتے انہیں اس کا کچھ علم نہیں مگر وہ جھوٹ کہتے ہیں۔ (زخرف ع۲) [5] اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔ (انعام۔ ع۱۸)
[6] اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۴
۴ (احزاب آیت ۷۲ رکوع ۹) [7] اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (رعد۔ آیت۔ ع۲)
[8] ودیعت روح الٰہی مبدأ ارواح عزّ وجل کے حضور میں نفس انسانی کے احتساب کے لئے دلیل ہے۔ کیونکہ وہ امانت الٰہی کی ودیعت ہے۔ اور چونکہ ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ اس لئے روحِ الٰہی جس نفس انسانی میں اپنی نورانی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو جاتی ہے جو امانت الٰہی کے تقاضا کی ایفاء ہے تو وہ جنت میں جو مقام قرب و رضائے الٰہی ہے عندیت الٰہی سے یا وصال الٰہی سے شرف پاتا ہے۔ اور جس نفس انسانی میں اس کی نورانی حقیقت متحقق نہیں ہوتی (رہا نابینا غیر مشہود مگر فکر صحیحہ اس میں تمکین نہیں پاتا۔ (باقی صفحہ ۴۰۷ پر)

Marfat.com

مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف نفس انسانی کا دلائل بدیہہ کی روشنی میں رجوعِ فطری اور تمام ملکوت ارضی و سماوی کی نفس انسانی کے لئے تسخیر[1] ان حقائق علیہ پر شاہد بالحق ہے۔ یعنی اس عزّوجل کے دست قدرت سے نفس انسانی کی تخلیق اور اس عزّوجل کیساتھ اس عزّوجل کیطرف خلقی نسبت کی دلیل ہے اس کا رجوع اور آفتاب کی منظم اور مستقل گردش کا اور ماہتاب کے نظامِ طلوع و ارتقا و عود کا اور نظام شب و روز و بادو باراں کا اور زمین کی حیثیت محلیہ کا اور آسمانوں کی حیثیت سقفیہ کا (جو اجرام سماوی اور ملائکہ کے حقائق تسخیریہ کی جولانگاہ ہے) نفس انسانی کے لئے اسباب مسخرہ کی حیثیت سے اس عزّوجل کے دستِ قدرت سے مخلوق ہونا مضمون خلائف فی الارض پر شاہد ہے۔ اور مستخلف عزّوجل کے حضور میں امانت مستخلفیہ کی ایفا پر مکلّف قرار دینے کے لئے دلیلِ ناطق ہے۔ اور عیر ایفا کو فطرتِ نفس اور فطرت کائنات کی شہادت کے ساتھ نفاق بیّن قرار دیتا ہے۔ اور امانت الٰہی (نفس انسانی میں تودیعۂ روحِ الٰہی) کی ایفا یہ ہے۔ کہ روح مستخلف اپنے حقائق کشفیہ کے ساتھ متحقق ہو۔ اور روحِ بخاری جو معتدل خلقی نسبت کے ساتھ اس کا محل ہے۔ اس کے نورانی کشف کا محل ہو۔ کیونکہ لفظ معنیٰ سے اور مجاز حقیقت کے ساتھ اتحاد سے تحقق پاتا ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی میں لطافت و کثافت ممزجہ پردۂ غیب ہے (جو آیۂ اِنَّہٗ کَانَ ظَلُوْمًا جَھُوْلًا سے مقصود فرمایا گیا ہے) اور تصقیل کثافت ہی لطافت کی معنویت کو منکشف کر سکتی ہے۔ جو گویا تخلیق جدید ہے۔ اس لئے اس خلق جدید کے لئے خالق اوّل کے دستِ تصرف کی ضرورت تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ اور ▪▪ قوت فعالیۂ مصطفویۂ متواترہ (جو نفس انسانی میں روح فعال لِمَا یُرِیْدُ عزّوجل کے کشف سے تحقق پاتی ہے اس کی کسی قدر تفصیل جلد اوّل عنوان تزکیہ اور اس جلد دوم میں صفحہ ۱۷ کے حاشیہ میں مطالعہ فرمائیں) کے ساتھ الحاق انفعالی کے ساتھ اس عزّوجل کے اسم ذات میں (جو اس عزّوجل کا مظہر صوری و عرفی ہے) اور کتاب مجید میں جو اس عزّوجل کا ترشح فعال ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ روح الٰہی ہے) استغراق سے متحقق ہوتی ہے۔ جو نفس انسانی میں کشفِ روح الٰہی کو اسم ذات الٰہی اور

بقیہ صفحہ ۴۰۶ حاشیہ نمبر ۸ :- جو اس تجلّی نور کا انفتاح بالعدل ہے یا استعداد قوعِ بالقوہ ہے اور کشف نور کیلئے کوشش کے درجات عملیہ کی مطابقت عدلیہ کے ساتھ اس کی جزا بالعدل تحقق پاتی ہے) تو روح الٰہی کی نورانی حقیقت کے متحقق نہ ہونے کی دلیل سے مبدأ ارواح عزّوجل سے اس کی جنسیتِ عدلیہ منقطع ہو جاتی ہے۔ اور امانت الٰہی کے تقاضا کو پورا نہ کرنے کی دلیل سے وہ مستوجب عذاب قرار پاتا ہے اور اس کی مجرم عنصریتِ نفس بے نور شعوری کیفیت کے ساتھ اس عذاب کو محسوس کرتی رہتی ہے۔ نیز اس مرحلہ پر یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ بمطابق فرمان ربانی وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ ط فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ط (البقرہ ۲۸۴) ارادہ جو عنصریت نفس پر تودیعۂ روح الٰہی کا ترشح ہے۔ دلیل احتساب ہے اس لئے وساوس غیر ارادی کو اس عزّوجل نے بمطابق فرمان ربانی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ط (البقرہ ۲۸۶) تزکیۂ نفس کے لئے تدریجی جدوجہد کی صورت میں احتساب سے مستثنیٰ قرار فرمایا ہے۔ کیونکہ غیر ارادی وساوس کثافت و لطافت ممزجہ کے اضطرابی ترشحات ہیں۔ اور اُن سے نجات کشفِ نور یا روح الٰہی کے اپنے نورانی حقیقت کے تحقق سے واقع ہوتی ہے۔ جو امانت الٰہی کی ایفا ہے۔ اور اطمینان نفس ہے۔ اور اس فرض کی ادائیگی بہر تصغیر فیصلۂ فطرت کے تحت دلیل محاسبہ ہے۔

---

[1] اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ سَخَّرَ لَکُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ .... الخ (لقمٰن۔ ع ۳)

Marfat.com

کتاب مجید کی حقیقت منورہ کے ساتھ متحد قرار دیتا ہے۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِىْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِىْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ (شوریٰ ع ۵) اسی حقیقت متحدہ پر ناطق بالحق ہے۔ دراں حالیکہ بمطابق فرمان ربانی يَهْدِى اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ (نور ع ۵) نفس انسانی میں نور الٰہی کا کشف ہی ہدائیت کی حقیقت ہے۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ احتساب کی فطرت جو وجۂ تشریف عندیت مستخلف یعنی ایفائے امانتِ الٰہی کا امتحان و ابتلا ہے۔ اس دلیل سے کہ مرجع فطری عزّ وجل کے براہِ راست شہودی تصرفات سے مقصد امتحان ساقط قرار پاتا ہے۔ فیصل بالحق ہے کہ کائنات انسانی میں ایک نوع فاضلہ مستخلف عزّ وجل کے دستِ خلق سے اس استعداد کے ساتھ مخلوق ہو کہ اس عزّ وجل کے بلاواسطہ تصرفِ فعال کے ذریعہ اس کے نفس میں روحِ الٰہی منکشف ہو کر اس میں اس قوتِ فعالیہ کے تحقق کا موجب ہو۔ جو متمسک اور منفعل نوع انسانی میں میراث شرکتِ نوعی کی دلیل سے اپنے فعال تقاضاؤں کے ساتھ فعال لِّمَا يُرِيْدُ عزّ وجل کے تصرف فعال کی قائم مقام ہو کر ترشحاتِ عدلیہ الٰہیہ میں استغراق کی مستلزم عمل تعلیم سے روحِ الٰہی کو منکشف کر سکتی ہو۔ اور وہ بنی نوع انسانی میں ایک نوع فاضلہ ہے۔ جس کی تخلیق مخصوصہ پر اس کی وہ استعداد شاہد ہے۔ جو اس عزّ وجل کے تصرف فعال کی بلاواسطہ متحمل ہوتی ہے۔ اور نفس انسانی کا کسب اس استعداد کے وجود کو متحقق نہیں کر سکتا۔ پس وہ نوعِ فاضلہ خالق فطرت اور مرجع فطری عزّ وجل کی طرف سے دعوت الی المرجع یا تتبع فطرت کا پیغام لے کر نوعِ انسانی کی طرف مبعوث ہوتی ہے۔ جو کثیف پردۂ غیب کو لطافت نفس کے روئے منور سے ہٹا دینے کا ذریعہ ہے۔ تاکہ وہ فطرت مخلوقہ کی پیروی کرتے ہوئے حقائق نفس کے کشف و تحمل سے منور و متحمل ہو کر مرجع فطری یا مبدأ ارواح عزّ وجل کی عندیت سے مشرف ہو۔ جو فطرتِ تخلیقیہ کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور فضائل اخلاق یعنی مکارم و محاسن اس کے ترشحات فطریہ ہیں۔ گویا اس نوع فاضلہ کی بعثت مبدأ ارواح عزّ وجل کی طرف سے اساس عدل پر استوار نفس انسانی کی تعدیل و تہذیب کا اہتمام ہے۔ جو اساس تعدیل منزل و مدن ہے۔ اور اولاً وہ نوعِ فاضلہ انبیائے عظام تھے۔ جنہیں مرجع فطری عزّ وجل نے داعی الی المرجع کی حیثیت سے نوعِ انسانی کی طرف مبعوث فرمایا۔

اور چونکہ خالق فطرت اور مرجع فطری عزّ وجل واحد فرد ہے۔ اور اسی دلیل سے اس کا تصرف فردیت فعّال کے ساتھ متصرف ہوتا ہے۔ اس لئے عظمتِ فردیت الوہیت کے فعال تقاضاؤں کی مطابقت اس نوع فاضلہ میں اس عزّ وجل کی فردیت واسعہ کے پرتو کے لئے فردیتِ نبوت کی تخصیص پر فیصل بالحق ہے۔ نیز وحدت مرجع نسلی اس حقیقت پر شاہد بالحق ہے۔ کہ تمام عالم کو فردیت ابوت یعنی فردیت نبوت یا فردیت امارت کے تحت مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ اور نوع انسانی میں صرف اس نبوت کو واحد مرجع نسلی کے مقام سے فردیت امر بالعدل کا اور کائنات انسانی پر فضل ابوت کا حق پہنچتا ہے۔ جو منزل اول کی صورت وسیعہ یعنی سیاست مدن کے جملہ مقتضیات و مبادیات کی وضاحت کیساتھ اس دستور کامل کی حامل ہو۔ جو الی یوم القیمۃ اساسِ عدل پر استوار نفس انسانی کی تعدیل اور تدبیر منزل اور سیاست مدن میں جامعیت کاملہ کے ساتھ متمکن عدل ہو۔ اور وہ صرف فردیت نبوت مصطفوی صلعم ہے۔ کہ اس کی منفرد قوت فعالیہ کے تصرف سے دستور کامل کے الفاظ اور ان کی نورانی معنویت ملتِ مصطفویہ کے نفوس میں الی یوم القیمۃ جاری و ساری ہے۔ جو یوم آخرین تک اس کی ابوت فاضلہ کا اس دلیل سے تحقق ہے کہ ملت کے نفوس فعال میں اس کی قوت فعالیہ کا تواتر جو حیثیت نوعی کی دلیل سے تحقق پاتا ہے اس کے نفس مبارک پر تعدیل نفوس اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے تعدیل منزل و مدن کے ساتھ الی یوم القیمۃ جمع ملت اسلامیہ کا موجب ہے۔ اور اولین پر اسے اس دلیل سے شوکت فضل حاصل ہے۔ کہ وہ نفس دہر کے تدریجی ارتقائی

Marfat.com

تقاضاؤں کی الی یوم القیمۃ ایفائے جامعہ یا ابوت فاضلہ کے ساتھ وکیل وکفیل ہے۔ اور بعثت و نبوت کے جملہ منازل اس کی نبوت فاضلہ تک کے تدریجی مدارج ہیں گویا وہ رفتار نبوت کی منزل گاہ اور مزرع نبوت کا حاصل وثمر ہے۔ گویا وہ دستور مکمل کے ساتھ نفوس افراد اور نفس اجتماع جائزہ اور اس کے معاشرہ میں تمکین عدل یعنی ان کی تہذیب اور جادۂ اجتماع عدل سے دفع موانع فرطیہ سے ان کی جملہ حاجات عنصری وعلوی کا الیٰ یوم القیمۃ کفیل ہے۔ جو تقاضا ہائے ابوت فاضلہ کی ایفا ہے۔ پس اہتمام تہذیب نفس فرد وجماعت (اکمال دین و اتمام نعمت) کے ساتھ تقاضا ہائے ابوت کی ایفائے کاملہ اس صلعم کی ابوت فاضلہ اور فردیت نبوت پر الی یوم القیمۃ شاہد بالحق ہے۔ چنانچہ اس صلعم نے ارشاد ذیل کے ساتھ اس حقیقت کی وضاحت فرمائی ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مثلی ومثل الانبیاء کمثل قصر حسن بنیانہ ترك منہ موضع لبنۃ فطاف بہ النظار یتعجبون من حسن بنیانہ الا موضع تلك اللبنۃ ختم بی البنیان وختم بی الرسل وفی روایۃ فانا اللبنۃ وانا خاتم النبیین۔ (متفق علیہ)

ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی ہے جس کی دیواریں اچھی بنائی گئی ہوں۔ اور اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو۔ تو اس کے گرد پھرنے والے متعجب ہوں اس دیوار کی بہتری سے اور اس اینٹ کے مقام سے جو خالی ہے۔ پس میں نے اس خالی مقام کو پُر کر دیا ہے۔ اور میرے ساتھ دیوار کو مکمل کر دیا گیا ہے۔ اور مرسلین کو مجھ پر ختم کر دیا گیا ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ وہ آخری اینٹ میں ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔

گویا وہ صلعم مکمل قصر نبوت ہے۔ اور تکمیل قصر اس کے تمام مدارج تدریجیہ کو اس کے زیر قدم قرار دیتی ہے۔ پس فردیت نبوت مصطفوی تکمیل قصر نبوت کی دلیل سے نوع انسانی اور نوع انبیاء پر فضیلت اعلیٰ کا استحقاق رکھتی ہے۔ چنانچہ عہد مصطفوی میں نزول مسیح علیہ ابن مریم یعنی اس نبی فرد و خاتم صلعم کی امت وسطیہ میں اس کا شمول۔ اسی شوکت واسعہ پر شاہد ناطق ہے۔ ہر دعویٰ اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہوتا ہے۔ اور شہادت سے اس کا تحقق مستحکم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے بعد منصب تحکیم العدل کے لئے اس کے حق میں فیصلہ دینے کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں باقی رہ سکتا فردیت نبوت مصطفوی دعویٰ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا[1] کے دعویٰ صادقہ کے ساتھ کَافَّۃً لِّلنَّاسِ کی طرف ابوت فاضلہ اور رسالت اعلیٰ کے ساتھ مبعوث ہے۔ اور قرآن حکیم اور اس کی شرح متشکل یعنی علو فعال نبی فرد اوّل المسلمین صلعم کا اسوۂ حسنہ تکمیل دستور پر شاہد ہے کہ وہ جملہ مبادیات تقاضا ہائے جملہ عہود و دھور کی ایفائے دستوریہ کے ساتھ اجتہاد اور نفاذ امر کا ملت اسلامیہ کے نفوس فعال (وارثین کتاب وحکمت) کو حق عطا کرتا ہوا دستور کی توسیع فرعی کو کاملاً احاطہ کر لیتا ہے۔ جو اس کی شہادت صادقہ

---

[1] آج میں نے تمہارا دین تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے۔ اور اپنی نعمت تم پر تمم کر دی ہے۔ اور اسلام کو بحیثیت دین تمہارے لئے پسند کر لیا ہے۔ (مائدہ)

Marfat.com

کی تکمیل ہے۔ اور کتاب و حکمت کے تواتر پر اور دستور کی توسیع فرعی پر۔ ملت اسلامیہ کے پاکیزہ نفوس اپنے نورانی حقائق کشفیہ و تحملیہ کے ساتھ متواترا اور آج اس زمانہ میں سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اوّل اور دوم جامعیت آئین اور اپنی نورانی معنویت کے ساتھ شاہدین عادلین ہیں۔ جو اس صلعم کی ابوت فاضلہ اور رسالت اعلیٰ کا الی یوم القیمٰہ اعتراف متشکل ہے۔ اور اَنَا سَیِّدُ[1] وُلْدِ آدَمَ یوم القیمٰہ اور اَنَا[2] قائد المرسلین وَلَا فخر وانا خاتم النبیین وَلَا فخر وَ اَنَا اوّل شافع ومشفع وَّ لا فخر اور انا اوّل[3] الناس خروجاً اذا بعثو وَ اَنَا قائدھم اذا وَفدو وانا خطیبھم اِذَا انصتو وانا مستشفعھم اذا حبسو وانا مبشرھم اذا ائسوا الکرامۃ وَالمفاتیح یومئذٍ بیدی ولواء الحمد یومئذٍ بیدی وانا اکرم ولد آدم .... الخ

اور اس صلعم نے فرمایا میرے لئے وسیلہ طلب کرو۔ صحابہ نے عرض کیا کہ وسیلہ کیا ہے۔ تو حضور صلعم نے فرمایا۔

اعلیٰ درجۃ[4] لا ینالھا اِلا رجل واحد ارجوان اکون انا ھو اور اَنَا[5] سید ولد آدم یوم القیمٰہ و لا فخر و بیدی لواء الحمد ولا فخر وما من نبی یومئذٍ آدم فمن سواہ اِلّا تحت لوائی وانا اول من تنشق عنہ الارض ولا فخر..... الخ اور انا اکرم[6] الاوّلین والآخرین ولا فخر اور اس استفساد کے جواب میں کہ آپ کے لئے کب نبوت واجب ہوئی۔ فرمان نبوی و آدم[7] بین الروح والجسد یہ تمام ترشحات فردیت نبوت مصطفویہ اسی حقیقت علیہ کی وضاحتیں ہیں۔ گویا مستخلف عزّ وجل اپنی فردیت قاہرہ کے ساتھ بمطابق منشور وَسِعَ[8] کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْض

---

[1] میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہونگا (مشکواۃ بحوالہٗ مسلم) [2] میں مرسلین کا قاید ہوں (نہیں ہے فخر اس میں) اور میں اوّل شفاعت کرنے والا اور اوّل مقبول فی الشفاعت ہوں (نہیں ہے فخر اس میں) (مشکواۃ بحوالہٗ دارمی)

[3] میں قبر سے سب لوگوں سے پہلے اٹھوں گا جب وہ حضور خداوندی میں پیش ہوں گے۔ اور میں ان کا خطیب ہوں گا جب کہ وہ چپ ہوں گے۔ اور میں ان کی سفارش کروں گا۔ جب وہ محبوس ہوں گے۔ اور میں ان کو خوشخبری دونگا۔ جبکہ وہ ناامید ہوں گے اور بزرگی اور چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور حمد کا علم اس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اولاد آدم کا بزرگ تر ہوں ...... الخ (مشکواۃ بحوالہٗ ترمذی)

[4] حضور صلعم نے فرمایا کہ وہ جنت میں ایک درجہ اعلیٰ ہے۔ اسے صرف ایک ہی شخص پا سکتا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ صرف میں ہوں۔ (مشکواۃ بحوالہٗ ترمذی)

[5] میں قیامت کے دن بنی آدم کا سردار ہونگا (اور نہیں فخر اس میں) اور میرے ہاتھ میں حمد کا عَلَم ہوگا۔ اور نہیں ہے اس میں فخر اور آدم اور کوئی نبی ایسا نہیں ہوگا۔ جو میرے عَلَم کے نیچے نہ ہو۔ اور زمین سب سے پہلے میرے لئے پھٹے گی اور (اور اس میں نہیں ہے فخر (مشکواۃ بحوالہٗ ترمذی)

[6] میں اولین اور آخرین سے بزرگتر ہوں اور اس میں فخر نہیں ہے۔ (مشکواۃ بحوالہٗ ترمذی و دارمی)

[7] اور آدم روح اور جسد کے درمیان تھا۔ اس مرحلہ پر یہ حقیقت ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ یوم آخر امانت الہی کے احتساب کا دن ہے اور اسی دلیل سے حقائق امور کی وضاحت گاہ ہے۔

[8] اس کی کرسی آسمانوں اور زمین کو احاطہ کئے ہے۔

Marfat.com

فردیت کرسی کے ساتھ تمام آسمانوں اور زمین پر قاہر یاالوسعت ہے۔ اور اس کی جلوہ گہ فردیت یعنی فردیت[1] نبوت مصطفوی سطح ارض پر جلوہ ریز ہے۔ اور نوع انسانی کا تمام ملکوت ارضی وسماوی پر شرف فضل جس پر اس کے لئے تمام ملکوت کی تسخیر شاہد ہے۔ اور تمام نوع انسانی پر اس صلعم کا متصرف باالعدل قوت فعالیہ کی معیت میں تکمیل دستور کے ساتھ شرف فضل اس صلعم کی فردیت فاصلہ کے لئے فیصل باالحق ہے۔

نوع انسانی چونکہ لطافت وکثافت ممتزجہ کے نتیجہ میں اس حجاب عیب کی دلیل سے جو لطافت کے روئے متود پہ واقع ہوجاتا ہے۔ حامل میزان العدل فعّال اسوۂ متشکل چاہتا ہے۔ جو نفوس منفعلہ میں تصرف قسطاس سے متمکن عدل ہو۔ اس لئے اس کی امت میں اس کے بعد اس کے نورانی کمالات کا تواتر نوع انسانی کے لئے مشعل ہدایت ہے۔ اور اس کی متشکل فردیتِ فعالیہ کی تمکین کے لئے فیصل باالحق ہے۔ (سیرۃ نبوی پر ایک محققانہ نظر جلد اول عنوان تزکیہ اور جلد دوم کا عنوان فضل امارت[2] اور اس کے حواشئ اولین سے حاشیہ مرقومہ صفحہ ۱۷ متحدًا مطالعہ فرمائیں)

پس جب اتمام[3] حجت کے بعد نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے متخلف فعال عزّوجل اس کی امت میں نورانی کمالاتِ مصطفویہ متواترہ کی حامل فردیت استخلاف فی الارض کا فیصلہ حق کے ساتھ نافذ فرما دیتا ہے۔ تو وہ نیابت فردیت الوہیت یا نیابت فردیتِ مصطفوی یا اس صلعم کی متشکل فعال فردیت کی شوکتِ قاہرہ کے ساتھ سطح ارض پر چھا جاتا ہے۔ اور اس دور آخرین میں اب ضرور چھائے گا۔ چنانچہ اس صلعم نے فرمایا ہے۔

ان اللہ زوی لی الارض فرایت مشارقھا ومغاربھا وانّ امتی سیبلغ ملکھا ما زوی لی منھا...... الخ (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

اللہ نے میرے سامنے زمین کو سمیٹ دیا ہے پس میں اس کے مشارق ومغارب کو دیکھتا ہوں۔ اور میری امت کا ملک عنقریب وہاں تک پہنچ جائیگا جہاں تک میرے سامنے اسے سمیٹا گیا ہے۔

خیر امتی اولھا وآخرھا وفی وسطھا الکدر (جامع الصغیر)

میری امت کا اول وآخر بہتر ہے اور اس کا درمیان ملا جلا ہے

---

[1] یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ وہ عزّوجل واحد فرد مرجع فطری ہے اور نوع انسانی خلائف الارض ہے اور صاحب ارادہ مختار ہے اس لئے اس کی فردیت الوہیت کو تمام کائنات انسانی میں وحدت متصرفہ کے ساتھ متمکن ہونے کی وضاحت کے لئے واحد مرجع فطری عزّوجل کے منصب نیابت پر فائز الجالس عادل فعال اول المسلمین صلعم پر اس کی قدرت بزرگ کے نفاذ کو اعتراف متشکل ہونا چاہئے۔ چنانچہ اس صلعم کی عباداتِ استغراقیہ کے ساتھ بمطابق آیہ وَمَآ اَدۡرِیۡ مَا یُفۡعَلُ بِیۡ...... الخ (احقاف ۔ ۹) اس صلعم کا اعتراف متشکلہ اس حقیقت پر شہادت ناطقہ ہے پس اس کے بعد اس دلیل سے کہ اس عزّوجل کی نیابت اس عزّوجل کے ساتھ خلیفۃ اللہ محمد الرسول اللہ صلعم فداہ ابی وامی اور اس کے ساتھ ملحق باللاانفعال صاحب کشف وتحمل تابعین کی عند پائندہ کو مستلزم ہے۔ اس لئے اس عزّوجل نے آیہ لِیَغۡفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنۡ ذَنۡۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ...... (فتح ۔ ۲) کے ساتھ ان کے نورانی کشف وتحمل کو تاثرات کثافت کے اندیشہ سے محفوظ قرار دینے کا حکم ناطق فرما دیا ہے۔ نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے کہ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ عَظِیۡمٍ (یونس ۔ ۱۵) میں چونکہ عذاب شرط عصیان کے ساتھ مشروط ہے اس لئے یہ اعتراف متذکرہ کے ساتھ قانون احتساب کے میزان عامہ کی وضاحت ہے۔

[2] عنوان فضل امارت مطالعہ فرمائیں۔

[3] جلد اول عنوان استخلاف فی الارض مطالعہ فرمائیں۔

Marfat.com

گویا فردیت الوہیت کی نیابت یعنی فردیت نبوتِ مصطفوی اور اس کے تتبع میں فردیت استخلاف فی الارض کی شوکتِ فطری تمام کائنات ارضی وسماوی پر نیابتِ الٰہی کے فضل واسعہ کے لئے فیصل بالحق ہے ۔ اور مصطفوی کمالاتِ نورانیہ کا تواتر فردیت نبوتِ مصطفوی اور وارثین کمالاتِ مصطفوی یعنی صدیقین۔ شہدا اور صالحین کو (جو منور ومشہود اذن المرجع کے ساتھ مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے اس دعوت الی المرجع عزّوجل کا فطری فرض فعّال انجام پہ مکلّف بالعدل ہیں ۔ جو تسلیم دعوت الی المرجع کے ساتھ اتباع داعی الی المرجع صلعم کو مستلزم ہے ۔ اور ملائکہ پہ جو نوع انسانی اور نوع فاضلہ نبوت کے لئے خدمات تسخیریہ کے انجام پہ مامور بالحق ہیں ۔ اور تمام ملکوت ارضی وسماوی کی حقیقت تسخیریہ پہ جو خالق فطرت عزّوجل کی طرف سے نوع انسانی کے لئے مقدر ہے اور یوم آخر پر جو حقایق امور کا جلوہ گاہ ہے ۔ اور ایفلئے امانت الٰہی کا مقام احتساب ہے ۔ ایمان کو لازم قرار دیتی ہے ۔ کہ یہ فکر صحیح ہے) ایسی نوع فاضلہ قرار دینے پر فیصل ناطق ہے ۔ جسے نوع انسانی میں دست مستخلف عزّوجل کے اجتبائے خصوصی کے ساتھ مشرف فرمادیا گیا ہے ۔ اور آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ ان کی جنسیت عدلیہ جو ان کے نفوس میں اس عزّوجل کے تصرف خاص کے ذریعہ روح الٰہی کا کشف وتحمل ہے تمام ملکوت ارضی وسماوی سے انہیں بہتر قرار دیتی ہے ۔ چنانچہ نوع انسانی سے اس نوع فاضلہ کی تخصیص کے لئے یہ فرمان ربانی ناطق بالحق ہے ۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ؕ (نساء - ع)

جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے پس وہ لوگ ساتھ[1] ہیں ۔ ان کے جن پہ اللہ نے احسان کیا ہے ۔ انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور صالحین سے یہ لوگ بہترین رفیق ہیں ۔

گویا یہ ہر چہار گروہ مبدأ ارواح اللہ عزّوجل کے تصرف مبدائی کے علاوہ اس مخصوص تصرف خالقیہ کے ساتھ جو بمطابق وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ عام نوع انسانی میں متصرف نہیں ہوتا ۔ کشف نور وتحمل نور سے متحقق ہو کر نوع انسانی کی ہدائیت کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں ۔ اور یہ تصرف مخصوصہ ان کی خصوصیتِ نوعی پر شاہد ہے ۔

اور چونکہ اتحاد جنسیت ہی دعوت الی العدل اور قبول عدل کے لئے سود مند ہو سکتی ہے ۔ اور نفس انسانی سلوکِ عدل کے لئے متشکل عدل فعّال چاہتا ہے ۔ اس لئے اللہ عزّوجل نے یہ نوع فاضلہ نوع انسانی سے ہی نوع انسانی میں مقرر فرمائی ۔ فرمانِ ربانی وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا[2] لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا اسی حقیقت واقعہ کی وضاحت ہے ۔

---

[1] یعنی اُن تابعدار مؤمنین کو ان ہر چہار گروہ کے ساتھ معیت دوام حاصل ہوگی دراں حالیکہ اپنے متبعین کے لئے بہترین رفیق راہ ہیں ۔ اور ان کی رفاقت کو اس دنیا کی زندگی میں اور اس کے بعد آخرت میں تا ابد پائندگی مستقلہ حاصل ہے ۔ چنانچہ احادیث مصطفویہ میں اس کی وضاحت ناطق بالحق ہے اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔ میں اس رفاقتِ پائندہ کے حاصل کرنے کیلئے حکم دیا گیا ہے ۔ جو امت مصطفوی میں کمالاتِ مصطفوی کے وارث اصحاب تواتر کے ساتھ اس الحاق سے تحقق پاتا ہے ۔ جو تمام امت کو رفاقتِ مصطفوی پہ اس وحدت کے ساتھ جمع کر دیتا ہے ۔ جو فرمان ربانی ان هٰذه امتكم امة واحدة کے تحت دلائل ظاہرہ متذکرہ جلد اول ودوم کی روشنی میں) وحدت جماعت کے تقاضا کی ایفا ہے ۔ اور اختتام نبوت پر دلیل روشن ہے ۔

[2] اگر ہم کرتے اس) کو فرشتہ البتہ ہم کرتے اس کو بصورت انسان ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ (انعام - ع)

Marfat.com

پس نوعِ انسانی کو فردیت نبوتِ مصطفوی صلعم کے ساتھ اس کے صاحب تواتر وثنا کے ذریعہ فردیتِ امامت کے گرد تدادو صحیحہ کے ساتھ رفاقت حاصل کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ان وارثین کمالاتِ مصطفوی اصحاب تواتر کو نوع انسانی میں مخصوص حیثیت فعّال عطا کردی گئی ہے۔ یعنی ان کے منکشف روح الٰہی کی قوت فعالیہ کو بنی نوع کے نفوس میں بمطابق فرمان ربانی فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا[1] بنی نوع کی ارادی نسبت انفعالیہ کی دلیل سے اس کشف وتحمل کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ جو بمطابق آیہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّةِ[2] ایک مسلم صحیح الاعتدال کو اسکے نفس میں کشفِ روح الٰہی کی دلیل سے تمام کائنات سے بہتر قرار دیتا ہے۔ اس فرمانِ مصطفوی میں اسی حقیقت علیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

وَعن جابر ان النبی صل اللہ علیہ وسلم قال لما خلق اللہ آدم وَذریتہ قالت الملٰٓئکۃ یارب خَلَقْتَهُمْ یاکلون ویشربون وینکحون ویرکبون فاجعل لھم الدنیا ولنا الاٰخرۃ قال اللہ تعالیٰ لا اجعل من خلقتہ بیدی ونفخت فیہ من الروحی کمن قلت لہ کن فکان۔ (رواہ البیہقی فی شعب الایمان) مشکوٰۃ	جابر سے روایت ہے کہ رسول پاک صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ نے آدم اور اس کی اولاد کو پیدا کیا تو ملائکہ نے کہا اے پروردگار تونے ان کو پیدا کیا ہے۔ وہ کھاتے ہیں۔ اور پیتے ہیں اور نکاح کرتے ہیں اور سوار ہوتے ہیں۔ پس ان کے لئے دنیا کردے اور ہمارے لئے آخرت۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا میں اسے اس کی مانند نہیں کرسکتا۔ جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہو اور اپنی روح اس میں پھونک دی ہو۔ اس کی مانند جسے میں نے کہا ہو جا پس وہ ہو گیا۔

چنانچہ آیہ ذیل کے تقاضاؤں کا اپنی حقیقت منورہ کے ساتھ تحقق اسی عزّت فاضلہ کی وضاحت تابندہ ہے۔

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ۝ (حجر)	(جب میں اسے استوار کرلوں اور اپنا روح اس میں پھونک دوں تو گر پڑو اس کے سامنے سجدہ کرتے ہوئے)

یہ امر ہرگاہ ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ اصحاب تواتر کیلئے مرجع فطری اللہ عزّوجل کی طرف سے کائنات انسانی کے متعلق اِذنِ ہدایت نور الٰہی کی تجلّی کی معیت میں تحقق ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ بعثت مصطفوی کے نورانی مقصد کے ذرائع ہیں اور فردیتِ امارت کی نورانی محوریت پر تمام اُمت کو اُن کے ذریعہ جمع ہوجانا چاہیئے۔

پس اصحاب تواتر کی اس اولاد کو جو حقائق کشف وتحمل سے نابلد ہو یا جو لوگ کذب کے ساتھ جامۂ قرب الٰہی پہن لیتے ہیں۔ اپنے حقائق نفس کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ امر ذہن نشین رکھنا چاہیئے کہ مرجع فطری عزّوجل کے متعلق افترا بندی وکذب نیابت الٰہی یعنی فردیت امارت پر ان کو حدود آیۂ متعلقہ سعی بالفساد کے ذریعہ احاطۂ ملک و ملت سے خارج کر دینے کے لئے فرض عائد کرتی ہے[3]۔

جلد اوّل میں ترشحات عدلیہ الٰہیہ یا دستور عدل قرآن حکیم کی آیات عدلیہ کی روشنی میں مفصل طور پر یہ ثابت کر دیا

---

[1] پس جو چاہتے اپنے پروردگار کی طرف راہ اختیار کرے۔ (مزمل)
[2] جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وہ ہیں۔ خیر خلائق۔ (تبینہ)
[3] عنوان کذب کے تحت وضاحت گذر چکی ہے۔

گیا ہے۔ کہ کتاب و حکمت جو مضمون نبوت ہے۔ اور اکمال دین اور اتمام نعمت کی حقیقت واسعہ ہے۔ صدر مبارک مصطفوی سے الیٰ یوم القیمٰہ ہر عہد میں مسلسل و متواتر جاری و ساری ہے۔ جو مقصود آیۂ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاس کا ہر عہد میں ایفائے جاریہ ہے۔ گویا اصحاب تواتر ہر عہد میں بعثت مصطفوی کا فرض علیہ انجام دیتے جا رہے ہیں۔ اور اساس عدل پر متواتر فطرت کے فیصلہ کی رو سے تمام کائنات انسانی ان کی دعوت عدلیہ کو تسلیم کرنے پر مکلف ہے۔ تا آنکہ نفس زمانہ کے انحطاطی تقاضاؤں کی دلیل سے جب مستخلف عزّوجل فردیت استخلاف فی الارض کا فیصلہ ناطق فرما دیتا ہے۔ تو وہ فردیت نبوت مصطفوی کے عادل حقائق قاہرہ کو سطح ارض پر فردیت واسعہ کے ساتھ ضرور متمکن کر دیتا ہے۔ پس یہ حقیقت علیہ استخلاف کی حقیقت فردیہ کی شہادت اور تواترِ قوت فعالیہ کی دلیل سے فیصل بالحق ہے۔ کہ مقصود آیۂ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاس جو نبوت مصطفوی کی فردیت ہے، ضرور خاتم نبوت ہے۔ متذکرۃ الصدر احادیث صحیحہ اسی شوکت عظمیٰ کی وضاحت ہیں۔ اور بروایت بخاری و مسلم اس صلعم کا اپنی ذات مبارک کو عاقب[1] کے نام سے معنون فرمانا اسی شوکت فردیت اختتام نبوت کا اظہار جلال ہے۔ جلد اوّل میں (عنوان انجام حقائق نفس اور نفس جماعت میں درجات تدریجیہ کی دلیل سے کیفیت نیم شعوری کا تحقق اور فردیت رسالت اور فردیت استخلاف کی طرف اس کا احتیاج کے تحت) نفس جماعت پر بحث کرتے ہوئے۔ فردیت نبوت اور فردیت استخلاف کی طرف احتیاج نفس جماعت پر بحث کی گئی ہے۔ اسے اس کے ساتھ متحداً مطالعہ فرمایا جائے۔ کیونکہ وہ تمام کائنات انسانی کو فردیت نبوت مصطفوی پر وحدت کے ساتھ جمع ہونے کی ضرورت پر منجملہ فطری وضاحت کی حیثیت رکھتی ہے۔

الحاصل تمام کائنات انسانی کو آج اور الیٰ یوم القیمٰہ نفس فرد و جماعت کے فطری تقاضاؤں کی ایفا کے لئے عادل فعال محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فعالیۂ متواترہ کے ساتھ جو مکمل دین اور متمم نعمت ہے۔ اور اسی دلیل سے اجرائے نبوت کی ضرورت کو ہمیشہ کے لئے ختم کرتی ہوئی خاتم نبوت ہے۔ ملحق ہو جانا چاہیئے۔ تاکہ افراد اور جماعت کے نفوس اور معاشرہ میں عدل اپنی حقیقت کے ساتھ متحقق ہو۔ جو تمام کائنات انسانی کیلئے پیام صلاح و فلاح ہے۔

---

[1] والعاقب الّذی لیس بعدہٗ نبیّ (متفق علیہ)

Marfat.com

معجزات

(مؤیدات اہتمام تہذیبِ نفس)

(الف)

نفس انسانی میں کثافت و لطافت ممزجہ کی دلیل سے جو اساسِ عدل ہے۔ اور اس کے ساتھ ہی پردۂ غیب کو مستلزم ہے مستخلف فعّال مرجع فطری عزّوجل نے نفس عدل کو اساسِ عدل پر استوار کائنات انسانی کے لئے اس نوع فاضلہ کے صدق یا عدل پر دلیل قاطع مقرر فرمایا ہے۔ تاکہ وہ اس کی روشنی میں اہتمام تہذیب نفس کے لئے اس جادۂ عدل کو اختیار کریں۔ جو آمر بالعدل اور قائم بالقسط عزّوجل کی طرف سے اساس عدل پر استوار نوع انسانی کی تکمیل عدلیہ کے لئے کھول دیا گیا ہے۔ اور اس کی منزل گہہ مقصود ذات آمر بالعدل عزّوجل ہے۔ اور سلوک جادۂ عدلیہ اس عزّوجل کے ترشحات عدلیہ میں استغراق سے تحقق پاتا ہے۔ جو گویا اس کی ذات قائم بالقسط یا آمر بالعدل میں استغراق ہے۔ پس وہ مقدس نفوس جن کی اساسِ عدلیہ اپنی حیثیت مخلوقہ پر قائم ہوتی ہے۔ وہ دعوت الی المرجع اور داعی الی المرجع کے کوائف عدلیہ کو بطور دلائل اختیار کرتے ہوئے گردن تسلیم و اطاعت دعوت و داعی کی شوکت عدل کے حضور میں خم کر دیتے ہیں۔ جو ان کا سلوک جادۂ عدل ہے۔ جیسے حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ۔ حضرت صدیقؓ اکبر۔ حضرت علیؓ وغیرہ دیگر کرائم صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے محمدؐ رسول اللہ صلعم کے دعوئ عدلیہ اور ترشحات عدلیہ الٰہیہ کتاب مجید کی نفسِ عدل داعی و دعویٰ و کتاب کی دلیل سے اپنی فطرت راغبہ کے ساتھ تصدیق کی۔

نیز محجوبیت کے ساتھ فطرتِ انسانی تاثراتِ ماحولیہ سے اثر پذیری کی وجہ سے چونکہ مزید مؤیداتِ عدلیہ کا تقاضا کرتا ہے۔ اس لئے مستخلف فعال مرجع فطری عزّوجل نے اس نوع فاضلہ کو دلائل و براہین معجزہ سے اُن کے دعویٰ عدلیہ کے مصدقات کی حیثیت سے استحکام بخشا۔

چنانچہ نبی فرد محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مرجع فطری عزّوجل نے کافۃ الناس کی طرف تا قیامت بعثت جاریہ کی دلیل سے دستور کامل کتاب مجید کی فصاحتِ معجزہ کے ساتھ سطوتِ قاہرہ عطا فرمائی۔ جس نے تمام عالم کو الیٰ یوم القیمۃ اپنی جامعیت خطاب و دستور کے ساتھ اپنے حضور میں عجز سے جو فی الحقیقت حضور خداوندی میں عجز ہے۔ تسلیم دعوت الی المرجع اور اتباع داعی الی المرجع صلعم کے لئے مکلف فرمایا ہے۔

اور اس صلعم کے نفس مبارک میں براہ راست منوّر و مشہود اذن المرجع کی قوت قاہرہ کی ودیعت سے جو کتاب اور اس کی نورانی معنویت (حکمت) کے تحقق کو مستلزم ہے۔ جو ترشحات عدلیۂ الٰہیہ کی نورانی معنویت ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ نورِ ربّانی ہے۔ اور اس روحِ الٰہی کی حقیقت ہے۔ جو نفس مبارک میں ودیعت ہے۔ اور مبدأ ارواح عزّوجل میں

Marfat.com

استغراق کی دلیل سے اپنی حقیقت کے ساتھ منکشف ہے۔ وہ فعال شوکتِ متصرفہ عطا فرمائی۔ جو مسخرات نفس یعنی ملکوت ارضی و سماوی میں مرجع فطری عزّوجل کے ارادہ کی معیت میں اس حیثیت کے ساتھ کہ وہ مبدأ ارواح ہے۔ اس وقت متصرف ہوجاتی ہے۔ جب دلائل معجزہ کے ساتھ استحکام دعوئ دعوت الی المرجع کے لئے مبدأ ارواح عزّوجل ارادہ فرمالیتا ہے۔

اور نفس مبارک مصطفوی صلعم میں حقیقت کتاب معجز کی تمکین پر اس صلعم کے جوامع الکلم شاہد ہیں۔ جو نورِ نفس مصطفوی یا عدلِ فردیت نبوت کے ترشحات منورہ و عادلہ ہیں۔ اور دستور کامل (کتاب مجید) کی شروح روشن ہیں۔ اور اساس عدل پر استوار نفس انسانی پر جو مخرج فکر و ارادہ و خطاب و عمل ہے۔ تصرفِ عدل فعّال کے ساتھ مؤثر قرار پاتے ہیں۔

اور چونکہ کتاب مجید فردیت واسعہ کے ساتھ جمال و جلال مستخلف کی جامع کل ہے۔ یعنی حقائق تدبیریۂ الٰہیہ اور حقائق تصرفات قاہرۂ ربانیہ کے ساتھ نفس مبارک میں جلوہ ریز ہے۔ اس لئے اس صلعم کو رعب الٰہی کے ساتھ منصور کیا گیا ہے:۔

اور چونکہ تمام اسباب ارضی و سماوی نفس انسانی کے لئے مسخّر ہیں۔ اور وہ صلعم دستور کامل کے ساتھ مکمّل فطرت نفوس ہے۔ اس لئے تمام مسخّرات نفس اور اسباب حیات کے استحقاق کو اس صلعم کے ساتھ خصوصیت تامہ عطا کردی گئی ہے۔ اور چونکہ زمین قرار گاہِ نوع انسانی ہے۔ اور فطرت نفس۔ خالق کائنات اور مرجع فطری عزّوجل کی طرف رجوع کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور رجوع کی صورت متشکل سجود ہے۔ اور سجود کی حقیقتِ مطہرہ نفس انسانی میں تمکینِ للّٰہیت ہے۔ جو رجوع فطری کی ایفا ہے۔ اور کشف روح الٰہی اور اس کے تحمل سے تحقق پاتی ہے۔ اور وہ صاحب کشف و تحمل نفس فعّال صلعم کافۃ الناس کی طرف مبعوث ہے۔ اس لئے مسخّرِ نفس اور قرار گاہِ نوع انسانی یعنی تمام روئے زمین مکملِ فطرتِ نفس یعنی روح الٰہی کی حقیقت منوّرہ کے حامل اس صلعم یا اس نوعِ انسانی کی سجدہ گاہ و طہور ہے۔ جو اس کے نفس فعال کے ساتھ الفعالاً ملحق قرار پاتی ہے۔ اور تقاضا ہائے فطرت کی ایفا کی دلیل سے (جو للّٰہیت ہے۔ اور خالق ارض و سما کے روح کا نفسِ انسانی میں کشف و تحمل ہے) قرار گاہِ نوع انسانی کی وراثت (بحیثیت مسجد و طہور) کا صرف اسے ہی جائز حق پہنچتا ہے۔

اور چونکہ وہ صلعم کافۃ الناس کی طرف مبعوث ہے۔ جس پر کتاب اور اس کی شرح متشکل یعنی اسوۂ فعال مصطفوی تکمیل دستور کے ساتھ شاہد ہے۔ اور اس کے تصرف فعال کے ذریعہ کتاب معجز اور اس کی نورانی معنویت یعنی حکمت الی یوم القیٰمہ ملّت وسط میں جاری کردی گئی ہے۔ اور وارثین کتاب و حکمت عہود و دہور مسلسل میں کشف روح الٰہی اور تحمل کشف کی دلیل سے منابعِ اعجاز ہیں۔ گویا وہ قوت فعالیہ مصطفویہ کے ذریعہ وراثت کتاب و حکمت کی دلیل سے اعجازِ مصطفوی ہیں۔ اور تمام ملّتِ وسط کو الی یوم القیٰمہ اس کے نفسِ مبارک پر جمع کردینے کے ذرائع متوسلہ ہیں۔ تا آنکہ استخلاف فی الارض اپنے عہد مقدس میں اس قوت فعالیہ کے ذریعہ جو اس کے نفس مبارک میں آن صدور و رثا کے مجازی کے ذریعہ منبعِ اول یعنی صدر مبارک مصطفوی سے تحقق پاتی ہے۔ مستخلف عزّوجل کے اجتبائے فردیہ سے تمام ملتِ اسلامیہ کو اس صلعم پر فردیت کے ساتھ جمع کردیتا ہے۔ پس اس کا فصل الخطاب جوامع الکلم مصطفوی کا پرتو درخشندہ ہوکر روشن ہوجاتا ہے۔ اور اس کی ہیبت قاہرہ رعب مصطفوی کی شوکت جلالیہ قرار پاتی ہے۔ اور اسی دلیل سے تمام اسباب حیات کی اس کے لئے تسخیر نفسِ مصطفوی پر اجتماع اسباب کی آئینہ دار ہے۔ اور اس کی قوتِ فعالیہ کے ذریعہ

Marfat.com

نفوس ملت ہیں کشف وتحمل سے منبع کشف وتحمل (نفس مصطفوی) پر اجماع ملی کی دلیل سے اس کا دست مبارک دست مصطفوی قرار پاتا ہے۔ پس اس کا وجدان دلائل شاہدہ کی روشنی میں محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کا اعجاز ظاہر ہے۔ جو ملت وسط میں تمکین عدل کے ساتھ تمام کائنات انسانی کو فضل ظاہر مصطفوی کے حضور میں پست قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث مصطفوی میں انہی حقائق علیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔

فضلت علی الانبیاء بست اعطیت بجوامع الکلم ونصرت بالرعب احلت لی الغنائم وجعلت لی الارض مسجدًا و طهورًا وارسلت الی الخلق کافة وختم لی النبیون (مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)	میں انبیاء پر فضیلت دیا گیا ہوں چھ (حقائق) سے مجھے جوامع الکلم عطا کئے گئے ہیں۔ اور میں رعب سے منصور کیا گیا ہوں۔ اور غنائم میرے لئے حلال کر دی گئی ہیں۔ اور زمین میرے لئے سجدہ گاہ اور طہور قرار دے دی گئی ہے۔

پس کافۃ الناس کی طرف بعثت مصطفوی جو کہ تواتر قوت فعالیہ مصطفوی کو مستلزم ہے۔ اور جملہ عہود و دھور میں رفقائے صالح کے وجود کو ضروری قرار دیتی ہے۔ جو اس کے حامل ہیں۔ اور اس کے ذریعہ فردیت نبوت مصطفوی پر اجماع ملی سے تمام ملت کے لئے اس فردیت نبوت کی معیت کو متحقق کر دیتے ہیں۔ جو قصر نبوت کی مکمل ہے۔ اور اسی قوت فعالیہ کے ذریعہ استخلاف فی الارض فردیت کے ساتھ اس صلعم کے نفس مبارک پر جامع ملت اسلامیہ ہے اس لئے اس قوت فعالیہ مصطفویہ کا تواتر تمام ملت کو اس صلعم پر اجماع اور اس کے ساتھ الحاق منفعل کی دلیل سے ذات مصطفوی قرار دیتا ہے۔ گویا عہد استخلاف فی الارض میں امت مصطفوی کا وارث کتاب وحکمت نفس فعال اور اس کے تتبع میں تمام ملت منفعل فصل الخطاب اور نصرت رعب اور حلت غنائم اور سطح ارض پر تمکین للبیت کے ساتھ کافۃ الناس کی طرف بعثت فردیت نبوت مصطفوی کا فرض شوکت قاہرہ کے ساتھ انجام دیتی ہے۔ جو اس حدیث بالا سے مقصود ہے۔ اور یہ اعجاز مصطفوی ہے۔ جو قرن اول میں متحقق ہوا اور اس دور آخرین میں معجز نشان صحیح احادیث نبوی صلعم کی شہادت کے ساتھ ضرور تحقق پائیگا۔ انشاء اللہ۔

علی ہذا وہ صلعم اور اس کی قوت فعالیہ متواترہ قوت کتاب کے ساتھ نفوس انسانی اور مسخرات نوع انسانی یعنی ملکوت ارضی وسماوی میں مبدأ ارواح عزوجل کی معیت قاہرہ کے ساتھ اس وقت متصرف ہو جاتی ہے۔ جب نوع انسانی کے روبرو رجوع الی الفطرت یا اس پر استقلال کے لئے دلائل حقائق تسخیریہ کی وضاحت مقصود ہوتی ہے۔

۱:- جیسے کفار مکہ کے دلیل طلب کرنے پر اس صلعم کا چاند کو دو ٹکڑوں کی صورت میں دکھانا اس طرح کہ کوہ حراان دونوں ٹکڑوں کے درمیان تھا۔

۲:- اثنائے ہجرت میں اس صلعم کے تعاقب میں سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنس جانا اور دعائے نبوی صلعم سے اس کی رستگاری:-

۳:- جنگ بدر سے پہلے اس صلعم کا کفار کی قتل گاہوں کو معین فرمانا۔

۴:- دست مبارک پھیر دینے کی برکت سے عبداللہ ابن عتیق کے عضو شکستہ کی صحت۔

۵:- غزوۂ خندق میں صرف ساڑھے تین سیر جو اور ایک بکری کے بچہ سے ہزاروں کی خورش کی کفایت اور اس قسم

Marfat.com

کے دیگر متعدد واقعات۔

۶:۔ چھاگل پر انگشت مبارک رکھ دینے سے پانی کا جوش مارنا اور چودہ پندرہ صد اصحاب کا اس آبِ مبارک سے سیراب ہو جانا اور اس قسم کے دیگر متعدد واقعات۔

۷:۔ حکم مبارک کی تعمیل میں درختوں کا اپنی جگہ سے متحرک ہو جانا۔

۸:۔ دمِ مبارک کے اثر سے مہلک زخموں سے شفایابی۔

۹:۔ غزوۂ موتہ سے متعلقہ واقعات شہادت حضرات زید و جعفر و عبد اللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہم کی بطور رویت اطلاع

۱۰:۔ حنین میں کفار پر کنکریوں کے پھینک دینے سے ان کی شکست کا وقوع۔

۱۱:۔ دعائے مبارک سے گمراہ نفوس کی ہدایت یابی۔

۱۲:۔ اور دعائے مبارک سے کثیر الروایت ابوہریرہ کی قوتِ حافظ کا استقلال۔

۱۳:۔ دینِ حق سے ایک ارتداد کرنے والے شخص کے متعلق یہ فرما دینے سے کہ اس کو زمین قبول نہیں کرے گی۔ اسے زمین کا قبول نہ کرنا یعنی متعدد بار دفن کرنے کے بعد زمین کا اس کو اپنے اندر سے باہر پھینک دینا۔

۱۴:۔ دعائے مبارک سے مدینہ کے مضافات میں ابر کا برسنا۔ اور مدینہ کے مکانات کے اوپر ابر کے درمیان کا گڑھے کی مانند صاف ہو جانا۔

۱۵:۔ اس ستون کا باآواز بلند گریہ و بکا جس کے ساتھ ممبر بننے سے پہلے آں صلعم تکیہ لگا کر خطبہ فرماتے تھے۔

۱۶:۔ ایک صحابی کے کھجوروں کے ایک کم مقدار ڈھیر سے کثیر قرض کی ادائیگی کے بعد برکت مصطفوی سے اس کا کم نہ ہونا۔

۱۷:۔ درختوں اور پتھروں کا اس صلعم کو سلام کرنا۔ اور آپ کی نبوت پر گواہی دینا۔ اور اس قسم کے مشابہ واقعات۔

۱۸:۔ مظلوم جانوروں کا اس صلعم کے حضور میں داد چاہنا۔

۱۹:۔ اور دعائے مصطفوی سے جنون سے شفایابی۔

۲۰:۔ بھیڑیئے کا اس صلعم کی نبوت پر شہادت دینا۔

۲۱:۔ برکت مصطفوی سے خشک بکری کا دودھیل ہو جانا۔

۲۲:۔ ایک موقع پر شب تاریک میں برکت مصطفوی سے مجلس نبوی سے اپنے گھروں کی طرف لوٹنے والے صحابہ کی لاٹھیوں کا چراغ کی مانند روشن ہو جانا۔

۲۳:۔ جنگل میں شیر کا حضرت سفینہ (مولیٰ رسول اللہ صلعم) کی رہنمائی اور حفاظت کرنا۔

۲۴:۔ معراج سے متعلقہ کوائف مسجدِ اقصیٰ کی رویت مکرر سے مطابق کوائف ان کا اظہار صحیح۔ (واقعات متذکرہ کی تفصیل کیلئے مشکوٰۃ المصابیح باب علامات النبوت۔ باب المعجزات۔ باب الکرامات باب المعراج مطالعہ فرماویں)

۲۵:۔ علیٰ ہذا حجتہ الوداع کے موقعہ پر اس عالم سے رحلت کی ان الفاظ کے ساتھ اطلاع یعنی لا حج بعد حجتی ھذا۔ (شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج کی نوبت نہ آئے)

یہ اور اس کے مماثل واقعات نوعِ انسانی کی عام مسلمہ قوت سے برتر ہیں۔ اور اسی دلیل سے فردیت نبوت مصطفوی اور وراثت کمالات مصطفوی، صدیقین و شہداء و صالحین کی فاضلہ حیثیت نوعی پر اپنی حیثیتہائے فاضلہ کے ساتھ شواہد ہیں۔

Marfat.com

اور ان کے نفوس میں شہود نورانیہ کے تجلّی سے جو قدرت خاصہ اللہ عزّوجل کی طرف سے متحقق کردی گئی ہے۔ اس پر علامات بیّن ہیں۔ گویا یہ دعوت الی المرجع کی تسلیم یا اس پر استقلال کو قائم رکھنے کیلئے دلائل روشن ہیں۔ اور دعوت الی المرجع کی تسلیم اور اس پر استقلال چونکہ الیفائے تقاضا ہائے فطرتِ نفس کی دلیل سے موجب تعدیل نفس ہے۔ اس لئے یہ گویا اہتمام تہذیب نفس کی مؤیدات ہیں۔

مگر یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ کثافتِ نفس کی ترکیب معتدلہ اعتدالی نسبت کی دلیل سے روح الٰہی کا محل قرار پاتی ہے۔ گویا وہ نسبت معتدلہ حلول روح الٰہی کی استعداد ہے۔ اور اس کے بعد یعنی تقویم لطافت وکثافت کے بعد نفس کی شعوری اور کثیف کوائف ہیں (صادق یا کاذب) تداولِ ارادہ وعمل کوائف تداولیہ کے نتیجہ میں حقائق نفس کو اپنی حقیقت صدقیہ کے ساتھ متحقق کرتا ہے یا انہیں مسخ کر دیتا ہے۔ اور ان کی فطرت حقائق نفس کی تصدیق نہ کرتے ہوئے کاذب قرار پاتی ہے۔ اس کے بعد یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے کہ تحقق حقائق ومسخ حقائق نفس کے مابین درجات تدریجیہ ہیں۔ اور یہ دلائلِ معجزہ جو عدل نفس کی قوت فعالیہ کے ترشحات وآثار ہیں۔ یہ اس حامل روحِ الٰہی نسبت معتدلہ کی مانند ان ہی نفوس پر مؤثر قرار پاتے ہیں۔ جو اساس تخلیقیہ کے کوائف عدلیہ سے کسی حد تک مایہ دار ہوں۔ اور ان کی فطرت جو اساس عدل پر استوار ہے۔ بالکل مسخ نہ ہوچکی ہو۔ یعنی اس کی موت نہ واقع ہوگئی ہو۔ جو اس کا غایات کذب کے ساتھ تحقق ہے۔ جیسے ابوجہل وغیرہ کفّار نے یہ دلائل معجزات بہت دیکھیں۔ لیکن قبول عدل کیلئے ان کے نفوس کی استعداد تخلیقیہ چونکہ کذب کے ساتھ مسخ ہوچکی تھی اس لئے انہوں نے براہین روشن کے ساتھ تحقق اس شوکت صدقیہ کی تکذیب کی۔ مگر ان دلائل معجزہ کا واقعہ ہوجانا تمام کائناتِ انسانی کے لئے اتمام حجت تھا اور ہے۔

پس وہ لوگ جن میں قبول عدل کی استعداد موجود ہوتی ہے۔ یہ مویدات اہتمام تہذیب نفس ان کے ان حجابات متدرجہ کو چاک کردیتی ہیں۔ جو رجحانات کثافت سے ان کی اساسِ عدلیہ نفس کو محجوب کرلیتی ہیں۔

نیز یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ نظام کائنات ایک تقدیر معینہ اور تدبیر مستقلہ کے ساتھ مستحکم کردیا گیا ہے۔ اس لئے ملکوت ارضی وسماوی میں منکشف روحِ الٰہی کی قوت فعالیہ کے تصرفات تدبیر الٰہی کے حقائق استقلالیہ پر خلل کے ساتھ مؤثر نہیں ہوتے بلکہ شق القمر اور اس سے مماثل واقعات میں ان اجرام کی حیثیت ممیّزہ مبدأ ارواح عزّوجل کے تصرف قادرہ کی معیّت میں اس وقت متحقق ہوجاتی ہے۔ جب بطور دلیل معجزہ وہ نفوس فعال اہتمام تہذیب نفس کی شوکت مویدہ کی تمکین کیلئے طالبین دلیل کے سامنے اس حیثیت ممیّزہ کو آشکارا کردینا چاہتے ہیں۔ یعنی وہ اجرام و اجسام اپنے حقائق کے ساتھ تمکین مستمرہ قائم رکھتے ہوئے نفوس فعال کی قوت فعالیہ کے تصرف کا اس وقت مظہر قرار پاتے ہیں۔ جب مبدأ ارواح عزّوجل نفوس انسانی کو ان کی فطرتِ عدلیہ کی طرف جھکانے کے لئے ان مؤیدات کے ساتھ حجت کو مکمل کردینا چاہتا ہے۔ جیسے مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ	یا اس شخص کی طرح جو ایک بستی پر گزرا۔ جس کے چھت
عَلٰی عُرُوْشِهَا ج قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ	گرے پڑے تھے۔ اس نے کہا کہ بھلا اجڑنے کے بعد اللہ تعالیٰ
بَعْدَ مَوْتِهَا ج فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ	اس کو کیسے آباد کرے گا۔ پس اللہ نے سو برس تک کے لئے
ثُمَّ بَعَثَهٗ ط قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ط قَالَ لَبِثْتُ	اس کو موت دی پھر زندہ کیا اور فرمایا بھلا تو کتنی دیر

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ...... (البقرہ - ع ۳۵)

یہاں رہا - کہنے لگا - کہ دن یا اس کا کچھ حصہ تو اللہ عزوجل نے فرمایا بلکہ تو سو سال رہا ہے - اپنے کھانے کی طرف دیکھ کہ اب تک نہیں بگڑا اور اپنے گدھے کو دیکھ اور اس لئے کہ تجھے انسانوں کیلئے دلیل بنائیں ۔

یعنی ایک سو سال گذر جانے پر بھی جو حقیقت تھی - فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ عزوجل کے فعال تصرف خالقیہ کے ذریعہ شخص معلوم کے کوائف متعلقہ میں استقلال قائم رہا مگر ان سے متعلقہ فہم فکری میں امتیاز متحقق کر دیا گیا - جو بعث و نشور کی کیفیتوں کے اظہار کے لئے نوع انسانی کے لئے آیت الٰہی تھی - اسی طرح ان دلائل معجزہ میں حقائق امور کے استقلال کے ساتھ کوائف ممیزہ کی رو یئت دلیل معجزہ قرار پاتی ہے ۔

ان دلائل معجزہ کی صداقت وقوع بر اساس عدل پر استوار نوع انسانی کی وہ کیفیت قبول شاہد ہے - جو عدل اور صدق کو ہی قبول کر سکتی ہے - اور صرف عادل یا صدق کو ہی بطور روائیت نقل کر سکتی ہے - اور اس کے بعد صحت روایات کے متعلق اہتمام کامل (ضمن اسماء الرجال) ان دلائل معجزہ کی حقیقت واقعہ پر شاہد ہے - (جس کی شوکت صادقہ سے ایک مؤرخ صادق کبھی انکار نہیں کر سکتا)

اور الی یوم القیامہ قوت فعالیۂ مصطفویہ کا تواتر جو مماثلات معجزات کے ظہور کا جملہ عہود و دھور میں موجب ہے - اس کے منبع اول سے ظہور دلائل معجزات پر شاہد متشکل ہے - جو مؤیدات اہتمام تہذیب نفس ہیں - (تذکرہ معتقد خاکسار و پرنسپل محمد صغیر حسن اس حقیقت متواترہ پر شاہد عادل ہے)

بشارات

مؤیدات اہتمام تہذیب نفسؒ

(ب)

يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۝ (اعراف)

واحد مرجع نسلی انسان اول کے سطح ارض پر تمکین کے بعد اس کی اولاد متنسلہ میں اہتمام تہذیب نفس کے لئے انسان اول کا وجود خالق حقیقی عزوجل کے انسان اول میں بلا واسطہ تصرف تخلیقیہ پر شاہد ناطق تھا - اور اسی دلیل سے ان کی

اولادِ متصلہ کے متعلق تہذیبِ نفس کی جد و جہد میں اس کی صدق نبوت کے متعلق اس کے کوائف تخلیقیہ کی سوانح متصلہ خالق فطرت عزّ وجل کی طرف سے شہادات مصدقہ تھیں کہ انہیں نتیجہ تصدیقیہ کی رو سے بشارات فاضلہ کہنا چاہیئے۔ جو نفس انسانی کے کوائف مجوبیہ کے تقاضا ہائے تجسّسیہ کی القا ہیں۔ گویا بشارات مصدقہ اس دلیل سے منجملہ مؤیدات اہتمام تہذیبِ نفس ہیں۔ کہ لطافت وکثافت ممزجہ کی تقویم وامتزاج وجہ پردۂ غیب ہے۔ اس لئے بشاراتِ عظمیٰ حقیقت شہودیہ کے ترجمان ہونے کی حیثیت سے دعوت الی المرجع کی صداقت پر شہادت کی دلیل سے اس کے قبول کے لئے مددگار ہوتی ہیں۔

نیز وہ مخلوق جو نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کے نور یا روح سے جس کی حقیقت نور ہے بہرہ یاب ہے۔ خواہ وہ ملائکہ ہیں۔ یا انسان وہ نورٌ علیٰ نور عزّ وجل کی جانب سے شوکت صدق سے متعلقہ بشارات صادقہ ومصدقہ کو فطرتًا چاہتے ہیں۔ چنانچہ خالق فطرت عزّ وجل نے فرمان:-

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (البقرہ) مَیں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔

کے ساتھ ملائکہ کے اسی فطری تقاضا کو پورا فرمایا۔ اور عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا[1] کی دلیل معجزہ کے ذریعہ جس کا ان تمام بشارات فاضلہ پر مشتمل ہونا قطعی اور یقینی تھا۔ جو تمام کائنات پر نوع انسانی اور نوع انسانی پر نبوت مصطفوی کی عزت فاضلہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ ابوالانس کی عزت فضل کے حضور میں تمام ملائکہ کو اس سے متعلقہ اعتراف فضل کے ساتھ جھکاتے ہوئے سجدہ کا حکم دیا۔ جو نوع انسانی کے تمام ملکوت ارضی وسماوی پر فضل ظاہر کے متعلق حجت روشن ہے۔ (اور تمام ملکوت ارضی وسماوی کی اس کے لئے تسخیر اسی حقیقت علیہ پر شاہد بالحق ہے)

گویا خالق فطرت اور مرجع فطری عزّ وجل نے ملائکہ کو بشارتِ عظمیٰ کے ذریعہ انسانی فضل وبزرگی کو قبول کرنے کے لئے مستعد فرمایا۔ اور تعلیم اسماء اور سجودِ ملائکہ سے ملائکہ اور انسان کو ان بشاراتِ فاضلہ کے ذریعہ شوکت استخلاف کی عزت قاہرہ سے واقف فرماتے ہوئے انسان کے لئے ملائکہ کے حقائق تسخیریہ کے استقلال فطری کی وضاحت فرمائی۔ اور انسانِ اول کو جو تمام نوع انسانی کا جامع نسلی ہے۔ گویا تمام نوعِ انسانی کو استعداد خلافت کی تکمیل یا تعدیل نفس کے لئے از روئے فطرت واقف فرمایا۔ جو اہتمام تہذیب نفس کا افتتاح تھا۔ اس کے بعد انسان اول کی اولاد یا اس کا نظام منزلی بتدریج وسعت پاتا رہا اور نظام مدن کی شکل وصورت پائی اور ازاں بعد امتداد زمانہ کیساتھ ساتھ مقتضیات سیاستِ مدن واضح ہوتی گئیں۔ اور خالق فطرت مرجع فطری عزّ وجل کی طرف سے اساس عدل پر استوار فطرت انسانی کی تعدیل وتہذیب کے لئے جو فرد وجماعت کی اساسی وتعمیری نسبت کی دلیل سے اساس تعدیل سیاستِ مدن ہے۔ اور ہر دو کی تعدیل تقاضائے فطرت کی القا ہے۔ نوع فاضلہ انبیاء مبعوث ہوتے رہے۔

چنانچہ خالق فطرت عزّ وجل فرماتا ہے۔

اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ (فاطر ع) کوئی امت ایسی نہیں۔ جس میں ڈرانے والا نہ بھیجا گیا ہو۔

وَلِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ (رعد۔ ع) ہر قوم کیلئے ہادی بھیجا گیا ہے۔

پس ان ہادیانِ کرام اور انبیائے عظام نے ابوالانس امیر فرد محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق

[1] اور آدم کو سب نام سکھا دیئے۔ (البقرہ)

(جو مبادیات مقتضیات دہر کے متحقق ہونے کی وضاحت کے ساتھ دستور ہر گونہ خیانت کو مکمل کرتا ہوا وحدت مرجع فطری و نسلی کے تقاضاؤں یعنی وحدت امارت اور وحدت جماعت کی ایفا فرماتے ہوئے فردیت الوہیت کے تصرف فردیہ کا جلوہ گاہ فرد ہے۔ جو فردیت الوہیت کی نیابت فاضلہ کے تقاضائے فردیت کی ایفا ہے۔) مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے تمام نوع انسانی کے لئے ان کے فطری تقاضا کو بشارات مبیّنہ کے ذریعہ پورا فرمایا جس کی بنیاد مرجع فطری عزّوجل نے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا اور اَنْبَأَھُمْ بِاَسْمَاءِھِمْ[1] کے ساتھ نورانی یا مستعد للنور اور حامل نور مخلوق کے لئے روز اول قائم فرمائی تھی:۔

علیٰ ہٰذا امام النّاس یا ابو المرسلین حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کے ساتھ اس تقدیر مقدرہ کی ترجمانی فرماتے ہوئے جو عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ کُلَّھَا میں پنہاں تھی۔ اور وَکَذٰلِکَ نُرِیْ اِبْرَاھِیْمَ مَلَکُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِیَکُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ[2] ط کی شہادت علمیہ کی روشنی میں اس معلومہ حقیقت مقدرہ کے ظہور کے لئے دعا تقاضاہائے عبودیت کی ایفا تھی۔ بنی فرد۔ اکرم الاولین و الآخرین قائد المرسلین سیّد ولد آدم محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق نوعِ انسانی کو بشارت مطمئنہ سے نوازا۔ بحالیکہ وہ واحد مرکز ارضی یعنی کعبۃ اللہ الحرام کی تعمیر میں بہ حیثیت امام الناس مصروف تھے۔ جو اس بنی فرد کی وحدت امارت اور فردیت نبوت کے ساتھ وحدت مرکزیت ارضی کی مطابقت تھی۔ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرَاھِیْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ط رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط ....

جب ابراہیم اور اسماعیل بیت اللہ الحرام کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ (تو وہ یہ کہہ رہے تھے) اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرمایئو۔ تحقیق تو علیم و حکیم ہے۔ ....

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِکَ وَیُزَکِّیْھِمْ وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ ط

اے ہمارے پروردگار ان میں انہی سے رسول بھیجیو۔ جو اس کی آیات ان پر تلاوت کرے اور ان کو پاک کردے۔ اور ان کو کتاب و حکمت سکھا دے۔

علیٰ ہٰذا دیگر انبیائے کرام نے بمطابق فرمان ربانی:۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ط

(آل عمران)

جب اللہ نے انبیا سے عہد لیا۔ کہ جو کچھ میں تم کو کتاب و حکمت سے دوں۔ پھر تمہارے پاس آئے پیغمبر جو تصدیق کرے اس چیز کی کہ تمہارے ساتھ ہے۔ تم اس پر ایمان لاؤگے اور اس کی مدد کروگے۔

جب انہیں کتاب و حکمت یا نبوّت عطا کی گئی تو انھوں نے اس دلیل سے کہ وہ قصر نبوّت کی تدریجی منازل

---

[1] جب اس نے (آدم علیہ السلام نے) تمام نام ان کے سامنے بیان کر دیئے۔ (البقرہ)

[2] اور اس طرح ہم دکھلاتے ہیں ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی ملکوت اور تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں ہو (انعام ع ۹)

Marfat.com

تعبیر یہ ہیں۔ مکمل قصرِ نبوت بنیٔ فرد محمدٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بشارات فاضلہ کے ذریعہ بنی نوع کو مرجعِ فطری عزّوجل کی طرف سے مطمئن فرمایا۔

ان انبیائے کرام کا اپنے عہود و دہور میں ابوالنّاس بنیٔ فرد صلعم کے متعلق بشارات فاضلہ گویا اس صلعم پر ان کا ایمان اور اس صلعم کی نصرت و مدد تھی۔ جو ان کی طرف سے واقع ہوئی۔ اور ان کی جانب سے ان کے عہود و دہور میں ایمانی اور نصرتی کوائف کا وقوع اسی قدر ممکن تھا۔ کہ وہ ان لوگوں کے نفوس میں جو ان کی اتباع یا ان کے ساتھ انفعالی الحاق قبول کریں۔ یا انفعالی تاثرات ان کے افکار و اعمال پر کسی حد تک مؤثر قرار پا چکیں۔ اس بنی فرد صلعم کے متعلق اتباع و قبول عدلیہ کی استعداد کے وجود و استقلال کیلئے وہ مؤید ہوں۔ گویا ان کی بشارات فاضلہ یہ مرجع فطری عزّوجل کی طرف سے کائنات انسانی کیلئے ان کے ذریعہ اہتمام تہذیب نفس کی مؤیدات تھیں۔ جو سطح ارض پر ان ہادیان کرام کے متبعین کے لئے مستقلاً اپنا فرض مؤیدہ انجام دیتی جا رہی ہیں۔ مرجع فطری عزّوجل فرماتا ہے۔

يَجِدُونَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۝ (اعراف)

وہ اسے لکھا ہوا پاتے ہیں۔ اپنے پاس تورات و انجیل میں۔

اس کے بعد یہ حقیقت ہر گاہ ذہن نشین رہنی چاہیئے کہ تمام امتوں کی طرف مرجعِ فطری عزّوجل کے رحم فعّال اور محبّتِ تخلیقیہ کے تقاضاؤں کے تحت بعثت مصطفوی سے قبل انبیائے کرام مبعوث ہوئے۔ اور ان سے متعلقہ وحی یا الہامات نزولیہ میں بنیٔ فرد صلعم کے متعلق بشارات فاضلہ موجود ہیں۔ اور ان انبیائے کرام کے وجود میں ان کی امتوں کا وجود مدغم قرار پاتا ہے۔ جو انہیں تصدیق نبوت مصطفوی پر مکلّف قرار دیتا ہے۔

پس جملہ اہل کتاب اور تمام دنیا کی قوموں کو رجحانات کثافت سے عود کرتے ہوئے اساسِ عدل پر استوار فطرت نفوس کو قبولِ عدل کے لئے مستعد کر دینا چاہیئے۔ اور اپنے نفوس کو مؤثرات مفرطہ سے الگ کرتے ہوئے اپنی کتب مقدسہ کو فکر عمیق کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیئے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاۗءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـــًٔـا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝ (آل عمران - ع)

کہ اے اہل کتاب آؤ۔ اس کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مساوی ہے وہ یہ کہ نہ عبادت کریں۔ مگر اللہ کی اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور ہم میں سے بعض بعض کو ارباب اختیار نہ کریں۔ اگر وہ رخ موڑلیں۔ تو تم یہ کہو۔ کہ ہم گواہی دیتے ہیں۔ کہ ہم مسلم ہیں۔

ابتدائے سورۂ روم[1] اسی حقیقت سوّیہ پر شہادت کے ساتھ کتاب مجید اور اس کے حامل عادل فعال صلعم کے نفس کی حقیقت متحقق بالشہود کی وضاحت کرتی ہے اور اس میں ملّت اسلامیہ کے ساتھ اہل کتاب کی اخوتِ متحدہ حقوق خاصہ کے ساتھ انہیں فہم فطرت کی طرف دعوت دیتی ہے۔

اور خاکسار یقین کامل رکھتا ہے۔ کہ صدق مطالعہ کے ساتھ جملہ امم اپنی کتب میں ان بشارات فاضلہ کے حقائق

---

[1] الم - غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِيْٓ اَدْنَى الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُوْنَ ۝ فِيْ بِضْعِ سِنِيْنَ ..... الخ (روم)

کو ضرور پا سکتی ہیں۔ اس لئے ان کی تحریر کی بجائے ان کا مطالعہ ان کے فکر و فہم کے سپرد کیا جاتا ہے۔ اور ان کے اذہان کو ان امثلہ کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے عہد مصطفوی میں توراۃ اور انجیل کی روشنی میں اس صلعم کی تصدیق[1] کی۔ اور ان میں سے بعض تصدیق کے باوجود کثیف[2] رجحانات مؤثرہ میں پھنس گئے۔ اور سلطنت اور اموال و خدم کی تاریکی میں ان کی علمی روشنی بجھ کر رہ گئی اور ان میں بعض[3] نفوس روشن نے علمی تصدیق کو عمل کے ساتھ متحد قرار دیتے ہوئے اپنے لئے فلاحِ حقیقی کے دروازے کھول دیے جو تمام اہل کتاب اور کائناتِ انسانی کے لئے روشن مثال ہیں۔

متشکل عدل فعّال

عادل فعّال اول المسلمین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس مبارک میں شق صدر اور شرح صدر یعنی فعّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ عزّ و جل کی تربیت خاصہ کے ذریعہ جو اس عزّ و جل کی ذات میں استغراق کو مستلزم ہے کشف روحِ الٰہی اور تحمل کشف سے وہ تکبر عدل جلوہ گر ہوا۔ جو متکبّر فعّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ عزّ و جل کی فردیت قیام بالقسط یا امر بالعدل کا پرتو جلال و جمال ہے۔ یہی وہ قوت فعّالیہ ہے۔ جو تصرف عدلیہ کے ساتھ نفوس منفعلہ میں متصرف ہوتی ہوئی تعلیم کتاب و حکمت سے نوع انسانی میں اس دلیل سے کشف و تحمّل کو متحقق کرتی ہے کہ وہ بمطابق یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ دلیل کشف روح الٰہی سے خالق حقیقی یا مبدأ ارواح عزّ و جل کے تصرف تعمیر یہ کو مستلزم ہے۔ اور اپنے فعّال فطری تقاضاؤں کی ایفاء سے حقوق نوعی کو ادا کرتی ہے۔

یہ اس قوت فعّالیہ کی حیثیت متصرفہ ہے۔ جو نفوس منفعلہ میں تصرف کے ساتھ اثر انگیز ہوتی ہے۔ اور اس عدل فعّال کی حیثیت متشکلہ وہ اخلاق فاضلہ ہیں۔ جو فطرت عادلۂ مصطفویہ کے ترشحات عدلیہ ہیں۔ اور اساس عدل پر استوار فطرت نفس کے فیصلہ کی رُو سے دلیل للّٰہیت سے صدق فردیت نبوّت مصطفوی پر شواہد ہیں۔ اور مؤیدات اہتمام تہذیب نفس ہیں۔ اور لطافت و کثافت ممتزجہ میں امتزاج چونکہ پردۂ غیب ہے۔ اس لئے نفس انسانی اس قوتِ فعّالیہ کے تصرف عدلیہ کے ساتھ الحاق انفعالی کے بعد اس قوت فعالیہ کی صورت متشکل کی اقتدا سے ہی تصرفات عدلیہ کے نتائج عدلیہ کو شکل و صورت عطا کر سکتا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ نفس فعّال اوّل المسلمین صلعم کے ذات آمر بالعدل

---

[1] جیسے بحیرہ۔ مقوقس۔ شاہ مصر۔ تفصیل کیلئے سیرت النبیؐ اور مشکوٰۃ المصابیح مطالعہ فرماویں۔

[2] قیصر روم ہرقل اور وفد نجران وغیرہ تفصیل کیلئے سیرۃ الرسول ابن ہشام اور سیرۃ النبی علامہ شبلی مطالعہ فرماویں۔ اور مشکوٰۃ المصابیح مطالعہ فرمائیں۔ [3] جیسے نجاشی شاہ حبش تفصیل کے لئے سیرۃ النبی مطالعہ فرمائیں۔

عزوجل میں کو الف استغراقیہ جو تعدیلِ نفس اور استقلالِ تعدیلِ نفس کے لئے اسوۂ حسنہ ہیں۔ اور اخلاق فاضلہ کی متشکل شوکت عدلیہ سے جو متمکن عدل اور دافع فرط ہے۔ سیرت نبوی پر ایک محققانہ نظر کو جو میزان العدل دستور ہے وضاحت بیانیہ کیساتھ مکمل کر دیا ہے۔ مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ...... وَلٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ (حسان)

استغراق مصطفوی

ہر امر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ نماز جو اس اوّل المسلمین صلعم کی پیروی میں تمام ملّتِ اسلامیہ کے لئے استغراق موقوت ہے۔ اور فرائض پنج وقتہ و نوافل تہجد[1] پر مشتمل ہے۔ (بحالیکہ ان کے قضا ہونے پر ان کی ادائیگی استغراقی فرض ہے) اور ذکر اسم ذات جو بمطابق فرمان ربی یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِہِمْ (آل عمران) غیر موقوت استغراق جاریہ ہے۔ اور استغراق مستقلہ کی دلیل سے فرضِ موقوت میں نورانی شہود کو متحقق کرنے کی شرط ہے۔ یہ سب نور الٰہی سے روشن ہو کر اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پاتے ہیں۔ کیونکہ اللہ عزوجل میں استغراق کی حقیقت اس دلیل سے نور ہے کہ وہ عزوجل نورٌ علٰی نور ہے۔ چنانچہ اوّل المسلمین صلعم کی نماز و ذکر شہود اس اول المسلمین صلعم کے نفس مبارک میں ان کے نورانی حقائق کے تحقق پر اس صلعم کی ان کی طرف کمال رغبت فطری کی دلیل کے ساتھ شاہد ہے کیونکہ تحقق حقیقت کے بغیر استغراق فطرت قرار نہیں پا سکتا۔ چنانچہ ابوذر[2] کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ آپ نے یہ آیت پڑھی۔

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ط (المائدہ)

اگر تو عذاب دے۔ تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور اگر تو بخشدے پس تو عزیز و حکیم ہے۔

تو یہ اثر ہوا۔ کہ صبح تک یہی آیت پڑھتے رہے۔

حضرت حذیفہ[3] کہتے ہیں۔ کہ ایک شب تہجد کو آنحضرت صلعم کے ساتھ نماز پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ آپ نے سورۂ بقر شروع کی۔ میں سمجھا۔ آپ سو آیتوں تک پڑھیں گے۔ لیکن آپ ان کو پڑھ کر اور آگے بڑھے۔ میں نے دل میں کہا۔ کہ پوری سورت آپ ایک ہی رکعت میں ختم کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے جب اس سورۃ کو ختم کیا۔ تو میں نے خیال کیا۔ کہ اب آپ رکوع کریں گے۔ لیکن

---

[1] نفل تہجد کے علاوہ دیگر نوافل بھی مروی ہیں۔ تحیت مسجد۔ صلواۃ اوابین۔ چاشت وغیرہ۔ مگر نفل تہجد کے متعلق خصوصی طور پر ادائیگی قضا کا ذکر مروی ہے۔ سنن ابو داؤد باب الصلواۃ اللیل مطالعہ فرمادیں۔ یا سیرۃ النبی جلد دوم عنوان عبادت شبانہ مطالعہ فرمائیں۔

[2] بحوالہ سیرۃ النبی جلد دوم

[3] سیرۃ النبی بحوالہ صحیح البخاری۔

آپ نے فوراً ہی سورۂ نساء شروع کر دی۔ یہ بھی ختم ہو چکی۔ تو سورۂ آل عمران شروع کی۔ بہت ٹھہر ٹھہر کر نہایت سکون اور اطمینان سے آپ قرأت کر رہے تھے۔ اور ہر آیت کے مضمون کے مطابق بیچ بیچ میں تسبیح اور دعا کرتے جاتے تھے۔ اس کے بعد آپ نے رکوع کیا۔ رکوع میں قیام کے برابر توقف فرمایا۔ پھر کھڑے ہوئے اور اتنی ہی دیر کھڑے رہے۔ پھر سجدہ کیا۔ اور سجدہ میں بھی اسی قدر تاخیر فرمائی۔

اس رغبت کاملہ یا استغراق کا بطور فطرت اس صلعم کے نفس مبارک میں تحقق رجوع فطری یا محبت کی حقیقت کے تحقق پر شاہد ہے۔ جو مستلزم رویت ہے۔ اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ[1] کے ساتھ استغراق و محویت تامہ جو شہودِ مستحضرہ یعنی اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ[1] پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔ اس صلعم کی نماز کو معراج منور قرار دیتا ہے۔ جو رجوع فطری کی وصال انوار کے ساتھ ایفا ہے۔ چنانچہ اس صلعم نے فرمایا۔

وجعلت لی قرۃ عینی فی الصلوٰۃ — میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

(بحوالہ سیرۃ النبی جلد دوم)

یہ فرمان مصطفوی اسی حقیقت وصالیہ پر شاہد بالحق ہے۔ اور حقیقت وصالیہ کی حقیقت منورہ فرمانِ ربانی نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ[2] سے متجلی بالنور ہے۔ اور حقیقت استغراقیہ کی جو جسم اور روح کو نورِ درخشاں سے احاطہ کر لیتی ہے۔ یہ دعائے مصطفوی شرح کرتی ہے۔ جو وہ صلعم صبح کی سنت ادا کرنے کے بعد مسجد کو تشریف لے جاتے ہوئے زبانِ مبارک سے ادا کرتے۔ گویا وہ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا[3] کی نورانی حقیقت کے تحقق اور اس کے استقلال کیلئے رغبت فطری کے ترشحات ہیں۔

اَللّٰهُمَّ اجعل فی قلبی نورًا وفی لسانی نورًا واجعل فی سمعی نورًا واجعل فی بصری نورًا واجعل فی خلفی نورًا ومن امامی نورًا واجعل من فوقی نورًا وتحتی نورًا واعطنی نورًا	اے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر۔ اور میری زبان میں نور اور میرے کانوں میں نور پیدا کر۔ اور میری آنکھوں میں نور پیدا کر۔ اور میرے پیچھے نور اور میرے آگے نور پیدا کر اور میرے اوپر نور اور میرے نیچے نور پیدا کر اور مجھے نور عطا کر۔

(صحیح مسلم باب الامانی صلوٰۃ اللیل بحوالہ سیرۃ النبی)

...... واجعل لی نورًا ...... اور مجھے نور کر دے ...... الخ

(مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل)

یعنی اے الٰہ العالمین میرے نفس میں تیرا دروح منکشف ہو۔ جو میرے قلب اور سمع اور بصر اور فوق و تحت

---

[1] سورۂ فاتحہ کی ابتدائی آیات میں صیغۂ غائب کے ساتھ افتتاح استغراق (جو کوائف تدریجیہ نفس سے کیفیت تدبریہ کے تحقق تابع کیساتھ نطا ہر ہے) بڑھتا ہوا صیغہ مخاطب اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی وضاحت کے تحت کمال کیفیت استغراقیہ پر نتیجہ پذیر ہوتا ہے۔

[2] اللہ جسے چاہتا ہے۔ اپنے نور کی طرف رہنمائی فرماتا ہے۔ (نور)

[3] فجر کا قرآن مشہود (بالنور) ہے۔ (بنی اسرائیل)

اور خلف و امام کو منور کر دے۔ حتی کہ مجھے سراپا نور کر دے یعنی میں تیری ذات میں واصل ہو جاؤں کہ تو مبدأ ارواح ہے۔ یعنی یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَاءُ سے منور فرما۔ جو رجوع فطری یا مقصد محبت کی ایفا ہے۔ اور یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ کا مدعا و مقصود ہے۔ اور وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ سے اس کی کیفیت استغراقیہ کی وضاحت کی گئی ہے۔ گویا محبت الٰہی کیف استغراق ہے۔ اور نور حقیقت استغراق ہے۔ اور یہ عبادات صورت و شکل استغراق ہیں۔

نماز استغراق موقوت ہے۔ جس کا شہود منورہ استغراق غیر موقوت یعنی ذکر اور اس کی تجلیات نورانیہ کو اس دلیل سے مستلزم ہے کہ استغراق کی مستقل جزائے نورانیہ استقلال استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ جو استغراق موقوت اور غیر موقوت کو لازم و ملزوم قرار دیتی ہے۔

اور ذکر دوام یا استغراق غیر موقوت بمطابق فرمان ربانی:

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ (النساء ع ۱۵)	پس جب تم نماز ادا کر چکو۔ تو اللہ کا ذکر کرو۔ کھڑے۔ بیٹھے۔ لیٹے۔
یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ ...... الخ (آل عمران ع ۲۰)	وہ اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ کھڑے۔ بیٹھے۔ لیٹے۔

رفتار و گفتار و نشست و برخاست و خواب و خورونوش وغیرہ کو احاطہ کر لینے کیلئے فیصل بالحق ہے۔ اور منجملہ ذکر خفی کو مستلزم ہے۔ جو مقصود آیۃ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ہے۔ اور بمطابق فرمان وَمِنَ الَّیْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَیْلًا طَوِیْلًا اور بمطابق وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلًا اور بمطابق فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ۔ رات کی تاریکیوں میں بعد نماز تہجد ذکر الٰہی کی دلیل سے اللہ عزوجل کے لئے موجب ذکر عبد ہے۔ جو اس دلیل سے نور ہے۔ کہ وہ عزوجل نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ہے۔ اس لئے اس کے ترشحات ذکر بہ انوار ہیں۔ پس وہ صلعم بمطابق روایت عائشہ رضی اللہ عنہا (جو بہ حیثیت زوجہ مطہرہ واقف ترین مخفیات احوال تھیں) ہر لحظہ اور ہر لمحہ خدا کی یاد میں مصروف رہتے۔ (ابو داؤد کتاب الطہارۃ) اور میدان جنگ میں بھی دعا و التجا کیلئے حکم کی معیت یہ آیۃ اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ کے ساتھ اسی ذکر جاریہ کا حکم دیا گیا ہے۔ جو مقصود آیۃ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ ...... الخ ہے۔

---

۱ بحوالہ مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل ۲ اپنے پروردگار کا ذکر کر اپنے جی میں ...... الخ (اعراف)

۳ رات کا کچھ حصہ سجدہ کیا کر اور ذکر رات کا طویل حصہ (دھر) ۴ اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کر ...... الخ (مزمل)

۵ پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا ...... (الخ بقرہ)

۶ جیسے میدان بدر میں تین مرتبہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس صلعم کے حضور میں گئے۔ اور تینوں مرتبہ دیکھا۔ کہ وہ صلعم سربسجود مصروف دعا ہیں۔

۷ جب تم کسی دشمن جماعت سے ملو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کا ذکر کرو بہت ممکن ہے۔ تم فلاح پاؤ۔ (انفال)

Marfat.com

عَلٰی ہٰذا ربیعہ ابن کعب اسلمی فرماتے ہیں۔ جو رات کو آپ کے آستانہ پہ پہرہ دیتے تھے۔ کہ آپ کی تسبیح و تہلیل کی آواز سنتے سنتے میں تھک جاتا تھا۔

عَلٰی ہٰذا وہ صلعم رمضان المبارک میں فریضہ الٰہی کی ادائیگی میں ماہ مکمّل روزہ دار رہتے۔ اور بطور نفل مزید شعبان المعظم میں بھی قریب قریب پورا ماہ روزے رکھتے۔ اور سال کے بقیہ مہینوں میں نصف اوّل میں آپ اکثر روزہ سے رہتے۔ اور مہینہ میں تین دن دو دوشنبہ اور ایک جمعرات کو آپ معمولاً روزہ رکھا کرتے۔ اور بروایت بعضے روز جمعہ کا روزہ بھی معمولات سے تھا۔ ان کے علاوہ محرم کے دس دن یکم سے عاشورہ تک اور شوال کے آغاز میں چھ دن دوسری سے ساتویں تک آپ روزوں سے گزارتے۔ کیونکہ اعتدال عمل کے ساتھ جو ادائے حقوق کثافت کو مستلزم ہے۔ صوم فرض و نفل حجابات کثافت کی تسقیل سے لطافت علوی کے جلاد انکشاف کے لئے مددگار ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ عنصری ماحول رجحانات کثیف کی طرف نفس کے جھکاؤ کا موجب ہوسکتا ہے۔ اور حجاب کثافت کی تخریب سے لطافت اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کے لئے اور اپنی حقیقت کے کشف کے لئے جو تقاضائے فطرت کی ایفا ہے۔ مستعد رہتی ہے۔

عَلٰی ہٰذا اس صلعم نے اللہ عزّوجل کیلئے ایثار کامل کے ساتھ جو انسانیت کے لئے ایثار سے متحقق ہوتا ہے۔ استغراق کی حیثیت نفقیۂ نفس و مال کے قیام سے استغراق منور کی تکمیل فرماتے ہوئے نوع انسانی کیلئے ابوت انس کے حق کو ادا فرمایا[1]۔ جس پر اسوۂ حسنہ بداہت ناطقہ کے ساتھ شاہد ہے۔

اور ادائے حج[2] سے جو ابوت انس یا فردیت نبوت مصطفوی کے ساتھ وحدت مرکز بیت ارضی کی مطابقت کرتے ہوئے وحدت اجتماع کی تمکین کا مظہر عینیہ ہے۔ اور جامع حقیقت صلواۃ ہے۔ اس صلعم نے ملّت اسلامیہ کی اس تنویر و رفعت جمعی کا اہتمام پائندہ فرمایا۔ جو جبین سجود تمام ملّت کیلئے وحدت سمت سے اور اِیَّاكَ نَعْبُدُ …… الخ میں تکلم جمعی سے اور زکواۃ و صدقات و جہاد میں فرد و ملّت اور انسانیت کیلئے جمعًا ایثار کامل سے اور ایک ماہ معین میں اقصائے عالم کو احاطہ کر لینے والے صوم جامعہ سے مقصود ہے یہ تمام استغراقی عبادات ہیں۔ (تفصیل کیلئے احادیث صحیحہ یعنی منشکل معمولات مصطفوی مطالعہ فرماویں) جو نورٌ علٰی نور عزّوجل کے ارادۂ فعال کے ساتھ اس صلعم پہ نازل ہوئیں۔ اور اس عزّوجل میں استغراق کی دلیل سے عزّوجل کے تصرف فعال کو مستلزم ہیں۔ جو وجہ کشف نور ہے۔ یا اس کی وسعت بے پایاں اور اس میں استقلال کا موجب ہے۔ پس اس صلعم کے نفس مبارک میں فعال تصرف الٰہیہ کے ذریعہ کشف روح الٰہی اور تحمل کشف سے قدرت … پیدا ہوئی۔ جس کے ذریعے اس نے استغراقی جدوجہد کے الفاظ اور ان کی نورانی معنویت امت کے نفوس میں ودیعت کی۔

عَلٰی ہٰذا اللہ عزّوجل نے اس قوت فعالیۂ مصطفوی کے تصرف سے اِلٰی یوم القیٰمۃ اس قوت فعالیہ کو جنسیت نوعی کی دلیل سے امت مصطفویہ میں جاری فرمایا۔ جو اجرائے استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ اور الفاظ کی تعلیم کے ساتھ ان کی نورانی معنویت کی ودیعت و القا کا ذریعہ ہے۔ اور الفاظ و معانی چونکہ لازم و ملزوم ہیں۔ اور انہیں جسد و روح کی حیثیت حاصل ہے۔

---

[1] چنانچہ تفق اموال یا ایثار کامل کی وجہ سے وہ صلعم کبھی صاحب نصاب نہیں ہوئے۔

[2] قیام مکہ کے زمانہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حج فرمانے کی تعداد معین نہیں کی جاسکتی۔ مدینہ منورہ میں اس صلعم نے صرف ایک حج فرمایا۔ اور چار عمرے فرمائے۔

Marfat.com

اس لئے استغراق متشکل ہی تعلیم الفاظ کیلئے بتمام وکمال فرض القا کے ایفا کا ذریعہ ہے۔ اور اس کی نورانی معنویت اس قوتِ فعالیہ کے تصرف عدلیہ کو مستلزم ہے۔ جو کشف روح الہٰی اور تحمل کشف سے جلوہ گر ہوتی ہے۔ پس اس صلعم نے تصرف قوتِ فعالیہ سے اور استغراق متشکل سے اہتمام تہذیب نوع انسانی کو الیٰ یوم القیمٰۃ امت مصطفویہ میں جاری فرمایا۔ اور اس کی شوکت فعال پر جو شہود و رؤیت کو مستلزم ہے۔ اس صلعم کے کوائف خشیۃ اور توکل اور صبر و شکر حق کے ساتھ شاہد ہیں۔ اور امت کیلئے ان میں اقتدا لئے پسندیدہ ہے یا نمونۂ احسن ہے۔ جیسے عبداللہ بن شیخر ایک صحابی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں ایک بار خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ روتے روتے اس قدر ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ کہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ چکی چل رہی ہے۔ یا ہانڈی اُبل رہی ہے۔

اس صلعم کا ایک تنہا تمام عالم کو دعوت الی الحق دینے کے بعد طاغوت کی عداوت جمعی کے مقابلہ میں استقلالِ دعوت اور ہجرت کے وقت ان محاصرین کے درمیان سے جو قتل کے عزم مکمل کے ساتھ مکانِ نبوی کے گرد جمع تھے۔ توکل علی اللہ کے ساتھ گھر سے باہر نکلنا اور پھر کفار کے پرخطر تعاقب کی صورت میں جس کا نتیجہ قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ بحالیکہ وہ غار کے سرے پر پہنچ چکے تھے۔ توکل مستحکم جس کا وہ مرجع فطری عزوجل اِذْ یَقُوْلُ[1] لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا کے ساتھ مصدق ہے۔ اور اُحد اور حنین کے خونین معرکوں میں اس صلعم کا عظیم الشان توکل (کہ یہ تمام مظاہر جلوۂ نیابت کبیر الٰہیہ ہیں یا اس صلعم کی شجاعت قاہرہ ہے) اور ہر گونہ اموال کا راہِ حق میں ایثار اور توکل مستحکم (جو مظہر غنائے الٰہی ہے یعنی اس صلعم کا کبرِ نفس ہے۔ اور عدل معاشرہ کی تمکین کا ذریعہ ہے۔ اور عدل نظام کو عدلِ نفس کے ساتھ جو قوت فعالیہ کے تصرف کو مستلزم ہے۔ متحد الحقیقت قرار دینے کے لئے فیصل بالحق ہے) اس شہود نور پر شاہد ہے۔ جو رواں ثبات ہے۔ اور امت کیلئے اسوۂ پسندیدہ ہے۔

علیٰ ہذا شدید مصائب[2] پر صبر اور عظیم کامیابیوں پر شکر[3] جس میں یاس و فرح کو مطلق دخل نہ تھا۔ اسی حقیقت شہودیہ پر شاہد ناطق ہے۔ جو اسباب اور جد و جہد سے ماورائی قادر مطلق اور مسبب الاسباب کے انوار و قدرت قاہرہ کی

---

[1] جب وہ اپنے ساتھی سے کہ رہا تھا۔ کہ غم نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (توبہ - ع)

[2] سیرت مصطفوی صلعم میں یہ جملہ حقائق عظمیٰ ابتدائے دعوت سے تا آخر کار روشن نظر آتے ہیں۔ علیٰ ہذا اس صلعم کی اولاد ذکور و اناث فاطمۃ الزہرا کے سوا تمام تر اس صلعم کی آنکھوں کے سامنے واہیٔ ملک بقا ہوئی۔ مگر رضائے الٰہی کے سوا کوئی کلمہ زبان مبارک سے نہیں نکلا۔ چنانچہ حضرت ابراہیم ابن آں صلعم کے انتقال پر آپ نے فرمایا۔ کہ آنکھ اشک ریز ہے اور دل غمگین ہے۔ لیکن ہم زبان سے وہی کہیں گے۔ جو ہمارے پروردگار کی رضا ہے۔ اور اے ابراہیم ہم تمہارے فراق میں غمگین ہیں۔ نیز ایک نواسے کے انتقال پر اس صلعم نے اس طرح فرمایا۔ اللہ نے جو لے لیا وہ اسی کا تھا۔ اور جو دیا وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کا ہر کام وقت مقررہ پر ہوتا ہے۔ صبر کر اور اس سے خیر طلب کر۔

[3] ہر عظیم الشان کامیابی پر اور زندگی کے ہر مرحلہ پر شکر الٰہی کے کوائف متواتر سے اسوۂ حسنہ مملو ہے۔ منجملہ فتح مکہ کی عظیم الشان کامیابی پر مقام ذی طویٰ میں اپنی سواری پر اس صلعم نے توقف فرمایا۔ تاکہ اپنا سر اللہ کے حضور میں جھکا دیں۔ پھر یہاں تک آپ جھکے کہ آپ کی ٹھوڑی قریب تھی۔ کہ کجاوے کی لکڑی سے لگ جائے۔ (سیرۃ النبی مطالعہ فرمائیں)

Marfat.com

روبیّت علّیہ سے تعلق رکھتی ہے :-

الحاصل القائے رجوع فطری یا روبیّت وشہود کے نتائج و اثمار یہ تمام حقائق علّیہ (اس دلیل سے کہ اوّل المسلمین صلعم کے فیض تصرف یعنی تواتر قوت فعالیہ سے تمام ملّت اسلامیہ میں وحدتِ اسلامیہ کا سیرابِ مشترک تمام ملّت کو حقیقت اسلامیہ یعنی استغراق اور اس کے حقائق پر یعنی تکمیل فطرت پرساز ہوئے فیصلۂ فطرت مکلّف قرار دیتا ہے - اور اس قوت فعالیۂ متواترہ کے ساتھ اس کا الحاق منفعلہ اپنے مشہود حقائق فکریہ وعملیہ کے ساتھ اس میں ان کے تحقق پر شاہد بالحق ہے - جو رجوع فطری کی القاہے اور للّٰہیت ہے - اور نفس مستغرق و منور کو نفس محروم ومحجوب سے اس حق فضل کے ساتھ ممیّز قرار دیتا ہے - جو تقاضائے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ[1] کی القاہے) ملّت وسط میں الیٰ یوم القیٰمۃ جاری کر دیئے گئے ہیں - جو گویا اس صلعم کے عادل فعّال اسوۂ متشکل کا اجرائے متواترہ ہے - اور اس کی حق بعثت کا ہر عہد میں القائے جاریہ ہے - جو فردیت نبوّت مصطفوی پر دلیل قاطع ہے - اور مسلم عادل کے نفس منور ومشہود کو نفوس محجوب پر از روئے فطرت بزرگی وفضل کا حق عطا کرتا ہے - پس فیصلۂ فطرت کے ساتھ تمام کائنات انسانی کو تکمیل فطرت کیلئے منکشف بالنور اور متحمل نور قوت فعالیۂ مصطفویہ سے ملحق ہو جانا چاہیئے - کیونکہ ہر امر اپنی حقیقت تکمیلہ کے ساتھ اتحاد سے ہی تحقق پاتا ہے - اس لئے نفس انسانی کی حیات فطری صرف تکمیل فطرت سے ہی اپنی حقیقت کے ساتھ تحقق پا سکتی ہے :-

فعّال فصل الخطاب مصطفوی

متکلّم کا ترشح نفسیہ اس کا کلام ہوتا ہے - اور اس کی فصاحت و بلاغت مؤثرات تربیت وماحول سے تحقق پاتی ہے - اور اس کی مؤثر للعدل حیثیت جو نفوس کی کائنات کو قبول عدل کے لئے مستعد کر دیتی ہے - اور نفس فعال کے تقاضا ہائے فطری یعنی دعوت اِلیٰ المرجع یا دعوت اِلیٰ العدل کو حیثیت مؤثرہ کے ساتھ پیش کرنے کا ذریعہ ہے - اور منجملۂ اہتمام تہذیب نفس ہے - صرف اسی متکلم کے ترشحات عدلیہ کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے جس کا نفس آمر بالعدل عزّوجلّ میں استغراق سے عدل کے ساتھ متحقق ہو چکا ہو - جو ترشحات عدلیہ الٰہیہ میں استغراق سے تحقق پاتا ہے -

چنانچہ وہ صلعم عرب کے فصیح وبلیغ قبیلۂ قریش میں پیدا ہوئے - اور دوسرے فصیح و بلیغ قبیلہ بنو ہوازن میں آپ نے پرورش پائی - اور فرمایا :-

[1] تحقیق ہم نے انسان کو بہترین تقویم سے پیدا کیا - (والتّین)

Marfat.com

انا اعربکم انا من قریش ولسانی لسان بنی سعد ابن بکر (سیرۃ النبی)
میں تم میں فصیح تر ہوں - قریشی ہوں - اور میری زبان بنو سعد ابن بکر کی زبان ہے۔

اور دستور کامل ترشحات عدلیہ الٰہیہ میں استغراق سے اس فصاحت کے ساتھ جامعیت مؤثرہ نے نفسِ مبارک میں تحقق پایا - چنانچہ فرامین مصطفوی انا افصح العرب[1] اور بُعِثْتُ بجوامع[2] الکلم میں اسی فصاحت اور جامعیت مؤثرہ کی وضاحت ہے - اور فصل الخطاب مصطفوی اپنی شوکت بیانیہ اور سطوت مؤثرہ کے ساتھ اس حقیقت پر شاہد ناطق ہے - کتب احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائیں - اور منجملہ جلد اوّل میں عنوان دعوت الی الحق (تاسیس ملی) اور عنوان تمکین ہیبت وغیرہ مطالعہ فرمائی جائے۔

نیز خطبات میں حالات متعلقہ کے تطابق کے مظاہر کا بروئے کار لانا بھی اس دلیل سے مؤثر قرار پاتا ہے کہ نفس کی خارجی صورت ارتقائیہ ماحول نفس ہے - اس لئے اس صلعم نے میدانِ جنگ میں کمان سے ٹیک لگائے ہوئے اور مسجد میں عصا بدست - علیٰ ہٰذا مطابق حالات زمین پر اور منبر پر خطبات دیئے ہیں -

اور ضرورت کی مطابقت گویا میزان العدل خطاب کی تمکین ہے - اس لئے اس صلعم نے بوقت ضرورت طویل خطبات بھی دیئے ہیں - لیکن عام طور پر آپ کے خطبات اور خطبات جمعہ اس دلیل سے مختصر ہوتے تھے۔ کہ حالات روزمرہ میں ضرورت خاصہ کے واقع نہ ہونے کی وجہ سے اختصار خطبات مطابقت حالات ہے۔ نیز وہ صلعم صبح کی نماز کے بعد خطبہ فرماتے اور ناغہ بھی فرماتے - اور اس کے علاوہ افادۂ عام کے لئے بھی خطبات فرماتے - کیونکہ صبح کی نماز کے بعد اعضائے قبول تداول شعوری و عملی سے کسی حد تک فراغ کی وجہ سے تمکین قبول مضمون کے لئے زیادہ مستعد ہوتے ہیں - اور ناغہ قبول تدریجیہ کی مطابقت ہے - اور افادۂ عام کیلئے مجالس مخصوصہ اور بہرگونہ خطبات اسی جہد توسیع و استقلال توسیع ملّی کی (جو تقاضائے فطرت فعال اور اخوت نوعی کی ایفا ہے) ارتقائی صورت ہے - جس کی افتتاح کوہ حرا پر دعوت عامہ کے ساتھ اس صلعم نے فرمائی تھی -

اور وہ صلعم فضائل یا عدل کی تلقین عام کیلئے سادہ فقرے اور واضح الفاظ اور مختصر تراکیب پر مشتمل خطبات فرماتے - جو اذہانِ عامہ کے کوائف کی مطابقت ہے - اور جب خاص حالات کی وجہ سے قبول خطاب کیلئے وضاحت مؤثرہ ضروری معلوم ہوتی - تو اس کے مطابق وہ صلعم بیان میں جدّت مؤثرہ فرماتے - (غزوۂ حنین میں انصار کے ساتھ خطاب اور خطبۂ حجۃ الوداع وغیرہ اسی جدّت مؤثرہ کی مثالیں ہیں) جو جسم خطاب یعنی فصاحت کی تشکیل ہے - اور اس میں رُوحِ فعّال عدلِ نفس کی تاثیر فعالیہ ہے - جس کی اثر انگیزی سے صحابۂ کرام کے نفوس میں قبول عدل اور تکمیل عدل نے تمکین پائی - حنین میں انصار کی اثر پذیری در بے خودی اور خود فراموشی اور گریہ و بکا اسی حقیقت عدلیہ پر شواہد ہیں -

---

[1] میں عرب میں سے فصیح تر ہوں - (سیرۃ النبی)
[2] میں جوامع الکلم کے ساتھ مبعوث کیا گیا ہوں - (سیرۃ النبی)

Marfat.com

ضمادؔ[1] ابن ثعلبہ جو قبیلہ ازدشنوہ کے رئیس تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں آپ کے دوست تھے۔ انہوں نے سنا۔ کہ محمدؐ کو جنون ہوگیا ہے۔ تو حاضر ہوئے اور کہا کہ لاؤ میں تمہارا علاج کردوں۔ تو آپ نے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ یُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ ضماد بہت متاثر ہوئے تین بار پڑھوایا۔ تا آنکہ اسی وقت دست مبارک پہ بیعت کی پھر فرمان نبوی کی تعمیل میں اپنے تمام قبیلہ کی طرف سے بیعت کی۔ اور تمام قبیلہ ان کی دعوت پر مسلمان ہوگیا۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہئے۔ کہ قرآن حکیم جو آمر بالعدل عزّوجل کے ترشحات عدلیہ ہیں۔ ان کی اثر انگیزی (جو اس اساس عدل پر استوار نفوس پر جن کی فطرت غایاتِ فسق وکذب کے ارتکاب سے مسخ نہیں ہے) ایسے نفس عادل کی قرأت کے ساتھ یقینی ہو جاتی ہے۔ جس کی حقیقت نفس متکلم حقیقی آمر بالعدل عزّوجل کے ساتھ حیثیت عدلیہ سے متحقق ہو۔ جو متکلم حقیقی کے ساتھ اسکے ترجمان کی حیثیت کا محقق ہے۔ چنانچہ عادل اول المسلمین صلعم کی قرأت قرآن تاثرات فعالیہ کیساتھ نفوس کو قبول عدل کیلئے متغیر ومستعد کردیتی تھی۔ جیسے ایک مرتبہ آپ یہ آیت پڑھ رہے تھے۔

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَیْرِ شَیْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بَلْ لَّا یُوْقِنُوْنَ (طور)

کیا بے یوں ہی آپ سے آپ پیدا ہوگئے یا ان لوگوں نے خود اپنے آپ کو پیدا کرلیا یا ان لوگوں نے آسمان کو اور زمین کو پیدا کیا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ انکو یقین نہیں ہے

توجبیر ابن مطعم جو اسیران بدر کو فدیہ دے کر چھڑانے آئے تھے۔ کہتے ہیں۔ کہ مجھے ایسے معلوم ہوتا تھا۔ کہ میرا دل پرواز کرگیا ہے۔ (تفصیل جملہ واقعات کے لئے کتب سیرو احادیث منجملہ سیرۃ النبی از شبلی مطالعہ فرمادیں)

الحاصل اس اول المسلمین صلعم کے نفس مبارک میں عادل فعّال عزّوجل نے اپنی تربیت خاصہ کے ساتھ تمکین کتاب و حکمت سے جامعیت مؤثرہ ودلیت فرماتے ہوئے اس کی امت میں اس صلعم کی قوت فعّالیہ کے تصرف متواترہ کے ذریعہ تواتر کتاب وحکمت کے ساتھ (جو تسلسل امانت جامعیت مؤثرہ کو مستلزم ہے) عہد فردیت استخلاف فی الارض میں۔۔۔۔۔ نائب حق کے فصل[2] الخطاب میں وہ فیصل جامعیت مؤثرہ جلوہ گر کر دیتا ہے۔ جو تمام انسانی مفرطہ کوششوں کو اپنی شوکت فصل کے ساتھ باطل قرار دیتی ہے۔ یہ مستخلف عزّوجل کی طرف سے ابوالانس خاتم النبیین محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کے ذریعہ الیٰ یوم القیامۃ منجملہ اہتمام تہذیب نفس ہے۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم مطالعہ فرمادیں۔
[2] ہم نے اس کے (داؤدؑ کے) ملک کو مستحکم کیا اور اسے حکمت اور قول فیصل بخشا۔ (ص)

اخلاق فاضلہ مصطفوی

یا

متشکل شوکت عدلیہ

نفس مبارک مصطفوی میں تربیت خاصۂ الہٰی سے جو اس کی ذات آمر بالعدل میں استغراق کو مستلزم ہے تمکین عدل باللہیت (کشف روحِ الہٰی و تجلی کشف) سے ان تمام اخلاق فاضلۂ مصطفوی نے جو عدل نفس کے ترشحات و آثار ہیں۔ اور عدلِ نفس ہی انہیں فطرت قرار دے سکتا ہے۔ متشکل شوکت عدلیہ کی حیثیت اختیار کرتے ہوئے نوعِ انسانی کے لئے رؤئے عدل سے حجاب غیب کو الی یوم لقیمٰہ اس طرح ہٹا دیا ہے۔ کہ اس کی قوتِ فعالیہ کے تصرف سے عدلِ نفس مسلسل و متواتر الی یوم القیمٰہ اس کی امت میں جاری و ساری ہے۔ اور اسی دلیل سے متشکل شوکت عدلیہ کو بھی اس بنیٔ فرد صلعم کی امت میں صدیقین وشہداء وصالحین کے ذریعہ سیران پائندہ حاصل ہے۔ جو منجلہ استقلال اجرائے اہتمام تہذیب نفس ہے۔

ہر دعوے اپنی حقیقت سے تحقق پاتا ہے۔ اور شہادت سے اس کا تحقق مستحکم ہوجاتا ہے۔ اس کے بعد منصب تحکیم العدل اس کے حق میں ازروئے عدل ضرور فیصلہ صادر کر دیتا ہے۔ نفس مبارک مصطفوی میں درخشانی رویتِ الہٰی اور اس صلعم کے متواتر تصرف فعال کے ذریعہ امت کے نفوس منفعلہ میں تابانیٔ اصدائے نور جس پر عہد مصطفوی سے الی یوم القیمٰہ ملت اسلامیہ کے نفوسِ عادل شاہد ہیں۔ اس صلعم کے استغراقِ عدلیہ اور اس کے نفس مبارک میں تمکین عدل اور اس کی امت میں تواتر عدل کی حقیقت ہے۔ اور اخلاقِ فاضلہ کو جو للہیت سے اپنے حقائق کے ساتھ تحقق پاتے ہیں۔ اور عدل متشکل ہیں۔ وہ حقیقت منورّہ اپنے وجود ذاتی پر شاہد کرتی ہوئی نفس عادل کی فطرت راغبہ قرار دیتی ہے۔ (درآں حالیکہ رغبت فطری کے بغیر اخلاق فاضلہ کے حماثلات کو اپنے غیر للہی مقاصد کی شہادت کے تحت عدل قرار نہیں دیا جاسکتا) اور وہ اخلاق فاضلہ اپنے وجود کے ساتھ ان مشاہدین حال کی شہادت سے تحقق پاتے ہیں۔ جنکے ساتھ ان کا تعلق واقع ہوتا ہے۔ یا وہ ان کو بطور شریک حال دیکھتے ہیں۔ چنانچہ اس صلعم کے اخلاق فاضلہ پر واقف ترین احوال مصطفوی یعنی ازواج مطہرات شاہد ہیں۔ چنانچہ ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس صلعم کے عدلِ متشکل پر اپنی اس وضاحت کے ساتھ کہ کان[1] خلقہ القرآن (آپ

---

[1] سیرۃ النبی (بحوالہ ابو داؤد)

کے اخلاق قرآن تھے) شہادت دیتی ہیں۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ ترشحات عدلیہ الہٰیہ کے ساتھ اس صلعم کے ترشحات فطریہ متحد الحقیقت تھے۔ اور نفس مبارک کی حقیقت معنویت کتاب کے ساتھ متحد فی النور تھی۔

علیٰ ہذا ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ[۱] رضی اللہ عنہا نے نزول وحی کے آغاز میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کو تسلی دی۔ خدا کی قسم۔ خدا آپ کو کبھی غمگین نہیں کرے گا۔ آپ صلۂ رحم کرتے ہیں۔ مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں۔ مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں۔ حق کی حمائت کرتے ہیں۔ مصائب میں لوگوں کے کام آتے ہیں (تقاضائے نوعی کی ایفا عدل ہے۔ اور حق کی حمائت عدل ہے۔ کیونکہ اساس عدل پر استوار فطرت کے تقاضائے عدلیہ کی ایفا ہے)

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ آنحضرت صلعم کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ بلکہ درگزر کرتے تھے۔ اور معاف فرما[۲] دیتے تھے (کیف راغبہ کے ساتھ حلم وعفو عادل فطرت فعال کا تقاضائے فطری ہے۔ اور دلیل تحمل کشف روح الہٰی سے وہ عفو وغفور و حلیم اللہ عزّوجل کی شوکت حلمیہ کا پرتو ہے)

آپ کو جب دو باتوں کا اختیار دیا جاتا۔ تو ان میں جو آسان ہوتی۔ اختیار فرماتے۔ بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (یہ آمر بالعدل عزّوجل کے ترشح عدلیہ یُرِیدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ کے ساتھ تقاضائے فطرت مصطفویہ کی مطابقت ہے۔ اور ایفائے تقاضا میں لیسر کی دلیل سے جو ایفا بہ قدرت کو اندیشہ سے فارغ قرار دیتا ہے۔ عدل ہے)

آپ نے اپنے ذاتی معاملہ میں کبھی انتقام[۳] نہیں لیا۔ لیکن جو احکام الہٰی کی خلاف ورزی کرتا۔ خدا اس سے انتقام لیتا تھا۔ (یہ نفس ناطقہ میں تمکین للّٰہیت ہے۔ جو عدل ہے۔ اور رجحانات کثیف سے تنزیہ و تقدس ہے) آپ نے نام لے کر کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپ نے کبھی کسی غلام کو لونڈی کو کسی عورت کو خادم کو جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں[۴] مارا۔ (یہ رحم فعال کی کیفیت فطری ہے کہ ہر گونہ نفق و ایثار اور داد و دہش اور ایفائے حقوق اور اجرائے حدود اس کے مظاہر ہیں)

آپ نے کبھی کسی کی درخواست رد[۵] نہیں فرمائی لیکن یہ کہ وہ ناجائز ہو۔ (یہ عدل نفس کا ترشح ہے۔ جو ایفائے حقوق نوعی کو فطرت قرار دیتا ہے)

وہ صلعم گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں ہنستے ہوئے اور مسکراتے ہوئے تشریف لاتے۔ (یہ ایفائے حقوق منزلی (جو عدل ہے) سے متعلقہ رغبت فطری کیساتھ انفعالی عدل نظام منزلی کا مظاہرہ ہے۔ جو عدل نفس کی اساس پر تحقق پاتا ہے۔

---

۱ سیرۃ النبی بحوالہ بخاری باب بدء الوحی ۲ سیرۃ النبی بحوالہ جامع ترمذی وشمائل ترمذی

۳ سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ صحیح بخاری ومسلم و ابوداؤد کتاب الادب۔

۱-۲-۳-۴-۵ حسن خلق سے تمام سیرت مصطفوی مملو ہے۔ احادیث صحیحہ اور کتب سیر اور خصوصیت کے ساتھ سیرت النبی جلد دوم عنوان اخلاق نبوی مطالعہ فرمادیں۔

Marfat.com

وہ صلعم دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ اور باتیں اس طرح ٹھہر ٹھہر کر فرماتے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو یاد رکھ لے۔ (یہ وقار اور استقامت نفس سے ہے۔ جو نفس ناطقہ کی اضطراری کیفیتوں سے تنزیہہ پر شہادت ہے۔ نیز فطرت فعال کے لوازم فعالیہ سے ہے۔ جو نفس منفعل میں مستلزم تصرف ہیں)

علیٰ ہٰذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت امام حسین علیہ السلام کے استفسار پر اس صلعم کے اخلاق کی اس طرح شرح فرمائی۔ آپ خندہ جبیں۔ نرم خو۔ مہربان طبع تھے۔ سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے۔ کوئی برا کلمہ منہ سے نہیں نکالتے تھے۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی ایسی بات ہوتی۔ جو آپ کے ناپسند ہوتی۔ تو اس سے اغماض فرماتے۔ کوئی اس کی آپ سے امید رکھتا تو نہ اس کو مایوس بناتے تھے۔ اور نہ منظوری ظاہر فرماتے تھے۔ ......

...... (نفس ناطقہ کی مستقل اور ہموار کیفیت اور تواضع اور وسعت حوصلہ اور سکوت سلیم اور قول حسن یہ سب فضائل اخلاق کے لئے رغبت فطری پر استقلال کی دلیل سے احسن التقویم فطرت کی تکمیل پر شواہد ہیں۔ جو محرکات مفرطہ کی اثر پذیری سے تقدس و طہور پاتی ہوئی وسعت عدلیہ کے ساتھ مکمل ہو جاتی ہے۔ جو آمر بالعدل عزوجل کی شوکت واسعۂ عدلیہ کے پرتو کی معنویت ہے)

اپنے نفس سے تین چیزیں آپ نے بالکل دور کر دی تھیں۔ بحث و مباحثہ[۱]۔ ضرورت سے زیادہ بات کرنا۔ اور جو بات مطلب کی نہ ہو۔ اس میں پڑنا (ضرورت اور اس کی مطابقت جواب میزانیہ ہیں۔ اس لئے ایفائے ضرورت یا تطابق ضرورت عدل ہے)

دوسرے کے متعلق بھی وہ صلعم تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ کسی[۲] کو برا نہیں کہتے تھے۔ کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے۔ کسی کے اندرونی حالات کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔

(عادل فطرت فعال کشف روح الٰہی کی دلیل سے حامل روح الٰہی انسانیت کے لئے غیر عادلہ اذیت کی موجب نہیں ہو سکتی)

جب آپ کلام کرتے۔ صحابہ[۳] اس طرح خاموش ہو کر اور سر جھکا کر سنتے۔ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ جب آپ چپ ہو جاتے۔ تو پھر وہ آپس میں بات چیت کرتے (یہ شوکت فعالیہ کی حیثیت مؤثرہ اور کیفیت انفعالیہ و الحاقیہ کا قبول اثر ہے)

لوگ جن باتوں پر ہنستے[۴] آپ بھی مسکرا دیتے۔ جن پر لوگ تعجب کرتے آپ بھی کرتے۔

(یہ واقعات کے مطابق ترشحات نفوس افراد کی مطابقت کے ساتھ ایفائے تقاضائے تطابق کی دلیل سے عدل ہے) کوئی باہر کا آدمی[۵] بے باکی سے گفتگو کرتا۔ تو آپ تحمل فرماتے۔

(یہ تحمل کشف[۶] فطرت فعال کی وسعت محیطہ کا ترشح عدلیہ ہے)

دوسروں کے منہ سے اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے۔

مدح حضوری کا تعلق چونکہ اعمال کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اعمال قوت تحریک کے ذریعہ نتیجہ پذیر ہوتے ہیں جس

۱-۲-۳-۴-۵-۶ تمام واقعات سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی مطالعہ فرمادیں۔

Marfat.com

کا مبدا و کثافت نفس ہے۔ اور اس پر شعور کی قدرت حاصل ہے۔ اس لئے مدح غفوری نے کو الف ادراک و تحریک میں رجحان کثیف یا غیر معتدل استکباری کیفیت پیدا ہو سکتی ہے۔

اگر کوئی آپ کے احسان و انعام کا شکریہ ادا کرتا۔ تو قبول فرماتے خود چھوٹی چھوٹی باتوں[1] پر اظہار شکر فرماتے۔ (جواب احسان جوانب میزانیہ میں تنقیف صحیحہ کا تحقق ہے اس لئے عدل ہے)

جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا۔ آپ اس کی بات درمیان سے نہ کاٹتے (تکمیل امور ایفائے تقاضا اور اتباع فطرت کی دلیل سے عدل ہے۔ کیونکہ ہر امر اپنی حقیقت سے تحقق پاتا ہے اور تکمیل امر تقاضائے حقیقت امر کی ایفا ہے)

ایک شخص[2] نے آنحضرت صلعم کے عبادات و اعمال کے متعلق حضرت عائشہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کسی خاص دن یہ کرتے تھے۔ تو انہوں نے جواب دیا۔ لا کان عملہ دیمۃ (آپ کا عمل جھڑی ہوتا تھا) یعنی جس طرح بادل کی جھڑی جب برسنے پر آتی ہے۔ تو نہیں رکتی اسی طرح آپ کا حال تھا۔ کہ جو بات آپ نے ایک دفعہ اختیار کر لی۔ ہمیشہ اس کی پابندی کی (اجرائے کار اور اس پر استقلال حقیقت کار کے جوانب میزانیہ میں صحت وزن ہے۔ اس لئے عدل ہے۔ اور اس امر بالعدل عزوجل اور قائم بالقسط کا پرتو عدلیہ ہے۔ جس کی تدبیر و تقدیر تمام کائنات میں بالاستقلال جاری و پائندہ ہے۔ یہ فرمان ربانی اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔

لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ (یٰس)

آفتاب کیلئے یہ نہیں ہے کہ وہ مہتاب کو پالے۔ اور نہ یہ کہ رات دن سے پہلے آجائے۔ اور تمام ایک چکر میں پھر رہے ہیں۔

آپ صلعم کی سیرۃ طیبہ حسن خلق کے عظیم الشان اسوہ کی حامل ہے۔ منجملہ وہ صلعم سلام میں پیش دستی کرتے تھے۔ مخلص صحابہ کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے۔ معانقہ فرماتے۔ ردائے مبارک بچھا دیتے۔ اثنائے ملاقات میں مخاطب کے احساسات کی پوری رعایت فرماتے۔ مخلصین صحابہ کی بعض ناگوار اور باعث تکلیف باتوں سے درگزر فرماتے۔ فہمائش[3] اس طرح فرماتے جس سے ناگواری اور ندامت نہ ہو۔ برے قسم کے لوگوں سے بھی قول حسن کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ غیر مسلم قوموں کے افراد کے ساتھ حسن خلق اور تکریم کے ساتھ پیش آتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ (نفس انسانی اساس عدل پر استوار ہے۔ جو اس کی تقویم حسن ہے۔ پس تکمیل عدل کمال حسن ہے۔ اور قول حسن ترشح کمال حسن ہے۔ جو تقویم حسنہ یا اساس عدل پر استوار فطرت پر مؤثر قرار پاتا ہے۔ اور فطرت فعال کے تقاضاؤں کی ایفا کے لوازم فطریہ سے ہے۔ مرجع فطری عزوجل نے ترشحات عدلیہ قُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا[4] اور قُل لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ[5] اور إِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا[6] کے ساتھ اس فطری حقیقت احسن کی پیروی کیلئے حکم دیا ہے۔ جس کی نورانی معنویت کے ساتھ اسوۂ حسنہ مصطفوی متحد الحقیقت ہے)

---

۱ سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی ۲ سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی

۳ ایک ایسے موقع پر آپ صلعم نے فرمایا۔ اذا اتاکم کریم قوم فاکرموہ (الکامل للمبرد)

۴ لوگوں کے ساتھ اچھی گفتگو کرو (بقرہ ع ۱۰)

۵ اور میرے بندوں سے کہدے کہ وہ بات کہیں جو سب سے اچھی ہو (بنی اسرائیل ع ۶)

۶ جب وہ جاہلوں سے مخاطب ہوتے ہیں۔ تو ان سے وہ سلامتی کی بات کہتے ہیں۔ (فرقان)

Marfat.com

عرب[1] میں سائب نام ایک تاجر تھے۔ وہ مسلمان ہو کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ لوگوں نے مدحیہ الفاظ میں آپ سے ان کا تعارف فرمایا۔ آپ نے فرمایا۔ میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا۔ میرے ماں باپ فدا۔ آپ میرے ساجھی تھے۔ لیکن معاملہ ہمیشہ صاف رکھا۔

علیٰ ہٰذا وہ صلعم قرض کے لین دین میں اور تجارت کی جملہ جزئیات میں حسن معاملہ کے ساتھ شریک معاملہ کو بطورِ احسن مطمئن فرماتے۔ اور وہ شخص جسے حق پہنچتا ہو۔ (یعنی قرضخواہ وغیرہ) کی سختیوں کو برداشت فرماتے ہوئے معاملہ کی تحسین کو متاثر نہ ہونے دیتے۔ وغیرہ وغیرہ[2]۔ (حق اور اس کا ایفا میزان البدل کے ہر دو جوانب میں تنصیف صحیح ہے۔ جو حسن معاملہ ہے۔ اور عدل ہے)

مرض الموت میں اس صلعم نے عام مجمع میں اعلان کیا۔ کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو۔ اگر میں نے کسی کی جان و مال و آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو۔ تو میری جان و مال و آبرو حاضر ہے۔ اسی دنیا میں وہ اپنا انتقام لے لے۔ مجمع میں سناٹا تھا۔ صرف ایک شخص نے چند درہم کا دعویٰ کیا۔ جو دلوا[3] دیئے گئے۔

ایک مخزومیہ عورت نے چوری کی۔ تو لوگوں کی تحریک پر اسامہ ابن زید محبوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سفارش کی۔ تو آپ صلعم نے فرمایا۔ کہ تو اللہ کی حدود میں سفارش کرتا ہے۔ پھر کھڑے ہوگئے۔ اور خطبہ دیا۔ کہ تم سے پہلے لوگ اسی کی بدولت تباہ ہوئے۔ کہ وہ امرا سے درگزر کرتے تھے۔ اور غربا پر حد جاری کرتے تھے۔ اور قسم ہے۔ اللہ کی۔ کہ اگر فاطمہ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی۔ تو میں اس کے ہاتھ کاٹ[4] دیتا۔ علیٰ ہٰذا عدل فی الحکم سے سیرت طیبہ مملو ہے مطالعہ فرماویں۔

ابوالانس یا امیر فرد کی فضیلتِ ابوت نوع انسانی کی جان و مال و آبرو کا بارِ کفالت اس کے سپرد کرتی ہے۔ تو گویا کفالت اور اس کی ایفا جوانب میزانیۂ عدل ابوت ہیں۔ اور کفالت کی ادائیگی سے ابوت اپنے فرض عدلیہ کی ادائیگی کرتی ہوئی اپنے فطری تقاضائے فعّال کو پورا کرتی ہے۔ (جو منفعل نوع انسانی کے متعلق اس پر عائد ہوتا ہے) گویا ابوت اپنی حقیقت متحققہ کے ساتھ نوع انسانی پر اپنے فضل فطری کو ثابت کر دیتی ہے۔ اور ان پر اعترافِ ابنیت کو عائد کرتی ہے

ایک دفعہ چند انصار نے آپ سے کچھ مانگا۔ آپ نے دے دیا۔ پھر مانگا پھر دیا۔ پھر جب تک رہا۔ آپ دیتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاس کچھ نہیں رہا۔ لیکن وہ باوجود اس کے حاضر ہوئے اور درخواست کی۔ فرمایا میرے پاس جو کچھ ہو۔ میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھونگا۔ لیکن جو شخص اللہ سے یہ دعا مانگے۔ کہ وہ اس کو سوال کی ذلت سے بچائے۔ تو وہ اس کو بچا دیتا ہے۔ اور جو شخص خدا سے غنا کا طالب ہوتا ہے۔ وہ اس کو غنا مرحمت فرماتا ہے۔ اور جو صبر کرتا ہے۔ اللہ اس کو صابر بناتا ہے۔ اور صبر سے کوئی بہتر اور وسیع تر دولت کسی کو نہیں دی گئی[5]۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی

[2] تفصیل کیلئے سیرۃ النبی اور کتب احادیث صحیحہ وسیر مطالعہ فرماویں۔

[3] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی

[4] مشکوٰۃ کتاب الحدود باب الشفاعۃ فی الحدود

[5] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی عنوان جود وسخا اور گداگری اور سوال سے نفرت مطالعہ فرماویں۔

Marfat.com

بڑے سے بڑے انبار کو وہ صلعم گھر جانے سے پہلے تقسیم فرما دیتے۔ اپنی ذات اور اہل وعیال پر حاجت مندوں کو ترجیح دیتے۔ خود فقر وفاقہ اور تکلیف وعسرت برداشت فرما کر حاجت روائی فرماتے۔ سائلین محتاج کی بے باکی کو فرخندہ روئی سے برداشت کرتے۔ وغیرہ وغیرہ۔ تفصیل کے لئے کتب سیر و احادیث مطالعہ فرمادیں۔ (نفس میں شوکت فعالیہ تمکین عدل سے تحقق پاتی ہے۔ جود وسخا اور ایثار اسی شوکت فعالیہ کے علامات وترشحات ہیں۔ جو نوع انسانی پر مؤثر للعدل ہوتے ہوئے نفس فعال کے فطری تقاضا ہائے فعال کی ایفا میں اپنی فطرت موثرہ کے ساتھ مددگار ہوتے ہیں۔ (سوال کے متعلق تبصرہ عنوان کسب ونفق کے تحت مطالعہ فرمایا جائے)

مشرک وکافر سب آپ کے مہمان ہوتے۔ اور آپ یکساں ان کی مہمان نوازی کرتے۔ کبھی ایسا ہوتا۔ کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا۔ وہ ان کی نذر ہو جاتا۔ اور تمام اہل وعیال فاقہ کرتے۔ آپ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری[1] کرتے۔

(فطرت نوعی نظام منزل ومدن پر تقاضا ہائے اخوت نوعی کی ایفا کیلئے فیصل بالحق ہے۔ اور تقاضا و ایفا جانب میزانیہ میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے)

نیز اس صلعم نے فرمایا۔ کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ اپنے مہمان کا جائزہ عزت کے ساتھ دے۔ کہا گیا۔ کہ یا رسول اللہ اس کا جائزہ کیا ہے۔ فرمایا کہ ایک دن اور ایک رات اور مہمانی تین دن کی ہے۔ اس کے آگے مہمان پر صدقہ[2] ہوگا۔

(مہمانی کی ضرورت انفرادی یا منزلی یا ملّی ونوعی حاجات کے ماتحت واقع ہوتی ہے۔ اور تین دن کا عرصہ یا تو ایفائے حاجت کیلئے کفایت کرتا ہے یا اس عرصہ میں مسافر یا مہمان کیلئے الگ خور ونوش کا انتظام ممکن ہوسکتا ہے۔ اس لئے اس عرصۂ مقدرہ میں مہمان کے حقوق کا ایفا تقاضا ہائے نوعی کی ایفا کی دلیل سے عدل ہے۔ اور اس سے تجاوز تقاضائے ضرورت سے تجاوز ہے۔ اس لئے اس کی ایفا معیار استحقاق سے ساقط قرار پاتی ہے)

احباب سے ہدایا[3] قبول فرماتے اور پیش بھی کرتے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا۔ تھادو تحادو (باہم ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجو تو باہم محبت ہوگی)۔

(فکر وعمل کے نتائج جہدیہ کی ایسی پیش کش جو اپنی ذات اور اپنے اہل وعیال کے لئے باعث ایفائے حاجات عنصری ہوسکتی ہے۔ اس تودد کی مصدق عملی ہے۔ جو اپنے وجود اور احباب میں متحدُ میراثِ اخوت یا وحدت کا آئینہ دار ہے۔ اس لئے تصدیق محبت بالعمل اتحادِ فکر وعمل کی تصدیق سے جو مصدق وجود حقیقتِ تودد ہے۔ از دیاد محبت کا موجب ہوتی ہے)

مگر صدقہ سے پرہیز فرماتے (کیونکہ فرویت نبوت مصطفوی بحیثیت ابو الانس اپنے تصرفات فعالیہ اور عزت فاضلہ کے ساتھ نوع انسانی کی حاجات علوی وعنصری کے ایفا کی ذمہ دار ہے۔ اور اسی دلیل سے وہ نفق اموال ونفوس کا محور ہے

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم (تفصیل مزید واقعات کے لئے کتب سیر و احادیث مطالعہ فرمادیں)

[2] سیرۃ النبی جلد ششم بحوالۂ بخاری کتاب الادب

[3] سیرۃ النبی جلد دوم عنوان اخلاق نبوی

Marfat.com

اس لئے صدقات کا کہ انفرادی طور پر جب ان کا نفق واقع ہو۔ تو حاجات شدیدہ یا مسکنت و فقر منفعلہ بالحاجت کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہے۔ اس کی ذات یا اس کے عیال پر استعمال اس کی نعال البوت فاضلہ کے منافی ہے ۔

یہاں یہ امر ذہن نشین رہنا چاہیئے۔ کہ مستحق صدقات افراد ملت صدقہ پالینے کے بعد اس کے مالک قرار پاتے ہیں ۔ اور انہیں بطور ہدیہ ان افراد کی ضیافت و مہمانی وغیرہ کا حق پہنچتا ہے ۔ جو صدقات کا مصرف قرار نہیں پاسکتے۔ کیونکہ اس وقت کو الف متعلقہ کی شہادت کے ساتھ اس کی حیثیت ہدیہ کی صورت میں متحقق ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بریرہؓ کو جو گوشت بطور صدقہ دیا گیا تھا۔ ان کی جانب سے ہدیہ کی حیثیت سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے استعمال کو اپنے لئے روا فرمایا ۔[1]

اں صلعم نے فرمایا۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں ۔ جو لوگوں کو متنفر کر دیتے ہیں۔ جو شخص تم میں سے نماز پڑھائے۔ مختصر پڑھائے کیونکہ نماز میں بوڑھے ۔ کمزور۔ کام والے سبھی طرح کے آدمی ہوتے ہیں ۔[2]

(نفس جماعت کی مجموعی کیفیتوں کے ساتھ تناسب عمل کو الف کے ساتھ مطابقت عملی کی دلیل سے جوانب میزانیہ میں تنصیف صحیحہ یا عدل ہے)

ایک صاحب سے آنحضرت صلعم نے پوچھا۔ کہ تم تو نہایت خوش جمال تھے ۔ تمہاری صورت کیوں بگڑ گئی ۔ انہوں نے کہا۔ جب سے آپ سے رخصت ہؤا ۔ متصل روزے رکھتا ہوں ۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی جان کو کیوں عذاب میں ڈالا۔ رمضان کے علاوہ ہر مہینہ میں ایک دن کا روزہ کافی ہے۔ انہوں نے کہا۔ اس سے زیادہ کی قوت رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک دن کا اور اضافہ کر دیا۔ انہوں نے اور اضافہ کی درخواست کی۔ آپ نے تین دن کر دیئے۔ ان کو اس سے بھی تسکین نہ ہوئی۔ تو آپ نے شہر حرام کے روزہ کا حکم دیا۔[3]

نیز عبداللہ بن عمرؓ نے جب یہ عہد کر لیا۔ کہ وہ ہمیشہ روزہ رکھیں گے۔ اور رات بھر عبادت کریں گے۔ آنحضرت صلعم کو خبر ہوئی۔ تو بلا بھیجا۔ اور پوچھا کہ کیا یہ خبر صحیح ہے۔ عرض کی۔ ہاں۔ فرمایا کہ تم پر تمہارے جسم کا حق ہے۔ آنکھ کا حق ہے۔ بیوی کا حق ہے۔ مہینہ میں تین دن کے روزے کافی ہیں۔ عبداللہ ابن عمرؓ نے کہا۔ کہ مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے۔ فرمایا۔ کہ اچھا تیسرے دن۔ بولے میں۔ اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا کہ ایک دن بیچ دے کر کہ یہی داؤد کا روزہ تھا۔ اور یہی افضل الصیام ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ قدرت ہے۔ ارشاد ہؤا۔ بس اس سے زیادہ بہتر نہیں۔[4]

علیٰ ہذا اں صلعم نے ایک موقعہ پر بعض صحابہ سے فرمایا۔ ...... خدا کی قسم میں تم سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں تاہم روزہ بھی رکھتا ہوں۔ اور افطار بھی کرتا ہوں۔ اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ اور سوتا بھی ہوں۔ عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو شخص میرے طریقہ پر نہیں چلتا۔ وہ میرے گروہ سے خارج ہے۔[5]

---

[1] مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ ۔

[2] سیرۃ النبی جلد دوم عنوان اخلاق نبوی (عدم تشدد)

[3] سیرۃ النبی جلد دوم اخلاق نبوی بحوالہ ابوداؤد

[4] سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ صحیح بخاری کتاب الصوم

[5] سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ صحیح بخاری کتاب النکاح

Marfat.com

(لطافت و کثافت ہر دو اجزائے ترکیبیۂ نفس ہیں۔ کشفِ لطافت جو تصقیل کثافت کو مستلزم ہے۔ کہ وہ کشفِ لطافت کے تحمل کی استعداد ہے۔ مبداء لطافت اور مقوّم کثافت بالعدل اللہ عزّوجل میں استغراق سے تحقق پاتی ہے۔ جو اس عزّوجل کی جانب رجوعِ فطرت کی ایفا ہے۔ یہ نفس انسانی کی جانب اولیٰ ہے۔ اور جانب اخریٰ نفس کی حیثیت وجودیہ کا بقا اور تسلسل نسل ہے۔ جو مقصد تخلیق (کشف و تحمل) کی ایفائے مستقلہ وجاریہ کا ذریعۂ عنصری ہے۔ اور وہ عنصری حاجات کی ایفا کو مستلزم ہے۔ کیونکہ عناصر محمل لطافت ہیں۔ پس ان ہر دو جانب میزانیہ کے بار میں تنصیف صحیحہ عدل ہے)

وہ صلعم حسان ابن ثابت کو منبر پر بٹھا کر ان کے اشعار سنتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَیِّدہُ بِرُوحِ القُدُس۔ علیٰ ہٰذا وفد بنو تمیم کے مقرر اور شاعر کے جواب میں اس صلعم نے ثابت ابن قیس اور حسّان ابن ثابت کو تقریر اور شعر کا حکم دیا[۱]۔

(خطبہ اور بالخصوص شعر اس وقت ذریعۂ نشر و اشاعت تھا۔ جو تمام ملک کے اطراف کو اپنے کوائف نشریہ کے ساتھ متحرک کر دیتا تھا۔ حریف کی قوتوں کا مماثل اور صادق قوت کے ساتھ مقابلہ تقاضائے عدل کی ایفا ہے)

سامان آرائش سے آپ طبعاً نفور تھے۔ ہر چیز میں سادگی اور بے تکلفی پسند خاطر تھی[۲]۔ (مرجع فطری اللہ عزّوجل کی طرف رجوع فطری کی ایفا تتبع فطرت ہے یا للّٰہیت ہے۔ اس لئے فکر و عمل میں تمکین للّٰہیت فطرت ہے۔ اور نمائش و تکلف للّٰہیت سے ماسویٰ کثافیات کو مقصود فکر و عمل قرار دیتا ہے۔ کیونکہ نمائش ارضیات اور ارضی رجحانات کے ساتھ خصوصیت رکھتی ہے۔ جو فطرت اور اس کے عدل کی مخالفت ہے۔ اس لئے فرط ہے)

(عنوان متشکل عدل معاشرہ کے تحت کھانے پینے پہننے اور مکانات اور اسباب منزلی میں فاقہ کش اور تنگدست افراد ملت کے ساتھ اس صلعم کی معیشی شرکت عدلیہ کے تحقق پر اور کوائف ممیزّہ سے اجتناب پر بحث گزر چکی ہے (اسے اس کے ساتھ متحداً مطالعہ فرمایا جائے)

وہ صلعم گھر کا کام کاج خود کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے۔ گھر میں خود جھاڑو دیتے۔ دودھ دوہ لیتے۔ بازار سے سودا لاتے۔ جوتی پھٹ جاتی۔ تو خود گانٹھ لیتے۔ گدھے کی سواری سے آپ کو عار نہ تھا۔ اور غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھنے اور ان کے ساتھ کھانا کھانے سے پرہیز نہ تھا۔ صحابہ کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کی بنا پر کوئی آپ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے۔ تو جہاں جگہ مل جاتی۔ بیٹھ جاتے[۳]۔ (یہ نظام منزل و مدن میں حقوق و کوائف منزلی و ملی و نوعی کی ایفائے عدلیہ و رعائت عدلیہ سے معاشرہ میں تمکین عدل ہے۔ جو عادل نفس انسانی کے داعیات عدلیہ کی اساس عدل پر استوار فطرتِ نفس کے مسلمات عدلیہ کے ساتھ مطابقت اور فرد و جماعت کی اساسی و تعمیری نسبت کی دلیل سے نظام منزل و مدن میں موجب استقلال ہے)۔

---

[۱] سیرۃ النبی جلد دوم۔ باب اخلاق نبوی اور باب وفود عرب مطالعہ فرمادیں۔

[۲] سیرۃ النبی جلد دوم (صحاح کی کتاب اللباس میں متعدد واقعات مرقوم ہیں۔

[۳] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی۔

Marfat.com

وہ صلعم تعظیم اور مدح مفرط سے روکتے[1] (کوائف فطریہ کی مطابقت کے ساتھ ہی تعظیم اور خطاب جوانب میزانیہ یعنی کوائف اور مطابقتِ کوائف میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے)

وہ صلعم دوشیزہ لڑکیوں سے زیادہ شرمیلے تھے۔ بھری محفل میں کوئی بات ناگوار ہوتی۔ تو لحاظ کی وجہ سے زبان سے کچھ نہ فرماتے۔ چہرہ کے اثر سے ظاہر ہوتا۔ اور صحابہ متنبہ ہوجاتے[2]

نہانے اور رفعِ حاجت میں نہائت پردہ کا اہتمام فرماتے۔ اور پردہ[3] کا حکم دیتے وغیرہ وغیرہ۔ (شعور جو ترشح لطافت ہے۔ شہوات کثیف کے متعلقات کو عریاں گوارا نہیں کرسکتا۔ یہ کیفیت فطری ہے۔ جسے حیا کے نام سے معنون کیا جاتا ہے۔ گویا اساس عدل پر استوار فطرت نفس کا مسلمۂ عدلیہ ہے۔ اور اس کی رعائیت پائندہ یعنی استقلال حیا یا عفت دلیل استقلال عدل ہے۔ جو کائنات انسانی کے جان ومال وآبرو کے لئے پیام امن ہے)

خباب بن ارث ایک صحابی تھے۔ ایک دفعہ آنحضرت صلعم نے ان کو کسی غزوہ پر بھیجا۔ خباب کے گھر میں کوئی مرد نہ تھا۔ اور عورتوں کو دودھ دوہنا نہیں آتا تھا۔ اس بنا پر وہ صلعم ہر روز ان کے گھر جاتے اور دودھ دوھ دیا کرتے[4] علی ہذا بیوگان اور مساکین کے ساتھ چل کر ان کا کام کر دینے میں آپ کو عار نہ تھا۔ {یہ تقاضائے اخوت کی ایفا سے یعنی بار جوانب میزانیہ (حقیقت اخوت اور ادائیگی حق اخوت) میں تنصیف صحیحہ سے نفس مدن میں تمکین عدل ہے}

اس صلعم نے اپنے عزم مستحکم سے تنہا ایک عالم کو اپنی قوت قاہرہ کی موجوں میں بہادیا۔ تنہائیاں۔ مخالفتیں اور ناکامیاں اور پھر کامیابیاں بدر اور احد اور حنین وغیرہ کے خطرات مہلکہ اور پھر فتح وظفر اس صلعم کے عزم مستحکم کو کچھ متاثر نہ کرسکیں۔

(فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ عزّوجل مبداء ارواح ہے۔ اور نفس انسانی نفخ روح الٰہی اور اس کے تحمل سے صاحب ارادہ ہے۔ اور وہ عزّوجل نورٌ علیٰ نور ہے۔ اس لئے اس کے ارادہ کی حقیقت نور ہے۔ اور چونکہ نفس انسانی حمول روح الٰہی سے صاحب ارادہ ہے۔ اسلئے اس کا ارادہ کشف نور و تحمل نور سے اپنے حقائق کے ساتھ تحقق پاتا ہے۔ پس وہ اپنی نورانی حقیقت کے تحقق سے ہر گونہ ناکامیوں اور کامیابیوں۔ فرحت و یاس۔ ہلاک ونجات رنج و راحت سے مقدس اور اعلیٰ اور غنی اور متکبر قرار پاتا ہے۔ جو اس کی شجاعت قاہرہ ہے۔ یہی تخلقوا باخلاق اللہ کی حقیقت ہے۔ اور معنویت کتاب یعنی حکمت کا نفس انسانی میں تحقق ہے۔ اور دلیل عدل نے رجحانات کثیف سے امن لے کے تمام کائنات انسانی کی جان و مال و آبرو کا محافظ قرار دیتا ہے۔ اور فعال اسوۂ مصطفوی اس حقیقت پر شاہد ہے)

اس صلعم کی راست گفتاری پر دوست و دشمن شاہد تھے۔ ابوجہل کہا کرتا میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا۔[5] البتہ جو کچھ کہتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا[6]۔ کوہ حرا پر چڑھ کر آپ نے جب حق کی طرف قوم کو بلایا۔ تو پہلے اپنی صدقِ گفتار پر شہادت لی۔ اور

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم اور کتب سیر و احادیث مطالعہ فرمائیں [2] ایسے واقعات کی تفصیل کیلئے سیرۃ النبی اور دیگر کتب احادیث مطالعہ فرمائیں۔
[3] تفصیل مزید کیلئے سیرۃ النبی اور دیگر کتب سیر و احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائیں [4] سیرۃ النبی بحوالہ نسائی و دارمی
[5] سیرۃ النبی جلد دوم [6] قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزُنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُونَكَ وَلَٰكِنَّ الظَّالِمِينَ بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ (انعام ع۴)

Marfat.com

ابوسفیان نے بحالت کفر ہرقل کے روبرو آپ کی صدق گفتار اور ایفائے عہد پر شہادت[1] دی۔ نبوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ کہ عبداللہ ابن ابی الحمساء نے آنحضرت صلعم سے کچھ معاملہ کیا اور آپ کو بٹھا کر چلے گئے۔ کہ آکر حساب صاف کر دیتا ہوں۔ اتفاق سے ان کو خیال نہ رہا۔ تین دن کے بعد آئے تو آنحضرت صلعم اسی جگہ تشریف رکھتے تھے[2]۔

المختصر کوئی دشمن بھی اس ذات مقدس کو کذب یا نکث عہد سے متہم نہیں کر سکتا۔ تفصیل کیلئے کتب سیر و احادیث صحیحہ مطالعہ فرمائیں۔

(اجزائے ترکیبیۂ نفس (لطافت و کثافت) کے تقاضاؤں کی ایفا یعنی نفس انسانی میں تمکین عدل جو کشف نور و تحمل نور سے تحقق پاتی ہے۔ جو بار جوانب میزانیۂ نفس میں تنصیف صحیح ہے۔ اور فکر و عمل کے ساتھ فطرت عدلیہ کی تصدیق و تکمیل ہے۔ اس مقدس شخصیت کو صادق الفطرت قرار دیتی ہے۔ جو منکشف بالنور اور متحمل نور ہے پس قول و فعل سے مافی النفس یا حالات و واقعات کی رغبت فطری کے ساتھ، بہ اللہ درست ترجمانی صدق فطری کے ترشحات یا جزئیاتِ صدق ہیں۔ جو اس کے صدق فطری یا عدل نفس پر شہادت دیتے ہیں)

اس صلعم کے نفس مبارک کو اور اس صلعم کے عدلِ غضب کو یا حکم بالعدل اور للّٰہیت کو بعض احباب کی شدید غلطیاں۔ جیسے واقعہ حاطب[3] ابن ملتعہ اور اعدا کی سخت سے سخت مخالفتیں اور ان کا تحقیر آمیز برتاؤ۔ حتّٰی کہ اس صلعم اور مسلمانوں پر قاتلانہ اور مہلک حملے کچھ متاثر نہ کر سکے۔ فتح مکہ کے وقت اقتدار اعلیٰ کے باوجود اس صلعم کا عفو عام منجملہ ان حقائق پر شہادت عظمیٰ ہے۔ اس قسم کے واقعات کی تفصیل کتب سیر و احادیث اور سیرت النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی میں مطالعہ فرماویں۔

(کشف روح النبی اور تحمل کشف کے بعد جو للّٰہیت ہے۔ اور عدل ہے۔ اور مبدأ ارواح اور مقوّم حقیقی عزّ و جل کی طرف توجہ شعوری اور رجوع فطری کی تکمیل ہے۔ فکر و عمل کا مقصود خالق فطرت اور مرجع فطری اللہ عزّ و جل قرار پاتا ہے۔ اور نفس انسانی اور اس کی کثیف تمنائیں مقصود فکر و عمل نہیں ہو سکتیں۔ اور نہ کثیف محرکات اس کی متحمل کشف کثافت پر مؤثر ہو سکتی ہیں۔ جو اس کا وقار اور استقلال حلم ہے۔ پس وہ راہ حق یا دعوت الی الحق میں جو اس کی فطرت فعّال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ خارجی یا داخلی موثرات سے بے نیاز ہو کر وقارِ کامل کے ساتھ جادہ پیما ہوتا ہے۔ اور اس کی صلح و جنگ اور عفو و اخذ کا مقصود مبدأ ارواح خالق فطرت عزّ و جل قرار پاتا ہے۔ یہی اس کا ثبات اور حلم فعّال ہے۔ جو ماسوی الفطرت کو اس کے مقصدِ نفس سے خارج قرار دیتا ہے۔ دشمنان جان سے عفو و درگزر اور ان کے حق میں دعائے خیر و ہدایت اسی شوکت فعالیہ کے مظاہر ہیں۔)

وہ صلعم کفار کے ساتھ حسن کلام اور حسن سلوک فرماتے[4]۔ ان کی بیماریوں میں عیادت[5] فرماتے۔ موت میں شریک رنج[6]

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم یا دیگر کتب صحاح مطالعہ فرمائیں۔ [2] سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ ابوداؤد کتاب الادب۔

[3] جلد اول عنوان تصرف عفویہ مطالعہ فرماویں۔ [4] سیرۃ النبی جلد دوم اخلاق نبوی مطالعہ فرماویں۔

[5] صحیح البخاری کتاب الجنائز

[6] ایک مرتبہ سر راہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ تو آپ کھڑے ہو گئے۔ (صحیح البخاری کتاب الجنائز)

Marfat.com

ہوتے۔ اگر کوئی مسلمان زیادتی کرتا تو عدل فرماتے۔[1]

{حسن کلام یا حسن سلوک فطرت احسن التقویم کا ترشح ہے۔ یعنی اساس عدل پر استوار فطرت نفس اخوت نوعی کے تقاضاؤں کی ایفا کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جو عدل ہے۔ (اور عدل فی الحکم کو مستلزم ہے) اور حسن کلام اور حسن سلوک اور حدود و قصاص اور جہاد اس کی انواع و فروع ہیں}

ایک دفعہ حضرت ابوبکر نے کسی بات پر حضرت سلمان و بلال کو جن کا شمار فقرائے مہاجرین میں ہے۔ ڈانٹا۔ آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ کہ تم نے ان لوگوں کو آزردہ تو نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر ان لوگوں کے پاس واپس آئے۔ اور معافی مانگی اور ان لوگوں نے معاف کیا۔[2]

عبداللہ ابن عمرو ابن عاص روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ مسجد نبوی میں بیٹھا تھا۔ اور غریب مہاجر لوگ حلقہ باندھے ایک طرف بیٹھے تھے۔ اسی اثنا میں آپ تشریف لے آئے۔ اور انہیں کے ساتھ مل کر بیٹھ گئے[3] ...... الخ علیٰ ہٰذا وہ صلعم کھانے میں ان کے ساتھ شمولیت فرماتے۔ (حقیقت اسلامیہ کا میران مشترک اور فردیت ابوت کا رحم فعال باہم افراد ملت اور ابوالملت اور افراد ملت کے مابین عدل جلوس۔ عدل مکالمہ ہے۔ عدل خورد و نوش۔ الغرض معاشرہ میں عدل کامل کی تمکین کیلئے فیصل بالحق ہے۔ جو تقاضہائے اخوت اور ابوت کی ایفا ہے۔ اور بار جواب میزانیہ میں تنصیف صحیحہ کی دلیل سے عدل ہے۔ اور نظام انسانی میں اساس عدل پر استوار فطرت کے فیصلہ کے ساتھ موجب اطمینان ہے۔ اور اسی دلیل سے موجب استحکام ہے۔)

وہ صلعم بچوں کے ساتھ بہت محبت کرتے۔ کفار اور مشرکین کے بچوں پر بھی اسی طرح لطف فرماتے۔ اور اثنائے جنگ میں بچوں کے قتل سے نہایت تاکید کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ (تفصیل کیلئے سیرۃ النبی اور کتب سیر و احادیث مطالعہ فرماویں) بچے حامل امانت الہٰی نوع انسانی کی بقائے نسلیہ کی بنیاد ہیں۔ اور ان کی فطرت عدلیہ حیثیت تخلیقیہ کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ اور ابوت النس اور اخوت نوعی و ملی تمام اطفال نوعی و ملی کے حق میں تو دِ مخصوص بالحب کیلئے فیصل بالحق ہے۔ جو تحفظِ عدل اور تحفظ فطرت ہے۔ کیونکہ ان کی فطرت عدلیہ محفوظ ہوتی ہے۔

علیٰ ہٰذا وہ صلعم اولاد سے نہایت محبت فرماتے[4]۔ اور ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا۔ کہ جس کو خدا اولاد کی محبت میں ڈالے اور وہ ان کا حق بجالائے۔ وہ دوزخ سے محفوظ رہے گا۔[5]

(والد اور اولاد کے درمیان فطرت سادیۂ متحدہ کے تقاضاؤں کی ایفا ادائے حقوق اولاد ہے۔ جو محبت و رحم اور ان کی تربیت حسن اور ان کی تزویج وغیرہ پر مشتمل ہے۔ اور اسی دلیل سے عدل ہے۔ نیز مقصد اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً[6] یا ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَکُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ[7] جو تسلسل نسل انسانی کو مستلزم ہے۔ ابن تسلسل نسل پر

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی۔ [2] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی۔ [3] تفصیل سیرۃ النبی اور دیگر کتب صحاح و سیر میں مطالعہ فرماویں۔ [4] تفصیل کے لئے سیرۃ النبی جلد دوم و کتب سیر و احادیث مطالعہ فرماویں

[5] سیرۃ النبی بحوالہ بخاری [6] میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔ (البقر)

[7] اس نے تمہیں زمین پر خلفا بنایا ہے۔ (انعام)

Marfat.com

حفظ امانت کا فرض عائد کرتا ہے۔ جس کی رعیت فطری کے ساتھ مستحسن ادائیگی عدل ہے۔

وہ صلعم عورتوں کے ساتھ شفقت آمیز سلوک فرماتے[1]۔ اور جنگ میں دشمن کی عورتوں کے قتل سے رُک جانے کا حکم دیتے چنانچہ ابوداؤد میں مروی ہے۔

لَا تَقْتُلُوْا شَيْخًا فَانِيًا وَلَا طِفْلًا وَلَا صَغِيْرًا وَلَا امْرَاَةً — کسی کہن سال کو بچے کو۔ اور کسی عورت کو مت قتل کرو۔

حقیقت اسلامیہ کا میراثِ مشترک مسلم مردوں اور عورتوں کے درمیان تمکین قسط کیلئے فیصل بالحق ہے۔ کیونکہ افراد ملت کی پرورش اور تربیت اور نظام منزل میں کہ سیاست مدن اسی کی صورت وسیعہ ہے۔ ترتیب انتظام کی اساس ہیں۔ فرمان ربانی وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ۔ اسی حقیقت عدلیہ کی وضاحت ہے۔ وہ ملت کا متاع کریم ہیں۔ علیٰ ہذا نوع انسانی کی جملہ مستورات نوع انسانی کا متاع کریم ہیں۔ اور ابوت انس اور اخوت نوعی اس کے تحفظ عدلیہ کیلئے فیصل بالحق ہے۔ مگر دشمن پر حملہ کے نرغہ میں جو اخوت نوعی یا رحم فعال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اگر اس کے ساتھ شمولیت جمعی کی صورت میں وہ جان دے دیتی ہیں۔ بحالیکہ مسلم عساکر ان کی حفاظت نہ کر سکیں۔ تو شمولیت اعدا اور جماعتی فطرت اور حملۂ مجموعی کی دلیل سے وہ تحفظ سے مستثنیٰ قرار پاتی ہیں۔ اور یہی مثال بچوں اور بوڑھوں کیلئے ہے۔

آنحضرت صلعم کی ملکیت میں جو غلام آتے۔ ان کو آپ ہمیشہ آزاد فرما دیتے[2]۔ ایک صاحب کے پاس دو غلام تھے۔ جن کے وہ بہت شاکی تھے۔ وہ ان کو مارتے۔ بُرا بھلا کہتے۔ لیکن وہ دونو باز نہ آتے تھے۔ انہوں نے آکر آنحضرت صلعم سے شکایت کی۔ اور اس کا علاج پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری سزا اگر ان کے قصور کے برابر ہوگی۔ تو خیر۔ ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہوگی اس کے برابر تمہیں بھی خدا سزا دے گا۔ یہ سن کر وہ بے قرار ہوگئے۔ اور گریہ و زاری شروع کی آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ یہ شخص قرآن نہیں پڑھتا۔ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ (انبیاء) یہ سن کر انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ بہتر یہ ہے کہ میں ان کو اپنے سے جدا کر دوں۔ آپ گواہ رہیں وہ آزاد ہیں[3]۔

علیٰ ہذا اس صلعم نے دن میں ستر بار غلاموں کا قصور معاف کرنے کا حکم دیا[4]

اور ایک لونڈی کو ایک تھپڑ مارنے پر اس کے آزاد کرنے کے لئے فیصلہ فرمایا[5]۔

مرض الموت میں سب سے آخری وصیت یہ فرمائی۔ الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم یعنی نماز اور غلاموں کے معاملہ میں خدا سے ڈرنا[6]۔

---

[1] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی۔
[2] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی۔
[3] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی بحوالہ مسند ابن حنبل
[4] خلاصہ از سیرۃ النبی باب اخلاق نبوی
[5] خلاصہ از سیرۃ النبی باب اخلاق نبوی۔
[6] سیرۃ النبی جلد دوم۔ تفصیل کے لئے کتب سیر و احادیث اور سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی مطالعہ فرمادیں۔

Marfat.com

(اخوت نوعی عدل معاشرہ کے لئے فیصل بالحق ہے۔ اور ابوالملّت ابوت فاضلہ کی دلیل سے اصول تدریج کی رعائت کے ساتھ متمکن عدل ہے۔ اور تعدیل معاشرہ غلاموں کی آزادی سے تحقق پاتا ہے۔ جس پر اس صلعم کا اسوۂ فعال شاہد ہے اور غلاموں کے ساتھ سلوک معاشری میں تعدیلی جدوجہد اس تعدیل معاشرہ کے مناازل تدریجیہ ہیں۔ جس کی غایات کا تحقق اس صلعم کا اسوۂ فعال ہے۔ اور وہی مقصود نظام ہے۔ اور آمر بالعدل عزّوجل کے حضور میں بمطابق نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ (ہم عدل کے ترازو نصب کریں گے) تعدیل معاشری کے احتساب کی طرف اس فرمان آمرالعدل عزّوجل کے حوالہ سے اشارۂ مصطفوی سطح ارض پر غایات وتکمیل عدلِ معاشرہ کی تمکین کیلئے فیصل بالحق ہے[۱]۔ اور اوّل المسلمین صلعم کی وصیت آخریں اس تمکین عدل کی اہمیت کبریٰ پر دلیل ناطق ہے۔ جو نوع انسانی کے متعلق نظرت اخوت نوعی کی دلیل سے ملّت وسط (عدل) پر عائد ہوتی ہے۔ پس آج تدریجی تقاضا ہائے دہر کو طے کرتے ہوئے ملّت وسط ان تدریجی مباحات سے بلند ہو کر غلامی کو نظام عدل سے خارج قرار دیتی ہے۔ جو اسوۂ فعّال مصطفوی کی شہادت کے ساتھ مقصود دین مکمّل ہے)

بیماروں کی عیادت میں دوست اور دشمن۔ مومن اور کافر کسی کی تخصیص نہ تھی[۲]۔

ایک حبشی مسجد میں جھاڑو دیا کرتا تھا۔ مرگیا۔ تو لوگوں نے آپ کو خبر نہ کی۔ ایک دن آپ نے اس کا حال دریافت فرمایا۔ لوگوں نے کہا وہ انتقال کر گیا۔ ارشاد ہوا۔ تم نے مجھ کو خبر نہ کی۔ لوگوں نے اس کی تحقیر کی (یعنی وہ اس قابل نہ تھا کہ آپ کو اس کے مرنے کی خبر کی جاتی) آپ نے لوگوں سے اس کی قبر دریافت کی۔ اور جا کر جنازہ کی نماز پڑھی[۳]۔

جنازہ جاتا ہوتا۔ تو آپ کھڑے ہو جاتے۔ بخاری میں روائت ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ جنازہ جاتا ہو۔ تو یا اس کے ساتھ ہو جاؤ۔ ورنہ کم از کم کھڑے ہو جاؤ۔ اور اس وقت تک کھڑے رہو۔ کہ سامنے سے نکل جائے[۴]۔ اعزّا کی بیماری پر اور مرگ پر اور ایسے مماثل واقعات پر رقت قلبی کے ساتھ اس صلعم کے آنسو گرنے لگتے[۵] (دعوت الی الحق اور تصرفات عدلیہ اور اجرائے حدود و قصاص اور جہاد وغیرہ تقاضا ہائے فطرت نوعی کی ایفا ہے۔ اور اسی دلیل سے ابوالانس عیادت مرضیٰ اور تعزیت (ماتم پرسی[۶]) میں دوست و دشمن۔ مومن و کافر میں اپنی رحیم فطرت فعالیہ کی رُو سے امتیاز نہیں کر سکتا۔ کیونکہ اس کی محبت وعداوت دلیل للّٰہیت سے بنی نوع پر رحم فعال قرار پاتی ہے۔ اور اس کے بعد اخوت نوعی تمام افراد ملّت کے لئے محور ابوت کے گرد تداور صحیح کے لئے فیصل بالحق ہے۔

علیٰ ہٰذا اخوت ملّی افراد ملّت کے مابین ہر گونہ قسط وعدل کی تمکین کیلئے فیصلہ صادر کرتی ہے۔ جو احمر و اسود کو ایک سطح عدلیہ پر قائم بالقسط کرتی ہوئی افراد ملت کی ہر گونہ ادنیٰ و اعلیٰ خدمات کو ان کی رکنیت ملّی کی حیثیت عدلیہ پر غیر مؤثر قرار دیتی ہے۔

---

[۱] آزادیٔ اساریٰ پر اس سے پہلے جلد اول، دوم میں بحث گزر چکی ہے۔

[۲] سیرۃ النبی علامہ شبلی جلد دوم باب اخلاق نبوی (بخاری کتاب الجنائز) [۳] سیرۃ النبی جلد دوم

[۴] سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی [۵] مفصل واقعات کیلئے سیرۃ النبی باب اخلاق نبوی مطالعہ فرمادیں۔

[۶] ایک مرتبہ ایک یہودی کا جنازہ گزرا۔ تو آپ کھڑے ہو گئے (سیرۃ النبی بحوالہ بخاری کتاب الجنائز)

علیٰ ہٰذا حقیقت اسلامیہ کا میزان مشترک اور اخوت ملی کا تقاضا مسلم کے جنازہ میں تطابق کوائف کی رعائت کے ساتھ معتدل یا موزوں شرکت کو تقاضا کی ایفا اور کوائف کی مطابقت کی دلیل سے عدل قرار دیتا ہے۔ جو جانب میزانیہ میں تنصیف بار ہے۔

اور مرض و مرگ وغیرہ پر رقت قلبی ابوت فاضلہ کی علیٰ ہٰذا اخوت نوعی کے تقاضاؤں کی ایفا ہے جو عدل ہے)

گاہے اس صلعم کی مجلس میں ظرافت سنجیدہ فرخندگی کا موجب ہوتی۔ جیسے ایک شخص نے خدمت اقدس میں عرض کی۔ کہ مجھ کو کوئی سواری عنایت ہو۔ ارشاد ہوا کہ میں تم کو اونٹنی کا بچہ[1] دونگا۔ انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ میں اونٹنی کا بچہ لے کر کیا کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے۔ جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو۔ (نفس انسانی میں کیفیت قبول کے تقاضائے تدریج قبول کے تحت جس طرح وعظ و پند میں گاہے ناغہ ضروری ہے۔ (چنانچہ وہ صلعم ناغہ فرماتے) اسی طرح گاہے ظرافت سنجیدہ بھی اس تدریجیہ کیف قبول میں جدت پیدا کر دیتی ہے)۔

جانوروں پر رحم کے کثیر واقعات اس صلعم سے مروی ہیں تفصیل کے لئے کتب سیر و احادیث اور سیرۃ النبی جلد دوم باب اخلاق نبوی مطالعہ فرمائیں۔

(اشتراک کثافت کا تقاضا ہر جاندار پرند و چرند کے ساتھ ایسے سلوک عدلیہ کے لئے فیصل بالحق ہے۔ جس کے متعلق کثافت نفس انسانی کے محسوسات عنصری کیف گوارائی کیلئے شاہد ہوں۔ پس ایسے جانور جن کے ساتھ منافع اکل و شرب اور سواری وغیرہ کا تعلق ہے۔ ان کی قوت عنصری کی مطابقت کے ساتھ ان سے کام لینا بار جانب میزانیہ میں تنصیف صحیح ہے۔ بحالیکہ ان کے متعلق نفوس انسانی کی محسوسات عنصری کی گوارائی کیفیتوں کو ملحوظ رکھا جائے)

اس صلعم نے فرمایا۔ ایک دوسرے پر بغض و حسد نہ کرو۔ ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو۔ اے خدا کے بندو۔ آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ[2]۔ نیز فرمایا۔ لوگوں کے لئے وہی چاہو۔ جو اپنے لئے چاہتے ہو۔ تو مسلم ہو گے[3]۔

نیز فرمایا تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ سب لوگوں کے لئے وہی محبوب نہ رکھے۔ جو اپنے لئے محبوب رکھتا ہے۔ اور جب تک وہ دوسرے کے ساتھ بے غرض صرف خدا کے لئے محبت[4] نہ کرے۔

فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ عزّوجل نے کشف روح الہٰی اور تحمل کشف سے جو اس کے رحم فعّال کی نفس انسانی میں جلوہ گری کو مستلزم ہے۔ اور کتاب و حکمت سے تحقق پاتی ہے۔ جو اس رحیم فعال کا ترشح عدلیہ ہے۔ نفس فعّال اوّل محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کے نفس مبارک کو منکشف بالنور اور متحمل نور فرماتے ہوئے۔ اس صلعم کی قوت فعالیہ کے ذریعہ اس کی امت میں تواتر کتاب و حکمت سے اس رحم فعال کو جاری فرمایا۔ جو تمام نوع انسانی کی طرف بعثت فردیت مصطفوی کی ایفا ہے۔ اور تمام کائنات انسانی کیلئے اس صلاح و فلاح کی جس سے وہ صلعم خود مشرف ہے۔

---

۱ سیرۃ النبی جلد دوم۔

۲ سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ بخاری باب الھجرۃ

۳ سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ جامع ترمذی ابواب الزہد

۴ سیرۃ النبی جلد دوم بحوالہ مسند احمد

Marfat.com

...ی جدوجہد ہے۔ جو اس کی فطرت فعال کے تقاضاؤں کی ایفا ہے۔ اور ایفائے[1] تقاضا کی دلیل سے کہ وہ بار جوانب ...یں تنصیف صحیح ہے عدل ہے۔ یا کیف فعالیہ کی دلیل سے جو کشف روح الہٰی و تحمل کشف سے نفس انسانی ...یں تحقق پاتی ہے۔ محبت لوجہ اللہ ہے پس تاسیس ملّی اور توسیع ملّی اور تشدید ملّی اسی رحم فعال کی جہدا ساسیۂ واسعۂ و شدیدہ ہیں۔ اور خورد و نوش و لباس اور دیگر امور معاشری میں تحسین و تعدیل یا رحم اسی فطرت رحیم فعال کے جزئیات اور ترشحات و علامات ہیں۔ علیٰ ہذا جملہ مکارم اخلاق و محاسن افعال اسی کشف و تحمل کے شواہد فاضلہ اور نتائج و آثار ہیں۔ جو اجرائے کشف و تحمل کی دلیل سے الیٰ یوم القیٰمہ ملّت وسط میں حیثیت متشکل کے ساتھ جاری و ساری ہیں۔

پس تمام کائنات انسانی کو ابوالانس محمدؐ رسول اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلی اللہ علیہ وسلّم کی ابوت فاضلہ یا فردیت نبوت کے رحم فعال کے تحت اس قوت فعالیہ مصطفویہ[2] متواترہ کے ذریعہ مجتمع ہو جانا چاہیئے۔ جو استعداد نیابت الہٰی ہے۔ اور امت وسط کے ہر عہد میں متواتر و مسلسل جاری و ساری کر دی گئی ہے اور اسی وجہ سے اس حقیقت علیہ پہ دلیل راسخ ہے۔ کہ نفس دہر کے انحطاطی تقاضاؤں کی وجہ سے انجام کار مستخلف رحیم عزّوجل رحم فعال کے ساتھ فردیت نیابت الہٰی و مصطفوی کو فردیت ابوت مصطفوی پہ کائنات انسانی کے اجتماع کیلئے سطح ارض پر ضرور متمکن کر دیتا ہے۔ اور وہ نائب حق اور نائب رسول بحیثیت ابوالانس اپنی فطرت فعال کے تصرفات رحیم شجاعت سے منفعل کائنات انسانی کو مکمل فی العدل کرتا ہوا اسے سطح ارض پر عزت قاہرہ کی وراثت فاضلہ اور عندیت الہٰی کی منور سطوت کبریٰ سے مشرف کر دیتا ہے۔ (جو اس کی تمام جدوجہد عدلیہ یعنی تصرف فعال اور دافع موانع حرکت شمشیر کا مقصد قاہرہ ہے۔ اور اوّل المسلمین نبیٔ فرد خلیفۃ اللہ فی الارض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے (بالا) ترشحات فعال کے مدعا کی ایفا ہے) اور اس کی دافع موانع شجاعت قاہرہ کے ساتھ اس کے قبضۂ شمشیر کا اتحاد غالبہ فاسق گروہوں کو عدل کی عزتِ فضل کے حضور میں صغیر و پست قرار دیتا ہے۔ جو تصرف فعالیہ کے ساتھ اتحاد شمشیر سے سطح ارض پر اس کی تمکین قاہرہ ہے۔ یعنی اس کے قصرِ خلافت و شجاعت کی بنیاد مستحکم پر تشدید ہے کہ وہ رحیم قوت فعالیہ مصطفویہ متواترہ (جو قوتِ تزکیہ و قوت تعلیم کتاب ہے) کی مستلزم شمشیر فردیت قاہرہ کی دلیل سے فردیتِ نبوت مصطفوی یا اختتام نبوت پر دلیل قاطع ہے۔ اور نفس فرد و جماعت میں عدل کو متمکن کرنے کی دلیل سے تمام کائنات انسانی کے لئے بیاجیر حفظ فطرت ہے۔ اور دفع موانع کے ساتھ منادیٔ امن ہے۔

محمد سعید

---

[1] تفصیل جلد اول میں گزر چکی ہے۔ جیسے بنیادی طور پر تقاضائے لطافت کی ایفا جو کشف نور ہے۔ اور عدل لطافت ہے۔ اور کثافت کے تقاضا کی ایفا جو تحمل نور ہے۔ عنصریات کی ایفا میں فطرتاً تمکین اعتدال کا موجب ہوتی ہے۔ اور ہر تقاضا کی ایفا کو عدل قرار دیتی ہے۔ اور ہر دو اجزا کے جملہ تقاضاؤں کی ایفا مجموعی عدل کو متحقق کرتی ہے۔

[2] نفس فعال اول المسلمین صلعم کے نفس مبارک میں کشف روح الہٰی و تحمل کشف سے قوت فعالیہ کا تحقق اور پھر اس قوتِ فعالیہ کے تصرف سے نفوس منفعلہ میں کشف روح الہٰی و تحمل سے اسی قوت فعالیہ کا تحقق تصرف فعال اور الحاق انفعالی کی دلیل سے گویا قوت فعالیہ مصطفویہ کا تواتر جاریہ ہے۔

Marfat.com

اگر آپ فیصلۂ فطرتِ نفس کی روشنی ہیں

ان حقائق عظمیٰ کا مطالعہ فرمانا چاہتے ہیں کہ

سطح ارض پر صرف حکیم ملّت اسلامیہ کو ہی فضل اور برتری کا جائز استحقاق ہے۔ اور تمام عالم کو قائم بالقسط ملّت اسلامیہ کے روبرو پست ہو جانا چاہیئے۔ اس کا امر بالعدل دلیل فضیلت ہے۔ اور صرف شجاع ملّت اسلامیہ ہی غلبۂ شمشیر کے ساتھ محافظ اعتدال ہے۔ اور تمام عالم کو اپنی قوت و عزت کے روبرو جھکا لینے کا استحقاق رکھتی ہے۔ اور

صرف عفیف ملّتِ اسلامیہ کا دامن پناہِ امن ہے۔ اس لئے سطح ارض پر مسند سیادت کا صرف اسے ہی جائز حق پہنچتا ہے

یعنی

حافظ فطرت محمدؐ رسولُ اللہ خلیفۃ اللہ فی الارض صلعم کا فعّال اسوۂ حسنہ جامع تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاستِ مدن (آئین ہائے صلح و جنگ و قوانین نظم و ضبط اور سیاستِ بین الدول ہے) تو حامل اسرار کتاب و میزان و شمشیر اور شرح استخلاف فی الارض اور تمام عالم پر ملّتِ اسلامیہ کی دلیل افضلیت :-

"سیرۃ نبویؐ پر ایک محققانہ نظر"

(دستور حیات) جلد اوّل از تصنیف خلیفہ محمد سعید

کا مطالعہ فرمائیں

ہدیہ تبادل دس روپیہ علاوہ محصول ڈاک

نوٹ :- کتاب موصوف کی جزء ب کا انگریزی ترجمہ بھی حکیم محمد ظفر کی قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ تفصیل صفحہ ۳۹۹ پر مطالعہ فرمائیں

ملّتِ اسلامیہ کے حضور میں!

جاں فزا تبریک و تہنیت پیش کی جاتی ہے کہ رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے ملّتِ اسلامیہ کے ہر عہد کی وابستگی پر ذکر فعّال حافظِ فطرت ذاتِ مصطفوی سے الحاق ہی دلیل فضل و افضلیت اور استحقاقِ قبضۂ شمشیر اور مسند سیادت ہے)

حجّتِ روشن تصنیف لطیف

تذکرہ

شائع ہو چکی ہے۔ یہ تصنیف لطیف سات حصص پر مشتمل ہے

۱:- مقدمہ تذکرہ (شرح طریق و کیفیت عروج الی اللہ

۲:- علوم نبوت اور ائمی وراثت

از تصنیف خلیفہ محمد سعید

الجزء الاوّل الجزء الثانی الجزء الثالث (تذکرہ اصحاب تواتر رضی اللہ عنہم

الجزء الرابع تذکرۂ حضرت صدیق زماں (المعروف بہ خلیفہ) محمد صدیق رضی اللہ عنہ

الجزء الخامس تذکرۂ غوث دوراں شہید (المعروف بہ خلیفہ) محمد رفیق رضی اللہ عنہ

از تصنیف پرنسپل محمد صغیر حسن

ہدیہ تبادل پانچ روپیہ علاوہ محصول ڈاک

نوٹ :- کتاب عدل (بک آف ایکویپائز) از خلیفہ محمد سعید بزبان اردو مع ترجمہ بزبان انگریزی از حکیم محمد ظفر، پرنسپل محمد صغیر حسن برائے موتمر ثقافت اسلامیہ (منعقدہ زیر اہتمام لائبریری آف کانگرس واشنگٹن و پرنسٹن یونیورسٹی) و فرمانروایان دول عالم و مویدین عدل و وضاحت مکاتیب مہ عائد دولت علیہ پاکستان) بھی شائع ہو چکی ہے۔ تفصیل صفحہ [illegible] پر مطالعہ فرمائیں

ناظم دار التصنیف والنشر جامعہ عالیہ صدّیقیہ آلو مہار شریف

ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان)

أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمداً عبده ورسوله

بسم الله الرحمٰن الرحيم ۝ والصلوٰة والسلام على رسوله الكريم

وعلى من تابعه من تابعه ...... باحسان الى هذا اليوم ...... والى يوم القيٰمة كلهم اجمعين

حامل اسرار کتاب و میزان و شمشیر اور شرح استخلاف فی الارض

اور

تمام عالم پر ملّت اسلامیہ کی دلیل افضلیت

کتاب مخصوص

سیرۃ نبوی صلعم پر ایک محققانہ نظر

(دستورِ حیات)

جلد دوم

از تصنیف
(خلیفہ) محمد سعید
دارالتصنیف والنشر

لیسہ جامعۂ عاصمیہ لقیہ
آلومہار شریف
ضلع سیالکوٹ (مغربی پاکستان)

(ہدیہ دس روپیہ صرف)

(جملہ حقوق بحق دارالتصنیف والنشر محفوظ ہیں)

(خلیفہ محمد سعید نے طور پرنٹنگ پریس سیالکوٹ سے چھپوا کر دارالتصنیف والنشر آلومہار شریف ضلع سیالکوٹ سے شائع کی)